شاہنامہ اسلام

جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

یادِ ایّام

المعروف بہ

شاہنامۂ اسلام

اُردو نظم میں تاریخِ اِسلام کے ولولہ انگیز واقعات

(۱)

ابُوالاثر حفیظ جالندھری

ناشر

مکتبہ تعمیرِ انسانیّت ○ اُردو بازار ○ لاہور ۲

marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

طابع : محمد سعید اللہ صدیقی

ناشر : مکتبہ تعمیر انسانیت ○ لاہور

مطبع : زاہد بشیر پرنٹرز ○ لاہور

تعداد : ایک ہزار

قیمت : مکمل مجلد 300 روپے

marfat.com

پیشکش

ہر اُس فرزندِ توحید کی خدمت میں

جو

کلمۂ طیبہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

پر

ایمان رکھتا ہے

حفیظ

marfat.com

حفیظ جالندھری ٹرسٹ

جناب عبدالکریم سومار ..... صدر

شمیم احمد ..... سکریٹری

اراکین

غلام احمد

لطف اللہ خان

رحمان کیانی

سیّد مقدس علی

خواجہ حمید الدّین شاھد

marfat.com

فہرست

مضامین	نمبر صفحہ
تقریب :- شیخ عبدالقادر صاحب کے قلم سے	۱۵
حمد	۲۵
نعت	۲۶
خلافتِ انسانی اور کائنات کے اندیشے	۲۷
صدائے رُوح الامین	۳۸
افترائشِ نسلِ آدمؑ اور ابلیس کا مکر و فریب	۴۰
نورِ احمدی	۴۱
ابراہیم خلیل اللہ	۴۲
حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت	۴۳

مضامین	نمبر صفحہ
سببِ تالیف	۲۷
مشکلات	۲۸
مزار قطب الدین ایبکؒ	۲۹
ضمیر کی آواز	۳۳
مناجات	۳۵
حضرت ابراہیمؑ کا عقدِ ثانی	
فرعونِ مصر کی بیٹی حضرت ہاجرہ	۴۴
حضرت اسمٰعیلؑ کی ولادت اور ماں بیٹے کی ہجرت	۴۵
حضرت ابراہیمؑ کی دُعا	۴۶
وادیٔ غیر ذی زرع میں ماں بیٹے کی تنہائی	۴۷

باب اوّل - آغاز

marfat.com

قبیلہ بنی جرہم کو پانی کی تلاش ۴۹
کنعان میں حضرت اسحٰقؑ کی ولادت
حضرت ابراہیم کا پھر عرب میں آنا ۵۰
حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی ۵۱
تعمیرِ خانہ کعبہ ۵۳
اوّلین حجِ اکبر ۵۶

باب دوم ۔ حضرت ابراہیم کی وفات کے بعد

اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ کی اولادیں ۵۷
بنی اسرائیل ۵۸
عرب میں بنی اسمٰعیل کے پھلنے پھولنے کا بیان ۶۳
انقلاباتِ عالم اور عرب ۶۴
کعبے پر یمن والوں کا حملۂ اوّل
قریش کی مدافعت ۶۶
عرب میں زمانۂ جاہلیت ۶۸
بازار عکاظ ۷۱
جاہلیت کی عبادت ۷۳
شاعری کے بُرے پہلو ۷۴
میلے میں جنگ کا آغاز ۷۷
اس عہد میں دنیا بھر کی عام حالت ۷۹
ہندوستان، چین، ایران، یورپ
شہر پومپی آئی کی آخری رات ۸۱
یورپ، عیسائی ہو جانے کے بعد ۸۳
یہودیوں کی عام حالت ۸۴
ساقی نامہ ۸۶

باب سوم ۔ پیغمبر آخر الزمانؐ کی ولادت سے قبل کا زمانہ

غلبۂ باطل اور شیطان کا غرور ۸۸
پیغمبر آخر الزمانؐ کے والد عبداللہ ۸۹
بنتِ مُرّ الخثعمیہ اور شیطان ۹۰
سردار عبداللہ کی پاکیزگی ۹۲

marfat.com

شیطان اور یہودی ۹۳
سردار عبداللہ پر یہودیوں کا حملہ ۹۷
پانچ شیطان، ایک بندۂ رحمان ۹۸
وہب بن عبد مناف والد سیدہ آمنہ ۹۹
سردار عبداللہ کا انتقال ۱۰۱
اصحابِ فیل کا بیان ۱۰۲
مشرکینِ مکہ کا فرار ۱۰۳
سردار عبدالمطلب اور ابرہہ اشرم کی گفتگو ۱۰۴
اصحابِ فیل کے حملے کی صبح ۱۰۵
ہاتھی سجدے میں ۱۰۶
اصحابِ فیل کا کفر ۱۰۷

باب چہارم۔ ختم المرسلین رحمۃ للعلمین

ولادتِ باسعادت ۱۰۹
سلام ۱۱۴
آنحضرتؐ کے دادا عبدالمطلب کو خبر ملتی ہے ۱۱۷
کعبۂ مقصودِ عالم کا طوافِ کعبہ ۱۱۸
عرب کی دودھ پلائیاں ۱۲۰
حلیمہ سعدیہ کی غریبی
آنحضرتؐ کے بچپن کی برکات ۱۲۳
تیمم مکہ صحرائی گھر کی طرف ۱۲۴
بیابان پر ابرِ رحمت کا سایا ۱۲۵
رضاعت سے بعثت تک کا بیان ۱۲۶
مصنف کا اعترافِ عجز ۱۳۴

بابِ پنجم۔ آفتابِ ہدایت کا طلوع

مقصدِ بعثت، مظلوم دنیا کی دعائیں ۱۳۵
اقرا ۱۳۶
صدیقؓ کا ایمان ۱۳۷
السابقین الاولین ۱۳۸

marfat.com

پہاڑی کا وعظ، اعلانِ کلمۃ الحق ۱۳۹
مشرکین کا غیظ و غضب ۱۴۱
ابولہب بن عبدالمطلب کا کفر ۱۴۲
بنو ہاشم میں تبلیغ، حضرت علیؓ کا ایمان ۱۴۲
اسلام لانے والوں پر مصائب کے پہاڑ ۱۴۲
اکابرِ قریش کی ابوطالب کو دھمکی ۱۴۶
چچا کی فہمائش ۱۴۷
بھتیجے کا جواب ۱۴۷
ابوطالب کا تاثر ۱۴۸
تبلیغِ حق کا دشوار گذار رستہ
کفار کی ایذا رسانی اور توہین ۱۴۸
قریش کی طرف سے مادی ترغیبات
عتبہ کی گفتگو ۱۵۰
عتبہ کی حیرت ۱۵۲
حضرت حمزہؓ کا ایمان لانا ۱۵۴
حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کا بیان
دشمنانِ دین میں نبی کے قتل کی تجویزیں ۱۵۵
عمر نبی کے قتل کا بیڑا اُٹھاتے ہیں ۱۵۶
حضرت عمرؓ کا ایمان ۱۵۸
عمرؓ آستانۂ نبوت پر ۱۵۹
حضرت عمرؓ کی شانِ ایمان ۱۶۰
ہجرتِ حبشہ
ایذا دہی کی انتہا، طرح طرح کی عقوبتیں ۱۶۲
نجاشی انصاف کی راہ پر ۱۶۴
دربارِ نجاشی میں حضرتِ جعفر کی تقریر ۱۶۵
نجاشی راہِ ہدایت پر ۱۶۶
نجاشی کا تہیہ ۱۶۶
رسول اللہؐ کے خلاف اہلِ مکہ کا معاہدہ ۱۶۷
ابوطالب کی ثابت قدمی ۱۶۸
شعب ابی طالب میں محصوری کا زمانہ ۱۶۹
شکستِ معاہدۂ باطل ۱۷۱
عام الحزن
ابوطالب اور خدیجۃ الکبریٰؓ کی وفات ۱۷۲
ہادیٔ اسلام کا سفرِ طائف ۱۷۳
پتھروں کی بارش ۱۷۴
آپؐ کے بددعا کی خواہش، رحمۃ للعلمینؐ کا جواب ۱۷۶

marfat.com

پتھر مارنے والوں کے لئے آنحضرتؐ کی دعائے خیر ۱۷۷
وہی جوشِ تبلیغ، مینیوں اور یثربیوں کا ایمان لانا ۱۷۸
اہلِ یثرب میں اسلام ۱۷۹

باب ششم - ہجرتِ نبویؐ

مسلمانانِ مکّہ کی ہجرتِ یثرب ۱۸۱
مشرکینِ مکّہ کے ارادے ۱۸۲
مشاورتِ قتل ۱۸۲
ہجرت کی رات ۱۸۴
غارِ ثور ۱۸۶
سحر کا نور خندہ زن تھا باطل کی طاقت پر ۱۸۷
انعام کا اعلان اور تلاش ۱۸۸
قافلۂ نبوت مدینے کے راستے میں ۱۸۹
عرب کی دھوپ ۱۹۰
سراقہ ابن مالک ابنِ جعشم کا تعاقب ۱۹۱
آنحضرتؐ کی ایک معجز نما پیش گوئی ۱۹۲
بریدہ اسلمی اور اس کے ساتھی ۱۹۳
قبا میں وُرودِ مسعود
الانتظار الانتظار ۱۹۵
قافلۂ نبوت شہر یثرب کی طرف ۱۹۷
نبیؐ اپنے مدینہ میں ۱۹۷
شوقِ میزبانی ۱۹۹
دارالامانِ مدینہ ۲۰۰

بابِ ہفتم - مدینے پر جنگ کے بادل

قریشِ مکّہ کا جوشِ غضب ۲۰۲
قریشِ مکّہ کی دھمکی ۲۰۳
عبداللہ بن ابیّ، منافق ۲۰۴
مدینے کے بد باطن یہودی ۲۰۵
قریشِ مکّہ کی غارت گری ۲۰۶
اِذنِ جہاد ۲۰۷

marfat.com

شرطِ جہاد ۲۰۹
قریش کی دوسری دھمکی ۲۰۹
قافلۂ تجارت اور ابوسفیان کے منصوبے ۲۱۰
شرارت ۲۱۲
مشرکین میں اشتعال کی چال ۲۱۲
ابوجہل کی آتش افروزی ۲۱۳
قریش مکہ کی چڑھائی ۲۱۵
آگ لگا کر ابوسفیان مکے پہنچ گیا ۲۱۶
ابوجہل کا جواب ابوسفیان کے قاصد کو ۲۱۸
صورتِ حالات کی نزاکت، نبی صلعم کا مشورہ صحابہ سے ۲۰۲
مہاجرین کا مشورہ ۲۲۲
انصار کا جوشِ ایمان ۲۲۳
وعدۂ نصرتِ الٰہی ۲۲۴
مجاہدینِ اسلام جہاد کے رستے پر ۲۲۵
کفار کا ڈیرا میدانِ بدر میں ۲۲۶
ابوجہل کا غرور ۲۲۷
مسلمانوں کی کمزور جماعت ۲۲۹
قطعۂ تاریخ ۲۳۰

marfat.com

الحمدللہ

اپنی زندگی کے ان آخری مراحل میں جو اندیشہ جان کا عذاب بنا ہوا تھا اللہ کریم نے اپنے رحمتہ للعالمینؐ کی مدح کے صدقے وہ اندیشہ دور کر دیا اور اب میں اس تسلی اور شکر و سپاس کا اظہار کرتا ہوا اپنے سفرِ حیات کی منزلِ مراد کو سلام کہوں گا۔

اندیشہ یہ تھا کہ میرا نہ کوئی بیٹا ہے نہ کوئی ایسا عزیز ہے جو میرے بعد میرے قلمی ورثے کا محافظ بھی بن سکے اور ملک و ملت پاکستانیہ تک ہی نہیں دنیا بھر کے ممالک میں جہاں جہاں مسلمان میری نظم و نثر کے شائق ہیں ان تک میری کتب پہنچاتے رہنے کا اہتمام کرے ورنہ جو کچھ میں نے انسانیت اور ملک و ملت کے لئے اپنے خونِ جگر سے مہیا کیا ہے برباد ہو جائے گا۔ میرا سرمایہ میری قلم کاری ہے میری کتابیں ٹکے سیر بیچنے والے نااہل بازاری کتاب فروش دکاندار جس طرح چاہیں گے چھپوائیں گے اور الگ الگ کھائیں گے اڑائیں گے۔ اپنے لاکھوں قدر دانوں میں مدتوں ایسے اصحاب کی تلاش رہی جو دافعی صادق الوعد و امینؐ .. پر ایمان و یقین رکھتے ہوں۔ آخر کراچی میں میری تلاش نے کامیابی کا منہ دیکھ لیا اور میرا جان لیوا اندیشہ دور ہو گیا۔

marfat.com

قائداعظم کے پرانے رفیق جناب عبدالکریم سومار صاحب مل گئے، میری آرزو سنی اور اسے پورا کرنے کی طرف عملی قدم اٹھالیا اور میرے اس درد کا مداوا کر دیا۔ جناب لطف اللہ خاں مل گئے جن کا وجود، آرٹ، سخنوری اور سخن نوازی میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ جناب شمیم احمد مل گئے جو اسلام کا پیغام جاری رکھنے والی کتب کے پبلشر اور کراچی میں سومار صاحب سے اولین ملاقات کا باعث بنے۔ ان کے ساتھ ہی سید مقدس علی ہیں جو ہر ادبی و اسلامی ثقافتی تحاریک کا بشوق اہتمام فرماتے ہیں۔ خواجہ حمید الدین شاہد ایم اے عثمانیہ کو تو میں اپنا صیاد قرار دے چکا ہوں۔ جناب غلام احمد جناب سومار کے عزیز اور کاروبار کے سربراہ ہیں۔ سومار سے مصافحہ ان کے ہاتھ پر ہوتا ہے۔ جناب رحمٰن کیانی جو شعر سخن ہی میں اسلام کے لئے تبلیغ اتحاد و جہاد کے معاملے میں میرے مثنیٰ ہیں۔

ان اصحاب نے جناب عبدالکریم سومار کے زیر قیادت ایک ایسا ادارہ قائم کر دیا ہے جو میرے دکھ کا دارو ہے۔ اس ادارے کا نام ہے۔

"ابوالاثر حفیظ جالندھری ٹرسٹ"

یہ ٹرسٹ باضابطہ قائم ہو گیا ہے۔ اس نے میری زندگی میں بھی اور اس دنیا سے جسمانی طور پر کھسک جانے کے بعد بھی میری وہ تمام کتابیں جو متداول ہیں بہترین خوبصورت اور دیدہ زیب طریق سے چھپوانے اور مسلسل چھپواتے رہنے کا ذمہ لے لیا ہے اور آغاز شاہنامہ اسلام

سے کیا ہے۔ میری شائع شدہ تصانیف کے علاوہ وہ تصانیف بھی جو ابھی مسودات کی صورت میں ہیں یہی ٹرسٹ ان کو کتابی صورت میں لائے گا اور میری تحریروں کے ذریعہ سے موجودہ اور آئندہ نسل کے ذہن و قلب میں وہ روشنی پہنچائے گا جو میرے کلام کو سرکار دو عالمؐ کی محبت اور بزرگان دین مبین اور قدمائے شعر و ادب سے ملی ہے اور جن کو میں نے اپنے خون جگر سے رنگین کیا ہے۔

میں ان قدر دانوں کے احسانات کا سپاس گزار ہوں اور دعا کرتا ہوں ؎

بہ شان مہر و مہ تابندہ باشی
الٰہی تا قیامت زندہ باشی

۷۶ برس سے متجاوز اور بیمار
حفیظ

سخن کی قدردانی زندگانی میں نہیں ہوتی
یہاں جب شمع بجھ لیتی ہے تب پروانہ آتا ہے

تقریب

(از قلم آنریبل خان بہادر شیخ عبدالقادر صاحب)

حفیظ اور حفیظ کی شاعری محتاجِ تعارف نہیں، مگر "شاہنامۂ اسلام" ایک ایسی تصنیف ہے کہ وہ محض شاعری سے تعلق نہیں رکھتی۔ وہ اسلام کی منظوم تاریخ ہوگی۔ وہ اخلاقِ اسلامی کی تعلیم کے لئے ایک درسی کتاب کا کام دے گی۔ وہ مصنف کے جذباتِ مذہبی کی ایک دلکش تصویر ہے جو لفظوں سے کھینچی گئی ہے۔ لفظ سادہ ہیں۔ اس پر رنگین ترنم جو حفیظ کی شاعری کی خصوصیت ہے۔ تصویر کی تاثیر کو دوبالا کر رہا ہے۔ اس لئے اس کتاب کی تقریب کے طور پر کچھ لکھنا بے محل نہ ہوگا۔ اس کی پہلی جلد شائع ہوتی ہے جس میں دو ہزار سے زیادہ اشعار ہیں۔ اور اس کا بیشتر حصہ اُس عہدِ زرّیں سے تعلق رکھتا ہے۔ جب اسلام کے مقدس ہادی کی ذاتِ والا صفات اپنے جمالِ جہاں آرا سے دنیا کو نورانی کر رہی تھی۔ مَیں خوش ہوں کہ یہ سعادت میرے حصّے میں آئی ہے کہ ایسی کتاب کی پہلی جلد کا دیباچہ لکھوں۔ جو نہ صرف اپنی ادبی خوبیوں کی وجہ سے دیرپا معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ مذہبی اور اخلاقی پہلو سے مسلمانوں کی آیندہ نسلوں کے لئے چراغِ ہدایت ہو سکتی ہے۔

اسلام کے ابتدائی زمانے کا جو نقشہ شاعر نے ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ اس میں زیادہ تر زور سیرت پر دیا گیا ہے۔ بالعموم وہ روایتیں نظم کی گئی ہیں۔ جن سے دنیا کے سب سے بڑے ہادیؐ کی پاکیزہ سیرت پر روشنی پڑتی ہے۔ اس اعتبار سے ہر مسلمان حضرت حفیظ کے اس کارنامے کو قدر کی نگاہ سے دیکھے گا۔ بلکہ یہاں تک امید کی جا سکتی ہے کہ ہر وسیع الخیال غیر مسلم بھی شاعر کے کمالِ فن کی داد دے گا۔

اکثر شعراء نے اس قسم کے بڑے کام بڑھاپے میں اپنے ذمّے لئے ہیں۔ حفیظ کے جاننے والوں میں جن حضرات کی نظر سے ان کی وہ نظم گذری ہے جس کا عنوان ہے "ابھی تو مَیں جوان ہوں" انہیں شاید حفیظ کی شاعری کو اس

شانِ بزرگی اور تقدیس میں جلوہ گر دیکھ کر تعجب ہو کہ ان کی طبعِ رسا بڑائی کے اتنے زینے ایک ہی جست میں کیونکر طے کر گئی ہے۔ مگر جو شخص ان کے تخیّل کی بلند پروازی سے آگاہ ہے۔ وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ جست ان کے لئے دشوار نہ تھی۔ حفیظ عمر میں جوان ہے۔ مگر شاعری میں بوڑھوں کی صف میں جلوہ گر ہے۔ زورِ طبیعت سے بسنت اور بہار پر ایسی نظمیں لکھتا ہے جس سے معلوم ہو کہ ایک شخص جو رنگین مزاجی کے سب مرحلوں سے گزر چکا ہے، آپ بیتی باتیں لکھ رہا ہے۔ اور جوانی کو مست اور دیوانی دِکھلانے میں اپنی کہانی سنا رہا ہے۔ مگر یہ صرف خداداد ذہانت کے کرشمے ہیں۔ ورنہ اسے زمانے نے مہلت ہی نہیں دی کہ دنیا کی رنگینیوں کو قریب سے دیکھے۔ یا ان کے مزے لے۔ صبح سے شام تک لکھتے پڑھتے گذرتی ہے۔ اور لکھنا پڑھنا بھی ایسا کہ فرصت اور اطمینان سے نہیں۔ بلکہ قوتِ لایموت کے لئے کسی اخبار یا رسالے کے لئے کچھ کام کیا جس کا تھوڑا بہت معاوضہ مل گیا۔ کوئی کتاب لکھی جو کسی نے سستے داموں خرید لی۔ اس پر رسالہ مخزن کی ایڈیٹری کی ذمہ داریاں۔ مشاعروں اور پبلک جلسوں کے لئے نظمیں لکھنا اور پڑھنا۔ یہ حالات تھے جب "شاہنامۂ اسلام" لکھنا شروع کیا۔ مخزن کے دفتر اور وہاں آنے والے ملاقاتیوں سے بھاگ کر اپنے وطنِ مالوف جالندھر کے پرانے مکان میں گوشۂ تنہائی اختیار کرنا پڑا۔ وہاں سے کبھی لاہور آنا ہوا۔ تو قدر دانوں سے خط و کتابت کے لئے وہ آپ اپنے منشی۔ اپنی کتاب کے پروف دیکھنے کے لئے وہ آپ اپنے مصحح۔ اور مطبع والوں سے تقاضا کرنے کے لئے وہ آپ اپنے سپاہی اُن کی محنت و مصروفیت دیکھ کر غالب کا یہ شعر یاد آتا ہے ؎

زندگی اپنی جب اس شکل سے گذری غالب
ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خُدا رکھتے تھے

مگر خدا کی حکمتیں خدا ہی جانے۔ شاید یہی حالات ہیں جو باوجود مالی مشکلات اور کثرتِ کار کے توسنِ طبع کے لئے تازیانہ کا کام دیتے ہیں۔ اور رُوحانی زندگی کی جِلا کا باعث ہیں۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ شاعری کی قوت کو مفید مذہبی خدمت کی تحریک انہی اسباب سے ہوئی ہے۔

۱۹۰۰ء سال ہوئے جب مَیں نے حفیظ صاحب کو پہلی مرتبہ دیکھا۔ شاید اکثر لوگوں نے بھی انہیں لاہور میں اسی زمانے میں دیکھا ہو۔ اس سے پہلے کوئی انہیں پہچانتا نہ تھا۔ مگر پہلے ہی موقعہ پر جب وہ لب کشا ہوئے سب جان گئے اور مان گئے کہ ادب اُردو پر ایک نیا ستارہ چمکا ہے۔

لاہور میں ایک بڑا مشاعرہ تھا۔ مَیں نے دیکھا کہ سامنے کی کرسیوں پر چند کہنہ مشق شاعر متمکن ہیں۔ اور ان میں ایک نوعمر سا شخص دبلا پتلا بہت سادہ لباس پہنے ہوئے بیٹھا ہے۔ جو ہر اپنے شعر پر جو داد کے قابل ہو، داد دیتا ہے۔ اور یوں کہ اس کے دل کی کیفیت ایک خاص طرزِ اظہار رکھتی ہے۔ یعنی شعر سنتے ہی وہ بے تن داد بن کر اپنی جگہ سے اُٹھنے کو ہوتا ہے اور اپنا دایاں ہاتھ پھیلا کر اُس کی انگشتِ شہادت شاعر کی طرف اٹھا کر کہتا ہے۔ "کیسا بلند شعر ہے"

یہ بے ساختہ اظہارِ خیال چونکہ کسی قدر نرالا تھا۔ میری توجہ اس طرف ہوئی۔ مَیں نے کسی صاحب سے پُوچھا، یہ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے کہا ہمیں نام تو معلوم نہیں۔ مگر سُنا ہے کہ جالندھر سے آئے ہیں۔ اور مولانا گرامی کے شاگرد ہیں۔"

مَیں مولانا کے فارسی کلام کے مداحوں میں تھا۔ اور ان سے ذاتی مراسم رکھتا تھا۔ وہ بھی کبھی اسی طرح انگلی اُٹھا کر اور یہ کہہ کر کہ "اونچے پائے کا شعر ہے" اپنے دوستوں کے کلام کی داد دیا کرتے تھے۔ شاگرد میں کچھ استاد کی جھلک نظر آئی۔ اور مَیں اس انتظار میں بیٹھ گیا کہ ان کا کلام سُن کر جائیں گے۔ تھوڑی دیر بعد حفیظ صاحب کی باری آئی۔ جب یہ پڑھنے کو اُٹھے تو ایک اور شا بہت ان میں اور ان کے استاد میں نظر آئی۔ نہ ان کے چہرے سے پتہ چلتا تھا کہ وہ فارسی کے ایسے ادیب اور نامور شاعر ہیں۔ نہ اِن کے چہرے سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ اردو نظم میں ایسی دستگاہ رکھتے ہیں۔ مگر ہوا یہ کہ ایک تو کلام سادہ پُرکار تھا اور دُوسرے آوازِ دلکش، ترنم سے پڑھی گئی اور جلسے پر ایک بے خودی سی چھا گئی۔ مَیں نے اس کے بعد بارہا حفیظ کو بڑے بڑے جلسوں کو مسحور کرتے دیکھا ہے اور ان کی پُراثر لے سُنی ہے جس سے اب ہندوستان سے دکن

تک لوگوں کے کان آشنا ہو چکے ہیں مگر اس دن کی کیفیت چونکہ اپنے رنگ میں بالکل نئی تھی اس لئے نہیں بھولتی۔ معلوم نہیں حفیظ صاحب کے نام کے ساتھ "ابوالاثر" کا لقب اس دن سے پہلے تھا یا نہیں۔ نہ مجھے خبر ہے کہ یہ نام انہوں نے خود رکھا ہے یا کسی نے ان کے لئے تجویز کیا ہے۔ مگر یہ ضرور کہوں گا کہ اُن کے لئے موزوں اور نہایت موزوں ہے۔ فی الواقعہ اثر ان کے کلام کا غلام خانہ زاد ہے۔

ابُوالاثر نے جس دن سے نظم کی بنسری بجائی ہے، اس بنسری سے طرح طرح کے راگ نکلتے ہیں۔ اور نظموں کے اس مجموعے میں جس کا نام "نغمہ زار" ہے۔ اور بعض غیر مطبوعہ نظموں میں جو اس کے بعد لکھی گئی ہیں۔ اُس نے اپنی وسیع ہمدردی اور سچی قدرتی شاعری کے میلان سے کہیں کرشن کے گُن گائے ہیں اور کہیں پریت کے گیت سنائے ہیں۔ مگر اس نے تھوڑے عرصے میں محسوس کر لیا کہ اثر کے لحاظ سے جو بات پیغمبرِ اسلام کی زندگی کے واقعات میں ہے وہ کسی دوسرے انسان کی زندگی میں نہیں پائی جاتی۔ اور اگر کلام میں سچی اور پائیدار تاثیر ڈھونڈنی ہے تو اسے چشمۂ فیض سے سیراب ہونا چاہیئے۔ جس کا پانی کلام کے حق میں آبِ حیات بن جائے۔ اور اسے جاوداں زندگی بخش دے۔ پس اس میں شک نہیں کہ حفیظ نے جو مضمون اب چُنا ہے وہ ذریعۂ الہام ہے اور اس کی شاعری اپنی صفائی اور سادگی کے جوہروں کے ساتھ مذہب اور اخلاق کی علمبردار ہو گئی ہے۔

جب سے شاہنامۂ اسلام کے چھپنے کا اعلان ہوا ہے۔ میں نے کئی لوگوں کو اس نام پر اعتراض کرتے سنا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ فردوسی سے برابری کا دعویٰ اسی سے نکلتا ہے۔ کسی کا خیال ہے کہ پہلے حصّہ میں ہمارے مذہبی پیشواؤں کا حال درج ہے۔ اور آگے چل کر دنیاوی بادشاہوں کے حالات ہونگے اور یہ کسی قدر بے جوڑ سی بات ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ بحیثیت مجموعی شاید کسی اور نام سے اس جامعیت کے ساتھ مصنّف کے ارادے کا اظہار نہ ہو سکتا۔ پیغمبرِ اسلام شاہِ دین بھی تھے اور شاہِ دنیا بھی ہیں۔ اور یہی حال خلفائے راشدینؓ کا ہے۔ پس انہیں شاہ کہنا اور ان کے حالات کا نام شاہ نامہ رکھنا بھی غیر موزوں نہیں ہے۔ بلکہ اگر صرف انہی بزرگانِ دین کا حال اس میں درج ہوتا تو میں اسے "شہنشاہ نامہ" کہہ دیتا نام

نیا بھی ہوتا اور حسبِ حال بھی۔ مگر اس میں سب بادشاہانِ اسلام کے حالات آئیں گے اور ملک کی تاریخ کے اوراقِ پریشاں اس میں جمع کئے جائیں گے۔ اس سبب سے یہ مجموعہ "شاہنامۂ اسلام" کہلانے کا مستحق ہے۔ رہا فردوسی کی ہمسری کا دعویٰ۔ سو مصنّف نے اپنے عجز و انکسار کا کافی اعتراف اپنے تمہیدی اشعار میں کر دیا ہے۔ اگر سو رادب کا مرتکب ہوئے بغیر مصنّف نے یہ ہمّت کی کہ رزم و بزم کے اس وسیع میدان میں تگ و دو کرے جس میں فردوسی جیسا بڑا شہسوار اپنی شہسواری کے جوہر دکھا چکا ہے تو کم از کم یہ بلندیٔ ہمّت کی دلیل ہے۔ باقی حسنِ قبول خدا کے ہاتھ میں ہے۔ فردوسی نے فارسی میں حقِ شاعری ادا کیا اور حفیظ اردو میں طبع آزمائی کر رہا ہے۔ اگر اردو دانوں کو اپنی زبان میں ایسی کتاب ملے جو بہادران و رہبرانِ اسلام کی یاد کو اس طرح تازہ کر دے جس طرح فردوسی نے غیر معروف پہلوانوں اور آتش پرست بادشاہوں کی بھولی ہوئی کہانیوں کو تازہ کر دیا تھا تو اب اردو ادب یقیناً عرصۂ دراز تک حفیظ کا شرمندۂ احسان رہے گا۔

کوئی تصنیف ہو۔ اور کتنی ہی پسند کی جائے اس کے مصنف کی حوصلہ افزائی اس سے ہوتی ہے کہ اسے اپنی محنت کا کچھ صلہ مالی شکل میں بھی مل جائے۔ فردوسی نے شاہنامہ لکھا اس حوصلے پر کہ بادشاہِ وقت سلطان محمود غزنوی اسے بیش قرار انعام دے گا۔ اس تحریص کے بغیر شاید اتنا بڑا کام انجام نہ پاتا۔ حفیظ ایسے زمانے میں پیدا ہوا ہے کہ اس کے لئے اس کی قدردان اردو دان پبلک ہی محمود بن سکتی ہے۔ اور کم از کم یہ بات نہایت ہمّت دلانے والی ہے کہ سینکڑوں خریداروں نے کتاب کے چھپنے سے پیشتر اور اسے دیکھے بغیر کتاب کے دام پیشگی مصنّف کے پاس بھیج دیئے۔ اور مصنّف نے وہ روپے کتاب کی چھپائی پر لگا دیئے۔ اس کے بعد جو روپے آئیں گے وہ دوسری جلد کی تیاری میں صرف ہونگے اور اسی طرح سلسلہ چلتا رہے گا۔ اگر مصنّف کو اپنی دلسوزی اور دماغی محنت کا کچھ معاوضہ ملے گا تو اس رقم سے جو سب جلدوں کے چھپنے کے بعد اس کے پاس بچ سکے گی۔ امید ہے کتاب کی قدردانی

marfat.com

اس کے شائع ہوتے ہی اور ترقی کرے گی۔ اور شاہنامۂ اسلام کو اس مایوسی سے سابقہ نہ پڑے گا جو مالی اعتبار سے دنیا کی اس اہم تصنیف کو نصیب ہوئی تھی جس کے عالیشان نام سے حضرت حفیظ نے استفادہ کیا ہے۔

پہلی جلد چونکہ اب تیار ہے۔ اس میں سے چیدہ حصے بطور نمونہ اس دیباچے میں درج کرنے کی ضرورت نہیں۔ اہلِ نظر کی نگاہ خود ان حصوں کو ڈھونڈ لے گی۔ لیکن خوش قسمتی سے مجھے یہ کتاب شائع ہونے سے پہلے مل گئی اور مَیں نے اسے شوق سے پڑھا۔ اس لئے کچھ اشعار بے ساختہ زبانِ قلم پر آئے ہیں۔

سب سے پہلا شعر جو ابتدائی اشعار میں مجھے پسند ہے وہ ہے جس میں شاعر نے وجہِ تالیف بتاتے ہُوئے اپنی آرزو کو ان سادہ مگر مؤثر لفظوں میں بیان کیا ہے ؎

تمنّا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کام کر جاؤں
اگر کچھ ہو سکے تو خدمتِ اسلام کر جاؤں

مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ تمنّا پہلی جلد ہی میں بہت حد تک پُوری ہو گئی ہے اور بیش بہا سبق نظم کے پیرائے میں اس میں دیئے گئے ہیں۔ انہیں واقعی خدمتِ اسلام اور بڑی خدمتِ اسلام کہا جا سکتا ہے۔

شاعر نے فردوسی کے شاہنامے اور کام کا ذکر بہت اچھے طریق سے کیا ہے جس میں واجبی انکسار کے علاوہ صُورتِ واقعہ اور دلی درد کا اظہار ہے ؎

کیا فردوسیؒ مرحوم نے ایران کو زندہ — خُدا توفیق دے تو مَیں کروں ایمان کو زندہ
تقابل کا کروں دعویٰ یہ طاقت ہے کہاں میری — تخیّل میرا ناقص نامکمل ہے زبان میری
زبانِ پہلوی کی ہمزبانی ہو نہیں سکتی — ابھی اردو میں پیدا وہ روانی ہو نہیں سکتی
کہاں ہے اب وہ دَورِ غزنوی کی فارغ البالی — غلامی نے دبا رکھی ہے میری ہمّتِ عالی

آخری مصرعے میں جو درد ہے اُس سے آج کل کے اکثر نوجوان آگاہ ہیں۔ اور فی الحقیقت ہمتیں اس زمانے میں بہت پست ہو رہی ہیں۔ مگر جس بلند ہمتی کا ثبوت ہمارے شاعر نے دیا ہے وہ قابلِ

تعریف ہے کہ ناداری کے سنگِ گراں کے باوجود ایسے اہم کام کا بیڑا اٹھایا ہے جس سے بڑے بڑے سلاپہ دار گھبراتے۔ اور باوجودیکہ آغازِ کار کے وقت یہ معلوم نہ تھا کہ کتنی ہزار اشعار اگر لکھے بھی گئے تو چھپ سکیں گے کہ نہیں؟ بے دھڑک لکھتا چلا گیا اور لکھتا جا رہا ہے۔

پیغمبرِ اسلام کی ولادت کا بیان کرنے سے پہلے شاعر نے ان کے جدِ امجد حضرت اسمٰعیلؑ کا حال لکھا ہے جب حضرت ابراہیمؑ اپنی بیوی کو ہمراہ لے کر عرب کی طرف آئے تو اس مختصر سے قافلے کا صحرائے عرب میں نزول کے تین شعروں میں بہت پاکیزہ لفظوں میں بیان ہوا ہے ؎

خدا کا قافلہ جو مشتمل تھا تین جانوں پر
معزز جس کو ہوتا تھا زمینوں آسمانوں پر

چلا جاتا تھا اس تپتے ہوئے صحرا کے سینے پر
جہاں دیتا ہے انساں مروت کو ترجیح جینے پر

وہ صحرا جس کا سینہ آتشیں کرنوں کی بستی ہے
وہ مٹی جو سدا پانی کی صورت کو ترستی ہے

یہ خوبی ساری کتاب میں نمایاں ہے۔ جو بیان کوئی اور بیس شعروں میں کرے ہمارا شاعر تین شعروں میں کرے گا۔ اس پر الفاظ کی سادگی اور کلام کی رنگینی اور چستی ملحوظ رہتی ہے۔

آنحضرتؐ کے دنیا میں تشریف لانے کے متعلق جو اشعار لکھے ہیں انہیں پڑھ کر عشاقِ نبوی پر حالتِ وجد طاری ہوگی ؎

یہ کس کی جستجو میں مہرِ عالمتاب پھرتا تھا
ازل کے روز سے بیتاب تھا بیخواب پھرتا تھا

کروڑوں رنگتیں کس کے لئے ایام نے بدلیں
پیہم کروٹیں کس دھن میں صبح و شام نے بدلیں

یہ سب کچھ ہو رہا تھا ایک ہی امید کی خاطر
یہ ساری کاہشیں تھیں ایک صبحِ عید کی خاطر

ان شعروں میں تو آپ کی آمد کی امید کا ذکر تھا۔ اب ذرا آمد کی شان ملاحظہ ہو ؎

معین وقت آیا زورِ باطل گھٹ گیا آخر
اندھیرا مٹ گیا ظلمت کا بادل چھٹ گیا آخر

مبارک ہو کہ دورِ راحت و آرام آپہنچا
نجاتِ دائمی کی شکل میں اسلام آپہنچا

marfat.com

مُبارک ہو کہ ختم المرسلیں تشریف لے آئے — جنابِ رحمۃٌ للعلمیں تشریف لے آئے
خبر جا کر سُنا دو شش جہت کے زیر دستوں کو — زبردستی کی جرأت اب نہ ہوگی خود پرستوں کو
ضعیفوں بیکسوں آفت نصیبوں کو مبارک ہو
یتیموں کو غلاموں کو غریبوں کو مُبارک ہو

کس عجیب پیرائے میں ان خصائل کا ذکر کیا گیا ہے جو آنحضرتؐ کے اخلاق کا جزو تھیں اور کیسا لطیف اشارہ اس اہم کام کی طرف ہے جس کے لئے وہ مبعوث ہُوئے تھے۔ مَیں حضرت حفیظ سے معافی چاہتا ہوں کہ مندرجہ بالا اشعار کی ترتیب میں مَیں نے کچھ تصرف کر لیا ہے۔ اور جس ترتیب سے انہوں نے لکھے تھے اس ترتیب سے نقل نہیں کئے۔ مجھے انہیں اس طرح پڑھنے میں کچھ خاص لُطف آیا۔ اس لئے یہ تصرف کیا۔ اس کے علاوہ اختصار بھی مدنظر تھا امید ہے کہ صاحبانِ ذوق اصل ترتیب کے ساتھ پُورا بند ملاحظہ فرمائیں گے اور بار بار پڑھیں گے۔

ولادت کے بعد یتیمی، دائی حلیمہؓ کی گود میں پلنا، پر دادا کے زیرِ سایہ تربیت پانا، جوان ہو کر سچائی اور امانت میں شہرت حاصل کرنا، حضرت بی بی خدیجہؓ سے نکاح اور اس کے بعد وحی نازل ہونے اور پیغمبری ملنے کے تاریخی واقعات اختصار کے ساتھ مگر شاعرانہ خوش بیانی کو نباہتے ہوئے لکھے گئے ہیں۔ ان اشعار کو انتخاب کر کے یہاں لکھنے کی گنجائش نہیں۔ رسولِ برحق نے جو تکالیف فرضِ رسالت ادا کرنے میں اٹھائیں مشکلات کا جو دلیرانہ مقابلہ کیا وہ حالات معنی خیز طریق سے نظم کئے گئے ہیں اور آخر میں ہجرت اور غزوات کے تذکرے نہایت موثر پیرائے میں لکھے ہیں۔ جس شب کو آنحضرتؐ ہجرت کے ارادے سے مکّہ شریف سے کفار کے نرغے کے باوجود نکلتے ہیں۔ دیکھئے اس کا بیان کس انداز سے ہوا ہے ؎

نظر آتی تھیں چاروں سمت تلواریں ہی تلواریں — اندھیرے میں چمک اُٹھتی تھیں بجلی کی طرح دھاریں
وہ در آتا ہوا وحدت کا دم بھرتا ہوا نکلا — تلاوت سورۂ یٰسین کی کرتا ہوا نکلا

marfat.com

کھنچی ہی رہ گئیں خونریز خوں آشام شمشیریں کسی نے کھینچ دی ہوں جس طرح کاغذ کی تصویریں

مدینے پہنچنے پر جو زندگی مسلمانوں نے اپنے ہادیٔ برحق کے زیر سایہ شروع کی اُس کا نقشہ ذیل کے اشعار میں ملاحظہ ہو۔

تھے انصار و مہاجر اک نمونہ شانِ وحدت کا کہ اس تسبیح میں تھا رشتۂ محکم اخوت کا
مسلماں تھے کہ تھیں نہ بدر و رزم کی زندہ تصویریں نمازیں اور تسبیحیں اذانیں اور تکبیریں
تجارت یا زراعت یا دعائیں یا مناجاتیں مشقت کے لئے دن تھے عبادت کے لئے راتیں

ان اقتباسات کو میں ان اشعار پر ختم کرتا ہوں جن میں مسئلہ جہاد پر جو حکم ہمارے رسولؐ نے دیا اُسے واضح کیا گیا ہے۔ اس سے بہتر اصول وضع کرنا ناممکن ہے۔ افسوس کہ دنیا اس کے حکم کے متعلق گوناں گوں غلطیوں میں مبتلا ہے ؎

کہا راہِ خدا میں تم کو لڑنے کی اجازت ہے خدا کے دشمنوں کو دفع کرنے کی اجازت ہے
مگر تم یاد رکھو صاف ہے یہ حکم قرآں کا ستانا بے گناہوں کو نہیں شیوہ مسلماں کا
نہیں دیتا اجازت پیش دستی کی خدا ہرگز مسلماں ہو تو لڑنے میں نہ کرنا ابتدا ہرگز

فقط ان سے لڑو جو لوگ تم سے جنگ کرتے ہیں
فقط ان سے لڑو جو تم پہ جینا تنگ کرتے ہیں

خوش مذاق صاحبان کے لئے چند نمونے حفیظ صاحب کے تازہ ترین کلام کے جو اوپر درج کئے گئے ہیں کافی ہیں۔ اب لازم ہے کہ خود کتاب حاصل کریں اور پڑھیں۔ اور صاحب دل شاعر کے حق میں دعا کریں کہ خدا اسے اس محنت کا صلہ دے اور توفیق دے کہ وہ اس اہم کام کو بخوبی انجام دے سکے جو اس جلدِ اول کی اشاعت میں شروع کیا گیا ہے ؎

عبدالقادر

marfat.com

کروں گا موم اک دن پتھروں کو
اگر تاثیر ہے میری زباں میں

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد

اُسی کے نام سے آغاز ہے اس شاہنامے کا
ہمیشہ جس کے در پر سر جھکا رہتا ہے خامے کا

اسی نے ایک حرف کُن سے پیدا کر دیا عالم
کشاکش کی صدائے ہاؤ ہُو سے بھر دیا عالم

نظامِ آسمانی ہے اُسی کی حکمرانی سے
بہارِ جاودانی ہے اُسی کی باغبانی سے

اُسی کے نُور سے پُر نُور ہیں شمس و قمر تارے
وہی ثابت ہے جس کے گرد پھرتے ہیں یہ سیارے

زمیں پر جلوہ آرا ہیں مظاہر اس کی قدرت کے
بچھائے ہیں اسی داتا نے دسترخوان نعمت کے

یہ سرد و گرم خشک و تر، اُجالا اور تاریکی
نظر آتی ہے سب میں شان اُسی اک ذاتِ باری کی

وہی ہے کائنات اور اس کی مخلوقات کا خالق
نباتات و جمادات اور حیوانات کا خالق

وہی خالق ہے دل کا اور دل کے نیک ارادوں کا
وہی مالک ہمارا اور ہمارے باپ دادوں کا

بشر کو فطرتِ اسلام پر پیدا کیا جس نے
محمد مصطفٰے کے نام پر شیدا کیا جس نے

marfat.com

نعت

محمد مصطفٰے محبوبِ داور سرورِ عالم
وہ جس کے دم سے مسجودِ ملائک بن گیا آدم

کیا ساجد کو شیدا جس نے مسجودِ حقیقی پر
جھکایا عبد کو درگاہِ معبودِ حقیقی پر

دلائے حق پرستوں کو حقوقِ زندگی جس نے
کیا باطل کو غرقِ موجۂ شرمندگی جس نے

غلاموں کو سریرِ سلطنت پر جس نے بٹھلایا
یتیموں کے سروں پر کر دیا اقبال کا سایا

گداؤں کو شہنشاہی کے قابل کر دیا جس نے
غرورِ نسل کا افسون باطل کر دیا جس نے

وہ جس نے تخت اوندھے کر دئے شاہانِ جابر کے
بڑھائے مرتبے دُنیا میں ہر انسانِ صابر کے

دلایا جس نے حق انسان کو عالی تباری کا
شکستہ کر دیا ٹھوکر سے بُت سرمایہ داری کا

محمد مصطفٰے مہرِ سپہرِ اوجِ عرفانی
ملی جس کے سبب تاریک ذرّوں کو درخشانی

وہ جس کا ذکر ہوتا ہے زمینوں آسمانوں میں
فرشتوں کی دعاؤں میں مؤذّن کی اذانوں میں

وہ جس کے معجزے نے نظمِ ہستی کو سنوارا ہے
جو بے یاروں کا یارا بے سہاروں کا سہارا ہے

وہ نورِ لم یزل جو باعثِ تخلیقِ عالم ہے
خدا کے بعد جس کا اسمِ اعظم اسم اعظم ہے

ثنا خواں جس کا قرآں ہے ثنا ہے جس کی قرآں میں
اُسی پر میرا ایماں ہے وہی ہے میرے ایماں میں

marfat.com

سببِ تصنیف

اُسی کے اسمِ اعظم سی بڑھی جرأت مرے دل کی — کہ مَیں نے ڈال دی بنیاد ایسے کارِ مشکل کی
تمنّا ہے کہ اِس دُنیا میں کوئی کام کر جاؤں — اگر کچھ ہو سکے تو خدمت اسلام کر جاؤں
مُسلمانوں پہ ہے مُردہ دلی چھائی ہُوئی ہر سُو — سکوتِ مرگ نے چادر ہے پھیلائی ہُوئی ہر سُو
عزیمت ہے نہ جرأت ہی نہ ہے تاب و تواں باقی — فقط حسرت سے تکنے کے لئے آسماں باقی
نظر آتے ہیں اب وصف شکن بازو نہ شمشیریں — مقدر کی طرح سوئی پڑی ہیں آج تکبیریں
گئی دُنیا سے آقائی محمدؐ کے غُلاموں کی — بھلا بیٹھے ہیں یاد اپنے سلف کے کارناموں کی
ارادہ ہے کہ پھر ان کا لہو اک بار گرماؤں — دلِ سنگیں سخن کے آتشیں تیروں سے برماؤں
سناؤں ان کو ایسے ولولہ انگیز افسانے — کرے تائید جن کی عقل بھی تاریخ بھی مانے
کیا فردوسیؒ مرحُوم نے ایران کو زندہ — خدا توفیق دے تو مَیں کروں ایمان کو زندہ
عجم کا شاہنامہ بس وہ فردوسی کا حصّہ تھا — تخیّل ہی کا ہنگامہ تھا یعنی ایک قصّہ تھا
مگر اس کی زباں اس کا بیاں اعجاز ہے گویا — کہاں کی رستمی وہ خود ہی تیر انداز ہے گویا
تقابل کا کروں دعویٰ یہ طاقت ہی کہاں میری — تخیّل میرا ناقص نامکمل ہے زباں میری

marfat.com

زبانِ پہلوی کی ہمزبانی ہو نہیں سکتی
ابھی اُردو میں پیدا وہ روانی ہو نہیں سکتی

نحیف و ناتواں بے علم و بے مقدور ہستی ہوں
غم واندوہ جس میں بس رہے ہیں میں وہ بستی ہوں

کہاں ہے اب وہ دورِ غزنوی کی فارغ البالی
غلامی نے دبا رکھی ہے میری ہمتِ عالی

مگر سینے میں دل رکھتا ہوں جس میں جوشِ غیرت ہے
سراسر راکھ ہے لیکن ابھی تک پُرحرارت ہے

کیا ہے رُوح کو زندہ مدینے کی ہواؤں نے
جگایا خواب سے احساس کی غیبی ندا ؤں نے

نویدِ صبح بخشی ہے سکوتِ شام نے مجھ کو
مخاطب کر لیا ہے قوتِ الہام نے مجھ کو

بظاہر میں جو تصویرِ سخن میں رنگ بھرتا ہوں
کسی آواز کے ارشاد کی تعمیل کرتا ہوں

مشکلات

رہا سینے میں چھپ کر فرض کا احساس برسوں تک
رہی اس راستے میں سنگ بن کر یاس برسوں تک

وسائل ڈھونڈتا پھر تا رہا ہوں کام کرنے کے
کشائش کو حریفِ گردشِ ایام کرنے کے

غیب سے دل میں نظر آیا مجھے منظر تباہی کا
امیروں نے سدا رکھا طریقہ کم نگاہی کا

تمنا تھی اگر مل جائے کوئی غزنوی مجھ کو
ذرا آرام سے رہنے دے فکرِ زندگی مجھ کو

marfat.com

تو اس آغاز کو انجام کی منزل پہ لے جاؤں جہازِ آرزو مقصود کے ساحل پہ لے جاؤں

مزارِ قُطبُ الدّین ایبکؒ[1]

اِنہی افکار میں بیٹھا تھا مَیں اک دن جُھکائے سر درِ آرام گاہِ شاہِ قطب الدّین ایبک پر

وہ قطب الدین وہ مردِ مجاہد جس کی ہیبت سے یہ دنیا از سرِ نَو جاگ اُٹھی تھی خوابِ غفلت سے

اُکھاڑیں ہند سے جس نے ستمگاری کی بُنیادیں رکھیں ہولوں میں انسانی رواداری کی بنیادیں

وہ جس کی جرأتِ بیباک سے سفّاک ڈرتے تھے وہ جس کے بازوؤں کی دھاک سے افلاک ڈرتے تھے

وہ قطبُ الدین جس کے دامنِ تسخیر کا سایا قُلوبِ راجگانِ ہند کو دامن میں لے آیا

لکھی ہے ذرّے ذرّے کی جبیں پر داستاں جس کی ہے سُرخی داستانِ فاتحِ ہندوستاں جس کی

وہ جس کی ذات پر لفظِ غلامی ناز کرتا ہے ترقی کا تخیّل عرش تک پرواز کرتا ہے

---

[1] سلطان قطب الدین ایبک سلطان شہاب الدین غوری کا ترکی غلام اور اس کی فوج کا سپہ سالار تھا جب سلطان شہاب الدین نے دہلی فتح کی تو قطب الدین کو ہندوستان کی حکومت تفویض کی۔ قطب الدین نے ہندوستان میں اسلامی حکومت کی باقاعدہ بنیاد رکھی۔ اور نہایت شجاعت کے ساتھ اطرافِ ہند کو عَلَمِ اسلام کے نیچے لایا جب سلطان محمد غوری کا ۱۲۰۶ء میں انتقال ہو گیا تو قطب الدین ہندوستان کا فرمانروا تسلیم کیا گیا۔ اس طرح اس خاندان کی حکومت کی بنیاد پڑی جو تاریخ میں خاندانِ غلاماں کے نام سے مشہور ہے۔

لئے بیٹھی ہے دہلی قلب میں نقشِ نگیں جس کا — لقب تاریخ میں ہے تاجدارِ اوّلیں جس کا
یہاں لاہور میں سوتا ہے اک گمنام کوچے میں — پڑی ہے یادگارِ دولتِ اسلام کوچے میں

نجس، ناپاک کوچہ جس میں کوئی بھی نہیں جاتا
وہاں سویا ہوا ہے سندِ دہلی کا لکھ داتا

یہ تربت ماتمی ہے اُن حجازی شہسواروں کی — مسلمانوں نے مٹی بیچ لی جن کے مزاروں کی
یہاں تک ابرِ باراں کی رسائی ہو نہیں سکتی — گھٹا روتی ہوئی آتی ہے لیکن رو نہیں سکتی
شعاعوں سے یہاں خورشید دامن بھر نہیں سکتا — فلک اس پر ستاروں کو نچھاور کر نہیں سکتا
یہ تربت چادرِ مہتاب سے محروم رہتی ہے — نگاہوں سے چھپی رہتی ہے نامعلوم رہتی ہے
یہاں سہرے کہاں، کیا ذکر پھولوں کے چڑھاوے کا — کوئی ساماں نہیں ہے اہلِ ظاہر کے دکھاوے کا
نہ پڑھتا ہے یہاں پر فاتحہ کوئی نہ روتا ہے — کسے معلوم ہے اس چھت کے نیچے کون سوتا ہے

۱؎ سلطان قطب الدین شجاع، بہادر اور فاتح ہونے کے ساتھ ہی اتنا رحم دل فیاض اور سخی تھا کہ ہندوستان کے لوگ اسے لکھ داتا کہہ کر پکارتے تھے۔ آج اس کی تربت ایسی جگہ ہے جسے کوئی جانتا بھی نہیں۔ لاہور میں انارکلی بازار سے جو راستہ میو ہسپتال کو جاتا ہے اس پر ایک ہندو کے مکان کی دیوار میں اس کی تربت ہے جہاں ایک پتھر پر کندہ ہے "یہ ہے آخری آرامگاہ سلطان قطب الدین ایبک کی جو چوگان کھیلتا ہوا گھوڑے سے گرا اور مر گیا" تاریخ وفات ۱۲۱۰ء۔

۲؎ میرے دور کے مسلمانوں کی بے غیرتی کا عالم دیکھیے۔ آج پاکستان بن چکا ہے۔ لیکن آج پاکستان بن جانے پر بھی اس مردِ مجاہد یعنی اسلامی سلطنت کے اولین بانی کو آسمان نصیب نہیں۔ حفیظ دسمبر ۱۹۴۹ء

marfat.com

اُدھر لاہور کی دُنیا کا ایماں سوز نظارا
جہاں تہذیبِ نَو پھرتی ہے بازاروں میں آوارہ

اِدھر اک تُربتِ خاموش کا اندوہگیں منظر
الم انگیز، حسرت خیز، عبرت آفریں منظر

نہیں ہے چار گز ٹکڑا زمیں کا جس کی قسمت میں
یہ تُربت آسمانِ رفعت ہے میری چشمِ عبرت میں

مَیں اکثر شہر کے پُرشور ہنگاموں سے اکتا کر
سکوں کی جستجو میں بیٹھ جاتا ہُوں یہاں آکر

مرے نزدیک اس تُربت سے اب بھی شان پیدا ہے
مزارِ مردِ غازی سے عجب ایمان پیدا ہے

یہی ایمان اَوجِ زندگی کا قطب تارا ہے
یہی طُوفانِ ظلمت میں مسلماں کا سہارا ہے

یہاں آتے ہی مُجھ پر غلبۂ احساس ہوتا ہے
کسے معلوم دل اس وقت کس کے پاس ہوتا ہے

یہاں میں حال کو ماضی کے دریا میں ڈبوتا ہُوں
تصوّر کے طفیل اک اور ہی دنیا میں ہوتا ہُوں

تخیّل مجھ کو لے جاتا ہے اک پُرہول میداں میں
جہاں باہم بپا ہوتی ہے جنگ انبوہِ انساں میں

نظر آتا ہے لہراتا ہوا اسلام کا جھنڈا
بہر سُو نُور پھیلاتا ہوا اسلام کا جھنڈا

مقابل میں گھٹائیں دیکھتا ہُوں فوجِ باطل کی
نظر آتی ہے فرعونی خدائی اَوجِ باطل کی

حق و باطل کی آویزش کا منظر دیکھتا ہُوں مَیں
نظر آتی ہیں تلواریں مجھے سر دیکھتا ہُوں مَیں

صدائیں نعرہ ہائے جنگ کی آتی ہیں کانوں میں
بلند آہنگ تکبیریں سما جاتی ہیں کانوں میں

نظر آتے ہیں مجھ کو سُرخرو چہرے شہیدوں کے
لہو کی ندیاں کھِلتے ہُوئے گلشن امیدوں کے

marfat.com

عَلَم کے سائے میں سُلطانِ غازی کا بڑھے جانا
سرِ دشمن پہ افواجِ حجازی کا چڑھے جانا

وہ حملہ آوروں کی خُون کے دریا میں غرقابی
وہ باطل کی شکستِ فاش وہ حق کی ظفر یابی

وہ امن و صلح سے معمور ہو جانا فضاؤں کا
زمانے بھر کے سر سے دُور ہو جانا بلاؤں کا

یہ سب کچھ دیکھتا ہُوں مَیں تصوُّر کی نگاہوں سے
ملاقاتیں ہوا کرتی ہیں غازی بادشاہوں سے

مجھے محسُوس ہوتا ہے مجاہد مرد مَیں بھی ہُوں
پرانے لشکرِ اسلام کا اِک فرد مَیں بھی ہُوں

شہادت کے رجز پڑھتا ہُوں میدانِ شہادت میں
رجز پڑھتا ہوا بڑھتا ہُوں میدانِ شہادت میں

عظیم الشان ہوتا ہے یہ منظر پاکبازی کا
شہیدوں کی خموشی، غلغلہ مردانِ غازی کا

مرا جی چاہتا ہے، اب نہ اپنے آپ میں آؤں
اسی آزاد دنیا کی فضا میں جذب ہو جاؤں

سکوں کی راہ میں حائل ہے جب تک گردشِ گردوں
قلم سے کام لینے کا ارادہ ملتوی کر دُوں

marfat.com

ضمیر کی آواز

تصوّر ہی میں اک دن میرے پہلو سے ندا آئی
کہ او بھولے ہُوئے عہدِ گذشتہ کے تماشائی

تیرا طرزِ تصوّر اک طرح کی بُت پرستی ہے
یہ مجبوری نہیں، کم ہمتی کوتاہ دستی ہے

نظر آجائے جس کو منزلِ مقصود کا رستہ
رہے پھر بھی وہ زنجیرِ تامل ہی میں پابستہ!

یہی تو صبحِ محتاجی یہی شامِ غریبی ہے
کسی کے آسرے پر بیٹھ رہنا بدنصیبی ہے

یہ دنیاوی وسائل کی طلب بھی کوئی حیلہ ہے؟
خدا پر رکھ نظر غافل خدا تیرا وسیلہ ہے!

یہ غفلت کیوں ہے اے خاموشیٔ عزلت کے سودائی
بِلا ہے درگہِ حق سے تجھے سامانِ گویائی

قلم سے زندہ کر سکتا ہے تُو اِن کارناموں کو
سُنا سکتا ہے پھر پیغامِ آزادی غلاموں کو

نہ شاہوں سے توقع رکھ نہ اونیاوی امیروں سے
عظیم الشان ہے یہ کام نکلے گا فقیروں سے

عوام النّاس میں ہنگامۂ احساس پیدا کر
دلوں کو از سرِ نو حسنِ حُرّیت پہ شیدا کر

اُٹھے نامِ خدا جب بُت شکن بن کر قدم تیرا
ہزاروں غزنوی پیدا کرے زورِ قلم تیرا

مسلمانوں کے دل میں شعلۂ غیرت کو بھڑکا دے
نہیبِ رعد بن کر کفر کی غیرت کو دھڑکا دے

marfat.com

بتا دے فرشیوں کو عرش کا پیغام زندہ ہے
وہی ایمان قائم ہے وہی اسلام زندہ ہے

وہی اسلام جو راہِ نجاتِ ابنِ آدم ہے
وہی اسلام جو رمزِ حیاتِ اہلِ عالم ہے

وہی اسلام یعنی عدل کا قانون پائندہ
وہی اسلام یعنی علم کا مضمون تابندہ

وہی اسلام جو بھٹکے ہوؤں کو راہ پر لایا
کیا جس نے گنہ گاروں کے سر پر عفو کا سایا

وہی اسلام بخشی جس نے مجبوروں کو مختاری
اخوت سے بدل دی جس نے خوئے مردم آزاری

وہی اسلام جس نے زیردستوں کی حمایت کی
وہی اسلام جس نے کاٹ دی جڑ ظلم و بدعت کی

وہی اسلام جس نے بادشاہی دی غلاموں کو
وہ اب بھی زندہ کر سکتا ہے اپنے کارناموں کو

تیری دشواریوں کو بھی وہی آسان کر دے گا
امید و کامرانی سے تیرے دامن کو بھر دے گا

اگر اسلام کے فرزند پھر آمادہ ہو جائیں
مٹا دیں تفرقے توحید کے دلدادہ ہو جائیں

تو سب کچھ آج بھی ان کا ہے زیرِ چرخِ مینائی
درِ حق کی غلامی میں ہے دُنیا بھر کی آقائی

اُٹھا خامہ اُٹھا ہمت کو مصروفِ عمل کر دے
پہاڑوں کی طرح اپنے ارادوں کو اٹل کر دے

خدا و مصطفےٰ کا نام لے اور کام کرتا جا
مبارک ہو یہ خدمت، خدمتِ اسلام کرتا جا

یہی در ہے جہاں شاہانِ دنیا سر جھکاتے ہیں
سوالی بن کے آتے ہیں، مرادیں لے کے جاتے ہیں

اِسی گلشن میں تیرا غنچۂ اُمید کھلنا ہے
اِسی درگاہ سے مل جائے گا جو تجھ کو ملنا ہے

marfat.com

دو عالم میں رسولِ پاک تیری لاج رکھیں گے جہانِ بے نیازی کا ترے سر تاج رکھیں گے

مُبارک ہو تجھے آغاز کا انجام ہو جانا
مُبارک ہو تجھے فردوسیؔ اسلام ہو جانا

مناجات

الٰہی انتہائے عجز کا اقرار کرتا ہُوں خطا و سہو کا پُتلا ہُوں استغفار کرتا ہُوں

ہوائے شوق کی ہر موج طُوفانی رہی اب تک مری کشتی غریقِ بحرِ نادانی رہی اب تک

اگرچہ رُوح میں اِک شورِ محشر خیز لایا تھا اگرچہ شیشۂ دل درد سے لبریز لایا تھا

رہی لیکن سکوں میں زندگی کی جستجو مجھ کو دماغِ خام نے رکھا شہیدِ رنگ و بُو مجھ کو

مری تسکین و راحت تھی جہانِ نغمہ و گُل میں سمجھتا تھا کہ ہے فردوس گوشِ آوازِ بلبل میں

اگرچہ رُوح میں وجود تھی لہروں کی طُغیانی رہا شرمندۂ ساحل مرا ذوقِ تن آسانی

مَیں سمجھا تھا سکونِ خواب کو سامانِ بیداری مری ناتجربہ کاری! مری ناتجربہ کاری!

یہ تیرا فضل ہی بیشک کہ اب تک زندہ ہُوں یارب گذشتہ زندگانی پر بہت شرمندہ ہوں یارب

ترے لطف و کرم نے آج میری رہنمائی کی مری پستی نے اُٹھ کر بامِ ہستی تک رسائی کی

marfat.com

کہاں ہے قسمتِ خوابیدہ میں یہ کیفِ بیداری
نشاطِ زندگی کا چشمہ نکلی شعلہ رفتاری

پہاڑوں میں جہاں بہتی ہے آبِ تُند کی دھارا
مری آنکھوں نے دیکھا آج وہ پُرجوش نظارا

نظر آئیں مجھے اُٹھتی ہُوئی بڑھتی ہُوئی موجیں
وفورِ جوش میں موجوں کے سر چڑھتی ہُوئی موجیں

مجھے توفیق دے ان گرم رَو موجوں سے مل جاؤں
مرا مقصد یہ ہے اسلام کی فوجوں سے مل جاؤں

روانی سے مبدّل ہو چکی اُفتادگی میری
اُسی میدان کی جانب ہے اب آمادگی میری

وہی میدان جس میں گونجتی ہیں زندہ تکبیریں
جہاں مرقوم شمشیروں پہ ہیں پائندہ تقدیریں

وہی میدان یعنی آخری منزل عبادت کی
جہاں بکھری پڑی ہے خاک پر دولت شہادت کی

قلم ہی تک نہ رکھ محدود یا رب ولولہ میرا
بڑھا دے حوصلہ میرا، بڑھا دے حوصلہ میرا

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً

شاہنامۂ اسلام

باب اوّل

خلافت انسانی، اور کائنات کے اندیشے

خُدا نے حضرتِ آدم کو دُنیا کی خلافت دی
جہاں میں اپنا نائب کر کے بھیجا یہ سعادت دی

یہ مخلُوق تھی فردوس سے جس کو نکالا تھا
اِسی نے دانۂ گندم پہ سب کچھ بیچ ڈالا تھا

بظاہر اس تقرر سے نئے فتنوں کے ساماں تھے
زمین و آسماں جنّ و ملائک سخت حیراں تھے

لگے گرد و شیاں کرنے کہ انساں ہے بہت سادہ
اِدھر شیطان کا لشکر شرارت پر ہے آمادہ

یہ بیچارہ دوبارہ دامِ شیطاں میں نہ آجائے
کہ دانہ کھا چکا ہے اب کہیں دھوکا نہ کی جائے

marfat.com

صدائے رُوح الامینؑ

دلِ مخلُوق میں یُوں راہ اندیشے نے جب پائی
تسلّی کے لئے فوراً ندا جبریل کی آئی

کہ "اے طاعت گُذارو ذاتِ باری کے پرستارو
بنامِ حضرتِ حق امن و راحت کے طلبگارو

نگاہِ غور سے دیکھو ذرا آدمؑ کی پیشانی
نظر آتی نہیں کیا ایک خاص الخاص تابانی؟

یہی جلوہ ہے تخلیقِ جہاں کی علّتِ غائی
اِسی کی روشنی[1] ہے دیدۂ ہستی کی بینائی

یہی جلوہ ہے پہلے جس کو سجدہ کر چکے ہو تم
اِسی نعمت سے دامانِ بصیرت بھر چکے ہو تم

ہوا ابلیس اسی کے سامنے جُھکنے سے انکاری
یہی تھا امتیاز آدم کا جس سے جل گیا ناری

اسی سے دشمنی رکھنے کی کھائی ہے قسم اس نے
عبُودیت کی چادر سے نکالا ہے قدم اس نے

اسی کی ضد پہ اُس باغی کو ہیں ارمان شاہی کے
گیا ہے لے کے دُنیا میں وہ منصُوبے تباہی کے

مشیّت ہے کہ اب طاقت کا وہ بھی امتحاں کر لے
مشیّت کے مقابل جُنبشِ باطن کو عیاں کر لے

---

[1] اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ (حدیث)

[2] وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ○ (پ البقرہ۔ ع ۴)

اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے سامنے تعظیم کے لئے جھک جاؤ۔ ابلیس کے سوا سب جُھک گئے۔ اُس نے حکم نہ مانا، غرور میں آگیا۔ کافروں میں سے ہو گیا۔

marfat.com

یہ ظاہر ہے کہ شیطاں اب بڑی طاقت کمائے گا
زمانے میں قیامت ڈھائے گا فتنے اُٹھائے گا

یہ سچ ہے مدّتوں اولادِ آدم راہ بھولے گی
وہاں ابلیس کی کھیتی پھلے گی اور پھُولے گی

وہ دن بھی آئے گا جب آخری اِک سانس ہوگا
حق و باطل میں گویا فیصلہ کُن معرکہ ہوگا

مشیّت ہے کہ آدم ہی کرے گا اس کو پست آخر
یہی اقبالِ پیشانی اُسے دے گا شکست آخر

یہی وہ نُور ہے جس سے زمانہ جگمگائے گا
یہی آدم کا رتبہ عرشِ اعظم تک اٹھائے گا

ملے ابلیس سے کتنی ہی قوّت اہلِ ظُلمت کو
بُجھا سکتا نہیں کوئی مگر شمعِ ہدایت کو

یہ جلوہ دم بہ دم دُنیا کو راہِ حق دکھائے گا
یہی رہبر ہر اک گمراہ کو منزل پہ لائے گا

مُسلسل منتقل ہوتا رہے گا نیک بندوں میں
خُدا کے مرسلوں پیغمبروں میں حق پسندوں میں

نشانِ اسلام کا اللہ نے عالم میں رکھّا ہے
کہ نُورِ احمدی پیشانیٔ آدم میں رکھّا ہے

اسی کی بندگی ہے خاکیوں کے ناز کا باعث
اسی کا عکس ہے مٹی میں ہر اعجاز کا باعث

مقدّر ہے اسی کو آخری پیغامِ دیں ہونا
مقدّر ہے اسی کو رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن ہونا!"

عجب نغمہ تھا یہ جس سے زمین و آسماں گُونجے
صدا اللہ اکبر کی اٹھی کون و مکاں گُونجے

مشیّت نے رُخِ امید سے پردہ جو سرکایا
سجود میں نُوریوں کے آیۂ لَا تَقْنَطُوْا آیا

marfat.com

زمانہ ہوگیا شاداں ندا جبریل کی سُن کر
زمین و آسماں جنّ و ملائک نے جھکائے سر

ترانے حمدِ باری کے ہُوئے جاری زبانوں پر
دُرود و نعت نغمہ بن کے گُونجے آسمانوں پر

فرشتے شانِ احمدؐ دیکھنے کو مبر کھو بیٹھے
زمیں پر جھک پڑے تارے ہمہ تن چشم ہو بیٹھے

افزائشِ نسلِ آدم، اور ابلیس کا مکر و فریب

کیا تہذیب کا آغاز آدمؑ اور حوّا نے
رکھی بنیادِ سوز و سازِ آدمؑ اور حوّا نے

زمینیں جوت کر دُنیا میں جنّت کی بنا ڈالی
بڑی خُوبی سے انسانی خلافت کی بنا ڈالی

ہُوا شیطان بھی مشغُول مکّاری کے دھندوں میں
مگر اللہ کے بندے نہ آئے اس کے پھندوں میں

زمیں پر پھُولنے پھلنے لگی اولادِ آدمؑ کی
لگے شوکت بڑھانے خُوب آدمؑ زادِ آدمؑ کی

یہ نقشہ دیکھ کر ابلیس اپنے دل میں گھبرایا
حَسَد بن کر دلِ فرزندِ آدمؑ میں اُتر آیا

لڑائی ٹھن گئی نیکی بدی کی خانۂ دل میں
یہ پہلی جنگ تھی رُوئے زمیں پر حق و باطل میں

ہُوا شیطاں کا تابع اوّل اوّل نفسِ امّارہ
کہ عورت کے لئے قابیل نے ہابیل کو مارا

یہ پہلا واقعہ تھا قتل کا دُنیائے ہستی میں
جنم پایا گنہ نے اس طرح انساں کی بستی میں

زمیں پر رفتہ رفتہ بڑھ چلی جب نسلِ انساں کی
حَسَد کا چل گیا جادُو بن آئی خُوب شیطاں کی

marfat.com

خود انسانوں کے لشکر آ گئے ابلیس کے ڈھب پر
ہوا اور حزن کا افسوں مسلط ہو گیا سب پر

بدی نے چار سُو کچھ اس طرح پھیلائی گمراہی
کہ آئی قبضۂ ابلیس میں انسان کی شاہی

وبائے شرک پھیلی چار سُو دُنیائے انساں میں
نہ کوئی فرق رکھا آہرمن میں اور یزداں میں

اُٹھایا اس طرح شیطاں نے فتنہ خود ستائی کا
معاذ اللہ، بندوں نے کیا دعویٰ خُدائی کا

حسد کے لشکروں نے روند ڈالا باغِ عالم کو
بزعمِ خود مُسخر کر لیا اولادِ آدمؑ کو

زمیں کا بادشہ گویا یہی مردود بن بیٹھا
کہیں شدّاد بن بیٹھا، کہیں نمرود بن بیٹھا

نتیجہ کیا بِلا دُنیا کو انسانی خلافت سے
زمیں کا گوشہ گوشہ ہو گیا آلودہ ذلّت سے

فرشتے دم بخود تھے آسمانوں کو بھی سکتہ تھا
ترس آتا تھا لیکن کوئی بھی کچھ کر نہ سکتا تھا

تارے منتظر تھے خواب کی تعبیرِ روشن کے
کہ دیکھیں دن پھریں کس روز اس برباد گلشن کے

نورِ احمدی

وہ نورِ احمدی جس سے شرف تھا روئے آدم کا
ہدایت کے لئے تاریکیوں میں پے بہ پے چمکا

جنابِ شیثؑ کا روئے مبارک اس سے روشن تھا
یہی ادریسؑ کی لوحِ جبیں پر جلوہ افگن تھا

اسی کے دم سے مرسل کا شرف تھا نوعِ انساں میں
یہی قبلہ نما تھا نوحؑ کے بیڑے کا طوفاں میں

marfat.com

اسی نے غرق ہونے سے بچائی کشتیٔ ہستی[1]
ہوئی آباد اسی کے دم سے پھر اُجڑی ہوئی بستی

اشارہ تھا اسی جانب صحیفوں کی بشارت کا
اسی سے سلسلہ جاری رہا رُشد و ہدایت کا

بڑے طوفان کے بعد آدمی ڈرتا رہا برسوں!
ترقی کے لئے ذکرِ خدا کرتا رہا برسوں!

عروجِ زندگی حاصل کیا جب نسلِ انساں نے
وہی پھندے ہوا و حرص کے پھیلائے شیطاں نے

شراب اس مرتبہ ایسی پلائی بے وفائی کی
کہ مٹی اور پتھر کے بتوں نے بھی خدائی کی

جہاں پر قہر ڈھایا بادشاہوں نے خدا بن کر
وبالِ بت پرستی چار سُو پھیلا وبا بن کر

ابراہیم خلیل اللہ

کیا نمرود نے بابل میں جب دعویٰ خدائی کا
جہاں میں عام شیوہ ہو گیا جب خود ستائی کا

اندھیرا ہی اندھیرا کفر نے ہر سمت پھیلایا
تو ابراہیمؑ کو اللہ نے مبعوث فرمایا

مٹا ڈالے بتوں کو توڑ کر اوہام مرسل نے
دیا بندوں کو پھر اللہ کا پیغام مرسل نے

کیا شیطان کو رسوا عدوئے جان و دیں کہہ کر
کیا سینوں کو روشن لَآ اُحِبُّ الْآفِلِیْن کہہ کر

مگر نمرود کو بھائیں نہ یہ باتیں بھلائی کی
کہ مسند چھوڑنی پڑتی تھی کافر کو خدائی کی

---

[1] فَاَنْجَیْنٰهُ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ فِی الْفُلْكِ {ع ۶ الاعراف} پھر ہم نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو کشتی میں بچا لیا۔

marfat.com

ہُوا یہ بندۂ شیطاں خلیل اللہؑ کا دشمن
چراغِ حق بجھانے کو کیا آتشکدہ روشن

خلیل اللہؑ کو اس نے بھڑکتی نار میں ڈالا
مگر اللہ نے نمرود کا منہ کر دیا کالا

بروئے کار آیا آج پھر وہ نورِ یزدانی
ہوئی آگ ایک پل میں کوثر و تسنیم کا پانی

حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت

ہوئی یہ آتشِ نمرود تختہ باغ جنّت کا
ہوا الہام ابراہیمؑ کو بابل سے ہجرت کا

کہ یہ بھی خدمتِ تبلیغ کا اِک پاک حیلہ ہے
سفر کہتے ہیں جس کو کامرانی کا وسیلہ ہے

مشیّت تھی کہ ابراہیمؑ سے کچھ کام لینا تھے
اِنہی ہاتھوں سے بھر کر معرفت کے جام دینا تھے

وطن کو چھوڑ کر نکلا خدائے پاک کا پیارا
برادر زادہ تھا ہمراہ یا تھیں حضرتِ سارہؓ[1]

اندھیری شب کے دامن سے مہِ تاباں نکل آیا
بحکمِ حق تعالیٰ جانبِ کنعاں نکل آیا

یہاں وعدہ کیا حق نے کہ ہاں اے بندۂ ذیشاں
تری اولاد کی قسمت میں ہے یہ خطۂ کنعاں

مقدّر ہو گئی اولاد میں دارین کی شاہی
تو پیغمبر دیارِ مصر کی جانب ہوا راہی

یہ ایسا دور تھا انسان سب کافر ہی کافر تھے
زمیں آباد تھی اللہ کے بندے مسافر تھے

---

[1] حضرت سارہ یا سائرہ یا سترہ حضرت ابراہیم کی زوجہ تھیں۔ اور حضرت لوطؑ حضرت ابراہیم کے برادر زادے تھے۔

marfat.com

حضرتِ ابراہیمؑ کا عقدِ ثانی

فرعونِ مصر کی بیٹی حضرت ہاجرہؓ

دیارِ مصر پر اس عہد میں رقیوںؔ حاکم تھا
تکلف بر طرف شیطان کا قانوں حاکم تھا

یہاں رقیون نے حضرت کی زوجہ چھیننا چاہی[1]
مگر دے دی اُسے اللہ نے فی الفور آگاہی

کہ یہ سارا ہے ابراہیمؑ حق آگاہ کی بیوی
خُدا کے پاک پیغمبر خلیل اللہؑ کی بیوی

اگر نیت میں فرق آیا ترے حق میں بُرا ہوگا
نشاں دُنیا میں تیرا اور نہ تیری نسل کا ہوگا

ہوا فرعون خائف ایک پیغمبر کے آنے سے
خُدائی کر رہا تھا مصر میں وہ اِک زمانے سے

تھی اس کے گھر میں اک دُختر وہ کر دی ساتھ سارہ کے
پیمبرؑ کے لئے یُوں نذر بھیجی ہاتھ سارہ کے[2]

پلٹ آیا پیمبرؑ پھر یہاں سے جانبِ کنعاں
یہ لڑکی ہاجرہؓ بھی ساتھ تھی وابستۂ داماں

یہ لڑکی ہر طرح مانند سارہؓ پاک طینت تھی
تقدّس اِس کا زیور تھا، شرافت اس کی زینت تھی

---

[1] رقیوںؔ اصل میں بابل ہی کا باشندہ تھا جس نے مصر میں حکومت قائم کر لی تھی۔ اور فرعون لقب اختیار کیا تھا۔

[2] ان روایات کا اصل مفہوم یہ ہے کہ فرعونِ مصر نے زبردستی حضرت سارہؓ کو حضرت ابراہیمؑ سے چھیننا چاہا لیکن حضرت سارہؓ کی پاکباز غیور شخصیت نے اسے بتایا کہ ابراہیمؑ اور اس کی زوجہ عام انسانوں سے بہت بلند ہیں۔ وہ مرعوب ہو گیا۔ حضرت سارہؓ کی پاکبازی سے اتنا متاثر ہوا کہ اپنی بیٹی آجر یا ہاجرہؓ جس کو وہ سارہؓ ہی کی طرح پاکباز دیکھنا چاہتا تھا سارہؓ کے ساتھ کر دی (مصنف)۔

marfat.com

اے سارا نے پیغمبر کی زوجیت میں دے ڈالا کہ ہونے والا تھا دُنیا میں اس کا مرتبہ بالا

حضرت اسمٰعیلؑ کی ولادت

ماں بیٹے کی ہجرت

جنابِ ہاجرہؓ تھیں زوجۂ ثانی پیمبرؑ کی مِلا فرزند اسمٰعیل اِنہیں خوبی مقدر کی
ہُوا سارا کو رشک اس اَمر سے دل میں ملال آیا نکل جائے یہاں سے ہاجرہ بس یہ خیال آیا[1]
مشیت کو اُدھر کچھ اور ہی منظورِ خاطر تھا کہ نُورِ احمدی بچے کی پیشانی سے ظاہر تھا
ہُوا ارشاد دونوں کو عرب کی سمت لے جاؤ خُدا کے آسرے پر وادیٔ بطحا میں چھوڑ آؤ
خُدا کے حکم سے مُرسلؑ نے جب رختِ سفر باندھا جنابِ ہاجرہؓ نے دوش پر لختِ جگر باندھا
پیمبرؑ اپنا بیٹا اور بیوی ہمعناں لے کر چلا سُوئے عرب پیری میں بختِ نوجواں لے کر
خُدا کا قافلہ جو مُشتمل تھا تین جانوں پر معزّز جس کو ہونا تھا زمینوں آسمانوں پر

---

[1] حضرت سارہؓ کے اولاد نہ تھی۔ آپ نے اپنی خوشی اور تمنا سے ہاجرہؓ کا عقد اپنے شوہر ابراہیم سے کیا۔ حضرت ہاجرہؓ کے بطن سے اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے۔ اب حضرت سارہؓ پیغمبر کی بیوی ہونے کے باوجود عورت بھی تھیں۔ آپ کو رشک آیا اور یہ رشک اسمٰعیل اور ہاجرہؓ کے دیس نکالے کا سبب بنا لیکن دراصل دنیا کے لئے خیر و برکت کا باعث بنا (مصنف)

چلا جاتا تھا اُس تپتے ہُوئے صحرا کے سینے پر
جہاں دیتا ہے انساں موت کو ترجیح جینے پر

وہ صحرا جس کا سینہ آتشیں کرنوں کی بستی ہے
وہ مٹّی جو سدا پانی کی صُورت کو ترستی ہے

وہ صحرا جس کی وسعت دیکھنے سے ہَول آتا ہے
وہ نقشہ جس کی صُورت سے فلک بھی کانپ جاتا ہے

جہاں اِک اِک قدم پر سو طرح جانوں پر آفت تھی
یہ چھوٹی سی جماعت بس وہیں گرمِ مسافت تھی

پیمبرؑ زوجہ و فرزند یُوں قطعِ سفر کرتے
خُدا کے حکم پر لبّیک کہتے اور دُکھ بھرتے

بالآخر چلتے چلتے آخری منزل پر آ ٹھہرے
پئے آرام زیرِ دامنِ کوہِ صفا ٹھہرے

یہ وادی جس میں وحشت بھی قدم دھرتی تھی ڈر ڈر کے
جہاں پھرتے تھے آوارہ تھپیڑے بادِ صرصر کے

یہ وادی جو بظاہر ساری دُنیا سے نرالی تھی
یہی اِک روز دینِ حق کا مرکز بننے والی تھی

یہ وادی جس میں سبزہ تھا نہ پانی تھا نہ سایا[1] تھا
اِسے آباد کر دینے کو ابراہیمؑ آیا تھا

یہیں ننّھے سے اسمٰعیلؑ کو لا کر بسانا تھا
یہیں پُرنُور سجدوں سے خُدا کا گھر بسانا تھا

حضرت ابراہیمؑ کی دُعا

سَحَر کے وقت ابراہیمؑ نے اُٹھ کر دُعا مانگی
سکونِ قلب مانگا خُوئے تسلیم و رضا مانگی

---

[1] اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ (پ ۱۳ ابراہیم ع ۵)
میں نے اپنی ذرّیت کو بے آب و گیاہ وادی میں آباد کیا ہے

کہ اے مالک عمل کو تابعِ ارشاد کرتا ہوں
مَیں بیوی اور بچے کو یہاں آباد کرتا ہوں

اِسی سنسان وادی میں انہیں روزی کا ساماں دے
اِسی بے برگ و سامانی میں شانِ صد بہاراں دے

الٰہی نسلِ اسمٰعیل بڑھ کر قوم ہو جائے
یہ قوم اک روز پابندِ صلوٰۃ و صوم ہو جائے

اِسی وادی میں تیرا ہادیٔ مَوعُود ہو پیدا
کرے جو فطرت انسان کو تیرے نام پر شیدا

بشارت تیری سچّی ہے ترا وعدہ بھی سچّا ہے
بس اب تو ہی محافظ لے یہ بیوی ہے یہ بچّا ہے

وادیٔ غیر ذی زرع میں ماں بیٹے کی تنہائی

پیمبرؑ نے دُعا کے بعد اِس وادی سے رُخ موڑا
جنابِ ہاجرہؓ کو اور بچّے کو یہیں چھوڑا

جنابِ ہاجرہؓ بیٹھی تھیں اس صحرائے وحشت میں
سنبھالے طفلِ عالیشان کو آغوشِ اُلفت میں

یہاں صحرا ہی صحرا تھا، چٹانیں ہی چٹانیں تھیں
جنابِ ہاجرہؓ یا ایک بچّہ دو ہی جانیں تھیں

نہ دانہ تھا نہ پانی تھا بھروسا تھا فقط ربّ پر
بڑھی جب دُھوپ کی گرمی تو جان آنے لگی لب پر

زمیں کا ذرّہ ذرّہ مہر کی صُورت چمکتا تھا
بہت بیتاب تھی ماں گود میں بچّہ بلکتا تھا

عَطَش سے کرب و بے چینی جو دیکھی اپنے جائے میں
لِٹایا خاک پر بچّے کو اِک پتّھر کے سائے میں

صفا و مروہ پر ہر سُو تلاشِ آب میں دوڑیں
بلند و پست پر فکرِ شئے نایاب میں دوڑیں

marfat.com

کبھی اِس سمت جاتی تھیں کبھی اُس سمت[1] جاتی تھیں
خیال آتا تھا بچّے کا تو فوراً لَوٹ آتی تھیں

تڑپتے دیکھ کر بچّے کو بڑھ جاتی تھی بے تابی
ٹپک پڑتی تھی اشکِ یاس سے پانی کی نایابی

بہت ڈھونڈا نہ کچھ آثار پانی کے نظر آئے
جدھر اُٹھی نظر جُھلسے ہُوئے ٹیلے نظر آئے

یُوں ہی بس سات بار آئیں گئیں پانی نہیں پایا
چٹانیں سُرخ پائیں دشت شعلہ آفریں پایا

قیامت کی گھڑی تھی پڑ گئے تھے پاؤں میں چھالے
چلی جاتی تھیں آنکھیں آب میں بچّے میں دل ڈالے

سُنی آواز ننّھے کے بلکنے اور رونے کی
تڑپ اٹھیں کہ ساعت آگئی ہے جان کھونے کی

پلٹ آئیں تو دیکھا دُور سے، ننّھا تڑپتا ہے
کہ جس پتّھر کے سائے میں لِٹایا تھا وہ تپتا ہے

رگڑتے ایڑیاں دیکھا زمیں پر اپنے بچّے کو
پکارا ہاجرہؓ نے کانپ کر اللہ سچّے کو

قریب آئیں تو پرتو ہوئے جبریل کو پایا
انگوٹھا چُوستے سائے میں اسمٰعیل کو پایا

ٹھٹک کر رہ گئیں۔ اِک اَور نظارہ نظر آیا
قریبِ پائے اسمٰعیل فوّارہ نظر آیا

زمیں پر ایڑیاں بچّے نے رگڑی تھیں بہ ناچاری
ہُوا تھا چشمہ آبِ سرد و شیریں کا وہاں جاری

یہ پہلا مُعجزہ تھا پائے اسمٰعیلؑ کم سِن سے
کہ چشمہ جس کا زمزم نام ہے جاری ہے اُس دن سے

---

[1] مسلمان حاجی اب بھی مناسکِ حج ادا کرتے وقت صفا و مروہ پر دوڑتے ہیں۔ یہ حضرت ہاجرہؓ کی اس سعی کی یادگار ہے جو آپ نے پانی کی تلاش میں فرمائی تھی۔

marfat.com

بیاباں میں خُدا کی رحمتیں جب اس طرح پائیں — جُھکیں پیشِ خُدا اور شُکر کا سجدہ بجا لائیں
بُجھائی سیدہ نے پیاس بچے کو ملی راحت — کھجوریں خُلد کی رکھ کر فرشتہ ہو گیا رخصت

قبیلۂ بنی جرہم کو پانی کی تلاش

جنابِ ہاجرہؓ نے مینڈھ باندھی گرد پانی کے — یہیں رہنے لگے سائے میں سقفِ آسمانی کے[1]
بہت سے طائرانِ خوشنوا اُڑتے ہوئے آئے — یہاں پانی پیا، ٹھہرے، ترانے حمد کے گائے
کئی دن بعد دیکھا قافلہ آتا ہے صحرا سے — نگاہوں سے ٹپکتا ہے کہ ہیں یہ لوگ بھی پیاسے
عرب کا اِک قبیلہ نام تھا جس کا بنی جرہم[2] — اسی کے لوگ تھے یہ پیاس کے مارے ہُوئے بیدم
خُدا کے فضل سے دن اِن بچاروں کے بھلے آئے — نوائے طائراں سُن کر اسی جانب چلے آئے
یہاں آتے ہی دیکھا ایک چشمہ آبِ جاری کا — ہَوا میں جس کے دم سے لُطف تھا بادِ بہاری کا
کنارِ آب اِک عورت کی صُورت بھی نظر آئی — اور اس کی گود میں بچّے کی دولت بھی نظر آئی

---

[1] یہ عجیب بات ہے اور اسے معجزہ نہ کہیں تو اور کیا کہیں کہ زمزم کا پانی بھوک اور پیاس دونوں کے لئے اکتفا کرتا ہے۔ میں نے بے شمار حاجیوں سے سنا کہ انہوں نے کئی کئی دن محض زمزم کے پانی پر گذر کی اور انہیں اشتہا نہیں ہوئی۔ میں نے خود پانچ دن رات تجربہ کیا۔ اور قسمیہ کہتا ہوں کہ سوائے آبِ زمزم میں نے کچھ کھایا پیا نہیں۔ مجھے بھوک قطعاً محسوس نہیں ہوئی (حفیظ)

[2] یہ قبیلہ عرب کے قدیم ترین قبائل میں سے تھا (تفصیل کے لئے دیکھو سیرت النبی)

marfat.com

نظر آتا تھا اطمینان اِن مسرور چہروں پر
شعاعِ مہر تھی قربان دو پُرنور چہروں پر

ندا آئی کہ اے جرہم کے بچّو، بادیہ گردو
ادب کی جا ہے اے بُوڑھو، جوانو، عورتو، مردو

یہ وہ عورت ہے قرباں عورتیں جس کی شرافت پر
یہ ایسی ماں ہے مائیں رشک کھائیں جس کی قسمت پر

یہ اُمّ المسلمیں ہے اور شہزادی ہے صحرا کی
اسی کے نازنیں قدموں سے آبادی ہے صحرا کی

یہ عورت اور اس کی گود میں بچہ جو لیٹا ہے
یہ پیغمبر کی بیوی ہے، وہ پیغمبر کا بیٹا ہے

بنی جرہم ادب سے سر جھکائے سامنے آئے
جو کچھ تھا پاس ان کے، نذر دینے کے لئے لائے

کنارِ آبِ زمزم آج خیمے ہو گئے برپا
بڑا خیمہ تھا سب سے ہاجرہ اور اُس کے بیٹے کا

غرض یہ ہے بنی جرہم نے اب ڈیرا یہیں ڈالا
کیا خوش ہاجرہؓ کو یعنی اسمٰعیلؑ کو پالا

کنعان میں حضرت اسحٰقؑ کی ولادت

حضرت ابراہیمؑ کا پھر عرب میں آنا

خلیل اللہ پھر کنعان میں آکر رہے برسوں
الم فرزند و زوجہ کی جُدائی کے سہے برسوں

دُعا کی ایک بیٹا دے الٰہی بطنِ سارا سے
جو ہو فرزندِ اوّل کی طرح ممتاز دُنیا سے

بڑھے اُس کی بھی ذرّیت، شرف یہ بھی الٰہی دے
ہدایت کے لئے پیغمبری دے اور شاہی دے

marfat.com

خدا نے دے دیا اسحٰقؑ سا فرزند سارہؓ کو
مراد دل بر آئی مل گیا دلبند سارہؓ کو

کئی برسوں کے بعد اک دن ندا آئی پیمبر کو
کہ جا اور دیکھ دشتِ خشک میں فرزندِ اکبر کو

بامرِ اللہ پھر رہوارِ ہمّت پر کیا کوڑا
خلیل اللہ نے پیری میں ارضِ شام کو چھوڑا

یہاں آکر خدا کی شان کا نقشہ نظر آیا
جہاں مٹّی کے تودے تھے وہاں چشمہ نظر آیا

بہت بشّاش دیکھا ہاجرہؓ کا چہرۂ انور
ہوئے مسرور ابراہیم اسمٰعیل سے مل کر

جواں فرزند کے چہرے پہ نورِ حق نما پایا
بنی جرہم کے لوگوں کو وفا سے آشنا پایا

بہ فرطِ شکرِ نعمت سر بسجدہ ہو گئے حضرت
تھکے ہارے ہوئے تھے نیند آئی سو گئے حضرت

حضرت اسمٰعیل کی قربانی

بشارت خواب میں پائی کہ اُٹھ ہمّت کا ساماں کر
پئے خوشنودیٔ مولیٰ اسی بیٹے کو قرباں کر

خلیل اللہ اٹھے خواب سے، دل کو یقیں آیا
کہ آخر امتحاں بندے کا مالک نے ہے فرمایا

اُٹھا مرسل اسی عالم میں رسّی اور تبر لے کر
پئے تعمیل چل نکلا خدا کا پاک پیغمبرؑ

پہاڑی پر سے دی آواز اسمٰعیل اِدھر آؤ
اِدھر آؤ خدائے پاک کا ارشاد سُن جاؤ

پدر کی یہ صدا سُن کر پسر دوڑا ہوا آیا
رُکا ہرگز نہ اسمٰعیل گو شیطاں نے بہکایا

marfat.com

پدر بولا کہ "بیٹا آج میں نے خواب دیکھا ہے
کتابِ زندگی کا اِک نرالا باب دیکھا ہے

یہ دیکھا ہے کہ میں خود آپ تجھ کو ذبح کرتا ہوں
خُدا کے نام سے تیرے لہو میں ہاتھ بھرتا ہوں[1]

سعادتمند بیٹا جھک گیا فرمانِ باری پر
زمین و آسماں حیراں تھے اِس طاعت گذاری پر

رضا جوئی کی یہ صورت نظر آئی نہ تھی اب تک
یہ جرأت پیشتر انساں نے دکھلائی نہ تھی اب تک

عجب شاش تھے دونوں رضائے ربِّ عزت پر
تأمل یا تذبذب کچھ نہ تھا دونوں کی صورت پر

کہا فرزند نے اے باپ اسمٰعیل صابر ہے
خُدا کے حکم پر بندہ سپے تعمیل حاضر ہے

مگر آنکھوں پر اپنی آپ پٹی باندھ لیجے گا
مرے ہاتھوں میں اور پیروں میں رسّی باندھ دیجے گا

مبادا آپ کو صورت پہ میری رحم آجائے
مبادا میں تڑپ کر چھوٹ جاؤں ہاتھ تھہ آئے

پسر کی بات سُن کر باپ نے تعریف فرمائی
یہ رسّی اور پٹی باندھنی ان کو پسند آئی

ہُوئے اب ہر طرح تیار دونو باپ اور بیٹا
چھُری تھامی پدر نے اور پسر قدموں میں آلیٹا

---

[1] فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ (پ ۲۳ الصّٰفّٰت ع ۳)
يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ (پ ۲۳ الصّٰفّٰت ع ۳)

پھر جب وہ لڑکا اس کے ساتھ ہو لیا۔ تو (حضرت ابراہیم نے) کہا، بیٹے میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تجھ کو ذبح کر رہا ہوں۔ تیری کیا رائے ہے۔
ابا۔ آپ کو جو حکم ہوا ہے، کر گزریے۔ خدا نے چاہا تو میں ثابت قدم رہوں گا۔

marfat.com

پچھاڑا اور گھٹنا سینۂ معصوم پر رکھا
چھری پشت پر رگڑی ہاتھ کو حلقوم پر رکھا

زمیں سہمی پڑی تھی، آسماں ساکن تھا بیچارہ
نہ اس سے پیشتر دیکھا تھا یہ حیرت کا نظارہ

پدر تھا مطمئن بیٹے کے چہرے پر بحالی تھی
چھری حلقوم اسمٰعیل پر چلنے ہی والی تھی

مشیت کا مگر دریائے رحمت جوش میں آیا
کہ اسمٰعیل کا اِک رونگٹا کٹنے نہیں پایا

ہُوئے جبریلِ نازل اور تھاما ہاتھ حضرت کا
کہا بس، امتحاں مقصود تھا ایثار و جرأت کا

اطاعت اور قربانی ہوئی منظورِ یزدانی
جزا یہ ہے کہ جنت سے یہ برّہ آگیا ہے بہر قربانی

ہمیشہ کے لئے اِس خوابِ صادق کا ثمر لیجے
اِسی بیٹے کے عوض قربان کر دیجئے

مٹی قربانیٔ انسان اسمٰعیل کے صدقے
حیاتِ نَو ملی ایمان کی تکمیل کے صدقے

خطاب اس دن سے اسمٰعیلؑ نے پایا ذبیح اللہ
خُدا نے آپ ان کے حق میں فرمایا ذبیح اللہ

تعمیرِ خانہ کعبہ

کہا جبریل نے ہاں اے خُدا کے محترم بندو
پھلو پھولو جہاں میں اے رضا کے آرزومندو

۱؎ یٰاِبْرٰهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ○ (پ ۲۳ الصّٰفّٰت ع ۳)

۲؎ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ○ (پ ۲۳ الصّٰفّٰت ع ۵)

اے ابراہیمؑ تو نے خواب کو سچّا کر دکھایا۔ ہم اسی طرح نیکوکاروں کو جزا دیتے ہیں۔

اسمٰعیل کی قربانی کے بدلے ہم نے بڑی قربانی قائم کی۔

marfat.com

یہ ارضِ پاک جس کے کرد پہرے ہیں چٹانوں کے — ازل سے جس کے آگے سر جھکے ہیں آسمانوں کے
یہ مٹی جس میں دن بھر آتشیں کرنیں نہاتی ہیں — ہوائیں جس کے ذرہ ذرہ کو سر پر اُٹھاتی ہیں
یہی منبع ہے نورِ حق کی دریا بار موجوں کا — کہ مرکز ہے یہی اِک اُمّتِ وسطیٰ[1] کی فوجوں کا
یہی نافِ[2] زمیں ہے اور یہی مرکز ہے عالم کا — مقدّر ہے یہیں پر اجتماع اولادِ آدم کا
طلوعِ مہرِ ظلمت پاش اِسی مٹی سے ہونا ہے — یہیں وہ ابر ہے دامانِ عصیاں جس کو دھونا ہے

عبادت کا نشاں قائم کرو اس بُوم کی بستی میں
تمہیں اوّل گنے جاؤ شمارِ حق پرستی میں

بشارت پا کے دونوں پاک بندے اک جگہ آئے — جہاں جبریل نے کعبہ کے نقشے ان کو سکھلائے
خلیل اللہ اس معبد کی دیواریں[3] اُٹھاتے تھے — ذبیح اللہ چُنا اور پتھر دیتے جاتے تھے

---

[1] وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (پ۲ البقرۃ ع ۱۵) — ہم نے تم کو بہترین اُمت بنایا ہے۔ تاکہ لوگوں کے سامنے خدا کی شہادت ادا کرو۔

[2] یاد رکھنا چاہیئے کہ مکّہ کا نام لغت کی کتابوں میں نافِ زمین ہے۔ انسان کے جسم میں ناف بھی ٹھیک وسط میں نہیں ہوتی۔ بلکہ تقریباً وسط میں ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ مکّہ بھی وسطِ حقیقی کے قریب تر واقع ہوا ہے۔ ۱/۲ درجے کا جو تفاوت ہے وہ اس لئے ہے کہ مکّہ نافِ زمین ثابت ہو۔ (رحمۃ للعلمین)

[3] وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ (پ۲ البقرۃ ع ۱۵) — اور جب ابراہیم اور اسمٰعیل کعبے کی دیواریں اٹھا رہے تھے۔

کیا تیار اک مدت میں کعبہ اِن بزرگوں نے
خدا آگاہ و خوش اخلاق خوش باطن بزرگوں نے

وفورِ شوق میں اِک اِک سے آگے بڑھتا جاتا تھا
مرادیں[1] مانگتا تھا اور دعائیں پڑھتا جاتا تھا

پتہ اِن کو دیا جبریلؑ ہی نے سنگِ اَسود کا
خلیل اللہ نے اس کو مقامِ رکن پر رکھا

مکمل ہوگئی تعمیر بیت اللہ کی اِک دن
بزرگوں کو مقدس کام سے فرصت ملی اِک دن

یہاں سے اُٹھ کے پیغمبرؑ فرازِ کوہ پر آیا
زبانِ وحی نے چاروں طرف اعلان فرمایا

کہ اے لوگو یہاں حج و عبادت کے لئے آؤ
خلوص اور صدق نیت نذر دینے کے لئے لاؤ

یہی مرکز ہے سارے دہر میں ایمان والوں کا
جھکے گا سر یہیں پر آکے اونچی شان والوں کا

یہاں اہلِ طواف اہلِ قیام اہلِ قعود آئیں
یہاں اہلِ رکوع آئیں یہاں اہلِ سجود آئیں

کوئی پیدل چلے کوئی سوارِ ناقۂ لاغر
کریں حج و عبادت پاک رکھیں یہ خدا کا گھر[2]

---

[1] ان میں سے ایک مراد یہ بھی تھی رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ (پ۱ البقرہ ع ۱۵ ۱۲۹)
اے ہمارے پروردگار! اس جماعت کے اندر ہی ایک ایسا پیغمبر بھی مقرر کرنا جو ان لوگوں کو تیری آیتیں سنایا کرے اور ان کو کتاب کی اور خوش فہمی کی تعلیم دیا کرے۔ اور ان کو پاک کردے۔

[2] وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ○ وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ○ (پ۱۷ الحج ع ۵)
ہمارا گھر طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک کر اور تمام لوگوں کو پکار دے کہ حج کو آئیں پیدل بھی دبلی اونٹنیوں پر بھی۔ اور ہر دور دراز گوشے سے آئیں گے۔

marfat.com

یہ گھر اللہ کا ہے اور وہی تم کو بلاتا ہے ہمارا کام ہے تبلیغ، دیکھیں کون آتا ہے!

اوّلین حجِّ اکبر

یہاں پر اوّلیں احرام باندھا باپ بیٹے نے عبودیت کا عہدِ تام باندھا باپ بیٹے نے
صدا لبّیک کی گونجی پہاڑوں پر چٹانوں پر فرشتوں نے سُنے نغمے زمیں کے آسمانوں پر
ادا کی رسمِ قربانی کمالِ صدق نیت سے طوافِ خانۂ کعبہ کیا جوشِ اطاعت سے

فرشتوں نے منائی عید آکر اس بیاباں میں
کہ پہلا حجِّ اکبر تھا یہی تاریخِ انساں میں

marfat.com

باب دوم

حضرت ابراہیمؑ کی وفات

اِسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ کی اولادیں

ادائے فرض کر کے باپ، بیٹے سے ہوا رخصت
بجالانا تھی مُلکِ شام میں تبلیغ کی خدمت

مگر فرزند سے ہر سال آکر مل بھی جاتے تھے
ادائے حج کی خاطر اس طرف ہر سال آتے تھے

پھر اس محنت کے بعد آرام سے سونے کا دن آیا
خلیل اللہ کے واصل بحق ہونے کا دن آیا

لہ پیدائش باب ۲۵ درس ۹ میں ہے کہ ابراہیم کو ان کے بیٹے اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ نے دفن کیا (سرزمینِ شام میں مقام خلیل آپ کا مدفنِ مبارک ہے) (مرآۃ الانساب)

marfat.com

بالآخر جا بسے حضرت دیارِ جاودانی میں
بقا ہے بس خُدا کی ذات کو اِس دارِ فانی میں

رسالت آج فرزندانِ ابراہیمؑ نے پائی
خُدا نے یہ امانت اب انہیں تفویض فرمائی

ذبیح اللہ ہُوئے مرسل عرب کے رہنے والوں پر
ہُوئے مامور اہلِ شام پر اسحٰقؑ پیغمبر

خُدا کے فضل سے ہستی ہوئی دلشاد دونوں کی
بڑھی ہر دو ممالک میں بہت اولاد دونوں کی

بنی اسرائیل

ہُوئے اسحٰقؑ کے فرزند اسرائیل پیغمبر
ملے فرزند اُنہیں بارہ بفضلِ حضرتِ داور

ان ہی میں حضرتِ یُوسفؑ نے مرسل کا لقب پایا
خُدا نے ان کو اہلِ مصر پر مبعُوث فرمایا

یہ ایسے تذکرے ہیں جو زبانوں پر فسانہ ہیں
برادر حضرتِ یوسف کے مشہورِ زمانہ ہیں[1]

---

[1] حضرت یوسفؑ کو ان کے بھائیوں نے غلام بنا کر فروخت کر ڈالا تھا۔ بکتے بکتے وہ فرعون مصر کی بیوی زلیخا کے ہاتھ لگے۔ وہاں بہت آتار چڑھاؤ اور تکالیف کے بعد آپ فرعونِ مصر کے نائب ہو گئے۔ یہ قصہ قرآنِ کریم میں بھی مذکور ہے حضرت یوسفؑ کے والد حضرت یعقوبؑ پیغمبر کو جب اپنے گمشدہ بیٹے کا پتہ ملا تو وہ اپنے خاندان کے افراد کو جن کی تعداد ستر تھی ساتھ لے کر مصر چلے گئے۔ حضرت یوسفؑ نے ان کی بڑی خاطر داری کی۔ حضرت یعقوبؑ کے انتقال کے بعد حضرت یوسفؑ کے بھائی بھتیجے مصر ہی میں رہے اور پھلنے پھولنے لگے۔ جب حضرت یوسفؑ کا انتقال ہو گیا تو رفتہ رفتہ بنی اسرائیل کو مصریوں نے ذلیل کر کے غلام بنانا شروع کر دیا۔ تورات کتاب پیدائش میں سب کچھ مذکور ہے۔ اور قرآن کریم میں یہ حالات بیان کئے گئے ہیں۔ (مصنف)

marfat.com

یہودی قوم کا آغاز اِنہی بارہ سے ہوتا ہے
یہودہ اِن کا جدّ، اسحٰق پیغمبر کا پوتا ہے

مگر شیطان نے ان پر بھی دامِ شرک پھیلایا
تو انبوہِ کثیر اس قوم کا حق سے پلٹ آیا

یہ قوم اپنے کو خاصانِ خُدا کی قوم کہتی تھی
مگر کرتُوت ایسے تھے بہت معتوب رہتی تھی

ہُوئے اس قوم میں اکثر جلیل الشّان پیغمبر
چلانا چاہتے تھے جو اسے حقّ و صداقت پر

یہودی جانے بُوجھے راہِ حق کو بھول جاتے تھے
وہ اپنے رہنماؤں پر ہمیشہ ظلم ڈھاتے تھے

کیا تھا مِصر میں فِرعَون نے دعویٰ خُدائی کا
یہودی قوم دم بھرتی تھی اس سے آشنائی کا

عتاب آخر کیا شاہنشہوں کے شاہ نے ان پر
مسلّط کر دیا فرعون کو اللہ نے ان پر

کہ یہ بھی اِک طریقہ تھا انہیں رستے پہ لانے کا
انہیں ٹھوکر لگا کر خوابِ غفلت سے جگانے کا

بہت پستی دکھائی آخر اِس اُفتاد نے ان کو
لگائیں ٹھوکریں فِرعَون کی بیداد نے اِن کو

مگر فرعون کے ظلم و ستم جب بڑھ گئے حد سے
لگے عبرت پکڑنے لوگ اِن کی حالتِ بد سے

خُدائے پاک نے موسیٰ کو ان میں کر دیا پیدا
جو بچپن ہی سے آزادی و حرّیت پہ تھے شیدا

ظہُورِ نُورِ حق موسیٰؑ کو سینا پر نظر آیا
خُدا نے جانبِ فرعون انہیں مبعُوث فرمایا

یدِ بیضا کے ساتھ اِس خطّۂ ظُلمت میں در آئے
یہودی قوم کو آزاد کر کے مصر سے لائے[1]

---

[1] مسلمانوں کو حضرت موسیٰ کے حالاتِ عجماں بھی ملیں غور و خوض سے مطالعہ کرنے چاہئیں قرآن مجید میں بار بار موسیٰ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

جگایا قوم کی تقدیر کو آواز موسیٰؑ نے
کیا فرعون کو غرقابِ نیل اعجازِ موسیٰؑ نے

عصائے[۲] مُوسوی نے پتھروں کو آب کر ڈالا
بیابانوں کو ان کے واسطے شاداب کر ڈالا

یہی وہ قوم ہے جس کے لئے نعمت کے مینہ برسے
کہ اُترے من و سلویٰ[۳] اِن کی خاطر آسماں پر سے

مگر جب آزمائش آپڑی یہ قوم گھبرائی
رہی باطل کی طالب اور راہِ حق سے کترائی

کہا موسیٰؑ نے "اُٹھ اے قوم باطل کے مقابل ہو
تری عزت بڑھے جگ میں ترا ایمان کامل ہو

تو بولی قوم اے موسیٰؑ ہمیں آرام کرنے دے
خُدا کی نعمتیں ملتی ہیں اِن سے پیٹ بھرنے دے

خُدا کو ساتھ لے جا اور باطل سے لڑائی کر
ہمارے واسطے خُود جا کے قسمت آزمائی کر

ہمیں کیوں ساتھ لے جاتا ہے دُنیا سے اُجڑنے کو
خُدا اور اُس کا پیغمبر بہت کافی ہیں لڑنے کو[۴]

---

[۱] وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ

اور جب ہم نے دریا کو تمہارے لئے شق کر دیا اور تم کو بچا لیا اور آلِ فرعون کو غرق کر دیا

[۲] وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ (پ۱ البقرہ ع ۶)

اور یاد کرو جب موسیٰؑ نے اپنی قوم کے لئے پانی کی دعا مانگی تو ہم نے حکم دیا اپنا عصا پتھر پر مارو۔ پس فوراً اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے (اور بنی اسرائیل کے بارہ ہی خاندان تھے)

[۳] وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى (پ۱ البقرہ ع ۶)

اور پہنچایا تمہارے پاس من و سلویٰ۔

[۴] فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ○ (پ۷ المائدہ ع ۳)

تم اور تمہارا پروردگار جا کر لڑو۔ ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔

ڈرایا بارہا موسیٰؑ نے ان کو قہرِ باری سے
مگر اس قوم کو مطلب برآری سے

کبھی رفعت پر آئی بھی تو سوجھی اس کو پستی کی
کہ چھوڑی حق پرستی اور گوسالہ پرستی کی[1]

رکھی دُنیا میں راہ و رسم حرصِ خام سی اس نے
دکھائی سرکشی تورات کے احکام سے اس نے

دلائی حضرتِ داؤدؑ نے اِس قوم کو شاہی
مگر اِس نے نہ چھوڑی کم نگاہی اور گمراہی

زبور اس قوم کو بخشی گئی لیکن نہ یہ مانی
یہ اپنی حمد کرتی تھی بجائے حمدِ ربانی

بڑی شوکت ملی اِس قوم کو عہدِ سلیماں میں
عظیم الشان ہیکل[2] ہو گئی تعمیر کنعاں میں

مگر یہ قوم اکثر راہ پر آکر پلٹتی تھی
نہ دینداری میں بڑھتی تھی، نہ بے دینی سے ہٹتی تھی

اسے ایوبؑ و زکریاؑ و یحییٰؑ نے بھی سمجھایا
چلن اِس قوم کا لیکن نہ راہِ راست پر آیا

ہو منزل گمرہی جن کی وہ کیونکر راہ پر آئیں
ملیں اس قوم سے پیغمبروں کو سخت اِیذائیں

یہ جھٹلاتی رہی ہر اک نصیحت کرنے والے کو
یہ اندھی تھی، اندھیرا جانتی تھی ہر اُجالے کو

---

[1] وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ (پ البقرہ ع ۱۲)

اور موسیٰ تمہارے پاس صاف صاف دلیلیں لائے۔ مگر اس پر بھی تم نے (موسیٰ کے طور پر جانے کے بعد) گوسالہ کو (معبود) تجویز کر لیا۔ اور تم ظلم کر رہے تھے۔

[2] حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت حضرت ابراہیم سے ۹۸۵ برس بعد کا زمانہ تھا۔ آپ نے یروشلم میں خدائے واحد کی عبادت کے لئے بیت المقدس (ہیکل) تعمیر کیا جو کعبے کے بعد دوسرا بیت اللہ ہوا۔ (دیکھو تفصیل کے لئے رحمۃ للعلمین)

marfat.com

مسیحِ ابنِ مریمؑ نے بہت اس کو ہدایت کی
مگر یہ آخری دم تک رہی منکر رسالت کی

یہ جھٹلاتی رہی انجیل کی سچّی منادی کو
یہ سُولی پر چڑھانے لے گئی اُس پاک ہادی کو

خلیل اللہ سے جو وعدہ کیا تھا حق تعالیٰ نے
وہ پُورا کر دیا ہر طور سے اُس ذاتِ والا نے

وطن بخشا گیا اس کو نمونہ باغِ جنّت کا
مگر اس قوم میں جذبہ نہ تھا اس کی حفاظت کا

ملی اسحٰق کی اولاد کو شانِ حکومت بھی
متاعِ دُنیوی بھی اور رُوحانی رسالت بھی

مگر اس قوم نے ٹھکرا دیا ہر ایک نعمت کو
یہ بھڑکاتی رہی ہر دَور میں اللہ کی غیرت کو

نتیجہ یہ ہوا کفرانِ نعمت کی سزا پائی
عمل جیسے کئے ویسی درِ حق سے جزا پائی

خُدا سے سرکشی کی سر جُھکایا پائے دشمن پر
رہا اغیار کا پنجہ مُسلّط اس کی گردن پر

سبھی اہلِ ستم کرتے رہے اس پر ستم رانی
فنیقی، بابلی، مصری، اسیری اور رُومانی

لہ مسیق بادشاہِ مصر نے یروشلم پر حملہ کر کے محلِ شاہی اور بیت المقدس کو لُوٹا۔ پھر بُخت نصر شاہِ بابل نے یروشلم پر حملہ کیا سنہ ۱۴۰۱ ابراہیمی میں اسے فتح کر لیا۔ اور یہُود کے بادشاہ یہوکین کو اس کے امراء اور اہلِ خانہ سمیت گرفتار کر لیا۔ شاہِ سلیمان کا خزانہ، بیت المقدس کا نذرانہ لوٹ لیا۔ دس ہزار بہادروں اور پیشہ وروں کو پابجولاں کر کے بابل لے گیا۔ بخت نصر نے اپنے چچا صدقیاہ کو کنعان کا بادشاہ بنا دیا تھا جس نے اس کے خلاف بغاوت کی۔ بخت نصر نے پھر حملہ کیا۔ اور اٹھارہ مہینے کے بعد یروشلم فتح ہو گیا۔ آخر بیت المقدس، سلیمان کے قصر اور تمام شہر کو جلا کر خاک کر دیا۔ فصیلیں ڈھا دیں اور جتنے لوگ زندہ تھے سب کو پکڑ کر بابل لے گیا۔ ان قیدیوں میں حضرت حزقیلؑ بھی تھے جن کی نبوت کا آغاز حضرت ابراہیم سے ۱۴۰۶ سال بعد ہوا۔ آپ کے بعد حضرت عزیر کی نبوت کے زمانہ میں ایران نے بابل کو فتح کیا تو بنی اسرائیل کو بابل کی غلامی سے نجات ملی۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھو)

marfat.com

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی کہ جس نے اپنے ہاتھوں اپنی خو خصلت نہیں بدلی[1]

عرب میں بنی اسمٰعیل کے پھولنے پھلنے کا بیان

ذبیح اللہ کی اولاد کا بھی ماجرا سن لو وہاں وحدہ خدا کا کس طرح پورا ہوا سن لو
گھرانے میں بنی جرہم کے پیغمبر نے شادی کی خدا کے گھر سی قسمت جاگ اٹھی اس خشک وادی کی[2]
پسر بارہ دیئے اللہ نے اس پاک ہستی کو بسایا یوں عرب کی ہر بلندی اور پستی کو[3]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بیالیس ہزار آدمی پھر یروشلم چلے گئے۔ فنیقی بھی اب پھر حملہ آور ہوئے۔ رومی تو اس طرح قابض ہوئے کہ آخر اسلام نے ان کو وہاں سے نکالا۔

[1] اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (پ ۱۳ الرعد ع ۵) — اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اپنے آپ کو نہ بدلے۔

[2] اسمٰعیل علیہ السلام کی شادی عرب کے اس قبیلہ جرہم کے سردار مضاض کی بیٹی سے ہوئی تھی جو حضرت ہاجرہؑ سے اجازت لے کر چشمۂ زمزم کے قریب آباد ہو گیا تھا۔ (مصنف)

[3] ان بارہ بیٹوں کے نام یہ تھے۔ (۱) بنایوث یا بنایوط (۲) قیدار (۳) ادبائیل (۴) میسام (۵) مشماع (۶) دوماہ (۷) میسا (۸) حدد (۹) یتما (۱۰) لیطور (۱۱) ناخیش (۱۲) قیدماہ۔ یہی بارہ رئیس تھے جن کے متعلق خدا نے حضرت ابراہیم کو بشارت دی تھی کہ اسمٰعیل کے حق میں میں نے تیری دعا قبول کی۔ دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اسے آبرومند کرونگا اور اس قدر بڑھاؤں گا کہ اس سے بارہ رئیس پیدا ہونگے۔ اور میں اسے ایک بڑی قوم بناؤں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ان بارہ رئیسوں میں ہر ایک نے اپنی اپنی بستیاں بسائیں جو ان کے ناموں پر مشہور تھیں۔ ان کی اولاد اتنی بڑھی کہ حجاز سے نکل کر شام، عراق اور یمن میں پھیل گئی۔ انہوں نے حکومت اور تجارت اختیار کی (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

marfat.com

بسائیں بستیاں گیارہ نے کوہ و دشت و صحرا میں رہا قیدار بیت اللہ کی خدمت کو بطحا میں

قریب کعبۃ اللہ شہر مکّہ کی بنا ڈالی
پسر اس کے ہُوئے کعبے کے خادم شہر کے والی

انقلاباتِ عالم اور عرب

بنی آدم کی دُنیا میں ہزاروں انقلاب آئے
جہاں میں سینکڑوں طوفاں اُٹھے لاکھوں عذاب آئے

بہت قومیں اٹھیں اور چھا گئیں میدانِ ہستی پر
پھریرے خُوب اُڑائے ہر بلندی اور پستی پر

غنیم مرگ کے قدموں تلے روندی گئیں آخر
اکڑ کر چلنے والے دب گئے زیرِ زمیں آخر

خزاں منڈلا گئی شدّادیوں کے سبز گلشن پر
سیاہی چھا گئی آبادیوں کے روزِ روشن پر

ہُوئے پیوندِ خاک آخر اسیری اور کلدانی
سرافرازوں کی شوکت موت نے کچھ بھی نہیں مانی

نہیں رہتا ہمیشہ سازِ ہستی ایک ہی دُھن پر
کھنڈر رہنے لگے بابل کے نمرودی تمدّن پر

ہُوا دریا میں بیڑہ غرق فرعونی خدائی کا
فسانہ رہ گیا ہندوستانی دیوتائی کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور اس قدر مالدار ہُوئے کہ اپنے اونٹوں کے گلے میں سونے کے قلادے ڈالتے تھے۔ بنو اسمٰعیل کے بعد عرب کے قبیلے اکثر و بیشتر حکمران رہے۔ پہلی صدی عیسوی کا یہودی مؤرخ اپنی کتاب اینٹی کوئیز میں لکھتا ہے۔ بحرِ احمر کے کنارے فرات کے ساحلوں تک سارا ملک اسمٰعیل کے بارہ بیٹوں کے قبضہ میں ہے۔ (دیکھو رحمۃ للعلمین)

marfat.com

بجا ڈیں خاک نے شکلیں فلاطونی خیالوں کی
دھری ہی رہ گئیں سب حکمتیں یونان والوں کی

سکندر اور اس کے وہ عظیم الشان منصوبے
کہیں اُبھرے نہیں بحرِ فنا میں اِس طرح ڈوبے

فقط اہلِ عرب اِس منقلب دنیا میں ایسے تھے
کہ روزِ اوّلیں سے آج تک ویسے کے ویسے تھے

یہ ملک ایسا تھا حاصل ان کو آزادی کی نعمت تھی
قبیلے آپ خود مختار تھے اپنی حکومت تھی

عرب پر کوئی دشمن حملہ آور ہو نہ سکتا تھا
کوئی فاتح بُری نیت سے اِس جانب نہ تکتا تھا

کوئی لشکر ہوا بھوسے سے اس کی فتح پر مائل
تو صحرائے عرب ہوتا تھا اس کی راہ میں حائل

ہُوئے جو لوگ اِس پر حملہ آور مر گئے پیاسے
یہ خطّہ رہ گیا اوجھل نگاہِ اہلِ دُنیا سے

بڑھی اولادِ اسمٰعیلؑ[1] میں عدنان کی شوکت
عرب کو آلِ اسمٰعیل سے حاصل ہُوئی قوت

یہودی قوم پر دُنیا میں جب کوئی بلا آئی
تو اُس نے آلِ اسمٰعیل کے گھر میں اماں[2] پائی

---

[1] اکثر نسب ناموں میں عدنان سے حضرت اسمٰعیل تک آٹھ نو پشتیں بیان کی جاتی ہیں لیکن بقول حضرت علامہ شبلیؒ یہ صحیح نہیں۔ انہوں نے ثابت کیا ہے کہ عدنان سے حضرت اسمٰعیلؑ تک چالیس پشتوں کا فاصلہ ہے۔
(دیکھئے سیرت النبی حصہ اوّل)

[2] حضرت موسیٰؑ نے جب مصر سے ہجرت کی تھی تو عرب ہی میں آکر پناہ لی تھی۔ اور عرب ہی کے ایک پہاڑ پر آپ کو نبوت تفویض ہُوئی۔ پھر جب وہ بنی اسرائیل کو مصر سے آزاد کر کے لائے تو بیابان عرب ہی میں انہوں نے چالیس سال پُورے کئے تھے حضرت داؤدؑ بھی بادشاہ سموئیل کی وجہ سے ہجرت کر کے عرب ہی میں آکر ٹھہرے تھے۔ جب بنی اسرائیل کو بخت نصر نے تباہ و برباد کیا تو انہیں معد بن عدنان ہی نے عرب میں عزّت و احترام سے رکھا تھا (رحمۃ للعالمین)

marfat.com

خدا کے نام پر اب تک یہودی اور عدنانی
ادا کرتے رہے مکے میں رسوم حج و قربانی

مگر ہونے لگے جب قلب مائل بت پرستی پر
بنی جرہم نے قبضہ کر لیا مکے کی بستی پر

مگر پھر آلِ اسمٰعیل قابض ہو گئی اس پر
حرب میں تھی یہ طاقتور بفضلِ حضرت داور

مکّے پر یمن والوں کا حملۂ اوّل

قریش کی مدافعت

کیا حملہ یمن کے لشکروں نے اہلِ مکہ پر
غرض یہ تھی کہ اپنے گھر میں لے جائیں خدا کا گھر

یمن میں ان دنوں حسّان نامی ایک حاکم تھا
اسے مکے کی رونق دیکھ کر دل میں خیال آیا

کسی صورت سے توڑوں آلِ اسمٰعیلؑ کی شوکت
اسی کعبے کے دم سے ان کی دنیا بھر میں ہے عزت

اگر کعبہ گرا دوں اس کے پتھر ساتھ لے جاؤں
یمن میں ان سے اک کعبہ نیا تعمیر کروا دوں

یہ ہو جائے تو پھر سب لوگ میری سمت آئیں گے
کریں گے عاجزی نذریں نیازیں ساتھ لائیں گے

یہ سوچا اور چڑھ دوڑا یمن کی فوج کو لے کر
کیا آ کر اچانک اس نے حملہ شہرِ مکہ پر

---

[1] عدنان کے بعد اس قوم پر بنی جرہم کا قبیلہ غالب آ گیا اگرچہ عدنان کے بیٹوں ہی سے تھے تاہم انہوں نے ان کو مکے کو نکال دیا۔ (روح المعانی)

marfat.com

ایاں پر لحاظ کعبہ کو تھا یہ گھرانا تھا
لیکن فی سبیل جہاد طیب خاطر لشکر آیا

تعین فی سبیل جہاد طیب خاطر لشکر آیا
مقابل ڈٹ گیا یہ شیر لاکھ اعدا فوجوں کے

چھاتوں کی طرح روکے تھپیڑے تند موجوں کے
شکستِ فاش دی اس نے یمن والوں کے لشکر کو

تعاقب کر کے قبضے میں لیا لشکر کے افسر کو
ایسی فتح تھی جس سے قریش اس کا لقب ٹھہرا

یہ اک نامی قبیلہ بن گیا، فخرِ عرب ٹھہرا
قریش اہلِ عرب میں نام ہے اس دل مچھلی کا

سمندر میں کوئی ثانی نہیں جس کی بڑائی کا
قریش اولادِ اسمٰعیل میں تھے سب سے طاقتور

یہی کعبے کے خادم تھے یہی تاجر یہی افسر
قصیّ ابن کلاب ان میں بڑا ہی شان والا تھا

بڑا زیرک مدبر تھا، بڑے سامان والا تھا

لہ دیکھو تمدن عرب از علامہ جرجی زیدان۔

سلہ قصیّ کا نسب نامہ اس طرح ہے قصیّ ابن کلاب، ابن مرہ، ابن کعب، ابن لوئی، ابن غالب، ابن فہر (یعنی قریش اوّل) ابن مالک، ابن نضر، ابن کنانہ، ابن خزیمہ، ابن مدرکہ، ابن الیاس، ابن مضر، ابن نزار، ابن معد، ابن عدنان۔ عدنان سے ۴۰ پشت اوپر حضرت اسمٰعیل۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

قصیّ سے پہلے قریش میں تفرقہ پڑ گیا تھا اور وہ اِدھر اُدھر متفرق ہو گئے تھے۔ کعبے کی تولیت قبیلہ خزاعہ کے ہاتھ میں آگئی تھی۔ مگر قصیّ نے از سرِ نو قریش کو جمع کیا خزاعیوں کے ہاتھ سے کعبے کی خدمت حاصل کی اور قریش کو دوبارہ سرداری کی مسند پر بٹھایا۔ ایک قسم کی جمہوری حکومت قائم کی۔ بہت سی اصلاحیں کیں۔ (سیرت النبیؐ)

marfat.com

ہُوا عبدِ مناف[1] اس کا پسر اس کا پسر ہاشم — پسر تھے اور بھی سردار تھا سب کا مگر ہاشم[2]
پسر ہاشم کا عبدالمطّلب[3] سردارِ مکّہ تھا — یہی تھا خادمِ کعبہ یہی مختارِ مکّہ تھا
مگر اس خدمتِ کعبہ کے معنٰی اَور ہی کچھ تھے — یہ فرزندانِ اسمٰعیل یعنی اَور ہی کچھ تھے

عرب میں زمانۂ جاہلیّت

الگ تھے ساری دُنیا سے مگر یہ لوگ خُوش دل تھے — اِنہیں آزادیوں کی زندگی کے عیش حاصل تھے
مگر آزادیوں نے اِن کو کھویا دِین و دُنیا سے — ہُوئے گمراہ یہ برگشتہ ہو کر حق تعالٰی سے
کیا اخلاف نے اسلاف کے اوصاف کو زائل — رہِ حق چھوڑ کر سب بُت پرستی پر ہُوئے مائل
شجاعت تھی مگر اس کا ہدف اپنے ہی بھائی تھے — یہ سب اک دُوسرے کو ذبح کرنے میں قسائی تھے
فصاحت کا تھا استعمال ہجو اور خُود ستائی میں — نظر میں کوئی جچتا ہی نہ تھا ساری خُدائی میں
بیاں کرتے تھے اپنے شرمناک اور فحش کاموں کو — سرِ بازار کہہ دیتے تھے اپنے کارناموں کو

---

[1] قصی کے تین بیٹے تھے۔ عبد مناف۔ عبدالدار۔ عبدالعزّٰی۔ یہی عبد مناف پیغمبرِ اسلام محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے جد اور عبدالدار حضرت خدیجۃ الکبرٰی رضی اللہ عنہا کے جد تھے۔ (مصنف)

[2] عبد مناف کے بیٹے ہاشم حضرت سرورِ کائنات کے پردادا تھے۔ یہ قریش میں بہت ممتاز و مقتدر تھے۔ ان کی اولاد بنو ہاشم یا ہاشمی کہلاتی ہے۔ (مصنف)

[3] آنحضرت کے دادا

marfat.com

رُعونت نے دماغوں میں ہَوائے خودسری بھردی
خشونت ایک علوت دُوسری عادت تھی بے دردی

عرب اولادِ اسمٰعیل سے معمُور تھا سارا
گناہوں کی جہالت کے نشے میں چُور تھا سارا

جو صحرائی تھے قتل و رہزنی میں خُوب ماہر تھے
نشانِ بربریت اُن کے چہروں ہی سے ظاہر تھے

ترقّی اور تمدّن کی ہوا ان تک نہ آتی تھی
کوئی مرکز نہ تھا خانہ بدوشی ان کو بھاتی تھی

بہادر تھے مگر سب آپس میں لڑتے تھے
قبیلہ در قبیلہ معرکے ہر سال پڑتے تھے

جو شہری تھے وہ فن و پیشہ و حرفت سے عاری تھے
مگر مکر و دغابازی میں پُورے کاروباری تھے

نہ کوئی کام کرتے تھے نہ کوئی کام آتا تھا
انہیں بے کار و کاہل بیٹھ رہنا دل سے بھاتا تھا

یہ جائز جانتے تھے مال کھا جانا یتیموں کا
لُٹانا دعوتوں میں مال شیوہ تھا کریموں کا

پدر فرزند کی بیواؤں کا حق چھین لیتے تھے
پسر اپنی حقیقی ماؤں کا حق چھین لیتے تھے

کوئی معیار ہی باقی نہ تھا شرم و شرافت کا
کہ رُتبہ بھیڑ بکری سے بھی کم تھا ایک عورت[1] کا

---

[1] ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوند ہونے کا رواج جو نہایت ادنیٰ اقوام میں پایا جاتا تھا۔ ان میں موجود تھا۔ مرد جس قدر عورتوں سے چاہتا شادی کر سکتا تھا۔ اور اس کے علاوہ جیسا کہ یورپ میں (آج کل بھی) رواج ہے۔ اپنے لئے جو بیبی رکھ سکتا تھا۔ ان میں نیوگ کی رسم بھی جاری تھی۔ عورت محض ایک جائداد سمجھی جاتی تھی۔ اس کا اپنے متوفی خاوند یا دوسروں کی وراثت میں کوئی حصہ تسلیم نہ کیا جاتا تھا۔ بلکہ وہ خود جائیداد مورثہ کا ایک حصہ قرار پا کر ورثے میں چلی جاتی تھی وارث چاہتا تو اس سے نکاح کر لیتا اور چاہتا تو کسی دوسرے سے کرا دیتا۔ یہاں تک کہ بیٹے اپنے باپ کی عورتوں کو ورثہ کا حصہ سمجھ کر ان سے شادی کر لیتے اور ان کو انکار کا حق نہ تھا (خیر البشر صفحہ ۲۳)

marfat.com

wdl.khalili.com

جو بیان عرفان نبی کا ہوئی کہ بس تھی غیب قدم کا — کھولی انہیں نے کرم کی [illegible] کی بات جتنی کا

نہ سمجھے تھے جو بالکل یہ بات آج بتلائی سب کو — یہ فیض ان کا ہے جو بیان قوس کو محلی کر گئے صاف قرب کو

نقشہ ہر نبی کا کہ [illegible] تھی شمس رسول تھے آفتاب ہی — فلک کے [illegible] النجم و شمس و قمر معجزہ تھے اللہ کے

وہ [illegible] نہ جگہ تھی [illegible] تھے صفات ہی — تھا نام عجم کو [illegible] خدا جن کی عجب ادب تھی

یہ تو کمال تھا ان کا [illegible] گل نکھرا — یہ وہ کہ جن سے [illegible] ہر کلی نکھرا

[illegible] — [illegible] کا نور [illegible]

دکھائی [illegible] شکر [illegible] تھا — [illegible] فطرت النسان [illegible] کا مقصد تھا

[illegible] مٹا ڈالا — [illegible] کا مٹا ڈالا

[illegible] تھیں — [illegible] بت اللہ کے گھر میں

[illegible] تھے — [illegible] خدا [illegible] تھے

[illegible] کا — [illegible] بت بھاگ جانے کا

[illegible] یا بلند [illegible] — [illegible] آ گئے [illegible]

[illegible] کا — دکھا دو [illegible] جھمیلوں کا

[illegible] ۱۰۳ [illegible]

حدودِ مکّہ سے دس کوس پر چھوٹا سا میداں ہے
جہاں خیمے لگے ہیں جمع اِک انبوہِ انساں ہے

عرب کے لوگ اِس انبوہ کو بازار کہتے ہیں
برس کے بعد آکر اِس جگہ کچھ روز رہتے ہیں

بنو کلب و بنو نہد و بنو تغلب، بنو کندہ
بنو اوس و بنو خزرج، بنو دوس و بنو ہذرہ

بنو لخم و بنو مرّج، بنو سلطے و بنو اسلم
جہینہ اور خزاعہ اور بجیلہ اور بنو خثعم

یہ قحطانی قبائل دُور سے میلے میں آئے ہیں
سب اپنے اپنے بچّوں بیویوں کو ساتھ لائے ہیں

ہوازن اور عدنان اور اطفان اور اعصر بھی
غنی بھی، باہلہ بھی، عبس بھی ذبیان و عامر بھی

قریش و سعد و نصر و کعب و مرّہ بھی فزارہ بھی
بنی تیم و بنی عدی سلول اور آلِ قادر بھی

یہ عدنانی قبائل اور شاخیں بھی سبھی اِن کی
عرب کی سرزمینِ خشک اب تک ملک ہے جن کی

جوان و پیر و مرد و زن یہاں آئے ہُوئے ہیں سب
غرور و عُجب سے چہروں کو چمکائے ہُوئے ہیں سب

تمازت سے بچانے کو کھڑے ہیں جا بجا خیمے
زمیں کے جسم پر یہ سوز کے چھالے ہیں یا خیمے

حجازی بدوؤں نے کالے کمبل تان رکھے ہیں
کھڑے ہیں اُونٹ بھی اور ساتھ ہی سامان رکھے ہیں

یمن، نجد و عراق و شام کے سوداگر آئے ہیں
پکھالیں کملیاں ستّو کھجوریں ساتھ لائے ہیں

کوئیں ہیں چند نخلستاں میں جن کے گرد میلا ہے
گرے پڑتے ہیں پانی کے لئے لوگوں کا ریلا ہے

جوانانِ عرب کیا اینڈتے پھرتے ہیں راہوں میں
دلوں کے ولولے ڈُوبے ہوئے ہیں سب گناہوں میں

marfat.com

ہزاروں نیم عریاں عورتیں ہر سمت پھرتی ہیں
نگیریں آ کے مردان کو تو خود جا جا کے گھرتی ہیں

قبائیں کے جو ہیں سردار پتلے ہیں رعونت کے
عیاں ہیں ان کے ہر انداز سے انداز نخوت کے

کمر سے نیچے ہیں تہبند باقی جسم ننگے ہیں
وجاہت پر مگر تکرار ہے جھگڑے ہیں شنگے ہیں

ہیں ایسے مرد بھی اِن میں کہ منہ پر ہے نقاب ان کے
حیا اِن کی نرالی ہے انوکھے ہیں حجاب ان کے

کمر سے کھول کر تہبند گھٹنوں پر لپیٹے ہیں
نہیں کچھ ستر کی پروا کہ یہ آدم کے بیٹے ہیں

شرابیں پی رہے ہیں اور قے بھی کرتے جاتے ہیں
شکم میں اور دامن میں نجاست بھرتے جاتے ہیں

دو شیزہ لڑکیاں مردوں کے آگے دف بجاتی ہیں
نشے میں جھومتی ہیں ناچتی ہیں اور گاتی ہیں

ذرا سی بات پر تلوار کھنچ جاتی ہے آپس میں
غضب کا شور و غوغا ہے کہیں گالی کہیں قسمیں

جاہلیت کی عبادت

سرِ شام اس سیہ کاری کا دامن اور بڑھتا ہے
شرابِ عیش پر دیوانگی کا رنگ چڑھتا ہے

صدائیں سیٹیوں کی اور گھڑیالوں کی آتی ہیں
عبادت کے لئے اِن بیوقوفوں کو بلاتی ہیں

مثلث اپنے بُت کا ہر قبیلہ ساتھ لایا ہے
یہ مٹی کے خدا ہیں اِن کو گھنوں سے سجایا ہے

تنوں پر اونٹ بکرے آدمی قربان ہوتے ہیں
غریب اِن پتھروں کے واسطے بیجان ہوتے ہیں

marfat.com

مگر یہ اپنے ہبل کا اک منی سے کے لائے ہیں
[illegible]

بنا رکھا ہے پتھر کے خدا کو ایک پتھر پر
[illegible]

یہ ظلمت کا ہیں جاہل عورتیں اور دف بجاتی ہیں
بہا کر اونٹ کا خون اپنی قربانی چڑھاتی ہیں

وہ دیکھو [illegible] ہیں جو ان سے پہلے [illegible]
[illegible]

وہ دیکھو سب اسی پتھر کے آگے سر جھکاتے ہیں
[illegible]

بیابانے وحشیانہ [illegible] کا شور برپا ہے
[illegible]

پجاری [illegible] ناچتے ہیں [illegible] بجتے ہیں
[illegible]

اچھلتے کودتے سب [illegible] بت کے پھیرے ہیں
[illegible]

قبائل محو ہیں اس لعنتی طرز عبادت میں
یہ میلہ [illegible] ہوا ہے بحر لعنت میں

یہ نقشہ دیکھ کر سورج نے آنکھیں بند کر لی ہیں
زمیں نے ہر طرف تاریکیاں دامن میں بھر لی ہیں

[illegible]

اٹھارہ شاعری کا دیدنی ہے اس جگہ [illegible] ہیں
[illegible]

جوان و پیر و فرزند و زن ہیں ایک [illegible]
[illegible]

مَیں اِس کو چھوڑ دوں گا اور اُسے قابو میں لاؤں گا
بغیرِ وصل دہنے ہاتھ سے کھانا نہ کھاؤں گا

غرض یہ شاعری دِکھلا کے شاعر بیٹھ جاتا ہے
تو پھر اک دُوسرا آتا ہے اور محفل جماتا ہے

بہا دیتا ہے سُوکھے دشت میں دریا فصاحت کے
دکھا دیتا ہے نقشے کھینچ کر اپنی حماقت کے

یہ شاعر اس طرح جن عورتوں کا نام لیتے ہیں
جنہیں فحش و زناکاری کے یُوں الزام دیتے ہیں

مزا یہ ہے کہ ان میں سے یہیں موجُود ہیں اکثر
پھر ان میں بعض شوہر دار ہیں اور بعض بے شوہر

وہ سب بیٹھی ہُوئی ہنستی ہیں اِس افشارِ حالت پر
کوئی ذلّت کا دھبّہ ہی نہیں گویا شرافت پر

ذرا کچھ آنکھ شرمائی تو اس نخرے سے شرمائی
بھری محفل میں گویا حُسن و خُوبی کی سند پائی

غرض شاعر پہ شاعر باری باری آئے جاتا ہے
زبانِ گرم سے بزمِ سخن گرمائے جاتا ہے

کوئی اِترا رہا ہے آبِ خنجر کی روانی پر
کوئی اکڑا ہُوا ہے اپنے فخرِ خاندانی پر

کسی کو فخر ہے اپنی شجاعت پر سخاوت پر
کسی کو ناز ہے اپنی فصاحت پر بلاغت پر

کوئی کہتا ہے ہم نے رہزنی میں نام اُچھالا ہے
کوئی کہتا ہے ہم نے عشق کو سانچے میں ڈھالا ہے

کوئی کہتا ہے ہم سفّاک ہیں ظالم ہیں، قاتل ہیں
کوئی کہتا ہے ہم بے کار ہی رہنے میں کامل ہیں

بتاتا ہے کوئی تعداد لونڈی اور غلاموں کی
وہ لڑکا اتنے داموں کا یہ لڑکی اتنے داموں کی

یہ طرزِ خُودستائی اِک زمانے سے نرالی ہے
یہ ہے اس ڈھول کی آواز جو اندر سے خالی ہے

میلے میں جنگ کا آغاز

یہ محفل گرم تھی لیکن یہاں اِک اور گُل پھُولا
اُٹھا شور اِک طرف سے شاعرِ اپنی داستاں بھُولا

پڑی اُفتاد کوئی ہو گئی بزمِ سخن برہم!
کوئی طُوفان اُٹھا جس نے کر دی انجمن برہم

جمے تھے کان اِن کے شاعروں کی داستانوں پر
مغلّظ گالیاں کیوں آگئیں ان کی زبانوں پر

یہ کیوں گالی گلوچ اور مار دھاڑ آپس میں ہوتی ہے
یہ عورت کون ہے کیوں پیٹتی ہے اور روتی ہے

یہ کیوں اُٹھی ہے خلقت تیغِ خوں آشام لے لیکر
پکارے جا رہے ہیں کیوں قبیلے نام لے لے کر

نظر آتی ہیں کیوں ہر سمت تلواریں ہی تلواریں
یہ کس نے مار ڈالا سُرخ کیوں کر ہو گئیں دھاریں

سبب اس برہمی کا کچھ نہیں کھُلتا خُدا جانے
یہ باہم جنگ کیوں کرنے لگے ہیں اُٹھ کے دیوانے

سبھی اُلجھے ہوئے ہیں کون سُنتا کون کہتا ہے
مگر لاشوں پہ لاشیں گر رہی ہیں خُون بہتا ہے

کوئی اتنا نہیں جو اِس لڑائی کا سبب پُوچھے
فروزاں کیوں ہُوئی یہ آتشِ قہر و غضب پُوچھے

کسی پر چل گیا خنجر کسی پر چل گیا بھالا
گرا جو زخم کھا کر اس کو قدموں نے کچل ڈالا

فُغاں ہے شور ہے چیخیں ہیں شوریدہ نوائی ہے
بُتوں کی منّتیں ہیں اور بھُوتوں کی دہائی ہے

لہُو سے اس زمیں کا نامۂ اعمال دُھلتا ہے
بہت سے کشت و خُوں کے بعد اتنا حال کھُلتا ہے

marfat.com

کہ اک لڑکی نقاب اوڑھے ہوئے بیٹھی تھی بیچاری
ودیعت تھی جسے فطرت کی جانب سے حیاداری

شرارت کے لئے تاکا اُسے نوجوانوں نے
اشارے دوستی کے کر دیا اوباش لڑکوں نے

ہجوم ان لوگ بیٹھے تھے کسی نے ان کی پروا کا
لگے چھیڑنے آوارے جب دیکھا کہ تنہا ہے

بھری کی حسن کی دنیا کو جیسے حور نے کی رہنمائی تھی
تو لڑکی نے میں اپنے قبیلے کی بڑائی تھی

بڑھا حسن کے لڑکی کے لواحق طیش میں آئے
چمکتی تلوار کی دیکھی تو وہ لڑکے بھی گھبرائے

بچاؤ کی کوئی صورت نہ سوجھی ان دلیروں کو
تو گھبرا کر پکارا اٹھے شریر اپنے قبیلوں کو

صدا سنتے ہی اس کے لوگ بھی دوڑے ہوئے آئے
گھٹاؤں کی طرح دونوں طرف کے جمع ہو آئے

اٹھا اب خنجروں کی بجلیوں میں جوش سیاری
لگے سر کٹ کے گرنے خون کی بارش ہوئی بھاری

پڑی بنیاد جونہی دو گھرانوں میں لڑائی کی
تو لازم تھا کہ ان پر بھی مسلط ہو بھلائی کی

مگر ان کی شریعت اور تھی جس پر وہ تھے عامل
کہ جب کے اب سے شمشیر جگر ہو گئی بسمل

کوئی اس کی حمایت میں کوئی اس کی حمایت میں
پھنسا ہے خود کو اسمٰعیلؑ کی اولاد کہتے ہیں

مگر ہم تو انہیں ہرگز نہ اپنے ساتھ لے آئے کہ ہم ہیں

اِس عہد میں دنیا بھر کی عام حالت

عرب سے بھی زیادہ حال تھا بد حال دُنیا کا
گمن تھا گلشنِ ہندوستاں جنت نشاں ہو کر
بنائے تھے بہت کچھ آریوں نے گیان کے حلوے
یہ ادی تھے مگر ان کو خدا کہنے لگے ہندو
ہوئی کثرت سے آگہی ایسے ستمگاروں کے ہاتھوں میں
غلط ہے یہ بھی ان کو تم کی بشارت سے کو
اُجاڑا وام مارگ پنتھ نے ایمان کا گلشن

کہاں ہے اب وہ عرب جس کے ذرے تھے نگینہ کا
یہاں بھی موت چھائی ایک دن فصلِ خزاں بن کر
ہوئے تھے رام اور کرشن سے ایماں کے چلتے
نہ بندہ کو دیوی دیوتا کہتے پھرے ہندو
ہوئے تقسیم انسان اونچی نیچی ذات میں کر
بت پرستی نے کیا برباد کہاں رستہ کو
سیہ کاری نے پھونکا دھرم کا گن گیان کا گلشن

۱؎ ہندوستان کے ارین ایسے وہم پرست ہو گئے کہ مخلوق میں سے کوئی چیز ایسی نہ رہی جس کو انھوں نے نہ پوجا ہو۔

۲؎ برہمن سب سے افضل ان سے اتر کر چھتری ان سے گھٹیا ویش اور تینوں سے گھٹیا شودر۔ آخر الذکر ایسے بدنصیب کہ ہندو مذہب ان کو جینے کا حق بھی نہیں دیتا۔ حتیٰ کہ جس زمین پر اوپر کی تین قومیں چلتی پھرتی ہوں شودر کا سایہ بھی پڑ جائے تو وہ زمین گویا ناپاک ہو گئی۔ (مصنف)

۳؎ خود ہندو محققین لکھتے ہیں کہ ویدک مذہب میں خرابیاں پیدا کرنے والے وام مارگی ہیں ان لوگوں نے مذہب کی آڑ میں بدمعاشیوں اور فواحش کو رواج دیا اور دیوی دیوتاؤں کے ایسے قصے گھڑے جن سے ان کے لئے حرامکاری کا جواز ثابت ہو

marfat.com

نظر میں گھٹ گئی کچھ اِس طرح انسان کی قیمت کہ عصمت بن گئی ہر عیش کے سامان کی قیمت

چین

ہُوئی برباد کنفیوشس[1] کی وہ تہذیب آئینی جہالت سے شکستہ ہو گئی ہر لعبتِ چینی
گرے غش کھا کے چینی بُدھ کی تصویر کے آگے حوادث نے جگایا بھی نہیں جاگے نہیں جاگے

ایران

متاعِ فارس کو آتشکدوں[2] نے خاک کر ڈالا یہ پاک آتش ملی ایسی کہ قصہ پاک کر ڈالا
سکندر کی چلی آندھی گُلستانِ جم و کے پر تباہی چھا گئی ایران پر تُوران پر رَے پر
رہی اس قتل گہ میں خُونِ انسانی کی ارزانی کیانی ظالموں سے بڑھ کے نکلی آلِ ساسانی
مٹے اِس مُلک میں انسانیت کے علم جو ہر بھی گھر میں ڈال لیتے تھے جو مُوسیٰ اپنی دختر بھی

---

[1] کنفیوشس چین کا ایک بہت بڑا مصلح مسیح سے کچھ مدت پہلے گزرا ہے۔ (مصنف)

[2] موجودہ زمانہ کے پارسی اب بھی آگ کو خدا کا سب سے بڑا مظہر سمجھتے ہیں۔ اس مذہب کی ابتدا زرتشت سے ہوئی۔ پارسیوں کا عقیدہ ہے کہ زرتشت مسیح سے تیرہ سو برس پہلے شہر رَے یا ارمیاہ میں پیدا ہوا تھا۔ زرتشت اگرچہ توحید کا مبلغ تھا۔ لیکن اس کے ماننے والوں نے اس کی تعلیم کو مسخ کر کے یزدان و اہرمن دو خداؤں کی پرستش شروع کی۔ چونکہ یزدان روشنی کا منبع خیال کیا جاتا تھا اس لئے آگ کی تعظیم کرنے لگے۔ اور آخر کار آگ ہی کے پجاری بن گئے۔ (مصنف)

یورپ

قرنگستان میں ہر سُو اندھیرا ہی اندھیرا تھا
یہاں بھیڑیں تھیں جن کو بھیڑیوں نے آ کے گھیرا تھا

وہ رُومانی حکومت اِک جہاں میں دُھوم تھی جس کی
ہمیں تہذیبِ عُریاں آج بھی معلوم ہے جس کی

وہ شیطانی تمدّن وہ گنہ کا آخری مامن
وہ شہرِ پومپی آئی وہ ظُلم و جور کا مسکن

وہی رفعت گناہوں نے جسے پستی پہ دے مارا
کرو اس آخری شب کا مری آنکھوں سے نظارا

شہرِ پومپی آئی کی آخری رات

سیاہی بن کے چھایا شہر پر شیطان کا فتنہ
گناہوں سے لپٹ کر سو گیا انسان کا فتنہ

پناہیں حُسن نے پائیں سیہ کاری کے دامن میں
وفاداری ہُوئی رُوپوش غداری کے دامن میں

میسّر ہیں زری کے شامیانے خُوش نصیبی کو
اُٹھا دی سایۂ دیوار نے چادر غریبی کو

مُشقّت کو سکھا کر خُوبیاں خدمت گذاری کی
ہُوئیں بے خوف بے ایمانیاں سرمایہ داری کی

لیا آغوش میں پھُولوں کی سیجوں نے امیری کو
مہیّا خاک ہی نے کر دیئے آسن فقیری کو

تڑپنا چھوڑ کر چُپ ہو گئے جی مارنے والے
مزے کی نیند سوئے تازیانے مارنے والے

وہ رُوحانی وہ جسمانی عقُوبت کم ہُوئی آخر
غُلامی بیڑیوں کے بوجھ سے بے دم ہُوئی آخر

marfat.com

ہُوئے فریادیوں پر بند ایوانوں کے دروازے — کہ خُود محتاجِ درباں ہیں جہانبانوں کے دروازے
ادائے ناز سے جاسوئی غفلت بادشاہوں کی — مُرورِ کیف بن کر چھا گئیں نیندیں گناہوں کی

شرابیں پی پلا کر ہو گئے خاموش ہنگامے
بالآخر نیند آئی سو گئے پُرجوش ہنگامے

تھما جب زندگی کا جوش پرخاشِ اجل جاگی — عمل کو دیکھ کر مدہوش پاداشِ عمل جاگی
اُٹھایا موت نے پتّھر جہنّم کے دہانے سے — جہاں آتش کا دریا کھولتا تھا اک زمانے سے
بلندی سے تباہی کے سمندر نے کیا دھاوا — چٹانوں کے جگر سے پھُوٹ نکلا آتشیں لاوا
دکھا دی آگ ایوانوں کو مظلُومی کی آہوں نے — اُٹھائے شعلہ ہائے آتشیں بے کس نگاہوں نے
اٹھیں مختار بن کر بے کسی کے خُون کی موجیں — حصارِ مرگ نے محصُور کر لیں جنگ جُو فوجیں
نہ حسن و عشق نے پائی اماں قہرِ الٰہی سے — دبی پاداشِ میری سے فقیری سے نہ شاہی سے

ستاروں کی نگاہوں نے وہاں اُٹھتا ہوا دیکھا
مگر خورشید نے کچھ بھی نہ مٹی کے سوا دیکھا

یورپ، عیسائی ہو جانے کے بعد

وہ رُومانی کہ جن کی دھاک سے افلاک ڈرتے تھے
جو شہروں کو جلا کر ایک دم میں خاک کرتے تھے

خُود ان کے شہر کا جلتا نمونہ تھا یہ عبرت کا
یہ قدرت کی طرف سے تازیانہ تھا نصیحت کا[1]

مگر یہ لوگ باز آئے نہ ظلم و جور سے ہرگز
کوئی راحت نہ پائی دہر نے اِس دَور سے ہرگز

یہ پیرو ہو گئے آخر مسیحِ ابنِ مریم کے
تو لازم تھا کہ ان کے دل میں نُورِ ایمان کا چمکے[2]

مگر یہ سب پُجاری بن گئے تصویرِ عیسےٰ کے
رکھا مریم کا بُت بھی ساتھ ہی اندر کلیسا[3] کے

اندھیرا شرک کا ان مشرکوں کی عقل پر چھایا
کہ عیسیٰ کو خُدائے پاک کا فرزند ٹھہرایا

---

[1] وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ (پ ۲۶ ع ۵) کتنی قومیں ہلاک ہو گئیں جو ان سے زیادہ مضبوط تھیں۔ انہوں نے شہروں کو چھان ڈالا تھا۔ ہے کوئی جگہ بھاگنے کی ——!

[2] دین عیسوی اپنے ابتدا ہی میں بدعتیوں کی خلل اندازی سے مسخ ہو گیا تھا۔ پولوس یا سینٹ پال نے یونان اور روم کے شہروں میں پھر پھر کے دین مسیحی کو مشرکین کے عقائد کے قالبوں میں ڈھالا اور پھیلانا شروع کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ بہت جلد جو پیٹر اور زیوس دیوتاؤں کو ماننے والے حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا یعنی ابن اللہ کہنے اور خدا کی خدائی کا شریک اور منتظم ماننے گردانے لگے۔ (مصنف)

[3] رومن کیتھولک عیسائی اب تک گرجوں میں مسیح کی تصویر کو پُوجتے ہیں۔ اور ان کے کئی فرقے ایسے ہیں۔ جو خدا اور اس کی والدہ حضرت مریم کے پرستار ہیں۔ اور نعوذ باللہ ان کو خدا کی بیوی کہتے ہیں۔ (مصنف)

marfat.com

بدل دی سر بسر انجیل کی تعلیم قصّوں میں
خُدا کو کر دیا تقسیم پُورے تین حصّوں میں

خُدا، رُوح القدس، عیسیٰ یہ تین ان کے خُدا ٹھہرے
جفا و ظلم ان کی زندگی کا مدّعا ٹھہرے

یہی مذہب مُسلّط ہو گیا یورپ کے خطّے پر
اسی کے سامنے مصر و حبش نے بھی جھکایا سر

یہ فتنے جب مسیحِ ناصری کے نام پر جاگے
یہودی ان سے تنگ آئے تو پھر کنعان سے بھاگے

ہُوئے قابض زمینِ شام پر شاہانِ یُونانی
مقابل ہو گئے آتش پرستوں کے یہ نصرانی

لڑائی چھڑ گئی ایرانیوں کی اہلِ یُوناں سے
جہانداری کی اس بازی نے بدلے بارہا پانسے

کبھی نصرانیوں کی فتح، گہ آتش پرستوں کی
یہ جنگ اک موت تھی گویا غریبوں زیردستوں کی

یہُودیوں کی عام حالت

یہُودی قوم کی حالت کا قصّہ سن چکے ہو تم
سزا ان لوگوں کی نافرمانیوں پر دُھن چکے ہو تم

یہ سب اندھے گئے ٹھکرا کے عیسیٰ کی منادی کو
یہ سولی پر چڑھانے لے گئے اُس پاک ہادی کو

۱؎ ۳۳۵ء قسطنطین اعظم شہنشاہ روم نے یہی پولوس کا سکھایا ہوا دینِ عیسوی قبول کیا۔ اور خود عیسائی مؤرخین اس امر کے قائل ہیں کہ اس نے اس دین کو بزورِ شمشیر پھیلانے کی ابتدا کی۔ (مصنف)

۲؎ ابنِ سینا چوتھی صدی مسیحی میں ہوا۔

۳؎ چھٹی صدی عیسوی میں یہ جنگ زوروں پر تھی۔ (مصنف)

صفحات میں جہاں موقع ملا تحریف کر ڈالی
یہودی قوم کی ہر صفحہ پر تعریف کر ڈالی

رہے برباد دنیا میں، ملائیت کا پھل اِن کو
دلیل سے بے دلیل کرتے رہے اِن کے عمل اِن کو

پراگندہ ہوئے آخر فرنگ و مصر و بربر میں
عرب میں آ بسے کچھ ارضِ یثرب اور خیبر میں

مگر جتنے اُٹھانا بس گیا تھا ان کی فطرت میں
دغا مکر و فریب لحساں فراموشی تھی خصلت میں

بیاں کر دی ہے مَیں نے مختصر حالت نسلانے کی
یہاں سے ابتدا ہوتی ہے اب میرے فسانے کی

marfat.com

ساقی نامہ

فضاؤں پر مسلّط لشکرِ ظلمات ہے ساقی
قیامت خیز طوفاں ہے اندھیری رات ہے ساقی

اٹھی ہے لعنتی تہذیبِ نو سیلاب کی صورت
ہے جس کے حلقۂ ہر موج میں گرداب کی صورت

تلاطم خیز طوفان ہے گناہوں کے تھپیڑے ہیں
الٰہی خیر ہو ایمان کے کمزور بیڑے ہیں

ہوائے شیطنت کمزور بیڑوں کو ڈبوتی ہے
مگر اولادِ آدم تختۂ غفلت پہ سوتی ہے

مَیں انسانوں کو اس طوفانِ ذلّت سے بچاؤں گا
مَیں ان سوئے ہوئے شیروں کی غیرت کو جگاؤں گا

وہی ضیغم جو تیرہ سو برس پہلے دہاڑے تھے
وہی پنجے جو حق نے سینۂ باطل میں گاڑے تھے

مجھے ان کو اٹھانا ہے مجھے ان کو جگانا ہے
پرائی گونج سے غوغائے باطل کو مٹانا ہے

پلا ساقی پلا وہ شعلۂ صہبائے ایمانی
کہ اڑ جائیں دھواں بن کر دسائسِ نفس و شیطانی

دہانِ خامہ میں ٹپکا وہ بادہ اپنے ساغر سے
کہ جس کا قطرہ قطرہ تازیانوں کی طرح برسے

شرابِ معرفت کا از سرِ نو جام بھر ساقی
رگوں میں پھر مچلنا آشیں اسلام ہے ساقی

پلا مجھ کو پلا ساغر اسی صہبائے وحدت کا
کہ جس کی موج سے منہ پھیر دیں ہر فوجِ کثرت کا

مئے توحیدِ کہنہ کا اٹھا سربستہ خُم ساقی
شناسا دل کو پھر دے وہی آوازِ قُم ساقی

مری فطرت کہ ساقی بے نیازِ دو جہاں کر دے
پیالہ سامنے دھر دے قلم میں زندگی بھر دے

زمانے میں نہیں مقصود میرا جز خدا کچھ بھی
مرے منہ سے نہ نکلے گا صداقت کے سوا کچھ بھی

میں نے یہ ساقی نامہ ۱۹۲۷ء میں لکھا تھا۔ اس وقت اس نیم براعظم میں مسلمان ایسی لمبی تان کر سو رہے تھے کہ ان کا جاگنا اور مردانہ وار زندگی کا ارادہ کرنا خیال میں بھی نہ آسکتا تھا۔ آج میں پچاس برس کا ہوں۔ میں نے یہ سارا زمانہ اس ملک کے مسلمانوں کو اس کتاب کے اشعار خود اپنی زبان سے سنانے اور دور دور دراز گوشوں میں ملبس شدہ آواز پہنچانے میں صرف کئے ہیں۔ آج ۱۹۷۹ء ہے۔ مسلمانوں نے زندگی کا ثبوت دیا ہے اور پاکستان قائم کر لیا ہے۔ شاید مسلمانوں کو جگانے کے سلسلے میں اللہ نے میری اس آواز سے بھی کام لیا ہے جو شاہنامہ کے اشعار میں قلمبند ہے۔

حفیظ

marfat.com

باب سوم

پیغمبر آخر الزمانؐ کی ولادت سے قبل کا زمانہ

غلبۂ باطل اور شیطان کا غرور

اندھیرا چھا چکا جب ظلم کا دنیائے ہستی پر ۔۔۔ ہوا شیطان مسلط ہر بلندی اور پستی پر

پہاڑوں پر چڑھا شیطاں زمیں پر اک نظر ڈالی ۔۔۔ نظر آئی اُسے ہر مملکت ایماں سے خالی

بہت ہی خوش ہوا ناز و تکبر عود کر آیا ۔۔۔ ہنسا اور کفر کے لے زبان گویا یہ لہرایا

کہ میں ہوں میں ہی میں ہوں بادشاہ اقصائے عالم کا ۔۔۔ مرے قدموں کے نیچے تخت ہے ہر دو عالم کا

زمیں کو چار جانب سے مری طاقت نے گھیرا ہے ۔۔۔ مرے دامن کے نیچے اب اندھیرا ہی اندھیرا ہے

یہی انسان ہے، کیا وہ اسی انسان کا دَر تھا
ازل میں سامنے جس کے مرا جھکنا مقدر تھا

مرے قدموں پہ ہے اب جو مرے سجدے کا طالب تھا
ابد تک میں ہی غالب ہوں ازل کے دن بھی غالب تھا

اگر میں راندۂ درگاہِ باری ہُوں تو یہ بھی ہے
اگر مَیں قابلِ دوزخ ہُوں ناری ہُوں تو یہ بھی ہے

یہ کہہ کر تن گیا مغرور پر پھیلا دیئے اپنے
مُرید اور چیلے چانٹے نام شیطاں کا لگے جپنے

پیغمبرِ آخُرُالزّماںؐ کے والد عبدُاللہ

زمیں سے آسماں تک واقعی گہری سیاہی تھی
کہ جرمِ ماہ سے شاہی اسی کی تا بماہی تھی

یکایک جا پڑیں اس کی نگاہیں سنگِ اَسود پر
ہُوا لرزہ سا طاری شیطنت پر فطرتِ بد پر

یہ پتّھر مرکزِ عالم کا اک ثابت ستارا تھا
اسے جنّت سے حق نے ساتھ آدمؑ کے اتارا تھا

قریبِ سنگِ اَسود اک جوانِ ہاشمی دیکھا
گروہِ ابنِ آدم میں نرالا آدمی دیکھا

نظر آیا کہ اس کے گرد ہے اک نُور کا ہالا
زمیں پر جس کے باعث ہی فروغِ عالمِ بالا

وہی نُورِ ازل معصُوم چہرے سے ہویدا ہے
ازل سے جاودانی کامرانی جس پہ شیدا ہے

نرالے نوجواں کو دیکھ کر شیطان تھرّایا
جھلک ایمان کی دیکھی تو بے ایمان تھرّایا

زمیں ہلنے لگی کمبخت ایسے زور سے کانپا
خُدا کی قدرتیں غافل نہیں، شیطان نے بھانپا

marfat.com

یہ عبدالمطلب کا نوجوان فرزند عبداللہ
نہیں ہے ملتفت کیوں جانبِ اصنامِ بیت اللہ

اٹھا رکھی ہے کیوں سوئے فلک پُرنور پیشانی
نظر آتا ہے کیوں ایوانِ فرمانش و عرش توانی

ذرا شیطاں سمجھ میں آگیا مقصد مشیت کا
نظر آیا کہ یہ لڑکا ہے جوہر آدمیت کا

دلِ ناپاک سے بغض و حسد کا اک دھواں اٹھا
جگہ سے اپنی مثلِ شعلۂ آتش فشاں اٹھا

اٹھا غصے میں اور اس نوجواں سے جنگ کی ٹھانی
حشمت کے مقابل اپنی حیثیت نہ پہچانی

لگا اک وسوسہ بن کر جواں کے گرد منڈلانے
نگاہ و دل کی عفت کو لگا رستے سے بھٹکانے

رہا کچھ دیر تک شیطان اپنی سعیِ باطل میں
دخیل ہو سکا لیکن یہ عبداللہ کے دل میں

خدا کا فضل تھا ہر دم شریکِ حالِ عبداللہ
نبی کا سایۂ اقبال تھا اقبالِ عبداللہ

بنتِ مُرّ الخثعمیہ اور شیطان

جواں نے کعبہ سے جب گھر کی جانب قصد فرمایا
تو شیطاں اس سے پہلے جانبِ گھر کو چلا آیا

یہاں پر بنتِ مُرّ الخثعمیہ اک حسینہ تھی
حسینہ تھی مگر اطوار و عادت میں کمینہ تھی

وہ پہلے سے جمالِ دلکشِ عبداللہ پر مرتی تھی
مگر عزمِ تناکر نہیں سکتی تھی ڈرتی تھی

اچانک ہوگیا اس پر مسلط رنگِ شیطانی
رگوں میں بے حیائی بن کے دوڑا خونِ حیوانی[1]

اُدھر سے آرہا تھا یہ جوانِ پاک سیرت بھی
جسے آنکھیں جھکا کر شہر میں چلنے کی عادت تھی

ہوئی آکر اچانک اب وہ عورت راہ میں حائل
نکالیں منہ سے بے شرمی کی باتیں سخت لاطائل

کہا سو اونٹ لے لے اور مری جانب توجہ کر
شرابِ وصل کی خاطر گری ہوں تیرے قدموں پر

مرے گھر میں شرابِ ناب بھی موجود ہے پیارے
دراندازوں کا رستہ ہر طرف مسدود ہے پیارے

کہاں جاتا ہے آ مل کر جوانی کے مزے لوٹیں
اندھیری رات میں جوشِ نہانی کے مزے لوٹیں

حیا و شرم کے باعث اِدھر گردن خمیدہ تھی
اُدھر عورت وفورِ جوشِ خوں سے آبدیدہ تھی

اب اُس نے اس طرح دستِ جواں کو زور سے کھینچا
زبردستی اُٹھا کر لے ہی جائے گی اسے گویا

---

[1] رحمۃ للعالمین جلد دوم صفحہ ۱۰۶ سردار عبداللہ کی عفتِ نفس کا ایک واقعہ ابونعیم و خرائطی و ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا ہے کہ فاطمہ بنتِ مرالخثعمیہ نے ان سے اظہارِ محبت کیا اور اپنی جانب متوجہ کرنے کے لئے سو اونٹوں کا عطیہ ان کو دینا چاہا۔ لیکن انہوں نے اس درخواست کے جواب میں یہ قطعہ پڑھ کر سنایا:۔

اما الحرام فالممات دونہ — والحلّ لا حل فاسبینہ
فکیف الی الموء الذی تبعینہ — یحمی الکریم عرضہ ودینہ

ترجمہ:۔ فعلِ حرام کے ارتکاب کرنے سے تو مرجانا ہی اچھا ہے۔ حلال کو بیشک میں پسند کرتا مگر اس کے لئے اعلان ضروری ہے۔ تم مجھے بہکاتی اور پھسلاتی ہو۔ مگر شریف انسان کو لازم ہے کہ اپنی عزت اور دین کی حفاظت کرے۔

marfat.com

سردار عبداللہ کی پاکیزگی

بدی کے جوش کو پایا جو یوں ایمان کا طالب — جوانِ ہاشمی کی شرم پر غصہ ہوا غالب

کراہت اور نفرت سی جھلک کر ہاتھ عورت کا — زباں سے اس طرح گویا ہوا بیتاب شرافت کا

مجھے معلوم ہے کرتے نہیں اشراف کا نم ایسا — کہتا ہوں میں بدتر موت سے فعلِ حرام ایسا

اگر تو عقد کو کہتی تو شاید مان جاتا میں — مطابق رسمِ قومی کے تجھے بیوی بناتا میں

مگر تو نے تو بے شرمی دکھائی اور بہکایا! — فریب و مکر سے مجھ کو گنہ کرنے پہ اکسایا!

تری صورت سے بھی ہے اب مجھے احساس نفرت کا — شریف انساں پہ لازم ہے بچانا دین و عزت کا

متانت سے کہا جو کچھ کہا جھڑکا نہ دی گالی
فقط جاتے ہوئے مردانہ غصے کی نظر ڈالی

دکھائی مردِ عالی ظرف نے جب شوکتِ ایماں — ہوئی شرمندہ عورت پست ہو کر رہ گیا شیطاں

غرض اس حادثے کے بعد عبداللہ گھر پہنچا — سلامت لے کے ایماں کو پسِ پیش پدر پہنچا

جلالِ ہاشمی سے مشتعل تھا چہرۂ انور — کہ تھا عورت کی گستاخی کا صدمہ غم تھا دل پر

پدر نے بھی کا حال اس سے پوچھا پر — پسر تھا کہ چپ رہنا ہی غیرت کا تقاضا تھا

کہا بابا طبیعت آج گھبرائی ہوئی سی ہے
اُداسی کی گھٹا دل پر مرے چھائی ہوئی سی ہے

اجازت ہو تو میں بہرِ شکار اِک دن چلا جاؤں
دلِ آبادی سے گھبرایا ہُوا ہے اِس کو بہلاؤں

پدر بولا کہ اے جان پدر اچھا چلے جانا
مگر دو اِک مسلح خادموں کو ساتھ لے جانا

مجھے اکثر تمہاری جان کا رہتا ہے ڈر بیٹا
نہ جانے بات کیا ہے، کیوں ہے یہ بیم و خطر بیٹا!

وہاں دن بھر ٹھہرنا شام ہوتے گھر چلے آنا
جونہی سُورج چھپے تم شہر کے اندر چلے آنا

شیطان اور یہودی

اِدھر اِن باپ بیٹوں میں تو یہ تقریر ہوتی تھی
شکارِ آہوانِ دشت کی تدبیر ہوتی تھی

اُدھر شیطان ناکامی پہ سر دُھنتا ہُوا نکلا
خُود اپنے دل سے لعنت کی صدا سُنتا ہُوا نکلا

نظر دوڑائی ہر جانب بلندی پر کھڑے ہو کر
بھیانک تھا ڈرانا تھا پہاڑوں کا سیہ منظر

تھا آدھی رات کا عالم خموشی ہی خموشی تھی
اندھیرے کے سبب سے ہر کجی کی عیب پوشی تھی

حرم سے فاصلے پر دامنِ کہسار کے اندر
نظر آئی اسے اِک روشنی سی غار کے اندر

مسافر کچھ وہاں بیٹھے ہُوئے اِس کو نظر آئے
خیال آیا کہ شاید میرا مطلب اِن سے بر آئے

اُڑا شیطان فوراً اس پہاڑی سے دُھواں بن کر
پہنچ کر اُس جگہ کچھ دیر ٹھہرا غار کے در پر

marfat.com

مسافر تھے یہودی قوم کے یہ پانچ سوداگر
کہ پلٹے جا رہے تھے شہر مکہ سے سوئے خیبر

یہاں ٹھہرے تھے شب کو ہمجدم پھر اٹھ کے چل نکلا تھا
جہاں کی بدوؤں سے راہ کترا کر نکلنا تھا

پڑھے لکھے تھے باتیں کر رہے تھے قوم و مذہب کی
انہیں تورات میں بھی سوجھتی تھی اپنے مطلب کی

کیا ذکر ایک نے تورات کی پیشین گوئی کا
کہ صحرائے عرب میں ظاہر اک پیغمبر ہوگا

سنی یہ بات تو اک دوسرا دعوے سے بول اٹھا
پیمبر جو بنی یعقوب پیدا ہو نہیں سکتا

کسی سے بھی زمانے میں یہ دعویٰ ہو نہیں سکتا
کہا پھر تیسرے نے ہم پہ راضی حق تعالیٰ ہے

ہمارا برگزیدہ قوم سب قوموں سے بالا ہے
کہا چوتھے نے وہ سچا نبی شر سے اٹھے گا

جو سچ پوچھو تو وہ ہوگا ہمارے ہی قبیلے کا
تڑپ کر پانچواں بولا نہیں ہم میں سے ہوگا وہ!

اگر ہوگا تو بیشک انہیں ہم میں سے ہوگا وہ!
غرض پانچوں ہی اپنی بات پر اصرار کرتے تھے

دلیلیں دیتے تھے غصے میں بھر تیور بدلتے تھے
اُدھر شیطاں کہ عیاری و مکاری میں ہے ماہر

بظاہر اک مقدس شکل میں ان میں گھس آیا
سفید اس کی بھویں برّاق سی داڑھی تھی نورانی

چمکتی تھیں مثالِ شعلہ آنکھیں درخشانی
عصا ہاتھوں میں اور لانبی سی اک تسبیح گردن میں

بہت ڈھیلی عبا چھپ جائے انساں جس کے دامن میں
اندھیرے سے نکل کر روشنی میں اس طرح آیا

یہودی ڈھے گئے اور دفعۃً ہر ایک جھکا

کرشمے ربّی ہمارے حال پر لطف و کرم فرما
تمہارے سجدے ہوئے جاتے ہیں کہتے ہیں تجھے سجدہ

مگر شیطاں نے دی ان کو تسلّی اور یوں بولا
نہایت عارفانہ شان سے اُس نے دہن کھولا

کہ اے بچو میں اترا ہوں تمہیں تلقین کرنے کو
تمہارے مذہبی میلان پر تحسین کرنے کو

نبی کے مسئلے پر تم جھگڑتے تھے جو آپس میں
مَیں سُنتا تھا وہاں بیٹھا ہوا بیت المقدّس میں

خیال آیا کہ چل کر تم کو سیدھی راہ بتلاؤں
یہودی قوم کے اِک فائدہ کی بات سمجھاؤں

سنو اک بات کہتا ہوں بہت ہی رازداری کی
مخالف ہیں تمہارے طاقتیں پروردگاری کی

وہ عبدُالمطّلب جو آج کل سردارِ مکّہ ہے
قریشی ہاشمی ہے مالک و مختار مکّہ ہے

پسر ہے اُس کا عبداللہ تم اُس کو جانتے ہوگے
اسے مکّہ میں دیکھا ہوگا اور پہچانتے ہوگے

وہی لڑکا ہے جس کے صُلب سے ہوگا نبی پیدا
مشیّت آج کل ہے آلِ اسمٰعیلؑ پر شیدا

مرے بچو نبی پیدا ہُوا گر اس گھرانے میں
نہیں ہے پھر کوئی اپنا ٹھکانا اِس زمانے میں

وہ اسمٰعیلؑ کی اولاد کو شاہی دلائے گا
یہودی قوم کے حصّے میں پھر کچھ بھی نہ آئے گا

یہودی قوم پر گویا خُدا نے قہر ڈھایا ہے
مجھے یہ امر پوشیدہ فرشتوں نے بتایا ہے

یہ قصّہ سنتے ہی جوش آگیا پانچوں لعینوں کو
حسد سے بھر دیا شیطان نے تاریک سینوں کو

وہ بولے واقعی ہم پر ہمیشہ ظلم ہوتا ہے
نوازش دُوسروں پر ہے خُدا ہم کو ڈبوتا ہے

marfat.com

کہا شیطاں نے ایسی بات مُنہ سے مت نکالو تم
بھلا چاہو تو اس لڑکے کو جا کر مار ڈالو تم

سحر کے وقت وہ ان وادیوں میں آنے والا ہے
شکارِ آہوؤں سے اپنا دل بہلانے والا ہے

اُٹھو تم بھی یہاں سے اور کرو جا کر شکار اُس کو
نہ جانے دو یہاں سے آج زندہ زینہار اُس کو

کہاں تک رنج اُٹھاؤ گے یہ جھگڑا ہی چکا ڈالو
کوئی خطرہ نہیں ہے دل سے اندیشے مٹا ڈالو

تم اِس کارِ عظیم میں مری امداد پاؤ گے
بڑی شوکت ملے گی مال لاتعداد پاؤ گے

مری امداد سے تم کو حکومت ہاتھ آئے گی
یقیں رکھو تمہاری بادشاہی پھر نہ جائے گی

نہ مانو گے تو پھر اِس کا ملے گا تم کو خمیازہ
جو چاہو تو ابھی کر لو مری طاقت کا اندازہ

یہ کہہ کر ایک پتّھر پر نگاہ شیطان نے ڈالی
اُڑا پتّھر جگہ سے بادِ جُو سے پر لگا ڈالی

بلندی پر تڑاقے سے پھٹا شعلہ ہُوا پیدا
پھر اس سے اِک ہیولا پانچ گھوڑوں کا ہُوا پیدا

مرصّع تھے یہ گھوڑے جنگ کے ہر ساز و ساماں سے
پیسماں بھی مرصّع تھا عقیق و لعل و مرجاں سے

کہا شیطاں نے، یہ لو میں تمہیں رہوار دیتا ہوں
ہر اک کو ایک اک شمشیرِ جوہر دار دیتا ہوں

سحر کے وقت نکلو غار سے میدان میں جاؤ
وہیں اُس نوجوان کو قتل کر ڈالو جہاں پاؤ

یہ کہہ کر دیکھتے ہی دیکھتے شیطان غائب تھا
اسے مدِّ نظر اس وقت اظہار عجائب تھا

یہودی رہ گئے حیران اِس زورِ کرامت پر
بھروسا ہو گیا اب اُن کو اس کاہن کی قوت پر

لگے کہنے کہ یہ طاقت نہ دیدہ نے شنیدہ ہے
یہ بڈھا واقعی کوئی بڑا ہی برگزیدہ ہے

ہم اس کی بات پر پورا عمل کر کے دکھا دیں گے
حضورِ بادشاہی کے لئے جانیں لڑا دیں گے

سردار عبداللہ پر یہودیوں کا حملہ

اٹھیں مشرق سے نورانی شعاعیں برچھیاں تانے
بچھا رکھے تھے لیکن دامِ دشت و کوہ و صحرا نے

مگر سورج نے ان کو مکر کی پاداش دی آخر
اندھیرے کو اجالے نے شکستِ فاش دی آخر

شبِ دیجور کے پردے سے مہرِ ضَو فشاں نکلا
جوانِ ہاشمی بہرِ شکار آہوواں نکلا

ادھر پانچوں یہودی بھی اندھیرے غار سے نکلے
یہ بزدل گھڑ چڑھے اس دامنِ کہسار سے نکلے

جوانِ ہاشمی کی جستجو تھی ان کمینوں کو
کہ شیطاں نے حسد سے بھر دیا تھا ان کے سینوں کو

بہر سو جھانکتے پھرنے لگے حیران و سرگرداں
لئے دل میں امید و بیم کا دریائے بے پایاں

یکایک فاصلے پر ٹاپ گھوڑے کی سنائی دی
بالآخر نوجواں کی چاند سی صورت دکھائی دی

یہ عبداللہ تھا، اور اس گھڑی بالکل اکیلا تھا
مسلح خادموں کو دور پیچھے چھوڑ آیا تھا!

تعاقب میں ہرن کے آ رہا تھا برق دم گھوڑا
سوارِ ہاشمی نے تاک کر تیرِ قضا چھوڑا

نشانے پر پڑا ناوک نشانہ ہو گیا آہو
گرا، گر کر اٹھا آہو، پھر اٹھا پھر گرا آہو

marfat.com

وہیں ناوک فگن بھی دوسری ساعت میں آپہنچا
اثر کر زین سے نیچر آپ اُس کے قریب آیا

ارادہ تھا کہ باندھے فوج کر کے پشتِ توسن سے
سراسر بے خبر تھا کیدِ میدانِ پُرفن سے

یہودی گھڑ چڑھوں نے دفعتہً پیدل کو آگھیرا
نظر تلوار آئی دیدۂ حیراں جدھر پھیرا

مگر یہ شیر تلواروں کے سائے سے نہ گھبرایا
مثالِ برق کوندا پشتِ توسن پر چلا آیا

پکارا یہ تو بتلاؤ کہ حملے کا سبب کیا ہے
وہ بولے ایک ہی مقصد ہے تجھ کو قتل کرنا ہے

پانچ شیطان، ایک بندۂ رحمان

جونہی پانچوں نے تلواروں سے حملہ کر دیا یکدم
اکیلا بھڑ گیا ناچار ان سے ہاشمی ضیغم

لئے پہلے تو جھک کر وار اپنی ڈھال پر اس نے
چرا کر جسم سارا کر دیا زیرِ سپر اس نے

بڑی پھرتی سے پھر مشّاق گھوڑے کو دیا کاوا
ذرا ہٹ کر سنبھل کر ران پر نیزے سے کیا حملہ

یہ نیزہ ایک کے سینے سے پہلو توڑ کر نکلا
بقیہ عمر کا رشتہ قضا سے جوڑ کر نکلا

یہودی چیخ اُٹھے یہ سانحہ یک دم گذرنے سے
ہوئے اب اور بھی سفاک اک ساتھی کے مرنے سے

ہوئے محتاط گھیرا نوجواں کو اِس طریقے سے
کہ لڑنا ہو گیا اس کے لئے مشکل سلیقے سے

مگر پھر بھی وہ نعرے مار کر اُن پر جھپٹتا تھا
بہا بر زخم کھاتا تھا مگر پیچھے نہ ہٹتا تھا

اگرچہ یہ بہادر ہمّت و جرأت میں یکتا تھا — مگر وہ چار تھے، کم عُمر تھا یہ اور تنہا تھا
دکھائی اِس جری کے بازوؤں نے دیر تک چُستی — بالآخر خُون بہ جانے سے آئی جسم میں سُستی

وہب بن عبد مناف و اِلدِ سیّدۂ آمنہؓ

بنو زہرہ میں اِک مردِ معمّر وہب نامی تھا — قریشی نسل میں یہ شخص بھی ماہ تمامی تھا
تھی اس کے گھر میں اِک دختر جو ایسی پاک سیرت تھی — کہ اس کی ذات سے لفظِ حیاداری کی عزّت تھی
عرب میں آمنہؓ مشہور تھا نام اس عفیفہ کا — (اسی کی گود گہوارہ بنی دینِ حنیفہ کا)
بہت ہی فکر رہتی تھی پدر کو عقدِ دختر کی — بنی ہاشم میں تھی اس کو تلاش و جستجو بر کی
روایت ہے کہ اُس دن ہو گیا تھا اونٹ گُم اس کا — وہ اس کو ڈھونڈتا پھرتا تھا اِس جانب بھی آنکلا
بلندی سے اسے اس جنگ کا نقشہ نظر آیا — یہُودی قاتلوں کے بس میں اک لڑکا نظر آیا
نظر آیا وہ لڑکا برسرِ پیکار چاروں سے — بہت ہی تن دہی سے لڑ رہا تھا پختہ کاروں سے
خیال آیا کہ ملنی چاہیئے امداد لڑکے کو — مبادا قتل کر دیں مِل کے یہ جلّاد لڑکے کو
مگر اُٹھا جونہی امداد کرنے کے ارادے سے — نہ جانے کیوں اُلجھ کر رہ گیا اپنے لبادے سے
پھر اُٹھا جب دوبارہ پاؤں پھسلا ایک پتّھر سے — چٹان اُبھری ہُوئی تھی ایک وہ ٹکرا گئی سر سے

marfat.com

اٹھا پھر تیسری بار اور چاہا جلد اُتر جاؤں
جوانِ ہاشمی کو قتل ہونے سے بچا لاؤں

مگر اب کے ہُوا اک اژدہا اس راہ میں حائل
کہ جس کے خوف سے ساری عدیسہ ہو گئی بوجھل

یہ مرداب دُور ہی بیٹھا ہُوا حسرت سے تکتا تھا
جوانِ ہاشمی کے واسطے کچھ کر نہ سکتا تھا

نظر آیا کہ لڑکا سُست ہے زخموں کی شدت سے
یہودی پے بہ پے حملے کیے جاتے ہیں قوت سے

خیال آیا مری آواز سے شاید وہ ڈر جائیں
وہاں تک شخص کو موجود سمجھیں اور باز آئیں

مگر جونہی یہ سوچا اور نعرہ مارنا چاہا
رہیں گونگا کسی نے حلق اور جھلا دیا جیسے

حقیقت میں یہ سب شیطان کی فتنہ طرازی تھی
یہ کمبخت ہیں ہر کاوٹ حیلہ سازی تھی

رہی جب اس طرح ہر مرتبہ تدبیر ناکارہ
نظر آیا نہیں تقدیر سے انسان کا چارہ

مگر اس بے گنہ کا قتل ہونا میں نہ دیکھوں گا
نہیں کچھ اور کر سکتا تو آنکھیں بند کر لوں گا

مگر اتنے میں اس کو اور ہی نقشا نظر آیا
زمیں سے تا فلک اک نُور کا جلوا نظر آیا

نظر آیا اُترتا چار نُورانی فرشتوں کا
اور ان کو دیکھتے ہی بھاگنا ان بدمعاشوں کا

۱؎ تذکرۃ الرسول و آیاۃ الرسول صفحہ ۲۲۔ یہودیوں نے علامات نبوت دیکھ کر آپ پر کئی بار قاتلانہ حملہ کیا۔ مگر ہمیشہ ناکام رہے۔ ایک مرتبہ آپ شکار کے لئے گئے تھے۔ دشت میں تنہا پا کر آپ کی ہلاکت کا قصد کیا۔ اسی وقت وہب ابن عبد مناف والد آمنہ بھی وہاں آ گئے۔ انہوں نے للکار کر یہودی سے کہا اور حضرت عبداللہ کے دشمنوں پر حملہ کر کے ان کو بھگا دیا۔ یہ حال دیکھ کر ان کے دل میں آرزو پیدا ہوئی کہ کاش صاحبزادی حضرت آمنہ کا عقد آپ سے کر دیں۔

گر اکر قاتلوں کو بھاگ اُٹھے رہوار شیطانی
زمیں پر سر پٹکتے رہ گئے غولِ بیابانی

جواں نے اب تعاقب کر کے مارا اِن لعینوں کو
نہ شیطاں دے سکا کوئی سہارا اِن لعینوں کو

یہ صورت دیکھ کر مردِ معمر ہو گیا حیراں
یقیں آیا، کہ ہے یہ ہاشمی لڑکا بہت ذیشاں

اُٹھا تو راستے میں اب نہ کوئی اژدہا دیکھا
وہاں پہنچا تو پانچوں قاتلوں کا سر کٹا دیکھا

پڑے تھے پانچ لاشے ایک اِک سے دُور سب تنہا
کھڑا تھا اک جگہ فرزندِ عبدالمطّلب تنہا

غرض زخمی جواں کو ساتھ لے کر وہب گھر آیا
یہ سارا ماجرا اس کے پدر کو جا کے بتلایا

پھر اپنی نیک دُختر بیاہ دی اس شیر صولت سے
خوشی اس بیاہ کی سب نے منائی شان و شوکت سے

بہم دُولھا دُلھن تھے صورت و سیرت میں لاثانی
قسم کھاتی تھی ان کا نام لے کر پاک دامانی

وہ نُورِ لم یزل جس کی ضیا تھی رُوئے انور میں
نظر آنے لگی اس کی جھلک تقدیرِ مادر میں

سردار عبداللہ کا انتقال

گئے پھر کچھ دنوں کے بعد سُوئے شام عبداللہ
وہاں سے پلٹے آتے تھے کہ آئی موت بھی ناگاہ

جوانی میں ہُوا شربت کے اندر انتقال اُن کا
رہا اب آمنہ کے واسطے رنج و ملال اُن کا

لئے بیٹی تمہیں اب گھر میں امانت اپنے شوہر کی
کہ تھی بطنِ صدف میں روشنی اِک پاک گوہر کی

marfat.com

اصحابِ فیل کا بیان

ہوئی شیطان کو اِس مرتبہ بھی سخت ناکامی
تو قبضے میں کیا اِک شخص اُس نے ابرہہ[1] نامی

یہ حاکم تھا یمن کا اور حبش کی فوج کا افسر
تھا اس کے پاس خونی ہاتھیوں کا اِک بڑا لشکر

یمن میں ڈالی تھی بنیاد اُس نے اِک کلیسا کی
دیا تھا حکم پوجا ہو یہاں تصویرِ عیسےٰ کی

مگر آئے نہ اِس ڈھب پر بتوں کے پوجنے والے
اگرچہ ابرہہ نے ملک پر ڈورے بہت ڈالے

اگرچہ نام حق سے سرسبز یہ لوگ عاری تھے
پہ تھے پاسبانِ کعبہ کے اہلِ عرب لیکن پجاری سے

کوئی رونق نہ پائی جب یمن والے کلیسا نے
کسی کا دل نہ کھینچا اُلفتِ تصویرِ عیسیٰ نے

درِ تثلیث پر گردن جھکائی جب نہ انساں نے
تو یہ پٹی پڑھائی ابرہہ کو نفسِ شیطاں نے

کہ مکے میں جو کعبہ ہے اُسے جب تک نہ ڈھاؤ گے
اُٹھا کر سنگِ اَسوَد کو یہاں جب تک نہ لاؤ گے

وہاں جب تک براہیمی عبادت گاہ باقی ہے
عرب والوں میں رسمِ حجِ بیت اللہ باقی ہے

تمہارے اِس کلیسا کی طرف کوئی نہ آئے گا
تمہارا دین دُنیا میں کبھی رونق نہ پائے گا

---

[1] اسے ابرۃ الاشرم کہتے تھے۔ کیونکہ اس کے ہونٹ اور ناک کسی لڑائی میں نیزے کی انی سے چھد گئے تھے۔ یہ شخص گو حبش کا باجگزار تھا۔ مگر یمن میں حاکم علی الاطلاق بنا ہوا تھا۔ اس کا مذہب عیسائی تھا۔ (مصنف)

[2] یہ کلیسا یمن کے پایتخت صنعا میں ابرہہ نے تعمیر کیا تھا۔ [3] دیکھو تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفرقان علی ہامش طبری ج ۱۲ ص ۱۲

خُدا کے خانۂ وحدت کو ڈھا دینا ہی لازم ہے
نشانِ حق زمانے سے مٹا دینا ہی لازم ہے

پڑا اس خُوئے بد پر وار شیطاں کا بڑا کاری
کہ فوراً ابرہہ اشرم نے کی حملے کی تیاری

ہُوا تیار خُونی ہاتھیوں کا اِک بڑا لشکر
چلا مکّے کی جانب ابرہہ اِس فوج کو لے کر

تھا آگے آگے اک فیلِ سفید اس کی سواری میں
اکڑ کر ابرہہ بیٹھا تھا اِک زرّیں عماری میں

رواں تھیں پیچھے پیچھے ہاتھیوں کی جنگجو فوجیں
سمندر کی اندھیری رات میں طُوفان کی موجیں

یہ لشکر جا رہا تھا کعبۃ اللہ کے گرانے کو
زمیں سے نامِ حق کا مرکزی نُقطہ مٹانے کو

یمن سے مکّہ تک آبادیاں جو راہ میں آئیں
وہاں اس فوج نے بربادیاں ہر سمت پھیلائیں

کبھی دیکھے نہ تھے ہاتھی عرب کے رہنے والوں نے
اثر ان پر کیا شمشیر و خنجر نے نہ بھالوں نے

مشرکینِ مکّہ کا فرار

یہ خبریں اہلِ مکّہ نے سُنیں اور سخت گھبرائے
دلوں پر وسوسے شیطان نے فی الفور پھیلائے

اگرچہ بُت پرستی کی نہیں رکھتی تھی حد کوئی
ہُبل اور لات و عزّیٰ نے نہ کی ان کی مدد کوئی

قریش ان ہاتھیوں سے خوف کھا کر دفعۃً بھاگے
پہاڑوں میں چھُپے جا کر کوئی پیچھے کوئی آگے

یہ سب خوف و خطر تھا بُت پرستی ہی کا خمیازہ
کہ برہم ہو چکا تھا ان کی یک جہتی کا شیرازہ

marfat.com

دلائی ان کو عبدُ المطّلب نے گو بہت غیرت ۔۔۔ دکھلائی مگر نسلِ قریشی نے کوئی جرأت
تھے عبد المطّلب یا بیٹے پوتے ان کے دس بارا ۔۔۔ یہی باقی تھے، باقی شہر خالی ہو گیا سارا

سپہ اولاد تھی والد سپہ سالارِ مکہ تھا
یہی کعبے کا خادم تھا یہی سردارِ مکہ تھا

سردار عبدُ المطّلب اور ابرہہ اشرم کی گفتگو

سحر کے وقت اِک بدّو یہ سے لشکر میں خبر لایا ۔۔۔ کہ لشکر فیل والوں نے حرم کی حد پہ ٹھہرایا
چراگاہوں میں خاک اُڑنے لگی ہے ظلم کے مارے ۔۔۔ پکڑ کر اونٹ عبد المطّلب کے لے گئے سارے
ہُوئے تیار عبد المطّلب بھی یہ خبر سُن کر ۔۔۔ تنِ تنہا چلے گھوڑے پہ چڑھ کر جانبِ لشکر
وہاں پہنچے تو ان کو ابرہہ نے دُور سے دیکھا ۔۔۔ کہ اِک مردِ معمّر آ رہا ہے بے دھڑک تنہا
نشاں چہرے سے ظاہر ہیں بزرگی کے، امارت کے ۔۔۔ شرافت کے نجابت کے تقدّس کے، طہارت کے
وہ ان کی پیشوائی کے لئے باہر نکل آیا ۔۔۔ بڑی عزّت سے اپنی بارگہ میں لے گیا ان کو
کہا فرمایئے کیا نام ہے کیا کام ہے صاحب؟ ۔۔۔ بیاں کیجے یہاں آنے کا اپنے مقصد اعلیٰ
کہا اہلِ عرب کہتے ہیں عبد المطّلب مجھ کو ۔۔۔ نہیں ہے آپ سے کوئی غرض کوئی طلب مجھ کو

منگا لائے ہیں میرے اُونٹ جا کر آپ کے چاکر
میں آیا ہوں کہ لے جاؤں یہاں سے اُونٹ لوٹا کر

سُنی یہ بات تو حیران ہو کر ابرہہ بولا
کہ شاید تم نے اپنی بات کو دل میں نہیں تولا

یہ ظاہر ہے میں آیا ہوں یہاں کعبہ گرانے کو
تمہارے جدِ امجد کی عبادت گاہ ڈھانے کو

تعجب ہے کہ اِک ناچیز شے کا ذکر کرتے ہو
نہیں کعبے کی فکر اُونٹوں کی اپنے فکر کرتے ہو

تمہیں لازم تھا عزت کے مطابق گفتگو کرتے
خُدا کا گھر بچانے کے لئے کچھ آرزو کرتے

یہ طعنہ سُن کے عبدُالمطّلب بولے متانت سے
کہ ناواقف ہو تم قومِ عرب کے کیش و ملّت سے

صداقت ہی یہی میں اپنی شَے کا ذکر کرتا ہوں
کہ میرا مال ہیں اُونٹ اس لئے میں فکر کرتا ہوں

کرے گا فکر اپنے گھر کی جو اِس گھر کا مالک ہے
کہ جو اِس گھر کا مالک ہے وہ بحر و بر کا مالک ہے

یہ سُن کر ابرہہ چُپ ہو گیا سب اُونٹ دلوائے
یہاں سے اُٹھ کے عبدُالمطّلب چُپ چاپ گھر آئے

اصحابِ فیل کے حملے کی صُبح

بالآخر نُور نے اس رات کے آثار بھی میٹے
ہُوئے تیار عبدُالمطّلب اور ان کے سب بیٹے

دُعا مانگی جنابِ آمنہ کو پاس بٹھلا کر
کہ اے کعبے کے مالک نصرتِ غیبی مہیا کر

یہ عالی شان بچہ جو ابھی ہے بطنِ مادر میں
بشارت تھی کہ اِس کا نور چمکے گا ترے گھر میں

marfat.com

اسی کے واسطے سی ہم دُعا کرتے ہیں اے مالک
سوائے تیرے کسی سے ہم نہیں ڈرتے ہیں اے مالک

بچالے یورشِ دشمن سے اپنے گھر کی حُرمت کو
بچالے آلِ اسمٰعیلؑ کے سامانِ عزت کو

دُعائیں مانگ کر اُٹھے فرازِ کوہ پر آئے
یہاں سے فوجِ دشمن کے انہیں نقشے نظر آئے

غُبار اُٹھتا نظر آیا حرم کے اِک کنارے سے
فلک کا رنگ پھیکا پڑ گیا تھا اس نظارے سے

چڑھی آتی تھی کعبے پر گھٹا ظُلمت کی صحرا سے
سبھی ڈر کے مارے ہو گئے رُوپوش دُنیا سے

سحر نے بسترِ مشرق سے لی جب اُٹھ کے انگڑائی
اُفق پر کالے کالے ہاتھیوں کی چھاؤنی چھائی

ہنسا شیطاں کہ بر آنے لگی اس کی اُمید آخر
بڑھایا ابرہہ نے فوج سے فیلِ سفید آخر

قطاریں ہاتھیوں کی پیچھے پیچھے بڑھتی آتی تھیں
بڑے کہ یہ کالی گھٹائیں چڑھتی آتی تھیں

کہیں آنکس کہیں تیغے کہیں برچھے چمکتے تھے
مہاوت ہاتھیوں کو پیلتے تھے گُرز رکھتے تھے

حرم کی حد میں یُوں جب چیرہ دستی کا سماں دیکھا
زمیں نے خوف سے تھرّا کے سُوئے آسماں دیکھا

ہاتھی سجدے میں

اُٹھائی تیغ، اب غصّے میں عبدالمطّلب اُٹھے
فدائے کعبہ ہو جانے کو با غیظ و غضب اُٹھے

مگر اُٹھتے ہی ان کو اور ہی نقشہ نظر آیا
جلالِ ربِّ کعبہ کا عجب جلوہ نظر آیا

حرم کی حد میں آیا ابرہہ تو رُک گیا ہاتھی
پئے تعظیمِ کعبہ عاجزی سے جھک گیا ہاتھی

گرا سجدے میں سر ایسا کہ پھر اوپر نہیں اُٹھا
ہزار آنکس پڑے تن پر مگر یہ سر نہیں اُٹھا

یکایک ابرہہ نے مڑ کے دیکھا فوج کی جانب
حرم کی سرزمیں پر بڑھنے والی موج کی جانب

نظر آیا قطاراں در قطاراں رُک گئے ہیں سب
بروئے کعبہ سجدے کر رہے ہیں جھک گئے ہیں سب

تعجب اور گھبراہٹ کا ہنگامہ ہے پیش و پس
مہاوت مارتے ہیں ہاتھیوں پر پے بہ پے آنکس

پڑے ہیں اس طرح ہاتھی کہ جُنبش ہی نہیں کرتے
خدا کا ڈر ہے دل میں آج شیطاں سے نہیں ڈرتے

اصحابِ فیل کا حشر

نکالی ابرہہ نے تیغ ہاتھی سے اُتر آیا
مُخاطب کر کے اپنی فوج کو کم بخت چلّایا

کہ بُزدِل ہاتھیوں کو چھوڑ کر آگے بڑھیں فوجیں
بہا دیں آج کعبے کو اٹھیں لہریں، چڑھیں موجیں

یہ کہنا تھا کہ چھائی آسماں پر ایک بدلی سی
فضا میں روشنی مہر کر دی جس نے گدلی سی

بلندی پر سے عبدالمطلب حیرت سے تکتے تھے
کہ وہ خطّہ جہاں یہ لوگ ایسا کُفر بکتے تھے

وہاں زیرِ فلک ساری فضا پر چھا گئیں چڑیاں
خُدا جانے کہاں سے جمع ہو کر آ گئیں چڑیاں

ننھی منّی چڑیاں تھیں ابابیلوں کا لشکر تھا
ذرا سی چونچ میں نازک سے ہر پنجے میں کنکر تھا

marfat.com

نہ کی جب ابرہہ نے اِک ذرا بھی حُرمتِ کعبہ
ابابیلوں نے کی آکر یکایک نصرتِ کعبہ

بلندی سے ابابیلوں نے پھینکے اِس طرح کنکر
کہ چھلنی کی طرح سے چھد گئی یہ فَوجِ بد اختر

وہ ظالم ابرہہ اور اُس کے ساتھی ایک ساعت میں
پڑے تھے سب کے سب کُھنکی ہوئی بُھوسی کی صُورت میں

وہ فوجیں اور وہ ہاتھی اور اُن کے ہانکنے والے
خُدا کے قہر نے اِک آن میں پامال کر ڈالے

یہ زندہ مُعجزہ دکھلا دیا اُس مہرِ انور نے
چھپا رکھا تھا جس کو عصمتِ دامانِ مادر نے

یہ پوتا واسطے سے جِس کے دادا نے عبا مانگی
وہ جس کے نام سے نادیدہ تائیدِ خُدا مانگی

وہ بچہ آمنہ کے گھر میں پیدا ہونے والا تھا
وہ اُجڑا اب چند ہی دن میں بسیرا ہونے والا تھا

جہاں کے واسطے امنِ و اماں کے وہ ربانی تھے
وہ دن آنے کو تھا بس دو مہینے اور باقی تھے

---

۱ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝
اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝ وَّ
اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ
بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ
كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝

(پ ۳۰ الفیل)

تُو نے دیکھا کہ تیرے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔ کیا اس نے اس گروہ کے داؤ خسران کر باطل نہیں کیا۔ اور ان کے مقابلے کے لئے ابابیل کا لشکر نہیں بھیجا جو ان پر سنگریزوں کی بوچھاڑ کرتا تھا یہاں تک کہ ان کے جسم کھائے ہوئے بھس کی طرح ہو گئے۔

باب چہارم

خَتْمُ الْمُرْسَلِیْنَ۔ رَحْمَۃٌ لِّلْعَالَمِیْنَ

ولادتِ باسعادت

طلسمِ کُن سے قائم بزمِ ہست و بُود ہو جانا
اِشارے ہی سے موجُودات کا موجُود ہو جانا

عناصر کا شعُورِ زندگی سے بہرہ ور ہونا
لپٹ کر آب و خاک و باد و آتش کا بشر ہونا

یہ کیا تھا، کس لئے، کس کے لئے تھا، مدّعا کیا تھا؟
یُونہی تھا یا کوئی مقصد تھا، آخر ماجرا کیا تھا؟

وہ جلوہ جو چُھپا بیٹھا تھا اپنے رازِ پنہاں میں
در آیا کیوں تماشا بن کے وہ بازارِ امکاں میں

یہ کس کی جستجو میں مہرِ عالمتاب پھرتا تھا
ازل کے روز سی بیتاب تھا بیخواب پھرتا تھا

یہ کس کی آرزو میں چاند نے سختی سہی برسوں
زمیں پر چاندنی برباد و آوارہ رہی برسوں

marfat.com

یہ کس کے شوق میں پتھرا گئیں آنکھیں ستاروں کی
زمیں کو تکتے تکتے آگئیں آنکھیں ستاروں کی

کروڑوں رنگتیں کس کے لئے ایام نے بدلیں
پیاپے کروٹیں کس دُھن میں صبح و شام نے بدلیں

یہ کس کے واسطے مٹی نے سیکھا گل فشاں ہونا
گوارا کر لیا پھولوں نے پامالِ خزاں ہونا

یہ سب کچھ ہو رہا تھا ایک ہی انعام کی خاطر
یہ ساری کاوشیں تھیں ایک صبحِ عید کی خاطر

مشیت تھی کہ یہ سب کچھ تہِ افلاک ہونا تھا
کہ سب کچھ ایک دن نذرِ شہِ لولاک ہونا تھا

خلیل اللہ نے جس کے لئے حق سے دعائیں کیں
ذبیح اللہ نے وقتِ ذبح جس کی التجائیں کیں

جو بن کر روشنی پھر دیدۂ یعقوب میں آیا
جسے یوسف نے اپنے حسن کے نیزنگ میں پایا

کلیم اللہ کا دل روشن ہوا جس نور فشانی سے
وہ جس کی آرزو بھر کی جو لن ترانی سے

وہ جس کے نام سے داؤد نے نغمہ سرائی کی
وہ جس کی یاد میں شاہِ سلیماں نے گدائی کی

دلِ یحییٰ میں ارماں رہ گئے جس کی زیارت کے
لبِ عیسیٰ پہ آئے حرف جس کی شانِ رحمت کے

وہ دن آیا کہ پورے ہو گئے تورات کے وعدے
خدا نے آج ایفا کر دیئے ہر بات کے وعدے

مرادیں بھر کے دامن میں مناجاتِ زبور آئی
اُمیدوں کی سحر بنتی ہوئی آیاتِ فرقاں

نظر آئی بالآخر معنیٔ انجیل کی صورت
ودیعت ہو گئی انسان کو تکمیل کی صورت

اندھیری رات کے پردے سے کی حق نے سحر پیدا
ہُوا بہرِ بصیرت کُحلِ مَا زَاغَ الْبَصَر پیدا

ربیعُ الاوّل اُمیدوں کی دُنیا ساتھ لے آیا
دُعاؤں کی قبولیت کو ہاتھوں ہاتھ لے آیا

خُدا نے ناخدائی کی خُود انسانی سفینے کی
کہ رحمت بن کے چھائی بارھویں شب اس مہینے کی

ازل کے روز جس کی دھوم تھی وہ آج کی شب تھی
ارادے ہی میں جو مرقوم تھی وہ آج کی شب تھی

مشیّت ہی کو جو معلوم تھی وہ آج کی شب تھی
جو قسمت کے لئے مقسوم تھی وہ آج کی شب تھی

تنے سر سے فلک نے آج بختِ نوجواں پایا
خزاں دیدہ زمیں پر دائمی رنگِ بہار آیا

اُدھر سطحِ فلک پر چاند تارے رقص کرتے تھے
اِدھر روئے زمیں کے نقش بنتے تھے سنورتے تھے

سمندر موتیوں کو دامنوں میں بھر کے بیٹھے تھے
جبل لعل و جواہر کو مہیّا کر کے بیٹھے تھے!

زمرّد وادیوں میں سبزہ بن کر ہر طرف بکھرا
ہُوئی بارانِ رحمت ہر شجر کا رنگِ رخ نکھرا

ہوائیں پے بہ پے اک سرمدی پیغام لاتی تھیں
کوئی مژدہ تھا جو ہر گوشِ گُل میں کہہ سناتی تھیں

گلے پھُولوں سے ملتے جا رہے تھے پھُول گلشن میں
گلے مِل مِل کے کِھلتے جا رہے تھے پھُول گلشن میں

تبسّم ہی تبسّم تھے نظارے لالہ زاروں کے
ترنّم ہی ترنّم تھے کنارے جوئباروں کے

marfat.com

جہاں میں جشنِ صُبحِ عید کا سامان ہوتا تھا.. فقط شیطان تنہا اپنی ناکامی پہ روتا تھا

نظر آئیں جو محکم فطرتِ کامل کی بنیادیں دھڑک کر زلزلے سے بل گئیں باطل کی بنیادیں

ستُوں مکّے میں قائم ہو گئے جب دینِ بیضا کے گرے غش کھا کے چودہ کنگرے ایوانِ کسریٰ کے

سرِ فاراں پہ لہرانے لگا جب نُور کا جھنڈا
ہُوا اک آہ بھر کر فارسی کا آتشکدہ ٹھنڈا

بجائی آج اسرافیل نے پھر کیف شہنائی ہُوئی فوجِ ملائک جمع زیرِ چرخِ مینائی

ندا آئی دریچے کھول دو ایوانِ قُدرت کے نظارے خود کرے گی آج قُدرت شانِ قُدرت کے

یکایک ہو گئی ساری فضا تمثالِ آئینہ نظر آیا معلّق عرش تک اک نُور کا زینہ

خُدا کی شانِ رحمت کے فرشتے صف بصف اُترے پرے باندھے ہُوئے سب دین و دُنیا کے شرف اُترے

سحابِ نُور آ کر چھا گیا مکّے کی بستی پر ہُوئی پھُولوں کی بارش ہر بلندی اور پستی پر

ہُوا عرشِ معلّیٰ سے نزولِ رحمتِ باری
تو استقبال کو اُٹھی حرم کی چار دیواری

صدا ہاتف نے دی اے ساکنانِ خطّۂ ہستی ہُوئی جاتی ہے پھر آباد یہ اُجڑی ہُوئی بستی

مُبارکباد ہے اُن کے لئے یہ ظلم سہتے ہیں کہیں جن کو اماں ملتی نہیں برباد رہتے ہیں

مُبارکباد بیواؤں کی حسرت ناکامیوں کو — اثر بخشا گیا نالوں کو فریادوں کو آہوں کو
ضعیفوں بیکسوں آفت نصیبوں کو مُبارک ہو — یتیموں کو غُلاموں کو غریبوں کو مُبارک ہو
مُبارک ٹھوکریں کھا کھا کے پیہم گرنے والوں کو — مُبارک دشتِ غُربت میں بھٹکتے پھرنے والوں کو
خبر جا کر سُنا دو کوششِ جہت کے زیر دستوں کو — زبردستی کی جرأت اب نہ ہوگی خُود پرستوں کو
معیّن وقت آیا زور باطل گھٹ گیا آخر — اندھیرا مِٹ گیا ظُلمت کا بادل چھٹ گیا آخر
مُبارک ہو کہ دَورِ راحت و آرام آپہنچا — نجات دائمی کی شکل میں اِسلام آپہنچا
مُبارک ہو کہ ختم المرسلیںؐ تشریف لے آئے — جنابِ رحمۃٌ للعلمینؐ تشریف لے آئے

بصد انداز یکتائی بغایت شانِ زیبائی
اَمیں بن کر اَمانت آمنہؓ کی گود میں آئی

ندا ہاتف کی گونج اُٹھی زمینوں آسمانوں میں — خموشی دب گئی اللہُ اکبرؔ کی اذانوں میں
حریمِ قدس سے میٹھے ترانوں کی صدا گونجی — مُبارکباد بن کر شادیانوں کی صدا گونجی

سلہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (پ۲۲ الاحزاب ع ۵)

تحقیق اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی اس پر بہت درود اور سلام بھیجو۔

marfat.com

بہر سُو نغمۂ صلِّ علیٰ گُونجا فضاؤں میں — خوشی نے زندگی کی رُوح دوڑا دی ہواؤں میں

فرشتوں کی سلامی دینے والی فوج گاتی تھی

جنابِ آمنہؓ سُنتی تھیں یہ آواز آتی تھی

سلام

سلام اے آمنہؓ کے لال اے محبُوبِ سُبحانی

سلام اے فخرِ موجُودات فخرِ نوعِ انسانی

سلام اے ظلِّ رحمانی، سلام اے نُورِ یزدانی

ترا نقشِ قدم ہے زندگی کی لَوحِ پیشانی!

سلام اے سترِ وحدت اے سراجِ بزمِ ایمانی

زہے یہ عزّت افزائی، زہے تشریف ارزانی

ترے آنے سے رونق آگئی گلزارِ ہستی میں

بشریکِ حالِ قسمت ہو گیا پھر فضلِ ربانی

سلام اے صاحبِ خُلقِ عظیم انساں کو سِکھلا دے

یہی اعمالِ پاکیزہ یہی اشغالِ رُوحانی

تری صورت، تری سیرت، ترا نقشا، ترا جلوہ

تبسّم، گفتگو، بندہ نوازی، خندہ پیشانی!

اگرچہ فقرُ فخرِی رُتبہ ہے تیری قناعت کا

مگر قدموں تلے ہے فرِ کسرائی و خاقانی

زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا

بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی

زمیں کا گوشہ گوشہ نُور سے معمُور ہو جائے

ترے پرتَو سے مل جائے ہر اک ذرّے کو تابانی

marfat.com

حفیظِ بے نوا کیا ہے گدائے کوچۂ اُلفت!

عقیدت کی جبیں تیری مروّت سے ہے نورانی

ترا دَر ہو مِرا سر ہو، مِرا دل ہو ترا گھر ہو

تمنّا مختصر سی ہے مگر تمہید طُولانی!

سلام، اے آتشیں زنجیرِ باطل توڑنے والے

سلام، اے خاک کے ٹُوٹے ہوئے دل جوڑنے والے

آنحضرت کے دادا عبدالمطلب کو خبر ملتی ہے

تھے عبدالمطلب کے بیٹے پوتے اور دس[1] بارا — پھلا پھولا نظر آتا تھا اپنا خاندان سارا
اگرچہ بولہب، عباس، حمزہ اور ابوطالب — سبھی زندہ تھے عبداللہ کا غم تھا مگر غالب
جوانی کے دنوں میں اک نرالا خواب[2] دیکھا تھا — درختِ نسلِ ہاشم اس قدر شاداب دیکھا تھا

---

[1] بیان کیا جاتا ہے کہ عبدالمطلب کے بہت بیٹے تھے۔ حارث، زبیر، ابوطالب، عبدالکعبہ، عبداللہ، ابولہب، مقوم، حجل وغیرہ۔ حمزہ، ضرار، قثم، عباس، غیداق، مصعب۔ مگر مورخین کو دس کے حالات معلوم ہوئے ہیں۔ ان میں سے اکثر کی اولاد چلی اور اب تک نسل باقی ہے۔ یہ سب مُطلبی کہلاتے ہیں۔ زُبیر، اُبوطالب اور عبدالکعبہ اور عبداللہ یہ چاروں ایک ماں کے بطن سے تھے۔ (دیکھو رحمۃ للعلمین جلد دوم صفحہ ۷۰)

[2] مولوی عبدالحلیم شرر نے اپنی کتاب خاتم المرسلین میں اس خواب کی تفصیل عبدالمطلب کی زبان سے اس طرح بیان کی ہے "عبدالمطلب کا بیان ہے کہ میں ایک دن کعبہ کے کٹہرے کے اندر سو رہا تھا ناگہان کیا دیکھتا ہوں کہ ایک درخت زمین سے اُگا اور بڑھنے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے آسمان سے جا لگا۔ اور اس کی ٹہنیاں مشرق و مغرب تک پھیل گئیں۔ پھر اس میں ایک روشنی نظر آئی جس سے صاف روشنی میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ پھر کیا دیکھتا ہوں کہ اہلِ عرب و عجم اس کے سامنے جھک رہے ہیں۔ اور وہ درخت باعتبار عظمت و روشنی ساعت بساعت بڑھتا جا رہا ہے۔ اسی حالت میں قریش میں سے بعض لوگ تو اس کی ٹہنیوں سے لپٹ گئے اور بعض نے ارادہ کیا کہ اسے کاٹ ڈالیں جب اس کے قریب پہنچے تو ایک نورانی نوجوان نمودار ہوا جس سے خوشبو کی لپٹیں آ رہی تھیں۔ اس نے آتے ہی ان سب کو مار کے ہٹا دیا۔ اور ایسے حملے کئے کہ ان کی پیٹھیں توڑ ڈالیں اور آنکھیں نکال لیں۔ یہ دیکھ کر میں نے چاہا کہ ہاتھ بڑھا کر درخت کی کوئی شاخ پکڑوں مگر نہ پا سکا (ختم المرسلین)

marfat.com

کہ اس کے سائے میں دونوں جہاں معلوم ہوتے تھے
مکاں ولامکاں دو ٹہنیاں معلوم ہوتے تھے

وہ عبداللہ کو اس خواب کی تعبیر سمجھے تھے
اسی رُخ کو کتابِ نور کی تفسیر سمجھے تھے

جوانی ہی میں لیکن ہوگیا جب انتقال ان کا
رہا بوڑھے پدر کے قلب میں رنج و ملال ان کا

جوانا مرگی فرزند سے ناشاد رہتے تھے
بچاری حاملہ بیوہ بہو کا رنج سہتے تھے

طوافِ کعبہ کرنا صبح کا معمول تھا ان کا
دعا ہی کر بہوا کرتا تھا ظاہر مدعا ان کا

دعا یہ تھی کہ یارب نعمتِ موعود مل جائے
بہو ہاشم کا مرجھایا ہوا گلزار کھل جائے

یونہی اِک روز معمولاً طوافِ کعبہ کرتے تھے
فلک کو دیکھتے تھے اور آہِ سرد بھرتے تھے

اچانک صبح کی پہلی کرن بنستی ہوئی آئی
مبارک باد کہہ کر یہ خبر دادا کو پہنچائی

کہ رحمت نے تری سوکھی ہوئی ڈالی ہری کردی
تری بیوہ بہو کی گود اپنے نور سے بھر دی

ملا ہے آمنہ کو فضلِ باری سے یتیم ایسا
نہیں ہے بحر ہستی میں کوئی دُرِ یتیم ایسا

کعبۂ مقصودِ عالم کا طوافِ کعبہ

مُنا سرداریِ مکہ یہ نوید جاں فزا سُن کر
اوٹھے شکر کرکے جلد پہنچا آمنہ کے گھر

جنابِ آمنہؓ تھیں شوہرِ مرحوم کے گھر میں[1]
نظر آتی تھی آج اس گھر میں آبادی ہی آبادی
حسیں آنکھیں کہ جن سے کلفتیں معدوم ہوتی تھیں
اُٹھایا گود میں دادا نے عالی قدر پوتے کو
شجر رستے میں استادہ ہوئے تعظیم کی خاطر
نظر میں آج دُنیا کچھ نئی معلوم ہوتی تھی
طوافِ کعبہ کرنے جا رہا تھا قبلۂ عالم
وہی کعبہ جو ابراہیمؑ کے ایمان کا گھر تھا
بلائیں لے رہا تھا آج گویا گرد پھر پھر کر
یہاں سے ہو کے عبدالمطلب فی الفور گھر پلٹے

مجتمع سورۂ والشمس کی تفسیر تھی بر میں
انگوٹھا چوستا تھا اس جگہ انسان کا ہادیؐ
فلک کو کچھ سبق دیتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں
دکھانے لے چلا حق کا مقامِ صدر پوتے کو
حجر قدموں کے آگے بچھ گئے تسلیم کی خاطر
بہر سو زندگی ہی زندگی معلوم ہوتی تھی
کہ جس کی ذات سے حق کی بنائیں ہو گئیں محکم
جو انسانوں کے ہاتھوں ہر بتِ بے جان کا گھر تھا
ھُوَاللّٰہُ اَحَدْ کہتے تھے بُت سجدے میں گر گر کر
خُدا سے خیر و برکت کی دعائیں مانگ کر پلٹے

---

[1] یہ مکان بطاح میں واقع تھا۔ اور بعد کے زمانے میں ابو یوسف کا مکان کہلاتا تھا۔ آنحضرتؐ نے یہ مکان بعد فتح مکہ عقیل بن ابی طالب کو دے ڈالا تھا عقیل کے بعد ان کی اولاد نے حجاج بن یوسف کے بھائی محمد یوسف کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اس نے جب اپنا مکان تعمیر کیا تو اس مکان کو بھی اس میں شامل کر لیا۔ اور اسی وجہ سے محمد بن یوسف کے نام سے مشہور ہوا۔ ابنِ عباس کے زمانے میں خلیفہ ہارون الرشید کی ماں خیزران نے اس متبرک زمین کو اپنے قبضہ میں کر کے وہاں ایک مسجد تعمیر کرا دی۔ (کامل۔ ابنِ اثیر)

marfat.com

امانت آمنہؓ کی آمنہؓ کے بر میں پہنچا دی — غلام اور لونڈیوں نے اس خوشی میں پائی آزادی

بشارت کے مطابق آمنہؓ نے نام بتلایا — فرشتوں نے بتایا تھا کہ احمدؐ ہے تیرا جایا

کہا دادا[1] نے اے بیٹی مرا پوتا محمدؐ ہے — کہ دنیا بھر کے انسانوں سے اعلیٰ اور امجد ہے

عرب کی دودھ پلائیاں

حلیمہ سعدیہؓ کی غریبی

شریفانِ عرب کا قاعدہ تھا اس زمانے میں — کہ بچے ان کے پلتے تھے کسی بدوی گھرانے میں

اسی مقصد سے بدوی عورتیں ہر سال آتی تھیں — بڑے شہروں سے نوزائیدہ بچے لے کے جاتی تھیں

پلا کر دودھ اپنا پالتی تھیں نونہالوں کو — عوض دولت میں دیتا پڑتا تھا اولاد والوں کو

---

[1] اور تو اور۔ ابولہب نے بھی آپ کی ولادت کا مژدہ سن کر اپنی ایک لونڈی ثویبہ نامی کو آزاد کر دیا تھا یہی وہ خوش نصیب عورت تھی جس نے پہلے پہل آنحضرت کی دایہ بننے اور دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی۔

[2] دادا نے آنحضرت کا نام محمدؐ اور ماں نے خواب میں ایک فرشتے سے بشارت پا کر احمدؐ رکھا (رحمۃ للعالمین صفحہ ۱۹) ہے کہ زمین پر میرا نام محمد اور آسمان پر احمد ہے۔ (دیکھو خطبات احمدیہ۔ سرسید احمد کے مضامین)

[3] حضرت حلیمہ سعدیہ کا اسلام لانا ثابت ہے۔ ابن ابی خیثمہ نے تاریخ میں ابن جوزی نے حدائق میں۔ منذری نے ترغیب و ترہیب میں ابن حجر نے "اصابہ" میں ان کے اسلام لانے کی تصریح ہے ان کے اسلام پر ایک مختصر رسالہ لکھا ہے جس کا نام التحفۃ الحلیمیہ فی الاسلام حلیمہ ہے۔ عہد نبوت میں جب وہ آپ کے پاس آئیں تو آپ نے "میری ماں" کہہ کر پکارا تھا۔ (سیرت النبی)

جو بچے اس طرح سے کاٹتے تھے دن رضاعت کے
بڑے ہو کر نظر آتے تھے وہ پتلے شجاعت کے

یہ بچے سختیوں کو کھیل بچوں کا سمجھتے تھے
یہ تلواروں کی جھنکاروں کو اِک نغمہ سمجھتے تھے

چنانچہ شہر میں اِمسال بھی کچھ عورتیں آئیں
بیابانوں سے اپنے ساتھ نہریں دُودھ کی لائیں

قریشی نسل کے اطفال کی ہر دل میں خواہش تھی
امیروں کا کوئی بچہ ملے یہ سخت کاوش تھی

یہ دایہ عورتیں تھیں سعد کے بدوی[1] قبیلے کی
اِنھیں میں تھی حلیمہؓ سعدیہ اور اس کا شوہر بھی

حلیمہ قافلے بھر میں غریب اور سب سے کمتر تھی
پھر اس کی اُونٹنی بھی دُبلی پتلی اور لاغر تھی

بچاری قافلے کے پیچھے پیچھے چلتی آتی تھی
حلیمہؓ چُپ تھی بچہ ساتھ تھا اور خشک چھاتی تھی

گھروں میں مقدرت والوں کے پہنچیں عورتیں ساری
حلیمہؓ رہ گئی ڈیرے پہ بیٹھی شرم کی ماری

وہ زرداروں کے بچے لے کے واپس لوٹ بھی آئیں
حلیمہؓ سعدیہ نے دو کھجوریں بھی نہیں پائیں

بالآخر قافلے کی واپسی کا روز آپہنچا
بچاری کے لئے اِک ناوکِ دلدوز آپہنچا

شکستہ خاطری سے اب دلِ مایوس بھر آیا
مرادیں سب نے پائیں ہائے مَیں نے کچھ نہیں پایا!

اٹھی اس سوچ میں جا کر طوافِ کعبہ آؤں
وہاں سے آ کے سوچوں گی کہ ٹھہروں یا چلی جاؤں

---

[1] ہوازن کا قبیلہ جو بنی سعد بھی کہلاتا تھا، فصاحت و بلاغت میں مشہور ہے۔ ابن سعدؒ نے طبقات میں روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ مَیں تم سب سے فصیح تر ہوں۔ کیونکہ میں قریش کے خاندان سے ہوں اور میری زبان سعد کی زبان ہے۔

marfat.com

مری قسمت بھلی ہوتی تو کوئی رِفل مِل جاتا
غریبی میں اُس کو پال لیتی مجھ سے مِل جاتا

بلا سے دُودھ کم ہے تو بھی وہ مجھ کو خوشی دیتا
مرا بچہ بیچارا اُونٹنی کا دُودھ پی لیتا!

یہ باتیں سوچتی تھی دل ہی دل میں رو دی جاتی تھی
کوئی بچہ نظر آئے تو بیکل ہوتی جاتی تھی

اچانک اس کو عبدالمطلب نے دُور سے دیکھا
حلیمہ کو بلایا رنج و غم کا ماجرا پوچھا

کہا میں سعدیہ عورت ہُوں یعنی بدویہ دایا
ہے نام میرا میں نے کوئی بچہ نہیں پایا

قبیلے والیاں لائی ہیں کیسے پھُول سے لڑکے
رہی جاتی ہُوں میں اور قافلے کا کوچ ہے تڑکے

ہنسے یہ سُن کے عبدالمطلب اور ہنس کے فرمایا
کہاں اے نیک بی بی! اے حلیمہ سعدیہ دایا

حلیمی اور سعادت خُوبیاں دو پاس ہیں تیرے
انہی دونوں کے باعث کام سارے اس میں تیرے

مرے پاس ایک بچہ ہے پدر جس کا نہیں زندہ
مگر اک خاص جلوے سے ہے چہرہ اس کا تابندہ

تمہارے ساتھ والی عورتیں بھی گھر میں آئی تھیں
زر و انعام پانے کی امیدیں ساتھ لائی تھیں

یتیم اور بے سر و سامان بچہ تُو اگر چاہے
اسے لے جا اگر بدلہ نہ چاہے اور نہ زر چاہے

یہ کہہ کر ایک ہلکا سا تبسم آگیا لب پر
یہ معنی تھے مرا بچہ ہے بالاملک جہاں سب پر

حلیمہ نے کہا دریافت کرلوں اپنے شوہر سے
مبادا وہ خفا ہو اور میری جان پر برسے

یہ کہہ کر جلد جلد آئی حلیمہ اپنے ڈیرے پر
کہا قسمت سے بچہ مل گیا ہے مجھ کو اے شوہر

مگر اس کا پدر زندہ نہیں کہ دو تو لے آؤں — یہاں سے قافلے کے ساتھ خالی گود کیا جاؤں
ہماری ساتھنیں بچوں کی دولت لے کے جائیں گی — ہنسیں گی مجھ پہ طعنے دیں گی سو باتیں بنائیں گی
کہا شوہر نے ہاں لے آؤ شاید کچھ بھلائی ہو — ہماری بہتری اس فعل کی صورت میں آئی ہو
اگرچہ اونٹنی کا اور تمہارا دودھ بھی کم ہے — مگر مالک کی رحمت پر بھروسہ ہے تو کیا غم ہے

آنحضرتؐ کے بچپن کی برکات

حلیمہؓ جلد عبدالمطلب کے پاس لوٹ آئی — وہ اس کوے کے گھر پہنچے کتابِ نور دکھلائی
جو دیکھا آمنہؓ کو آمنہؓ کے لال کو اس نے — خوشی سے تج دیا دنیا کے جاہ و مال کو اس نے
یہی وہ ماں تھی جس سے مادرِ گیتی کی عزت تھی — یہی بچہ تھا جس سے خالقِ ہستی کی عظمت تھی
حلیمہؓ نے اٹھایا آ کے بچہ دستِ الفت پر — برستا تھا تبسم سادگی بن بن کے صورت پر
کسی نے بھی نہ پائی تھی وہ دولت مل گئی اس کو — جو تھی معنی ہی معنی اب وہ صورت مل گئی اس کو
چلی ڈیرے کی جانب آج ایسے نور کو لے کر — مہ و خورشید صدقے ہو رہے تھے جس کے قدموں پر
پلایا دودھ جب اس طفل کو تو ہو گئی حیراں — کہ چھاتی بن گئی تھی دودھ کی اک نہر بے پایاں
یہ برکت روزِ اوّل ہی سے دیکھی جب حلیمہ نے — ہوئی حیران، اندیشے مٹائے سب حلیمہؓ نے

marfat.com

کیا سیراب اپنے دُودھ سے اپنے پسر کو بھی — مُلا کر دونوں بچوں کو خوشی سے خود بھی جا سوئی

یتیمِ مکہ صحرائی گھر کی طرف

برسحائے اپنے اپنے اونٹ سب نے نُور کے تڑکے — کجاووں پر تھیں دایہ عورتیں اور ساتھ کے لڑکے

اُٹھا شوہر حلیمہؓ کا اور اپنی اُونٹنی لایا — حلیمہ اور دونوں بچوں کو اک ساتھ جھلایا

چلا خُود آپ پیدل اونٹنی دُبلی تھی بیچاری — کسی صورت نہ ہو سکتی تھی اس پر سب کی اسواری

جب آئے تھے تو پیچھے تھک کے رہ جاتی تھی منزل سے — وہ اپنے آپ ہی کو لے کے چل سکتی تھی مشکل سے

مگر آج اُس نے دکھلائی کچھ ایسی تیز رفتاری — جو آگے چل رہی تھیں اب وہ پیچھے رہ گئیں ساری

یکایک ہمرہوں کے پاس سے جس دم گذرتی تھی — تو ہر عورت تعجب کا وہیں اظہار کرتی تھی

وہی پہلی ہے تیری اُونٹنی یا اَور ہے کوئی — نہیں پہلی کہاں، ایماں سے کہنا اَور ہے کوئی

حلیمہؓ کہتی تھی ہاں ہاں وہی تو ہے وہی تو ہے — یہ سرپٹ ناک ہی یہ تھوتھنی ہر شے وہی تو ہے

یہ سُن کر عورتیں بیچاریاں حیران ہوتی تھیں — نگاہیں گرد پھر پھر کر بلا گردان ہوتی تھیں

حلیمہؓ کی سواری اس قدر جب تازہ دم دیکھی — سوار اس اُونٹنی پر ہو گیا اب اس کا شوہر بھی

مگر یہ ہو گئی تھی تیز رَو اَور برق دم ایسی — کہ سارے قافلے سے پہلے منزل پر پہنچتی تھی

بیابان پر ابرِ رحمت کا سایہ

بچاری اُونٹنی کا دُودھ کم کیا تھا بہت کم تھا
مگر اس مرتبہ منزل پہ آ کر جب اسے دوہا

تو اتنا دُودھ نکلا جو زیادہ تھا ضرورت سے
لگے منہ دیکھنے اِک دُوسرے کا دونوں حیرت سے

کہا شوہر نے اے بی بی یہ اس بچے کی برکت ہے
اسی کا صدقہ ہے ورنہ ہماری کیا لیاقت ہے

حلیمہؓ نے کہا واللہ مَیں بھی ہوں بہت حیراں
نظر آتا ہے مُجھ کو ہاشمی لڑکا بہت ذی شاں،

مسرت ہوتی ہے جب اِس کا چہرہ دیکھتی ہوں مَیں
کہ اس پر طُور کے پھُولوں کا سہرا دیکھتی ہُوں مَیں

غرض اس شان سے مائی حلیمہ اپنے گھر آئی
متاعِ دُنیوی واُخروی آغوش میں لائی!

یہاں پر قحط تھا ہر سُو، نہ دانہ تھا نہ چارا تھا
کہ اب تک مینہ نہ برسا تھا یہاں جس کا سہارا تھا

مویشی مر رہے تھے لوگ فاقے کر رہے تھے سب
بتوں سے اپنے اپنے دیوتا سے ڈر رہے تھے سب

حلیمہؓ کی زمیں کا حال سب لوگوں سے بدتر تھا
نکمّی تھی زمیں اُس کا زیادہ حصّہ بنجر تھا

وہ لے آئی تھی لیکن گھر میں اس سامانِ رحمت کو
مٹایا جس کی ذاتِ پاک نے ہر ایک زحمت کو

چَرائی کے لئے ہر صُبح اُس کی بکریاں جاتیں
خُدا کے فضل سے سب سیر ہو کر پیٹ بھر آتیں

حلیمہؓ اور کنبہ بکریوں کے دُودھ پر جیتے
پلاتے دُودھ مہمانوں کو بھی اور آپ بھی پیتے

marfat.com

قبیلے والے بھی سیراب تھے اس ابرِ رحمت سے — یتیمی کے سبب انکار تھا جس کی رضاعت سے
سبھی حیران تھے لیکن انہیں اس کی خبر کیا تھی — کہ رحمت کی نظر مفلس ملیمہؓ ہی کی جو یا تھی

رہے محروم اِس دولت سے دولت ڈھونڈنے والے
سبھی کچھ پا گئے دامانِ رحمت ڈھونڈنے والے

حلیمہ کا گھرانا خوش تھا اپنی خوش نصیبی پر — یہ بچہ ایک دامن تھا یتیمی پر غریبی پر
تھا اِک سادہ سے گھر میں دولتِ کونین کا وارث — رضاعی ماں حلیمہؓ تھی رضاعی باپ تھا حارثؓ[1]
رضاعی بہنیں شیمہ[2] اور انیسہ بس یہی دو تھیں — عفیفہ تھیں محبت کرنے والی تھیں دعا گو تھیں
رضاعی بھائی دو تھے جن میں عبداللہ[3] ہمسن تھا — یہ سب نگراں تھے جب اللہ کا محبوب کمسن تھا

رضاعت سے بعثت تک کا بیان

نجاتِ دو جہاں تھی جس کے دامانِ کریمی میں — وہ بچہ پل رہا تھا آج آغوشِ یتیمی میں

---

[1] مائی حلیمہ کے شوہر حارث بن عبدالعزیٰ آنحضرت کی بعثت کے بعد مکے میں آئے تھے اور مسلمان ہو گئے۔ آپ نے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ "یہ آپ کیا کہتے ہیں؟" آنحضرت نے فرمایا "ہاں وہ دن آنے والا ہے کہ میں تجھ کو دکھا دوں گا کہ میں سچ کہتا تھا" حارث فوراً ایمان لے آئے۔ (سیرت النبیؐ)

[2] ان کا نام حذافہ تھا۔ شیمہ کے لقب سے مشہور تھیں۔

[3] عبداللہ اور شیمہ کا اسلام لانا ثابت ہے۔ باقیوں کا حال معلوم نہیں۔ (سیرت النبی)

وہ بچپن ہاں وہ بچہ جو سبق آموزِ دُنیا تھا
مگر تقدیس تھا لیکن نظر افروزِ صحرا تھا

تمنا تھی حفیظ اے کاش عمرِ نوح مل جاتی
مرے قالب کو اک جبریلؑ کی سی رُوح مل جاتی

بیاں کرتا میں حالِ نونہالِ گلشنِ خوبی
دکھاتا قدرتِ حق کا کمالِ شانِ محبوبی

وہ بچپن کا زمانہ کس طرح گذرا بیاں کرتا
حقیقت کا فسانہ پردے پردے میں عیاں کرتا

بیاں کرتا حلیمہؓ دودھ کیسا، جان دیتی تھی
بیاں کرتا انیسہ گود میں کس طرح لیتی تھی

بیاں کرتا کہ شیما لوریاں دیتی تھی کیا کہہ کر
جسے ھٰذا اَخِیْ[1] کا خیال آتا تھا رہ رہ کر

بیاں کرتا کہ بھیڑ اور بکریاں بھی سجدے کرتی تھیں
فضائے دشت کی چڑیاں بھی دم اُلفت کا بھرتی تھیں

بیاں کرتا کہ سورج شرق پر کیوں جگمگاتا تھا
بیاں کرتا زمیں پر چاند کیوں چادر بچھاتا تھا

بیاں کرتا کہ ستارے رات بھر کیوں رقص کرتے تھے
بیاں کرتا کہ صبح و شام کیوں یہ رنگ بھرتے تھے

بیاں کرتا کہ فطرت خود بخود کس طرح پلتی ہے
اندھیرے سے تجلی کی سحر کیونکر نکلتی ہے

بیاں کرتا ہے شقِّ صدر کی اصلی حقیقت کیا
ہوا کیوں چاک سینہ اور تھی اس کی ضرورت کیا؟

---

[1] شیما آپ کو لوری دیتی اور یہ مصرعے پڑھتی تھی۔

ھٰذا اخی لم تلدہ امی	یہ میرا بھائی ہے جو نہ میری ماں کے بطن
ولیس من نسل ابی وعمی	سے ہے نہ میرے باپ اور چچا کی نسل سے
فانمہ اللھم فیما تنمی	اے اللہ اسے بڑھا کر بڑا کر۔ (سیرت الحبیب جلد ۱)

marfat.com

بیاں کرتا کہ آنحضرت کا بچپن کس طرح گذرا
لڑکپن کے چمن سے سروِ گلشن کس طرح گذرا

بیاں لازم تھا صحرائی وطن سے گھر میں آنے کا[1]
محمدؐ کے دوبارہ دامنِ مادر میں آنے کا[2]

مدینے کے سفر میں ماں کی ہمراہی بیاں کرتا
پدر کے مدفنِ راحت سے آگاہی بیاں کرتا[3]

بیاں کرتا وفاتِ آمنہؓ کا حالِ حسرت زا
بیاں کرنا مقدس ہوگیا کیوں خطۂ ابوا[4]

بیاں کرتا کہ جب اٹھتا ہے سر سے سایۂ مادر
یتیم اس وقت آنسو پونچھتے ہیں منہ سے کیا کہہ کر

بیاں کرتا کہ جب غربت میں یہ صدمہ گذرتا ہے
وہ شش سالہ یتیم اس وقت کیسا صبر کرتا ہے

بیاں کرتا کہ پھر مکے میں آتے حضرتِ والا[5]
بیاں کرتا کہ عبدالمطلب نے کتنے دن پالا

---

[1] دو برس کی رضاعت کے بعد اوّل بار حلیمہ آپ کو لیکر مکہ میں آئیں لیکن حلیمہؓ کو آپ سے محبت ہوگئی تھی اور غیبی برکات کے سبب آپ کو جدا کرنے کو جی نہ چاہتا تھا۔ پھر مکے میں ان دنوں وبا پھیلی ہوئی تھی۔ اس لئے بصد اصرار واپس لے گئیں۔ (خاتم المرسلین)

[2] اس میں اختلاف ہے کہ حضرت حلیمہؓ کے ہاں کتنے برس رہے۔ ابن اسحاق نے وثوق کے ساتھ چھ برس لکھا ہے۔ (سیرت النبی)

[3] آپ کی والدہ آپ کو ساتھ لیکر مدینے گئیں، چونکہ آنحضرتؐ کے دادا کی ننہال خاندان نجار میں تھی۔ اس لئے وہیں ٹھہریں۔ حضرت آمنہؓ اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کے لئے گئی تھیں۔ جو مدینہ میں مدفون تھے۔ (سیرت النبی)

[4] واپس آتے ہوئے جب مقام ابوا پر پہنچیں تو سیدہ آمنہؓ کا انتقال ہوگیا اور اسی جگہ مدفون ہوئیں۔ ابوا ایک گاؤں کا نام ہے جو جحفہ سے ۳ میل پر واقع ہے۔ (رحمۃ للعلمین)

[5] مدینے کے سفر میں حضرت آمنہ کے ساتھ ام ایمنؓ بھی تھیں جو حضرت آمنہ کی لونڈی تھیں۔ آنحضرتؐ کو حلیمہ سے پہلے کچھ دن دودھ بھی پلا چکی تھیں۔ چنانچہ جب حضرت آمنہ کا ابوا میں انتقال ہوگیا تو ام ایمن آنحضرتؐ کو ساتھ لے کر مکہ میں آئیں۔ (مصنف)

وہ عبدالمطلب کا سایۂ شفقت[1] بھی اُٹھ جانا — وہ اس نورِ حقیقی کا ابوطالب[2] کے گھر آنا
چچا کا پرورش کرنا بھتیجے کا بڑے ہونا — وہ کرنا کام کاج اور اپنے پیروں پر کھڑے ہونا
وہ سن دس سال کا دن بکریوں کی گلّہ بانی[3] کے — لڑکپن سادگی کا پیش خیمے نوجوانی کے
یہ گلّہ بانیٔ اقوام کی تمہید تھی گویا — سلف کے ہادیانِ قوم کی تائید تھی گویا
چچا کے ساتھ ارضِ شام کا لمبا سفر کرنا — یہودی اور مسیحی راہبوں کے دل میں گھر کرنا[4]
نرالی تھی متانت جس طرح اس کے لڑکپن کی — نرالی تھی جوانی بھی جوانِ پاک دامن کی

---

[1] عبدالمطلب نے بیاسی برس کی عمر میں وفات پائی اور حجون میں مدفون ہوئے۔ آنحضرت کی عمر آٹھ برس کی تھی۔ عبدالمطلب کا جنازہ اٹھا تو آپ فرطِ محبت سے آنسو بہاتے ہوئے ساتھ ساتھ گئے تھے۔ (سیرت النبیؐ)

[2] عبدالمطلب نے مرتے وقت اپنے بیٹے ابوطالب کو آنحضرت کی تربیت سپرد کی اور ابوطالب نے اس فرض کو اپنی موت کے دن تک اس طرح نبھایا کہ نظیر نہیں ملتی۔ عبدالمطلب کے دس بیٹے مختلف ازواج سے (موجود) تھے۔ ان میں سے آنحضرت صلعم کے والد عبداللہ اور ابوطالب ماں جائے بھائی تھے۔ اس لئے عبدالمطلب نے آپ کو ابوطالب ہی کے آغوشِ تربیت میں دیا۔ ابوطالب آپ سے اس قدر محبت رکھتے تھے کہ آپ کے مقابلے میں اپنے بچوں کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ سوتے تو آنحضرت کو ساتھ لے کر اور باہر جاتے تو آپ کو ساتھ لے کر جاتے۔ (سیرت النبیؐ)

[3] طبقات میں ابن سعد نے جلد اول میں بخاری نے کتاب الاجارہ میں آنحضرت صلعم کا قول نقل کیا ہے کہ میں قراریط پر مکہ [illegible] چرایا کرتا تھا۔ ابراہیم حربی کے قول کے مطابق قراریط ایک مقام کا نام ہے جو اجیاد کے قریب ہے۔ (مصنف)

[4] مورخین نے بحیرا راہب کا قصہ تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ بصرہ کے مقام پر اس راہب نے آسمانی کتابوں کی بشارتوں اور پیشگوئیوں کے مطابق دیکھ کر آپ کو پہچان لیا۔ اسی طرح بعض یہودیوں کے کاہنوں نے آپ کو پہچان لیا کہ یہی وہ نبیؐ ہیں جس کی خبر انبیائے سلف دیتے چلے آئے تھے۔ (مصنف)

marfat.com

شرافت ہو جہاں حُسنِ ازل کا دائمی گہنا — سکھاتا ہے وہی پاکیزہ رہنا خوش چلن رہنا
الگ رہنا وہ رسمِ رزم و بزمِ جاہلیت[1] سے — وہ نفرت شرک سے اور مشرکوں کے ساتھ شرکت سے
وہ عہدِ[2] تام مظلوموں کی امداد و اعانت کا — وہ آوازہ صداقت کا دیانت کا امانت کا
وہ خُوش خُلقی وہ دانائی وہ شانِ نیک کرداری — صداقت کی تجارت[3] پیشگی وہ راست گفتاری
یہ سب کچھ میں بیاں کرتا نہایت لُطف لے لے کر — تواریخی و قرآنی حوالے ساتھ دے دے کر

---

[1] آپ نے لڑکپن میں بھی نہ تو کبھی بتوں کی تعظیم کی، نہ کوئی چڑھاوا چڑھایا۔ بلکہ بتوں پر چڑھائی ہوئی چیز بھی کبھی استعمال نہ کی۔ جوانی میں جب تک نبوت تفویض نہ ہوئی تھی آپ تمسکِ حنیفِ ابراہیمیہ کے پابند تھے اور سچے خدا ذوالجلال کے سوا کسی کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ آپ خانہ کعبہ میں جاتے تھے اور اسے معبدِ الٰہی مانتے تھے لیکن آپ نے کبھی ان بتوں کی طرف خیال نہیں کیا جو اندرونِ کعبہ مشرکین نے رکھ چھوڑے تھے۔ ساری قوم ان بتوں سے حاجتیں طلب کرتی تھی مگر آپ کعبہ میں جا کر بتوں سے منہ پھیر کر فرماتے لبیک حقاً تعبداً و صدقاً عذت بما عاذ بہ ابراھیم یعنی اللہ تیری درگاہ میں حاضر ہوں۔ حق پسندی عبادت گزاری اور سچائی کے ساتھ اور اس سے پناہ مانگتا ہوں جس سے ابراہیم نے پناہ مانگی۔ (مصنف)

[2] آنحضرت نے مکے کے چند آدمیوں کو ساتھ لیکر ایک عہد باندھا تھا کہ ہم میں سے ہر شخص مظلوم کی حمایت کرے گا۔ اور کوئی ظالم مکے میں نہ رہنے پائے گا۔ آنحضرت صلعم عہدِ نبوت میں فرمایا کرتے تھے کہ اس معاہدہ کے مقابلے میں اگر مجھ کو سرخ رنگ کے اونٹ بھی دیے جاتے تو میں نہ بدلتا۔ اور آج بھی ایسے معاہدے کے لئے کوئی بلائے تو میں حاضر ہوں۔ (مصنف)

[3] آپ نے جوانی میں کاروبارِ تجارت اختیار کیا۔ اور اسی سلسلے میں یمن، شام، بصرہ وغیرہ کے سفر بھی کیے۔ اور سب میں کامیاب و دیانتدار اور خوش معاملہ تاجر کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔ بعض لوگ تجارت میں آپ کے شریک بھی رہے ہیں چنانچہ سائب بن ابی سائب آپ کے شریک تھے۔ سائب کا بیان ہے کہ میں آپ کی معاملت اور دیانت داری سے ہمیشہ خوش رہا۔ (کبیر رحمۃ معجمین)

بیاں کرتا خدیجہؓ کی شرافت کو نجابت کو — وہ جس کا مال لے کر آپ نکلے تھے تجارت کو
بیاں کرتا کہ آیا کس طرح پیغامؑ شادی کا — سبق دیتا جہانِ شوق کو عالی نہادی کا
بیاں کرتا کہ یہ شادی بشر کی خوش نصیبی تھی — محمدؐ پاک شوہر تھا خدیجہؓ پاک بی بی تھی
بیاں کرتا کہ گزری ازدواجی زندگی کیسیؑ — نظر والوں کو ملتی روح کی تابندگی کیسی
محبت ہی سے تہذیب و تمدّن کی ہیں بنیادیں — بیاں کرتا کہ دیں اللہ نے کیسی پاک اولادیںؓ

۱؎ اُم المومنین حضرت خدیجہ رضؓ ایک شریف النفس پاکیزہ اخلاق (قریش کے ایک نہایت معزز گھرانے کی) خاتون تھیں۔ آپ کے والد کا نام خویلد تھا جو مکّے کے معزز رئیس تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب پانچ پشت اوپر آنحضرت صلعم کے سلسلہ نسب سے مل جاتا ہے یعنی خدیجہ ابن خویلد ابن اسد ابن عبد العزیٰ ابن قصی، عبد العزیٰ حضرت عبد المطلب کے دادا عبد مناف بن قصی کے بھائی تھے۔

۲؎ خدیجہ بیوہ ہو چکی تھیں۔ آپ کی تجارت اس بیوگی کی حالت میں بھی دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ آپ نے آنحضرت کی تجارتی دیانت، راستبازی، حسنِ معاملت اور پاکیزہ سیرت کا شہر سنا تو آنحضرت کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ میرا مالِ تجارت لیکر شام کو جائیں۔ بصریٰ سے واپسی پر حضرت خدیجہ نے آپ کے پاس شادی کا پیغام بھیجا۔ تاریخ معین پر ابو طالب رضؓ حمزہ رضؓ اور تمام رؤسائے خاندان خدیجہ کے مکان پر تھے۔ ادھر سے عمرو بن اسد یعنی حضرت خدیجہ کے چچا نے خطبہ پڑھا۔ ادھر سے ابو طالب نے۔ پانچ سو طلائی درہم مہر مقرر ہوا تھا۔ (مصنّف)

۳؎ حضرت خدیجہ چونکہ نہایت شریف النفس اور پاکیزہ اخلاق تھیں۔ جاہلیت میں لوگ ان کو طاہرہ کے نام سے پکارتے تھے (مصنف)

۴؎ آنحضرت کی عمر شادی کے وقت ۲۴ سال کی اور حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ آنحضرت نے خدیجہ کی زندگی میں دوسری شادی نہ کی۔ (مصنّف)

۵؎ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جس قدر اولادیں ہوئیں (بجز حضرت ابراہیم کے) حضرت خدیجہ ہی کے بطن سے ہوئیں۔ (مصنّف)

marfat.com

بیاں کرتا کہ قاسم طیبؓ و طاہرؓ یہ تھے بیٹے — کہ بچپن ہی میں جو آرام سے تربت میں جا لیٹے

خدیجہؓ ہی سے حق نے آپ کو سب بیٹیاں بھی دیں — یہ زینبؓ اور رقیہؓ ام کلثومؓ اور زہراؓ تھیں

بیاں کرتا محبت کس قدر تھی رشتہ داروں سے — عزیزوں دوستوں سے شہریوں سے اور یاروں سے

بیاں کرتا عرب میں عام تھا لطف و کرم اُس کا — یتیموں اور بیواؤں کے دل میں تھا بھرم اُس کا

بیاں کرتا کہ سارا ملک کہتا تھا امیں اُس کو — پچھتا تھا رحمتِ باری نے ختم المرسلیں اُس کو

قبائل کا بہم تعمیرِ کعبہ کے لئے آنا — وہ سب کا سنگِ اسود کے اٹھانے پر جھگڑ جانا

لہو سے ہاتھ بھر نا لڑنے مرنے کی قسم کھانا — گھٹاؤں کی طرح غصّے کے طوفانوں کا گھر آنا

وہ ہٹ وہ ضد وہ اپنوں کا سراسر غیر ہو جانا — مگر خیر الامیں کا آ کے وجہِ خیر ہو جانا

سلہ کعبہ کی تعمیر سیلاب وغیرہ کے سبب کمزور ہو گئی۔ لہٰذا قریش نے ارادہ کیا کہ اسے دوبارہ تعمیر کریں۔ عرب کے تمام قبائل اس مذہبی کام میں حصہ لینے کے لئے اکٹھے ہو گئے اور عمارت کے مختلف حصے آپس میں تقسیم کر لئے تاکہ کوئی قبیلہ اس شرف سے محروم نہ رہ جائے۔ لیکن جب حجرِ اسود کے نصب کرنے کا وقت آیا تو سخت جھگڑا ہوا۔ ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ یہ خدمت اس کے ہاتھ سے انجام پائے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ تلواریں کھنچ گئیں۔ (سیرت النبیؐ)

سلہ عرب میں دستور تھا کہ جب کوئی شخص جان دینے کی قسم کھاتا تو پیالے میں خون بھر کے اس میں انگلیاں ڈبو لیتا تھا۔ اس موقع پر بھی بعض دعویدار قبائل نے یہ رسم ادا کی اور مرنے مارنے کی ٹھان لی۔ (سیرت النبیؐ)

سلہ چار دن تک ہنگامہ برپا رہا۔ آخر ابوامیہ بن مغیرہ نے جو قریش میں سب سے معمر تھا رائے دی کہ کل صبح کو سب سے پہلے حرم میں داخل ہونے والے شخص کو ثالث قرار دیا جائے۔ کرشمۂ ربانی دیکھو کہ سب سے پہلے لوگوں کی نظریں جس نورِ مجسم پر پڑیں وہ جمال جہاں تاب محمدی تھا۔ آپ کو دیکھ کر شور مچ گیا۔ امین آ گیا ما امین آ گیا۔ اور سب نے بخوشی آپ کو ثالث مان لیا۔ (سیرت النبیؐ)

وہ چادر کا بچھانا اس پہ رکھنا سنگِ اَسود کا
یہ زندہ معجزہ قبلِ نبوت تھا محمدؐ کا

وہ پتھر نصب کرنا آپ خود جھگڑے کا چک جانا
وہ ہر اک جنگجو کا آشتی کی سمت جھک جانا

یتیموں کی خبر لینا غلاموں کی مدد کرنا
طلب کرنے سے نعمت خود سوالی کو نہ رد کرنا

بیان کرتا میں ساری حالتیں قبلِ نبوت کی
طبیعت کا وہ سوز و ساز وہ تسکین خلوت کی

غریبوں پر ترس کھانا خدا کے خوف سے ڈرنا
وہ چھپ چھپ کر حرا کے غار میں یادِ خدا کرنا

وہ صبحِ نور کا نظارہ وہ جبریلؑ کا آنا
ادب سے وہ نبوت کا لباسِ نور پہنانا

وہ اِقْرَأ کا سبق وہ ایک اُمّی کا سبق پڑھنا
وہ ہمت کی بلندی اور ذوق و شوق کا بڑھنا

وہ کثرت کے مقابل ایک قلت لے کے آجانا
وہ فرمانِ خدا یعنی نبوت لے کے آجانا

لہ رحمتِ عالم نے فرمایا جو قبائل دعوے دار ہیں۔ سب ایک ایک سردار کا انتخاب کریں۔ پھر آنحضرت نے اپنی چادر بچھا کر دستِ نبوت سے سنگِ اَسود کو اٹھایا اور اپنی چادر پر رکھ دیا۔ اور قبائل کے منتخب سرداروں سے کہا اب اس چادر کے کنارے پکڑ کر سنگِ اسود کو اٹھاؤ اور مقررہ مقام پر لے چلو چنانچہ سب نے اٹھایا۔ جب چادر موقع کے برابر آگئی تو رحمتِ عالم نے حجرِ اسود کو پھر اٹھایا اور خود نصب فرما دیا۔ (گویا اشارہ تھا کہ دینِ الٰہی کا آخری تکمیلی پتھر بھی انہی ہاتھوں سے نصب ہوگا)

لہ مکہ معظمہ سے تین میل پر ایک غار ہے جس کو غارِ حرا کہتے ہیں۔ آپ مہینوں جا کر قیام فرماتے اور مراقبہ کرتے۔ کھانے پینے کا سامان ساتھ لے جاتے۔ وہ ختم ہو چکتا تو پھر گھر تشریف لے جاتے۔ اور پھر واپس جا کر مراقبہ میں مصروف ہوتے (مصنف)

marfat.com

مصنّف کا اعترافِ عجز

مَیں یہ سب کچھ بیاں کرتا مگر ہمّت نہیں پڑتی
یہ نازک مرحلے ہیں اور مری جُرأت نہیں پڑتی

ادب اے خامۂ گستاخ جُھک جا سرنگوں ہو جا
تحیّر خیز نظاروں میں عقل و ہوش کو کھو جا

بیاں کرتا بیاں کرتا یہ آخر گفتگو کیا ہے!
اگر کہہ دے کوئی تیرا بیاں کیا اور تُو کیا ہے!

مرا مُنہ اور سرکارِ محمّد کی ثنا خوانی
مجھے معلوم ہے اپنے سخن کی تنگ دامانی!

نہیں ہرگز کوئی دعویٰ نہیں ہے لب کُشائی کا
دہن کیا ہے مرا ہاں ایک کاسہ ہے گدائی کا

مَیں حیثیت سوالی کے سوا کچھ بھی نہیں رکھتا
متاعِ بے کمالی کے سوا کچھ بھی نہیں رکھتا

نیا ہے سُخن سنجی نہ دعوائے زباں دانی
اگر کچھ پاس ہے تو بس عقیدت کی فراوانی

مگر ہاں مُدّعا ہے خدمتِ اسلام مدّت سے
کہ مَیں نے بھی پئے ہیں چند قطرے جامِ وحدت سے

کروں سیرت نگاری یہ نہیں ہے حوصلہ میرا
حق و باطل کی آویزش ہے اصلی معرکہ میرا

رسولِ پاک کی سیرت سے واقف اک زمانہ ہے
مجھے بحث کے بعد اب نقطۂ اصلی پہ آنا ہے

باب پنجم

آفتاب ہدایت کا طلوع

مقصدِ بعثت

مظلوم دُنیا کی دُعائیں

وہ مقصد جس کی خاطر آپ اِس دُنیا میں آئے تھے — وہ قرآں جس کو انسانوں کی خاطر آپ لائے تھے

وہ پیغامِ محبت وہ نجات اولاد آدم کی — زمینِ صدق پر رکھنا نئی بُنیاد عالم کی

اب اس کا وقت آپہنچا تھا اب وہ کام ہونا تھا — زمیں تیار کرنا نخلِ حق کا بیج بونا تھا

اندھیرا چھا چکا تھا کُفر کا دنیائے ہستی پر — زبردستی تسلّط پا چکی تھی زیردستی پر

گستی مے کشوں سے ہو چکا تھا مے کدہ خالی — کہ دُنیا ہو گئی تھی بادۂ غفلت کی متوالی

marfat.com

کوئی گوشہ نہ ملتا تھا جہاں مظلوم اماں پائیں
کوئی سنتا نہ تھا اِن کی یہ بیچارے کہاں جائیں

کوئی شفقت نہ کرتا تھا یتیموں پر غلاموں پر
یہ مر جاتے تھے بھوکے اور وہ بک جاتے تھے داموں پر

ضعیفوں اور بیواؤں کو روٹی بھی نہ ملتی تھی
غضب ہے مزدوروں کو کھوٹی بھی نہ ملتی تھی

ستم سے تنگ آکر خودکشی کر لی شریفوں نے
دعا کو دستِ رعشہ دار اٹھائے تھے ضعیفوں نے

اِقْرَأْ

اٹھا غارِ حرا سے ابرِ رحمت شانِ حق لے کر
لیے اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ[1] لے کر

سنایا آکے اہلِ بیت کو مژدہ رسالت کا
انہیں ایمان پہلے ہی سے تھا حق و صداقت کا

کہا اس خالقِ ہستی کے جلوے پر رہو شیدا
اسی کا نام لینا چاہیے جس نے کیا پیدا

وہ جس نے گوشتے کے اِک لوتھڑے کو زندگی بخشی
بنائی شکلِ انساں اور ایسی برتری بخشی

---

[1] نبوت کا دیباچہ یہ تھا کہ خواب میں آپ پر اسرار منکشف ہونے شروع ہوئے۔ ایک دن جب کہ آپ حسبِ معمول غارِ حرا میں مراقبہ تھے فرشتہ غیب نظر آیا جو آپ سے کہہ رہا تھا۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝

(سورۃ العلق)

پڑھ اس خدا کا نام جس نے کائنات کو پیدا کیا اور جس نے انسان کو گوشت کے لوتھڑے سے بنایا۔ پڑھ تیرا خدا کریم ہے۔ وہ جس نے انسان کو قلم کے ذریعہ علم سکھایا۔ وہ جس نے انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو اسے معلوم نہیں۔

ذریعے سے قلم کے جس نے دی تعلیم انساں کو — اسے وہ کچھ سکھایا جو نہ آسکتا تھا ناداں کو

خدیجہؓ اور علیؓ ابنِ ابی طالبؓ ہوئے مومن — ابھی شیرِ خدا دس سال کے بچے ہی تھے لیکن
جنابِ زیدؓ جو اِک بندۂ آزاد کردہ تھے — علیؓ کے بعد وہ بھی دامنِ اسلام میں آئے

صدّیق کا ایمان

ابوبکرؓ آئے اُن کو بھی یہی پیغام پہنچایا — خدا کے دین کی تلقین کی اِسلام پہنچایا
کہا مجھ کو مرے رب نے نبوّت دے کے بھیجا ہے — ہدایت دے کے بھیجا ہی شریعت دے کے بھیجا ہے
مَیں آیا ہوں کہ بندوں کو خدا کے در پہ لے جاؤں — نجاتِ دُنیوی و اُخروی کی راہ دکھلاؤں
کہا ابوبکرؓ نے سرکار اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا — مرے مالک مرے مختار اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا
مرے ماں باپ آل اَولاد قرباں اس شریعت پر — محمدؐ کے خدا پر اور محمدؐ کی رسالت پر
یہ کہہ کر جھک گئے ابوبکرؓ چومے ہاتھ حضرت کے — ہوئے مشغولِ تبلیغ آپ بھی اب ساتھ حضرت کے

---

[1] ابوبکر بن ابی قحافہ دولتمند ماہرِ انساب، صائب الرائے اور فیاض تھے جب وہ ایمان لائے تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے اور مکے میں ان کا عام اثر تھا۔ معززینِ شہر ان سے ہر بات میں مشورہ کرتے تھے۔ آپ آنحضرت کے پرانے دوست اور لڑکپن کے رفیق تھے اور مدتوں سے فیضیاب تھے۔ اہلِ سیر کا بیان ہے کہ کبار صحابہ ان ہی کی تبلیغ سے ایمان لائے۔ (مصنف)

marfat.com

یہ وہ ایمان تھا جس کا خدا نے ذکر فرمایا — یہ وہ انسان تھا جس نے لقب صدیق کا پایا

السّابِقِینَ الاَوّلِینَ

ابوبکرؓ آج اس توحیدِ حق کا جام لے آئے — کہ جس سے حضرت عثمانؓ[1] بھی اسلام لے آئے
زبیرؓ[2] و سعدؓ و طلحہؓ عبدالرحمنؓ ابوعبیدہؓ بھی — علیؓ کے بھائی جعفرؓ اور بیوی اُن کی اسماؓ بھی
غرض ایمان لائے سب سے پہلے اپنے گھر والے — پھر آئے دوست اس حلقہ میں دل والے نظر والے
برس چالیس پورے اس نبیؐ کو سب نے دیکھا تھا — مروّت سی بھری پاکیزگی کو سب نے دیکھا تھا
یہ چند افراد سب سے پیشتر حق کے قریں آئے — درِ توحید پر السّابِقِینَ الاَوّلِینَ آئے
مقدر تھی سعادت ان رضا کے بہرہ مندوں کی — خدا نے آپ خود ہی چُن لیا تھا اپنے بندوں کو
یہ چھوٹی سی جماعت ذکرِ حق کرتی تھی چھپ چھپ کے[3] — شہادت گاہِ اُلفت میں قدم دھرتی تھی چھپ چھپ کے

---

[1] عثمان بن عفان رضؓ خاندان امیہ کے ایک دولتمند رکن تھے۔

[2] زبیرؓ ابن عوام آنحضرت کی پھوپھی کے بیٹے اور حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے تھے۔ سعدؓ بن ابی وقاصؓ، طلحہؓ بن عبیداللہ، عبدالرحمنؓ بن عوف۔ ابوعبیدہؓ ابن الجراح۔ اسماؓ بن عمیس۔ ابوسلمہؓ عثمانؓ بن مظعون۔ عبیدہؓ بن حارث بن عبدالمطلب، سعیدؓ ابن زید اور ان کی بیوی فاطمہؓ بنت خطاب۔ بہشیر حضرت عمر فاروق (عمر فاروق اس وقت حالت کفر میں تھے)۔ اسماؓ بنت ابی بکر عبداللہؓ بن مسعود۔ عمارؓ بن یاسر خبابؓ ابن الارت۔ ارقمؓ صہیبؓ رومی ان خوش قسمت اصحاب میں سے تھے السابقین الاولین کہلائے۔ (مصنف)

[3] احتیاط کی جاتی تھی کہ عوام خاص کے سوا کسی کو خبر نہ ہونے پائے۔ نماز کے وقت آنحضرت کسی پہاڑ میں جا اور وہاں نماز پڑھتے (سیرۃ النبی)

انہیں معلوم تھا جس روز کھولا راز کا دامن
عرب ہو یا عجم سارا جہاں ہو جائے گا دشمن

مگر وہ روز جلد از جلد مُنہ دکھلانے والا تھا
کہ تبلیغ علانیہ کا فرماں آنے والا تھا

مِلا ہو جس کو یہ فرماں کہ ہاں فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ[1]
خُدا کے حکم کو پھر کھول کر کہتا نہ وہ کیونکر

پہاڑی کا وعظ، اعلائے کلمۃ الحق

چڑھا کوہِ صفا پر ایک دن اسلام کا ہادی
نظر کے سامنے تھی پستیٔ انساں کی آبادی

صدا دی "اے قریشی عورتو مردو اِدھر آؤ!
یہ اپنے کام دھندے آج تہ کر دو اِدھر آؤ!"

مثالِ رعد ہادی کی صدا گونجی ہواؤں میں
زمیں سے آسماں تک غلغلہ اُٹھا فضاؤں میں

یہ کڑکا سُن کے خلقت گھر سے نکلی اس طرف آئی
بڑھی انبوہ در انبوہ، دوڑی صَفْ بَصَفْ آئی

اکٹھے ہو گئے آکر جوان و پیر و مرد و زن
بنی آدم کا جنگل بن گیا یہ کوہ کا دامن

خطاب ان سے پیمبرؐ نے کیا اللہ کے بندو
خلیل اللہ کے پوتو، ذبیح اللہ کے فرزندو!

کھڑا ہوں میں تمہارے سامنے ایسی بلندی پر
دو جانب مجھ پہ روشن ہے جہاں اچھا بُرا منظر

---

[1] فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ○ (پ ۱۴ الحجر ع ۵)

پس تجھے جو حکم ہوا ہے واشگاف کہہ دے۔ اور مشرکین کی کوئی پروا نہ کر۔

اگر میں تم سے یہ کہہ دوں کہ اِس کُہسار کے پیچھے
پہاڑوں کی بلند اور آہنی دیوار کے پیچھے

چھپی ہے رہزنوں کی فوج تم پر وار کرنے کو
گھروں کے لوٹنے کو شہر کے مسمار کرنے کو

یہ کہہ دوں میں اگر تم سے تو کیا تم مان جاؤ گے
یقیں آجائے گا کیا مجھ پہ کوئی شک نہ لاؤ گے؟

کہا لوگوں نے ہاں سچا ہے تُو یہ جانتے ہیں سب
تُو کیسا ہی سہی صادق ہے امیں ہے مانتے ہیں سب

بھلا اِس قول پر کیسے یقیں ہم کو نہ آئے گا
بلا چُون و چرا مانیں گے کوئی شک نہ لائے گا

یہ سُن کر پھر بلند آواز سے سچا نبیؐ بولا
اسی انداز سے قرآنِ ناطق نے دہن کھولا

کہ اے لوگو مرا کہنا نہایت غور سے سُن لو
مَیں کہتا ہُوں کہ باز آجاؤ ظلم و جور سے سُن لو

بہائم کی صفت چھوڑو ذرا انسان بن جاؤ
بُرے اعمال سے توبہ کرو شرماؤ گھبراؤ

فواحش اور زناکاری مٹا دو نیک ہو جاؤ
خُدا کو ایک مانو اور تم بھی ایک ہو جاؤ

یغُوث و لات و عزّیٰ کچھ نہیں بے جان پتھر ہیں
جنہیں تم پُوجتے ہو وہ تو خود تم سے ہی کمتر ہیں

وہی خالق، وہی سچا خُدا معبُود ہے سب کا
وہی مطلُوب ہے سب کا وہی جو ہے سو ہے سب کا

بُتوں کی بندگی کے دام سے آزاد ہو جاؤ
خُدا کے دامنِ توحید میں آباد ہو جاؤ

یہ سب کا ہے فریبِ شیطاں نے جنہیں باطل کیے رکھا
نہ کھا فرق تم نے کچھ خُدا میں اور بندے میں

تمہارے واسطے میں دولتِ اسلام لایا ہوں
جو ابراہیمؑ لائے تھے وہی پیغام لایا ہوں

خدا لائے قادر و قہار پر ایمان لے آؤ
جہاں کے مالک و مختار پر ایمان لے آؤ

جہالت چھوڑ دو قرآن پر ایمان لے آؤ
بتوں کو توڑ دو رحمٰن پر ایمان لے آؤ

اگر ایمان لے آؤ تو بچ جاؤ گے اے لوگو!
فلاحِ دنیوی و اُخروی پاؤ گے اے لوگو!

نہ مانو گے تو بربادی کا بادل چھانے والا ہے
بُرا وقت آنے والا ہے، بُرا وقت آنے والا ہے

مُشرکین کا غیظ و غضب

خدا کا نام گویا قہر تھا بُت خانۂ دل پر
گرا دی حق نے بجلی تودۂ بارُودِ باطل پر

غضب کی آندھیاں منڈلا گئیں لوگوں کی صورت پر
نگاہیں سُرخ ہو کر چھا گئیں نُورِ نبوت پر

غضب میں بھر گئے سارے قریش اس وعظ کو سُن کر
کہ اُن کے پتھروں کو کہہ دیا تھا آپ نے پتھر

جسے دیکھو اُسی کے منہ میں کف تھی کُفر بکتا تھا
خدا واحد ہے، یہ گویا سمجھ میں آ نہ سکتا تھا

بتوں اور دیوتاؤں کی مذمت جُرم تھی گویا
ہوا وہ شور و شر برپا قیامت آ گئی گویا

انہیں تو حق سے نفرت تھی یہ باتیں کس طرح سُنتے
کھٹکنے لگ گئے کانٹے جنہیں وہ پھول کیا چنتے

marfat.com

ابُولہب بن عبدالمطلب کا کفر

مثالِ شُعلہ اُٹھا بُولہب چیخا دہن کھولا
خبردار۔ ادب بھیجیے اِس سے آگے اَور اگر بولا

ہمارے دیوتا ناراض ہو جائیں تو پھر کیا ہو!
تو اتنا ہی بتا دے مینہ نہ برسائیں تو پھر کیا ہو!

اہانت اِک خُدا کے نام سے اتنے خداؤں کی
مذمت سارے معبُودوں کی دیوی دیوتاؤں کی

نبوت کیا ترے ہی واسطے تھی اِس زمانے میں[1]
نبوّت کے لئے کیا تُو ہی تھا میرے گھرانے میں[2]

یہی باتیں سُنانے کو ہمیں تُو نے بلایا ہے
سمجھ میں کچھ نہیں آیا یہ کیا تُو نے سُنایا ہے

تری باتوں پہ ہرگز کان دھر سکتا نہیں کوئی
کہ اِس توہین کو برداشت کر سکتا نہیں کوئی

غرض ایسی ہی باتیں کر کے سب نے راہ لی گھر کی
پسند آئی نہ اُن کو بات کوئی بھی پیمبر کی

مگر اس رحمتِ عالم کا دل توحید کا گھر تھا
نہ آ سکتی تھی مایوسی کہ یہ اُمّید کا گھر تھا

بنو ہاشم میں تبلیغ، حضرت علی کا ایمان

کیا دولت کدے پر ایک دن سامان دعوت کا
بنی ہاشم کو یعنی اپنے کنبے کو بُلا بھیجا

---

[1] ابولہب یہ خیال کرتا تھا کہ آلِ ہاشم میں اس وقت سب سے بڑا میں ہوں۔ اس لئے نبوت اگر ملنی تھی تو مجھے ملنی چاہیے تھی

[2] وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ○ (۲۶ الشعراء ۲۱۴) اور اپنے نزدیکی خاندان والوں کو خدا سے ڈرا۔

چچا تھے بُولہب، عباسؓ، حمزہؓ اور ابو طالبؓ
یہ عبدالمطّلب کے جانشیں سرکردہ و غالب

اکٹھے ہو گئے سب بھائی بہنیں بیویاں[1] بچے
کہ ان میں کچھ تو تھے ذی ہوش اور کچھ عمر کے کچّے

کھلا کر سب کو کھانا رحمتِ عالم نے فرمایا
عزیزو مَیں تمہارے واسطے اِک چیز ہُوں لایا

وہ چیز اسلام پر ایمان ہے جو دینِ بیضا ہے
متاعِ بے بہا ہے اور کفیلِ دین و دُنیا ہے

بتاؤ آپ میں سے کون میرا ساتھ دیتا ہے
بتاؤ کون اپنا ہاتھ میرے ہاتھ دیتا ہے[2]

یہ سُن کر منہ لگے اک دُوسرے کا سب کے سب تکنے
ابُولہب لعیں پھر چاہتا تھا اور کچھ بکنے

کہ طفلِ سیزدہ سالہ علیؓ ابنِ ابی طالب
رہی جس کی صداقت مصلحت پر عُمر بھر غالب

وہ اُٹھا اور بولا مَیں اگرچہ عُمر میں کم ہُوں
مری آنکھوں میں ہے آشوب گو یا چشم پُرنم ہُوں

بھری محفل میں لیکن آج یہ اعلان کرتا ہُوں
کہ مَیں سچّے نبیؐ پر جان و دل قُربان کرتا ہُوں

مَیں اپنی زندگی بھر ساتھ دُوں گا یا رسُول اللہ
یقیں کیجے کہ قدموں میں رہوں گا یا رسُول اللہ

مُجھکے شیرِ خُدا جب بات اپنی برملا کہہ کر
رسُول اللہ نے سر پر ہاتھ رکھّا مرحبا کہہ کر

بڑے بُوڑھے جو چپ تھے کھِلکھِلا کر ہنس پڑے سارے
انہیں معلُوم کیا تھا جانتے کیا تھے وہ بیچارے

---

[1] یہ سب بنی ہاشم ہی تھے۔ اِن کی تعداد چالیس یا ایک کم یا ایک زیادہ تھی۔ (رحمۃ للعالمین)
[2] دیکھو رحمۃ للعالمین۔

marfat.com

کہ یہ لڑکا وہ جس پر ہنس رہے ہیں اس حقارت سے پہاڑوں کے جگر تھرا اٹھیں گے اِس کی ہیبت سے

بنی ہاشم ہنسی میں بات اُڑا کر ہو گئے راہی
علیؓ کو ہو گئی حاصل مگر دارین کی شاہی

اِسلام لانے والوں[1] پر مصائب کے پہاڑ

علانیہ اِدھر سے دین کا اعلان ہوتا تھا اُدھر سے شہر میں تضحیک کا سامان ہوتا تھا

---

[1] حضرت بلال حبشی النسل تھے۔ اُمیّہ بن خلف کے غلام تھے۔ ٹھیک دوپہر کے وقت اُمیّہ ان کو عرب کی جلتی ہوئی ریت پر لٹاتا اور پتھر کی چٹان سینے پر رکھ دیتا۔ یہ وہی بلالؓ ہیں جو مؤذن کے لقب سے مشہور ہیں۔ حضرت یاسرؓ اور ان کے بیٹے عمارؓ اور ان کی بیوی سمیہؓ مسلمان ہو گئے تو ابوجہل نے ان کو شدید عذاب پہنچائے۔ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عذابوں میں مبتلا دیکھ کر فرمایا۔ اصبروا یا آل یاسر فان موعدکم الجنۃ۔ ترجمہ (یاسر والو صبر کرو تمہارا ٹھکانہ جنت ہے) ابوجہل نے بی بی سمیہ کے اندامِ نہانی میں نیزہ مارا اور وہ تڑپ کر ہلاک ہو گئیں۔ حضرت خباب بن الارت کے سر کے بال کھینچے جاتے اور گردن مروڑی جاتی۔ گرم پتھروں سے داغ دیا جاتا۔ (رحمۃ للعالمین)

حضرت صہیبؓ رومی مشہور ہیں۔ مگر ان کے والد سنان کسریٰ کی طرف سے ابلہ کے حاکم تھے۔ رومیوں کے حملے سے تباہ حال ہو گئے۔ ایک عرب نے ان کو خریدا۔ مکے میں عبداللہ بن جدعان نے روپیہ دے کر ان کو آزاد کرا دیا تھا۔ مسلمان ہو گئے۔ ابوفکیہہؓ صفوان بن اُمیہ کے غلام تھے۔ اُمیہ ان کا گلا گھونٹتا، مارتا گھسیٹتا مگر وہ راہِ خدا سے نہ ہٹے۔ ان کے سینے پر وزنی پتھر رکھے جاتے کہ ان کی زبان باہر نکل آتی۔ (رحمۃ للعلمین)

لبنیہؓ ایک کنیز تھی حضرت عمرؓ جس وقت تک ایمان نہ لائے تھے ان کو اتنا مارتے کہ خود تھک جاتے۔ اور وہ اسلام پر قائم رہی۔ نہدیہؓ اور زنیرہؓ بھی کنیزیں عمرؓ ہی غلام تھے۔ (سیرت النبیؐ)

مُسلسل پھُولنے پھلنے لگا اِسلام کا پودا
نبیؐ کو اور مُسلمانوں کو تکلیفیں لگیں ملنے
غضب کے ظلم ہوتے تھے مُسلماں ہونے والوں پر
لِٹاتے تھے کسی کو تپتی ریت کے اُوپر
مُسلماں بیبیوں پر چابکوں کا مینہ برستا تھا
بلالؓ و یاسرؓ و عمارؓ و خبابؓ اور سمیّہؓ
زنیرہؓ اور عامرؓ تھے غلام اور لونڈیاں اِن کی
محمدؐ کی محبت میں ہزاروں ظلم سہتے تھے
یہ ظلم ان کو خُدا سے دُور کر سکتے نہ تھے ہرگز
ستم ہائے فراواں کی بڑھی جب حد سی بے دردی
اخوّت مذہبِ اسلام کا پتّھر ہے بُنیادی
مُسلماں ہونے والوں سی غلامی کی مٹی ذلّت

مخالف تھے قریش اب بڑھ چلا کچھ اَور بھی سودا
وہ تکلیفیں کہ جن سے عرشِ اعظم بھی لگا ہلنے
خزاں آتی تھی دل میں تخمِ وحدت بونے والوں کے
کسی کے سینۂ بے کینہ پر رکھّے گئے پتّھر
کنیزوں کو شکنجے میں کوئی بے دزد کستا تھا
صہیبؓ و بُوفکیہہؓ اور لبینہؓ اور نہدیہؓ
مُسلماں ہو گئے تھے آگئی آفت میں جاں اِن کی
خُدا پر تھی نظر ان کی زباں سے کچھ نہ کہتے تھے
نشے صہبائے وحدت کے اُتر سکتے نہ تھے ہرگز
تو ان کی حضرتِ بوبکرؓ[1] نے قیمت ادا کر دی
غلاموں کو دلائی ہے اِسی جذبے نے آزادی
کہ آڑے آگئی عثمانؓ اور بُوبکرؓ کی ہمّت

---

[1] حضرت ابوبکرؓ کے دفترِ فضائل کا پہلا باب یہی ہے کہ انہوں نے بے دریغ دولت صرف کر کے مظلوم مسلمان لونڈی اور غلاموں کو بھاری بھاری داموں پر خرید کر کے آزاد کر دیا۔ (مصنف)

marfat.com

اکابرِ قریش کی ابوطالب کو دھمکی

شرارت میں کمی کوئی نہ کی اشرارِ مکّہ نے
مسلمانوں کو بے بس کر دیا کفارِ مکّہ نے

مگر اس پر بھی جب بڑھتے رہے پیرو محمدؐ کے
تو باہم مشورے ہونے لگے لیڈائے بیحد کے

ابوجہل و اُمیّہ، بولہب، عقبہ ابوسفیاں[1]
ولید و عاص و عتبہ الغرض جتنے بھی تھے ذیشاں

یہ فرزندانِ تاریکی جو نورِ حق سے چُندھیائے
ہُوئے اک دن اکٹھے اور ابوطالب کے گھر آئے

کہا ہم کو بھتیجا آپ کا بے دین کہتا ہے
ہمارے دین کو انسان کی توہین کہتا ہے

بُرا کہتا ہے وہ چھوٹے بڑے سارے خداؤں کو
ہُبل کو لات کو عزّیٰ کو دیوی دیوتاؤں کو

ہمارے باپ داداؤں کو بھی گمراہ کہتا ہے
سوا اپنے خدا کے سب کو غیر اللہ کہتا ہے

بس اب برداشت کر سکتے نہیں ہم اُس کی جرأت کو
کسی دن دیکھ لیں گے اُس کو اور اُس کی نبوّت کو

ہم اپنے دین کی توہین پر چُپ رہ نہیں سکتے
تمہارے پاس آئے ہیں کہ بس اب سہہ نہیں سکتے

تم اس کا ساتھ چھوڑ دیا کرو تنبیہ سمجھاؤ
وگرنہ جنگ کا ساماں کرو میدان میں آؤ

---

[1] ابوجہل ابن ہشام، امیہ بن خلف، عقبہ بن معیط، ابوسفیان بن حرب بن امیہ، ولید بن مغیرہ (حضرت خالدؓ کا باپ) عاص بن وائل سہمی (عمرو بن عاص کا باپ) عتبہ بن ربیعہ (امیر معاویہ کا نانا) (مصنف)

marfat.com

چچا کی فہمائش

یہ کہہ کر چل دیئے سب لوگ ابُوطالب بھی گھبرائے
اُنہیں ڈر تھا مبادا قوم ہی سے جنگ چھڑ جائے

بُلایا آپ کو نرمی سے بولے جانِ عم دیکھو!
تمہیں لازم ہے ڈالو اس چچا پر بار کم دیکھو!

تم اپنے دین کی تلقین کو رہنے دو جانے دو
بڑھاپے میں ہماری شان پر دھبّہ نہ آنے دو

مَیں بُوڑھا ہوں اکیلا کُل عرب سے لڑ نہیں سکتا
مَیں اَڑ بھی جاؤں تو سارا قبیلہ اَڑ نہیں سکتا

بھتیجے کا جواب

چچا کے دامنِ شفقت کو بھی ہٹتا ہوا پایا
تو ہو کر آب دیدہ ہادیٔ برحق نے فرمایا

قسم اللہ کی سارا جہاں بھی ہو اگر دُشمن
یہ سب شیطان کے ساتھی بڑھیں ہو کر بشر دشمن

جفا و ظُلم کی آندھی چلے طُوفان آ جائیں
مٹانے کو مرے شدّاد اور ہامان آجائیں

کسی دھمکی، کسی ڈر سے مرا دل گھٹ نہیں سکتا
مُجھے یہ فرض ادا کرنا ہے اس سے ہٹ نہیں سکتا

مرے ہاتھوں میں لا کر چاند سُورج بھی اگر رکھ دیں
مرے پیروں تلے رُوئے زمیں کا مال و زر رکھ دیں

خُدا کے کام سے مَیں باز ہرگز رہ نہیں سکتا
یہ بُت جھُوٹے ہیں مَیں جھُوٹوں کو سچّا کہہ نہیں سکتا

marfat.com

مَیں سچّا ہوں تو بس میرے لئے میرا خُدا بس ہے — کسی امداد کی حاجت نہیں اُس کی رضا بس ہے
مرا ایمان ہے ہر شَے پہ قادر حق تعالیٰ ہے — وہی آغاز کو انجام تک پہنچانے والا ہے

ابُوطالب کا تاثّر

ابُوطالب نے حیرت سے بھتیجے کی طرف دیکھا — جلالِ مصطفٰے میں مردِ کامل سرکِف دیکھا
کہا اے جانِ عم اب میں کسی سے ڈر نہیں سکتا — جہاں میں کوئی تیرا بال بیکا کر نہیں سکتا!

تبلیغِ حق کا دشوار گذار رستہ

کفّار کی ایذا رسانی اور توہین

پیمبرؐ دعوتِ اسلام دینے کو نکلتا تھا — نویدِ راحت و آرام دینے کو نکلتا تھا
نکلتے تھے قریش اس راہ میں کانٹے بچھانے کو — وجُودِ پاک پر سَو سَو طرح کے ظُلم ڈھانے کو
اُمیّہ بُولہب بُوجہل عُقبہ سخت دُشمن تھے — شقاوت پیشہ تھے بیدادگر تھے اور پُرفن تھے
خُدا کی بات سُن کر مضحکے میں ٹال دیتے تھے — نبیؐ کے جسمِ اطہر پر نجاست ڈال دیتے تھے

کوئی گالی سناتا تھا کوئی پتھر اُٹھاتا تھا — کوئی قرآن پر[1] ہنستا تھا کوئی منہ چڑاتا تھا

حرم کی سرزمیں پر آپ پڑھتے تھے نماز اکثر — ہمیشہ اس گھڑی کی تاک میں رہتے تھے بدگوہر

قریشی مرد اُٹھ کر راہ میں آوازے کستے تھے — یہ ناپاکی کے چھڑے چار جانب سے برستے تھے

کوئی حضرت کی گردن گھونٹتا[2] تھا کس کے چادر میں — کوئی دیوانہ پتھر مارتا تھا آپ کے سر میں[3]

---

[1] قرآن مجید کی آیت ذیل میں اسی طرف اشارہ ہے:-

لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ○ (پ ۲۴ حٰمٓ السجدہ ع ۵)

اس قرآن کو نہ سنو اس میں گڑبڑ ڈال دو۔ شاید تم غالب آؤ۔

[2] ابولہب بن عبدالمطلب آنحضرت کا چچا تھا۔ مگر آپ کو سب سے زیادہ ایذا دیتا تھا۔ آپ کے دروازے پر محض ستانے کے لئے نجاست ڈال دیتا۔ ایک مرتبہ کچھ اونٹ ذبح ہوئے تھے۔ ان کی اوجھیں پڑی ہوئی تھیں۔ ابوجہل نے دل لگی کی راہ سے کہا۔ اس اوجھ کو کون لے کر اس شخص پر ڈالتا ہے؟ عقبہ بن ابی معیط نے کہا۔ میں حاضر ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے اوجھ اٹھائی۔ آپ سجدے میں تھے کہ سر اور دونوں شانوں کے درمیان رکھ دی۔ اور سب لوگ قہقہے لگانے لگے۔ آپ اسی طرح ساکت و صامت سجدے میں پڑے رہے۔ سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو خبر ہوئی۔ اگرچہ وہ کمسن تھیں۔ مگر تاب نہ آئی۔ دوڑی ہوئی آئیں اور اس نجاست کو دونوں ہاتھوں سے ہٹایا۔ (خاتم المرسلین)

[3] ایک دفعہ بیت سے قریش نے جن میں اشراف قریش شامل تھے۔ آنحضرت پر وار کیا۔ عقبہ بن ابی معیط نے آپ کے گلے میں چادر ڈال کر اس قدر مروڑا کہ آپ کا دم رکنے کے قریب ہوگیا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر جھپٹ کر آئے اور ان لوگوں کے ہاتھ سے آپ کو یہ کہہ کر چھڑایا۔

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ (پ ۲۴ المومن ع ۳ ○)

تم ایک شخص کو محض اس لئے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے۔ اللہ میرا پروردگار ہے اور تمہارے پاس روشن دلائل لایا ہے۔

marfat.com

قریشی عورتیں کانٹے بیابانوں سے لاتی تھیں — گذرگاہِ گلِ گلزارِ وحدت میں بچھاتی تھیں[1]
نجاست گھر کے دروازے پہ لاکر پھینک جاتی تھیں — جھگڑتی بدزبانی کرتی تھیں فتنے اُٹھاتی تھیں
کلامِ حق کو سُن کر کوئی کہتا تھا یہ شاعر ہے — کوئی کہتا تھا کاہن ہے کوئی کہتا تھا ساحر ہے

مگر وہ منبعِ حلم و صفا خاموش رہتا تھا
دعائے خیر کرتا تھا جفا و ظلم سہتا تھا

قریش کی طرف سے مادی ترغیبات

عُتبہ کی گفتگو

قریش اک دن اکٹھے ہو کے بیٹھے اور یہ سوچا — کہ ظُلم اتنے کئے لیکن نتیجہ کچھ نہیں نکلا
محمدؐ اس قدر صابر ہے کیوں؟ یہ ماجرا کیا ہے؟ — نمود و نام کا طالب نہیں تو چاہتا کیا ہے؟
بہم اک مشورے کے بعد محفل سے اُٹھا عُتبہ — رسُولِ پاک سے تنہائی میں جاکر ملا عُتبہ
کہا جس دن سے تم کہنے لگے ہو خود کو پیغمبر — بڑی بھاری مصیبت ڈال دی ہے قوم کے سر پر

---

[1] حبیبہ ابوسفیان کی بہن تھی۔ وہ سو کام چھوڑ کے جاتی اور خاردار جھاڑیوں کا ایک بوجھ پیٹھ پر لاد کے لاتی اور آپ کے راستے میں بچھا دیتی۔ چونکہ آپ صبح اٹھنے کے عادی تھے اور اندھیرے منہ طوافِ کعبہ کیا کرتے تھے اس لئے آپ کو اس سے سخت تکلیف پہنچتی۔ (مصنف)

معاج و رسمِ قومی کی برائی کرتے پھرتے ہو
خلاموں مفلسوں[1] سے آشنائی کرتے پھرتے ہو

بڑا کہتے ہو کیش و مذہبِ اجداد و آبا کو
کہا کرتے ہو تم دوزخ کا ایندھن[2] لات و عزّیٰ کو

پرانے دین سے تم پھیرتے جاتے ہو لوگوں کو
خدا اک ہے انوکھی بات سمجھاتے ہو لوگوں کو

قریش اس ذلت و توہین سے تنگ آچکے ہیں سب
بظاہر ہر طریقے سے تمہیں سمجھا چکے ہیں سب

بتاؤ تو سہی آخر تمہارا مدّعا کیا ہے؟
بہت اچھے تھے پہلے تم، تمہیں آخر ہوا کیا ہے؟

رسومِ عام میں پہلے بھی شرکت تم نہ کرتے تھے
ہمارے دیوتاؤں کی عبادت تم نہ کرتے تھے

تمہیں ہم نیک طینت جانتے تھے کچھ نہ کہتے تھے
تمہارا مرتبہ پہچانتے تھے کچھ نہ کہتے تھے

یہ کیا جادو ہی کیا افسوں ہے جس میں کھو گئے ہو تم
روایاتِ قدیمہ کے مخالف ہو گئے ہو تم

تمہاری اس روش نے قوم میں ہے تفرقہ ڈالا
نہ ہوگا اس طریقہ سے تمہارا مرتبہ بالا

اگر دولت کی خواہش ہو تو دولت تم کو دلوائیں
تمہارے واسطے ہم جمع کر کے مال و زر لائیں

---

[1] حضرت نوحؑ کے خاص مقربین کی نسبت بھی کفار اسی طرح کہا کرتے تھے۔

وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ○ (پ ۱۲ ہود ع ۳ ○ ۲۷)

اور ہم تو بظاہر یہی دیکھتے ہیں کہ تیری پیروی انہیں لوگوں نے کی ہے جو رذیل ہیں۔ اس لئے ہم تم میں کوئی بھی برتری نہیں پاتے بلکہ ہماری نظر میں تم سب جھوٹے ہو۔

[2] اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ (پ ۱۷ الانبیاء ع ۵ ○ ۹۸)

تم اور جن چیزوں کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو سب دوزخ کا ایندھن ہونگی۔

marfat.com

عرب کی سلطنت چاہو تو یہ بھی کچھ نہیں مشکل
کہ سارے ملک کو کر دیں گے ہم اس بات پہ مائل

کسی عورت پہ عاشق ہو تو ناممکن نہیں یہ بھی
ہمیں کہہ دو تمہارا کام کر دیں گے ہمیں یہ بھی

نہیں ہے گر نمود و نام و شاہی سے غرض تم کو
تو پھر ظاہر یہ ہوتا ہے کہ ہے کوئی مرض تم کو

اگر یہ ہے تو کہہ دو صاف جس سے ہم سمجھ جائیں
کریں اس کا تدارک اور دوائیں ڈھونڈ کر لائیں

مسلط کوئی جن ہے یا کوئی آسیب آتا ہے
بتاتا ہے تمہیں اس قسم کی باتیں سکھاتا ہے

ہمیں تم صاف کہہ دو ہم کسی عامل کو بلوائیں
کوئی تعویذ ڈھونڈیں کوئی ٹونا ٹوٹکا لائیں

مگر اس کام سے باز آؤ یہ ضدی روش چھوڑو
مقدس دیوتاؤں کو برا کہنے سے منہ موڑو

تمہارے اِن طریقوں سے بڑا طوفان آئے گا
تمہارے پیروؤں میں کوئی بھی جینے نہ پائے گا

عُتبہ کی حیرت

کہا میں تم کو ارشادِ ربانی سناتا ہوں
ہدایت کے لئے آیاتِ قرآنی سناتا ہوں

یہ فرما کر پڑھیں حٰمٓ کی آیات قرآنی
سُنیں عُتبہ نے سُن کر ہو گیا غرقِ حیرانی

لے حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے۔

اُٹھا چُپ چاپ اپنے ساتھیوں کے رُوبرُو آیا
کہا مَیں نے تو اس کو ساحر و کاہن نہیں پایا

وہ شاعر بھی نہیں کچھ اَور ہے طرزِ کلام اُس کا
مَیں کہتا ہُوں کہ لوہا مان لیں گے خاص و عام اُس کا

نہ مال و جاہ کی خواہش نہ ہے دھمکی کا ڈر اُس کو
مناسب ہے کہ اب رہنے دو اُس کے حال پر اُس کو

اگر اس شخص کو اہلِ عرب نے مار ہی ڈالا
چلو چھٹّی ہُوئی آئی ہُوئی کو موت نے ٹالا

اگر یہ غالب آیا ملک پر آخر بُرا کیا ہے
تم اس کی قوم ہو سب کے لئے اچھّا ہی اچھا ہے

وہ بولے اور لہجے یہ بھی اب ہم کو ڈبوتا ہے
دلِ عُتبہ پہ جادُو چل گیا معلُوم ہوتا ہے

غرض کوئی نہ کی پروا پرستارانِ باطل نے
رسُول اللہ کو اب اور ایذائیں لگیں ملنے

ابی طالبؓ کے ڈر سے قتل اگرچہ کر نہ سکتے تھے
مگر تضحیک اور تذلیل کرنے سے نہ تھکتے تھے

ابُوجہل اور عُقبہ کرتے تھے گُستاخیاں ایسی
کہ سُن کر بھی جنہیں برداشت کر سکتا نہیں کوئی

حاشیہ صفحہ گذشتہ

۱؎ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۭ (پ۲۴ حٰمٓ السجدہ ع ۱)
قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (پ۲۴ حٰمٓ السجدہ ع ۲)

کہہ دے میں تمہارے جیسا بشر ہوں۔ وحی کی جاتی ہے طرف میری کہ تمہارا خدا صرف وہی ایک خدا ہے۔ پس سیدھے اس کے حضور میں جاؤ اور معافی طلب کرو۔

کہہ دے کیا تم لوگ اس خدا کو جھٹلاتے ہو جس نے دو دن میں یہ زمین پیدا کر دی۔ اور تم خدا کے شریک قرار دیتے ہو وہی ہے سارے جہاں کا پروردگار!

marfat.com

حضرت حمزہؓ کا ایمان لانا

شجاعِ نامور فرزندِ عبدُ المطلب حمزہؓ[1] — وہ عمِ مصطفےٰ عالی نسب والا حسب حمزہؓ

وہ حمزہؓ جس کو شاہِ شاہسوارانِ عرب کہتے — جسے جانِ عرب کہتے جسے شانِ عرب کہئے

اگرچہ اب بھی اپنے کفر کی حالت پہ قائم تھے — مگر فخرِ رسل کی دائمی اُلفت پہ قائم تھے

مشیّت تھی کہ ان کے دم سے تقویّت ملے حق کو — مٹے باطل سے شانِ ظاہری، شوکت ملے حق کو

چلے آتے تھے اِک دن دشت سے وہ پشتِ توسن پر — شجاعت اور جلالِ ہاشمی تھا اپنے جوبن پر

سُوئے خانہ چلے جاتے تھے رستے میں یہ سُن پایا — بھتیجے کو مرے بُوجہل نے صدمے سے پہنچایا

یہ سُن کر جوشِ خُوں سے رُوح میں غیظ و غضب دوڑا — پلٹ کر سُوئے کعبہ ابنِ عبدُ المطلب دوڑا

وہاں بُوجہل اپنے ساتھیوں میں گھر کے بیٹھا تھا — مثیلِ ابرہہ تھا ہاتھیوں میں گھر کے بیٹھا تھا

کیا حمزہؓ نے نعرہ "او ابُوجہل او خرِ بزدل! — محمد مصطفےٰ کے دین میں اب میں ہوں شامل

سُنا ہے مَیں نے تُو میرے بھتیجے کو ستاتا ہے — ہمیشہ گالیاں دیتا ہے اور فتنے اٹھاتا ہے

---

[1] حضرت حمزہؓ بن عبدُ المطلب آنحضرت کے برادرِ رضاعی بھی تھے یعنی آنحضرت نے ثویبہ کا دودھ بھی پیا تھا۔ (مصنف)
حمزہ کو بھی دودھ پلایا تھا۔

اگر کچھ آن رکھتا ہے تو آ میرے مقابل ہو
کہ تیری بدزبانی کا چکھا دوں کچھ مزا تجھ کو

بُلا لے ساتھیوں کو اور حمایت کرنے والوں کو
ذرا میں بھی تو دیکھوں اُن کمینوں کو رذالوں کو

یہ کہہ کر گھُس پڑے حمزہؓ گروہِ بدسگالاں میں
گریباں سے پکڑ کر کھینچ لاتے اس کو میداں میں

کماں تھی ہاتھ میں وہ سر پہ نا ہنجار کے ماری
گرا بوجہل سر سے ہو گیا ناپاک خُوں جاری[1]

سبھی دبکے کھڑے تھے چھا گیا تھا ایک سنّاٹا
مگر حمزہؓ نے کھا کر رحم اس کا سر نہیں کاٹا

کہا گر آج سے میرے بھتیجے کی طرف دیکھا
تیرے ناپاک چمڑے میں شُتر کی لید بھر دوں گا

یہ کہہ کر چل دیئے مُشرک بھلا کیا ٹوک سکتے تھے
کہیں روباہ بھی اس شیرِ نر[2] کو روک سکتے تھے

ابوجہل اس لئے دبکا پڑا تھا فرش کے اُوپر
مبادا واپس آ کر قتل کر دے عمِّ پیغمبر

یہاں سے جا کے حمزہؓ جلد تر ایمان لے آئے
بھتیجے کی محبت میں چچا نے مرتبے پائے

حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کا بیان

دشمنانِ دین میں نبیؐ کے قتل کی تجویزیں

عمرؓ ابنِ خطاب اس وقت تک ایماں نہ لائے تھے
حجابِ کُفر میں تھے دامنِ حق میں نہ آئے تھے

---

[1] دیکھو خاتم المرسلین
[2] حضرت حمزہ کا خطاب اسد اللہ و رسولہ بھی تھا (دیکھو رحمۃ للعالمین جلد دوم)

marfat.com

غیور و صائب الرائے بہادر تیغ افگن تھے
مگر سچے نبیؐ کے اور مسلمانوں کے دشمن تھے

غریبوں حق پرستوں کو اذیت دیتے رہتے تھے
مسلماں ان کے ہاتھوں سے ہزاروں رنج سہتے تھے

جنابِ حضرتِ حمزہؓ بھی جب ایمان لے آئے
تزلزل پڑ گیا باطل میں اہلِ مکہ گھبرائے

مسلمانوں کی روز افزوں ترقی سے لگے ڈرنے
نبیؐ کو قتل کر دینے کی تجویزیں لگے کرنے

کوئی بولا غضب ہے اپنی طاقت گھٹتی جاتی ہے
کہ دنیا دینِ آبائی سے پیچھے ہٹتی جاتی ہے

یہی حالت رہی تو ایک دن ایسا بھی آئے گا
ہُبل کے واسطے کوئی چڑھاوا بھی نہ لائے گا

کوئی بولا یہ مذہب پھیلنے سے رُک نہیں سکتا
محمدؐ زندہ ہیں جب تک یہ جھگڑا چک نہیں سکتا

کہا بوجہل نے دیکھو یہ نرمی کا نتیجہ ہے
پکارا بُولہب[1] میں کیا کروں میرا بھتیجا ہے

عمرِ نبیؐ کے قتل کا بیڑا اُٹھاتے ہیں

عمرؓ بولے یہ قصہ ہی چکا دیتا ہوں میں جا کر
کہ دیتا ہوں تمہیں سر ہادیٔ اسلام کا لا کر

بدی کے غلغلے اس محفلِ حق پوش میں اُٹھے
عمرؓ کے کھینچ لی تلوار پُورے جوش میں اُٹھے

چلے اس زندگی بخشِ جہاں کے قتل کرنے کو
تمنّائے مکان و لامکاں کے قتل کرنے کو

[1] بولہب نبیؐ کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ آپؐ تبلیغ کے لئے نکلتے تو پیچھے سے پکارتا جاتا۔ لوگو! یہ دیوانہ ہے اس کی نہ سنو۔

نعیم[1] اک مردِ عاقل سے ہوئی مُٹ بھیڑ رستے میں
وہ بولے آج کیا ہے تم نظر آتے ہو غصّے میں

کہا میں قتل کرنے جا رہا ہوں اس پیمبرؐ کو
کہ جس نے ڈال رکھا ہے مصیبت میں عرب بھر کو

وہ بولے تم کو گھر کا حال بھی معلوم ہے بھائی
کہ ہے اِسلام کی حامی تمہاری اپنی ماں جائی

تمہارے گھر میں بستا ہے خُدا کا نام مُدّت سے
کہ بہنوئی تمہارا لا چکا اِسلام مُدّت سے

یہ سُن کر اور بھی غیظ و غضب طُوفان پر آئے
عمر تلوار کھینچے اپنے بہنوئی کے گھر آئے

غضب ٹُوٹا عمر دہلیز پر جس وقت چڑھتے تھے
وہ دونوں حضرت خبّاب[2] سے قرآن پڑھتے تھے

عُمر داخل ہوئے جب گھر کے اندر سخت غصّے میں
سُنی آہٹ تو فوراً چھُپ گئے خبّاب پردے میں

کہا کیا پڑھ رہے تھے تم وہ بولے تم سے کیا مطلب!
کہا دونوں مُسلماں ہو چکے ہو جانتا ہُوں سب!

بہن بہنوئی کو آخر عمر نے اس قدر مارا
کہ زخموں سے نکل کر خُون کی بہنے لگی دھارا

بہن[3] بولی عمر! ہم کو اگر تو مار بھی ڈالے
شکنجوں میں کسے یا بوٹیاں کُتّوں سے نچوا لے

---

[1] نعیم بن عبداللہ حضرت عمرؓ ہی کے خاندان کے ایک معزز شخص تھے۔ (سیرت النبی)

[2] حضرت خباب بن الارت بنی تمیم میں سے تھے۔ جاہلیت میں غلام بنا کر فروخت کر دیئے گئے تھے۔ امّ انمار نے خرید لیا تھا۔ یہ ان دنوں ایمان لائے تھے جب آنحضرت ارقم کے گھر میں مقیم تھے اور اس وقت تک صرف چھ سات شخص ایمان لا چکے تھے۔ آپ نے اسلام کی محبت میں طرح طرح کی تکلیفیں اٹھائی تھیں۔ ان کو گرم ریت پر لٹا کر سینے پر پتھر رکھ دیئے جاتے تھے ان کی پُشت ان صدمات سے برص کے سفید داغوں کی طرح بالکل سفید پڑ چکی تھی۔ (سیرت النبی)

[3] حضرت عمرؓ کے بہنوئی کا نام سعید بن زید تھا۔ اور بہن کا نام فاطمہ بنت خطاب۔ (مصنّف)

marfat.com

مگر ہم اپنے دینِ حق سے ہرگز پھر نہیں سکتے! — بلندی معرفت کی مِل گئی ہے گر نہیں سکتے!
دہن سے نامِ حق آنکھوں سے آنسو مُنہ سے خُوں جاری — عمر کے دل پر اس نقشے سے عبرت ہوگئی طاری
کہا اچھا دکھاؤ مُجھ کو وہ آیاتِ قرآنی — سمجھ رکھا ہے جن کو تم نے ارشاداتِ سبحانی
بہن بولی بغیرِ غُسل اس کو چھو نہیں سکتے — یہ سُن کر اور حیرت چھا گئی منہ رہ گئے تکتے
اُٹھے اور غسل کر کے لے لیا قرآن ہاتھوں میں
اسی کے ساتھ آئی دولتِ ایمان ہاتھوں میں

حضرتِ عمرؓ کا ایمان

کلامِ پاک کو پڑھتے ہی آنسو ہو گئے جاری — خُدائے واحد و قدوس کی ہیبت ہُوئی طاری

۱؎ فاطمہؓ نے قرآن کے اجزا لاکر سامنے رکھ دیئے۔ عمرؓ نے اٹھا کر دیکھا تو یہ سورت تھی:۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (پ ۲۷ الحدید ع ۱)

آسمان و زمین میں جو کچھ ہے خدا کی تسبیح پڑھتا ہے۔ اور خدا ہی غالب حکمت والا ہے۔

ایک ایک لفظ پر ان کا دل مرعوب ہوتا جاتا تھا یہاں تک کہ جب اس آیت پر پہنچے

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

خدا پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ

تو بے اختیار پکار اُٹھے:۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ

میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور یہ کہ اللہ کے رسول ہیں۔

وہ دل، وہ سخت دل جو آہن و فولاد کا دل تھا
مسلمانوں کے حق میں جو کسی جلاد کا دل تھا

شعاعِ نور نے اس دل کو یکسر موم کر ڈالا
ہوئی تسکین بہ نکلا قدیمی کفر کا چھالا

اڑی کافور کی صورت سیاہی رنگِ باطل کی
یکایک آج روشن ہوگئیں گہرائیاں دل کی

اسی عالم میں اٹھے جانبِ کوہِ صفا دوڑے
نکل کر زغۂ شیطاں سے جیسے پارسا دوڑے

عمرؓ آستانۂ نبوّت پر

رسول اللہ تھے اس دم مقیمِ خانۂ ارقم[1]
حضوری میں جنابِ حمزہؓ و بوبکر تھے ہمدم

نحیف و ناتواں کچھ اور اہل اللہ بیٹھے تھے
خدا پر تکیہ تھا، سرکارِ عالی جاہ بیٹھے تھے

عمرؓ آئے مسلح، آکے دروازے پہ دی دستک
اسی انداز میں تھے ہاتھ میں تلوار تھی اب تک

صحابہ نے جونہی سوراخ میں سے جھانک کر دیکھا
چمک تلوار کی آئی نظر روئے عمرؓ دیکھا

صحابہ کو ہوئی تشویش ان کے رنگِ ظاہر سے
عمرؓ کا دبدبہ کچھ کم نہ تھا اک فوج قاہر سے

رسول اللہ سے آکر عرض کی اک طرفہ ساماں ہے
عمرؓ در پر کھڑے ہیں ہاتھ میں شمشیرِ عریاں ہے

کہا حمزہؓ نے جاؤ جس طرح آتا ہے آنے دو
اسے اندر بلاؤ جس طرح آتا ہے آنے دو

---

[1] ارقم کا مکان کوہِ صفا کی تلیٹی پر تھا۔ اور رسول اللہ وہاں پناہگزین تھے۔ (سیرت النبی)

marfat.com

ادب ملحوظ رکھے گا تو خاطر سی بٹھائیں گے
نمونہ اس کو ہم خُلقِ محمدؐ کا دکھائیں گے

اگر نیت نہیں اچھی تو اس کو قتل کر دوں گا
اسی کی تیغ سے سر کاٹ کر چھاتی پر دھر دوں گا

رسُول اللہ سُن کر مُسکرائے اور فرمایا
بُلا لو دیکھ لیں کس دُھن میں ہے ابنِ خطاب آیا

عُمرؓ داخل ہُوئے گھر میں تو اُٹھے حضرتِ والا
ہُوا حاضر بزیرِ سایۂ شاخِ طوبیٰ پر قدِ بالا

کہا چادر کا دامن کھینچ کر کیوں اے عُمرؓ کیا ہے؟
چلا تھا آج کس نیت سے کس نیت سے آیا ہے؟

عُمرؓ کے جسم پر اک کپکپی سی ہو گئی طاری
وہیں سر جھک گیا آنکھوں سے آنسو ہو گئے جاری

ادب سے عرض کی حاضر ہُوا ہُوں سر جھکانے کو
خُدا پر اور رسُولِ پاک پر ایمان لانے کو

یہ کہنا تھا کہ ہر جانب صدائے مرحبا گُونجی
فضا میں نعرۂ اللہ اکبر کی صدا گُونجی

حضرت عمرؓ کی شانِ ایمان

عُمرؓ رخصت ہُوئے ایمان لا کر شہر کی جانب
چلے بے خوف ہو کر بانیانِ قہر کی جانب

۱؎ دیکھو سیرت النبیؐ

۲؎ حضرت عمرؓ سے پہلے پچاس کے قریب آدمی ایمان لا چکے تھے۔ عرب کے مشہور بہادر سید الشہداء حضرت حمزہؓ بھی مسلمان ہو چکے تھے تاہم مسلمان اپنے فرائض مذہبی ادا نہیں کر سکتے تھے۔ کعبہ میں نماز ادا کرنا تو گویا ناممکن ہی تھا لیکن حضرت عمرؓ کے ایمان سے حالت بدل گئی۔ انہوں نے علانیہ اسلام کا اظہار کیا۔ کافروں نے شدت کے ساتھ مخالفت کی لیکن وہ ثابت قدم رہے۔ یہاں تک مسلمانوں کو ساتھ لیجا کر کعبے میں نماز ادا کی۔ ابن ہشام اس واقعہ کو عبداللہ بن مسعود کی زبانی اس طرح لکھتا ہے کہ عمر اسلام لائے تو ہم سے کہا کہ قریش سے کہدو کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ پھر ہم نے کہا کہ ہم کعبہ میں نماز پڑھیں گے۔ پھر وہ ہمارے ساتھ کعبہ میں گئے۔ یہاں تک کہ ظہر کا وقت آیا۔ عمر نکلے اور ہم ان کے پیچھے تھے۔ یہاں تک کہ وہ دارالندوہ کے دروازہ پر آئے۔ وہاں قریش کے سردار جمع تھے۔ ان سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ یہ سنکر لوگ ان پر ٹوٹ پڑے۔ عمر نے ان کا مقابلہ کیا۔ ان لوگوں نے عمر کو مارا۔ عمر نے ان کو مارا۔ یہاں تک کہ دن ڈھل گیا۔ عمر تھک کر بیٹھ گئے۔ ان لوگوں نے ان کے سر پر کھڑے ہو کر کہا کہ تم جو چاہو کرو۔ اگر ہم میں تین سو آدمی ہوتے تو ہم تم کو یا تم ہم کو مکہ سے نکال دیتے۔ اس وقت ایک شخص نے کہا کہ تم کو کیا ہو گیا ہے۔ عمر نے کہا کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کی ماں اس کو روئے اور اس کے بچے یتیم ہو جائیں اور اس کی بیوی بیوہ ہو جائے تو وہ میرے پیچھے آئے۔ میں ان وادیوں کے درمیان جا رہا ہوں۔ اس پر ایک شخص بھی ان کے پیچھے نہ گیا۔ (مصنف)

وہاں وہ لوگ بیٹھے تھے عمرؓ کے منتظر سارے
کسی کے قتل ہونے کی خبر کے منتظر سارے

عمرؓ آکر پکارے اے قریش، اے فہر[1] کے بیٹو!
سُنو اے عقل کے اندھو، سُنو تقدیر کے بیٹو!

یہ بُت جھوٹے ہیں بیشک پوجنا بے سود ہے سب کا
خُدا واحد ہے جو خالق ہے اور معبود ہے سب کا

کوئی جھٹلائے مجھ کو یا کرے میرا لقیں کوئی
محمدؐ ہیں رسُول اللہ اس میں شک نہیں کوئی

نہ ہوگا کچھ بھی حاصل مکر سے حجّت سے حیلے سے
فلاحِ دین و دُنیا ہے محمدؐ کے وسیلے سے

حقیقت کا تمہارے سامنے اظہار کرتا ہُوں
مَیں توحید و رسالت کا بہ دل اقرار کرتا ہُوں

کتاب اللہ پر قرآن پر ایمان لایا ہُوں
خُدائے واحد و رحمٰن پر ایمان لایا ہُوں

یہ سُن کر زلزلہ سا آگیا ایوانِ باطل میں
بہت صدمہ ہُوا دل کی امیدیں رہ گئیں دل میں

اُٹھے سب طیش کھا کر پل پڑے اس مردِ غازی پر
کیا اُن بھیڑیوں نے حملہ اس شیرِ حجازی پر

مگر وہ مردِ میدان وفا غالب رہا سب پر
خُدا غالب ہُوا نامِ خدا غالب رہا سب پر

[1] فہر قریش اول کا نام تھا۔

marfat.com

ہجرتِ حبشہ

ایذا دہی کی انتہا، طرح طرح کی عقوبتیں

عمرؓ کی حق پسندی سے بڑھی اسلام کی شوکت
قریش اب ہو چکے تھے درحقیقت خون کے پیاسے
ستم ایجاد تھے لاکھوں ستم ایجاد کرتے تھے
زمین و آسماں جب دھوپ کی گرمی سے تپتے تھے
جھلس کر سرخ ہو جاتی تھی جب چھاتی چٹانوں کی
نشانِ سجدۂ توحید تھا جن کی جبینوں پر
جو ابراہیمؑ کے پوتوں کو پھول اور باغ دیتے تھے
مثالِ نوحؑ جو انسان کے بیڑے تراتے تھے
غلاموں تک نہ تھا محدود یہ لطف و کرم ان کا

علی الاعلان اب ہونے لگی تبلیغ کی خدمت
یہ باطل محو کرنا چاہتا تھا حق کو دنیا سے
کوئی جلاد کیا کرتا جو یہ جلاد کرتے تھے
غضب کی دل لگی تھی ریت پر مسلم تڑپتے تھے
ہم آغوشی ہوا کرتی تھی ان سے بے زبانوں کی
دھرے رہتے تھے پہروں سخت پتھر ان کے سینوں پر
سلاخیں سرخ کر کے لوگ ان کو داغ دیتے تھے
انہیں یہ لوگ پہروں آپ میں غوطے کھلاتے تھے
کہ تھا ہر بندۂ توحید پر ظلم و ستم کا

ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ[1] علیؓ تک کو ستاتے تھے
ابوطالبؓ پر زبیرؓ و سعدؓ پر سو ظلم ڈھاتے تھے

وہ مصعبؓ عبدالرحمٰنؓ اور جعفرؓ بن ابی طالبؓ
وہ سب کے سب بہادر جو کہ تھے یک جان و قالب

قیامت خیز ایذائیں غضب کے رنج سہتے تھے
تشدد منع تھا اِس واسطے خاموش رہتے تھے

وطن کی سرزمیں پھرنے لگی جب آسماں بن کر
ہَوا دم گھونٹنے کے واسطے پھیلی دُھواں بن کر

حقوقِ زندگی بھی چھن گئے جب اہلِ وحدت سے
حَبَش کی سمت ہجرت کا ملا فرماں[2] نبوّت سے

مُسلمانوں کی اِک تعداد نکلی بے وطن ہو کر
حبش یعنی نجاشی کی حکومت میں[3] بنایا گھر

مگر اس امر کی جب اہلِ مکّہ نے خبر پائی
تعاقُب کے لئے فوراً سفارت ایک بھجوائی

مدبر عَمرو ابنُ[4] العاصؓ جو تھے اُن دنوں کافر
سفارت لے کے دربارِ نجاشی میں ہُوئے حاضر

---

[1] حضرت عثمان بن عفان کے اسلام لانے کی خبر ان کے چچا کو ہوئی تو وہ ان کو طرح طرح کی ایذائیں دینے لگا۔ اکثر اوقات کھجور کی صف میں لپیٹ کر باندھ دیتا اور نیچے دھواں دیا کرتا۔ (طبری)

[2] وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ط (پ ۱۴ النحل ع ۴) اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی اس کے بعد کہ ظلم ہوئے ہم انہیں دنیا میں اچھی جگہ دیں گے۔

[3] سب سے پہلے حضرت عثمان بن عفان اور ان کی زوجہ یعنی آنحضرت صلعم کی بیٹی سیدہ رقیہ نے ہجرت اختیار کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت لوط علیہ السلام کے بعد عثمان پہلا شخص ہے جس نے راہِ خدا میں ہجرت کی ہے۔ یہ پہلا قافلہ ۱۲ مردوں اور چار عورتوں پر مشتمل تھا۔ رات کی تاریکی میں مکے سے نکلے اور جدہ کی بندرگاہ سے جہاز پر سوار ہو کر حبش کو چلے گئے۔ ان کے بعد اور بھی مسلمان جن میں ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں تھیں۔ اُن کے قافلہ سالار حضرت جعفر طیارؓ حضرت علیؓ کے بھائی تھے (تاریخ القرآن)

[4] عمرو بن العاص جو بعد میں مسلمان ہوئے اور فاتح مصر کے نام سے مشہور ہیں۔ اس وقت کافر تھے اور مسلمانوں کے سخت دشمن۔

marfat.com

نجاشی کے حضور آکر مجھکے سب ظلم کے بانی
تحائف اور نذریں پیش کر کے عرض گذرانی

کہ اے شاہِ حبش یہ سلطنت قائم رہے دائم
ہمارے شہر سے بھاگ آئے ہیں کچھ قوم کے مجرم

حبش میں آبسے ہیں ہر طرح آزاد پھرتے ہیں
مبلغ اک نئے مذہب کے ہیں دلشاد پھرتے ہیں

یہودی اور نصرانی مذاہب سے بھی جلتے ہیں
نیا اک دین قائم کر لیا ہے جس پہ چلتے ہیں

پکڑ کر اس سفارت کے حوالے کیجئے اُن کو
اسی خاطر ہم آئے ہیں ہمیں دے دیجئے اُن کو

نجاشی کے مصاحب جو کہ سب کے سب تھے نصرانی
خلافِ اہلِ دیں ہر شخص نے تائید کی ٹھانی[1]

نجاشی انصاف کی راہ پر

یہ سازش کی ہم آہنگی نجاشی نے بُری سمجھی
گلوئے عدل پر ایسی عدالت اک چھری سمجھی

مسلمانوں کو بھی اس نے بلایا اور فرمایا
کہ تم کو قید کرنے کے لئے یہ وفد ہے آیا

تمہارا جرم کیا ہے قوم کیوں ناراض ہے تم سے؟
کسی کو قتل کر ڈالا کہ بگڑی کوئی ہے تم سے؟

تمہارا دین کیا ہے کیا وہ دنیا سے نرالا ہے؟
جسے تم یہ سمجھتے ہو کہ سب دینوں سے بالا ہے؟

---

[1] سفارت نے جس میں عمرو بن عاص اور عتبہ بن ربیعہ جیسے سرکردہ لوگ تھے، نجاشی شاہِ حبش کے درباریوں اور پادریوں کو جاتے ہی گانٹھ لیا تھا کہ دربار میں ان کی طرف سے تائید ہی ہوگی۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

دربارِ نجاشی میں حضرتِ جعفرؓ کی تقریر

جنابِ حضرتِ جعفرؓ اُٹھے تقریر کرنے کو
علی الاِعلان دینَ اللہ کی تفسیر کرنے کو

کہا اے بادشہ ہم لوگ کافر اور جاہل تھے
ہم اِس دارِ مشقت میں نکمّے اور کاہل تھے

بہت بدکار تھے بُت پُوجتے مُردار کھاتے تھے
غریبوں کو شریفوں کو ضعیفوں کو ستاتے تھے

یتیموں پر غُلاموں لونڈیوں پر ظلم ڈھاتے تھے
پڑوسی زیردستوں کو زبردستی دکھاتے تھے

یہ حالت تھی برادر کا برادر جان لیوا تھا
گناہوں کا سمندر ناؤ کا شیطان کھیوا تھا

دقیقہ کون سا باقی رہا تھا ڈُوب جانے میں
سہارا کوئی بھی حاصل نہ تھا ہم کو زمانے میں

تکلّف بر طرف، جاتے تھے ہم سیدھے جہنّم میں
اسی اثنا میں اک سچّا نبیؐ پیدا ہُوا ہم میں

نبیؐ اِشہرہ ہے ساری قوم میں جس کی امانت کا
کوئی مُنکر نہیں جس کی صداقت کا دیانت کا

وہ آیا اور اُس نے دعوتِ اسلام دی ہم کو
نکالا موت کے پنجے سے بخشی زندگی ہم کو

ہمیں تلقین کی ان پتّھروں کا پُوجنا چھوڑو
زناسی جھوٹ سے چوری سے سرشوری سے مُنہ موڑو

ہمیں تلقین کی اِک دُوسرے کے حق کو پہچانو
سبھی انسان ہو انسانیت دکھلاؤ نادانو

ہمیں اُس نے نماز و روزہ کے ارکان سکھلائے
پسند آیا ہمیں یہ دین ہم ایمان لے آئے

marfat.com

بس اتنی بات تھی جس پر ہُوئے اہل وطن دشمن
ہمیں جی کھول کر دیتے رہے رنج و محن دشمن

ہمارا جرم یہ ہے بُت پرستی چھوڑ دی ہم نے
ملی ہم کو اذیت اپنی بستی چھوڑ دی ہم نے

ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ پھر گمراہ ہو جائیں
یہاں حاضر ہیں ہم اب آپ ہی انصاف فرمائیں

نجاشی راہِ ہدایت پر

سچائی کا اثر ظاہر ہُوا قلبِ نجاشی پر
وہ بولا کون سا بُرہان لایا ہے وہ پیغمبر

سُنائیں حضرتِ جعفر نے چند آیاتِ قرآنی[1]
نجاشی کے مکدر دل نے پائی جن سے تابانی

ہوا دل پر اثر آنکھوں سے آنسو ہو گئے جاری
کہا لاریب اللہ کی کتابیں ایک ہیں ساری

قسم اللہ کی اعجاز ہے انجیل و قرآں میں
اسی کے نطق کی آواز ہے انجیل و قرآں میں

نجاشی کا تہیّہ

کیا اب یُوں مخاطب اہلِ مکّہ کے سفیروں کو
کہ جاؤ کہ دو اپنے بھیجنے والے شریروں کو

کہ جو مظلوم میرے دامنِ دولت میں آئے گا
وہ خود جائے تو جائے کوئی لے جانے نہ پائے گا

مُسلمانوں سے بولا تم حبش کو اپنا گھر سمجھو
مجھے اپنا حسین و ہم خیال و ہم نظر سمجھو

[1] حضرت جعفر نے سورہ مریم کی چند آیات پڑھیں۔ (دیکھو سیرت النبی)

یہ دُنیا اک مسافر خانہ ہے ہم سب مسافر ہیں — خُدا منزل ہے سب کی حیف ہے اُن پر جو کافر ہیں

رسُول اللہ کے خلاف اہلِ مکّہ کا معاہدہ

شرارت اہلِ مکہ کی کسی صُورت نہ کام آئی — سفارت بھی حبش سے یونہی بے نیل و مرام آئی
شریروں کو بڑی شرمندگی تھی اپنی ہیٹی کی — اکٹھے ہو کے پھر اہلِ ستم نے اِک کمیٹی کی
بنی ہاشم کے گھر سے بُولہب بھی ساتھ شامل تھا — کہ ہر ایذا دہی کے وقت اُس کا ہاتھ شامل تھا
صلاح و مشورے کے بعد اب یہ بات طے پائی — کہ اک تحریر لکھوا کر درِ کعبہ پہ لٹکائی
لکھا یہ تھا، تعلق قطع ہے اب آلِ ہاشم[1] سے — نہ رکھیں آج کے دن سے وہ کوئی واسطہ ہم سے
رفاقت، بیاہ شادی، ناطہ رشتہ، دوستی اُلفت — مروّت، لین دین اور ملنا جلنا سب کا سب رخصت
تواضع، گفتگو، بیع و شرٰی سب ترک کرتے ہیں — کوئی آکر نہ پُوچھے گا وہ جیتے ہیں کہ مرتے ہیں
ہمارے شہر میں ڈھونڈیں نہ چیزیں کھانے پینے کی — نہیں پروا ہمیں اب ان کے مرنے اور جینے کی
ہمارے ان کے باہم کام دھندے بند ہیں سارے — قریش اس باہمی تحریر کے پابند ہیں سارے
ابُوطالب لئے بیٹھے رہیں اپنے بھتیجے کو — مریں گے بھوکے پیاسے خُود سمجھ لیں گے نتیجے کو

---

[1] کیونکہ بنی ہاشم اگرچہ مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر قبیلے کی عصبیت کے سبب نبیؐ کا ساتھ نہیں چھوڑتے تھے (رحمۃ للعالمین)

marfat.com

محمدؐ جو ہمیں ہر بات میں گمراہ کہتا ہے — خدا کو ایک اور خود کو رسول اللہ کہتا ہے
ابوطالب اگر اس کو ہمارے ہاتھ میں دے دیں — جو اس کے ساتھ والے ہیں سب اسکے ساتھ میں دیدیں
ہم ان کو قتل کر ڈالیں تو پھر یہ عہد ٹوٹے گا — لہو ان کا دوبار نخلِ الفت بن کے پھوٹے گا

غرض یہ عہد لکھوا کر درِ کعبہ پہ لٹکایا
ابوطالب کے پاس اک ہاشمی فوراً خبر لایا

ابوطالب کی ثابت قدمی

ابوطالب نے فرمایا عجب اک تازہ ہے — یہ اچھی دوستی ہے واہ کیا عمدہ بہانہ ہے
وہ صبحِ نور جس کے چہرۂ انور کی برکت سے — کیا کرتے ہیں باراں کی تمنا ابرِ رحمت سے
وہ دامن جو یتیموں کو پناہیں دینے والا ہے — جو اندھوں کو بصیرت کی نگاہیں دینے والا ہے
وہ جس نے اُجڑی پچڑی آدمیت کو سنوارا ہے — جو بے یاروں کا یارا بے سہاروں کا سہارا ہے
وہی جو ابرِ رحمت[1] بن کے بے جانوں کو جاں بخشے — چمن کو رنگ بخشے اور بلبل کو زباں بخشے

---

[1] اس مجاہدہ کا ذکر طبری نے اور ابن سعد نے تفصیل سے کیا ہے۔ نبی کریم کو قتل کے لئے حوالے کر دینے کا تذکرہ ابوطالب کے قصیدے کا پہلا شعر ہے۔

وابیض یستسقی الغمام بوجهه — وہ گورا شخص جس کے چہرے کی برکت سے بارانِ رحمت کی دعا کی جاتی ہے
ثمال الیتامی عصمة للارامل — یتیموں کے لئے پناہ اور بیوہ عورتوں کو دکھ سے نجات دینے والا

وہی جو نورِ انساں کو غلامی سے رہائی دے
وہی جو پنجۂ مرگِ دوامی سے رہائی دے

یہ انساں دامِ مرگ اس کے غلاموں پر بچھاتے ہیں
حرم کے طائروں کو شانِ صیادی دکھاتے ہیں

اسی کے باغ پر یہ برق شُعلہ ریز ہوتی ہے
اسی کے بے زبانوں پر چھُری اب تیز ہوتی ہے

وہ جس کا نام لینے سے پلٹ جاتی ہیں تقدیریں
اسی کو قتل کر دینے کی اب ہوتی ہیں تدبیریں

کریں بیداد ہم پر اور ہمیں سے داد بھی چاہیں
ہمارا قتل ہو اور ہم سے پھر امداد بھی چاہیں

ہمیں منظور ہے قطعِ تعلّق اہلِ مکّہ سے
نہیں ہم چاہتے رسمِ تملّق اہلِ مکّہ سے

یہ کہہ کر آلِ عبدالمطّلب کو گھر میں بلوایا
کیا کنبہ اکٹھا اور سارا حال بتلایا

بنی ہاشم اگرچہ آج تک ایماں نہ لائے تھے
مگر اہلِ حمیّت ہاشمی ماؤں کے جائے تھے

اکٹھے ہو گئے شعبِ[1] ابی طالب میں آ آ کر
یہیں پر تھے رسولِ پاک و اہلِ بیتِ پیغمبر

فقط اک بُولہب سب سے الگ تھا سب کا دشمن تھا
نہایت سنگدل بے رحم بے ایمان و پُر فن تھا

شعبِ ابی طالب میں محصُوری کا زمانہ

بڑی سختی سے کرتے تھے قریش اس گھر کی نگرانی
نہ آنے دیتے تھے غلّہ اِدھر تا حدِّ امکانی

---

[1] شعب ابی طالب پہاڑ کے ایک درّے کا نام ہے جو خاندان بنو ہاشم کی موروثی ملکیت تھی۔

marfat.com

کوئی غلّے کا سوداگر اگر باہر سے آجاتا — تو رستے ہی میں جا کر یُوْنُب کو غلّہ بیچ آتا

پہاڑوں کا دَرہ اک قلعۂ محصور تھا گویا — خدا والوں کو فاقوں مارنا منظور تھا گویا

رسُول اللہ لیکن مطمئن تھے اور صابر تھے — خدا جس حال میں رکھے اسی حالت پہ شاکر تھے

وہ حمزہؓ کا شکارِ آہواں کے واسطے جانا — کبھی کچھ بھی نہ ملنا اور خالی ہاتھ آجانا

وہ بچّوں کا تڑپنا ماہیِ بے آب کی صُورت — علی کے ضبط میں غصّے کے پیچ و تاب کی صُورت

عمرؓ کا ہاتھ اکثر قبضۂ شمشیر پر رکھنا — نبیؐ کے حکم پر سر تکیۂ تقدیر پر رکھنا

نبیؐ کے حکم کی تعمیل کرنا اور چُپ رہنا — غضب کو ضبط کرنا اور اپنی جان پر سہنا

وہ بھوکی بچّیوں کا رُوٹھ کر فی الفور مَن جانا — خُدا کا نام سُن کر صبر کی تصویر بن جانا

تڑپنا بھوک سے کچھ روز آخر جان کھو دینا — وہ ماؤں کا فلک کو دیکھ کر چُپ چاپ رو دینا

گذارے تین سال اس رنگ سے ایمان والوں نے — دکھا دی شانِ استقلال اپنی آن والوں نے

رضا و صبر سے دن کٹ گئے ان نیک بختوں کے — کہ کھانے کے لئے ملتے رہے پتّے درختوں کے

۱؎ دیکھو خاتم المرسلین صفحہ ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳ سیرت النبی صفحہ ۲۲۸ سیرت خیر البشر صفحہ ۷۲، سیرت رحمۃ للعالمین صفحہ ۵۲۔

۲؎ بنی ہاشم کے بچے بھوک سے اس قدر رویا کرتے کہ ان کی آواز گھاٹی سے باہر سنائی دیتی۔ (زاد المعاد)

۳؎ سعدؓ کی زبان سے مذکور ہے کہ ہم طلحہ کے پتے کھا کھا کر بسر کرتے تھے

سیرت النبی ۲۲۹

دکھائی شکل اس آغاز کے انجام نے اِک دن
چچا کو دی خبر اس مصدرِ الہام نے اِک دن

کہ دیمک کھا چکی ہے ظالموں کے عہدنامے کو
شکستہ کر دیا اللہ نے باطل کے خامے کو

ہے عبرت کا سبق اس انتباہِ آسمانی میں
فقط نامِ خدا باقی ہے اس تحریرِ فانی میں

شکستِ معاہدۂ باطل

ابی طالب اُٹھے گھر سے نکل کر شہر میں آئے
تھے جن کے دستخط اس عہدنامے پر وہ بُلوائے

کہا میرے بھتیجے سے ملی ہے یہ خبر مُجھ کو
دکھاؤ چل کے وہ تحریر اپنی اِک نظر مُجھ کو

میں اُس کو چھوڑ دوں گا قول ہے اُس کا اگر باطل
وہ حق پر ہے تو پھر اس عہدنامے کا اثر باطل

تبختر کی ادا سے ہنس پڑا بُوجہلِ بدگوہر
اتارا عہدنامہ دیکھ کر سب رہ گئے ششدر[1]

کہو ظاہر پرستو! کیا یہ امرِ اتفاقی تھا
جو فانی تھا وہ فانی تھا، جو باقی تھا وہ باقی تھا

---

[1] ابوطالب قریش کے پاس آئے اور آنحضرت کا قول بیان کیا۔ ابوجہل نے کہا ہم اس عہدنامہ کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ ضائع ہو گیا ہو۔ پھر وہ سارا قریش کو ساتھ لے کر کعبہ میں پہنچے۔ دیکھا تو دیمک اس پارچے کو کھا چکی تھی اور عجیب بات یہ تھی کہ جہاں جہاں اللہ محمد کا لفظ لکھا تھا صرف وہی جگہ باقی تھی (العادۃ العرب)

marfat.com

مشیت کو مگر مدنظر تھی شانِ یکتائی
محمدؐ کی یہ تنہائی ہی تھی سامانِ یکتائی

قریش اس وقت تک نامِ ابوطالب سے ڈرتے تھے
عرب کے لوگ ان کے مرتبے کا پاس کرتے تھے

ابوطالب کے اُٹھ جانے سے ڈر جاتا رہا دل سے
یہ ہستی اک سپر تھی ہٹ گئی تیرِ مقابل سے

غلامانِ محمدؐ تھے حبش کے ملک میں اکثر
یہاں مکے میں چند افراد تھے یارانِ پیغمبرؐ

دکھائی اور سرگرمی پئے تبلیغ سرورؐ نے
تو باطل آخری کوشش کے منصوبے لگا کرنے

ہادیٔ اسلام کا سفر طائف

وہ ہادیؐ جو نہ ہو سکتا تھا غیر اللہ سے خائف
چلا اک روز مکے سے نکل کر جانبِ طائف

دیا پیغامِ حق طائف میں طائف کے رئیسوں[1] کو
دکھائی جنبشِ روحانی کمینوں کو خسیسوں کو

نبیؐ کے ساتھ یہ بدبخت پیش آئے رعونت سے
جو سرکردہ تھا ان میں بول اُٹھا فخر و حقارت سے

اگر اللہ تجھ ایسوں کو نبیؐ پاک کرتا ہے[2]
تو گویا پردۂ کعبہ کو خود ہی چاک کرتا ہے[3]

کہا اک دوسرے نے واہ وہ بھی ہے خدا کوئی
پیمبر ہی نہیں ملتا جسے تیرے سوا کوئی

---

[1] طائف میں بڑے بڑے امرا اور ارباب اثر رہتے تھے عمیر کا خاندان رئیس القبائل تھا۔ تین بھائی تھے عبد یالیل مسعود
[2] دیکھو سیرت النبی۔ [3] (دیکھو صفحہ آئندہ)

عامُ الحُزن[1]

ابُوطالب اور حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی وفات

مِلا اس قید سے آخر مُسلمانوں کو چھٹکارا
اسی انداز سے بہنے لگی تبلیغ کی دھارا

روایت ہے کہ دسواں سال تھا عہدِ نبوّت کا
کہ ٹوٹا آخری رشتہ بھی انسانی حمایت کا

ابُوطالب سدھارے جانبِ مُلکِ عدم آخر
اُٹھا سر سے چچا کا سایۂ لُطف و کرم آخر

وہ اُمّ المُسلمیں جو مادرِ گیتی کی عزت ہے
وہ اُمّ المُسلمیں قدموں کے نیچے جس کے جنّت ہے

خدیجہؓ طاہرہ یعنی نبیؐ کی با وفا بی بی
شریکِ راحت و اندوہ پابندِ رضا بی بی

دیارِ جاودانی کی طرف راہی ہُوئیں وہ بھی
گئیں دُنیا سے آخر سُوئے فردوسِ بریں[2] وہ بھی

یہ بی بی تھیں وہ ہمدردِ یتیمی تھے مُحمّدؐ کے
یہ دونوں غمگسارانِ قدیمی تھے مُحمّدؐ کے

---

[1] بعثتِ نبوی کا دسواں سال تاریخِ اسلامی میں عامُ الحزن کے نام سے مشہور ہے۔ کیونکہ آپ کے دو ایسے رفیق و غمگسار اُٹھ گئے جن سے آپ کو بہت تقویت ملتی تھی۔ آنحضرت کی مشکلات پہلے سے بھی بڑھ گئیں۔ اور ایک اور سختی کا زمانہ شروع ہوا۔ (سیرت خیر البشرؐ)

[2] حضرت خدیجہ نے رمضان سنہ نبوی میں وفات پائی۔ آپ کی عمر ۶۵ برس ہُوئی۔ مقام حجون میں دفن کی گئیں۔ آنحضرت خود اُن کی قبر میں اترے۔ اُس وقت تک نمازِ جنازہ شروع نہیں ہوئی تھی۔ (سیرت النبیؐ)

marfat.com

ظرافت کی ادائے طنز سے اِک تیسرا بولا — نہایت بانکپن سی سانپ نے گویا دہن کھولا
اگر مَیں مان لُوں تم کر رہے ہو راست گفتاری — تو ہے تم سے تخاطُب میں بھی گستاخی بڑی بھاری
اگر تم جھُوٹ کہتے ہو تو ڈرنا چاہیے تُم سے — مجھے پھر بات بھی کوئی نہ کرنا چاہیے تم سے
یہ طعنِ سُوقیانہ سُن کے بھی ہادی نہ گھبرایا — اُٹھا اور اُٹھ کے اطمینان و آزادی سے فرمایا
کہ حق پر دل نہیں جمتا تو اچھا خیر جانے دو! — یہ پیغامِ ہدایت شہر والوں کو سنانے دو!
یہ کہہ کر شہر کی جانب چلا اسلام کا ہادیؐ — سُنایا قیدیانِ لات کو پیغامِ آزادی
مگر بھڑکا دیا لوگوں کو اِن تینوں شریروں نے — دکھائی شیطنت شیطان کے سچے مشیروں نے

پتّھروں کی بارش

بڑھے انبوہ در انبوہ پتھر لے کے دیوانے — لگے مینہ پتّھروں کا رحمتِ عالمؐ پہ برسانے
وہ اَبرِ لُطف جس کے سائے کو گلشن ترستے تھے — یہاں طائف میں اُس کے جسم پر پتّھر برستے تھے
وہ بازُو جو غریبوں کو سہارا دیتے رہتے تھے — پیاپے آنے والے پتّھروں کی چوٹ سہتے تھے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) کہنا یہ تھا کہ ہر عرب کے اتنے بڑے رئیس ہیں۔ خدا کو چاہیے تھا کہ پیغمبری میں دیتا۔ چنانچہ حق تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔
وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝ (پ ۲۵ الزخرف ع ۳) — وہ کہتے ہیں کہ قرآن کو اترنا تھا۔ ان دو شہروں (مکہ و طائف) میں سے کسی رئیسِ اعظم پر اترنا تھا۔

وہ سینہ جس کے اندر نورِ حق مستور رہتا تھا
وہی اب شق ہوا جاتا تھا اس سے خون بہتا تھا

فرشتے جن پہ آ آ کر جبینِ شوق رکھتے تھے
وہ پائے نازنیں زخموں کی لذت آج چکھتے تھے

جگہ دیتے تھے جن کو حاملانِ عرشِ آنکھوں پر
وہ نعلینِ مبارک خاک و خوں سے بھر گئیں یکسر

بشر کی عیب پوشی کے لئے جس کو اتارا تھا
بشر کی چیرہ دستی سے وہ دامن پارا پارا تھا

زمیں کا سینہ شق تھا اور فلک کا رنگِ رُخ فق تھا
کہ ساری عمر کا حاصل شکارِ جورِ ناحق تھا

حضور اس جور سے جب چور ہو کر بیٹھ جاتے تھے
شفق آتے تھے بازو تھام کر اوپر اٹھاتے تھے[1]

اسی "مہماں نوازی" کا نمونہ پھر دکھاتے تھے
خدائے قاہر و قہار کا صبر آزماتے تھے

یہ جسمانی عقوبت اس پہ طرہ رنجِ روحانی
خدا پر مضحکہ کرتے تھے یہ بیداد کے بانی

کوئی کہتا تھا، آپ اعجاز اپنا کوئی دکھلائیں!
کم از کم یہ تو ہو ہم پر یہ پتھر ہی پلٹ آئیں!

کوئی کہتا تھا، تم پر سے بلا کیوں ہٹ نہیں جاتی!
ہمارے غرق ہونے کو زمیں کیوں پھٹ نہیں جاتی!

کوئی کہتا تھا میں ایسے خدا سے ڈر نہیں سکتا!
کہ جو اپنے پیمبر کی حفاظت کر نہیں سکتا!!

غرض یہ بانیانِ شر یہ فرزندانِ تاریکی
نبیؐ پر مشق کرتے جا رہے تھے سنگباری کی

مگر اس رنگ میں جب تک زباں دیتی رہی یارا
دعائے خیر ہی کرتا رہا اللہ کا پیارا

---

[1] یہ پوری تفصیل مواہب لدنیہ بحوالہ موسیٰ بن عقبہ اور طبری و ابن ہشام میں ہے۔ (مصنف)

marfat.com

بالآخر جان کر بے جان، ان لوگوں نے منہ موڑا — لہو میں اس وجودِ پاک کو لتھڑا ہوا چھوڑا

آپ سے بددُعا کی خواہش

رحمۃ للعالمین کا جواب

غلام باوفا زید ابنِ حارث ڈھونڈتا آیا — متاعِ نور کو طائف سے کندھوں پر اٹھا لایا

حدِ نخلہ[1] میں آپہنچا بحالِ خستہ و غمگیں — وہاں چشمے پہ لا کر زخم دھوئے پٹیاں باندھیں

کہا سرکار ان لوگوں کے حق میں بددعا کیجے! — شکایت اس جفا و جور کی پیشِ خدا کیجے!

زمیں کو حکم دیجے ان لعینوں کو ہڑپ کر لے — اسی کا بوجھ ہیں یہ لوگ ان کو پیٹ میں بھر لے

فلک کو حکم دیجے پھٹ پڑے ان کینہ کاروں پر — بجائے آب برسے آگ طائف کی بہاروں پر

جنابِ رحمۃ للعالمیں نے ہنس کے فرمایا — کہ میں اس دہر میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا

اگر کچھ لوگ آج اسلام پر ایماں نہیں لاتے! — خدائے پاک کے دامانِ رحمت میں نہیں آتے

مگر نسلیں ضرور ان کی اُسے پہچان جائیں گی — درِ توحید پر اک روز آ کر سر جھکائیں گی

میں ان کے حق میں کیوں قہرِ الٰہی کی دعا مانگوں — بشر ہیں بے خبر ہیں کیوں تباہی کی دعا مانگوں

---

[1] نخلہ طائف اور مکے کے درمیان ایک مقام ہے۔ آپؐ طائف سے واپسی پر یہاں چند روز قیام فرمایا۔ (سیرت النبیؐ)

پتھر مارنے والوں کے لئے آنحضرت کی دُعائے خیر

یہ فرما کر نبیؐ نے ہاتھ اُٹھا کر اک دُعا مانگی
خُدا کا فضل مانگا خُوئے تسلیم و رضا مانگی

دُعا مانگی الٰہی قوم کو چشمِ بصیرت دے
الٰہی رحم کر ان پر انہیں نُورِ ہدایت دے

جہالت ہی نے رکھا ہے صداقت کے خلاف ان کو
بچارے بے خبر انجان ہیں کر دے معاف ان کو

فراخی ہمتوں کو، روشنی دے ان کے سینوں کو
کنارے پر لگا دے ڈُوبنے والے سفینوں کو

الٰہی فضل کر کہسارِ طائف کے مکینوں پر
الٰہی پھُول برسا پتھروں والی زمینوں پر

وہی جوشِ تبلیغ

یمنیوں اور یثربیوں کا ایمان لانا

رسول اللہ پھر طائف سے مکّے کی طرف آئے
برائے دعوت و تبلیغِ حق پھر سر بکف آئے

یہاں بہرِ تجارت سب قبائل آتے جاتے تھے
رسُولِ پاک انہیں جا کر پیامِ حق سناتے تھے

بہت سے خوش نصیب اللہ پر ایمان لے آئے
گھروں کی سمت پلٹے دولتِ عرفان لے آئے

marfat.com

طفیل ابن عمرو دوسی یمن کا شاہزادہ تھا — حضورِ سرورِ دیں اس کا آنا بے ارادہ تھا

قریشِ مکہ نے بہکا دیا تھا اس کو آتے ہی — کہ انساں عقل کھو دیتا ہے اس کے پاس جاتے ہی

قضا کار ایک دن یہ ہو گیا دو چار حضرت سے — سُنا قرآن، پھر معمور تھا نورِ ہدایت سے

مسلماں بن کے خوش قسمت یمن کی سمت لوٹ آیا — پئے تبلیغ حق اہلِ وطن کی سمت لوٹ آیا

اسی صورت سوید شیرِ بی ایمان لائے تھے — یاس ابن معاذ اوسی اسی صورت سے آئے تھے

۱؎ طفیل ابن عمرو دوسی کے مشہور قبیلہ دوس کے ایک معزز رکن اور نامی گرامی شاعر تھے۔ وہ کسی کام سے مکے میں آئے۔ انہیں ابھی تک آنحضرت کے متعلق کچھ بھی معلوم نہ تھا۔ اکابر قریش طفیل کے مرتبہ کو جانتے تھے۔ وہ ان کے پاس آئے اور کہا اتنا خیال رکھنا کہ تم ایک شخص سے ملنے جا رہے ہو اُس سے نہ ملنا وہ بڑا جادوگر ہے۔ اُس کا کلام باپ بیٹے میں تفریق ڈال دیتا ہے۔ طفیل نے اُن کے مشورہ پر عمل کرنے کا تہیہ کر لیا۔ کبھی باہر نکلتا۔ کانوں میں روئی ٹھونس لیتا لیکن اتفاق سے آنحضرت قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے۔ طفیل نے بھی باوجود کانوں میں روئی ہونے کے اس آواز کو سُنا۔ دل میں خیال آیا کہ یہ تو حماقت ہے کہ کسی کی آواز نہ سُنوں۔ بُری بات ہوگی تو سنا نہ ہوگا۔ چنانچہ کانوں سے روئی نکالی اور اللہ کا کلام سُننے لگا۔ کلام کی سچائی نے اثر کیا۔ اور وہ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ اور پھر اپنے وطن چلا گیا۔ وہاں جا کر اپنے کنبے کو مسلمان کیا۔ اور قوم میں تبلیغ کرنے لگا۔ (خاتم المرسلین ص ۱۲۹-۱۳۰)

۲؎ سوید ابن صامت ارضِ یثرب کا مشہور صوف مجاہد اور عالم تھا اس کو اشاعتِ لقمان کا ایک نسخہ ہاتھ آ گیا تھا جس کو وہ کتاب سماوی سمجھتا تھا۔ وہ ایک مرتبہ حج کے لئے آیا۔ رسولِ خدا اُس کے پاس تشریف لے گئے۔ اُس نے اشاعتِ لقمان پڑھ کر سنائیں۔ آپ نے فرمایا میرے پاس اس سے بھی بہتر چیز ہے۔ یہ کہہ کر قرآن مجید کی چند آیات پڑھیں۔ وہ اسلام کا معتقد ہو کر لوٹا اور یثرب کے لوگوں پر اس عقیدہ کا اظہار کیا۔ وہ انہی دنوں جنگِ بعاث میں مارا گیا۔ سوانح الانف میں اور طبری میں یہ ذکر موجود ہے۔ (مصنف)

۳؎ ارضِ یثرب میں اوس و خزرج نامی ایک ہی خاندان یعنی قحطان کے دو قبیلے آباد تھے مگر ایامِ جاہلیت میں دونوں میں جنگ رہا کرتی تھی۔ قبیلہ اوس کو خزرج کے مقابلہ میں شکست ہوئی تو اس کے عمائد قریش کے پاس خزرج کے مقابلہ میں انہیں اپنا حلیف بنانے کے لئے آئے۔ اس سفارت میں ایاس ابن معاذ بھی تھے۔ رسول اللہ کو اُن کا آنا معلوم ہوا تو آپ اُن کے پاس تشریف لے گئے۔ اور کچھ آیات ان کو سنائیں۔ ایاس نے ساتھیوں سے کہا۔ تم جس غرض سے آئے ہو۔ یا کام تو اس سے بھی بہتر ہے لیکن اس سفارت کے سالار نے اس کے منہ پر کنکریاں مار کر کہا۔ ہم اس کام کے لئے نہیں آئے۔ اس کے بعد یہ سفارت وطن کو لوٹی۔ ایاس آنحضرت کی بعثت سے پہلے انتقال کر گیا۔ لوگوں کا بیان ہے کہ مرتے وقت ایاس کی زبان پر کلمہ جاری تھا۔ (سیرت النبی)

اسی صورت سے چند[1] افراد آئے ارضِ یثرب سے
پھر آیا انہیں اسلام ہی سارے مذاہب سے

وطن میں جا کے سب نے دینِ بیضا کی منادی کی
کہ لوگو جاگ اٹھی قسمت ہماری خشک وادی کی

وہ پیغمبر کہ جس کا منتظر سارا زمانہ تھا
وہ پیغمبر توشتوں[2] کے مطابق جس کو آنا تھا

اسی کو دیکھ کر آئے ہیں ہم مکے کی بستی میں
خدا کا نام لیتا ہے جہانِ بت پرستی میں

سنو ہم نے کلام اس کا سنا ہے اپنے کانوں سے
جو صورت ہم نے دیکھی کہہ نہیں سکتے زبانوں سے

خدا کے فضل سے ہم سب مسلماں ہو کے آئے ہیں
دلوں سے بت پرستی کی نجاست دھو کے آئے ہیں

اہلِ یثرب میں اسلام

یہ سن کر غلغلہ سا پڑ گیا اطرافِ یثرب میں
اخوت از سرِ نو آ چلی اشرافِ یثرب میں

---

[1] حج کے زمانہ میں عرب کے قبائل مکے میں آتے تھے۔ اور آنحضرتؐ اس موقع پر ان کے ڈیروں پر جا جا کر تبلیغ فرماتے تھے۔ ۱۱ھ میں ایسا ہی ہوا۔ مقام عقبہ کے پاس وہاں اب مسجد عقبہ ہے قبیلہ خزرج کے چند اشخاص آپ کو نظر آئے۔ آپ نے ان کو دعوتِ اسلام دی۔ ان لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا۔ دیکھو یہود اس اولیت میں ہم سے بازی نہ لے جائیں۔ یہ کہہ کر سب نے اسلام قبول کر لیا یہ چھ شخص تھے۔ دوسرے سال بارہ اشخاص آئے اور بیعت کی۔ اور خواہش کی کہ کوئی معلم ہمارے ساتھ ارکانِ اسلام سکھانے کے لئے دیا جائے۔ آپؐ نے مصعبؓ بن عمیر کو ان کے ساتھ کر دیا۔ مصعبؓ ہاشم بن عبد مناف کے پوتے اور سابقین اسلام میں تھے۔ مصعبؓ کی کوشش سے یثرب میں اسلام پھیلنے لگا۔ اگلے سال بہتر آدمیوں نے مکے اور مقام منا میں بیعت کی۔ (سیرت النبیؐ)

[2] اہل یثرب نے یہودیوں سے سن رکھا تھا کہ ایک موعودؐ نبی کے آنے کا زمانہ قریب ہے۔ یہودی تورات عیسائی انجیل کی پیشگوئیوں کی بنا پر موعود نبی کے مدتوں سے منتظر تھے۔ (دیکھو طبری)

marfat.com

یہاں کے رہنے والے اوس و خزرج کے قبائل تھے
نہایت بامروت، اہلِ دل اہلِ وسائل تھے

یہ باہم بھائی بھائی تھے مگر آپس میں لڑتے تھے
بڑی مدت سے خانہ جنگیوں میں گھر اُجڑتے تھے

یہودی بھی یہاں تھے اور معزز سمجھے جاتے تھے
یہ ساہوکار دھنا سیٹھ بن کر سُود کھاتے تھے

بتوں کو چھوڑ کر اور حُبِّ مال و جاہ کو تج کے
مُسلماں ہو چلے آخر گھرانے اوس و خزرج کے

لیا جانے لگا ختم الرُّسُل کا نام یثرب میں
لگا ہر سمت پھیلنے پھولنے اسلام یثرب میں

حَسَد کرنے لگی قومِ یہود اس دین و ملت سے
بنے بیٹھے تھے وہ لوگوں کے آقا ایک مدت سے

باب ششم

مُسلمانانِ مکّہ کی ہجرت یثرب

یہاں مکّے میں دُنیا تنگ تھی ایمانداروں پر
کہ روندے جا رہے تھے پھول کے سے جسم خاروں پر

نبوّت نے اجازت دی کہ یثرب میں چلے جاؤ
وطن والوں کے اس ظُلم و تعدّی سے اماں پاؤ

بشارت ہے وہاں پر اَمن بخشے گا خُدا تم کو
یہاں صبحِ وطن ہے، خندۂ دنداں نما تم کو

صحابہ پر اگرچہ قہر کے بادل برستے تھے
بچارے سانس آزادی سے لینے کو ترستے تھے

نہ تھا آسان منہ اپنے وطن سے موڑ کر جانا
رسُولِ پاک کو مکّے میں تنہا چھوڑ کر جانا

مگر فرمانِ محبُوبِ خُدا فرمانِ باری تھا
مسلمانوں کا شیوہ، شیوۂ طاعت گذاری تھا

marfat.com

مشرکینِ مکّہ کے ارادے

صحابہ رفتہ رفتہ جانبِ یثرب ہُوئے راہی
قریشی کافروں کو مل گئی فی الفور آگاہی

دلوں میں خوش ہُوئے ظالم کہ اب حسرت مٹی پوری
محمدؐ اور اس کے ساتھیوں میں ہو گئی دُوری

مُسلماں جا چکے ارضِ حبش میں اور یثرب میں
اچھا وقت ہے، سب ٹل گئے وقتِ مناسب میں

ابُوبکرؓ و علیؓ باقی ہیں لیکن دو کی ہستی کیا
بہادر ہی سہی ہم پر کریں گے پیش دستی کیا

جو چند افراد ہیں کچھ اَور وہ کمزور[1] ہیں سارے
کہ اب بھی چھپتے پھرتے ہیں ہمارے خوف کے مارے

یہ اچھا وقت ہے اب قتل کر ڈالو محمدؐ کو
مناؤ آج تنہائی میں اس نورِ مجرّد کو

تساہل اب نہیں اچھا کہ طوفاں چڑھتے جاتے ہیں
حبش میں اور یثرب میں مُسلماں بڑھتے جاتے ہیں

خُدا والے کہیں ایسا نہ ہو قوّت پکڑ جائیں
بتانِ کعبہ کے اس ملک سے جھنڈے اکھڑ جائیں

مشاورتِ قتل

جبیر و عقبہ و عتبہ ابُوجہل و ابُوسفیاں
نضر، بُوبختری، حارث اُمیّہ اور اک شیطاں

---

[1] حضرت صدیقؓ اور حضرت علیؓ کے علاوہ چند ایسے لوگ مکّہ میں باقی رہ گئے تھے۔ جو مُفلسی کے ہاتھوں مجبور تھے۔ اور ہجرت نہ کر سکے۔ یہ آیت اُن ہی کی شان میں ہے۔

وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا (سورۃ النساء ع ۱۵)

کمزور مرد عورتیں اور بچے یہ کہتے ہیں کہ اے خُدا ہم کو اس شہر سے نکال کہ یہاں کے لوگ ظالم ہیں۔

یہ سب ایوانِ ندوہ میں اکٹھے ہو گئے آکر
قبائل کے نمائندے بٹھائے ساتھ بُلوا کر

تھا شیطاں نجد کے اک بے حیا بوڑھے کی صُورت میں
کہ چل کر دُور سے آیا تھا آج اس بزمِ لعنت میں

ہُوئے ایوان کے دربند تقریریں لگی ہونے
نبیؐ کو قتل کر دینے کی تدبیریں لگی ہونے

نظر آتی تھی اس بُوڑھے کو ہر تجویز میں خامی
وہ کہتا تھا مبادا پیش آئے کوئی ناکامی[1]

بالآخر سوچ کر بُوجہل نے اِک بات بتلائی
یہی تجویز اس شیطان بُوڑھے کو پسند آئی

کہا اُس نے کہ ہر کُنبے سے اک اک آدمی چُن لو
کوئی باقی نہ رہ جائے قبیلہ یہ ذرا سُن لو

یہ نکلیں آج شب کو لے کے خُون آشام تلواریں
محمدؐ پر یہ تلواریں سبھی یک بارگی مارِیں

نبیؐ کا جسم عبرت کا نظارا ہو کے رہ جائے
مجسّم نُورِ وحدت پارا پارا ہو کے رہ جائے

یہی تجویز اچھی ہے یہی ترکیب ہے کامل
کہ ہو گا اس طرح ہر اک قبیلہ قتل میں شامل

کریں اس خُون کا دعویٰ مُسلماں یا بنی ہاشم
تو مل کر سب قبیلے جنگ میں ان سے نپٹ لیں ہم

غرض طے پا گئی آخر یہی تجویز شیطانی
قسم کھا کھا کے لوگوں نے نبیؐ کے قتل کی ٹھانی

---

[1] تدبیرِ قتل پر غور کرنے کے لئے دارالندوہ میں اجلاس خفیہ کا اعلان کیا گیا (دارالندوہ کو قُصَیّ ابن کلاب نے قائم کیا تھا، اس اجلاس میں نجد کا ایک تجربہ کار بوڑھا شیطان بھی آکر شامل ہو گیا تھا۔ (رحمۃ للعالمین)

marfat.com

ہجرت کی رات

سفینہ مہر کا جس دم شفق کے خوں میں ڈوبا
کیا تاریکیوں نے دن پہ چھا جانے کا منصوبا

کئی فتنے جگا کر رات نے پھیلا دیئے دامن
فضا پر لشکرِ ظلمات نے پھیلا دیئے دامن

مسلط ہو گئیں خاموشیاں دنیائے ہستی پر
ستاروں کی نگاہیں جم گئیں مکے کی بستی پر

نہیں تھا دامنِ کعبہ پہ زمزم اشکِ جاری تھا
چٹانیں دم بخود تھیں وادیوں پر ہول طاری تھا

نظر آتی ہو جس میں روشنی وہ ایک ہی گھر تھا
مصلے پر وہاں جو شخص بیٹھا تھا پیمبر تھا

عبادت ختم کی تسکین و اطمینان سے اس نے
اٹھا، باندھی کمر اللہ کے فرمان سے اس نے

جگایا نیند سے شیرِ خدا کو اور فرمایا
کہ فرمانِ ہجرتِ یثرب کا ہے میرے سامنے آیا

مثالِ موسیٰ و داؤد ہجرت[1] فرض ہے مجھ پر
کمالِ دینِ حق اتمامِ حجت فرض ہے تجھ پر

اٹھو، دیکھو کہ تلواروں سے گھر محصور ہے میرا
کہ میری قوم کو اب قتل ہی منظور ہے میرا

---

[1] حضرت موسیٰ نے مصر سے ہجرت کی اور حضرت داؤد نے بھی سابق بادشاہ کے ظلم کے سبب ہجرت کی۔ دیکھو کتاب سیاحت [illegible] ۱۲-۱۳-۱۴ (رحمۃ للعالمین)

نکلنا اور اس عالم میں تلواروں پہ چلنا ہے
مگر حکمِ خدا ہے اس لئے مجھ کو نکلنا ہے

یہ چادر اوڑھ لو سو جاؤ آکر میرے بستر پر
محافظ ہے وہی رکھو بھروسہ شانِ داور پر

یہ مال و زر انہی لوگوں کا میرے پاس امانت ہے
امانت کا ادا کرنا ہی اسلامی دیانت ہے

خدا حافظ ہی، دیکھو دل میں اندیشہ نہ کچھ لانا
یہ چیزیں اِن کی پہنچا کر سوئے یثرب چلے آنا

علیؓ نے حکم کی تعمیل کی اور اوڑھ لی چادر
باطمینان آکر سو گئے حضرت کے بستر پر

ارادہ کر لیا جب سرورِ عالمؐ نے چلنے کا
تو دیکھا راستہ مسدود ہے گھر سے نکلنے کا

دراڑوں میں سے جھانکا ہر طرف گہرا اندھیرا تھا
مگر پہرے کھڑے تھے گھر کو جلادوں نے گھیرا تھا

اندھیرے میں چمک اُٹھتی تھیں بجلی کی طرح دھاریں
نظر آیا کہ ہیں ہر سمت تلواریں ہی تلواریں

یہ آدھی رات کا عالم یہ ہیبت ناک نظارا
مگر ڈرتا نہ تھا باطل سے وہ اللہ کا پیارا

وہ درّاتا ہُوا وحدت کا دم بھرتا ہُوا نکلا
تلاوت سورۂ یٰسٓ کی کرتا ہُوا نکلا

گری برقِ نظر اس مجمعِ قاتل کی آنکھوں پر
کہ پٹّی خیرگی کی بندھ گئی باطل کی آنکھوں پر

کمنچی ہی رہ گئیں خوں ریز خوں آشام شمشیریں
کسی نے کھینچ دی ہوں جس طرح کاغذ کی تصویریں

لہ فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ (پ۲۲ یٰس ع ۵) ہم نے اُن کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے اور وہ کچھ نہیں دیکھتے۔

marfat.com

خدا نے خاکِ غفلت ڈال دی کفار کے سر میں
رسولِ پاک پہنچے حضرتِ صدیق کے گھر میں

سنایا دوست کو فرمانِ حق یثرب کی ہجرت کا
نویدِ زندگی بخشی دیا مژدہ رفاقت کا

بجلت دخترِ صدیق نے سامان کو باندھا
نطاق اپنی اتاری اس سے توشہ دان کو باندھا

حبیبِ حق کی خوشنودی صلہ تھا جوشِ خدمت کا
شرف پایا ہوئیں ذات النطاقین آج سے اسماؓ

غارِ ثور

ہوئے آزاد باطل کے حصارِ قہر سے دونوں
ابھی کچھ رات باقی تھی کہ نکلے شہر سے دونوں

نبیؐ نے خانۂ کعبہ کو دیکھا اور فرمایا
کہ اے پیارے حرم میری تری غربت کا تو ہے آسرا

ترے فرزند اب مجھ کو یہاں رہنے نہیں دیتے
تری پاکیزگی کا دھیان تک کرنے نہیں دیتے

جدائی عارضی ہے پھر بھی دل کو بے قراری ہے
کہ تو اور تیری خدمت مجھ کو دنیا بھر سے پیاری ہے

لہ اس موقعہ پر توشہ دان کو باندھنے کے لئے کوئی چیز نہ ملتی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق کی بیٹی اسماؓ نے فوراً اپنی کمر کا پٹکا کھول کر اس کے دو حصے کر لئے۔ ایک سے ناشتہ دان کو باندھا۔ حضرت رسالت مآبؐ اس تدبیر پر خوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ تو خدا جنت میں تمہیں دو پٹکیاں عطا کرے گا۔ یہی کمر بند عرب میں نطاق کہتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرتؐ کے ارشاد فیض بنیاد کے سبب اسماؓ کا لقب ذات النطاقین ہو گیا۔ یعنی دو پٹکیوں والی۔ (ابن سعد و ابن ہشام)

لہ یہ غار مکہ سے تین میل جنوب کی جانب ہے۔ پہاڑ کی چوٹی تک تو ایک میل بلند ہے۔ چڑھائی بہت ہی سخت ہے۔ یہاں سے مکہ صاف دکھائی دیتا ہے۔ (مصنف)

یہ فرماتا ہُوا آگے بڑھا اِسلام کا ہادی
سراسر موم ہو کر رہ گئی یہ سنگ دل وادی

چڑھائی سخت تھی سنگین و ناہموار رستہ تھا
نکیلے پتھروں کا فرش تھا پُر خار رستہ تھا

نبیؐ کے پائے نازک ہر قدم پر چوٹ کھاتے تھے
دلِ صدیق کے جذبات زخمی ہوتے جاتے تھے

نہ دیکھا جا سکا پائے محمدؐ کی جراحت کو
بصد اصرار کندھوں پر اُٹھایا شانِ رحمت کو

اندھیرا، پتھروں کے ڈھیر، کوہِ ثَور کی گھاٹی!
خُدا ہی جانتا ہے یہ مسافت جس طرح کاٹی

بالآخر دو مسافر نزدِ غارِ ثَور آ ٹھہرے
مقدر تھا یہیں نُورانیوں کا قافلہ ٹھہرے

گئے اندر ابُوبکرؓ اور اِس کو صاف کر آئے
عبا کو چاک کر کے روزنوں میں اس کے بھر آئے[1]

مہ و خورشید نے بُرجِ سفر میں استراحت کی
کہ تھا نَوروز تاریخِ یکم تھی سنِ ہجرت کی

ازل سے سو رہی تھی خاک کی توقیر جاگ اُٹھی
یکایک اِس اندھیرے غار کی تقدیر جاگ اُٹھی

سحر کا نُور خندہ زن تھا باطل کی لیاقت پر
اُفق کے غرفۂ مشرق سے جب خورشید نے جھانکا
نظر آیا تماشا قاتلوں کی چشمِ حیراں کا

---

[1] حضرت صدیقؓ اکبر غار میں داخل ہوئے۔ فرش صاف کیا۔ جہاں کہیں سوراخ تھے اور سانپ بچھو کا خطرہ تھا۔ آپ نے اپنی عبا کو پھاڑا اور ان سوراخوں کو بند کر دیا۔ (دیکھو سیرت ابن ہشام، رحمۃ للعالمین)

گروہِ اشقیا کو سرنگوں ہوتا ہُوا پایا — علیؓ کو سایۂ شمشیر میں سوتا ہُوا پایا

سحر کا نُور خندہ زن تھا باطل کی لیاقت پر — بہت چیں بر جبیں تھا انبوہِ قریش اپنی حماقت پر

حقیقت کھُل گئی جس وقت غافل ہوش میں آئے — بہت بپھرے، بہت ہی اُچھلے کُودے جوش میں آئے

بہت کچھ کھینچا تانی کی علیؓ کو خُوب دھمکایا[1] — یہاں سے پھر یہ مجمع خانۂ صدیق پر آیا

ہُوا معلوم انہیں بُوبکرؓ بھی گھر میں نہیں سوتے — یہ ایسی بات تھی جس نے حواس و ہوش ہی کھوئے

بہم لڑنے لگے اِک دوسرے کی داڑھیاں نوچیں — محمدؐ کو پکڑ لینے کی ترکیبیں کئی سوچیں

انعام کا اعلان اور تلاش

کیا اعلان آخر جو کوئی جرأت دکھائے گا — پکڑ لائے گا تو انعام میں سو اونٹ پائے گا

لگے کچھ جمع ہو کر شہر ہی میں ہاؤ ہُو کرنے — بہت سارے مسلح ہو کے نکلے جستجو کرنے

لگائے ہر طرف چکّر بہت لمبے بہت چوڑے — پہاڑوں پر چڑھے وادی میں گھوسے دشت میں دوڑے

تعاقب میں کئی مشرک دہانِ غار تک پہنچے — کئی بار اس مقامِ سیّدِ ابرار تک پہنچے

سُنی بُوبکرؓ نے قدموں کی آہٹ دل ہُوا پُرغم — کہا دشمن قریب آئے ہیں اے فخرِ بنی آدم

---

[1] ظالموں نے حضرت علیؓ کو پکڑا اور حرم میں لے جا کر تھوڑی دیر روکے رکھا۔ پھر چھوڑ دیا۔ (سیرت النبیؐ)

کہا اللہ ساتھی ہے تو کیا اندیشۂ دشمن لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا پر نظر اے دوست[1] لَا تَحْزَنْ

قافلۂ نبوّت مدینے کے راستے میں

اُٹھا رکھی نہ اہلِ مکّہ نے باقی کسر کوئی نہیں پہنچا خُدا کے پاک بندوں تک مگر کوئی
مسافر تین روز و شب رہے اِس غار کے اندر غذا ملتی رہی تازہ بفضلِ خالقِ اکبر
سکوں افشاں ہُوا دُنیا پہ چوتھی رات کا سایا تو عامر گھر سے اِک ناقہ کی جوڑی ساتھ لے آیا[2]
ادب سے عرض کی بُوبکر نے اے رحمتِ باری سوارِ ناقہ ہو کر کیجئے چلنے کی تیّاری
ہُوا ارشاد اِس ناقہ کی قیمت طے کرو پہلے کہ ہم قیمت بغیر اس کو نہ لیں گے سوچ لو پہلے
اشارا تھا مدد جُز رحمتِ یزداں نہیں لیتے خُدا کی راہ میں انسان کا احساں نہیں لیتے

---

[1] خدا پاک نے حضرت ابُوبکر صدّیق کے اس خلوص کا اعتراف قرآن مجید میں بھی فرمایا ہے۔ گویا جس معیت الٰہی میں نبیؐ واصل تھا۔ اسی میں ابُوبکر کو بھی شامل کر لیا۔ سورہ توبہ میں ہے۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ

(پ ۱۰ التوبۃ ع ۶)

اگر تم اس کی مدد نہ کرو۔ تو یقیناً اللہ نے اس کی مدد کی جب اُسے کافروں نے نکال دیا تھا اس حال میں کہ وہ دو میں سے کا دوسرا تھا۔ جب وہ دونوں غار میں تھے۔ اور جب اُس نے اپنے رفیق سے کہا غمگین نہ ہو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے +

[2] یہ عامر بن فہیرہ صدیق اکبر کا غلام تھا حضرت صدّیق چلتے ہوئے اُسے ہدایات دے آئے تھے + (مصنّف)

marfat.com

بقیمت لے کے ناقہ شانِ رحمت نے سواری کی
زمیں یثرب کی جانب نکہتیں بادِ بہاری کی

رسول اللہ اور صدیق تھے اِک پشتِ ناقہ پر[1]
تھا عامر دوسری پر اور اس کے ساتھ اِک رہبر[2]

بظاہر چند اہلِ کارواں معلوم ہوتے تھے
مگر اِن کے جلو میں دو جہاں معلوم ہوتے تھے

عرب کی دُھوپ

یہ شب چلتے ہی گذری اور دن کی دوپہر آئی
عرب کی دُھوپ نے شانِ تمازت اپنی دکھلائی

اُٹھا طوفانِ آتش اس بیابانی سمندر میں
سمایا آ کے سو سو ہاویہ ایک ایک پتھر میں

زمیں انگارے اُگلی آگ برسی آسمانوں سے
دُھواں اُٹھنے لگا جھلسی ہوئی کالی چٹانوں سے

فضا تھرّا گئی سیلِ حرارت کے دریڑوں سے
ہوا گھبرا گئی امواجِ حدت کے تھپیڑوں سے

ازل کے روز سے یہ خاک یونہی پاک ہوتی تھی
وضو کرتی تھی ہر ذرے کا منہ کرنوں سے دھوتی تھی

کیا کرتی تھی غسلِ آفتابی اِس لئے وادی
کہ گذرے گا یہاں سے ایک دن اسلام کا ہادی

---

[1] اس ناقہ کا نام قصویٰ تھا۔ اور آنحضرتؐ سے اجر کر بڑے تحریر فرمایا تھا۔ [2] عبداللہ بن اریقط کو کہ اجر رہبری کے لئے

کیا آرام اِک شجر کے سائے میں رسالت نے
ہوئی جس وقت ہلکی دھوپ کی وہ شعلہ سامانی

مہیا کر لیا دودھ اس جگہ بھی جوشِ خدمت نے
پیا شیرِ مصفّا آپ نے چلنے کی پھر ٹھانی

سراقہ ابن مالک ابن جعشم کا تعاقب

مقرر ہو چکا تھا اس طرف انعام اُونٹوں کا
سراقہ ابن مالک کو ہَوس نے آج اُکسایا
مگر چلتے ہی ٹھوکر لی صبا رفتار گھوڑے نے
یہ اک تنبیہ تھی لیکن سمجھ اس کو نہیں آئی
نظر آیا اسے اب قافلہ ایمان والوں کا
سراقہ خوش ہُوا گھوڑے کو دوڑاتا ہوا دوڑا
گرایا اک جگہ بار دگر راکب کو مرکب نے
یہ غیبی تازیانہ تھا یہ تنبیہ الٰہی تھی

گرفتاری کی خاطر بچھ چکا تھا دام اُونٹوں کا
چڑھا گھوڑے کے اُوپر اور نبیؐ کو ڈھونڈنے آیا
جگایا رُوحِ خوابیدہ کو پہلی بار گھوڑے نے
کہ بعد از صد تامّل پھر تعاقب ہی کی ٹھہرائی
ہَوس نے بھر دیا سَو اونٹ سی دامن خیالوں کا
نہایت زعم سے نیزے کو چمکاتا ہُوا دوڑا
جھنجھوڑا رُوحِ خوابیدہ کو دستِ قدرتِ رب نے
ہوا ثابت کہ فالوں میں تعاقب کی منا ہی تھی

سلہ آنحضرتؐ نے آرام فرمایا تو حضرت صدیقؓ تلاش میں نکلے کہ کہیں سے کچھ کھانے کو مل جائے تو لائیں۔ پاس ہی ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا۔ اس سے کہا بکری کا تھن صاف کر دے۔ پھر اس کے ہاتھ صاف کرائے۔ اور دودھ دوہا یا۔ برتن کے مُنہ پر کپڑا لپیٹ دیا کہ گرد نہ پڑ جائے۔ (سیرت النبیؐ)

marfat.com

پھر اکسایا اُسے انعام ملنے کی اُمیدوں نے
خطابِ قاتلِ اسلام ملنے کی اُمیدوں نے

بڑھا پھر چڑھ کے گھوڑے پر جہالت کے ارادے سے
اُسی بے رحم نیت سے اُسی قاتل ارادے سے

مگر اس مرتبہ دامِ بلا میں پھنس گیا گھوڑا
روایت ہے کہ رانوں تک زمیں میں دھنس گیا گھوڑا[1]

دکھائی پے بہ پے آخر جو قسمت نے نگونساری
سراقہ کے دلِ وحشی پہ ہیبت ہو گئی طاری

پڑا ہاتھوں میں رعشہ ڈر سے نیزہ گر گیا اُس کا
یہ نقشہ دیکھ کر اس کام سے دل پھر گیا اُس کا

آنحضرت کی ایک معجز نما پیش گوئی

پکارا یا محمدؐ بخش دیجے گا خطا میری
میں گمراہی میں تھا بیشک بُری تھی رہنما میری

مَیں تائب ہُوں مجھے اک امن کی تحریر مل جائے
ترے دربارِ رحمت میں مجھے توقیر مل جائے

انوکھی التجا تھی مُسکرایا قوم کا ہادیؐ
پھر اس کو بے تامل امن کی تحریر لکھوا دی

سراقہ سے مخاطب ہو کے یُوں مُلہمؐ نے فرمایا
اگرچہ تو ابھی اللہ پر ایماں نہیں لایا

---

[1] گھوڑے نے ٹھوکر کھائی تو سراقہ نے ترکش سے فال دیکھنے کے لئے تیر نکالے کہ حملہ کرنا چاہیئے یا نہیں۔ جواب میں ممانعت نکلی مگر اُس نے نقاب نہ چھوڑا۔ آخر ایسا ہُوا کہ گھوڑا رانوں تک دھنس گیا۔ یہ مفصل واقعہ صحیح بخاری کی مصنفہ امام المحدثین نے لکھا ہے۔

نرالے رنگ ہیں لیکن خُدا کی شانِ والا کے — تیرے ہاتھوں میں کنگن دیکھتا ہُوں دشت کسریٰ کے
تحیّر خیز تھے مُعجز نما الفاظ حضرت کے — عیاں فرما دیئے تھے آپ نے اسرارِ قسمت کے
جہاں کو جلوے اس پیشین گوئی کے نظر آئے
کہ یہ کنگن سراقہ نے عمرؓ کے عہد میں پائے[1]

بریدہ اسلمی اور اُس کے ساتھی

سراقہ امن کی تحریر لے کر گھر پلٹ آیا — اعادہ پھر سفر کا رحمتِ عالم نے فرمایا
ستارے ہم سفر تھے رات کو اور دن کو سُورج تھا — منازل میں لقف تھا مدلجہ تھا اور مرجح تھا
حدآید اور اذاخر اور رابغ راہ میں آئے — مقاماتِ جدآجد بھی اقامت گاہ میں آئے[2]
ابھی یہ قافلہ دامانِ منزل تک نہ تھا پہنچا — گرفتاری کی خاطر اور اک انبوہ آپہنچا
یہ ستر آدمی تھے دشت ہی گھر بار تھا ان کا — جواں ہمّت بریدہ اسلمی سردار تھا ان کا

---

[1] یہ تحریر عامر بن فہیرہ نے چمڑے پر لکھی تھی۔ لکھنے کا سامان حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ تھا۔ سُراقہ بعد میں اسلام لائے اور جب ایران فتح ہوا اور مالِ غنیمت میں کسریٰ کے زیورات بھی آئے۔ تو حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ سُراقہ کے حصّے میں کسریٰ کے کنگن تھے۔

[2] آپ کی ہجرت کے مقامات یہ تھے۔ خیمہ اُم معبد۔ اسفل اجرد۔ خرار۔ ثنیۃ المرہ۔ مدلجہ۔ مدلجہ مجاج۔ مرجح مجاج۔ مرجح ذی العضوین۔ بطن ذی کشد۔ جداجد۔ اجرد۔ ذی سلم۔ عبابید۔ فاجہ۔ عرج ثنیۃ العائر۔ جنجاۃ۔ قبا۔ مدینہ۔

(خاتم المرسلین)

marfat.com

اُسی انعام کا لالچ انہیں بھی کھینچ لایا تھا — یہ فتنہ راستے میں اہلِ مکہ نے اُٹھایا تھا

مگر اسلام کی دولت لکھی تھی اِن کی قسمت میں — بریدہ آگیا آتے ہی دامانِ نبوت میں[1]

شرف پایا جو اس نطقِ خُدا سے ہم کلامی کا — تہیّہ کرلیا سب نے محمدؐ کی غلامی کا

بُتوں کو چھوڑ کر دُنیائے باطل سے جُدا ہو کر — چلے یثرب کی جانب ہمرکابِ مصطفےٰؐ ہو کر

محبّت میں بریدہؓ نے اُتارا اپنا عمامہ[2] — اسے نیزے میں باندھا اور یہ جھنڈا اس طرح تھاما

کہ اسلامی پھریرا آج لہرایا فضاؤں میں — صدا اللہ اکبر کی صدا گونجی ہواؤں میں

یہ جھنڈا امن و راحت کی بشارت دیتا جاتا تھا — طلوعِ صبحِ وحدت کی شہادت دیتا جاتا تھا

کہ عدل و بذل کا مختار امن و صلح کا حامی — مجسّم رحمتِ عالم محمدؐ مصطفےٰؐ نامی

وہ ابرِ لُطف جس سے ہر گُلِ گلزار خنداں ہے — انیسِ بے کساں ہے دردمندِ دردمنداں ہے

جہاں کو از سرِ نَو نُور سے معمُور کرنے کو — دلوں سے کُفر کا سنگِ کدُورت دُور کرنے کو

وہ جس کا اِک اشارہ رُوحِ مردہ کو جِلاتا ہے — وہی تشریف لاتا ہے، وہی تشریف لاتا ہے

---

[1] یہ واقعہ علامہ شبلی نے نہ جانے کیوں چھوڑ دیا۔ رحمۃ للعالمین میں تفصیل سے مذکور ہے۔ بریدہ اسلمی اپنی قوم کا سردار تھا اسی انعام کے حاصل کرنے کے لئے ستر آدمی لے کر تلاش میں نکلا تھا۔ مگر آنحضرتؐ سے گفتگو ہوتے ہی ایمان لے آیا تھا۔

[2] دیکھو رحمۃ للعالمین۔

قبا میں ورودِ مسعود

الانتظار، الانتظار

طلوعِ بدر کے ساماں ہوئے بزمِ کواکب میں
کئی دن سے یہ روشن ہو چکا تھا ارضِ یثرب میں

نکل کر شہر سے خلقت قبا تک چل کے آتی تھی
تمنا رنگ حسرت بن کے آنکھوں میں سماتی تھی

ہُوا کرتی تھیں فرشِ راہ اُٹھ کر بار بار آنکھیں
ہمہ تن انتظار آنکھیں، ہمہ تن انتظار آنکھیں

بھٹکتا تھا تصور منزلوں میں اور راہوں میں
سحر سے شام تک اِک شکل رہتی تھی نگاہوں میں

کئی دن تک نہ جب صورت دکھائی شاہِ والا نے
بہت مضطر ہُوئے شمعِ نبوت کے یہ پروانے

ہُوئیں کوتاہ آخر انتظارِ دید کی گھڑیاں
نگاہوں کے لئے آئیں نمازِ عید کی گھڑیاں

کسی نے دی خبر اے لو رسُول اللہ آ پہنچے
جنابِ حضرتِ صدیق بھی ہمراہ آ پہنچے[۲]

عمل اُٹھا لیجئے ذرّوں کے گھر میں آفتاب آیا
زمین و آسماں کا نُور جس کے ہمرکاب آیا

---

[۱] مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلے پر جو بالائی آبادی ہے اس کو عالیہ یا قبا کہتے ہیں۔ یہاں انصار کے بہت سے خاندان آباد تھے
[۲] فوز اُن کی قسمت میں تھا کہ سب سے پہلے رسُول خدا نے اُنہی کی مہمانی قبول کی۔ اکابر صحابہ یہاں پہلے ہی سے مہمان تھے۔ (مصنف)
[۳] صحیح بخاری کی روایت کے مطابق آنحضرت نے قبا میں ۱۴ دن فرمایا تھا۔ بعض اربابِ سیر نے تین دن اور بعض نے چار دن لکھا ہے
گر صحیح بخاری کی روایت قرینِ قیاس ہے۔

marfat.com

اکٹھے ہو گئے ہر سمت سے طالب زیارت کے
شعاعوں کی طرح سے گردِ خورشیدِ رسالت کے

نظر آئی جونہی پہلی جھلک رُوئے منوّر کی
سلامی گونج اُٹھی نعرۂ اللہ اکبر کی

پیمبرؐ نے قبا میں چند دِن آرام فرمایا
مروّت نے بلُطفِ خاص فیضِ عام فرمایا

سبھی پہلے مہاجر اس جگہ موجُود تھے سارے
اکٹھے ہو گئے تھے چاند کے چاروں طرف تارے

علیِ مرتضےٰ بھی تیسرے ہی روز آ پہنچے
چلے تھے سنگلے سے تنہا پیادہ تا قبا پہنچے

وہ اہلِ مکہ کو اُن کی امانت دے کے آئے تھے
انھیں اسلام کا درسِ دیانت دے کے آئے تھے

ہُوئے حاضر تو پاسُوجے ہُوئے تھے خون جاری تھا
نبیؐ کا دیدۂ ہمدرد محوِ اشکباری تھا

اساسِ دینِ محکم تھی نبیؐ کی خاطرِ عالی
قبا میں سب سے پہلے ایک مسجد کی بنا ڈالی

یہ مسجد اوّلیں بنیاد تھی طاعت گذاری کی
صفا کی صدق کی تقویٰ کی اور پرہیزگاری کی

لہ یہی مسجد ہے جس کی شان میں قرآن مجید فرماتا ہے :-

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ۭ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝ (پ ۱۱ ع ۱۵)

وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو۔ اس میں ایسے لوگ ہیں۔ جن کو پاکیزگی بہت پسند ہے اور خدا پاکیزہ رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے

قافلۂ نبوّت شہر یثرب کی طرف

اُٹھی اِک روز آوازِ بلند اللہ اکبر کی — سواری جانبِ یثرب چلی محبوبِ داور کی
نمازِ جُمعہ کا وقتِ مُبارک راہ میں آیا — یہاں حضرت نے خطبہ جُمعہ کا ارشاد فرمایا
کیا تھا بہرِ ملّت جُمعہ کا آغاز حضرتؐ نے — امامُ المرسلینؐ کی اقتدا کی آج اُمّت نے[1]

نبیؐ اپنے مدینہ میں

ہُوا چاروں طرف اقصائے عالم میں پکار آئی — بہار آئی، بہار آئی، بہار آئی، بہار آئی
جوان و پیر و مرد و زن سراپا چشم بیٹھے تھے — بہار آنے کو تھی گُلشن سراپا چشم بیٹھے تھے
اب استقبال کو دوڑے بنی نجّار سج[2] سج کر — بڑھے انصار بن کر اونچی ہتھیار سج سج کر
جنوبی سمت اُٹھا[3] ایک نورانی غبار آخر — سوادِ شہر میں داخل ہُوا ناقہ سوار آخر
فضا میں بس گئیں توحید کی آزاد تکبیریں — یہ تکبیریں تھیں باطل کے گلو پر تیز شمشیریں

---

[1] سرِ راہ بنی سالم کے محلّے میں نماز جمعہ ادا فرمائی۔ (سیرت ابن ہشام)
[2] بنی نجّار آنحضرت کے دادا کے رشتہ دار تھے۔ ان کو نبیؐ کے آنے کی سب سے زیادہ مسرت تھی۔ (العادۃ العرب)

marfat.com

مہاجر پیچھے پیچھے چل رہے تھے سر بکف ہو کر — کمر کستے رہے انصار صف بستہ ہو کر
در و دیوار استادہ ہوئے تعظیم کی خاطر — زمین کیا آسماں بھی جھک گئے تسلیم کی خاطر
مسلماں بیبیاں گھر کی چھتوں پر جمع ہو ہو کر
نظر سے چومتی تھیں عصمتِ دامانِ پیغمبر
زباں پر اَشْرَقَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا کی صدائیں تھیں — دلوں میں مدحتِ شیرازۂ دیباچ کی دھنیں تھیں
کہیں معصوم ننھی بچیاں تھیں دف بجاتی تھیں — رسولِ پاک کی جانب اشارے کر کے گاتی تھیں
کہ ہم ہیں بچیاں نجار کے عالی گھرانے کی — خوشی ہے آمنہ کے لال کے تشریف لانے کی
مسلمانوں کے بچے بچیاں مسرور تھے سارے — گلی کوچے خدا کی حمد سے معمور تھے سارے
نبوت کی سواری جس طرف سے ہو کے جاتی تھی — درود و نعت کے نغمات کی آواز آتی تھی

۱؎ مدینے کی معصوم لڑکیاں گھروں میں گا رہی تھیں۔

اَشْرَقَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا	چاند نے طلوع کیا
مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ	کوہ وداع کی گھاٹیوں سے
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا	ہم پر شکر واجب ہے
مَا دَعَى لِلّٰهِ دَاعِ	جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں

۲؎ راہ میں ننھی لڑکیاں دف بجا کر گاتی تھیں:۔

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ	ہم نجار کے خاندان کی لڑکیاں ہیں
يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارِ	محمد کیا اچھا پڑوسی ہے

شوقِ میزبانی

رسُول اللہ سلام انصار کا لیتے ہُوئے گذرے
نباں سے خیر و برکت کی دُعا دیتے ہُوئے گذرے

ہر اک مُشتاق تھا پیارے نبیؐ کی میہمانی کا
تمنا تھی شرف بخشیں مُجھی کو میزبانی کا

ہر اک مُشتاق اپنی اپنی قسمت آزماتا تھا
بصد آداب و منّت راہ میں آنکھیں بچھاتا تھا

بہت ہی کشمکش تھی اشتیاقِ میزبانی کی
نبیؐ نے اس عقیدت کی نہایت قدردانی کی

کہا تم سب مرے بھائی ہو آپس میں برابر ہو
تونگر ہے وہی جو زہد و تقوٰی میں تونگر ہو

اقامت کو مگر میں نے خُدا پر چھوڑ رکھا ہے
کہ ناقے کو فقط اُس کی رضا پر چھوڑ رکھا ہے

سبھی پیارے ہو تم ہر ایک سے مُجھ کو محبّت ہے
جہاں ناقہ ٹھہر جائے وہیں جائے اقامت ہے

رُکی یک بارگی ناقہ بحکمِ حضرتِ باری
جہاں اک سمت بستے تھے ابو ایوُب انصاری

پڑی تھی ایک جانب کُچھ زمیں ویران و افتادہ
مشیّت تھی اسی کو پاک کر دینے پر آمادہ

تھے وارث دو ہی لڑکے[1] داغ تھا جن پر یتیمی کا
انہی کے حال پر سایہ ہُوا ابرِ کریمی کا

یہی وہ فرش تھا ملنا تھا جس کو عرش کا پایا
نبیؐ نے ان یتیموں کو بلایا اور فرمایا

---

[1] ان لڑکوں کا نام سہل بن عمرو سہیل بن عمرو تھا۔ معاذ بن عفرا کی تولیت میں تھے۔ (خاتم النبیین)

marfat.com

کہ بیچو یہ زمیں تم بیچنا چاہو تو ہم سے لے لیں
جو قیمت مانگو ہم دے دیں کہ تم سے دام و درم لے لیں

وہ بولے نذر ہے حضرت نے نامنظور فرمایا
انہیں بوسے کے ہاتھوں سے پورا دام دلوایا

یہ افتادہ زمیں ہے سجدہ گاہِ شوق اُس دن سے
یہیں تسکین پاتی ہے نگاہِ شوق اُس دن سے

صحابہ سے کہا جب تک نہ ہو مسجد کی تیاری
ہمارے میزباں ہونگے ابو ایوب انصاری

فلک نے رشک سے دیکھا ابن انصاری کی قسمت کو
ابو ایوب گھر میں لے گئے سامانِ رحمت کو

"مبارک منزلے کاں خانہ را ماہے چنیں باشد
ہمایوں کشورے کاں مرحلہ را شاہے چنیں باشد"

دارالامانِ مدینہ

ابو ایوب کے گھر میں حبیبِ کبریا ٹھہرے
مگر جب ہو گئی تیار مسجد اس میں آ ٹھہرے

پئے اظہارِ حق کی آج انسانوں کو آزادی
بآزادی لگا تبلیغ کرنے صلح کا ہادی

بھٹکتے پھرنے والوں کو خدا کی راہ پر لایا
بتوں میں گھرنے والوں کو صراط اللہ پر لایا

یہاں آتے تھے غیر اللہ سے رشتہ توڑنے والے
صدائے آخرت پر حبِ دنیا چھوڑنے والے

زمانے کے ستائے دردکے مارے جو آتے تھے
نبی کے دامنِ رحمت میں آرام پاتے تھے

کوئی تُرکی کوئی تازی کوئی حبشی کوئی رُومی
سبھی یکساں تھے زیرِ سایۂ دامانِ معصومی

تھے انصار و مہاجر اک نمونہ شانِ وحدت کا
کہ اِس تسبیح میں تھا رشتۂ محکم اخوت کا

تماشوں رنگ رلیوں کی جگہ پائی عبادت نے
فسادوں اور جھگڑوں کو مٹایا ذوقِ وحدت نے

مُسلماں تھے کہ تھے زُہد و وَرَع کی زندہ تصویریں
نمازیں اور تسبیحیں اذانیں اور تکبیریں

تجارت اور زراعت یا دُعائیں یا مناجاتیں
مشقّت کے لئے دِن تھے عبادت کے لئے راتیں

یہ بستی کاٹتی تھی وقت نیکی سے بھلائی سے
نہایت آشتی سی امن سے صُلح و صفائی سے

ہدایت کی سعادت پر ہزاروں شکر کرتے تھے
خُدا پر تھی نظر سب کی، خُودی کا دم نہ بھرتے تھے

نبیؐ کا حُکم اور قرآن دستُورالعمل اِن کا
صداقت بن گئی آئینہ ظاہر اور باطن کا

ضیائے حق سے رشکِ طُورِ سینا بن گیا یثرب
نبیؐ کا آستاں بن کر مدینہ بن گیا یثرب

marfat.com

باب ہفتم

مدینے پر جنگ کے بادل

قریشِ مکہ کا جوشِ غضب

مدینے میں ضیا افگن ہوئے جب حضرتِ والا
خدا نے کر دیا جب ظلمتِ باطل کا منہ کالا

قریش اس تازہ ناکامی سے کھسیانے ہوئے ایسے
یہ قتل و خون کے مشتاق دیوانے ہوئے ایسے

کہ فوراً ہو گئے پختہ ارادے گشت و غارت کے
مدینے تک بڑھانے حوصلے اپنی شرارت کے

وہ مسلم جن پہ بیداد و جفا کرنے کے عادی تھے
ہمیشہ جن پہ ظلمِ ناروا کرنے کے عادی تھے

ستم کرتے تھے یہ ظالم ترس کھا کر جن کو
ستانے کا تہیہ کر چکے تھے عمر بھر جن کو

بِٹاتے تھے جنہیں تپتی ہُوئی بالُو کے بستر پر
رگِ گردن رہا کرتی تھی جن کی نوکِ خنجر پر

جنہیں آزاد رہ کر سانس لینے کی منا ہی تھی
خطا جن کی فقط پابندیٔ امرِ الٰہی تھی

قریش ان کی یہ آزادی گوارا کس طرح کرتے
بھلا صُلح و صفا کا یہ نظارا کس طرح کرتے

وہ جن کی سرد آہیں بھی چُھپی رہتی تھیں سینے میں
وہ اب آواز سے قرآن پڑھتے تھے مدینے میں

اگرچہ تین سَو فرسنگ پر بستے تھے بیچارے
مگر چلتے تھے رہ رہ کر دلِ کُفّار پر آرے

نبیؐ کے اس طرح زندہ نکل جانے کا غصّہ تھا
زمانے پر سے نازک وقت ٹل جانے کا غصّہ تھا

یہ غصّہ تھا کہ پیاسی رہ گئیں خونخوار تلواریں!
زمیں پر کیوں نہ بہ نکلیں مقدّس خُون کی دھاریں

قریشِ مکّہ کی دھمکی

ہُوئی جب ہر طرح ناکام ہر تزویر ہر سازش
غرور و عُجب کو صدمہ ہُوا زخمی ہُوئی نازش

نہایت طیش کھایا دانت پیسے اہلِ مکّہ نے
بالآخر جنگ کی ٹھانی نبیؐ سے اہلِ مکّہ نے

مدینے والوں کو اِک اشتعال انگیز خط لکھّا
ڈرایا اور دھمکایا بہت ہی تیز خط لکھّا

کہ اپنے سر پہ خُود ہی جنگ کو بلوا لیا تُم نے
ہمارے مجرموں کو اپنے ہاں ٹھہرا لیا تُم نے

تمہیں لازم ہے خط کو دیکھتے ہی یہ کڑی ٹالو
محمّدؐ اور اُس کے ساتھیوں کو قتل کر ڈالو

وگرنہ یاد رکھو ہم نے بھی سوگند اُٹھالی ہے
قسم اپنے قبیل کی لات کی عزّیٰ کی کالی ہے

کہ ہم سب مل کے تم لوگوں پہ فوراً حملہ کردیں گے
گلی کوچے تمہارے شہر کے لاشوں سے بھر دیں گے

جوانوں کو تمہارے چیل کوّوں کو کھلائیں گے
تمہاری عورتوں کو لونڈیاں اپنی بنائیں گے

عبداللہ بن اُبیّ۔ مُنافق

یہ خط مکّہ سے عبداللہ اُبیّ کے نام پر آیا
اور اس نے دیکھتے ہی ساتھیوں کو اپنے سمجھایا

مدینے کا یہ بدقسمت مسلمانوں سے جلتا تھا
رسُول اللہ کے آنے سے کفِ افسوس ملتا تھا

مسلمانوں کی آمد سے مٹا تھا اقتدار اِس کا
کہ جب مشرک تھے لوگ اُن پہ چلتا زور تھا اِس کا

یہ اس بستی کے دارالأمن بن جانے سے جلتا تھا
چمکتی فتح سے شاہی کفِ افسوس ملتا تھا

رسول اللہ کی تعلیم سے سب ہو گئے یکساں
اخوت آگئی اور بھائی بھائی ہو گئے انساں

خیال اِس کا یہ تھا میں بادشہ ہوں اِس مدینے کا
مگر اب کوئی بھی پُرساں نہیں آقا و مولیٰ کا

مسلمانوں سے جب لڑنے کے منصوبے لگا کرنے
یہ سُن کر آپ بھائی اُسے [illegible]

لہ عبداللہ اُبیّ مدینے کا ایک بااثر شخص تھا۔ اُس نے تاجپوشی کے لیے سونے کا تاج بنوا رکھا تھا۔ مسلمان ہو گئے تو اپنی بادشاہی کا خیال دل سے نکال دیا۔ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے کبھی کچھ نہیں کہا لیکن اپنی [illegible]

کہا اسے بیوقوف کیا اُجڑنا چاہتے ہو تم
کہ اپنے بھائی بندوں ہی سے لڑنا چاہتے ہو تم

تمہارے بھائی بیٹے سب کے سب پکے مسلماں ہیں
اگر ان سے لڑو گے خود تمہارے ہی یہ نقصاں ہیں

یہ سُن کر چل دیئے سب ساتھ والے اِس منافق کے
خُدا نے دست و بازو کاٹ ڈالے اس منافق کے

منافق چُپ ہُوا، اور چپ ہی رہنے کی ضرورت تھی
بظاہر چُپ تھا لیکن دل میں کینہ تھا کدورت تھی

مدینے کے بدباطن یہُودی

مدینے میں یہُودی بھی بڑی کثرت سے رہتے تھے
جو اپنی قوم کو پیغمبروں کی قوم کہتے تھے

یقیں رکھتے تھے یہ توریت کی پیشین گوئی پر
کہ اسمٰعیلؑ کی اَولاد میں ہوگا وہ پیغمبر

وہ پیغمبر جو سیدھا راستہ سب کو دکھائے گا
پرستارانِ حق کو تختِ شوکت پر بٹھائے گا

انہیں معلُوم تھا اب وہ پیمبر آنے والا ہے
بشر کے واسطے روشن شریعت لانے والا ہے

یہ بیٹھے انتظارِ ہادیٔ موعُود کرتے تھے
میانِ اہلِ یثرب کاروبارِ سُود کرتے تھے

دنائت کے سبب عقل و خرد کو کھو گئے یہ بھی
نبیؐ تشریف لے آیا تو دشمن ہو گئے یہ بھی

سبب یہ تھا نبیؐ قائل تھا عیسیٰؑ کی صداقت کا
سمجھتا تھا اُسے اِک برگزیدہ ربِّ عزّت کا

یہُودی ہر طرح جھٹلا چکے تھے اُس پیمبر کو
صلیبِ مرگ تک پہنچا چکے تھے اُس پیمبر کو

marfat.com

بھلا وہ شخص جو اِس ظلم کو مذموم ٹھہرائے — جو پیغمبر کو پیغمبر کہے معصوم ٹھہرائے
یہودی اُس کو پیغمبر اگر جانیں تو کیوں جانیں — اُسے سمجھیں تو کیا سمجھیں اُسے مانیں تو کیا مانیں
غرض یہ لوگ بھی اندر ہی اندر سخت دشمن تھے — دغاباز اور محسن کُش تھے مکّار اور پُرفن تھے
رسول اللہ کی عظمت کے گرچہ دل سے قائل تھے — مگر یہ ان کی فطرت تھی عداوت ہی پہ مائل تھے
بباطن سازشیں تھیں اور بظاہر کچھ نہ کرتے تھے — معاہدہ[1] ہو چکے تھے اوس و خزرج سے بھی ڈرتے تھے
مُسلماں ہونے والے اوس و خزرج کے قبائل تھے — اگرچہ زر میں کم تھے زور میں مدِمقابل تھے
یہ انصارِ رسُول اللہ خوش تھے فقر و فاقہ میں — زراعت پر لگے رہتے تھے تیر کے علاقہ میں
ہدایت پا کے اپنی خوبیٔ قسمت پہ نازاں تھے — خُدا کے فضل یعنی آیۂ رحمت پہ نازاں تھے

قریشِ مکہ کی غارت گری

حسد کی ہر طرف جب عام بیماری لگی بڑھنے — مُسلمانوں کو پھر جینے کی دشواری لگی بڑھنے
کیا اس طرح آغازِ شرارت اہلِ مکّہ نے — کہ رہزن بن کے ڈالی طرح غارت اہلِ مکّہ نے

---

[1] آنحضرتؐ نے مدینے میں تشریف لاتے ہی یہودیوں اور مسلمانوں میں ایک معاہدہ کرایا تھا۔ دیکھو ابن ہشام۔

[2] اُن دنوں مدینہ میں یہود اور منافقین کے گروہ مسلمانوں کو امن و امان سے رہتے دیکھ کر جلے بھنے ہوئے تھے۔ اور آئے دن سازشوں میں مصروف رہتے تھے۔ مشرکینِ مکہ نے مسلمانوں کو غارت کر دینے کا تہیہ کر رکھا تھا۔ کرز ابن جابر مدینے کی چراگاہ سے مویشی غارت کر لے گیا تھا۔ سیرت ابنِ ہشام۔

پھرا کرتے تھے بیرونِ مدینہ اونٹ میداں میں
انہیں کرزابنِ جابر لے گیا روزِ درخشاں میں

صحابہ حضرتِ اقدسؐ سے اکثر التجا کرتے
مگر لڑنے سے اِن کو منع شاہِ دوسرا کرتے

یہودی مل گئے مکّہ کے ان وحشی لعینوں سے
توقّع تھی خلافِ عہد کی ہر دم کمینوں سے

ہوئی تنگ اِس قدر آخر مسلمانوں کی عافیت
کہ اندر شہر کے بھی رہ نہ سکتے تھے بخیریت

نکلتے تھے تو گھر جاتے تھے قزاقوں کے دستوں میں
بچارے دن دہاڑے قتل ہو جاتے تھے رستوں میں

خدا کا نام لینا اک نرالا رنگ لایا تھا
نبیؐ صابر تھے فرمانِ جہاد اب تک نہ آیا تھا

قریشِ مکّہ نے ڈالی جو طرحِ جنگ مغلوبہ
کیا باطل نے شمعِ حق بجھا دینے کا منصوبہ

حدِ برداشت سے گذری تعدّیِ اہلِ باطل کی
زیادہ صبر کرنا بے حسی تھی دینِ کامل کی

اِذنِ جہاد

بالآخر وقت آیا رحمتِ حق جوش میں آئی!
کہ اِذنِ جنگ بن کر غیرتِ حق جوش میں آئی

معًا جبریل لے کر آیۂ قرآں ہوئے نازل
جہاد فی سبیل اللہ کے فرماں ہوئے نازل

لہ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۙ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ

اُن کو لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ جن سے لڑائی کی جاتی ہے اس لئے کہ اُن پر ظلم کیا گیا ہے اور تحقیق اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ وہ لوگ جو ناحق اپنے گھروں سے نکالے گئے۔ اس لئے

(باقی حاشیہ دیکھو پر صفحہ)

marfat.com

یہ حکم آیا کہ ہاں اب ان غریبوں کو اجازت ہے
وہ جن پر ظلم کے بیداد کے بادل برستے ہیں
جو ناحق کے ستم سہتے ہیں اور معتوم رہتے ہیں
خطا جن کی فقط یہ ہے کہ وہ اسلام لے آئے
جنہیں دشمن تہیہ کر چکے ہیں تنگ کرنے کا
خدا ظالم کے منصوبوں کو رد کرنے پہ قادر ہے
نہ دے اللہ اگر حملوں کے سدِ باب کی جرأت
یہ معبد خانقاہیں صومعے یکسر اجڑ جائیں
مساجد جن کے اندر ذکرِ حق کثرت سے ہوتا ہے

سہارے بے وطن آفت نصیبوں کو اجازت ہے
جو اپنے ہی وطن میں مثلِ بیگانہ سے رہتے ہیں
وطن کو چھوڑ کر بھی بے کس و مظلوم رہتے ہیں
جو دنیا کو لٹا کر اک خدا کا نام لے آئے
ہے ان کو اذن حملہ آوروں سے جنگ کرنے کا
خدا مظلوم لوگوں کی مدد کرنے پہ قادر ہے
یونہی جڑتی رہے ہر ایک شیخ و شاب کی جرأت
منادر اور گرجے بیخ سے بن سے اکھڑ جائیں
جہاں انسان آکر معصیت کے داغ دھوتا ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲)

إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ
اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ
صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ
يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۗ وَ
لَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ
لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝ (پ ۱۷ ع ۵)

کہ انہوں نے پروردگار کو اپنا خدا کہا۔ اور اگر یہ بات نہ ہو کہ لوگوں کو
بعض کو اللہ دور نہ کرتا۔ تو البتہ گرا دیے جاتے صومعے گرجے
اور یہودیوں کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں اللہ
کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے۔ اور اللہ اپنے مدد کرنے
والوں کی مدد کرتا ہے اور اللہ بڑی قوت اور زبردست
ہے۔

کرا دیں لوگ آکر ان عمارات مقدّس کو نہیں منظور یہ اللہ کی ذاتِ مقدّس کو

شرطِ جہاد

رسولِ اللہ نے اِک دن بصد تاکید و پابندی سنایا اہلِ ایماں کو یہ فرمانِ خُداوندی
کہا راہ خُدا میں تم کو لڑنے کی اجازت ہے خُدا کے دشمنوں کو دفع کرنے کی اجازت ہے
مگر تم یاد رکھو صاف ہے یہ حکم قرآں کا ستانا بے گناہوں کو نہیں شیوہ مُسلماں کا
نہیں دیتا اجازت پیش دستی کی خُدا ہرگز مسلماں ہو تو لڑنے میں نہ کرنا ابتدا ہرگز
فقط ان سے لڑو جو لوگ تم سے جنگ کرتے ہیں فقط اُن سے لڑو جو تم پہ جینا تنگ کرتے ہیں

قریش کی دوسری دھمکی

قریشِ مکّہ نے ٹھانی ہُوئی تھی قتل و غارت کی مُسلماں بھی لگے تدبیر کرنے اب حفاظت کی
قبائل کا بھی خطرہ تھا دیارِ ارضِ یثرب میں کہ بُود و باش تھی جن کی دیارِ ارضِ یثرب میں
یہ خطرہ تھا مبادا اہلِ مکّہ سے وہ مِل جائیں رسد کو لُوٹ لیں اہلِ مدینہ پر ستم ڈھائیں
یہ تھی فتنہ آئندہ کی محبُوبِ داور کو معاہد کر لیا اس واسطے ان میں سے اکثر کو

marfat.com

یہ کوشش تھی کہ دب جائے فساد و جنگ کا فتنہ
نہ اُٹھے اِس جہاں میں کوئی خونیں رنگ کا فتنہ

مگر اب کر چکے تھے اہلِ مکہ خوب تیاری
نہ اُن کو بیٹھنے دیتی تھی خُوئے مُسلم آزاری

مُسلمانوں کو لکھ کر بھیج دی بُوجہل نے دھمکی!
کہ پہلے ہی سے اب تم فکر کر لو اپنے ماتم کی

محمدؐ کو بڑا ہی صاحبِ اعجاز سمجھے ہو!
یہاں سے بچ نکلنے کو خدائی راز سمجھے ہو

تمہیں یہ ناز ہوگا آ بسے ہیں اب مدینے میں
سمجھتے ہو گے ہم آزاد ہیں اب مُلکِ جینے میں

ذرا دم لو کوئی ساعت ٹھہر جاؤ ہم آتے ہیں
تمہارا نام ہی اب لوحِ ہستی سے مٹاتے ہیں

قافلۂ تجارت اور ابُوسفیان کے منصُوبے

یہ خالی ایک دھمکی ہی نہ تھی کفّارِ مکہ کی
بہت بڑھ چکی تھیں نیتیں اشرارِ مکہ کی

نبیؐ پر حملہ کرنے کے لئے تیار بیٹھے تھے
بس اپنے قافلے کے منتظر کفّار بیٹھے تھے

ابُوسفیاں گیا تھا شام کی جانب تجارت کو
نکلنا تھا اسی کی واپسی پر قتل و غارت کو

تجارت کے منافع پر مدارِ جنگ تھا سارا
تجارت کیا تھی گویا کارزارِ جنگ تھا سارا

قریشی تاجروں کا قافلہ جب لوٹ کر آیا
ابُوسفیاں منافع کی رقم تھیلوں میں بھر لایا

پہنچ کر مکہ میں اب جنگ کا سامان کرنا تھا
مگر ڈر تھا کہ یثرب کے حوالی سے گزرنا تھا

دغا ہوتی ہے جس دل میں وہی چھاتی دھڑکتی ہے
فسادِ ملعبی سے آنکھ رہ رہ کر پھڑکتی ہے

ابوسفیاں کے دل میں بھی ہزاروں وہم آتے تھے
خیالی دشو سے ہی بھوت بن بن کر ڈراتے تھے

خیال آیا مسلماں نیک و بد پہچان جاتے ہیں
محمدؐ آدمی کے دل کی باتیں جان جاتے ہیں

کہیں ایسا نہ ہو مقصد سمجھ لیں اِس تجارت کا
مبادا جان لیں سامان ہے یہ قتل و غارت کا

چلے ہیں قاتلوں کے ہم دہانِ آز بھرنے کو
قبائل میں یہ سارا مال و زر تقسیم کرنے کو

سمجھ جائیں یہ سونا قبر کے اندر سُلائے گا
سمجھ جائیں کہ یہ کپڑا کفن اِن کو پنہائے گا

سمجھ جائیں کہ ان کی صُبح پر شام آنے والی ہے
منافع کی یہ دولت جنگ میں کام آنے والی ہے

کہیں ایسا نہ ہو اِس قافلے کا حال کھُل جائے
سرِ منزل نہ پہنچیں اور ساری چال کھُل جائے

ہمارا قافلہ مکّے پہنچ جائے تو بہتر ہے
کسی صُورت مدینے پر بلا آئے تو بہتر ہے

یہ کیا ہے آج آگے پاؤں دھرتے ہَول آتا ہے
مدینے کے حوالی سے گُذرتے ہَول آتا ہے

اگر اہلِ مدینہ رستے ہی میں ٹوک لیں ہم کو
ارادوں سے ہمارے باخبر ہوں روک لیں ہم کو

اکارت جائیں گے مکّے میں پھر سامان لڑائی کے
ہَوا ہو جائیں گے امکان خنجر آزمائی کے

یہ سارا مال اگر اہلِ مدینہ چھین لے جائیں
تو شاید جا کے تلواریں خریدیں قلعے بنوائیں

یہی دقّت ہے پھر اللہ والوں کے مٹانے میں
محمدؐ ہی کا مذہب پھیل جائے گا زمانے میں

marfat.com

کوئی ترکیب ایسی ہو کہ ہم بچ کر نکل جائیں — لڑائی کے لئے مکے سے واپس لوٹ کر آئیں
نئے مذہب کی جڑ تیغ و تبر سے کاٹ دیں آکر — مدینے کی زمیں لاشوں سے یکسر پاٹ دیں آکر

شرارت

ابوسفیاں اُلجھتا آ رہا تھا اِن خیالوں سے — کیا اب مشورہ مجلس نے اپنے سب سے والوں سے
بہت سوچا بالآخر اک شرارت تازہ سوجھائی — بلا کر مرد ضمضم نام کو ترکیب سمجھائی
کہا یہ کام اگر کر دے تو اتنا مال پائے گا — ملیں گے اُونٹ سونا بھی کئی مثقال پائے گا
چلا مکّے کی جانب اونٹ پر چڑھ کر وہ ہرکارا — بڑھا دو مژدے کرتا ہُوا وہ حرص کا مارا

مشرکین میں اشتعال کی چال

اِدھر اس قافلے کے منتظر بیٹھے تھے مدت سے — لڑائی چھیڑنا مقصود تھی قریش کے
فقط اس کارواں کی واپسی کا تھا خیال ان کو — کہ تھی لڑنے سے پہلے آرزو ان کی
قریش اک روز بیٹھے کر رہے تھے جنگ کی باتیں — ابوجہل ان کو سمجھاتا تھا قتل ہونے کی گھاتیں
اچانک اِک صدا اُٹھی کہ فریاد اے بنی غالب! — اُٹھو دوڑو، کرو فی الفور امداد اے
چیخیں اور فریادیں سنیں آلِ غزوہ نے — بہت بیتاب ہو کر اٹھے آوازہ

نظر آیا کہ وادی میں کھڑا ہے اِک شُتر تنہا
اور اُس کی پیٹھ پر بیٹھا ہوا ہے اِک بشر ننگا

برہنہ جسم ننگِ خاندان معلوم ہوتا ہے
تباہی اور فلاکت کا نشاں معلوم ہوتا ہے

شُتر کی پیٹھ پر کاٹھی بھی کس رکھی ہے اُلٹا کر
نظر آتا ہے آیا ہے کہیں سے کان کٹوا کر

فغاں کرتا ہے چیخیں مارتا ہے روتا جاتا ہے
پیا پے سینہ کوباں ہو کے بے کل ہوتا جاتا ہے

صدا دیتا ہے لے لوگو مری فریاد کو پہنچو
تمہارا مال و زر لُٹنے کو ہے امداد کو پہنچو

محمدؐ بدلہ لینا چاہتے ہیں برملا تُم سے
سمجھتے ہیں کہ جیلے ہیں بہت جَور و جفا تُم سے

مُسلماں قافلے کی تاک میں نکلے ہیں اے یارو
اٹھو، دوڑو، بڑھو، چل کر انہیں روکو انہیں مارو!

مجھے ڈر ہے کہ جو ہونا تھا اب تک ہو چکا ہوگا
ابُوسفیاں بچارا جان اپنی کھو چُکا ہوگا!

پڑے سوتے ہو تم سونا تمہارا لُٹ گیا ہوگا
تمہارا کارواں سارے کا سارا لُٹ گیا ہوگا

پکڑ کر لے گئے ہونگے مسلماں ساتھ والوں کو
نکالو جلد اپنی فوج، دوڑاؤ رسالوں کو

ارے تم سُن رہے ہو تم سے کُچھ بھی بن نہیں پڑتی!
میری فریاد کی برچھی کسی دل میں نہیں گڑتی

ابوجہل کی آتش افروزی

اب اہلِ شہر پہچانے کہ ضمضم ہے یہ ہرکارا
گھڑی میں شہر اس کے گرد اکٹھا ہو گیا سارا

ضمضم جاہلیت میں فریاد کرنے اور قوم کو اُبھارنے کے ایسے ہی طریقے تھے۔ (العادۃ العرب)

marfat.com

وہ بپھرائی ہوئی آنکھوں سے ہر سُو تکتا جاتا تھا
دو ہتڑ پیٹتا جاتا تھا ظالم بکتا جاتا تھا

اُلجھنے کے لئے تیار تھے پہلے ہی دیوانے
لگے یہ حال سُن کر سانپ کے مانند بل کھانے

چنگاری پڑ گئی بارُود میں شعلہ بھڑک اُٹھا
دلِ ہر ثانیٔ نمرود میں شعلہ بھڑک اُٹھا

لگی تلووں میں آگ ایسی کہ تختوں سے دھواں نکلا
غضب کی شکل میں آنکھوں سے ہر خراستخواں نکلا

غرور و عُجب نے دل کی سیاہی رُخ پہ دوڑا دی
غضبناکی نے آنکھوں کو رداءِ سُرخ پہنا دی

یہ ایسی بات تھی جو وہم میں بھی آ نہ سکتی تھی
تصور میں یہ صورت سے کبھی ڈھل بھی سکتی تھی

مُسلمانوں کی یہ جرأت کہ اِن کا قافلہ روکیں
جواب تک چھپتے پھرتے تھے انہیں میداں میں جا لیں

(انہیں ٹھیکہ ملا تھا اہلِ دُنیا کو ستانے کا
کسی کو حق نہ تھا اندازِ مقابل بن کے آنے کا)

مُسلماں اور اِن کے کارواں پر حملہ آور ہوں!
خبر سُن لیں یہ چلنے اور جانے سے نہ باز آویں!

وہ ہرکارا تو پلٹا صُورتِ شیطان بھنکا کر
لگے بس گھونسے لاتیں سانپ کے مانند پھنکار کر

بھرے بیٹھے تھے پہلے سے بہانہ اور ہاتھ آیا
اُٹھا بوجہل اک تقریر کی لوگوں کو بھڑکایا

کہا. او بیوقوفو سوچتے کیا ہو، کمر باندھو!!
اٹھاؤ نیزہ و خنجر اٹھو تیغ و تبر باندھو!

مُسلمانوں کو مکّے سے نکل جانے دیا تُم نے
وہ موقع خوب تھا، افسوس ٹل جانے دیا تُم نے

محمّد کو یہیں پر ختم کر دو میں نہ کہتا تھا
مُسلمانوں سے قبرستان بھر دو میں نہ کہتا تھا

مدینے میں پہنچ کر اب یہ جرأت مل گئی اُن کو
تمہیں پر حملہ آور ہوں یہ ہمت مل گئی اُن کو

تمہیں اُن کو سزا دینے کی فرصت ہی نہیں ملتی
نیا مذہب مٹا دینے کی فرصت ہی نہیں ملتی

تمہارے سامنے ہستی ہی کیا ہے اُس جماعت کی
مسلماں کیا ہیں اِک بے رنگ سی تصویرِ غربت کی

وہ خود ہیں جنگ کے طالب حیا تم کو نہیں آتی
تمہارا قافلہ لٹتا ہے چھاتی پھٹ نہیں جاتی

لطیمہ[1] ہو گیا تاراج تو پچھتاؤ گے یارو!
تم اپنی بیویوں کو عیش سے ترساؤ گے یارو!

یہ بھالے برچھیاں پیکان کس دن کام آئیں گے
تمہارے جنگ کے سامان کس دن کام آئیں گے

چلو میداں میں جرأت آزماؤ دیکھتے کیا ہو
قریشی نسل کی شوکت دکھاؤ دیکھتے کیا ہو،

ہمارے تین سَو اور ساٹھ ہیں، تنہا خدا اُن کا
بھلا اتنے خداؤں سے لڑے گا کیا خدا اُن کا

اٹھو اے لات و عزّیٰ و ہبل کے پُوجنے والو
عرب سے اِک خدا کے نام کا دھبّہ مٹا ڈالو

قریشِ مکّہ کی چڑھائی

قیامت آ گئی ہر شخص تیاری لگا کرنے
ہر اک تائیدِ خونریزی و خونخواری لگا کرنے

درستی ہو گئی جھٹ نیزہ و شمشیر و خنجر کی
چڑھی آندھی مدینے کی طرف باطل کے لشکر کی

---

[1] مال و اسباب منافع تجارت کو لطیمہ کہتے تھے۔

marfat.com

قریشی نسل کے مردانِ جنگی سر بکف ہو کر
بڑھے گھوڑوں پہ یا اونٹوں پہ چڑھ کر صف بصف ہو کر

نفر، بوالبختری، حرث ابنِ عامر تھے یہ سب افسر
ابوجہل اور عتبہ اور شیبہ تھے یہ سرلشکر

چلے وہ سب کے سب جن کو پیمبر سے عداوت تھی
منبّہ اور رقیہ عاص بن ہشام و عقبہ بھی

بنی ہاشم بھی ان کے ساتھ شامل تھے بجبوری
کہ بزدل سمجھے جاتے گر نباتے کوئی معذوری

اگرچہ باخبر تھے اِس بُری کے نتیجے سے
چلے عم نبی عباس بھی لڑنے بھتیجے سے

عُقَیل ابنِ ابی طالب بھی اِن کے ساتھ شامل تھا
نہیں تھا بولہب[1] اُس کی بدی کا ہاتھ شامل تھا

قریشی سورما اکثر شریکِ فوجِ باطل تھے
کہ سب جنگ آزمودہ تیغ زن تھے اور قاتل تھے

یہ لشکر مشتمل تھا ساڑھے گیارہ سو جوانوں پر
دلوں میں بغض نعرے کفر کے اِن کی زبانوں پر

پسر کرتا تھا کعبہ توحید ڈھانے کو
مسلمانوں سے لڑنے کو مدینے کے گرانے کو

مدینے کی طرف بڑھتا چلا آتا تھا یہ لشکر
گنہگاروں میں لوگوں پر غضب ڈھاتا تھا یہ لشکر

زمینِ دشت کی چھاتی سے آہوں کا غبار اُٹھا
فلک بھی کانپ کر اَلعفو اَلعفو پکار اُٹھا

آگ لگا کر ابوسفیان مکے پہنچ گیا

ابوسفیان اور اس کا قافلہ بالکل سلامت تھا
مگر ظالم کا یہ فتنہ جگا دینا قیامت تھا

[1] ابولہب بیمار تھا اس نے اپنی جگہ ایک آدمی روپیہ دے کر بھرتی کر دیا تھا۔ (الاعلام للزرکلی)

وہ لے کر مال و دولت منزلِ مقصود پر پہنچا
نہ آیا پیش کوئی حادثہ اور اپنے گھر پہنچا

پہنچ کر مکے میں یہ قافلہ دو روز سستایا
سوئے لشکر مگر اک تیز رو قاصد کو دوڑایا

کہ ہم بچ کر نکل آئے لطیمہ بھی سلامت ہے
اگرچاہو تو لوٹ آؤ لڑائی بے ضرورت ہے

اگر سارے عرب کو مشتعل کرنا ضروری ہو
مدینے کی زمیں کو خون سے بھرنا ضروری ہو

تو واپس لوٹ آؤ تاکہ بندوبست ہو جائے
مسلمانوں کی ہستی جس سے بالکل پست ہو جائے

تجارت کا منافع بانٹ دو سارے قبائل میں
کہ ہو گی اس سے وسعت اہلِ مکہ کے وسائل میں

قبائل ان مسلمانوں کا جینا تنگ کر دیں گے
وہ ان کے کھیت، میداں، راستے لاشوں سے بھر دیں گے

مدینے کے یہودی بھی ہمارے دوست ہیں سارے
ابھی خاموش بیٹھے ہیں وہ حلفِ صلح کے مارے

انہیں لالچ دیا جائے کہ وہ بھی عہد کو توڑیں
یہ مجبوری کی ظاہر داریاں رکھنے سے منہ موڑیں

اگر کچھ خرچ کرنے سے یہ ہو جائے تو کیا کہنا
کہ ہو گا اس سے خرچ کو بھی مشکل شہر میں رہنا

بہر سو ناکہ بندی کر کے پھر ہم بھی کریں دھاوا
لگا دیں آگ، کر دیں مسجدوں کو راکھ کا آوا

مزا جب ہے ہمیں بھی حملہ کرنے کا مزا آئے
کہ ان کے بھاگنے کا راستہ مسدود ہو جائے

پلٹ آنا اگر ہو نامناسب خیر بڑھ جاؤ
مسلمانوں کے سر پر مہبوت کی مانند چڑھ جاؤ

ہماری بھی ضرورت ہو تو کہہ دو ہم بھی آجائیں
نہیں کچھ اور خیر اس لوٹ ہی کا مال پا جائیں

marfat.com

ابوجہل کا جواب ابوسفیان کے قاصد کو

ہنسا بوجہل یہ پیغام سن کر تن کے یوں بولا — کہ یہ دفترِ نصیحت کا ابوسفیاں نے کیوں کھولا

اسے کہہ دو لطیمہ رکھ کے جلد آجائے لشکر میں — وہ چالیں ہی نہ بتلائے ہمیں بیٹھا ہوا گھر میں

قبائل میں کریں کیوں مُنفعت جا کر بادیہ گردی — مسلماں چیز ہی کیا ہیں کریں اتنی جو سوداری

مٹانے کے لئے ان کے یہ جنگی فوج کافی ہے — خس و خاشاک کی خاطر یہی اک موج کافی ہے

چڑھائی ہو چکی ہے اب پلٹ چلنا ہے ناممکن — مسلمانوں کے سر سے موت کا ٹلنا ہے ناممکن

ابوسفیاں سے کہہ دینا کہ تم سمجھے ہو کیا ہم کو — تمہارا مُدّعا جو کچھ بھی تھا معلوم تھا ہم کو

جو قاصد تم نے بھیجا تھا اسے پہچانتے تھے ہم — تمہارے کاروں کو بھی سلامت جانتے تھے ہم

سمجھ لی بات ہم نے قوم ساری مشتعل کر دی — لگا دی آگ رگ رگ میں تو ہلچل سی مچ دی

یہ لشکر جمع ہو کر بہرِ قتل و خُوں نکل آیا — نکلنا تھا جو مطلب مال و زر سے یوں نکل آیا

ہوا مفتُوح پہلا مرحلہ اب تم بھی آجاؤ — سلامت ہے تمہارا قافلہ اب تم بھی آجاؤ

اگر تم عیش کرنے کے لئے بیٹھے ہو مکّے میں — مزے سے پیٹ بھرنے کے لئے بیٹھے ہو مکّے میں

تو لشکر میں ہمارے عیش و عشرت کی کمی کیا ہے — یہاں ہر چیز ہے موجود ہر نعمت کی کمی کیا ہے

شرابیں تاج گانا کھانا پینا ساتھ لائے ہیں
بھلا لگتا ہے جن چیزوں سے جینا ساتھ لائے ہیں

بہت سی گانے والی عورتیں ہمراہِ لشکر ہیں
انہیں کے حُسن سے معمُور یہ خرگاہ لشکر ہیں

انہیں سے منزلوں میں اہتمامِ عیش رہتا ہے
کہ ہر سردار کا خیمہ مقامِ عیش رہتا ہے

ہماری رات غرقِ بادۂ سرجوش رہتی ہے
صدائے چنگ و دف گلبانگِ نوشانوش رہتی ہے

کبھی چشمِ فلک نے یہ نرالے رنگ دیکھے ہیں
نظر سے گذرے ہیں یہ عیش ایسے رنگ دیکھے ہیں؟

مگر یہ مت سمجھ لینا کہ ہم بیہوش و غافل ہیں
ارے خود آ کے دیکھو ویسے ہی سفّاک و قاتل ہیں

ہمارا جوش ہر منزل پہ دُونا ہوتا جاتا ہے
کہ ہر مے نوش دل سے زنگِ حسرت دھوتا جاتا ہے

یہ قومی آن کی باتیں ہیں متوالے نہیں ہیں ہم
دکھانا ہے کہ ہر اک رنگ میں مسند نشیں ہیں ہم

قریشی نسل کی شانِ امارت کے امیں ہم ہیں
عرب کا کون مالک ہے؟ ہمیں ہم ہیں ہمیں ہم ہیں

عرب کے رہنے والوں کو دکھا کر رزم کا نقشہ
بتا دیں بر سرِ میداں جما کر رزم کا نقشہ

یہ ساری عشرتیں اہلِ وغا کا دل لبھائیں گی
ہمیں جنگاہ تک لے جائیں گی پھر لوٹ آئیں گی

بلہ ابُوسفیان اپنے تجارتی قافلے کو لے کر مکّہ پہنچ گیا تو اُس نے ایک قاصد ابُوجہل کے پاس بھیجا کہ ہم سلامت ہیں۔ تم پھر واپس پلٹ آؤ۔ پھر پورے جنگی سامان کے ساتھ چڑھائی کرینگے۔ ابوجہل نے قاصد کے ذریعے ابُوسفیان کو کہلا بھیجا کہ اب پلٹنا ممکن نہیں۔ اس طرح جوش ٹھنڈا ہو جائے گا۔ لہٰذا تم بھی آ کر حملے میں شامل ہو جاؤ۔ ابُوسفیان نے یہ پیغام پایا تو چند سوار لے کر چلا اور آ کر قریش کے لشکر میں شامل ہو گیا۔ (تاریخ الامران)

marfat.com

وہاں ہم کیا کریں گے یہ نہ پوچھو بس سمجھ جاؤ — مسلمانوں کی حالت دیکھنی چاہو تو چلے آؤ

تفنگ و نیزہ و خنجر بشراب و نغمہ و ساقی — مجھے یہ تو بتاؤ شہر میں کیا چیز ہے باقی

مرا مطلب یہ ہے بزدل نہ کہلاؤ ابوسفیاں

مجھے تم جانتے ہو منہ نہ کھلواؤ ابوسفیاں

صورتِ حالات کی نزاکت

نبی صلعم کا مشورہ صحابہؓ سے

اُدھر گاہِ زمیں تھرّا رہی تھی بدنہادوں سے — اِدھر دل مضطرب بے خبر تھے اِن فسادوں سے

وہی اِک ملہمِ صادق، وہی اِک دیدۂ بینا — اُنہی کا قلب تھا جس پر تھا سارا حال آئینہ

اُسے معلوم تھا آغاز و انجام اس چڑھائی کا — اسی کا دل تھا جس میں درد تھا اس کی بھلائی کا

وہ سب کچھ جانتے ہیں جو اماں دیتے ہیں جانوں کو — خبر ہوتی ہے خوں بہنے کی کب شریانوں کی

رسولِ اللہ نے اک دن مسلمانوں کو بلوایا — بٹھایا مسجدِ نبوی میں سب کو

کہ دو جانب سے اُٹھ کر جنگ کا طوفان آتا ہے
قریشی فوج آتی ہے، ابوسفیان آتا ہے

ابوسفیاں پلٹ آیا ہے لے کر شام کی دولت
قبائل میں یہ زر تقسیم کر دینے کی ہے نیت

اٹھائے گا قبائل کو تمہارے سر پہ لائے گا
مدینے پر قیامت ڈھائے گا فتنے اٹھائے گا

اُدھر مکے سے لشکر چل چکا ہے لڑنے مرنے کو
تمہارے دین و امن صلح کے برباد کرنے کو

اُٹھے ہیں اہلِ مکہ تاخت و تاراج کی خاطر
چلا آتا ہے باطل حق سے استمزاج کی خاطر

حلیفوں میں تمہارے ہیں یہودی اور کافر بھی
حمایت میں مسلمانوں کی ہیں کمزور و لاغر بھی

کرو قطع نظر اس سے کہ ان کا دین ہی کیسا
کہ دین و مذہب و ملت میں ہے اکراہ ناروا

وہ عرفانی بلندی پر ہیں یا پستی میں بستے ہیں
تمہارے دامنوں میں امن کی بستی میں بستے ہیں

بہت سے لوگ طرزِ غیر جانبدار رکھتے ہیں
بچارے بال بچے رکھتے ہیں گھر بار رکھتے ہیں

مدینے پر ہوا حملہ تو گھبرائیں گے بیچارے
جفا و ظلم کی چکی میں پس جائیں گے بیچارے

مسلمانوں پہ لازم ہے حمایت ان حلیفوں کی
مبادا آبرو بگڑے شریفوں کی ضعیفوں کی

قریشِ مکہ کی یورش کا باعث صرف مسلم ہیں
کہ اب تک باوجودِ ضعف دین اللہ پہ قائم ہیں

دعوتِ حق سے پھیر لینا چاہتے ہیں تم کو جبریہ
تمہیں پہ فرض ہے اس یورشِ بے جا کا دفعیہ

مفلس و نادار ہو تعداد میں کم ہو
قریشِ مکہ سے سامان میں افراد میں کم ہو

marfat.com

مہاجر بے وطن ہیں بے نوا کچھ بھی نہیں رکھتے
غریب انصار بھی دل کے سوا کچھ بھی نہیں رکھتے

سواری اور ہتھیاروں کی حالت بھی نہیں اچھی
گھروں میں بعض بیماروں کی حالت بھی نہیں اچھی

مسلمانوں مگر اس راہ میں اللہ کافی ہے
جہادِ فی سبیل اللہ میں اللہ کافی ہے

تمہارا عندیہ کیا ہے لڑیں یا بند ہو بیٹھیں
چلیں میدان میں یا شہر کے پابند ہو بیٹھیں

مہاجرین کا مشورہ

ابوبکرؓ و عمرؓ نے عرض کی اے ہادیٔ دوراں
ہمارے مال، جاں، اولاد سب اسلام پر قرباں

غلامانِ محمدؐ جان دینے سے نہیں ڈرتے
یہ سر کٹ جائے یا رہ جائے کچھ پروا نہیں کرتے

اٹھے مقدادؓ اٹھ کر عرض کی اے سرورِ عالم
نہیں ہیں قومِ موسیٰؑ کی طرح کہ دینے والے ہم

کہا تھا اس نے اے موسیٰ ہمیں آرام کرنے دے
جہاں کی نعمتیں ملتی ہیں ان سے ہیٹ کرنے دے

خدا کو ساتھ لے جا اور باطل سے لڑائی کر
ہمارے واسطے خود جا کے قسمت آزمائی کر

ہمیں کیوں ساتھ لے جاتا ہے دنیا سے اجڑنے کو
خدا اور اس کا موسیٰ ہی بہت کافی ہیں لڑنے کو

معاذ اللہ مثیلِ اُمتِ موسیٰ نہیں ہیں ہم
جہاں میں پیروانِ دینِ ختم المرسلیںؐ ہیں ہم

ہمارا فخر یہ ہے ہم غلامانِ محمدؐ ہیں
ہمیں باطل کا ڈر کیا زیرِ دامانِ محمدؐ ہیں

مسلماں کو ڈرا سکتے ہیں کب یہ نیزہ و خنجر
لڑیں گے سامنے ہو کر عقب پر دائیں بائیں

بزرگانِ مہاجر نے دکھائی جب توانائی
رسُول اللہ نے سُن کر دُعائے خیر فرمائی

انصار کا جوشِ ایمان

صفِ انصار کی جانب اٹھیں آنکھیں نبوّت کی
تو سعدؓ ابنِ معاذ اُٹھے دکھائی شان جرأت کی

ادب سے عرض کی انصار ہیں ہم یا رسُول اللہ
غلامِ سیّدِ ابرار ہیں ہم یا رسُول اللہ

خُدا نے ہم غریبوں پر عجب احسان فرمایا
کہ ختمُ المرسلیں اِس شہر میں تشریف لے آیا

جہاں میں اِس سے بڑھ کر کوئی عزّت مل نہیں سکتی
کسی کو بھی ابد تک اب یہ دولت مل نہیں سکتی

خُدائے پاک کے فرمان پر ایمان لاتے ہم
رسُول اللہ پر قرآن پر ایمان لائے ہم

تو کیا اب مَوت کے ڈر سے یہ دولت ہم گنوا دیں گے
بُھلا دیں گے یہ احساں بارِ لعنت سر پہ لا دیں گے

تعالی اللہ یہ شیوہ نہیں ہے باوفاؤں کا
پیا ہے دُودھ ہم لوگوں نے غیرت دار ماؤں کا

صداقت دیکھ کر رکھا تھا ان قدموں پہ سر ہم نے
کہا مانا آپ کو روشن دلائل دیکھ کر ہم نے

قسم اللہ کی جس نے نبیؐ مبعُوث فرمایا
سبھی کچھ پا لیا جس وقت ہم نے آپ کو پایا

کدائی آپ کے در کی ہماری پادشاہی ہے
ہمیں تو آپ کا ارشاد ہی وحیِ الٰہی ہے

marfat.com

ہمیں میدان میں لے جایئے یا شہر میں رہیئے
کسی سے صلح کو فرمایئے یا جنگ کو کہیئے

ہمارا فرض ہے تعمیل کرنا رائے عالی کی
ہماری زندگی تکمیل ہے ایمائے عالی کی

ہمارا مرنا جینا آپ کے احکام پر ہوگا
کسی میدان میں ہو خاتمہ اسلام پر ہوگا

اگر ارشاد ہو بحرِ فنا میں کود جائیں ہم
ہلاکت خیز گردابِ بلا میں کود جائیں ہم

نبیؐ کا حکم ہو تو پھاند جائیں ہم سمندر میں
جہاں کو محو کر دیں نعرۂ اللہ اکبر میں

قریشِ مکہ تو کیا چیز ہیں دیووں سے لڑ جائیں
سنانِ نیزہ بن کر سینۂ باطل میں گڑ جائیں

وعدۂ نصرتِ الٰہی

نظارا دیکھ کر انصار کے جوشِ اطاعت کا
اٹھا عرشِ معلّٰی کی طرف چہرہ نبوت کا

یہ وحدت آج وحدت کے مبلغ کو پسند آئی
اٹھا کر ہاتھ حضرت نے دعائے خیر فرمائی

دعا کے بعد لوگوں کو نویدِ فتح و نصرت دی
برائے جنگ شیر بے بچھلے کی اجازت دی

کہا دونوں میں تم کو اک جماعت ہاتھ آئے گی
خدا نے وعدہ فرمایا ہے نصرت اس کے آئے گی

رہے گا اول الذکر حق سے صداقت کا
گرے گا جڑ سے کٹ کے نخل کفر و ظلمت کا

فلک پر تھوکنے والے زمیں پر سرنگوں ہونگے یقین رکھو کہ خود سر حملہ آور سرنگوں ہونگے

مجاہدین اسلام جہاد کے رستے پر

نمازِ صبح پڑھ کر ہوگئی چلنے کی تیاری اُٹھا خود مسجدِ نبوی سے ابرِ رحمتِ باری
دکھانا شانِ حق منظور تھی ہادیٔ کامل کو مدینے سے نکل کر روکنا تھا فوجِ باطل کو
دُوم تھا سالِ ہجری بارھویں تھی ماہِ رمضاں کی کہ نکلی مختصر سی اِک جماعت اہلِ ایماں کی
نکل کر شہر سے تعداد دیکھی جاں نثاروں کی تو گنتی تین سو تیرہ تھی اِن طاعت گذاروں کی
سلاحِ جنگ یہ تھا آٹھ تلواریں تھیں چھ زرہیں غنا کا رنگ یہ تھا چیتھڑوں میں بیسیوں گرہیں
کمانیں اور نیزے، چوبہائے ناتراشیدہ حُدودِ کفش سے آزاد پائے آبلہ دیدہ
زیادہ لوگ پیدل تھے سواری پر بہت تھوڑے کہ شتر اُونٹ تھے بہرِ سواری اور دو گھوڑے
بلا دیتی تھی کہساروں کو جن کی دھاک پیدل تھے جنابِ حمزہؓ کیا خود صاحبِ لولاکؐ پیدل تھے
علیؓ اور بولبابہؓ اور جنابِ سیّدِ عالم یہ تینوں باری باری سے شریکِ ناقہ تھے باہم
ابوبکرؓ و عمرؓ اور عبدِ رحمنؓ اِک سواری پر منازل طے کئے جاتے تھے اپنی اپنی باری پر
سمندر میں اُٹھا کرتی ہے جیسے موجِ بے پروا اِسی صورت رواں تھی غازیوں کی فوجِ بے پروا

marfat.com

کھجوریں تک میسّر تھیں نہ جن کے پیٹ بھرنے کو
یہ اللہ کے مجاہد تھے چلے تھے جنگ کرنے کو

بہت سی سرسبز مرحوم گھوڑے اور ناقے سے
بہت ایسے تھے جن کی رات بھی کٹتی تھی فاقے سے

خیالِ عظمتِ ملّت کہیں تھا اِن کے سینوں میں
کوئی ساماں نہ تھا ذوقِ یقیں تھا اِن کے سینوں میں

یہ چند افراد اُٹھے تھے ضعیفوں کی حمایت کو
شریروں کے مقابل میں شریفوں کی حمایت کو

چلے تھے یہ مجاہد آج میدانِ شہادت میں
محمدؐ کی ہدایت پر محمدؐ کی قیادت میں

کفّار کا ڈیرا میدان بدر میں

زرہ پہنے ہُوئے جب لشکرِ نُورِ سحر نکلا
شہِ خاور اُٹھا بہرِ مدد سینہ سپر نکلا

فضائے دہر سے اب اُٹھ چلی شب کی عملداری
خُدا دینے لگا باطل کو پاداشِ سیہ کاری

شعاعیں برچھیاں بن کر اندھیروں کی طرف لپکیں
بلائیں بھاگ اُٹھیں اپنے ڈیروں کی طرف لپکیں

تکبّر ظلم گستاخی، دل آزاری، من مانی
تشدّد، کینہ توزی، ناز، خُود بینی، خُود آرائی

سنانے کے طریقے قتل کر دینے کی ایجادیں
یہ بچّے مادرِ شب کے اندھیرے کی یہ اولادیں

ہوئے آ کے سب شامل گروہِ اہلِ باطل میں
یہ فتنے آ بسے کفّار کے ترکھانۂ دل میں

خُودی نے بھر دیئے تھے کبر کے طُوفان ہر سر میں
ڈبونے جا رہے تھے کشتیٔ حق آبِ خنجر میں

لگایا بدر کے میدان میں کفّار نے ڈیرا — یہاں تدبیر کی تزویر کو تقدیر نے گھیرا

ابُوجہل کا غرُور

یہاں بوجہل نے آتے ہی پھر لوگوں کو بھڑکایا — دلایا جوش سب کو اور خود بھی جوش میں آیا
کہا یہ دن وہ ہے جس کی طلب تھی ایک مدّت سے — اکٹھے ہیں صنادیدِ قریش اِس وقت قسمت سے
ہمارے پہلواں بھاری ہیں سَو سَو پہلوانوں پر — مدینے بھر میں شورِ اَلحَذَر ہوگا زبانوں پر
یہ خُود سر پہلواں کیا پھر کبھی ساتھ آنے والے ہیں — بھلا ایسے مواقع پھر کبھی ہاتھ آنے والے ہیں
یہ ساری مہربانی ہے ہمارے دیوتاؤں کی — چڑھائی ہوگئی ہے اِک خُدا پر سب خُداؤں کی
کریں گے جب یہ مل کر تین سَو اور ساٹھ تقدیریں — اٹھیں گی ساتھ ساڑھے گیارہ سو خُوں ریز شمشیریں
مَیں دیکھوں گا کہ وہ تنہا خُدا کس کام آتا ہے — کہاں لے جا کے مُٹّھی بھر جماعت کو چھُپاتا ہے
یہ برچھے بجلیاں بن بن کے جن کے پھل چمکتے ہیں — کہاں ہیں آج وہ سینے جو ان کو روک سکتے ہیں
ذرا دیکھو تو یہ خونخوار جوہر دار شمشیریں — یہ شمشیریں پہاڑوں پر گریں تو بیخ تک چیریں
یہ خنجر دیکھتے ہو جو کھنچے جاتے ہیں تَن تَن کر — تڑپتے ہیں کہ تیریں موجِ خُوں میں مچھلیاں بن کر
ہمارے تیر دیکھو اِن کا مینہ جس دم برستا ہے — تو لاکھوں بسملوں کا کھیت پانی کو ترستا ہے

marfat.com

رسد کو دیکھو تفار اکر و سامانِ جنگی کا — ہے چہروں ہی سے ظاہر دبدبہ یونانِ جنگی کا
نظارے ہی سے اصحابِ محمدؐ کانپ جائیں گے — ہمارے ہر سپاہی کو وہ اک جلاد پائیں گے
مسلمانوں کے حق میں واقعی پتھر ہے دل ان کا — نہیں پتھر نہیں پتھر سے کچھ بڑھ کر ہے دل ان کا
محمد خود کہیں گے ہاں یہ جلادوں کا لشکر ہے — یہ نمرودوں کی فوجیں ہیں یہ شدادوں کا لشکر ہے
ہمارے نام کی ہیبت عرب پر بیٹھ جائے گی — مسلماں قتل ہونگے دھاک سب پر بیٹھ جائے گی
یہاں اک دن ٹھہر کر پھر بڑھو باقاعدہ ہو کر — اچانک اس طرح سے جا پڑو اہلِ مدینہ پر
کہ ان کے بھاگنے کی سعی بھی ناکام ہو جائے
کوئی بچنے نہ پائے یعنی قتلِ عام ہو جائے

عَلَم کفار کا لہرا گیا وادی کے دامن پر — اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا اس روزِ روشن پر
بڑی ترتیب سے خیمے لگائے اہلِ باطل نے — رسد بٹنے لگی، لحمِ شتر سب کو ملا تھے
زمیں کے جسم پر ہر خیمہ اک پُرسوز چھالا تھا — کہ میخوں ہی سے جس نے بدر کا دل چھید ڈالا تھا
لگا اس شان و شوکت پر دماغِ چرخ چکرانے — غضب کے ساز و سامان لے کے آئے تھے دیوانے
زمین و آسماں حیران تھے کیا ہونے والا ہے
قیامت آ رہی ہے حشر برپا ہونے والا ہے

مُسلمانوں کی کمزور جماعت

اِدھر سے جا رہی تھی اِک جماعت حق پرستوں کی
بباطن روزہ داروں کی بظاہر فاقہ مستوں کی

نہ اِن کے پاس خیمے تھے نہ سامانِ رسد کوئی
نہ اِن کی پُشت پر تھا جز خُدا بہرِ مدد کوئی

نہ زرہیں تھیں، نہ ڈھالیں تھیں نہ خنجر تھے نہ شمشیریں
فقط خاموش تسکیں تھی، فقط پُرجوش تکبیریں

کوئی ساماں نہیں تھا ایک ہی سامان تھا اِن کا
خُدا واحد، نبیؐ صادق ہے، یہ ایمان تھا اِن کا

بنا کر اپنے سینوں کی سپر آیاتِ قرآں کو
بظاہر چند تنکے روکنے آئے تھے طُوفاں کو

اِنہی کے نُور سے ہر سُو اُجالا ہونے والا تھا
اِنہی کے دم سے حق کا بول بالا ہونے والا تھا

جلد اوّل ختم

marfat.com

قطعۂ تاریخ

شاہنامۂ اسلام جلد اوّل

اثرِ خامہ جناب صوفی غلام مصطفےٰ صاحب تبسم۔ ایم اے

لیکچرار گورنمنٹ کالج، لاہور

نسخۂ شاہنامۂ اسلام ہست ہم نغمہ زار دہم تاریخ

زانکہ از خامۂ ابوالاثر است اثرِ خامہ گفتہ ام تاریخ

۱۳۴۷ھ

جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

یادِ ایام

المعروف بہ

شاہنامۂ اسلام

اُردو نظم میں تاریخ اِسلام کے ولولہ انگیز واقعات

(۲)

ابُوالاثر حفیظ جالندھری

ناشر

مکتبہ تعمیرِ انسانیت ○ اُردو بازار ○ لاہور ۲

marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

طابع : محمد سعید اللہ صدیقی

ناشر : مکتبہ تعمیر انسانیت ○ لاہور

مطبع : زاہد بشیر پرنٹرز ○ لاہور

تعداد : ایک ہزار

marfat.com

پیشکش

ہر اُس فرزندِ توحید کی خدمت میں

جو

کلمۂ طیبہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

پر

ایمان رکھتا ہے

حفیظ

marfat.com

حفیظ جالندھری ٹرسٹ

جناب عبدالکریم سومار ..... صدر

شمیم احمد ..... سکریٹری

اراکین

غلام احمد

لطف اللہ خان

رحمان کیانی

سید مقدس علی

خواجہ حمید الدین شاھد

marfat.com

فہرستِ مضامین

دیباچہ : از آنریبل جسٹس شیخ سر عبدالقادر صاحب مرحوم ۱۵

معیار : از ڈاکٹر محی الدین تاثیر ایم اے مرحوم ۲۱

ثنائے گفتنی در پیرایۂ سرگزشتِ مصنف :

مسجد و مکتب ۲۹

سیلابِ الماد اور کشتیٔ قبت ۳۵

ٹوٹی ہوئی کشتی کا مقدمہ ۳۷

بابِ اوّل

مرکزِ بدر ۴۱

لشکرِ اسلام کا وفود ۴۲

جنت کی شدت ۴۳

صحرا کی دعا ۴۴

بارش کا نزول ۴۵

جستجوئے غنیم ۴۶

ارشادِ ہادیؐ ۴۷

ابوجہل کے جاسوس ۴۸

ابوجہل کا غرور ۴۹

بدر میں رات کا منظر ۴۹

تصویر کے دو رُخ ۵۰

رسول اللہؐ کی شب بیداری ۵۱

صبح کاذب ۵۱

ضمیر کی آواز، صلح کی ایک کوشش ۵۲

عتبہ کا جواب ۵۴

حکیم کا ابوجہل کو سمجھانا ۵۴

ابوجہل کی ضد اور فتنہ انگیزی ۵۵

لشکرِ کفار کی آمادگیٔ جنگ ۵۶

marfat.com

فتح صادق	۵۷	کفر کے طنز پر اسلام کا جواب	۷۸
نتیجۂ جنگ کے متعلق پیغمبرؐ کی پیشگوئی	۵۸	انفرادی جنگ کا منظر	۷۹
مجاہدینِ اسلام	۵۹	حضرت حمزہؓ اور عتبہ کا مقابلہ	۸۰
معرکۂ نور و ظلمت		حضرت علیؓ اور ولید کا مقابلہ	۸۱
استعارہ از طلوعِ آفتاب	۶۱	حضرت عبیدہؓ کا شیبہ کے ہاتھ سے زخم کھانا	۸۲
میدانِ بدر میں مجاہدین کا منظر	۶۳	حضرت عبیدہؓ کی شہادت	۸۳
لشکرِ مشرکین کی دھوم دھام	۶۴	دشمن خوف زدہ	۸۴
دشمنوں کا سراپا	۶۵	ابوجہل کی تقریر	۸۵
صفِ اسلام	۶۷	قریش کا عام دھاوا	۸۶
تلقینِ ہادیؐ	۶۸	مسلمانوں کا ربط و ضبط اور فرمانِ پیغمبرؐ	۸۷
رسول اللہ کی دعا بہرِ مجاہدینِ بدر	۶۹	مسلمانوں کی تیر اندازی	۸۸
دشمن کی آہنی صفیں	۷۰	قلت و کثرت میں جنگ مغلوبہ	۹۰
اپنے محسن کے دشمن	۷۱	مجاہدینِ اسلام کی شجاعت	۹۱
نور و ظلمت آمنے سامنے	۷۲	حضرت زبیرؓ اور ابوکرش کا مقابلہ	۹۲
رحمۃ للعالمین کا تاثر اور نصرتِ حق کی طلب	۷۳	ہنگامۂ کارزار	۹۵
فوجِ دشمن میں طبلِ جنگ	۷۴	گرمیٔ جنگ اور ساقیٔ کوثرؐ کا بیان	۹۶
قریشی سپہ سالار کی مبارز طلبی	۷۵	حوضِ پر کفار کی چیرہ دستی	۹۶
نصرتِ حق کی بشارت	۷۶	مسلمانوں کا استقلال	۹۷
انصار کا اقدام میدان اور قریش کا غرورِ نسب	۷۷	اصل اصولِ جہاد	۹۸
بہادرانِ آلِ ہاشم کا میدان میں نکلنا	۷۸	حبِ رسولؐ	۱۰۰

marfat.com

میدانِ کارزار میں ابوجہل کی سرگرمیاں ۱۰۰
قتلِ ابوجہل کی کہانی ۱۰۱
حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی زبانی ۱۰۲
دو انصاری نوجوان اور ابوجہل کی جستجو ۱۰۳
حضرت عبدالرحمٰن کی نشان دہی ۱۰۴
غیر تمند نوجوان ۱۰۵
انصاری نوجوانوں کا حملہ
ابوجہل کا حشر ۱۰۶
ایک نوجوان کی شہادت ۱۰۸
دوسرے نوجوان پر ابوجہل کے بیٹے کا وار ۱۰۹
غازیوں اور شہیدوں کی شان ۱۱۰
پیغمبرؐ اپنے خدا کے حضور ۱۱۱
پیغمبرؐ عرصہ کارزار میں ۱۱۳
معجزے کا ظہور ۱۱۴
جنگِ بدر کا انجام ۱۱۵
رعب کی تلقین کا اثر ۱۱۷
بدر میں کفار کے مقتولوں پر ایک نظر ۱۱۹
ابوجہل کی نگاہ واپسیں ۱۲۰
فتح کے بعد آنحضرتؐ اور
غازیوں کی مصروفیات ۱۲۴
مشرکین کی لاشوں سے آنحضرتؐ کا خطاب ۱۲۵
بعدِ فتح غازیانِ اسلام کی حالتِ قلب ۱۲۶
بدر سے غازیانِ اسلام کی واپسی ۱۲۹
واپسی کی پہلی منزل ۱۳۰

بابِ دوم

جنگِ بدر اور جنگِ اُحد کا درمیانی وقفہ — مکے اور مدینے کے حالات

منافقین اور یہود کی شرارتیں ۱۳۱
مدینہ میں مسلمانوں کی حالت ۱۳۲
منافقین اور یہودِ مدینہ کی طنز آمیز افواہیں ۱۳۳
حضرت رقیہؓ کی وفات کا دن ۱۳۴
فتح کی خوش خبری ۱۳۴
فتح کی خبر پر منافقین و یہود کی رائے زنی ۱۳۶
حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کا جوش ۱۳۷
رسول اللہؐ اور غازیانِ اسلام کی مراجعت ۱۳۹
عمِ نبیؐ حضرت عباسؓ بطورِ اسیرِ جنگ ۱۴۰
مکے میں شکست کی خبر ۱۴۲

marfat.com

صفوان بن امیہ کا شک و شبہ ۱۴۴
شکست خوردہ مشرکین کی عام واپسی ۱۴۵
مکے میں کہرام ۱۴۵
شکست کی روداد اور ابولہب کی مایوسی ۱۴۶
ماتم کرنے والوں کو ابوسفیان کی فہمائش ۱۴۶
ہند جگر خوار کا غم و غصہ ۱۴۹
مکے میں انتقامی جنگ کی تیاریاں ۱۵۰
انتقام کی تدبیریں ۱۵۱
ابولہب کی مرگِ مایوسی ۱۵۲
مدینہ میں قیدیانِ جنگ کا مسئلہ ۱۵۳
پیغمبرِ اسلامؐ مشورہ طلب فرماتے ہیں ۱۵۴
صدیقِ اکبرؓ کی رائے ۱۵۵
حضرت فاروق عمرؓ کی رائے ۱۵۶
رحمۃ للعالمین کی اُمت کا فیصلہ ۱۵۷
ارشادِ پیغمبرؐ دربارۂ اسیرانِ جنگ ۱۵۹
اسیروں کے لیے اُس عہد کے عام قوانین ۱۶۱
قیدیوں سے مسلمانوں کا سلوک ۱۶۲
عم نبیؐ حضرت عباسؓ اور فدیۂ جنگ ۱۶۳
حضرت عباسؓ کا فدیہ دینے میں تامل
اور آنحضرتؐ کا معجزہ ۱۶۴
حضرت حباشؓ کا ایمان لانا ۱۶۵
حضرت ابوالعاصؓ کا فدیہ
اور آنحضرتؐ کی رقت ۱۶۶
مدینہ میں مسلمانوں کی مشکلات
منافقین کا گروہ ۱۶۹
مدینے کے یہود ۱۷۱
ایک لڑکی سے اوباشانہ چھیڑ ۱۷۲
ایک مسلمان کا پاسِ غیرت ۱۷۳
حمایت کرنے والے مسلمان کی شہادت ۱۷۴
یہودیوں کو آنحضرتؐ کی فہمائش ۱۷۵
یہودیوں کا گستاخانہ جواب ۱۷۶
ایک شاعر کعب بن اشرف کی شرارتیں ۱۷۶
حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراؓ کی شادی ۱۷۸
مسجد میں اجتماعِ صحابہؓ اور نکاح ۱۷۹
حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی رخصت ۱۸۰
حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا جہیز ۱۸۱
رحمۃ للعالمینؐ بیٹی کے گھر میں ۱۸۴
عذرِ مصنف ۱۸۵

marfat.com

باب سوم

مکے والوں کے انتقامی حملے
مدینے پر ابوسفیان کی دسترس
غزوۂ سویق ۱۹۰
ابوسفیان کی قسم ۱۹۱
ابوسفیان کی دستبرد ۱۹۲
آنحضرتؐ ابوسفیان کے تعاقب میں ۱۹۳
شاعروں کا دوسرے قبائل کو بھڑکانا ۱۹۵
مکے میں فوج کا اجتماع ۱۹۸
قریشی عورتیں ۲۰۰
آنحضرتؐ کی اطلاع یابی ۲۰۱
شہر کی حفاظت کے ضروری سامان ۲۰۲
مسجد نبوی میں مجلس شوریٰ ۲۰۳
آنحضرتؐ کا خطبہ ۲۰۴
عبداللہ بن ابی منافق کی رائے ۲۰۶
مسلم نوجوانوں کا جوشِ جہاد ۲۰۷
جوش و تحمل ۲۰۹
پیغمبرؐ کا فیصلہ ۲۱۰
رحمۃ للعالمینؐ لباسِ جہاد میں ۲۱۱

مبادیاتِ غزوۂ اُحد
قریشِ مکہ کی آتشِ انتقام
جوشیلے مجاہدین کا احساسِ ندامت ۲۱۲
پیغمبرؐ کا جواب ۲۱۴
مجاہدین کا مدینے سے خروج جانبِ اُحد ۲۱۵
لشکرِ اسلام میں منافقین کی شمولیت ۲۱۶
دو نوجوان جن پر جہاد فرض نہ تھا ۲۱۶
مجاہدینِ اسلام کا قیامِ شب ۲۱۸
رأس المنافقین اور اُس کے ساتھی ۲۲۰
کفار کی چھاؤنی ۲۲۰
کفار کے جاسوس کا بیان ۲۲۱
ابوسفیان کی تدبیریں ۲۲۳
ابوعامر راہب ۲۲۵
خفیہ سازش ۲۲۶
زنانِ قریش کی تیاریاں ۲۲۷
حضرت حمزہؓ کو شہید کر ڈالنے کی سازش ۲۲۸
لشکرِ قریش میں تیاریوں کی رات ۲۲۹
آشوبِ شب ۲۳۱

marfat.com

لشکرِ اسلام اور خیر الانام	۲۳۶	مومنوں کی صف آرائی	
مجاہدین کا اقدام	۲۳۶	اور منافقین کی بے وفائی	۲۳۸
نمازِ صبح	۲۳۷	قلعۂ تاریخ شاہنامۂ اسلام، جلد دوم	۲۴۰

marfat.com

الحمدللہ

اپنی زندگی کے ان آخری مراحل میں جو اندیشہ جان کا عذاب بنا ہوا تھا اللہ کریم نے اپنے رحمۃ للعالمینؐ کی مدح کے صدقے وہ اندیشہ دور کر دیا اور اب میں اس تسلی اور شکر و سپاس کا اظہار کرتا ہوا اپنے سفرِ حیات کی منزلِ مراد کو سلام کہوں گا۔

اندیشہ یہ تھا کہ میرا نہ کوئی بیٹا ہے نہ کوئی ایسا عزیز ہے جو میرے بعد میرے قلمی ورثے کا محافظ بھی بن سکے اور ملک و ملت پاکستانیہ تک ہی نہیں دنیا بھر کے ممالک میں جہاں جہاں مسلمان میری نظم و نثر کے شائق ہیں ان تک میری کتب پہنچاتے رہنے کا اہتمام کرے ورنہ جو کچھ میں نے انسانیت اور ملک و ملت کے لئے اپنے خونِ جگر سے مہیا کیا ہے برباد ہو جائے گا۔ میرا سرمایہ میری قلم کاری ہے میری کتابیں ٹکے سیر بیچنے والے نااہل بازاری کتاب فروش دکاندار جس طرح چاہیں گے چھپوائیں گے اور الگ الگ کھائیں گے اڑائیں گے۔ اپنے لاکھوں قدردانوں میں مدتوں ایسے اصحاب کی تلاش رہی جو واقعی صادق الوعد امینؐ .. پر ایمان و یقین رکھتے ہوں۔ آخر کراچی میں میری تلاش نے کامیابی کا منہ دیکھ لیا اور میرا جان لیوا اندیشہ دور ہو گیا۔

marfat.com

قائداعظم کے پرانے رفیق جناب عبدالکریم سومار صاحب مل گئے، میری آرزو سنی اور اسے پورا کرنے کی طرف عملی قدم اٹھالیا اور میرے اس درد کا مداوا کر دیا۔ جناب لطف اللہ خاں مل گئے جن کا وجود، آرٹ، سخنوری اور سخن نوازی میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ جناب شمیم احمد مل گئے جو اسلام کا پیغام جاری رکھنے والی کتب کے پبلشر اور کراچی میں سومار صاحب سے اولین ملاقات کا باعث بنے۔ ان کے ساتھ ہی سید مقدس علی ہیں جو ہر ادبی و اسلامی ثقافتی تحاریک کا بشوق اہتمام فرماتے ہیں۔ خواجہ حمید الدین شاہد ایم اے عثمانیہ کو تو میں اپنا صیاد قرار دے چکا ہوں۔ جناب غلام احمد جناب سومار کے عزیز اور کاروبار کے سربراہ ہیں۔ سومار سے مصافحہ ان کے ہاتھ پر ہوتا ہے۔ جناب رحمٰن کیانی جو شعبۂ سخن ہی میں اسلام کے لئے تبلیغ اتحاد و جہاد کے معاملے میں میرے مشیر ہیں۔

ان اصحاب نے جناب عبدالکریم سومار کے زیر قیادت ایک ایسا ادارہ قائم کر دیا ہے جو میرے دکھ کا دارو ہے۔ اس ادارے کا نام ہے۔

"ابوالاثر حفیظ جالندھری ٹرسٹ"

یہ ٹرسٹ باضابطہ قائم ہو گیا ہے۔ اس نے میری زندگی میں بھی اور اس دنیا سے جسمانی طور پر کھسک جانے کے بعد بھی میری وہ تمام کتابیں جو متداول ہیں بہترین خوبصورت اور دیدہ زیب طریق سے چھپوانے اور مسلسل چھپواتے رہنے کا ذمہ لے لیا ہے اور آغاز شاہنامۂ اسلام

سے کیا ہے۔ میری شائع شدہ تصانیف کے علاوہ وہ تصانیف بھی جو ابھی مسودات کی صورت میں ہیں یہی ٹرسٹ ان کو کتابی صورت میں لائے گا اور میری تحریروں کے ذریعہ سے موجودہ اور آئندہ نسل کے ذہن و قلب میں وہ روشنی پہنچائے گا جو میرے کلام کو سرکار دو عالمؐ کی محبت اور بزرگان دین مبین اور قدمائے شعر و ادب سے ملی ہے اور جن کو میں نے اپنے خون جگر سے رنگین کیا ہے۔

میں ان قدر دانوں کے احسانات کا سپاس گزار ہوں اور دعا گو ہوں سے

پہ شان مہر و مہ تابندہ باشی
الٰہی تا قیامت زندہ باشی

۷۶ برس سے متجاوز اور بیمار
حفیظ

marfat.com

سخن کی قدردانی زندگانی میں نہیں ہوتی
یہاں جب شمع بجھ لیتی ہے تب پروانہ آتا ہے

narat.com

شاہنامۂ اسلام

جلدِ دوم

از آنریبل جسٹس شیخ سر عبدالقادر مرحوم

شاہنامۂ اسلام کی پہلی جلد کو اگر حفیظ کی رزم نگاری کا نقشِ اوّل کہیں تو دوسری جلد جو اب شائع ہو رہی ہے لفظی اور معنوی طور سے نقشِ ثانی کہلانے کی مستحق ہے۔ ہر صاحبِ فن کا نقشِ ثانی نقشِ اوّل سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ جلد دوم میں اشعار کی آمد اور روانی پہلے سے زیادہ زورِ جوانی دکھا رہی ہے۔ پہلی جلد کو جو کامیابی نصیب ہوئی، اس کے بعد دوسری جلد کے لیے کسی تمہید یا تقریب کی حاجت نہیں مگر مصنف کی محنت اور جگر کاوی مستحق اعتراف ہے اور جی چاہتا ہے کہ دوسری جلد کا خیر مقدم بھی اسی جوش سے ہو جس کا اظہار پہلی جلد کی اشاعت کے وقت کیا گیا تھا۔

کامیابی کئی طرح کی ہوتی ہے۔ شاہنامۂ اسلام کو خدا نے ہر طرح سے کامیابی دی۔ کتاب اگر مقبول ہو اور بکثرت اشاعت پائے تو یہ اُس کی پہلی اور سب سے بڑی فتح ہے۔ اِس کتاب کی پہلی جلد جتنی چھپی تھی ایک سال کے اندر فروخت ہو گئی اور دوسری اشاعت کی نوبت آئی۔ اس کی خوبی کا دوسرا ثبوت یہ ملا کہ قرونِ اُولیٰ کے رہبرانِ اسلام کے کارناموں کو نظم کا لباس پہنانے کی جو طرز حضرت حفیظ نے اختیار کی تھی، اس کی جا بجا تقلید ہونے لگی اور کئی اور لکھنے والوں نے اسی طرز پر اسلامی نظمیں شائع کیں۔ قبولِ عام اس تصنیف کو اِس قدر حاصل ہوا کہ قومی مجالس میں جب کسی نے اُسے پڑھ کر سُنایا تو لوگوں نے انتہائی توجہ اور شوق سے سُنا

marfat.com

اور جہاں کہیں لوگوں کو خود مصنف کی زبان سے شاہنامۂ اسلام کے کچھ حصے سننے کا موقع ہوا وہاں جلسے پر محویت طاری ہو گئی۔ عام قدردانی کچھ کتاب کی فروخت کی کثرت سے ظاہر ہوئی۔ مگر زیادہ تر اس امر سے کہ بہت سے شائقین نے بہتر قسم کے مجلد نسخے فی نسخہ بارہ بارہ روپے کو خریدے۔ حالانکہ معمولی نسخوں کی قیمت تین روپے فی نسخہ تھی۔ ہمارے رؤسا میں سے ایک فیاض طبع اور نیک دل قدردان نے جن کے نام نامی کے اعلان کی اجازت نہیں شاہنامہ جلد اوّل ایک نسخہ ایک ہزار روپے میں خریدا۔ یہ سب باتیں حوصلہ افزا ہیں ان سے نہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کے کلام کو بجا طور پر ملک میں قبولیت حاصل ہوئی بلکہ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان ابھی زندہ قوم ہیں اور اسلام کی سچی خدمت کو پہچانتے اور خادموں کی ہمت بڑھانے کی قابلیت رکھتے ہیں۔

پہلی جلد میں مصنف نے یہ کوشش کی تھی کہ جو روایات نظم کی جائیں وہ ایسی ہوں جن کی سند تاریخی اعتبار سے مسلّمہ ہو۔ اسی احتیاط دوسری جلد میں ملحوظ رکھی گئی ہے جابجا ایسے نوٹ دیے گئے ہیں جن سے روایات کے ماخذ کا پتہ چلتا ہے۔ اس احتیاط کے متعلق کچھ اشعار اس جلد میں عذرِ مصنف کے عنوان سے درج ہیں۔ ان میں سے چند طور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں۔ مصنف نے کیا خوب کہا ہے ؎

مجھے ملحوظ ہے اس تذکرے میں راست گفتاری — وگرنہ شاہبازِ فکر اُڑنے سے نہیں عاری
جو موضوع سخن ہو کر اجازت اک ذرا دیتا — زمینوں کو اٹھا کر آسمانوں پر بٹھا دیتا
مجھے گر یاد ہیں قطرے کو طوفاں کر دکھانے کے — کسی ذرّے کو دعوت میں ہیں لیلیٰ کر دکھانے کے
مرے دامن میں ہے ابرِ خزانی بھی بہاری بھی — کہ ہے آتش فشانی بھی نفس میں برفباری بھی
تخیّل پر نہیں بنیاد میرے شاہنامے کی — صداقت کی طرف جاتی ہے راہ اس خامہ کی
نہ کوئی داستاں ہے جس میں لطفِ داستاں کم ہو — زمانہ ہے جس کو جس طرح چاہوں میں کر دوں

یہ قرآنی بیاں ہے ایک کامل والے کا کہ جس کے نور سے ظلمت نے منہ دیکھا اُجالے کا

ممکن ہے کہ مندرجہ بالا تعریف سے کوئی یہ سمجھے کہ کتاب نظم کے انتخاب سے ردی ہوگی لغو جو حالات لکھے ہیں ان کی تصویر اگر مطابقِ اصل ہے تو اس میں مصور کو رنگ بھرنے کا کیا موقع ملا ہوگا مگر طبعِ رنگین اپنے لیے راستہ نکالے بغیر کہاں رہ سکتی ہے۔ سیدھی سادی روایتوں کے منظوم بیان میں حفیظ کی شاعری نے اپنی خصوصیات کے اظہار کے لیے گنجائش نکال لی ہے اور دوسری جلد میں ایسے ادبی جواہر پیش کیے گئے ہیں جنھیں شائقین پسند کریں گے اور مزے لے لے کر پڑھیں گے۔ غزوۂ جنگِ بدر کا بیان ہے کہ جہاں جنابِ رسالتمآبؐ کا چھوٹا سا لشکر ایک ریگستان بے آب میں پانی کی تلاش میں ہے اُس وقت حُسنِ اتفاق سے مینہ برس گیا۔ اس سادہ سی بات کو بیان کرنے کے لیے حفیظ کے تخیل نے یہ سماں باندھا کہ خود صحرا کے دل میں آرزو پیدا کی کہ جس طرح ہو سکے اپنے مقدس اور متبرک مہمانوں کے لیے پانی بہم پہنچائے۔ اور اس نے نہایت عجز سے بارگاہِ ایزدی میں دُعا مانگی کہ آسمان سے پانی برسائے۔ وہ دُعا منظور ہوگئی اور مینہ آگیا۔ اس موقعہ پر "دعائے صحرا" کے نام سے جو ٹکڑا حفیظ کے قلم سے نکل گیا ہے وہ ان کے ادبی کارناموں میں پائیدار شہرت کا مستحق ہے۔ یہاں تخیل نے اپنا زور دکھایا ہے مگر کسی تاریخی واقعہ میں تصرف نہیں کرنا پڑا۔ واقعہ اتنا ہی ہے کہ مینہ برسا اور ان لوگوں کی تکالیف رفع ہوگئیں جو پیغمبر اسلامؐ کے ہمرکاب تھے مگر اُس کے بیان کے لیے جو جدت پیدا کرنے سے مضمون رنگین ہوگیا ہے۔

ایک دُوسری خوبی جو شاہنامۂ اسلام میں ملحوظ رکھی گئی ہے یہ ہے کہ بزرگانِ سلف کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے ضمناً مگر نہایت دلآویز طریق سے ایسے اخلاق کی تلقین کی جاتی ہے جن کی موجودہ زمانے میں بھی ہم کو ضرورت ہے۔ اس مطلب کی وضاحت ذیل کے اشعار سے

marfat.com

جنگ جہاں اس چھوٹی سی فوج کا ذکر کرتے ہوئے جو جنگِ بدر میں اسلام کے نامور جنرل کی اپنی سپہ سالاری میں خدا کی راہ پر پہلی لڑائی کرنے کو نکلی تھی۔ مصنف یوں رقمطراز ہوتا ہے ؎

نہ کوئی رزم بال خانہ کوئی جنگِ ہنگامی ۔۔۔ نہ جنگ کا سیاہی تھی نہ ذکرِ خونِ نا کامی
نہ کثرت کی کوئی پروا نہ طاقت کا غم ان کو ۔۔۔ نہ کچھ اندیشۂ پست و بلند و بیش و کم ان کو
نہ تھے گو تسکین و اطمینان رکھتے تھے ۔۔۔ کہ سامان پر نہیں ایمان پر ایمان رکھتے تھے

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ رزم کا آغاز زیادہ تر اسی جلسے ہوتا ہے اور مجھے یہ دیکھ کر مسرت ہوئی ہے کہ رزم کے میدان میں بھی جنابِ مصنف کے اشہبِ قلم کی رفتار قابلِ تعریف ہے۔ ذیل کے رزمیہ ٹکڑوں میں صفائی بیان اور الفاظ کی موزونیت ملاحظہ ہو ؎

پڑی تلوار فولادی سپر کے ہو گئے ٹکڑے ۔۔۔ سپر سے تا بہ سر پہنچی تو سر کے ہو گئے ٹکڑے
گلے کے اور زنجیروں کی لڑیاں کاٹ کر نکلی ۔۔۔ زرہ بکتر کے بندِ مس اور کڑیاں کاٹ کر نکلی
بہت بیباک تھی یہ تیغ اب کچھ اور چل نکلی ۔۔۔ کبھی شانے پہ چمکی اور کبھی زیرِ بغل نکلی

مخالف فوج کے سرگروہ ابوجہل کا بیان کرتے ہوئے کہ وہ میدان میں اپنے آپ کو کس طرح محفوظ کیے ہوئے تھا، اوروں کو لڑاتا تھا اور آپ تیغ کے منہ پر نہ آتا تھا۔ لکھا ہے ؎

مسلح سپاہیوں کی پتلیں لوہا لاٹ دیواریں ۔۔۔ جو اس کے آگے پیچھے چل رہے تھے لے کے تلواریں
کسی کی دسترس اس تک نہ ہوتی تھی بآسانی ۔۔۔ کہ تھا اک چلتے پھرتے قلعے میں اس جنگ کا بانی

جلد دوم میں سب سے زیادہ پُر لطف اور پُر اثر وہ حصے ہیں جن میں جہاد کے اصلی معنی و مفہوم کیے گئے ہیں اور وہ اصول بتائے گئے ہیں جو آنحضرتؐ نے اپنی فتوحات کے لیے خود ملحوظ رکھے اور جن پر کاربند ہونے کی اپنے پیروؤں کو تاکید کی۔

جہاد کا اصلی مفہوم ان ہدایات سے واضح ہوتا ہے جو جنگ سے پہلے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ساتھیوں کو دیں۔ اُن میں سے چند اشعار ذیل میں درج ہیں ؎

خبردار آنہ جائے لشکرِ بلال قریں جب تک
لڑائی کے لیے اس وقت تک جنبش نہ تم کرنا
لڑائی ٹال دینا درگزر کرنا ہی بہتر ہے
مگر جب جنگ چھڑ جائے تو استقلال لازم ہے

نہ ہو اُن کی طرف سے حملہ ہونے کا یقین جب تک
نہ ہو صبر جب تک جنگ کی خواہش نہ تم کرنا
جہاں تک ہو سکے اس سے حذر کرنا ہی بہتر ہے
قضا کا خندہ پیشانی سے استقبال لازم ہے

یہ تو جنگ کی ہدایات تھیں اب فتح کے بعد کے حالات سنیے جب خدا نے آنحضرتؐ کو فتح دی تو اُن کا اور ان کے ہمراہی غازیوں کا طریقِ عمل تمام دُنیا کے لیے نمونہ ہے۔ اس کے بیان میں جناب حفیظ نظم میں یوں موتی پروتے ہیں ؎

نمازِ عصر کا وقت آگیا ان کامرانوں میں
وضو کر کے صفیں میداں میں باندھیں شان والوں نے
سُنے نغماتِ شکرانِ فتحمندوں کی زباں سے
تعجب خیز تھا یہ ربط و ضبطِ انسانِ فانی کا
یہ پہلی فتح تھی انسان کی شیطان کے اوپر

ہوا بیتاب ذوقِ بندگی اللہ کے بندوں میں
خدا کے سامنے سر رکھ دیے ایمان والوں نے
اُتر آئے فرشتے لے کے رحمت آسمانوں سے
چڑھا ہرگز نہ اس اُمت کو نشہ کامرانی کا
کہ بعدِ فتح قائم تھا بشر ہیبان کے اوپر

جب جنگِ بدر میں فتح پانے کے بعد آنحضرتؐ اور صحابہؓ مدینہ منورہ میں واپس آئے۔ اُس وقت کے بہت سے دلچسپ واقعات نظم کیے گئے۔ ان کی تفصیل یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں مگر غازیوں کی قوتِ ضبط کی تعریف میں جو شعر لکھے گئے ہیں وہ نہایت سبق آموز ہیں ؎

سر و سینہ کو وقفِ تیغ و خنجر کر کے آئے تھے
مگر اس فتح پر کوئی نہ شورش تھی نہ ہنگامہ
نہ اپنے زور و بازو کی کہیں تعریف ہوتی تھی
حریفوں کی مذمت بھی نہ تھی ان کی زبانوں پر

رہِ حق میں یہ پہلا معرکہ سر کر کے آئے تھے
نہ کوئی ناچ گانا تھا نہ باجے تھے نہ دمامہ
نہ اندازِ شجاعت کی کوئی توصیف ہوتی تھی
نہ کمزوروں پہ کوئی طنز تھی نے پہلوانوں پر

جو لوگ فوجِ دشمن میں سے قید ہو کر آئے تھے، اُن کے متعلق آنحضرتؐ نے بہت نرمی اور

marfat.com

احسان کے احکام جاری کیے۔ اس کی کیفیت ایسے موثر پیرایہ میں لکھی ہے کہ اس کو پڑھتے ہوئے رقت ہوتی ہے۔ آنحضرت کا ارشاد ہے ؎

اسیروں کو ہمیشہ عزت و اکرام سے رکھنا — کوئی صدمہ نہ پہنچانا بہت آرام سے رکھنا
نہیں کرتا پسند اللہ سختی کرنے والوں کو — کہ جنت کی بشارت ہے خدا سے ڈرنے والوں کو

اس جلد کے خاتمے کے قریب ابی بکر کے انتظامی حکموں کا تذکرہ ہے اور جنگ احد کا بیان شروع ہوتا ہے۔ اس جلد کے اشعار پہلی جلد کی طرح دو ہزار سے اوپر ہیں اور حجم اڑھائی سو صفحے سے زیادہ ہے۔ اور لکھائی چھپائی میں پہلی جلد کی سب خصوصیتیں قائم رکھی گئی ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اسے بھی وہی قبولیت عطا کرے جو شاہنامۂ اسلام کی جلد اول کو حاصل ہوئی ہے اور حضرت حفیظ کو توفیق دے کہ وہ تاریخ اسلام اور ادب اردو کی اس بیش بہا خدمت کو جاری رکھیں اور شاہنامۂ اسلام عالم اسلامی کے سننے والوں کا زناموں کی ایک مکمل منظوم تاریخ ہو۔

عبدالقادر

معیار

از ڈاکٹر محمد دین تاثیر ایم اے۔ پی ایچ۔ ڈی

کسی قلم یا شعر کے متعلق کسی قسم کی رائے کا اظہار کرنا بظاہر ایک معمولی سی بات ہے۔ واقع کر ہوسناک۔ غالب کو قنوطی۔ انشا کو ہزال اور اقبال کو قومی شاعر کہہ دینا بدیہی مسئلہ معلوم ہوتا ہے۔ کیا داغ وصل اور ہجر کے الفاظ استعمال نہیں کرتا۔ کیا غالب زندگی کا رونا نہیں روتا۔ کیا انشا پھکڑ نہیں لڑاتا۔ کیا اقبال کا ترانہ ہر جگہ نہیں گایا جاتا؟ تو پھر یہ آرا بدیہات میں سے نہ ہوئیں؟ کیا اُن کے متعلق کسی مزید غور و فکر کی ضرورت ہے؟

مگر یہ مشکل ہے کہ یہ تمام تصورات ہوس، فلسفہ، ہزل، قومیت ایک طرز خیال کا نتیجہ معلوم نہیں ہوتے۔ ایک طرف ان شعرا کی ایک عام مشترک خصوصیات کا ذکر کیا جاتا ہے جس کی بدولت ان سب کو ایک ہی نام "شاعر" سے پکارا جاتا ہے اور دوسری طرف انہیں نفسیات، اخلاقیات اور مختلف معیاروں پر تولا جاتا ہے۔ کسی کو ایک وجہ سے مقہور قرار دیا جاتا ہے اور کسی کو دوسری وجہ سے سراہا جاتا ہے۔ کیا تنقید کا یہ طریقہ صحیح ہے؟

یہ درست ہے کہ ہر تنقید سے حقیقۃً ذاتی پسند کا اظہار ہوتا ہے۔ نقاد کے اصول خواہ کس قدر مستند اور قدیم کیوں نہ ہوں ان کا اعتبار کرنا بجائے خود ایک ذاتی فعل ہے اور ان کا اولین واضع ایک ہی فرد ہوگا۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بیک وقت ایک ہی فن کے متعلق مختلف معیار استعمال کیے جائیں۔ نقاد کی پسند ذاتی سہی لیکن اُن میں یگانگت کا ہونا ضروری ہے ورنہ تنقید محض ایک کھیل ایک دل لگی سی بن جائے گی۔ جو چاہے نقاد ہو جائے اور جو منہ میں آئے کہتا چلا جائے۔

تنقید کو ایک معین علم بنانے کی غرض سے چند ابتدائی امور کا تصفیہ ضروری ہے۔

marfat.com

کیا ادبی تصانیف کو جانچنے کے لیے ایک مقرر کردہ شکلی نظام، ایک خارجی ضابطۂ تعزیرات درکار ہے؟ ہماری فصاحت و بلاغت کی پرانی کتب اس سوال کا جواب ہیں لیکن اُن کی استنادی حیثیت قریباً مفقود ہو چکی ہے۔ اور کیوں نہ ہوتی؟ — عربی سے فارسی اور فارسی سے اُردو میں منتقل ہو کر بھی یہ کتابیں جوں کی توں رہیں۔ زمانہ اور اُس کا مذاق بدل گیا۔ مگر یہ نہ بدلیں۔ اور کیسے بدلیں جب اُن کا اساسی اصول ہی یہ ہو کہ تبدیلی گناہ ہے اور جب اُن کے پاس بہ شعبۂ ادب کے یہی معیار ہو۔

مگر ان کُتب کی نامقبولیت کی سب سے بڑی وجہ یہ کہ یہ تمام تجزیاتی ہیں۔ ان کے نزدیک ایک متحد تصنیف کو جانچنے کے لیے اُسے پُرزہ پُرزہ کر ڈالنا ضروری ہے اور پھر اُن کے پیش کردہ یا۔ یوں بھی تسلی بخش نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مختلف انواعِ ادب کیا، ایک ہی نوع کے مختلف مظاہر کو کسی ایک ضابطے سے جانچنا غلطی ہے۔ یہ ہی نہیں کہ نثر، نظم (ڈرامہ، افسانہ، غزل وغیرہ) کے لیے خاص معیار بنانا ضروری ہیں۔ بلکہ ایک شاعر سے دُوسرا شاعر مختلف ہے اور مختلف معیارِ تنقید کا حقدار ہے ورنہ ادبیات میں جدت کا خاتمہ ہو جائے اور فقیہوں کے استدلال کُلّ جدیدٌ بدعۃٌ، کُلّ بدعۃٌ ضلالۃٌ، کُلّ ضلالۃٌ فی النار کی نذر ہو جائے۔

اس لیے یہ ضروری ہے کہ ہم ہر تصنیف کو اس کے داخلی معیار سے دیکھیں۔ یہ دیکھیں کہ لکھنے والے کا مقصد کیا تھا، اور وہ اس مقصد میں کہاں تک کامیاب ہے۔ یہ نہ ہو کہ غزل گو کو اس لیے دھتکار دیا جائے کہ اس میں پیغام نہیں اور بانگِ درا کو اس لیے غیر شاعرانہ کہ دیا جائے کہ اُس میں تغزّل کمیاب ہے۔ اس انفرادی معیار کو قائم کرنے کے بعد ہم یہ پرکھنے کے مجاز ہو سکتے ہیں کہ کیا مقصد بذاتِ خود قابلِ قدر ہے؟ اگر ہے تو کیا اسے ادبیات میں شامل کیا جا سکتا ہے؟ اور اسے کس نوعِ ادب میں شمار کرنا چاہیے، نثر میں یا نظم میں؟ افسانے میں یا ڈرامے میں؟ اگر عام طور

پر یہ بحث ایک حد تک غیر ضروری اور خارجی ہوگی۔

یہ کوئی ایسی پیچیدہ باتیں نہیں مگر ان کے پیش نظر نہ ہونے کی وجہ سے عجب عجب مضحکہ خیز مغالطے پیدا ہو جاتے ہیں۔ چند سال ہوئے دکن میں کسی بزرگ نے ایک انگریز کے نظریۂ شاعری کو معیار بنا کر غالب کو تحت الثریٰ میں گرا دیا۔ معمولی مفروضات و روایات سے بے خبر نوجوان ہماری مشرقی شاعری کو سرے سے بے معنی قرار دے ڈالتے ہیں۔ ہمارے یونیورسٹی کے پرانے اُستاد لوگوں نے اقبال کو تو جو کچھ سمجھنا تھا سمجھا۔ اپنے ہم وطن اکبر کو بھی نہ چھوڑا جس پر انھیں تنگ آ کر کہنا پڑا ؎

تم سے اُستادوں میں میری شاعری بیکار ہے
ساتھ سارنگی کا بلبل کے لیے دشوار ہے

جس طرح بلبل کے نغمے خارجی قانون سے آزاد ہیں ہر شاعر کو ایسی آزادی کا حق حاصل ہے یہ نہیں تو جھٹ کہہ دیا کہ "شاہنامۂ اسلام" ایک مثنوی ہے۔ اس کا وزن مثنوی کے مقررہ وزن سے باہر ہے۔ صغریٰ و کبریٰ مرتب۔ نتیجہ ظاہر ہے "شاہنامۂ اسلام" مثنوی بھی نہیں اور حفیظ شاعر بھی نہیں ـــــ! رُباعی اور قطعات کی بحث بڑھانے والے نقاد بھی اسی قماش کے ہیں۔ اگر ان اہلِ فن بزرگوں کے معیار پر اکتفا کیا جائے اور معانی کو نظر انداز کر کے محض الفاظ کے اُلٹ پھیر کو شاعری کا منتہا قرار دیا جائے تو یقیناً چوکیں اپنے وقت کا ملک الشعرا کہلانے کا مستحق ہوگا۔ اُستادوں میں تو اب بھی متصور ہوتا ہوگا۔

"شاہنامۂ اسلام" کا مقصد تلاش کرنے کے لیے زیادہ کاوش کی ضرورت نہیں مصنف نے خود ہی اس کو واضح کر دیا ہے۔ ضروری ہے کہ کسی مصنف کا پیش کردہ مقصد ہی اس کا صحیح ادبی مقصد ہو

گئی دُنیا سے آقائی محمدؐ کے غلاموں کی — بھلا بیٹھے جو یاد اپنے سلف کے کارناموں کی
ارادہ ہے کہ پھر ان کا لہو اک بار گرماؤں — دلِ سنگیں سخن کے آتشیں تیروں سے برماؤں
سناؤں ان کو ایسے ولولہ انگیز افسانے — کرے تائید جن کی عقل بھی تاریخ بھی مانے

marfat.com

سلف کے کارناموں کو دلآویز انگیز طریقے سے سنایا۔ یہ ہے شاعر کا مقصد۔ عقل اور تاریخ کی بندش غیر ضروری ہے۔ اس کا خیال اسی حد تک کرنا چاہیے جس حد تک اس پابندی سے دلآویز انگیزی میں نقص نہیں پیدا ہوتا۔ ظاہر ہے کہ اس صدی میں اگر خلافِ عقل واقعات پیش کیے جائیں تو دلآویزی کی جگہ ہنسی پیدا ہوگی۔ اسی طرح سلف کے اپنے تاریخی واقعات میں جن سے ہر خلف آگاہ ہے تبدیلی کرنے سے اصل میں رکاوٹ پیدا ہوگی مگر تصور کی وسعت کو روکنا عبث ہے۔

حفیظ نے اپنے مقصد کو اس طرح متعین کر کے اپنے راستے میں بہت سی مشکلیں پیدا کر لی ہیں۔ ہومر کے سامنے ایک افسانہ تھا جس میں عشق و محبت، حسد و نفاق، رقابت اور جنگ آزمائی کی کشاکش کے ساتھ ہر طرح کے عقلی و غیر عقلی واقعات بیان کیے جاتے تھے۔ فردوسی کے شاہنامے کا زمانہ بھی ماقبل تاریخ ہے۔ ہمارے مرثیہ نگاروں نے تاریخ کو طلسم بنا رکھا ہے۔ جو چاہا ہے جس طرح چاہا ہے کہہ ڈالا ہے۔ حفیظ ان سب کے بعد آتا ہے اور سب سے بڑی مہم پیش نظر رکھ لیتا ہے۔ اس کے سامنے کوئی ایسی مثال نہیں ہے جو اس کی رہنمائی کر سکے۔ وہ اپنی منزل بھی آپ تلاش کرتا ہے اور اپنا راستہ بھی خود ہی بناتا ہے۔ یقیناً اس کا راستہ "پل صراط" سے زیادہ کٹھن ہے۔ تخیل کو دبائے تو شاہنامہ محض منظوم تاریخ رہ جائے۔ واقعات کو بدلے تو تحریف کا مرتکب ٹھہرے۔ یہی پیچیدگیاں اس کے حق میں رحمت بن جاتی ہیں۔ یہی مشکلات اس کی کامیابی کو غیر فانی بنا دیتی اور حفیظ کو حالی، اقبال اور اکبر کی صف میں جگہ حاصل کرنے کا حقدار کر دیتی ہیں۔

"شاہنامۂ اسلام" (حصہ دوم) تاریخی کتابوں، آیات اور احادیث کے حوالوں سے بھرا ہوا ہے۔ مصنف قدم قدم پر تاریخی تفصیلات کے بیان سے واقعات کی صداقت بیان ظاہر کیے جاتا ہے اور اسلاف کے ان کارناموں کو مصور الفاظ اور مناسب اصوات سے زندہ کر دکھاتا ہے۔

تاریخی تفصیلات سے محض عقل کی تسلی ہوتی ہے۔ اس نظم میں اُن کی قدر محض مبنی حیثیت رکھتی ہے

ع مبارک جمعہ کا دن، سترھویں تھی ماہِ رمضاں کی

اور ۵ یہ سفر اُونٹ و گھوڑے یہاں میراب ہو جاتے

ایک مسلسل بیان ہے :

بنایا اک عریشہ پھونس کا ارباب ہمت نے
قیام اس میں کیا بعد دُعا فخر رسالت نے

نبیؐ نے امر فرمایا کہ دو اہلِ نظر جائیں
کہاں اُتری ہوئی ہے فوج قرشی کی خبر لائیں

علیؓ اور سعدؓ نے بڑھ کر نظر ہر سمت دوڑائی
قریشی کافروں کی چھاؤنی چھائی ہوئی پائی

پلٹ کر عرض کی فوجِ گراں معلوم ہوتی ہے
زمیں گویا حریفِ آسماں معلوم ہوتی ہے

مقامِ عدوۃ القصویٰ کا ٹیلہ اک طرف رکھ کر
ہے آسودہ خدا کے دشمنوں کا اک بڑا لشکر

یہ اونٹوں کی تعداد، تاریخ اور دن کا تعین، چھپر (عریشہ) کی تخصیص، مقامات اور افراد کے نام ان تفصیلات سے واقعیت کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ مگر اتنا کام تو ہر تک بند بڑی بھلی طرح سرانجام دے سکتا ہے مگر حفیظ کا کمال یہ ہے کہ وہ اس ارضیہ کے آگے ایک چلتی پھرتی جیتی جاگتی تصویر تخلیق کر دیتا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس میں سینما کا کس قدر اثر شامل ہے۔ یوں یہ واقعیت ادبیاتِ حاضرہ کی عالمگیر خصوصیت ہے۔ یہ بات "طلسم ہوشربا" اور کسی جدید ناول کے مقابلہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ ہمارے مراثی میں بھی یہ حقیقت وضاحت سے نظر آتی ہے۔ انیسؔ جزئیات میں اس کا ماہر ہے۔ گو زمانہ کی بدمذاقی اور ماحول کی ناہمواری اُسے کبھی کبھی اپنا ہمنوا کر لیتی ہے۔ مگر حفیظؔ بیسویں صدی کا شاعر ہے واقعیت اس کے "شاہنامہ" کی جان ہے۔ جنگِ بدر کا نقشہ ہے۔ بے جان واقعات نہیں ولولہ انگیز کارناموں کا بیان ہے۔

دشمنوں کا لشکر ؎

اُمڈتی، دوڑتی، اٹھتی ہوئی، بڑھتی ہوئی آندھی
زمیں پر پھیلتی، افلاک پر چڑھتی ہوئی آندھی

اُمڈتی، دوڑتی، اُٹھتی..... یہ ہیجانی الفاظ پے بہ پے آکر معانی کی کس قدر صحیح ترجمانی کرتے ہیں۔ اس ٹکڑے میں اصوات کے مناسب استعمال کی اور مثالیں بھی نظر آتی ہیں ؎

marfat.com

سناں اس کی برچھے کا تھا خم فلک کی — عقاب اس کی شمشیر کا کشتنی تھا

اس اشعار کو اگر کوئی اردو سے ناواقف انگریز بھی سنے تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ کتاب اسلام کے ساتھ کیسا انصاف کر رہی ہے۔ اس کی مثال میں ہم ایک اور جگہ کا ترجمہ دیتے ہیں۔ حضرت علیؓ اور عمرو کا مقابلہ ہے:

جناب حق نے تلوار کو دیا — کہ ہے ایک جنبش میں کام آشنا
تڑپ کر چلی ہے تو ہے کوندتی — کہ ہے ایک جنبش میں کام آشنا
ذرا سی جو پل ایک پل میں ہوئی — کہ ہے ایک جنبش میں کام آشنا
بیاد شمن کر دیا تیغ نے — کہ ہے ایک جنبش میں کام آشنا

حضرت علیؓ اس آہن پوش پہلوان پر کئی وار کرتے ہیں لیکن کچھ اثر نہیں ہوتا۔ آخر ایک وار سے جس میں تمام قوت صرف کر دیتے ہیں اس کا کام تمام کر دیتے ہیں۔ اس کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

تڑپ کر یہ انساں نہیں پھینکتا ہے — کہ کل آہن کو شاید نکل کے آتی ہے
بشر تھا یا کہ تھا بیطل یا کہ شمشیر آہن کا — چمکتی ہے کہ سیماب میں برق تابندہ پنہاں ہے
یہ کل آہن کی شاید نکل کے آتی ہے — زمیں پر اپنے پیروں کو جما کر آتی ہے جس سے
بہ کف اس کے جو ہے تیغ آبدار ایسی — سنا ہے کہ دو پہاڑوں کی زمیں ہے
جما کر پیر اک کے اس نامور غازی نے — اٹھی رکھتے ہی اک چوٹ اس نامور غازی نے
ہوائی کر دیا بابل کے نیزہ باز کا نیزہ — زمیں پر سر کے بل آیا عمرو نامی کا نیزہ
قریشی پہلواں کے ہاتھ سے جب آ گیا بھالا — تڑپ کر ہاتھ اس نے قبضۂ شمشیر پر ڈالا
مگر اب جانثار احمدِ مرسل کی باری تھی — کہ برچھی ہاتھ میں تھی اور قضا کی سالگاری تھی
جو پٹکا حیدر کرار نے اک وار دشمن پر — جہاں آنکھوں کے دو ٹکڑے تھے بھی ان کی باری
سناں اس نے سے آہن کا چھوٹ کر گری — کہ تھی چشم زدن میں کاسۂ سر چھید کر گزری

سرِ خود سر نے حق سے سرکشی کرنے کا پھل پایا
کہ پھل بیجی کا سر میں دوسری جانب نکل آیا

گرا فرہاد کا تیشہ زمیں پر سرنگوں ہو کر
مکرر بہ گیا آنکھوں کے رستے خوں ہو کر

قفس کے ٹوٹنے سے طائرِ جاں اڑ گیا آخر
ادھر کھینچی جو برچھی زور سے پھل مڑ گیا آخر

جگہ جگہ مضمون آفرینی بھی کی گئی ہے۔

یہ تیغِ حمزہ تھی دوڑے تھے اس کو خاکساری کے
زمیں پر آ رہی کر کے دو ٹکڑے جیشِ ناری کے

اور جب تصورِ عقل کی ارضی زنجیروں کو توڑ کر پرِ پرواز کشادہ کرتا ہے، تخیل کا جذبہ نیاز و عقیدت تاریخی واقعات کے سہارے سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ صرا کی دعا میں کوئی بے جان بیابان نہیں، خود دیدارِ یار کا بیکس تمنائی شاعر ہے، ہم ہیں، تم ہو، ہر صاحبِ دل ہے۔

خبر کیا تھی الٰہی ایک دن ایسا بھی آئے گا
کہ تیرا ساقیٔ کوثر یہاں تشریف لائے گا

خبر کیا تھی یہاں تیرے نمازی آ کے ٹھہریں گے
شہید آرام فرمائیں گے غازی آ کے ٹھہریں گے

"شاہنامۂ اسلام" میں وہ سب کچھ ہے جو رزمیہ نظموں میں ہوتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ وہ سب کچھ ہے جو اس قسم کی نظموں میں ہونا چاہیے۔ یقیناً حفیظ اپنے بیان کردہ مقصد میں کامیاب ہے۔ جن لوگوں نے شاہنامہ کے کچھ حصے بھی سنے ہیں، اُن کے لیے یہ دعویٰ تعمیل طلب ہے۔ وہ دل بہت ہی سنگین ہوگا جسے یہ آتشیں تیر نہ برما سکیں۔

ثمایہ

میرے دوست میرے محسن

شیخ سر عبدالقادر (مرحوم) انسانوں کی دنیا میں میرے سب سے بڑے مربی و محسن تھے سنہ ۱۹۵۰ء میں وفات پاگئے۔ لیکن میری شعر و شاعری، میری تصانیف، بلکہ میری زندگی کے دوسرے افکار پر اس وجودِ باجود نے جو اثر ڈالا، وہ انشاء اللہ دنیا اور عقبیٰ میں میرے ساتھ رہے گا۔

ڈاکٹر تاثیر میرے ہم عصر اور ہم سخن تھے۔ سنہ ۱۹۵۱ء میں اچانک وفات پاگئے۔ ان کی وفات سے شعر و شاعری کا ایک ایسا نقصان ہو گیا ہے جس کا تدارک مجھے تو اب تک نہیں ہوا۔

بازارِ دنیا، گاہک بھی تھے، اب جنسِ وفا کی قدر نہیں
بے سود و نمائش رہنے دے اے دل یہ مال پرانا ہے

حفیظ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُخنہائے گفتنی دَر پیرایۂ سرگذشتِ مُصنّف

مَسجِد و مکتب

ابھی لوری نہ دی تھی جُنبشِ دامانِ مادر نے
کہ دِل گرما دیا تھا نعرۂ اللہ اکبر نے

نہ اُلٹا تھا ابھی مضمونِ طفلی کا ورق مَیں نے
لیا تھا بائے بسم اللہ سے پہلا سبق مَیں نے

ابھی ملبوسِ گویائی نہ تھا پُوری طرح پہنا
کہ سیکھا تھا زبان نے قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدْ کہنا

وظیفہ تھا کلامِ پاک ہی میرے جَدّ و اَب کا
دیا مجھ کو زبانِ مادری نے درس مذہب کا

پدر جس دِن ہُوا تھا سُوئے مسجد رہنما میرا
دَمِ حمدِ خُدا سے ہو چکا تھا آشنا میرا

مجھے مسجد میں لے جایا گیا قرآن پڑھنے کو
خُدا اور مصطفٰے کی راہ میں پروان چڑھنے کو

مُلّا اُستاد حق آگاہ تھا مردِ مسلماں تھا
پرستارِ خدائے پاک تھا پابندِ قرآں تھا

مسلماں تھا بہت ہی صاف و سادہ تھے اصول اُسکے
وہ کہتا تھا خدا اِک ہے محمدؐ ہیں رسُول اُسکے

اُسے ایمان تھا ایمان ہی کی استقامت پر
فرشتوں پر کتابوں پر رسُولوں پر قیامت پر

محبّت نے سکھائی تھی تمیزِ خوب و زِشت اُس کو
نظر آتا تھا صحرائے عرب باغِ بہشت اُس کو

وہ کہتا تھا محمدؐ کی محبت جانِ ایماں ہے
بنائے وحدتِ ملّت ہے پشتیبانِ ایماں ہے

نظر ڈالی نہ تھی اُس نے کبھی اسبابِ زینت پر
خُدا رحمت کرے اُس پاکباز و پاک طینت پر

عمل تھا تابعِ فرمانِ قرآنِ شریف اُس کا
رہا وقفِ ریاضت عمر بھر جسمِ نحیف اُس کا

وہ قائل تھا فقط اِسلام ہی کی بادشاہی کا
دیا کرتا تھا درس اطفال کو علمِ الٰہی کا

کیا تھا خدمتِ ملّت کا رستہ اختیار اُس نے
اسی دُھن میں بسایا گلشنِ کُنج مزار اُس نے

مِری حُبِّ رسُول اللہ کی بُنیاد ہے مسجد
خدا آباد رکھے آج بھی آباد ہے مسجد"

تصوّر میں ہے اب تک صحنِ مسجد کا وہ نظارا
اُدھر اُستاد اِدھر میں اور میاں رحمل اور سیپارا

شکستہ بوریئے پر ہم سِنوں کا بیٹھنا مل کر
وہ ہر سادہ خوشی پر سب کا ہنسنا خوب کھِل کھِل کر

سبق سے پیشتر قرآں کو جھک کر چُومتے جانا
وہ کیف انگیز قرأت کے اثر سے جُھومتے جانا

وہ آوازِ اذاں پر دفعتاً خاموش ہو جانا
صفیں آراستہ کرنا ہمہ تن گوش ہو جانا

وہ ذوقِ نعت خوانی محفلِ میلاد کے نغمے
وہ معصومانہ مشغلی فطرتِ آزاد کے نغمے

مقدس تھے وہ سب چرچے مقدس تھیں وہ سب باتیں
وضو و روزہ و وظائف اور نمازیں اور مناجاتیں

یہی فردوس تھا جس میں ہوئی تھی ابتدا میری
اسی فردوس میں اے کاش ہوتی انتہا میری

زمانے کو تمنائیں تھیں دنیاوی بلندی کی
کہاں مشغلی میں اک مجھ پر ہوشمندی کی

مجھے مسجد سے مکتب کی طرف تزویر نے کھینچا
تنازعِ للبقا کی آہنی زنجیر نے کھینچا

وہ مکتب آہ پہلا زینۂ تلقینِ بے دینی
دکھاتے ہیں جہاں آئینۂ آئینِ خود بینی

جہاں دیتے ہیں پہلا درس مذہب سے بغاوت کا
جہاں بوتے ہیں تخمِ اولیں نسلی عداوت کا

جہاں ماں باپ سے باغی کیا جاتا ہے بچوں کو
جہاں جھوٹوں کا پس خوردہ دیا جاتا ہے سچوں کو

جہاں باقاعدہ الحاد کی تعلیم ہوتی ہے
جہاں باضابطہ شیطان کی تعظیم ہوتی ہے

جہاں مکر و ریا کا عقلمندی نام رکھا ہے
جہاں جور و جفا کا سربلندی نام رکھا ہے

وہاں داخل ہوا میں آہ بختِ سوختہ میرا
سبق مسجد کے بھولے، لٹ گیا اندوختہ میرا

مقدر تھے یہاں استاد مجھ کو یہ سکھانے پر
کہ اب اللہ نہیں، اک اور حاکم ہے زمانے پر

وہ کہتے تھے ترا اسلام ہے تلوار کا مذہب
مسلمانوں سے نفرت ہے نہایت پیار کا مذہب

marfat.com

کہیں نام جہاد آئے تو وہ رہ رہ کے ہنستے تھے
پرانے نازیوں کو ناہزوں تک کہہ کے ہنستے تھے

مجھے اُن کے حضور احساس ہوتا تھا خجالت کا
کہ یہ تاریخ ہے یا تذکرہ عہدِ جہالت کا

لڑکپن کا زمانہ اور دِن تھے بے شعوری کے
اِسی میں ہو گئے طے مرحلے مذہب سے دُوری کے

یہ رہیا اور ی، جس کے مقاصد اور تھے سارے
یہاں تہذیب ہوتی جلوہ ہی بے طور تھے سارے

یہاں قرآں نہ تھا خود ساختہ قانون تھا کوئی
یہاں مذہب نہیں اِک اور ہی مضمون تھا کوئی

یہا[illegible] کی تخریبیں تھیں یا مکروں کی تقسیمیں
یہاں رُوحوں کی تفریقیں تھیں یا جسموں کی تقسیمیں

نہ اِس مکتب میں جاتا میں نہ یوں مسموم ہو جاتا
جو اَب معلوم ہے کاش اُن دنوں معلوم ہو جاتا

مری رُوداد نادانی ہے افسانہ در افسانہ
کہیں اکتا نہ جائے دوستوں کی طبعِ فرزانہ

نہیں فرصت مجھے بھی قصۂ ذاتی سنانے کی
مگر یہ داستاں ہے داستاں سارے زمانے کی

مثالِ عام ہے یہ اُن چمن زادانِ اَجنب کی
ہے جن کی روشنی طبعِ دشمن جانِ مذہب کی

کرو عبرت کی آنکھوں سے نئی دُنیا کا نظارا
نظر آتے ہیں کتنے خود غرض خود بین و خود آرا

یہ انساں ہیں مگر انساں کے نیک و بد سے بے پروا
مسلماں ہیں مگر اسلام کے مقصد سے بے پروا

وہ کیا جادُو ہے جس نے اِن کی سیرت منقلب کر دی
یہ کس نے دل کے اندر اس قدر نفسانیت بھر دی

مگر کیا ہے خطا اِن کی مگر کیا ہے قصور اِن کا
نئی تہذیب کی پستی سے اُبھرا ہے شعور ان کا

اِنہی کے حال پر صادق ہے قولِ حضرتِ اکبر
"ترقی پاتے ہیں لڑکے ہمارے نورِ دیں کھو کر
غضب یہ ہے کہ بجھ لیتے ہیں تب جا کر چمکتے ہیں"

چلو ہنڈیاں ہی سمجھو میری آشفتہ بیانی کو
اجازت دو کہ لاؤں اب تیجے پر کہانی کو

ابھی عنوان ہی پیشِ نظر تھا نوجوانی کا
حوادث نے ورق اُلٹا کتابِ زندگانی کا

یہ وہ دن تھے کہ گل کھلنے لگے تھے باغِ ہستی میں
بہارِ رنگ و بو آوارہ تھی انساں کی بستی میں

جوانی آگئی، عشق آگیا، بیچارگی آئی
نئی وارفتگی آئی، نئی آوارگی آئی

چمن زارِ سعادت پر گھٹائیں شعلہ ریز آئیں
رُخِ مغرب سے الحادی ہوائیں تیز تیز آئیں

لباسِ حُسن میں شیطان کی پرچھائیاں دوڑیں
مذاقِ عاشقی بن کر مری رُسوائیاں دوڑیں

نگہباں کون تھا مجھ پر یہاں جس کی نگہ ہوتی
یہ مکتب تھا، کوئی مسجد نہ تھی جو سدِ رہ ہوتی

مرے ماں باپ نے حسرت سے دیکھا اِس تباہی کو
مگر وہ روک سکتے کس طرح قہرِ الٰہی کو

مرے مکتب کے استادوں نے اتنی مہربانی کی
کہ میرے پاسبانوں ہی سے میری پاسبانی کی

یہ کارندے تھے شاید ابتلائے آسمانی کے
حوالے کر دیا مجھ کو بلائے ناگہانی کے

ہزاروں اور ہیں جن کا یہی انجام ہونا ہے
نئی تعلیم کی تکمیل ہی ناکام ہونا ہے

marfat.com

پری بن کر بلا آئی اُڑا کر لے چلی مجھ کو
سرِ بازارِ رسوائی اٹھا کر لے چلی مجھ کو

پرانی وحشت اچھلی تازہ مضموں ہو گیا پیدا
سوادِ نجد میں اک اور مجنوں ہو گیا پیدا

سرِ سودا زدہ سر پھوڑنے کی دھن میں چل نکلا
نیا فرہاد پتھر توڑنے کی دھن میں چل نکلا

نہ شیریں تھی نہ لیلیٰ تھی نہ محمل تھا نہ ایواں تھا
مگر دستِ و گریباں سے کوئی دست و گریباں تھا

کہیں بحرِ سخن میں غرق ہو جانا پسند آیا
کہیں نغمے کے بازاروں میں کھو جانا پسند آیا

خیالِ خام بلبل کے خیالِ خام میں الجھا
رگِ گل میں پھنسا میں رنگ و بو کے دام میں الجھا

خیال ابلوں کی دعوتیں دیں خارزاروں کو
زبانی ہی زبانی آگ دکھلا دی چناروں کو

کبھی ساری خدائی کا مجھے سامان حاصل تھا
کبھی پھوٹی ہوئی تقدیر تھی ٹوٹا ہوا دل تھا

اِدھر صحنِ حرم سے جانبِ بت خانہ جا نکلا
اُدھر واعظ کے در پر صورتِ رندانہ جا نکلا

نہ پاسِ حق نہ خوفِ سیلیٔ استاد تھا مجھ کو
نہ مسجد یاد تھی مجھ کو نہ مکتب یاد تھا مجھ کو

یہ مشتِ خاک تھی گویا بگولا جوش و مستی کا
ہوس تھی اور میں تھا اور جھولا خود پرستی کا

کوئی سرسام تھا شاید کہ گرمایا ہوا تھا میں
کوئی آندھی تھی جس کی راہ میں آیا ہوا تھا میں

مگر یہ نشۂ بے کیف آخر بے وفا نکلا
مجھے مفلوج کر کے صورتِ موجِ صبا نکلا

غضب تھا قلزمِ امید کا چڑھ کر اتر جانا
نہ جینا اب مجھے آساں نظر آیا نہ مرنا

ہَوَس گُم ہو گئی آخر ہجومِ یاس و حِرماں میں
یہ فِتنہ سو گیا نیند آ گئی آغوشِ طوفاں میں

ہُوئی رُخصت خیال و خواب کی ہنگامہ آرائی
بھری دُنیا کے اندر مَیں تھا یا اب میری تنہائی

حباب آسا مِٹے سب دُھولے جوشِ جوانی کے
نتائج رہ گئے خالی خیالی لن ترانی کے

خُمار آلُودہ و خمیازہ کَش دَرماندہ و خستہ
مِری جرأت شکستہ تھی مِری اُمّید پابستہ

سَیلابِ اِلحاد اور کشتیٔ مِلّت

کُھلیں آنکھیں تو اِک ہنگامۂ محشر نظر آیا
عجب سیلابِ عالمگیر کا منظر نظر آیا

جدھر دیکھا نظر آئیں سکوں ناآشنا مَوجیں
تلاطم خیز شور انگیز آتش زیرِ پا مَوجیں

بَلا کا جوش پوشیدہ تھا موجوں کی رَوانی میں
دَواں تھیں اس طرح جیسے لگی ہو آگ پانی میں

حَوادث بھی نظر آتے تھے دریائی بلائیں بھی
فلک پر چھا رہی تھیں مُتّحد طوفانی گھٹائیں بھی

تہِ آبِ معاصی تھیں نئی دُنیا کی ایجادیں
دُہائی دے رہی تھیں ڈوبنے والوں کی فریادیں

جنہیں بحرِ گنہ گاری میں ذوقِ تہ نشینی تھا
نظر آیا کہ اُن کا ڈُوب جانا اَب یقینی تھا

نظر آیا مَیں اِک کشتی میں ہوں کشتی ہے بوسیدہ
سواروں اور مَلّاحوں کے ہاتھوں سے زیاں دیدہ

یہ کشتی ایک رحمت تھی اُخُوّت نام تھا اِس کا
بشر کو غرق ہونے سے بچانا کام تھا اِس کا

marfat.com

ہزاراں در ہزاراں ابتلائیں اس نے جھیلی تھیں
تھپیڑے اس نے کھائے تھے جفائیں اس نے جھیلی تھیں

یہ ہر سیلاب پر تیری تھی ہر طوفاں سے نکلی تھی
نئی جرأت نئے ارماں نئے ساماں سے نکلی تھی

اٹھایا بار اس نے ہر بلائے ناگہانی کا
دکھایا معجزہ ہر بار اس نے اپنے بانی کا

حوادث کے مقابل میں دکھایا تھا کمال اس نے
گزارے تھے ہزار و سو پچاہ سال اس نے

اُخوت کی یہ کشتی مستعد تھی کام پر اب بھی
رواں تھی رحمۃ للعالمینؐ کے نام پر اب بھی

مگر واحسرتا۔ اس وقت غفلت تھی سوار اس پہ
مسلط ہو گئے تھے خود غرض ارباب کار اس پہ

یہ اس کشتی کے تختے توڑ کر بیچے تھے تیرا کی
یہ اس کشتی میں اوزن کر کے سونے تھے پالکی

دل ان کے ہو گئے تھے سخت تر فولاد و آہن سے
یہ اکثر تاپتے تھے آگ اسی کشتی کے ایندھن سے

تکلف برطرف[1] میں بھی انہی کے ساتھ شامل تھا
انہی لوگوں کا تابع تھا اسی غفلت پہ عامل تھا

ہم اس کشتی میں تھے، دریائے بے پایاں میں تھی کشتی
ہوائے تند میں سیلاب میں طوفاں میں تھی کشتی

ہم اس طوفاں کی زد پر تھے مگر بے فکر و بے غم تھے
بلائے خارجی طوفاں بلائے داخلی ہم تھے

بلائے جانِ ہستی تھی ہماری یہ تن آسانی
"چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی"

[1] کتب سے میرا مقصد اگر نہیں ہے تو کردہ اسکول ہیں [2] آخرت کی کشتی کو تباہ کرنے والے اگر نہ زور دار ہیں سرکار

ٹوٹی ہوئی کشتی کا ملّاح

تلاطم کی یہ طغیانی حوادث کی یہ بے باکی
معاذ اللہ یہ وحشت یہ منظر کی غضب ناکی

"شبِ تاریک و بیم موج و گردابے چنیں حائل"
نہنگانِ اجل کی نیتیں بیداد پر مائل

غضب تھا اِک شکستہ ناؤ کا منجدھار میں پھنسنا
وفا کی سسکیاں قسمت کا رونا موت کا ہنسنا

فقط اِک "سر پھرا" ملّاح، طوفانوں سے لڑتا تھا
ہوا کے آب کے جنّوں سے شیطانوں سے لڑتا تھا

اگرچہ ناؤ میں انبوہ درانبوہ اِنساں تھے
یہ سب ملّاح کے ہم قوم تھے یعنی مسلماں تھے

یہ سب تھے عقل و جُرأت میں ارسطو اور اسکندر
مگر آرام سے لیٹے ہوئے تھے ناؤ کے اندر

چلی جاتی تھی کشتی خشمگیں موجوں سے ٹکراتی
اُبھرتی، بیٹھتی، دَبتی دَباتی اور چکراتی

کہیں گرداب کے مُنہ میں کہیں پُرشور دھارے پر
کبھی اِس کے اشارے پر کبھی اُس کے اشارے پر

ہوا کے دوش پر خونخوار عفریتوں کی فوجیں تھیں
پہاڑ اُٹھ اُٹھ کے ٹکراتے تھے یا پانی کی موجیں تھیں

فلک پر بے تحاشا دوڑتے تھے ابر کے گھوڑے
کڑکتی بجلیاں برسا رہی تھیں آتشیں کوڑے

اُڑا کرتے ہیں صدموں سے جگر کے جس طرح لختے
اُکھڑتے جا رہے تھے رفتہ رفتہ ناؤ کے تختے

تعجب ہے کوئی پروا نہیں تھی ناؤ والوں کو
کہ طوفاں میں نظر آتی تھی خامی "باکمالوں" کو

marfat.com

انہیں معلوم تھا گرداب نے کشتی کو گھیرا ہے
گھڑی بھر میں یہ بیڑا اب نہ تیرا ہے نہ میرا ہے

اِنہیں دعوے تھے بحرِ زندگی میں ناخدائی کے
اِنہیں گُریاد تھے گرداب میں مشکل کُشائی کے

یہ طُوفانوں پہ کر سکتے تھے بیٹھے دار تقریریں
دِکھا سکتے تھے تقریروں میں طُوفانوں کی تصویریں

ہَوا کا رُخ ذرا بدلے تو سب کچھ جان جاتے تھے
تہِ دریا نہنگوں کی نظر پہچان جاتے تھے

یہ سب ہو پاؤں پھیلائے ہوئے کشتی میں لیٹے تھے
پُرانے ناخداؤں اور ملّاحوں کے بیٹے تھے

مگر وہ "سرپھرا" ملّاح تنہا تھا، اکیلا تھا
اِدھر مَوجوں کی شدت تھی اُدھر پانی کا ریلا تھا

وہ چلّاتا تھا، اٹھو بھائیو، آؤ، اِدھر آؤ
ذرا ہمّت دکھاؤ دست و بازو کام میں لاؤ

ہوا میں اُڑ چکی ہے دھجّی دھجّی بادبانوں کی
شکستہ ہو چکی ہے ناؤ، مانگو خیر جانوں کی

اُکھڑ جائیں گے تختے، آؤ اِن کو تھام لو آکر
سلامت ہیں جو کچھ اَوزار، اِن سے کام لو آکر

اِدھر سیلاب پھر آتا ہوا معلوم ہوتا ہے
اِدھر گرداب بَل کھاتا ہوا معلوم ہوتا ہے

نہیں ہنگام سونے کا کھڑے ہو جاؤ تن جاؤ
حوادث کے مُقابل آہنیں دیوار بن جاؤ

مبادا ناؤ اب کے اَور بھی کمزور ہو جائے
یہ گرداب بلا شاید دہانِ گور ہو جائے

وہ چلایا، دو چیخا، مشتیں کیں آہ وزاری کی
مگر بے سُود تھا سب کچھ کسی نے بھی نہ یاری کی

نہ آمادہ ہُوا کوئی بھی جرأت آزمائی پر
سبھی ہنستے رہے ملّاح کی ہرزہ سرائی پر

بُلاتا تھا وہ نامِ غیرتِ اِسلام لے لے کر
بھڑک دیتے تھے لیکن سب اُسے دُشنام دے دے کر

مگر ملّاح اپنے فرض کا احساس رکھتا تھا
وہ اپنے ساتھیوں کی آبرُو کا پاس رکھتا تھا

اُسی نے جسم پر کھائے تھپیڑے تُند موجوں کے
اُسی کے ساتھ ٹکرائے ہوائے تیز کے جھونکے

وہ اپنی جان پر سہتا رہا سہتا رہا تنہا!
اٹھو! ہمّت کرو!! کہتا رہا کہتا رہا تنہا!

مگر ہنستے رہے ہنستے رہے غفلت کے شیدائی
اِسی کشتی کے ہمراہی، اِسی ملّاح کے بھائی

اُدھر بڑھتی رہی بڑھتی رہی دریا کی طغیانی
اِدھر گھٹتی رہی گھٹتی رہی، توفیقِ انسانی

شکستہ ناؤ کا ملّاح بے دَم ہو گیا آخر
بڑھا کر حوصلہ، تن میں لہُو کم ہو گیا آخر

گرا دریا میں چپّو، ہاتھ سے پتوار بھی چھوٹی
شکستہ ہو گئے بازو، مگر ہمّت نہیں ٹوٹی

وہ کشتی کے محافظ ڈھونڈتا تھا اب بھی یاروں میں
انہیں تاکید کرتا تھا، اشاروں ہی اشاروں میں

مگر اُس کے اشاروں کو سمجھ سکتا نہ تھا کوئی
سمجھ سکتا بھی ہو تو اِس طرف تکتا نہ تھا کوئی

تھکن کا ہو رہا تھا اب اثر آہستہ آہستہ
لگا جُھکنے وہ سَر افراز سَر آہستہ آہستہ

marfat.com

وہی سر جو ہواؤں سے نہ طوفانوں سے جھکتا تھا
نہ فرعونوں سے جھکتا تھا نہ ہامانوں سے جھکتا تھا

نہ جھکتا تھا کبھی میر و وزیر و شاہ کے آگے
وہ سر اک مرتبہ پھر جھک گیا اللہ کے آگے

تعجب سے ردائے ابر میں سے برق نے جھانکا
کہ یہ اک آخری سجدہ تھا اس مردِ مسلماں کا

شکستہ ناؤ میں طوفان کی اس چیرہ دستی میں
وہ اپنا فرض پورا کر چکا تھا بحرِ ہستی میں

خدا کی راہ میں خلقِ خدا کا رہنما بن کر
خود اپنی ناؤ میں ڈوبے ہوؤں کا ناخدا بن کر

تمسخر ساتھیوں کے اور غیروں کے ستم سہنا
مگر از ابتدا تا انتہا ثابت قدم رہنا

مری آنکھوں نے پہلی مرتبہ یہ ماجرا دیکھا
ادائے فرض اپنے رنگ میں جلوہ نما دیکھا

اندھیری رات تھی اندھیر برپا تھا سفینے میں
مگر اک روشنی سی میں نے پائی اپنے سینے میں

شعاعِ نور جس سے عشق کی گرمی ہویدا تھی
مرے دل میں اسی ملاح کی صورت سے پیدا تھی

مگر مکتب نے بے حس کر دیئے تھے دست و پا میرے
تحفظ کشتیٔ ملت کا بس میں بھی نہ تھا میرے

زباں قابو میں تھی اک داستاں یاد آگئی مجھ کو
سنی تھی صحنِ مسجد میں یہاں یاد آگئی مجھ کو

وہی تاریخ جس کو صندق کا آئینہ کہتے ہیں
نئی تہذیب کے بندے جسے پارینہ کہتے ہیں

خدا کے نام سے خوابیدہ بختوں کے جگانے کو
ہوائیں لب کشا افسانۂ ماضی سنانے کو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شاہنامۂ اسلام

جلد دوم

باب اوّل

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

معرکۂ بدرؓ[1]

فضائے بدر کو اِک آپ بیتی یاد ہے اب تک — یہ وادی نعرۂ توحید سے آباد ہے اب تک
مہ و انجم پہ اس مٹی کے ذرّے مسکراتے ہیں — زبانِ حال سے ماضی کے افسانے سناتے ہیں

---

[1] بدر مدینے سے ۸۰ میل کے فاصلے پر ایک وادی ہے۔ یہ مقام اس نقطہ کے قریب ہے۔ جہاں مکّہ سے شام اور مدینے جانے کا راستہ دشوار گزار گھاٹیوں سے ہو کر نکلتا ہے۔ (مصنف)

marfat.com

پلٹ کر اِس جگہ شیطان آیا ہی نہیں اب تک
فرشتوں کی زیارت گاہ ہے یہ سرزمیں اب تک

یہاں ہر صبح روشن پرتوِ خورشید ایماں سے
یہاں ہر شام رنگیں غازۂ خونِ شہیداں سے

جو دیکھا اِس کی آنکھوں نے وہ کب افلاک نے دیکھا
حق و باطل کا پہلا معرکہ اِس خاک نے دیکھا

مرے پیشِ نظر کوئی کہانی ہے نہ قصہ ہے
یہ قرآنی بیاں تاریخ کا زرّیں حصہ ہے

خدا کے بالمقابل جمع کر کے اِک خدائی کو
اُٹھے تھے پہلوانانِ عرب زور آزمائی کو

قُریشی فوج کو لے کر چلا شیطان مکّے سے[1]
مدینے کی تباہی کو اُٹھا طوفان مکّے سے

یہ مُشرک جا رہے تھے حق پرستی کے مٹانے کو
یہ آندھی چل رہی تھی شمعِ ہستی کے بجھانے کو

یہ شمشیریں یہ خنجر یہ تبر یہ تیر یہ بھالے
یہ سب مردانِ جنگی اُونچی اُونچی کلغیوں والے

یہ آہن پوش اسوار اور زِرہ پہنے ہوئے گھوڑے
یہ ریشم کی کمندیں لوہے میں گوندھے ہوئے کوڑے

یہ اونٹوں کی قطاریں یہ رَسَد یہ خیمہ خرگاہیں
ہزار انسان[2] جن کے خوف سے مسدود تھیں راہیں

یہ مکّے سے چلے تھے اور مدینے پر چڑھائی تھی
اِدھر نامِ خدا تھا، اُس طرف ساری خدائی تھی

لشکرِ اسلام کا وُرود

زمینِ بدر تک جب آ گیا سیلِ سیہ کاری
مدینے سے اُٹھا نُورِ خدا بہرِ ضیا باری

---

[1] اِذْ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطَانُ اَعْمَالَهُمْ (پ۱۰ الانفال ع ۶)

[2] ہزار جانباز سپاہیوں کی نورانی فوج لشکرِ مکّہ کی مسلح فوج کے مقابلہ پر تھی اور تین سو گھوڑے تھے۔ ابوجہل آگے بڑھا اور مسلمانوں

مبارک جمعہ کا دن سترھویں تھی ماہِ رمضاں کی
شہادت گاہ میں فوجِ آہی پہنچی اہلِ ایماں کی

عجب انداز سے آئے خدا کے چاہنے والے
زبانیں خشک، پوشاکیں دریدہ پاؤں میں چھالے

یہ اِس قربان گہ میں آج پیدل چل کے آئے تھے
نہا کر اوس میں اور دُھوپ میں جل جل کے آئے تھے

نہ اِن کے پاس تلواریں نہ ان کے پاس ڈھالیں تھیں
نہ غلّہ اِن کے اُونٹوں پر نہ پانی کی پکھالیں تھیں

عَلَم خورشید کا اِن کے سروں پر سایہ افگن تھا
کہ یہ ایک ایک چہرہ نُورِ عرفانی کا مخزن تھا

مئے وحدت سے قلبِ مطمئن سرشار تھا اِن کا
کہ سردارِ دو عالمؐ قافلہ سالار تھا اِن کا

اِنہی کا فرض تصویرِ وفا میں رنگ بھرنا تھا
رگِ ہستی کو اپنے خُون سے سیراب کرنا تھا

نہیں تھا تین سَو تیرہ سے آگے تک شُمار اِن کا
سُنا یہ ہے کہ اِن کے ساتھ تھا پروردگار اِن کا

حِدّت کی شِدّت

یہ اِس میدان کا خشک اور ریتیلا کنارا[2] تھا
نگاہِ آبرِ رحمت کا اسی جانب اشارا تھا

قدم ٹکنے نہ دیتی تھی زمیں پر دُھوپ کی گرمی
قدم آگے بڑھانے میں تھی مانع ریت کی نرمی

---

[1] ۱۲ رمضان المبارک ۱۳ھ کو آپؐ تین سو تیرہ جاں نثاروں کے ساتھ مدینے سے نکلے۔ ۱۷ رمضان کو بدر کے قریب پہنچے (سیرت النبیؐ)

[2] چونکہ قریش پہلے پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے مناسب موقعوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ بخلاف اس کے مسلمانوں کی طرف کنواں تک نہ تھا۔ زمین ایسی ریتلی تھی کہ اونٹوں کے پاؤں دھنس دھنس جاتے تھے۔ (سیرت النبیؐ ۲۶۵)

marfat.com

اُڑی جاتی تھی ریگِ دشت گرمی سے ہوا ہو کر
زمیں پر بچھ گئی تھی دھوپ کی آتش زیرِ پا ہو کر

ہوا سیماب، مٹی ماہیِ بے آب تھی گویا
فضا بارانِ رحمت کے لئے بیتاب تھی گویا

صحرا کی دُعا

یہ تشنہ لب جماعت جب یہاں پر رُک گئی آکر
دُعا کی دامنِ صحرا نے دونوں ہاتھ پھیلا کر

کہ اے صحرا کو آتشناک چہرہ بخشنے والے
رُخِ خورشید کو کرنوں کا سہرا بخشنے والے

ازل کے دن سے اب تک بھاڑ میں جھونکا ہوا ہوں میں
صدائے رعدِ باراں دُور سے سُنتا رہا ہوں میں

ہوا ہوں جب سے پیدا جان پانی کو ترستی ہے
مرے سینے کے اُوپر آگ کی بدلی برستی ہے

مَیں سمجھا تھا مقدر ہو چکی ہے دھوپ کی سختی
مری قسمت میں لکھی جا چکی ہے سوختہ بختی

بنایا رفتہ رفتہ سخت میں نے بھی مزاج اپنا
لیا ہر آبلہ پا سے زبردستی خراج اپنا

خبر کیا تھی الٰہی ایک دن ایسا بھی آئے گا
کہ تیرا ساقیِ کوثر یہاں تشریف لائے گا

اگر یہ بات پہلے سے مجھے معلوم ہو جاتی
مرے دل کی کدورت خود بخود مسدوم ہو جاتی

خبر کیا تھی یہاں تیرے نمازی آ کے ٹھہریں گے
شہید آرام فرمائیں گے غازی آ کے ٹھہریں گے

خبر کیا تھی ملے گی یہ سعادت میرے دامن کو
بنایا جائے گا فرشِ عبادت میرے دامن کو

خبر ہوتی تو میں شبنم کے قطرے جمع کر رکھتا
چھپا کر ایک گوشے میں مصفا حوض بھر رکھتا

وہ پاتی ان مقدس میہمانوں کو پلا دیتا
میں اپنی تشنگی دیدارِ حضرتؐ سے بجھا لیتا

مرے سر پر سے گذرا نوحؑ کے طوفان کا پانی
تاسف ہے کہ مجھ سے ہو گئی اُس وقت نادانی

اگر کرتا میں اُس پانی کی تھوڑی سی نگہداری
تو ہو جاتا مری آنکھوں سے چشموں کی طرح جاری

یہ ستر اونٹ و گھوڑے یہاں سیراب ہو جاتے
مجاہد بھی وضو کرتے، نہاتے، غسل فرماتے

حضورِ ساقیٔ کوثر مری کچھ لاج رہ جاتی
مری عزت، مری شرمِ عقیدت آج رہ جاتی

ترے محبوبؐ کے پیارے قدم اس خاک پر آئے
الٰہی حکم دے سورج کو اب آتش نہ برسائے

اگر اب میرے دامن سے ہوائے گرم آئے گی
تو مجھ کو رحمۃ للعالمینؐ سے شرم آئے گی

جلیل الشان مہمانوں کا صدقہ مہربانی کر
عطا بہرِ وضو ان کے لئے تھوڑا سا پانی کر

برائے چند ساعت ابرِ باراں بھیج دے یارب
بہاراں بھیج دے یارب، بہاراں بھیج دے یارب

بارش کا نزول

دعا صحرا نے مانگی دامنِ امید پھیلا کر
یکایک ابرِ باراں آسماں پر چھا گیا آ کر

بدر میں تین سو تیرہ مجاہدین اسلام کیساتھ بقولِ بعض ساٹھ اونٹ اور بقولِ بعض ستر اونٹ تھے اور صرف دو گھوڑے تھے (مصنف)

اِنہی کی مُنتظر تھی غالباً شانِ الٰہی بھی
کہ پیاسے تھے محمدؐ بھی محمدؐ کے سپاہی بھی

کرم کی شان وابستہ اسی شانِ کرم سے تھی
یہ رحمت رحمۃٌ لّلعالمین کے دم قدم سے تھی

مدینے کی بلندی سے جو رحمت کی گھٹا آئی
تو استقبال کو فردوس کی ٹھنڈی ہوا آئی

یہ ریگستاں، کہ اِک بُوند پانی کو ترستا تھا
اسی پر آج بادل چھا گئے تھے مینہ برستا تھا

بَرَس کر کھُل گیا بادل زمیں پر پھر گیا پانی
ہُوئی اب چلنے پھرنے بیٹھنے اُٹھنے میں آسانی

ہُوئی ٹھنڈی نزولِ آب سے چھاتی بیاباں کی
تو اُتری آ کے فرشِ ریگ پر فوجِ اہلِ ایماں کی

کُھلے میدان میں سچّے نبیؐ کا آستانہ تھا
کِھلا کی فرش تھا اور لاجوردی شامیانہ تھا

جُستجوئے غنیم

نزُولِ آب سے تسکین و راحت ہو گئی طاری
مِٹی تشنہ لبی گردِ کدورت دھل گئی ساری

سپاس و شکر سے لبریز تھا دل اس جماعت کا
بنا کر حوض پانی بھر لیا باران رحمت کا

لہ اِس لڑی آیت کا مفاد بیان کیا گیا ہے۔

اِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّن
السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَ
لِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ۝ (الانفال ع ۵)

یاد کرو جب تمہاری تسکین کے لئے اپنی طرف سے تم پر اُونگھ
طاری کر رہا تھا اور آسمان سے پانی برسا رہا تھا کہ تم کو پاک کر دے
کی ناپاکی تم سے دُور کرے اور تمہارے دل مضبوط کرے اور ثابت قدم رکھے۔

لہ جا بجا پانی کو روک کر چھوٹے چھوٹے حوض بنا لئے کہ وضو اور غسل کے کام آئیں۔ (سیرت النبی)

بنایا اِک عریشہ[1] پھونس کا ارباب ہمت نے
قیام اُس میں کیا بہرِ دُعا فخرِ رسالت نے

اِسی کے گِرد اُتری یہ جماعت بے نواؤں کی
شہنشاہوں پہ خندہ زن تھیں تقدیریں گداؤں کی

نبیؐ نے امر فرمایا کہ دو اہلِ نظر جائیں
کہاں اُتری ہُوئی ہے فوجِ قرشی کی خبر لائیں

علیؓ اور سعدؓ[2] نے بڑھ کر نظر ہر سمت دوڑائی
قریشی کافروں کی چھاؤنی چھائی ہُوئی پائی

پلٹ کر عرض کی فوجِ گراں[3] معلوم ہوتی ہے
زمیں گویا حریفِ آسماں معلوم ہوتی ہے

مقامِ عُدوَۃُ القصویٰ کا ٹیلہ اِک طرف رکھ کر
ہے آسُودہ خدا کے دشمنوں کا اِک بڑا لشکر

اِرشادِ ہادیؐ

ہُوا ارشاد اب تم بھی ذرا آسُودہ ہو جاؤ
وضو کر لو، نمازیں پڑھ لو پھر کچھ دیر سو جاؤ

---

[1] سعد ابنِ معاذؓ یعنی رئیس اوس کی تجویز سے ایک چھپر بنایا جسے عرب کی اصطلاح میں عریشہ کہتے ہیں۔ آنحضرتؐ اور صدیق اکبرؓ نے اسی عریشہ کے نیچے رات بسر کی (طبری و ابن ہشام)

[2] اس وقت خبر لانے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور سعد وقاصؓ اور بقولِ بعض ان کے ساتھ زبیر ابنِ عوامؓ تھے۔ (طبری و ابن ہشام)

[3] جب بدر میں پہنچے تو دیکھا مکہ کا لشکر جو تعداد میں اُن سے سہ گنا اور سامان میں ہزار گنا زیادہ ہے۔ اُترا ہُوا ہے۔ (رحمۃ للعالمین صفحہ ۱۰۴۔ خاتم المرسلین صفحہ ۲۰۸)

marfat.com

تمہارے امتحانِ اوّلیں کا وقت آیا ہے — کہ اپنے پوجنے والوں کو شیطاں گھیر لایا ہے
تمہارے سامنے اعدائے دیں موجود ہیں سارے — اگل ڈالے ہیں مکے نے نہاں اپنے جگر پارے[1]
خدائے پاک کا ارشاد تھا اِرشادِ پیغمبرؐ — صحابہؓ نے کمر کھولی تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہ پر
لیا خورشید نے آرام گاہِ شام کا رستہ — وضو کر کے نمازی ہو گئے میداں میں صف بستہ

ابوجہل کے جاسوس

یہ نقشہ دیکھ کر کفار کے جاسوس بھی بھاگے — بیاں کر دی یہ صورت سر بسر بوجہل کے آگے
کہ ہم کو روکنے کے واسطے کچھ لوگ آئے ہیں — محمدؐ ان مسلمانوں کو اپنے ساتھ لائے ہیں
جو مکے سے نکل بھاگے تھے وہ سب ساتھ آئے ہیں — مدینے والے بھی کچھ لوگ خالی ہاتھ آئے ہیں
ہنسی آتی ہے شکلیں دیکھ کر ان شیر مردوں کی — کہ لشکر کیا ہے اِک ٹولی سی ہے آوارہ گردوں کی
نہ جانے کون سے پرتے پہ نکلے ہیں لڑائی کو — نہتے ہیں مگر آئے ہیں خونریزی کو

---

[1] آنحضرتؐ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ھٰذا مکۃ، قد القت الیکم افلاذ کبدھا۔ مکے نے تمہارے لئے اپنے جگر کے ٹکڑے نکال کر ڈال دیئے ہیں۔ (ابن ہشام۔ طبری، زرقانی وغیرہ)

یہ جان و جسم کی خاطر سر و ساماں نہیں رکھتے
ٹھکانہ رحم پر موقوف ہے مرگ و حیات اِن کی

ٹھکانہ سامان کہاں سے لائیں جسم و جاں نہیں رکھتے
فقط دو تین سو افراد ہے کُل کائنات اِن کی

اَبُوجہل کا غرور

بیاں جب کر چکے جاسُوس اہل اللہ کی حالت
کہا خود صَید چل کر آگیا صیاد کے آگے

خوشی سے پھُول کھِلا کر ہنس پڑا بُوجہلِ بدقسمت
چلی آئی ہیں کھنچ کر گردنیں جلّاد کے آگے

بڑے بُت نے کرشمہ اپنی قدرت کا دکھایا ہے
محمدؐ اور اُس کے ساتھیوں کو گھیر لایا ہے

یہ کہہ کر خیمے خیمے کو دیا پیغامِ تیاری
کہ پُورا ہو چلا اے بھیڑیو! ارمانِ خونخواری

سناتوں کو زبانوں سے زیادہ تیز کر رکھو
نگاہوں کی طرح تیروں کو زہر آمیز کر رکھو

خوشی کی رات کاٹو آج اپنے اپنے ڈیرے میں
کریں گے حملہ اٹھ کر صُبح کاذِب کے اندھیرے میں"

بَدر میں رات کا منظر

کیا خورشید نے مغرب کے گھر ساماں بسیرے کا
بساطِ ارض پر قائم ہُوا پہرا اندھیرے کا

marfat.com

سکوتِ مرگ نے شب خون مارا فوجِ ہستی پر
سیاہِ خواب قابض ہو گئی آنکھوں کی بستی پر

فضا ہنگامہ و شور و فغاں سے ہو گئی خالی
فلک پر لشکرِ سیارگاں نے چھاؤنی ڈالی

اُفق سے چاند مشعل لے کے نکلا دیدبانی کو
اُڑھا دیں چاندنی نے چادریں خاک اور پانی کو

ارادے ساتھ لے کر سو گیا انسان کا لشکر
اُدھر شیطان کا لشکر، اِدھر رحمٰن کا لشکر

تصویر کے دو نُرخ

وہاں عیش و طرب نے کر دیئے افلاک پر بستر
یہاں ان خاکساروں نے بچھائے خاک پر بستر

وہاں لنگر شتر بھی کشتیِ مے کی روانی بھی
برائے ساقیٔ کوثر یہاں کمیاب پانی بھی

وہاں خونخوار تلواروں نے دھاریں سان پر رکھیں
ہنسوں نے یہاں آنکھیں فقط ایمان پر رکھیں

وہاں چنگ و دف و رقص اور نغمے کی عرب کوشی
یہاں ذکرِ خدا دل میں لبوں پر مہرِ خاموشی

وہاں بھوکی نگاہیں باوجودِ فارغ البالی
یہاں آنکھوں میں استغنا کا عجیب شکر خالی

وہاں بوجہل محوِ استراحت خوابِ غفلت میں
یہاں اللہ کا محبوب محوِ اضطرابِ عبادت میں

رسول اللہ کی شب بیداری

سُلا کر پہلوؤں میں سب کو سوئی بدر کی وادی
نہ تھا بیدار کوئی، ہاں مگر اسلام کا ہادیؐ[1]

یہی سر تھا کہ سجدہ ریز تھا درگاہِ باری میں
یہی روشن جبیں مصروف تھی طاعت گذاری میں

یہ پُر انوار آنکھیں اشک کی لڑیاں پروتی تھیں
خدا کے سامنے خلقِ خدا کے غم میں روتی تھیں

اِسی پر منحصر تھی گلشنِ ہستی کی شادابی
یہ قلبِ مطمئن تھا اور دُنیا بھر کی بے تابی

پڑے تھے اک طرف افرادِ اُمت خوابِ راحت میں
محمدؐ کی زباں وقفِ دُعا تھی فکرِ اُمت میں

صُبحِ کاذِب

ابھی زیرِ زمیں پر صُبحِ کاذِب کا دُھندلکا تھا
اندھیرا گہرا گہرا تھا اُجالا ہلکا ہلکا تھا

نہ کی تھی شاہدِ خاور نے ابھی اُٹھنے کی تیاری
ابھی تھا آسماں پر ماہ و انجم کا سفر جاری

ابھی ذرّوں نے سطحِ ریگ پر آنکھیں نہ کھولی تھیں
ابھی بُلبل نہ چہکی تھی، ابھی چڑیاں نہ بولی تھیں

اچانک سینۂ شیطاں میں اُبھرے ولولے دِل کے
اُٹھے تصویر کے تاریک رُخ پر نقش باطل کے

---

[1] تمام صحابہؓ نے آنکھوں میں کاٹ کر رات بھر آرام کیا۔ صرف ایک ذاتِ نبوی تھی جو صبح تک بیدار اور مصروفِ دُعا رہی
(سیرت النبی، کنز العمال، مژدۂ بدر بروایت مسند ابنِ حنبل و ابن ابی شیبہ)

marfat.com

اُٹھا بُوجہل کی صورت میں خونیں رنگ کا فتنہ — اسی کے بخت خفتہ نے جگایا جنگ کا فتنہ
اُٹھے گمراہ بندے بہر تدبیرِ خداوندی — لگی ہونے قریشی خانوادے میں کمر بندی

ضمیر کی آواز۔ صلح کی ایک کوشش

ابُوسفیان[1] بھی اب آچکا تھا ساحلِ شامل تھا — مگر بُوجہل ہی اس قوم میں فرعون کامل تھا
بزرگی کے سبب سب کا سپہ سالار تھا عُتبہ[2] — کہ غیرت دار تھا زردار تھا سردار تھا عُتبہ
اگرچہ روکتا تھا اس لڑائی سے ضمیر اس کا — مگر سُنتے نہ دیتا تھا بُوجہل مشیر اس کا
حکیم ابنِ حزام[3] اس فوج میں اک مردِ دانا تھا — کہ اس کی دُور اندیشی کا قائل اک زمانہ تھا

---

[1] ابوسفیان نے اس جنگ کی آگ بھڑکائی تھی۔ اس کا تجارتی قافلہ خطرے سے نکل گیا۔ تو اس نے کہلا بھیجا کہ اب لڑنے کی ضرورت نہیں۔ ابُوجہل نہ مانا اور کہلا بھیجا کہ ہم تمام عرب پر دھاک بٹھانے کے لئے آئے ہیں بغیر واپس نہ ہونگے۔ ابُوسفیان کو یہ پیغام ملا تو اس نے کہا یہ جاہل اپنی قوم کو ہلاک کرے گا۔ چنانچہ مال تجارت اور قافلے کو امن کی جگہ پہنچا کر ابوسفیان بھی چند آدمیوں کے ساتھ بدر کی طرف روانہ ہوا۔ (دیکھو ابن ہشام)

[2] عتبہ بن ربیعہ قریش کا سب سے معزز رئیس فوج کا سپہ سالار تھا۔ (سیرت النبی)

[3] حکیم ابن حزام حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بھتیجے اس وقت تک کافر تھے مگر دل سے آنحضرت کے حامی رہے تھے زمانۂ جاہلیت میں آنحضرت سے نہایت محبت رکھتے تھے اور نبوت کے بعد بھی یہ محبت قائم رہی اور فتح مکہ تک مسلمان نہ ہوئے۔ وہ برابر قریش میں رہتے۔ (سیرت النبی)

سراسر ظلم و خونریزی سے اس کو کچھ ہراس آیا
اندھیرے منہ اُٹھا یہ نیک دل، عُتبہ کے پاس آیا

کہا اے عُتبہ، اے سردارِ قوم، اے فوج کے افسر
قریشی خاندانوں میں نہیں تجھ سے کوئی برتر!

اگر چاہے تو اعزاز دوامی تجھ کو مل جائے
ازل کی اور ابد کی نیک نامی تجھ کو مل جائے

محمدؐ کو اوائلِ عمر ہی سے جانتے ہیں ہم
وہ سچا ہے، دیانت دار ہے یہ مانتے ہیں ہم

ہمارے دین و مذہب سے ہے بیشک اختلاف اس کو
تو کیا اتنی خطا ہم کر نہیں سکتے مُعاف اس کو

محمدؐ میں بھی عبدالمطلب کا خون ہے آخر
قریش اور آلِ ہاشم ایک ہی مضمون ہے آخر

علیؓ، حمزہؓ، عمرؓ، بوبکرؓ یہ سب اپنے ہی بھائی ہیں
انہی سے جنگ ہے، یہ سب محمدؐ کے فدائی ہیں

ذرا سوچو، جو اِن کے قتل کرنے کا نتیجہ ہے
کوئی عمو، کوئی بھائی، کوئی بیٹا بھتیجا ہے

وہ خود اپنے وطن سے دُور ہیں اتنا ہی کافی ہے
غریب و مفلس و مجبور ہیں، اتنا ہی کافی ہے

یہ خونریزی مجھے بے حد بُری معلوم ہوتی ہے
عزیزوں ہی کی گردن پر چھری معلوم ہوتی ہے

اگر میرا کہا مانو تو خونریزی سے باز آؤ
تحمل کی دکھاؤ شان اس تیزی سے باز آؤ

اُٹھو، تیار ہو، چڑھتی ہوئی اس موج کو روکو
بسپہ سالار ہو بڑھتی ہوئی اس فوج کو روکو

تمہارے ہاتھ سے یہ کام سرانجام ہو جائے
تو گویا رہتی دُنیا تک تمہارا نام ہو جائے

سلہ دیکھو سیرت النبی علامہ شبلی صفحہ ۲۶۵)

marfat.com

عُتبہ کا جواب

کہا عتبہ نے ہاں اے مردِ دانا سچ کہا تُو نے — بظاہر میرے دل کا حال ظاہر کر دیا تُو نے
مگر بے قتل و غارت فوج والے اب نہ مانیں گے — یہ بھالے برچھیاں بے دیکھے بھالے اب نہ مانیں گے
اگر یہ مان بھی لیں صلح پر تیار ہو جائیں — یہ زور آور یکایک صاحبِ اختیار ہو جائیں
تو پھر بھی صُلح اے مردِ معمّر غیر ممکن ہے — کسی صُورت نہیں ممکن سراسر غیر ممکن ہے
ہمارے دوست کی فطرت سے تُو اے دوست واقف ہے — اُو جہل اس طریقِ کار کا قطعاً مخالف ہے
مَیں دعوے سے یہ کہہ سکتا ہوں وہ ہرگز نہ مانے گا — ہمیں نادان سمجھے گا، ہمیں نامرد جانے گا

اگر تم چاہتے ہو صُلح، اُس کو راہ پر لاؤ
مری جانب سے وہ پیغام خود بھی جا کے سمجھاؤ

حکیم کا ابُوجہل کو سمجھانا

حکیم اُٹھ کر یہاں سے خیمۂ بوجہل پر آیا — تو بہرِ جنگ اس کو تتہ پھیلاتے ہوئے پایا
سمجھایا اُونچ نیچ اُس کو لیا پھر نام عُتبہ کا — بڑے تلطف اور نرمی سے دیا پیغام عُتبہ کا

کہا اِس قتل و خونریزی کا آخر کیا نتیجا ہے
کہ عبداللہ کا بیٹا تمہارا بھی بھتیجا ہے

لڑائی میں ہماری فتح ہو گی پھر بھی کیا ہوگا
کہ دامن سر بسر خونِ عزیزاں سے بھرا ہوگا

اَبُوجہل کی ضد اور فتنہ انگیزی

اَبُوجہلؓ اور راہِ راست پر آجائے ناممکن
جہنّم سے قدم کافر کا ہٹنے پائے کیا ممکن!

یہ باتیں سُنتے ہی ظالم کے نتھنوں سے دھُواں نکلا
یکایک فتنہ بن کر نارِ آتش زباں نکلا

پکارا اے قریش، اے لات و عزّیٰ کے پرستارو
سپہ سالارِ عُتبہ ہو گیا نامرد اے یارو

یہاں تک آکے اب پہلو تہی کرتا ہے لڑنے سے
محمدؐ کو مقابل دیکھ کر ڈرتا ہے لڑنے سے

سمجھ جاؤ کہ بے معنی نہیں خوف و خطر اُس کا
مسلمانوں میں شامل بُوحذیفہؓ ہے پسر اُس کا

دلِ عُتبہ میں اُس کے قتل کا خطرہ سمایا ہے
کہ وہ بھی آج اپنے ساتھیوں کے ساتھ آیا ہے

رُخِ عُتبہ کو دیکھو چھا گئی ہے کس قدر زردی
اِسے کہتے ہیں نامردی، اِسے کہتے ہیں نامردی!

اگر عُتبہ نے ہمت ہار دی ہے ہار دینے دو
اگر دیتا ہے دَم تم کو سپہ سالار دینے دو

اَبُوجہل کو مکے والے ابوالحکم بھی کہتے تھے۔ اصل میں اس کا نام عمرو بن ہشام تھا۔ (مصنف)

عُتبہ کے فرزند ابوحذیفہؓ اسلام لا چکے تھے۔ اور اس معرکہ میں آنحضرتؐ کے ساتھ آئے تھے۔ اس بنا پر ابوجہل نے یہ طعنہ دیا کہ عُتبہ اس لئے لڑائی سے جی چراتا ہے کہ اس کے بیٹے پر آنچ نہ آئے۔ (دیکھو سیرت النبی)

marfat.com

اُسے کہہ دو پہن لے چوڑیاں تلوار رہنے دے
مگر مردوں کو اپنے عزم کا مختار رہنے دے

ہم اس گرمی کے موسم میں کہاں سے آئے ہیں چل کر
یہ سارا لاؤ لشکر اس جگہ پہنچا ہے جل جل کر

یہ دن ہم نے کفِ افسوس ملنے کو نہیں کاٹے
یہ کالے کوس واپس اونٹ چلنے کو نہیں کاٹے

بڑی مشکل سے ہم نے منزلِ مقصود پائی ہے
ہماری منزلِ مقصود خنجر آزمائی ہے

نہ بچ کر جانے پائیں آج دشمن دیوتاؤں کے
یہ بندے اک خدا کے ہیں مخالف سب خداؤں کے

تمہارے دین کے دشمن کھڑے ہیں سامنے یارو
اٹھو، تیار ہو جاؤ، بڑھو، حملہ کرو، مارو!

شکار آیا ہوا ہے اب تمہارے ہاتھ صیادو
پچھاڑو، ذبح کر دو، بارہ تیروں کی کمانو!

بجھا دو پیاس اس تشنہ زمیں کی آبِ خنجر سے
گھٹا تیغوں کی اٹھے، بجلیاں چمکیں تڑپ کر سے

یہ سب ہیں اپنے رشتہ دار، توڑو بندِ بندان کا
معزز ہیں کروڑوں پر یہ لکھ کر سربلندان کا

لشکرِ کفار کی آمادگیٔ جنگ

یہ سُن کر ایک طوفاں آگیا دریائے لشکر میں
نکل آئے سپاہی لیس ہو ہو کر گھروں سے

سُنا بوجہل کا خطبہ تو غصہ جوش میں آیا
کمالِ برہمی سے دامنِ حق پوش میں آیا

اُٹھا شعلہ تکبر کا، تدبر رہ گیا جل کر
کہا، اپنا نظر آئے گا میدان میں چل کر

وہ بزدل کون ہے جو داغِ نامردی اٹھاتا ہے
بہادر کون ہے جو سب سے پہلے سر کٹاتا ہے

یہ کہہ کر ہو گیا تیار عُتبہ لڑنے مرنے کو
غریبوں بے گناہوں کے لہو میں ہاتھ بھرنے کو

سواروں نے پیادوں نے سنبھالے برچھیاں بھالے
سروں پر خود پہنے اور چہروں پر چھلم ڈالے

اُٹھا بانگِ دُہل کے شور سے کُفار کا لشکر
سجا کر جسم پر شمشیر و تیر و نیزہ و خنجر

انانیت کا دم بھرنے لگے ڈھول اور نقارے
صدائے طبل سے تھرا اُٹھے دشت و جبل سارے

درندے خوف کھا کر جا چھپے تاریک غاروں میں
ہوا اِک حشر برپا جاگ اُٹھے مُردے مزاروں میں

چلے جب جنگ کو قرشی جواں تیار ہو ہو کر
ستارے ڈر کے مارے سو گئے بیدار ہو ہو کر

یہ منظر دیکھ کر چہرہ قمر کا پڑ گیا پیلا
کہ اُبھرا داغ بن کر عُدوۃُ القصویٰ کا یہ ٹیلا

فلک نے اِک غبارِ نور ہر جانب بکھیرا تھا
مگر ٹیلے کے سائے میں اندھیرا ہی اندھیرا تھا

اُفق کے رُخ پہ چھوٹے جس طرح پردہ گھٹاؤں کا
ہوا تھا اس طرح قائم یہاں لشکر بلاؤں کا

صُبحِ صادِق

فرشتوں کو نئے احکام بخشے ربِّ عزّت نے
کمر کس کے باندھی کارپردازانِ قُدرت نے

لہ عتبہ نے بلال کا طعنہ سُنا تو غیرت سے سخت برہم ہوا۔ اور کہا کہ میدانِ جنگ بتا دے گا کہ نامردی کا داغ کون اٹھاتا ہے (سیرت النبیؐ)

marfat.com

فلک پر سے اُڑا رنگِ قمر آہستہ آہستہ
ہویدا ہو چلا نورِ سحر آہستہ آہستہ

جبینِ پاک اٹھی سجدے سے چمکی برقِ طورِ آخر
ہُوا روئے زمیں پر صبحِ صادق کا ظہور آخر

مُصلّے سے اُٹھا ہادیؐ جگایا جاں نثاروں کو
خدا کے سامنے حاضر کیا طاعت گذاروں کو

صدائے نغمۂ توحید گونج اُٹھی فضاؤں میں
وہی رفتہ روانی آگئی ساکن ہواؤں میں

ادا کر لی نمازِ صبح اسلامی جماعت نے
تو رُخ میدان کی جانب کیا فخرِ رسالت نے

نتیجۂ جنگ کے متعلق پیغمبرؐ کی پیشگوئی[1]

لبِ ممبر نمائے فتح و نصرت کی بشارت دی
شہادت کے طلبگاروں کو جنت کی بشارت دی

بتایا دشمنانِ دینِ حق کا نام لے لے کر
کہ مٹ جائیں گے سب تیغِ ستم کا انتقام لے کر

یہ شیبہ بن ربیعہ کا ہے یہ زمعہ کا مقتل ہے
اُمیّہ کا یہ مدفن اور یہ عُتبہ کا مقتل ہے

یہ لے جائیں گے حسرت ہی دلِ ناپاک کے اندر
اُگیں گی اس جگہ لالے کا خون افلاک کے اندر

جو کثرت آج قلت کو مٹا دینے کی طالب ہے
اُسے معلوم ہو جائے گا حق بالائے غالب ہے

بجز حسرت یہ ظالم حملہ آور کچھ نہ پائیں گے
جہاں سے آج داغِ روسیاہی لے کے جائیں گے

[1] جنگ سے پہلے آپ نے بتا دیا تھا کہ کفار کے کون کون سے سردار کس جگہ قتل ہو جائیں گے۔ (زرقانی)

نہ دولت کام آئے گی نہ شوکت کام آئے گی — فقط ایمان کام آئے گا، وہ قدرت کام آئے گی
یہ باتیں کہہ کے ہادیؐ نے دعا کے ہاتھ پھیلائے — صحابہؓ کی جماعت کو دیا اِذنِ صف آرائی

مجاہدینِ اِسلام

مجاہد عشق کو مختار کر کے مرنے جینے پر — مثالِ کوہِ آہن ڈٹ گئے مٹی کے سینے پر
سرِ راہِ شہادت سربلندوں نے صفیں باندھیں — خدا کا حق ادا کرنے کو بندوں نے صفیں باندھیں
یہ اِک مسجود کے ساجد، یہ اِک مطلوب کے طالب — یہ اِک معبود کے عابد، یہ اِک محبوب کے طالب
نہ مِلک و مال کی دُھن میں، نہ عزّ و جاہ کی خاطر — فقط اِسلام کی خاطر، فقط اللہ کی خاطر
خیالِ مرگ کر سکتا نہ تھا ہرگز مَلُول اِن کو — کہ بہرِ جنگ لائے تھے صداقت کے اُصول اِن کو
نہ ذاتی رنج تھا کوئی نہ کینہ ان کے سینوں میں — صفائے قلب تھی مانندِ آئینہ جبینوں میں
نہ کوئی رنجِ باطل تھا نہ کوئی جوشِ ہنگامی — نہ فکرِ کامیابی تھی نہ ذکرِ خوفِ ناکامی
نہ کثرت کی کوئی پروا نہ تھا قلّت کا غم ان کو — نہ کچھ اندیشۂ پشت و بلند و بیش و کم ان کو

سلہ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ پ۹ الانفال ع۔ ۵

اور یاد رکھو تمہاری جمعیت کچھ مفید نہیں گو وہ کتنی ہی کثیر ہو اور خدا مومنوں کے ساتھ ہے۔

marfat.com

رہتے تھے مگر تسکین و اطمینان رکھتے تھے
کہ ساماں پر نہیں ایماں پر ایمان رکھتے تھے

یہ چند افراد عالی حوصلہ عابد تھے زاہد تھے
یہی تھے ہاں یہی اسلام کے سچے مجاہد تھے

مجاہد تھے کہ جوش و ضبط کی خاموش تصویریں
مجاہد تھے کہ دینِ اللہ اَفْوَاجًا کی تفسیریں

چلے آئے تھے مسجد کے نمازی آج میداں میں
صفیں باندھے کھڑے تھے بن کے غازی آج میداں میں

نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سائے میں
نمازِ عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں[1]

---

[1] الجنة تحت ظلال السيوف۔ ترجمہ: جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔

معرکۂ نور و ظلمت

استعارہ از طلوعِ آفتاب

سحر کے دیکھ کر آثار تاریکی بھی گھبرائی
سمٹ کر ایک بدلی بن گئی اور شرق پر چھائی

نظر آئی اسی میں رات کو اپنی ظفرمندی
کہ ہو جائے کسی صورت سحر کے گھر کی دربندی

دھواں اٹھا کہ روکے شعلہ ہائے نور کا رستہ
درِ خاور پہ بیٹھا لے کے زنگی فوج کا دستہ

مکدر ہو کے ظلمت نے ضیا کو روکنا چاہا
غبارِ دود نے موجِ صبا کو روکنا چاہا

مرض نے تند خو ہو کر دوا کو روکنا چاہا
شفا کے روبرو ہو کر شفا کو روکنا چاہا

خس و خاشاک نے سیلِ فنا کو روکنا چاہا
دلِ ناپاک نے نورِ خدا کو روکنا چاہا

اندھیرے نے کوئی صورت نہ دیکھی سر چھپانے کی
تو کی اک آخری کوشش اجالے کو دبانے کی

marfat.com

اُفق پر گھر گئے بادل حصارِ آہنیں بن کر
کہ سورج کیا، نہ آنے پائے گی کوئی کرن چھن کر

ہوا تھرا گئی ظلمات کے اِن خانہ زادوں سے
کہ جن پر خاش کچھ ظاہر نہ تھا اِن کے ارادوں سے

ازل سے کر رہا ہے زورِ باطل اپنی تدبیریں
مگر روکے سے رُکتی ہیں کہیں قدرت کی تعزیریں

اندھیری رات اپنے خاتمے پر مکر کرتی ہے
ہمیشہ ابر کے پردوں میں اپنا رنگ بھرتی ہے

اُفق پر جمع ہو جاتے ہیں یہ آفت کے پرکالے
رسیہ کاری کو رنگیں فکرتوں سے ڈھانپنے والے

مگر ہر صبح اِن کو مکر کی پاداش ملتی ہے
اندھیرے کو اُجالے سے شکستِ فاش ملتی ہے

جونہی اب روشنی بھی فرض ادا کرنے پر آمادہ
پکیٹا عابدِ مشرق نے اُٹھ کر اپنا سجادہ

دریچہ کھول کر خورشیدِ عالمتاب نے جھانکا
کنکیوں سے لیا کچھ جائزہ ظلمت کے ساماں کا

سیہ بادل کی جرأت دیکھ کر تیور پہ بل آیا
اُٹھایا تازیانہ برق کا بامِ گگل آیا

عزیمت کے لئے کیا مال ہیں پتھر حصاروں کے
غبارِ رہ سے کب رُکتے ہیں رستے شہسواروں کے

اُٹھا خورشید جب آمادۂ جنگ و جدل ہو کر
گری ظلمت پہ برقِ نور پیغامِ اجل ہو کر

پئے کرنوں کے تیروں کی طرح پر جوڑ کر نکلے
یہ بر چھے ابر کی ڈھالوں کے سینے توڑ کر نکلے

جلا ڈالا کہیں تابش سے ان کالی بلاؤں کو
کہیں بکھرے پکڑ کر چیر ڈالا اژدہاؤں کو

بہت پُر ہول تھا یہ آخری منبع فسادوں کا
کہ جگمگ تھا طلسماتی سواروں کا پیادوں کا

جہاں بادل سحر پر جال پھیلانے کو آئے تھے
جہاں عفریت سورج کے نگل جانے کو آئے تھے

نظر آئیں وہاں اب خون میں لتھڑی ہوئی لاشیں
چھری سے کاٹ دی ہوں جس طرح ترکوں کی قاشیں

ہوا ظلمت کا بیڑا غرق بحرِ نامرادی میں
لہو کی ندیاں سی بہہ گئیں مشرق کی وادی میں

نمازِ عید کی خاطر نہا کر با وضو ہو کر
سحر اس خون کے دریا سے نکلی سرخرو ہو کر

میدانِ بدر میں صفِ مجاہدین کا منظر

اِدھر روشن ہوئی روئے نبیؐ سے بدر کی وادی
اُدھر پائی شہِ خاور نے دامِ شب سے آزادی

بیاباں کے عظیم الشان منظر سے اٹھے پردے
کہ جیسے قلب میں کوئی فرشتہ معرفت بھر دے

ہوئی جب روشنی تو آسماں والوں نے کیا دیکھا
زمیں پر نور و ظلمت کا نرالا معرکہ دیکھا

کھڑی تھی ایک مٹھی بھر جماعت حق پسندوں کی
بھری دنیا سے منہ موڑے ہوئے دیں داربندوں کی

تھکے، بے سر و سامان، بھوکے اور ہارے سے
کہ بل کر تین سو تیرہ جوان و پیر تھے سارے

کٹی تھی زندگی جن کی ریاضت میں عبادت میں
شہادت کے لئے آئے تھے میدانِ شہادت میں

marfat.com

پتہ دیتی تھی اِن کی خاکساری سربلندی کا
نگاہوں میں مُرقّع تھا دِلوں کی حوصلمندی کا

یہ آئے تھے کہ شمعِ دینِ حق کا بول بالا ہو
پتنگے جل بجھیں لیکن اندھیرے میں اُجالا ہو

یہ مرگ و زندگی میں فیصلہ کرنے کو آئے تھے
جوانمردوں کی صورت مارنے مرنے کو آئے تھے

یہ پہلا جیش تھا دُنیا میں افواجِ الٰہی کا
جسے اعلان کرنا تھا خدا کی بادشاہی کا

یہ لشکر ساری دُنیا سے انوکھا تھا نرالا تھا
کہ اِس لشکر کا افسر ایک کالی کملی والا تھا

لشکرِ مشرکین کی دُھوم دھام

صفیں باندھے کھڑی تھی یہ جماعت ضبطِ کامل سے
یکایک اِک سیہ آندھی اُٹھی مدِّ مقابل سے

اُڑتی، دوڑتی، اُمڈتی ہوئی بڑھتی ہوئی آندھی
زمیں پر پھیلتی، افلاک پر چڑھتی ہوئی آندھی

ہوا پر اُڑ کے جانا چاہتی تھی پر غضب تھی وہ
فلک کا منہ چڑانا چاہتی تھی بے ادب تھی وہ

نہاں تھی زیر پیں دھولوں کی دھم دھم دف کی دَف دَف تھی
مُغلظ گالیاں تھیں شور تھا کتوں کی عَف عَف تھی

اُنانیت کے نعرے اُشتروں کی بلبلاہٹ تھی
صدائے طبل میں بھونچال کی سی گڑگڑاہٹ تھی

سماعت پاش پیشے فتنہ زا رفتار گھوڑوں کی
مسلح شہسواروں کی ڈپٹ چنگھاڑ کوڑوں کی

۱؎ بھگی گھوڑوں کی جو شیلی ہنہناہٹ۔

زمیں سے آسماں تک گونج اُٹھیں ناپاک آوازیں
فرشتے سُن رہے تھے یہ صدائیں گوشِ حیراں سے

ذرا نی، خوف زا، پُر ہَول، ہیبت ناک آوازیں
عجب بولی تھی جو انسان نے سیکھی تھی شیطاں سے

دشمنوں کا سراپا

کیا جب چاک مِقراضِ ہوا نے گرد کا پردہ
نظر آئے بیاباں میں وہ غُولانِ بیاباں سے

اُٹھا اللہ کے ہر دشمنِ نامرد کا پردہ
کہ جن کی وضع سے شرمندہ تھا ملبوسِ انسانی[1]

وہ سَر جو ایک اللہ کے مقابل سرکشیدہ تھے
مگر سنگیں بُتوں کے آستانوں پر خمیدہ تھے

وُہی سر جو سراسر ناز و نخوت کے تھے گہوارے
ہلا سکتے نہ تھے شانے بھی جن کو بوجھ کے مارے

جبینوں پر شکن ڈالے ہوئے خوف آفریں چہرے
نجس چہرے، غضب آلود چہرے، خشمگیں چہرے

وہ آنکھیں ہاں وہ آتش ریز آنکھیں شعلہ بار آنکھیں
وہ تیروں سے زیادہ تُند پُوری دو ہزار آنکھیں[2]

وہی گندے دہن، بدگوئی و الزام کے عادی
دروغ و طعن و دل آزاری و دُشنام کے عادی

قسم کھا کھا کے جھوٹے عہد و پیماں باندھنے والے
خُدا پر مُصطفےٰ پر لاکھ بُہتاں باندھنے والے

---

[1] اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ط پ۳۰ البینۃ ع ۶ ○ — یہ لوگ ساری مخلوق سے بدتر ہیں۔

[2] اس سے ایک ہزار حملہ آور مشرکین کی تعداد مُراد ہے۔ (مصنف)

marfat.com

وہ دشتِ چیرہ دشت آلودہ خونِ نیردستاں میں
نہ کرتے تھے جو اصلاً امتیازِ انسان و حیواں میں

یتیموں اور بیواؤں کی دولت چھیننے والے
سگے باپوں سگی ماؤں کی عزت چھیننے والے

وہ سرکش گردنیں اکڑی ہوئیں اکڑے ہوئے سینے
زرہ کے حلقہ ہائے تنگ میں جکڑے ہوئے سینے

وہ سینے جن کے اندر گندگی پنہاں تھی کینے کی
پتہ دیتی تھی جن کے باطنوں کا بو پسینے کی

وہ سینے جن کے اندر دل تھے لیکن سخت پتھر دل
بہت بیدرد ظالم دل بہت بیرحم کافر دل

وہ گھٹنے جو ہمیشہ قتل کرنے ہی کو جھکتے تھے
کسی مظلوم کی چھاتی پہ دھرنے ہی کو جھکتے تھے

وہی کجرو قدم جو رہزنوں کی چال چلتے تھے
بدی کی راہ میں شیطان سے آگے نکلتے تھے

وہ جن کی زندگی گذری تھی انسانی لہو پیتے
لباسِ آدمی میں سانپ بچھو بھیڑیئے چیتے

وہ سب کے سب جنہیں حاصل تھا اعزازِ رئیسانہ
خدا سے دشمنی اور قیصر و کسریٰ سے یارانہ

وہ سب کے سب رسول اللہ کے مانے ہوئے دشمن
پرانے مدعی اور جانے پہچانے ہوئے دشمن

تعدی کے جگر گوشے، بدی کی آنکھ کے تارے
وہی اس حملہ آور فوج کے سردار تھے سارے

غرور و تمکنت کی شان دکھلاتے ہوئے آئے
اکڑتے بنتے تنتے پیچ بل کھاتے ہوئے آئے

سواروں کے پرے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے نکلے
پیادے دشت کی چھاتی کو دہلاتے ہوئے نکلے

زمیں کا سینہ ان کی چال سے شق ہوتا جاتا تھا
فلک کا رنگ اس بھونچال سے فق ہوتا جاتا تھا

یہ قوت کی نمائش تھی یہ کثرت کا دکھاوا تھا
خدا کے ملک پر شیطان کے بندوں کا دھاوا تھا[1]

یہ لشکر گرز اٹھائے برچھیاں تولے ہوئے نکلا
عَلَم کی شکل میں شیطان پر کھولے ہوئے نکلا

اَتے تھے سر بسر چار آئنے گردِ کدورت میں
چمکتی تھیں غضب کی بجلیاں اس ابرِ ظلمت میں

یہ ظلمت عُدوَۃ القصویٰ کے ٹیلے سے نکل آئی
گھٹا شبرنگ ڈھالوں کی زمینِ بدر پر چھائی

نہ تھی لیکن خبر اِن بدسرشتوں بدنہادوں کو
کہ اَن دیکھا خدا بھی دیکھتا ہے ان ارادوں کو

صفِ اسلام

صفیں باندھے کھڑے تھے سامنے ایمان والے بھی
خُدا والے، مُحمّد والے بھی قُرآن والے بھی

نمائش تھی نہ شوکت تھی نہ گھوڑے تھے نہ جوڑے تھے
نہ کلغی تھی نہ طُرّہ تھا، کمندیں تھیں نہ کوڑے تھے

اگرچہ عرش پیما ہمتِ مردانہ تھی ان کی
فقیرانہ تھا مسلک وضع درویشانہ تھی ان کی

نمازِ عجز کے سجدے تڑپتے تھے جبینوں میں
چٹانوں کی طرح مضبوط دل رکھتے تھے سینوں میں

---

[1] وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۔ پ۹ الانفال ع ۶

ان لوگوں (قریش) کی طرح نہ بنو جو اپنے گھروں سے غرور اور نمائش اور دکھاوے کے ساتھ اور خدا کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہوئے نکلے۔ خدا اُن کے تمام کاموں کو گھیرے ہوئے ہے۔

marfat.com

تھے اِن کے پاس دو گھوڑے چند ہیں آہن شیشیں[1]
نہ تیغ و تیر پر تکیہ، نہ خنجر پر نہ بھالے پر

پلٹنے کے لئے تھے یہ لوگ دنیا بھر کی تقدیریں
بھروسا تھا تو اک سادی سی کالی کملی والے پر

تلقینِ ہادیؐ

قریشی فوج کا طوفان جب نزدیک نظر آیا
تو اطمینان سے اُس کملی والے نے فرمایا

کہ اے ایمان والو، آ رہی ہے فوج باطل کی
تمہارے عزم سے ٹکرا رہی ہے موج باطل کی

تمہیں سونپے کے اب ایمان کو محفوظ رکھنا ہے
مگر آدابِ ربط و ضبط کو ملحوظ رکھنا ہے

تمہیں لازم ہے خوفِ ماسوا دل سے اُٹھا دینا
خدا کے حکم، تلقینِ نبی پر سر جھکا دینا

خبردار آنہ جائے لشکرِ باطل قریں جب تک
نہ ہو اُن کی طرف سے حملہ ہونے کا یقیں جب تک

لڑائی کے لئے اُس وقت تک جنبش نہ تم کرنا
نہ ہو مجبور جب تک جنگ کی خواہش نہ تم کرنا

لڑائی ٹال دینا در گذر کرنا ہی بہتر ہے
جہاں تک ہو سکے اس سے حذر کرنا ہی بہتر ہے

مگر جب جنگ چھڑ جائے تو استقلال لازم ہے
قضا کا خندہ پیشانی سے استقبال لازم ہے

نہیں واجب مسلمانوں کو فکرِ بیش و کم رکھنا
میانِ جنگ اپنے آپ کو ثابت قدم رکھنا

[1] زرہ پوش صرف چوبیس تھے باقی مسلمان ہونے دو گھوڑے تھے (رحمۃ للعالمین) صرف آخر تک ایسے تیس (دس) تھے

نشانِ منزلِ استقلال ہے اقبال والوں کا کہ ساتھی ہے خدا صبر اور استقلال والوں کا[1]

رسول اللہ کی دعائیں بہرِ مجاہدینِ بدر

یہ فرما کر اٹھائے ہاتھ ہادی نے دعا مانگی صحابہ کے لئے اس طرح تائیدِ خدا[2] مانگی

دعا مانگی الٰہی یہ تیرے دیندار بندے ہیں بہت ہی صاحبانِ جرأت و ایثار بندے ہیں

وطن سے بے وطن آرام سے محروم بیچارے جفا و ظلم کے مارے ہوئے مظلوم بیچارے

یہ اس میدان میں آئے ہیں تیرے نام کی خاطر تیرے پیغام کی خاطر تیرے اسلام کی خاطر

بہت تھوڑے ہیں یہ تعداد میں ان کو زیادہ کر دلوں کو استقامت دے قوی ان کا ارادہ کر

یہ چند افراد ہیں تیرے نبی کے ساتھ آئے ہیں نہیں ہے کچھ بھی ان کے پاس خالی ہاتھ آئے ہیں

الٰہی رزق کی تنگی ہے ان کو رزقِ وافر دے نہیں ہے مال ان کے پاس تو ان کو غنی کر دے

لباس ان کا ہے بوسیدہ عطا کر دے لباس ان کو الٰہی اور دے دے مہلتِ شکر و سپاس ان کو

---

[1] وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۔ پ۹ الانفال ع ۸ استقلال رکھو اللہ استقلال رکھنے والوں کا ساتھی ہے۔

[2] اَللّٰهُمَّ اِنَّهُمْ حُفَاةٌ فَاحْمِلْهُمْ وَعُرَاةٌ فَاكْسُهُمْ وَجِيَاعٌ فَاشْبِعْهُمْ وَعَالَةٌ فَاَغْنِهِمْ مِنْ فَضْلِكَ اے میرے پروردگار یہ لوگ پا پیادہ ہیں ان کو سوار کر دے۔ یہ لوگ برہنہ ہیں۔ ان کو لباس پہنا۔ یہ بھوکے ہیں ان کو سیر کر۔ یہ نادار ہیں ان کو اپنے فضل سے غنی بنا دے۔

marfat.com

پیادہ ہیں سواری کے لئے رہوار دے اِن کو
دفاعِ دشمناں کے واسطے ہتھیار دے اِن کو

ضعیف و ناتواں ہیں اے خدا اِن کو قوی کر دے
الٰہی ان پہ آساں دینِ حق کی پیروی کر دے

الٰہی نعمتوں سے اِن کی خالی جھولیاں بھر دے
سرو ساماں نہیں ہے تو سرو ساماں عطا کر دے

وہ سب کچھ دے انہیں جس میں رضا ہو اے خدا تیری
مسلماں اس پہ دھنی ہیں کہ پوری ہو رضا تیری

لبِ صادقؐ سے جب تعدیلِ بول اچھی دعا ہو کر
فلک نے بھی کہی آمین زمیں سے ہمنوا ہو کر

ہوئی مضبوط مردانِ مجاہد کی صف آرائی
قلوبِ مطمئن نے اور بھی پائی توانائی!

غلاموں کے دلوں کو حبِّ آزادی سے گرما کر
صفیں کر کے مرتب ضبط کی تلقین فرما کر

صحابہ کو بروئے فوجِ دشمن کر کے استادہ
عریشے میں ہوا محوِ دعا اللہ کا دلدادہ

دشمنوں کی آہنی صفیں

قریشی فوج بھی تعداد اور سامان دکھلا کر
صف آرا ہو گئی آخر کھلے میدان میں آ کر

قدم کو گاڑ کر، کولہے ملا کر، جوڑ کر کاندھے
منظم قاتلوں نے آج مقتل میں بچھائے ہیں

ہزار افراد تھے اس لشکرِ اسلام دشمن میں
مسلح تند خو ڈوبے ہوئے دریائے آہن میں

چلم آہن کے، خود آہن کے، چار آئینے آہن کے
سر آہن کے، دل آہن کے، مکدر سینے آہن کے

مٹھے تھے حلقہ ہائے آہنیں سے آہنیں شانے
چڑھے تھے کہنیوں تک سر بسر آہن کے دستانے

تبر ہائے سیہ رو، گرز ہائے گاؤ سر آہن
نیاموں کے شکم نیزوں کے پھل تیروں کے پر آہن

یہ ڈھالیں اور زرہیں اور خنجر اور تلواریں
کھڑی کر دی تھیں گویا ریت پر لوہے کی دیواریں

اپنے محسن کے دشمن

معاذ اللہ یہ نرغہ تھا اک جانِ محمدؐ پر
نہ تھی ان کی نگہ شاید نگہبانِ محمدؐ پر

محمدؐ جس کے دم سے تھی یہ ساری عالم آرائی
تھی جس کی ذاتِ پاک ایجادِ کُن کی علتِ غائی

محمدؐ، ہاں جسے دنیا و دیں کا پیشوا کہیئے
خدا کی کشتیٔ ارض و سما کا ناخدا کہیئے

جو باطل کے اسیروں کو رہائی دینے آیا تھا
جو گمراہوں کو درسِ رہنمائی دینے آیا تھا

مقدر تھی نجاتِ دو جہاں جس کے وسیلے سے
اُسے ہونا پڑا دوچار اپنے ہی قبیلے سے

یہ قاتل برسرِ پیکار تھے سردارِ عالم سے
یہ نقشہ دیکھ کر پیرِ فلک خم ہو گیا غم سے

یہ ڈر تھا رُبعِ مسکوں اپنے مرکز سے نہ ہٹ جائے
کہیں جوشِ الم سے سینۂ گیتی نہ پھٹ جائے

marfat.com

نُور و ظُلمت آمنے سامنے

کھڑے تھے رُوبرُو اب صف بصف حق صف بہ صف باطل
اِدھر حق سربکف موجود، اُدھر خنجر بکف بالِل

اِدھر وہ جن کے دم سے ہو گیا اِسلام پائندہ
اُدھر کُفّار کی دُنیا کا ہر کافر نمائندہ

عیاں تھا ایک جانب نُور، ظُلمت دُوسری جانب
صفائے قلب اِک جانب، کدُورت دُوسری جانب

صداقت ایک جانب اور طاقت دُوسری جانب
تحمّل اِک طرف، جوشِ حماقت دُوسری جانب

اِدھر[1] اِعلائے ایماں کو، اُدھر تکذیب کرنے کو
اِدھر تعمیر کرنے کو، اُدھر تخریب کرنے کو

اِدھر مُسلم اُدھر مُشرک، اِدھر مومن اُدھر کافر
پدر مُسلم پسر مُشرک، پسر مومن پدر کافر[2]

اِدھر تقدیر پر شاکر، اُدھر تدبیر پر تکیہ
اِدھر فضلِ خدا پر ناز، اُدھر شمشیر پر تکیہ

نہ دیکھا تھا کبھی خورشید نے پہلے یہ نظّارا
اِدھر ایمان صف آرا، اُدھر شیطان صف آرا

تصادُم ہونے والا تھا صفا میں اور کینے میں
ہوائیں رُک گئیں جس طرح دم رُک جائے سینے میں

---

[1] قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ ثم پ آل عمران۔ ع ۱۳

جو لوگ باہم لڑے ان میں تمہارے لئے عبرت کی نشانیاں ہیں۔ ایک خدا کی راہ میں لڑ رہا تھا۔ دوسرا خدا کے خلاف۔

[2] ہر شخص اپنے مقابل اپنے بھائی بندوں اور عزیزوں کو پاتا تھا۔ (خاتم المرسلین)

marfat.com

رحمۃ للعالمین کا تاثر اور نصرتِ حق کی طلب

نظر آتے تھے مردانِ خدا کُل تین سَو تیرہ
جنہیں میدان میں شیطان کے لشکر نے آگھیرا

نہتے تین سَو تیرہ مگر پُتلے تھے غیرت کے
عَلَمبردار تھے یہ ایک غیرتمند اُمت کے

کھڑے تھے اِس طرح اِس لشکرِ کذّاب کے آگے
چٹانیں ڈٹ گئی ہوں جس طرح سَیلاب کے آگے

صحابہؓ کو جو دیکھا ہو، ذوقِ جاں سپاری میں
سرِ سردارِ عالم جھک گیا درگاہِ باری میں

طبیعت پر وہی کیفیتِ رِقّت ہُوئی طاری
کہ جس سے جُز پیمبر ہر بشر کا قلب ہے عاری[1]

وہ جس کے گھر قبولیت مُرادیں مانگنے آئے
وہی اِس وقت سجدے میں پڑا تھا ہاتھ پھیلائے

بہت نازک تھیں یہ باہم نیاز و ناز کی گھڑیاں
لئے تھے دو صَدف دُردانہ ہائے اشک کی لڑیاں

قریبِ سجدہ گہ صدیقؓ مخوِ اشک باری تھے
لبِ محبوب پر اس وقت یہ الفاظ جاری تھے

الٰہی یہ ترے بندے ہیں تیری راہ میں حاضر
ہُوئے ہیں سَر بکف ہو کر شہادت گاہ میں حاضر

ترے پیغام کی آیات ہیں اِن کی زبانوں پر
مَدارِ قسمتِ توحید ہے اِن چند جانوں پر

---

[1] آنحضرت پر سخت خضوع کی حالت طاری تھی۔ عالمِ بے خودی میں چادر شانہ مبارک پر سے گر گر پڑتی تھی۔ سجدے میں گر گر کر خدا کو پکارتے تھے اور امتِ بیضا کے لئے نُصرت طلب فرماتے تھے۔ (صحیح مسلم و بخاری)

marfat.com

اگر اغیار نے ان کو جہاں سے محو کر ڈالا — قیامت تک نہیں پھر کوئی تجھ کو پوجنے والا
الٰہی اب وہ عہدِ لیلۃ المعراج پورا کر — محمدؐ سے جو وعدہ ہو چکا ہے آج پورا کر[1]

فوجِ دشمن میں طبلِ جنگ

اِدھر محوِ دعا سجدے میں تھا اسلام کا ہادیؐ
اُدھر نقارۂ جنگی سے گونجی بدر کی وادی

علمدارانِ فوجِ کفر نے کھولا نشانوں کو
یہ اذنِ جنگ تھا جنگ آزمودہ پہلوانوں کو

نظر بوجہل نے ڈالی قریشی نیزہ داروں پر
یہی پھرا ہوا شیطان افسر تھا سواروں پر

دکھائی اپنی اپنی شان سرداران خودسر نے
اشارے پا کے سب سردار گبدھریاں لگے کرنے

علمبردار کے ناپاک لب سے کرتا چیخی
اور اس کی چیخ سے بے اختیاری میں ہوا چیخی

پیادوں نے بھی تن کر کھینچ لیں تیغیں نیاموں سے
تیغیں خود غضب کے جوش میں باہر تھیں ہاتھوں سے

شجاعت اور جوانمردی عیاں کرنے کا وقت آیا
مقدر آزمانے مارنے مرنے کا وقت آیا

---

[1] اللھم انی انشدک عھدک ووعدک اللھم ان تھلک ھذہ العصابۃ من اھل الاسلام لا تعبد فی الارض۔ (بخاری و مسلم)

اے میرے خدا اپنے وعدوں کو پورا کر۔ اے میرے خدا اگر مسلمانوں کی یہ جماعت آج اس میدان میں ہلاک ہو گئی تو دنیا بھر میں تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہیگا

قریشی سپہ سالار کی مبارز طلبی

یکایک فوجِ دشمن پا پیادہ ہو گئی ساری
کہ سر لشکر نے کر لی تھی پہل کرنے کی تیاری

سپہ سالار عتبہ جنگ کے ارمان میں نکلا
علی الرغم ابوجہل[1] آپ خود میدان میں نکلا

برادر اور بیٹا دائیں بائیں ساتھ ساتھ آئے
تمنا تھی کہ پہلی فتح ہم تینوں کے ہاتھ آئے

محمدؐ کے صحابہ کو بہت کمزور سا پا کر
کیا نعرہ سپہ سالار نے میدان میں آکر

کہ میں ہوں عتبہ، عتبہ بن ربیعہ جانتے ہو تم
میں کیا ہوں، کون ہوں، اچھی طرح پہچانتے ہو تم

مرا بیٹا ولید اور بھائی شیبہ ساتھ ہیں میرے
یہ دونوں میرے بازو ہیں یہ دونو ہاتھ ہیں میرے

ہمیں تم تول لو یادِ گذشتہ کے ترازو سے
کہ ناواقف نہیں دنیا ہمارے زورِ بازو سے

اگر تم میں سے کوئی حوصلہ رکھتا ہو مرنے کا
جسے ارمان ہو ناشاد دنیا سے گذرنے کا

ہماری تیغ کا مدِ مقابل بن کے آجائے
ہماری ضرب سہہ جانے کے قابل بن کے آجائے

---

[1] عتبہ سردار لشکر، ابوجہل کے طعنے سے سخت برہم ہوا۔ سب سے پہلے وہی اپنے بھائی اور بیٹے کو لے کر نکلا اور مبارز طلبی کی۔ (سیرت النبی)

marfat.com

نُصرتِ حق کی بشارت

اُدھر هَل مِن مُبارِزٌ کی صدا سے گونج اُٹھا میدان
عریشے میں اِدھر محوِ دعا تھے ہادیٔ دَوراں

جنابِ حضرتِ صدیقؓ تھے پہلو میں اِستادہ
نظر آنے لگے دشمن انہیں لڑنے پہ آمادہ

گذارش کی مرے ماں باپ قرباں یا رسُولَ اللہ
کہا کفار نے اِتمامِ میدا ء یا رسُولَ اللہ

ہُوا ہے آکے میدانِ وغا میں الف زَن عُتبہ
دکھاتا ہے مسلمانوں کو تن کر بانکپن عتبہ

غلاموں کے لئے کیا ہے رَضا محبوبِ باریؐ کی
اجازت سرفروشوں کو بھی ہو میدان داری کی

جبینِ پاک سجدے سے اُٹھا اے سرورِ عالم!
خدا وعدہ وفا فرمائے گا اے سرورِ عالم!

کہ سجدے سے اُٹھی پُر نور پیشانی پیمبرؐ کی
کہ سجدے سے اُٹھی پُر نور پیشانی پیمبرؐ کی!

وہی آنکھیں وہی آثار تھے صُبحِ تبسّم کے
وہی لب تھے وہی اسرارِ قرآنی تکلّم کے

لبِ روحُ الامینؑ سے مژدۂ فتحِ مبیں پایا
تو اپنے جاں نثاروں میں امامُ المرسلینؐ آیا

سنہ دیکھو صحیح مسلم

سنہ اِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّي مُمِدُّكُمْ
بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ○ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ
اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ
اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ اِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ

جس وقت تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے پس اس نے تمہاری فریاد
سُنی اور فرمایا کہ ہم ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کریں گے اور یہ خوشی کی
مدد بھیجنے کی تو صرف ایک خوشخبری تھی تاکہ اس سے تمہارے دل مطمئن ہو جائیں
ورنہ فتح تو صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے بیشک اللہ غالب اور حکمت والا ہے

انصار کا اقدامِ میدان اور قریش کا غرورِ نسب

بلاگرداں تھا صلح و امن کے پیغام کا جھنڈا
لیے تھے آج مصعب بن عمیرؓ اسلام کا جھنڈا[1]

مبارز کی طلب واضح ہوئی فخرِ رسالت پر
تو رقت آگئی حضرت کو عتبہ کی جہالت پر

اجازت جنگ کی مانگی اِدھر سے بو حذیفہؓ نے[2]
کہ چاہا دو بدو ہونا پدر سے بو حذیفہؓ نے

رسول اللہ نے ان کو بشفقت منع فرمایا
پسر مارے پدر کو، یہ نہ رحمت کو پسند آیا

مگر میداں میں نعرے مارتا تھا پے بہ پے عتبہ
مبارز کے لئے للکارتا تھا پے بہ پے عتبہ

ہوئی جنبش لوا کو مل گیا اب اذنِ سرکاری
تو مردانِ خدا کی صف سے نکلے تین انصاری

خدا کی راہ میں اغیار سے یہ خوف تھے تینوں[3]
یہ غیرت مند عبداللہؓ معاذؓ و عوفؓ تھے تینوں

مگر ان کو مقابل دیکھ کر عتبہ یہ چلایا[4]
کہ میں یثرب کے چرواہوں سے لڑنے کو نہیں آیا

پکارا اے محمدؐ بھیج میرے ہم نبردوں کو
نہ کر ان کاشتکاروں کے مقابل شیر مردوں کو

---

[1] سفیدِ علمِ اسلام مصعبؓ بن عمیرؓ کے ہاتھ میں تھا (خاتم المرسلین)

[2] حضرت بو حذیفہؓ، عتبہ کے بیٹے ایمان لا چکے تھے۔ باپ کے مقابل ہونا چاہا۔ آنحضرتؐ نے ان کو منع فرمایا (سیرت ابن ہشام)

[3] حضرت عوفؓ، حضرت معاذؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ مقابلے کو نکلے (سیرت النبی)

[4] عتبہ نے کہا ہم کو تم سے غرض نہیں اور پکارا کہ اے محمدؐ! یہ لوگ ہمارے جوڑ کے نہیں ہیں۔ (سیرت النبی)

marfat.com

سُنا ہے اس غزالی فوج میں قرشی بھی شامل ہیں — وُہی آئیں، وہی ہم مرتبہ و ہمسر مقابل ہیں

بہادرانِ آلِ ہاشم کا میدان میں نکلنا

یہ مغرورانہ آوازہ سُنا مختارِ صادق نے — مساواتِ اخوت کے علمبردارِ صادق نے
ہُوا دِل دردمند انسان کی ہر نالہ سرائی پر — غرورِ امتیازِ رنگ و خوں کی خود نمائی پر
ہُوا ارشاد، اچھا، آلِ ہاشم جنگ کو نکلے — دفاعِ گردنِ افرازانِ خون و رنگ کو نکلے
اشارا کر دیا ہادیؐ نے انصاری پلٹ آئے — معاذؓ و عوفؓ و عبداللہؓ اپنی صف میں ہٹ آئے
بڑھے اب ابنِ عبدُالمطلب شیرِ خدا حمزہؓ — امیرِ قومِ عجم مصطفیٰؐ و مرتضیٰؐ حیدرؓ
عبیدہؓ اور علیؓ مرتضیٰؐ نکلے معیت میں — کہی تکبیر اہل اللہ نے جوشِ محبت میں
بنے شیروں کی صورت سوئے میدانِ وغا تینوں — علیؓ حمزہؓ عبیدہؓ اولیائے مصطفیٰؐ تینوں
خدائے پاک کی مدح و ثنا کرتے ہوئے نکلے — رجز پڑھتے ہوئے وحدت کا دم بھرتے ہوئے نکلے

کفر کے طنز پر اسلام کا جواب

ولید و عتبہ و شیبہ کھڑے تھے مستعد تینوں — بہم تینوں کے پشتیبان و مددگار و معاون تینوں

پکارا عُتبہ، اچھا تم قُریشی ہو تو آ جاؤ
قریب آنے سے پہلے اپنا اپنا نام بتلاؤ

کیا حمزہؓ نے نعرہ، حمزہ ہوں میں شیرِ ربُ ہوں میں
مجھے تم جانتے ہو ابنِ عبدُالمُطلب ہُوں میں

میرے ساتھی بھی دونوں ہاشمی غیرت کے وارث ہیں
علیؓ ابنِ ابی طالب عبیدہؓ ابنِ حارث ہیں"

کہا عُتبہ نے ہاں تم محترم ہو اور ہمسر ہو
فقط ہتھیار کم ہیں ورنہ رُتبے میں برابر ہو

بہت اچھا ہُوا تم نے کیا اِقدام مرنے کا
مزا آئے گا ہم کو بھی تمہارے قتل کرنے کا

کہا حمزہؓ نے، عُتبہ فائدہ کیا لاف کرنے سے
جو تلواریں اٹھاتے ہیں نہیں ڈرتے وہ مرنے سے

یہ باتوں کا نہیں ہنگام جوہر کوئی دکھلاؤ
ابھی سب حال کھُل جائے گا آؤ سامنے آؤ

اِنفرادی جنگ کا منظر

یہ طعنہ سُن کے غصے میں بھبوکا بن گیا عُتبہ
بدل کر بیٹھ حمزہؓ کے آگے تن گیا عُتبہ

ولید آیا علیؓ المرتضےٰ پر فتح پانے کو
بڑھا شیبہ عبیدہؓ کی طرف جُرأت دکھانے کو

غرض اب قتل و خونریزی پہ مائل ہو گئے تینوں
مقابل پا کے تینوں کو مقابل ہو گئے تینوں

اُدھر بھی برق کی مانند شمشیریں نکل آئیں
اِدھر بھی کاتبِ قدرت کی تحریریں نکل آئیں

دو لشکر اس طرح حیران تھے جیسے جاں نہیں تن میں
زمیں پر بجلیاں سی کوندتی تھیں روزِ روشن میں

marfat.com

دو جانب سے نگاہیں جم گئیں جنگ آزماؤں پر
اُدھر بازو کے بل پر ناز، اِدھر تکیہ دعاؤں پر

حضرت حمزہؓ اور عُتبہ کا مقابلہ

یکایک سب نے دیکھا کھینچ لی تلوار عُتبہ نے
کیا حمزہؓ کے سر پر ایک کاری وار عُتبہ نے

جنابِ حمزہؓ نے تلوار پر تلوار کو روکا
سُبک دستی سے جھپکی دے کے مہلک وار کو روکا

نظر کچھ بھی نہ آیا جھنجھناہٹ کی صدا آئی
اُڑیں چنگاریاں تلوار سے تلوار ٹکرائی

ذرا مُہلت جو پائی ایک پل دھوکے سے حمزہؓ نے
سُبک ہو کر نکالا ہاتھ اُلجھاوے سے حمزہؓ نے

لیا دشمن کو بڑھ کر تیغِ فرخ فال کے نیچے
مگر عُتبہ نے سر اپنا چھپایا ڈھال کے نیچے

صدا تکبیر کی آئی، زمینِ بدر تھرائی
پلک جھپکی کھلیں آنکھیں تو یہ صورت نظر آئی

پڑی تلوار فولادی سپر کے ہو گئے ٹکڑے
سپر سے تا بہ سر پہنچی تو سر کے ہو گئے ٹکڑے

گلو میں بھی نہ اُنکی سینہ کاٹا دِل جگر کاٹا
لہو چاٹا جگر کا بندِ زنجیرِ کمر کاٹا

گلے کے ہار زنجیروں کی لڑیاں کاٹ کر نکلی
زرہ بکتر کے بندھن اور کڑیاں کاٹ کر نکلی

یہ تیغِ حمزہؓ تھی دعوے تھے اس کو خاکساری کے
زمیں پر آ رہی کر کے دو ٹکڑے جسمِ ناری کے

یہ برقِ نور تھی یا اہل کا قصہ پاک کر آئی
گری یکلخت اور دو لخت کر کے خاک پر آئی

گری جب خاک پر دو ٹکڑے ہو کر لاش خود سر کی
دہانِ شیر سے نکلی صدا اللہ اکبر کی

صفِ مردانِ غازی نے کہیں اک ساتھ تکبیریں
قلوبِ اہلِ باطل پر گریں حسرت کی شمشیریں

حضرت علیؓ اور ولید کا مقابلہ

اُدھر حمزہؓ کے ہاتھوں عُتبہ فرشِ خاک پر لیٹا
علیؓ سے تھا اِدھر تیغ آزما مقتول کا بیٹا

پدر کے خون سے مُنہ ہو گیا غصے میں لال اس کا
بھڑک اُٹھا بدن پر مثلِ شعلہ بال بال اس کا

علَم کی اور چوکس ہو کے تیغِ آب دار اُس نے
کئے بڑھ کر سنبھل کر پے بہ پے سات آٹھ وار اس نے

علیؓ اس شان سے رَد کر رہے تھے اس کے واروں کو
کہ ہوتا تھا تعجب نوجواں پر پُختہ کاروں کو

کبھی رَد کر دیئے جُھک کر کبھی خالی دیئے ہٹ کر
یہ آگے بڑھ کے مُنہ پر آ گئے وہ رہ گیا گھٹ کر

زرہ بکتر کو اُلجھن چار آئینوں کو سکتہ تھا
مگر عُتبہ کا بیٹا وار کرنے سے نہ تھکتا تھا

مگر اب وار خالی دے کے حیدرؓ کو جلال آیا
کہ نازک وقت گذرا جا رہا ہے یہ خیال آیا

کیا نعرہ ہمارا بھی تو لے اک وار او کافر!
سنبھل دیکھ آئی یہ اللہ کی تلوار او کافر!

صدائے شیرِ حق سے چھائی ہیبت قلبِ دشمن پر
سپر اُٹھنے نہ پائی تھی کہ آئی تیغ گردن پر

نہ پائی دیکھنے والی نگاہوں نے بھی آگاہی
کب اٹھی کب گری کیسے پھری تیغِ یدُاللّٰہی

marfat.com

عجب بجلی تھی چمکی اور چمکتی ہی نظر آئی
زرِ خالص تھی کُندن سی دمکتی ہی نظر آئی

کمالِ ضرب پر حمزہؓ کے مُنہ سے مرحبا نکلی
صفِ اسلام سے اللہ اکبر کی صدا نکلی

نویدِ فتح ٹکرائی زمینوں آسمانوں سے
کہ اُترا بارِ سر اک ہستیٔ باطل کے شانوں سے

ملا یہ پھل حریفِ بازوئے شیرِ خدا ہو کر
زمیں پر جا پڑا مغرور سر تن سے جُدا ہو کر

سرِ بے تن اُدھر لُڑھکا تنِ بے سر اِدھر لوٹا
ملامتی میں وہ بھی اور یہ بھی خاک پر لوٹا

حضرت عبیدہؓ کا شیبہ کے ہاتھ سے زخم کھانا

نظر آئیں جو یہ دو ضربتیں مردانِ عالم کی
تو چھائی رُوئے باطل پر سیاہی غصہ و غم کی

عبیدہؓ کر رہے تھے ضربتِ حیدرؓ کا نظارا
کہ شیبہ نے عقب سے ہاتھ اک تلوار کا مارا

چمک دیکھی تو پھرتی سے عُبیدہؓ نے بھی رُخ موڑا
اجل نزدیک پائی پھر بھی دشمن کو نہیں چھوڑا

لگایا ہاتھ شانہ کر دیا بے کار دشمن کا
مگر پنڈلی کے اُوپر پڑ چکا تھا وار دشمن کا

علیؓ و حمزہؓ نے دیکھی جو شیبہ کی غداری
عبیدہؓ کی مدد کرنے کو آئے دوڑ کر غازی

نظر آئے تڑپتے اِس طرف نوری اُدھر ناری
اِدھر بھی ضربِ تھی کاری اُدھر بھی ضرب تھی کاری

بیک ساعت کیا شیبہ پہ اِک اِک وار دونوں نے
کیا فی النور اس ناری کو بھی فی النار دونوں نے

marfat.com

اُتارے اسلحہ تینوں کے یہ بھی ایک صورت تھی
کہ مُردوں سے زیادہ ان کی زندوں کو ضرورت تھی

غنیمت لے کے مقتولوں کے جنگی ساز و ساماں سے
اٹھا کر لے چلے زخمی عبیدہؓ کو بھی میداں سے

سروں پر اِن کے سایہ مہرِ خاور کرتا جاتا تھا
شعاعیں ان کے قدموں پر نچھاور کرتا جاتا تھا

حضرت عُبَیدہؓ کی شہادت

پلٹ کر جب صفِ اسلام میں شیرِ خُدا آئے
رسُول اللہ کے قدموں میں زخمی شیر کو لائے

یہ مہلک زخم تھا ہڈی کا گودا بہتا جاتا تھا
نکلنے سے لہُو کے قلب خالی رہتا جاتا تھا

عبیدہؓ[1] نے ادب سے عرض کی جوشِ ارادت میں
حضور اب فیصلہ کیا ہے مرے بابِ شہادت میں

رسُولِ پاک نے ان کی شہادت پر گواہی دی
انہیں تہنیتِ خوشنودیٔ ذاتِ الٰہی دی

عُبَیدہؓ نے یہ سُن کر رکھ دیا سر پائے ہادیؐ پر
بسی آنکھوں میں جنّت، پھر نظر ڈالی نہ وادی پر

فلک سے نُور برسا دل پہ راحت ہو گئی طاری
ہُوا کلمہ شہادت کا زبانِ پاک پر جاری

---

[1] زخمی عبیدہؓ کو کندھے پر اٹھا کر رسول اللہ صلعم کی خدمت میں لائے۔ عبیدہؓ نے آنحضرت سے پوچھا کہ میں دولت شہادت سے محروم رہا آپ نے فرمایا نہیں تم نے شہادت پائی۔ عبیدہؓ نے کہا آج ابوطالب زندہ ہوتے تو تسلیم کرتے کہ اس شعر کا مستحق میں ہوں۔

ونسلمہ حتی نصرع حولہ ۔۔۔ ترجمہ:۔ ہم محمدؐ کو اس وقت دشمنوں کے حوالے کریں گے جب لڑ لڑ کر مر جائیں۔

ونذھل عن ابنائنا والحلائل ۔۔۔ اور ہم محمدؐ کے لئے بیٹوں اور بیبیوں کو بھول جاتے ہیں (سیرت النبی)

marfat.com

دشمنِ خوف زدہ

وہاں ہلچل پڑی تھی لشکرِ شیطان کے اندر
کہ کھوئے تین سردارانِ قوم اک آن کے اندر

جو ہتھیاروں میں سج کر اونچی بن بن کے آئے تھے
بڑے دعووں سے نکلے تھے بہت تن تن کے آئے تھے

بوقتِ حملہ تھے جن کے دماغ افلاک کے اوپر
پڑے تھے اب وہی بیجان ہو کر خاک کے اوپر

بظاہر بے سروساماں تھے ان کے مارنے والے
نہ ان کے بر میں زرہیں تھیں نہ ان کے ہاتھ میں بھالے

سپر کا بھی اسی تلوار ہی سے کام لیتے تھے
مگر ہر ضرب پر اپنے خدا کا نام لیتے تھے

یہ منظر خوف سے دیکھا گیا فوجِ مقابل میں
کہ اک ساعت سے جنبش تک ہوئی موجِ مقابل میں

ولید و عتبہ و شیبہ یہ تینوں جانِ لشکر تھے
سپہ سالارِ لشکر اور سردارانِ لشکر تھے

قریشی فوج کو یہ ناز تھا ان کی شجاعت پر
کہ بھاری ہیں یہ تینوں فردِ اسلامی جماعت پر

توقع تھی نہتوں کو بھگا کر آئیں گے تینوں
کسے معلوم تھا یوں مار ڈالے جائیں گے تینوں

نظر آیا کہ اک اک زخم کھا کر مر گئے تینوں
بڑے خونخوار تھے اپنے ہی خوں میں بھر گئے تینوں

پسینے آ گئے چھایا صفوں پر ایک سناٹا
کہ زنگ آلود تلواروں نے سرداروں کا سر کاٹا

بہت سے گالیاں دینے لگے اپنے خداؤں کو
کہ نامردوں نے یوں کٹوا دیا تیغ آزماؤں کو

marfat.com

ہوئے مقتول اُن ہاتھوں سے جن پر تھے نہ دستانے
کوئی سمجھے تو کیا سمجھے، کوئی مانے تو کیا مانے
یہ منظر دیکھ کر دل ہی میں پچھتانے لگے اکثر
دبگنے جی چُرانے اور کترانے لگے اکثر

اُبوجہل کی تقریر

یہ صورت دیکھ کر بُوجہل نے اس فوج کو ڈانٹا
کہا، اے قوم عُتبہ تھا ہماری راہ میں کانٹا!
بہم ترتیبِ لشکر میں تو ہم نے کی عرق ریزی
مگر عُتبہ نے تنہا جا کے لڑ مرنے میں کی تیزی
یہ تینوں پہلواں مارے گئے اپنی جہالت سے
تو کیا اب ہم بھی مرجائیں اسی شرم و خجالت سے
تمہارے پاس بھالے ہیں تمہارے پاس ڈھالیں ہیں
فنونِ جنگ ہیں سامان ہے قوت ہے چالیں ہیں
وہ کیا ہیں چند کس فاقہ زدہ مزدور ناکارے
کہ اب تک چھپتے پھرتے تھے تمہارے خوف کے مارے
تمہارے ہاں زرہ پر ہے زرہ جوشن ہے جوشن پر
وہاں مجھ کو تو کپڑا بھی نظر آتا نہیں تن پر
تمہارے ساتھ ہیں اس وقت نو سو ساٹھ تلواریں
اُدھر کیا ہے زیادہ سے زیادہ آٹھ تلواریں
وہ آئیں اور لائیں کُند زنگ آلودہ تلواریں
تمہارے پہلوانوں کو تمہارے سامنے ماریں
کھڑے تم دیکھتے ہو تم کو غیرت کیوں نہیں آتی
غضب ہے، قتلِ عُتبہ پر بھی چھاتی پھٹ نہیں جاتی
تمہاری اس قدر تعداد ہے شوکت ہے کثرت ہے
اگر اس پر بھی نامردی دکھاؤ تو لعنت ہے

marfat.com

مبارز کے طلب کرنے کی حاجت ہی نہیں ہم کو
اُنہیں لڑنے کا موقع دیں ضرورت ہی نہیں ہم کو

ارے ہم اِن مسلمانوں کو کچا ہی چبا لیں گے
کچل ڈالیں گے اِن قدموں کے نیچے پیس ڈالیں گے

ارے اِن خود سروں نے دینِ آبائی سے مُنہ موڑا
ہمارے اور اپنے باپ دادوں کا چلن چھوڑا

مُحمدؐ نے ہمارے اِن کے رشتے قطع کر ڈالے
یہ سب ہیں ایک اَن دیکھے خدا کے دیکھنے والے

یہ سجدے کرنے والے کیا لڑیں گے سَربلندوں سے
انہیں ہم لے چلیں گے باندھ کر اپنی کمندوں سے

شکنجوں میں کسیں گے پیچیوں سے کھال اتارین گے
جہاں پانی نہیں ملتا وہاں لے جا کے ماریں گے

خبر ان سب کی لی جائیگی دُرّوں اور کوڑوں سے
انہیں رُندوائیں گے مکے میں اُونٹوں اور گھوڑوں سے

محمدؐ کیا، محمدؐ کے خدا کو بھول جائیں گے
بڑھو اب ایک ہی ریلے میں سب کو کاٹ کر دھر دو

اِکٹھے مِل کے اِک دھاوا کرو اے جنگ جُو مردو
بڑھو حملہ کرو مارو، بڑھو حملہ کرو مارو"

قریش کا عام دھاوا

کیا جوشِ غضب کو مُشتعل اِس شعلہ باری نے
لگا دی ناریوں کو آگ آتش باز ناری نے

ہُوا ہیجان پیدا آتشِ نمرود میں گویا
چنگاری پڑ گئی اِس تودۂ بارود میں گویا

اُٹھا سو دا سروں میں "قتل کرو سر اتارو" کا ہُوا اک حشر برپا "پکڑو پکڑو مارو مارو" کا
پڑیں نقارۂ جنگی پہ ضربیں طبل پر تھاپیں زمیں دھنسنے لگی گھوڑے لگے جب مارنے ٹاپیں
سنانیں تن گئیں تیغیں اٹھیں تیروں نے پَر تولے بڑھیں ساری بلائیں جانبِ جنگاہ مُنہ کھولے
اڑی پھر ٹھوکروں سے ریگِ صحرا گرد ہو ہو کر چھپایا بار ہا خورشید نے منہ زرد ہو ہو کر
فرشتے غرق حیرت تھے اُدھر عرشی اِدھر فرشی نظر آتا تھا لوہے کا سمندر لشکرِ فرشی
نہتوں پر عیاں کرنے رعب و داب کی صورت اُٹھا طوفان کی صورت بڑھا سیلاب کی صورت

مسلمانوں کا ربط و ضبط اور فرمانِ پیغمبر

اُدھر بڑھتے چلے آتے تھے پیدل بھی رسالے بھی صفیں باندھے کھڑے تھے دھوپ میں اللہ والے بھی
کھڑے تھے صبح سے پہلو بدلتے تھے نہ تھکتے تھے نگاہیں سامنے تھیں دوسری جانب نہ تکتے تھے
سکون و ضبط کی تصویر سنولائے ہوئے چہرے وہ چہرے جن پہ قرباں ہو رہے تھے نور کے سہرے
عرق آلود تھیں پیشانیاں قطرے ڈھلکتے تھے مقدس داڑھیاں تھیں جن میں موتی سے جھلکتے تھے
گدائی میں بھی حاصل شوکتِ شاہانہ تھی ان کو کھڑے تھے اس طرح جیسے کوئی پروانہ تھی ان کو
قریشی فوج نے ڈالی جو طرحِ جنگِ مغلوبہ کیا کثرت نے قلت کو مٹا دینے کا منصوبہ

marfat.com

تو دیکھا جانبِ ہادی کا مُل دیں پناہوں نے
اجازت صف سے بڑھنے کے لئے مانگی نگاہوں نے

یمِ کفار جب یک بارگی بڑھتا نظر آیا
تو اپنے ساتھیوں سے مرشدِ کامل نے فرمایا

ابھی قائم رہو اپنی صفوں میں اے خردمندو
نظر اپنی رکھو اللہ پر اللہ کے بندو

بچائے گا اسی کا ہاتھ ان شمشیر گیروں سے
قریب آئیں تو اس حملے کو رد کو اپنے تیروں سے

صفوں میں ابتری آنے نہ پائے اے جوانمردو
تحمل کے فرائض اپنی جانب سے ادا کر دو

مسلمانوں کی تیر اندازی

نبیؐ کا حکم سُن کر دم نہ مارا صبر کوشوں نے
اُتاریں اپنے کندھوں سے کمانیں دلق پوشوں نے

کمانیں کیا تھیں گیلی لکڑیاں لے کر جھکا لی تھیں
بندھی تھیں سیاں ان میں مگر چلّوں سے خالی تھیں

کمانوں کو جھکایا، تیر جوڑے، تیر بھی کیا تھے
کہ اکثر تیر سُو فاروں سے بھی قطعاً معرّا تھے

بظاہر تیر بھی ایسے ہی ایسی ہی کمانیں تھیں
سلاحِ جنگ کیا بس دل ہی دل میں ہچکچاتی تھیں

اُدھر تپلا تھا ہر بے پیر شیخ و شاب لوہے کا
اِدھر تا دور تا آتا تھا اک سیلاب لوہے کا

لہ قریش کی فوجیں اب بالکل قریب آگئیں، تاہم آپ نے صحابہ کو پیش قدمی سے روکا اور فرمایا کہ جب دشمن پاس آجائیں تو تیروں سے روکو۔ (سیرت النبیؐ)

marfat.com

اِدھر تیر و کماں کی شکل ہو کر تن گئے تنکے
زمیں پر غیرتِ سدِّ سکندر بن گئے تنکے

وہاں بھونچال کی سی چال سے دھرتی دھمکتی تھی
غبار اُٹھتا تھا جس میں برق رہ رہ کر چمکتی تھی

یہاں اب تک کوئی جنبش نہ تھی اللہ والوں میں
کوئی اندیشۂ باطل نہ تھا ان کے خیالوں میں

مگر بوجہل جب حملے بڑھا لایا لعینوں کو
بڑھیں نیزوں کی انیاں تاک کر پُرنور سینوں میں

یہ سرکش بڑھتے بڑھتے جس گھڑی سر پہ آ پہنچے
ستمگر راہزن اسلام کے گھر ہی پہ آ پہنچے

تو اسلامی کمانداروں نے بھی تاکا نشانوں کو
چڑھا کر تیر گھٹنے ٹیک کر تانا کمانوں کو

دکھائی دستہائے چپ نے راہِ راست منزل کی
نگاہوں نے لگائی شست چشم و سینہ و دل کی

ملے جب دستہائے راست خم ہو کے شانوں سے
صدا اِک بار بسم اللہ کی نکلی زبانوں سے

کمانوں سے نکل کر تیر یوں سوئے ہدف جھپٹے
فضا میں جس طرح شہباز چڑیوں کی طرف جھپٹے

وہ فوجِ روسیہ پھرے ہوئے فیلوں کا لشکر تھا[1]
مگر تیروں کی بارش بھی ابابیلوں کا لشکر تھا

ہوا میں سنسناہٹ سی ہوئی پھر یہ نظر آیا
کہ تنکوں نے پلٹ دی بڑھنے والی فوج کی کایا

نہ کترائے نہ منہ موڑا نہ خم کھاتے نظر آئے
یہ چوبی تیر تھے فولاد کی زرہوں میں در آئے

بہت سے پار اُترے جوئے خونِ دل سے منہ دھو کر
بہت سے رہ گئے سینوں کے اندر غرق ہو ہو کر

---

[1] مکے پر اصحاب فیل کا حملہ (دیکھو جلد اوّل شاہنامۂ اسلام)

marfat.com

تھے اکثر جسم بھی زرہیں بھی اور بلبوس بھی دُہرے
مگر تیروں نے گھس کر توڑ ڈالے پشت کے مُہرے

بھڑک اُٹھے جو مرکب راکبوں کی پٹڑیاں ٹوٹیں
رکابیں پھنس گئیں پیروں میں باگیں ہاتھ سے چھوٹیں

جو سب سے آگے آگے آرہے تھے جوش میں بھر کر
گرے اُن میں سے اکثر زخم کھا کر اور مر مر کر

ہُوئے پیوست یہ ناوک جہاں پائی جگہ تن میں
شکم میں آنکھ میں رخسار میں شانے میں گردن میں

زمیں پر آرہے اَسوار گھوڑوں نے جو رُخ موڑے
صفیں اپنی ہی اپنے ہی پیادوں کے پنپے توڑے

قِلّت و کثرت میں جنگِ مغلوبہ

صفوں کی برہمی کا دیکھ کر یہ حرفہ نظارا
غضب میں بھر گیا بوجہل پھر لوگوں کو للکارا

ہُبل کے نام کی غیرت دلائی بُت پرستوں کو
اکٹھا کر کے پھر آگے بڑھایا چیرہ دستوں کو

نئے وعدے کئے ہمت بندھائی پہلوانوں کی
مسلمانوں کی جانب پھیریں لنکیں سنانوں کی

ہُوئی پامال ضبط و درگذر کی آخری حد بھی
بڑھے اَب اِذن پاکر جاں نثارانِ محمدؐ بھی

قتالِ جنگِ مغلوبہ کے ساماں ہو گئے آخر
حق و باطل بہم دست و گریباں ہو گئے آخر

دکھائی رزم گہ میں شانِ اسلامی دلیروں نے
دبو چارا کبوں کو مرکبوں سے مُنڈ شیروں نے

ہٹے گتھ گئے بیباک ہو کر تیغ والوں سے
نہ دھمکی سے ڈرا کوئی نہ گرزوں سے نہ بھالوں سے

لگی مظلوم و ظالم میں غضب کی کشمکش ہونے
زمیں پامال ہو کر خون کے آنسو لگی رونے

جو نیزوں کے نشانوں پر تھے کھیلے اپنی جانوں پر
سِنانوں کو بچایا ہاتھ دوڑایا سِنانوں پر

کسی کا جسم لاغر ہو گیا زخموں سے صد پارا
کسی نے چھین کر نیزہ اُسی بے دین کو مارا

ضعیفوں کو حریفوں ہی سے حاصل ہو گئیں تیغیں
لپٹ کر اس طرح بازو مروڑے چھین لیں تیغیں

یہی تیغیں مثالِ برق چمکیں اب عَلَم ہو کر
لگے گرنے زمیں پر نخلِ تن سے سَر قلم ہو کر

مُجاہدینِ اسلام کی شجاعت

اِدھر فاقہ زدہ انساں اُدھر گاوانِ پرواری
ہُوئی دونوں طرف سے کُشت و خُوں کی گرم بازاری

نمازیں پڑھنے والوں نے دکھائی وہ جوانمردی
کہ شانِ وحدتِ حق فوجِ کثرت پر عیاں کر دی

کیا حمزہؓ نے دھاوا اس طرح قرشی جلیلوں پر
کسی جنگل میں جیسے شیر جا پڑتا ہے فیلوں پر

بہت بیباک تھی یہ تیغ اب کچھ اور چل نکلی
ابھی شانے پہ چمکی تھی ابھی زیرِ بغل نکلی

کسی کی ڈھال کاٹی سر سے گذری صدر تک پہنچی
صدائے ہائے واویلا ہر اہلِ غدر تک پہنچی

کمر کو کاٹ کر اک نار سی صابون سے نکلی
اگر دامن سے اُلجھی صاف ہو کر خون سے نکلی

یہ سینے سے لہو قلب و جگر کا چاٹ کر آئی
زِرہ کے دام، بندھن اور حلقے کاٹ کر آئی

marfat.com

کبھی اس کا کُلُوتا کا کہیں اس کی کمر تازی
کبھی سیدھی گری بجلی کبھی ترچھی کبھی آڑی

جو افسر تھے اُنہیں آواز دے کر ٹوک کر مارا
جو بھاگے سامنے سے ان کا رستہ روک کر مارا

کہیں مولا علیؓ کی تیغ جوہر دار کا غُل تھا
خدا کے فضل سے شیرِ خدا غالب علی کُل تھا

ہُجُومِ اہلِ مکّہ نے جدھر غلبہ ذرا پایا
جہاں انبوہ قرشی پہلوانوں کا نظر آیا

بڑھے مشکل کشا للکارکر ان بدنہادوں کو
لگے زیر و زبر کرنے سواروں کو پیادوں کو

مدد کرنے کو اپنے ساتھیوں کی بار بار آئے
کبھی سوئے یمیں جھپٹے کبھی سوئے یسار آئے

نہیبِ تیغِ دامندار سے ہٹ ہٹ گئے کافر
مثالِ زنگ اس تلوار سے کٹ کٹ گئے کافر

گھڑی بھر میں جہاں کفّار کا انبوہِ بے حد تھا
کسی کے ہاتھ گُم تھے اور کسی کا سر ندارد تھا

حضرتِ زبیرؓ اور ابُوکرُش کا مقابلہ

زُبیر اس رنگ سے گھُس کر لڑے گھمسان کے اندر
زمیں پر لگ گئے کُشتوں کے پُشتے آن کے اندر

لہ زُبیر ابنِ عوام رسُولِ خدا کی پھوپھی صفیہ بنتِ عبدالمطلب کے بیٹے۔ عوام اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے سگے بھائی تھے۔ قدیم الاسلام تھے۔ تمام غزوات میں آنحضرتؐ کے ہمرکاب کارہائے نمایاں کئے۔ اس معرکہ میں بہت زخم کھائے۔ شانہ پر اتنا گہرا زخم تھا کہ اچھا ہو جانے پر اس میں انگلی چلی جاتی تھی۔ بدر میں جس تلوار سے لڑے تھے وہ لڑتے لڑتے کُند ہو گئی تھی۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

اگرچہ شانہ و بازو پہ کھائے زخم بھی کاری
اگرچہ چلتے چلتے بن گئی تلوار بھی آری

مگر بپھرے ہوئے تھے دشمنوں کے طعن سُن سُن کر
خدا کے دشمنوں کو مارتے جاتے تھے چُن چُن کر

اچانک ایک قرشی پہلواں للکار کر نکلا
اکڑ کر بلبلا کر اور نعرے مار کر نکلا

کہ نادانو مسلمانو شجاعت پر نہ اِتراؤ
مَیں ہُوں بُوکرش[1] تم سب مِل کے میرے سامنے آؤ

نظر آیا کہ یہ انساں نہیں پُتلا ہے آہن کا
کوئی حصّہ جُز آنکھوں کے نظر آتا نہیں تن کا

بشر تھا. یا کہ تھا بیڈول سا اِک ڈھول لوہے کا
چڑھا رکھا تھا جس نے تن کے اُوپر خول لوہے کا

کوئی حربہ ہو کیسے کارگر اس مردِ آہن پر
کہ از سر تا بپا فولاد کا ملبوس تھا تن پر

یہ کل آہن کی شاید ڈھل کے آئی تھی جہنم سے
زمیں پر اپنے پیروں چل کے آئی تھی جہنم سے

بڑھا سُوئے مُسلماناں جو یہ کافر رجز پڑھ کر
تو پھُرتی سے زبیرؓ اس کے مقابِل ہو گئے بڑھ کر

مزاحم پا کے اپنی راہ میں اللہ والے کو
اُٹھایا مردِ آہن پوش نے دیو زاد بھالے کو

مگر ہشیار و چابک دست تھا اللہ والا بھی
تھا خوش بختی سے اُسکے ہاتھ اک چھوٹا سا بھالا بھی

اُدھر نیزہ چلا اُس کا اِدھر سے مردِ غازی کا
لگے کرنے دو شکر اب نظارہ نیزہ بازی کا

---

[1] سعید بن العاص کا بیٹا عبیدہ سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈُوبا ہُوا صف سے نکلا اور پکارا مَیں بُوکرش ہُوں۔ (صحیح بخاری) حضرت زبیرؓ اس کے مقابلے کو نکلے (سیرت النبی)

marfat.com

بہم رَدّ و بدل سے جُرأتیں دو سمت گرمائیں
جھڑیں چنگاریاں دونوں سنانیں مِل کے ٹکرائیں

پیاپے باندھتا تھا بند کُندے تولنے والا
مگر اس سے زیادہ مُستعد تھا کھولنے والا

بُلا کے طعن تھے پُر پیچ چوٹیں تھیں کمانیں تھیں
سِنانیں تھیں کہ دو بھن دار سانپوں کی زبانیں تھیں

جما کر پَیتَرا کر کے اشارا مردِ غازی نے
اَنی رکھتے ہی اِک ہکّہ جو مارا مردِ غازی نے

ہوائی کر دیا باطل کے نیزہ باز کا نیزہ
زمیں پر سر کے بَل آیا غرور و ناز کا نیزہ

دکھائی کچھ کمی دشمن کے چیلے نے نہ طاقت نے
مگر نیزہ اُڑا اڑا لے گیا زبیرؓ بالیاقت نے

نظر آئی جو شکلِ مرگ اِس اُفتاد کے اندر
لرز کر رہ گیا دل سینۂ فولاد کے اندر

قریشی پہلواں کے ہاتھ سے جب اُڑ گیا بھالا
تو بٹ کر ہاتھ اُس نے قبضۂ شمشیر پر ڈالا

مگر اب جاں نثارِ احمدِ مرسلؐ کی باری تھی
کہ برچھی ہاتھ میں تھی اور قضا کی سازگاری تھی

جھپٹ کر شیر نے اِک وار دشمن پر کیا کاری
جہاں آنکھوں کے دو سُوراخ تھے برچھی وہاں ماری

سناں اس زور سے آہن کا چہرہ توڑ کر گزری
گھُسی چشمِ عدو میں کاسۂ سر پھوڑ کر گزری

سرِ خود سر نے حق سے سرکشی کرنے کا پھل پایا
کہ پھل برچھی کا سر میں دوسری جانب نکل آیا

گرا فولاد کا پتلا زمیں پر سرنگوں ہو کر
بگڑ بیٹھا گیا آنکھوں کے رستے موجِ خوں ہو کر

لہ صحیح بخاری میں دیکھو غزوۂ بدر

قفس کے ٹوٹنے سے طائرِ جاں اُڑ گیا اُس کا
اِدھر کھینچی جو برچھی زور سے پھل مُڑ گیا اُس کا

مگر ہاں یادگارِ ضربِ اسلامی رہی برچھی
جہادِ حق میں دستِ راست کی حامی رہی برچھی[1]

دو لشکر کر رہے تھے برسرِ میداں یہ نظّارا
کہ آہن پوش کافر اک اشارے میں گیا مارا

صدائے نعرۂ تکبیر سے پھر گونج اُٹھی وادی
کہ جس نے مشرکوں میں غیظ کی اِک لہر دوڑا دی

ہنگامۂ کارزار

صدائیں دو طرح کی آج زیرِ آسماں گونجیں
اِدھر سے نعرۂ تکبیر اُدھر سے گالیاں گونجیں

بظاہر شور و غوغا مشرکوں کا دُور تک پھیلا
دہائی خود ستائی اور ہلچل اور واویلا

صدائے طبل، آوازِ رجز، نعرے نقیبوں کے
بڑھاوے افسروں کے اور آوازے خطیبوں کے

دُرشت و اشتعال انگیز طعن آمیز گفتاریں
بہم ٹکرا کے تلواروں کی تُند اور تیز جھنکاریں

مدینے کے غریبوں کو ڈپٹ قرشی امیروں کی
کمانوں کے کڑکنے پر پھڑک پرداز تیروں کی

---

[1] برچھی پیوست ہو گئی۔ حضرت زبیرؓ نے اس کی لاش پر پاؤں اڑا کر کھینچی تو بڑی مشکل سے نکلی۔ لیکن دونوں سرے خم ہو گئے۔ یہ برچھی یادگار رہی یعنی حضرت زبیرؓ سے آنحضرتؐ نے طلب فرمائی۔ پھر چاروں خلفاء کے پاس منتقل ہوتی رہی۔ پھر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس آئی۔ جہاد میں اس کو فوج کے سامنے رکھا جاتا تھا۔ (دیکھو طبری)

marfat.com

شبا شب خنجروں کی اور چھاچھ برچھی بھالوں کی
پیاپے باہمی تکرار گرزوں اور ڈھالوں کی

وہ چیخیں زخمیوں کی بددعائیں مرنے والوں کی
بتوں کے نام لیکر التجائیں ڈرنے والوں کی

ہوا میداں میں برپا ایک ہیبت ناک ہنگامہ
عجب پُرہول ہنگامہ، عجب ناپاک ہنگامہ

مگر آوازِ حق اٹھتی تھی جب اس شورِ محشر میں
تو دب جاتا تھا سب کچھ نعرۂ اللہ اکبر میں

گرمیٔ جنگ اور ساقیٔ کوثر کا فیض

فلک پر مہر جھنجھلاتا ہوا معلوم ہوتا تھا
غضب کی آگ برساتا ہوا معلوم ہوتا تھا

مثالِ شعلہ اڑتی تھی زمینِ بدر کی مٹی
یہ مٹی تھی کہ دھڑ دھڑ جل رہی تھی آگ کی بھٹی

معاذ اللہ تابشِ دھوپ کی سیلاب آتش کا
کہ جس کے سامنے ہو جائے زہرآب آتش کا

جب ایسی آگ لگتی ہے نہیں اٹھتا دھواں شاید
دھواں اٹھ اٹھ کے یا پھر بن گیا ہو آسماں شاید

طمانچے مارتے تھے آتشیں جھونکے ہواؤں کے
جل اٹھتے تھے بلاں زیرِ زرہ جنگ آزماؤں کے

مگر اس سے زیادہ آتشیں تھی آنچ تیغوں کی
سرِ میداں بہا در کر رہے تھے جانچ تیغوں کی

غضب کی آچکی تھی خونِ انسانی میں طغیانی
کسی جانب نظر آتا نہ تھا میدان میں پانی

مجوے تھے اسلحہ کفار کے تپ تپ کے انگارے
نکل آئی تھیں موشوں سے زبانیں پیاس کے مارے

marfat.com

مزاجِ کائنات اس وقت محوِ شعلہ باری تھا
مگر ہاں رحمۃ للعلمینؐ کا فیض جاری تھا

وہی اِک حوض تھا اس وقت ان لوگوں کی قسمت سے
مسلمانوں نے جس کو بھر لیا تھا آبِ رحمت سے

مُروّت پوچھتی تھی نام مومن کا نہ کافر کا
کہ پینے دو یہ اِذنِ عام تھا ساقیٔ کوثرؐ کا[1]

حوض پر کُفّار کی چیرہ دستی

مگر کُفّار اس پر بھی دکھاتے تھے زبردستی
چڑھی تھی خود فراموشوں کو جامِ مرگ کی مستی

کہ ظالم پی چکے پانی تو پھر سر پھوڑنے دوڑے
تبرّے لے کے پلٹے حوض ہی کو توڑنے دوڑے

نظر آیا جو احساں ناشناسی کا یہ نظّارا
مسلمانوں نے بڑھ کر ان کو روکا اور للکارا

قریبِ حوض آکر بڑھ گئی شدّت لڑائی کی
بڑھا دی آب نے کچھ اور بھی حِدّت لڑائی کی

پڑا کھمسان کا رَن خُون کی ندی ہونے جاری تھی
بالآخر حوض کے آگے سے پیچھے ہٹ گئے ناری

مُسلمانوں کا اِستقلال

تھے غلامانِ نبی تعداد میں کم تھے
مگر اللہ والے تھے مگر مردانِ عالم تھے

---

[1] ساقیٔ کوثرؐ کا فیض عام تھا۔ اس لئے کہ دشمنوں کو بھی پانی پینے کی عام اجازت تھی (سیرت النبی)

marfat.com

یہ بے ساماں لڑے کچھ اس طرح ساماں والوں سے
کہ انکے ہاتھ رکتے تھے نہ خودوں سے نہ ڈھالوں سے

ابوبکرؓ اپنے بیٹے پر بڑھے تیغہ علم کرکے
جو آیا راہ میں سر رکھ دیا اُس کا قلم کرکے

عمر فاروقؓ نے بھی ہاتھ جس مغرور پر ڈالا
پچھاڑا اور چھاتی پر چڑھے اور قتل کر ڈالا

جو اِتراتے تھے مدعیانِ نام و ننگ ہو ہو کر
علیؓ کی ضربتوں سے رہ گئے چور نگ ہو ہو کر

بہادر بوُدجانہ شیر کی صورت جھپٹتے تھے
خدا کے دشمنوں سے برسرِ میداں نپٹتے تھے

غلامانِ محمدؐ میں کسی سے کم نہ تھا کوئی
نحیف اور بھوکے پیاسے تھے مگر بے دم نہ تھا کوئی

لڑے اس طرح حق کی راہ میں سینہ سپر ہو کر
کہ شرمندہ ہوئے زیر و زبر ہو کر

زباں تکبیر میں مشغول بازو قتلِ دشمن میں
فزوں ہوتا تھا اک اک زخم پر سیروں لہو تن میں

ثبات و صبر تھا ذوقِ یقیں کی کارسازی سے
تھے وہ تین تین اُلجھے ہوئے ایک ایک غازی سے

اصلِ اصولِ جہاد

اصولِ ملتِ اسلام توڑا جا نہیں سکتا
کوئی رشتہ عدوئے حق سے جوڑا جا نہیں سکتا[1]

---

[1] عجب وقت تھا اور اسے رسول اللہؐ کا معجزہ نہ کہیں تو کیا کہیں کہ بھائی بھائی کے، باپ بیٹے کے اور عزیز عزیز کے خون سے ہاتھ رنگ رہا تھا اور حکمِ رسالت کے سامنے کسی دنیاوی رشتے اور علاقے کی پروا نہ تھی (خاتم المرسلینؐ)

marfat.com

مظاہر تھے یہ سب اسلام کی شانِ جلالی کے
دلوں نے توڑ ڈالے پیکرِ اصنامِ خیالی کے

پدر کی ذات حملہ آوروں کے درمیاں پائی
تو ایمانِ پسر نے سب سے پہلے تیغ چمکائی

پسر کو جب عدوئے دینِ محبوبِ خدا پایا
تو شمشیرِ پدر نے خون پینے میں مزا پایا

پرانے رشتے ناطے عشق نے سب قطع کر ڈالے
بڑھی جب نوکِ خنجر بہ گئے سب بس بھرے چھالے

ہوئی حائل نہ راہِ حق میں ندی شیرِ مادر کی
کہ بڑھ کر کاٹ لی گردن برادر نے برادر کی

جنہیں خوشنودیٔ ذاتِ خدا مطلوب ہوتی ہے
لحاظِ خوں سے ان کی طبع کب مغلوب ہوتی ہے

جہاں میں دشمنِ حق عام انسانوں کا دشمن ہے
جو انسانوں کا دشمن ہے مسلمانوں کا دشمن ہے

برادر۔ باپ، بیٹا کوئی ہو جب دشمنِ دیں ہے
تو اس کی پاسداری سر بسر توہینِ آئیں ہے

جو ملت کے مقابل تیغ و خنجر لے کے آجائے
تحفظ کے لئے جز قتل اس دم کیا کیا جائے

بنائے وحدتِ ملت یہی آئینِ برحق ہے
کہ ملت کے تحفظ پر قیامِ دینِ برحق ہے

بشر جب رشتۂ الفت خدا سے جوڑ لیتے ہیں
تو اپنے دل جہانِ ماسوا سے توڑ لیتے ہیں

خدا ہی کے لئے خلقِ خدا سے دوستی ان کی
خدا ہی کے لئے اہلِ جفا سے دشمنی ان کی

خدا ہی کے لئے جنگ اور صلح و آشتی کرنا
خدا کی راہ میں جینا، خدا کی راہ میں مرنا

marfat.com

نہ پروا گوشت کی ان کو نہ محوِ پوست ہوتے ہیں جو حق کو دوست کہتا ہے اُسی کے دوست ہوتے ہیں

نہ پاسِ خاندان اُن کو نہ عزّ و جاہ کی خاطر
قرابت دوستی سب کچھ فقط اللہ کی خاطر

حُبِّ رسولؐ

سما سکتی ہے کیونکر حُبِّ دُنیا کی ہَوا دِل میں بسا ہو جب کہ نقشِ حُبِّ محبُوبِ خُدا دِل میں
محمدؐ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے اِسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے
محمدؐ کی غلامی ہے سَنَد آزاد ہونے کی خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی
محمدؐ کی محبت آنِ ملّت شانِ ملّت ہے محمدؐ کی محبت رُوحِ ملّت جانِ ملّت ہے
محمدؐ کی محبت خُون کے رِشتوں سے بالا ہے یہ رِشتہ دُنیوی قانُون کے رِشتوں سے بالا ہے
محمدؐ ہے مَتاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا پدر، مادر برادر مال جان اَولاد سے پیارا
یہی جذبہ تھا اُن مَردانِ غیرت مند پر طاری دِکھائی جن کے ہاتھوں حق نے باطل کو نگونساری

میدانِ کارزار میں ابوجہل کی سرگرمیاں

ابُوجہل اس قیامت کارزار میں جتنے اُٹھاتا تھا جو بے دِل ہو کے ہٹ جاتے تھے ان کا دِل بڑھاتا تھا

marfat.com

کبھی کرتا تھا تقریریں کبھی آوازے کستا تھا — خفا ہوتا تھا روتا تھا گرجتا تھا، برستا تھا
سواروں کو پیادوں کو بڑھاتا تھا ہٹاتا تھا — بڑی تدبیر سے اِن لڑنے والوں کو لڑاتا تھا
مگر خُود آپ ہرگز تیغ کے مُنہ پر نہ آتا تھا — بظاہر جی دکھاتا تھا، بباطن جی چُراتا تھا
بتوں کے نام شیطانوں کے مَنتر وِرد تھے اُس کے — حفاظت کے لئے سب اہلِ کُنبہ گِرد تھے اُس کے
مسلح پہلوانوں کی تھیں لوہا لاٹ دیواریں — جو اسکے آگے پیچھے چل رہے تھے لے کے تلواریں
کِسی کی دسترس اُس تک نہ ہوتی تھی بآسانی — کہ تھا اِک چلتے پھرتے قلعے میں اس جنگ کا بانی
یہ ناری پھر رہا تھا قتل وخُوں کی آگ بھڑکاتا — مُسلمانوں سے اِن گمراہ انسانوں کو لڑواتا

قتلِ ابُوجہل کی کہانی

حضرت عَبدالرحمٰن[1] بن عَوفؓ کی زبانی

جنابِ عبدِ رحمٰنؓ ابنِ عَوف اک صف شکن غازی — کہ تھے اس عرصۂ پیکار میں مصروفِ جانبازی

---

[1] عبدالرحمٰنؓ ابن عوف ان پانچ صحابہ اوّلین میں سے ہیں جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تبلیغ سے ایمان لائے تھے عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور ان چھ شخصوں میں سے ہیں جن کو حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے بعد خلافت کے لئے تجویز کیا تھا۔ ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے ان کے پیچھے نماز پڑھی۔ ۳۱ھ میں بعمر ۷۵ سال مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ (ازالۃ الخفا صفحہ ۱۵)

marfat.com

یہ رُوداد شجاعت آفریں اُن کی زبانی ہے
کمالِ جذبۂ غیرت کی اِک نادر کہانی ہے

وہ[1] فرماتے ہیں جس دم بڑھ گئی شدت لڑائی کی
عیاں تھیں ہر طرف سرگرمیاں تیغ آزمائی کی

اُدھر جوشِ جفا تھا اہلِ مکہ حملہ آور تھے
اِدھر نامِ خدا تھا اور اسلامی دلاور تھے

مُسلماں جب جوابِ حملۂ کفار دیتے تھے
تو قرشی پہلوان اُس وقت بمت ہار دیتے تھے

قریشی فوج بٹ جاتی تھی یُوں مدِ مقابل سے
پلٹ جاتی ہیں موجیں جس طرح ٹکرا کے ساحل سے

مگر بوجہل ظالم دَم بَدم غیرت دلاتا تھا
اُسے پھر جمع کرتا تھا اُسے پھر لے کے آتا تھا

جمی تھیں اُس کے فتنے پر نگاہیں سرفروشوں کی
مگر حائل تھی اِس رستے میں صف فولاد پوشوں کی

مرے دِل میں تمنا تھی اگر مُہلت ذرا پاؤں
صفِ کفار چیروں اور سرِ بوجہل لے آؤں

---

[1] عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا بیان ہے کہ میں صف میں تھا۔ دفعتہً داہنے بائیں مجھے دو جوان نظر آئے۔ ایک نے مجھ سے کان میں پوچھا بوجہل کہاں ہے۔ میں نے کہا برادر زادے ابوجہل کو پوچھ کر کیا کرے گا۔ بولا میں نے خدا سے عہد کیا ہے۔ کہ بوجہل کو جہاں دیکھ لوں گا یا اُسے قتل کروں گا یا خود لڑکے مارا جاؤں گا۔ میں جواب نہ دینے پایا تھا کہ دوسرے نوجوان نے بھی مجھ سے کان میں یہی باتیں کہیں۔ میں نے دونوں کو اشارے سے بتایا کہ بوجہل وہ ہے۔ بتانا تھا کہ دونوں (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۳)

marfat.com

دو انصاری نوجوان اور ابوجہل کی جستجو

اچانک اپنے دائیں بائیں میں نے اِک نظر ڈالی
کہ تائیدِ دو بازو سے فزوں ہو ہمتِ عالی[1]

مقام اپنا مگر دو کم سنوں کے درمیاں پایا
اُدھر اک نوجوان پایا۔ اِدھر اک نوجواں پایا

بوقتِ جنگ بازو ہوں اگر تائید سے عاری
تو ہوتی ہے سپاہی کیلئے لڑنے میں دشواری

ابھی میں اپنی حالت پر نہ تھا کچھ سوچنے پایا
کہ اِک جانب سے لڑکا دوڑ کر میری طرف آیا

نہایت رازداری سے نشاں بوجہل کا پوچھا
شباہت اور حلیہ اور موجود و پتا پوچھا

جواب اُس کے سوالوں کا مرے لب تک نہ تھا پہنچا
کہ اِس کا دوسرا ساتھی مثالِ برق آ پہنچا

دبی پہلا سوال اُس نے بھی پوچھا رازداری سے
ادا نے ضبط تھی دست و گریباں بیقراری سے

ابھی نوعمر تھے دونوں کے ہاتھوں میں تھیں شمشیریں
نظر آئیں مجھے دو سادہ رُو معصوم تصویریں

بہت شائستہ خوش اطوار کم عمر و حسیں دونوں
فرشتوں کی طرح آئے تھے بالائے زمیں دونوں

---

[1] عبدالرحمٰن رضؓ بن عوف بیان کرتے ہیں کہ جب عام جنگ شروع ہوئی تو میں نے اپنے چپ و راست نگاہ دوڑائی۔ دو انصار لڑکے میرے دونوں پہلوؤں پر کھڑے تھے۔ ان کو دیکھ کر میرا دل بیٹھ گیا۔ کیونکہ جنگِ مغلوبہ میں چپ و راست پر بہت کچھ انحصار ہوتا ہے۔ یعنی وہ شخص زیادہ اچھی طرح جنگ کر سکتا ہے جس کے دونوں بازو مضبوط ہوں اور وقت پر تائید کرتے جائیں (دیکھو بخاری کتاب المغازی)

marfat.com

حضرت عبدالرحمٰنؓ کی نشان دہی

یہ اِستفسار سُن کر میں نے پوچھا فرطِ حیرت سے
بھتیجو کام کیا ہے تم کو اِس بدخواہِ ملت سے

پتہ اُس دشمنِ دیں کا بتا دیتا ہُوں میں تُم کو
کہو تو اُس کی صُورت بھی دکھا دیتا ہُوں میں تم کو

وہ دیکھو اِک ہجُومِ عام قرشی پہلوانوں کا
گرانڈیل اور موٹے تازے دیداری جوانوں کا

وہ جن کے ساتھ تنہا لڑ رہے ہیں حضرتِ حمزہؓ
خدا حمزہؓ کا ناصر دیکھتے ہو جُرأتِ حمزہؓ

اِدھر پہلُو کی جانب کِس قدر گھمسان کا رن ہے
مُسلماں کِس قدر کم اَور کتنی فوجِ دُشمن ہے

گھِرے ہیں بُودحانہؓ جِس جگہ قرشی سواروں میں
فقط تلوار لے کر لڑ رہے ہیں نیزہ داروں میں

عُمرؓ دوڑے ہُوئے اُن کی مدد کرنے کو آتے ہیں
وہ دیکھو ایک مہلک وار سے اُن کو بچاتے ہیں

پلے پڑتے ہیں دشمن جِس جگہ انصار کے اُوپر
ہُوئے ہیں حملہ آور سینکڑوں دو چار کے اُوپر

دَمادَم گر رہی ہے برقِ شمشیرِ علیؓ دیکھو
وہ دیکھو ہٹ چلی اَب فوجِ دشمن ہٹ چلی دیکھو

وہ دیکھو چڑھ رہا ہے، بھاگ کر مٹی کے تودے پر
وہ کیا ہے کلغی والا، سامنے پہنے ہُوئے مغفر؟

وہی بُوجہل ہے جو پے بہ پے بازُو ہلاتا ہے
یہ اپنے بھاگنے والوں کو پھر واپس بُلاتا ہے

حفاظت کر رہا ہے گرد اُس کے فوج کا دستہ
یہ دستہ کب تلک روکے گا عزرائیل کا رستہ

marfat.com

غیرت مند نوجوان

یہ سُن کر بول اُٹھے وہ دونوں لڑکے بیقراری سے
بتا دیں اب ہمیں کیا کام ہے بے دین ناری سے

قسم کھائی ہے ہم دونوں نے اس کو قتل کرنے کی
کہ اس سے بڑھ کے ہو سکتی نہیں اب عمر بھر نیکی

نہیں ہے اس سے بڑھکر دشمنِ دینِ مُبیں کوئی
کوئی زیرِ زمیں ہے اور نہ بالائے زمیں کوئی

قسم کھائی ہے مر جائینگے یا ماریں گے ناری کو
سُنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوبِ باری کو

یہ کہتے کہتے غیرت سے ہوئے مُنہ لال دونوں کے
شہادت کے لہو سے تمتمائے گال دونوں کے

خُدا حافظ کہا اور کھینچ لیں دونوں نے شمشیریں
بُلند یکبارگی کہتے ہوئے پُرجوش تکبیریں

مَیں کہتا رہ گیا میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہُوں
چلو بحرِ شہادت کے کنارے ساتھ چلتا ہُوں

مگر وہ کس کی سنتے تھے غیور و شیر دل لڑکے
ہلاکت گاہ میں اُن کے قدم اٹکے نہ دل دھڑکے

مَیں اُن کے پیچھے پیچھے دشمنوں کی فوج پر لپکا
نہ ساتھی بن سکا لیکن غزالوں کی تگ و تپ کا

جہاں چاروں طرف خنجر تھے تلواریں تھیں بھالے تھے
جہاں دشمن تھے جن کے منہ بھی کالے دل بھی کالے تھے

جہاں اللہ کے بندے جہاں اسلام کے غازی
برابر کھیلتے تھے جان سے ایمان کی بازی

جہاں ہر سُو تنورِ دشت سے شعلے بھڑکتے تھے
جہاں سر کٹ کے گرتے تھے جہاں لاشے پھڑکتے تھے

marfat.com

وہیں پہنچے یہ دو جانباز لڑکے باوفا لڑکے
یہ اٹھڑ یہ فنونِ جنگ سے ناآشنا لڑکے

گھسے فولاد پوشوں، قاتلوں جنگ آزماؤں میں
مگر دو بجلیاں تھیں جو چمک اٹھیں گھٹاؤں میں

ابوجہلِ سیہ رُو پر نگاہیں گاڑ کر نکلے
قریشی فوج کے دل بادلوں کو پھاڑ کر نکلے

انصاری نوجوانوں کا حملہ اور ابوجہل کا حشر

گرا اس طرح کُندے جوڑ کر شہباز کا جوڑا
کہ اک دم میں صفِ زاغ و زغن کا سلسلہ توڑا

جوانوں کے مقابل پہلوانوں کی طرح اٹھتے
برابر وار کرتے وار سہتے چوٹ مکھے لڑتے

ہٹاتے مارتے اور کاٹتے بڑھتے گئے دونوں
بسانِ موج اوجِ ریگ پر چڑھتے گئے دونوں

اُدھر بوجہل بھی کرنے لگا بچنے کی تدبیریں
نہ اس کی دھمکیاں کام آسکیں لیکن نہ تقریریں

بروئے بازوئے تقدیر تدبیریں نہیں چلتیں
جہاں شمشیر چل جاتی ہے تقریریں نہیں چلتیں

ہٹا وہ دیکھ کر ان کو یہ پہنچے اس کے قریں پہنچے
جہاں بوجہل پہنچا دونوں لڑکے بھی وہیں پہنچے

نہ بھاگا جا سکا تو ان کو دھمکانے لگا کافر
سپر کے آسرے پر تیغ چمکانے لگا کافر

وہ پختہ کار یہ کمسن، یہ پیدل اور وہ گھوڑے پر
لگامِ مرکبِ کُہنہ نے خشمگیں شیروں کے جوڑے پر

مگر عشاق اپنی جان کی پروا نہیں کرتے
خدا سے ڈرنے والے موت سے ہرگز نہیں ڈرتے

ہوئے خائف نہ دھمکی اور نمائش سے نڈر لڑکے
جھپٹ کر جا پڑے یہ شیر لڑکے بے جگر لڑکے

ہوا میں گونج اٹھیں رعد کی مانند تکبیریں
گریں بوجہل پر دو تیز خون آشام شمشیریں

دہن سے آہ نکلی ہاتھ سے تیغ و سپر چھوٹی
گرا گھوڑا بھی کھا کر زخم دونوں کی کمر ٹوٹی

تڑپتا لوٹتا آدھا زمیں میں دب گیا مرکب
کسی نے یہ نہیں دیکھا مگر مرکب گیا مرکب

لکھی تھی راکب و مرکب کی قسمت میں نگونساری
زمیں پر لوٹتے تھے اس طرف حیواں اُدھر ناری

ابوجہل لعیں یعنی رسول اللہ کا دشمن
ازل سے تا ابد سب سے بڑا اللہ کا دشمن

زمیں دھنستی تھی جس بدبخت کی ادنیٰ سی ٹھوکر پر
پڑا تھا خون میں لتھڑا ہوا مٹی کی چادر پر

وہ ہڈی اور خوں جس پر ہمیشہ ناز رہتا ہے
وہی ہڈی شکستہ تھی وہی اب خون بہتا تھا

زباں سے چیختا اور کفر بکتا ہی رہا کافر
مددگاروں کو چاروں سمت تکتا ہی رہا کافر

وہ جنگ آور رسالہ جس کے بل پر زور تھا سارا
اسی میں گھس کے دو کمزور لڑکوں نے اسے مارا

سسکتا چھوڑ کر بدبخت کو جس وقت رخ پھیرا
تو ہر جانب سے قرشی فوج نے دونوں کو آگھیرا

سپاہی اپنے افسر کو تڑپتا دیکھ کر دوڑے
زبان سے گالیاں بکتے ہوئے سب پیر و سر دوڑے

بچانے کے لئے خاطی کو دوڑے خاندان والے
زمینِ بدر پر دو چاند تھے اس وقت وہ بالے

marfat.com

ایک نوجوان کی شہادت

لگے ہونے پیہم اِنتقامی وار دونوں پر
بستی میں نے دیکھی کفر کی تلوار دونوں پر

مگر تھے کس قدر جی دار عفراؓ کے پسر دونوں
پیہم وار کرتے ہی رہے کفار پر دونوں

مَیں دوڑا، اور بھی مسلم مجاہد اس طرف دوڑے
ابوبکرؓ و عمرؓ، حمزہؓ، علیؓ سب سر بکف دوڑے

بیک ساعت مجاہد جا پڑے اِن پہلوانوں پر
جنہیں مشقِ ستم سوجھی تھی دو ننھی سی جانوں پر

اُدھر گُرز اور خنجر اور بھالے اور شمشیریں
اِدھر لب پر تبسم اور دو پُرجوش تکبیریں

وہ غازی تھے شہادت کے لئے لڑتے رہے دونوں
مثالِ شیرِ رُوباہوں پہ جا پڑتے رہے دونوں

رُخوں پر مسکراہٹ زخم تھے دونوں کے سینوں پر
فلک کرنوں کی بارش کر رہا تھا مہ جبینوں پر

بالآخر اِک جواں نے پالیا دامن شہادت کا
فرشتوں نے کیا نظارہ اس یُمن و سعادت کا

زمیں پر قبلہ رُو ہو کر گرا وہ پارسا لڑکا
ہوا قربان دینِ مصطفےٰؐ پر باوفا لڑکا

خوشا قسمت کہ نیک آغاز نیک انجام تھا اُس کا
خُدا کا پاک بندہ تھا معوذؓ نام تھا اُس کا

سلہ یہ دونوں جوان معوذ و معاذ عفرا کے پسر تھے (سیرت النبی)

marfat.com

دُوسرے نوجوان پر ابُوجہل کے بیٹے کا وار

نبرد آزما تھا اب تک دوسرا اَنبوہِ باطل سے
نظر آتا تھا ٹکراتا ہُوا اس کوہِ باطل سے

اُتر آئے تھے قرشی پہلواں رُوباہ بازی پر
عُقب سے عکرمہ نے ہاتھ مارا مردِ غازی پر

ہُوا اس ضرب سے شانہ نشانہ کٹ گیا بازو
مثالِ شاخِ نخل بارآور چھٹ گیا بازو

مگر پروانہ کی بحرِ شجاعت کے شناور نے
کیا مڑ کر تعاقب عکرمہ کا اُس دلاور نے

نظر آئی جو یہ شانِ بسالت عکرمہ بھاگا
اُڑائیوں سامنے سے جس طرح گھوڑا ہو بے باگا

رہائی عکرمہ نے موت کے پنجے سے یُوں پائی
کہ شیرِ زخم خوردہ کو بھی اک دقت تھی پیش آئی

جو بازو کٹ چکا تھا اب وہ رہ رہ کر اٹکتا تھا
کہ اک تسمہ ابھی باقی تھا شانے سے لٹکتا تھا[1]

نظر آئی جو یہ دِقت وفا کے نُور دیدہ کو
خمیدہ ہو کے رکھا زیرِ پا دستِ بُریدہ کو

دبا کر زور سے کھینچا تو ٹُوٹا ہاتھ کا رشتہ
نہ تھا درکار وحدت کو دُوئی کے ساتھ کا رشتہ

معاذؓ اب تیغ زن تھا ایک ہی بازو سے میداں میں
مگر اس طرح جیسے شیر انبوہِ غزالاں میں

---

[1] ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے عقب سے آکر معاذؓ کے بائیں شانے پر تلوار ماری۔ جس سے بازو کٹ گیا عکرمہ بھاگ کر نکل گیا معاذؓ کو ہاتھ کے لٹکنے سے زحمت ہوتی تھی۔ اس نے ہاتھ پاؤں کے نیچے دبا کر کھینچا اور تسمہ بھی الگ ہو گیا اور اب وہ آزاد تھے (دیکھو سیرت النبی)

جوانو! قابلِ تقلید ہے اقدام دونوں کا
جبینِ نوحِ غیرت پر لکھا ہے نام دونوں کا

وہ غازی تھے مئے حُبِّ نبیؐ کا جوش تھا اُن کو
لبِ کوثر پہنچ کر شوقِ نوشانوش تھا اُن کو

غازیوں اور شہیدوں کی شان

زمیں پہنے ہوئے تھی آج خونیں رنگ کا جامہ
حق و باطل میں برپا تھا عجب خونریز ہنگامہ

یہ پہلی جنگ تھی صاحب دلوں اور بدنہادوں میں
مسلح اور نہتوں میں، سواروں اور پیادوں میں

وہاں سینوں میں کینہ تھا شقاوت تھی عداوت تھی
یہاں ذوقِ شہادت اور ایماں کی حلاوت تھی

پڑا تھا خاک و خوں میں جس جگہ بوجہل بدطینت
وہیں کچھ پاک لاشے تھے لباسِ عشق کی زینت

اسی تودے کے اوپر آپڑی شدت لڑائی کی
کہ باطل نے یہاں پر آخری زور آزمائی کی

نبرد آرا تھے کافر جمع ہو کر متحد ہو کر
ابوجہلِ لعیں کا بدلہ لینے پر بضد ہو کر

مگر ہمت نہ ہاری بیشۂ ایماں کے شیروں نے
شجاعت کی دکھادی شانِ اسلامی دلیروں نے

مجاہد جن کو وعدے یاد تھے آیاتِ قرآں کے
کھڑے تھے صبح سے ڈٹ کر مقابل فوجِ شیطاں کے

جو غیرت مند راہِ حق میں تھے مصروفِ جانبازی
ابد تک نام اُن کا ہو گیا اللہ کے غازی

غزا حق کے لیے حق کے لیے اُن کی شہادت تھی
یہ جینا بھی عبادت تھی یہ مرنا بھی عبادت تھی

marfat.com

شہادت کا لہو جن کے رخوں کا بن گیا غازہ
کھلا تھا ان کی خاطر دائمی جنت کا دروازہ[1]

شہادت آخری منزل ہے انسانی سعادت کی
وہ خوش قسمت ہیں ملجاتے جنہیں دولت شہادت کی

شہادت پاکے ہستی زندہ جاوید ہوتی ہے
یہ رنگیں شام صبح عید کی تمہید ہوتی ہے

شہید اس دار فانی میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں
زمیں پر چاند تاروں کی طرح تابندہ رہتے ہیں

اسی رنگت کو ہے ترجیح اس دنیا کی زینت پر
خدا رحمت کرے ان عاشقانِ پاک طینت پر

کشمکش کی انتہا اور نصرتِ حق کی طلب

پیغمبر اپنے خدا کے حضور

سحر سے کر رہی تھیں مہر کی آنکھیں یہ نظارہ
کہ غازی تھے برابر اہلِ باطل سے نبرد آرا

سوارِ صبح ملکِ شام کو چلنے لگا آخر
لڑائی پر شباب آیا تو دن ڈھلنے لگا آخر

بگڑتا جا رہا تھا کشمکش سے خاک کا چہرہ
مکدر کر دیا تھا گرد نے افلاک کا چہرہ

قریشی جنگ جوؤں پر غضب کا رنگ طاری تھا
رگوں میں خون ہی شاید برائے جنگ جاری تھا

---

[1] وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ (البقرہ)

اور جو لوگ اللہ کے راستے میں لڑتے ہوئے قتل ہو جائیں، ان کو مُردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، لیکن تم نہیں جانتے۔

marfat.com

زبردستی میں پیدا ہو گئی تھی اور بھی تیزی
قریبِ لاشۂ بوجہل برپا تھی یہ خونریزی

کیا تھا متحد خوفِ اجل نے زورِ باطل کا
زمین و آسماں میں بس گیا تھا شورِ باطل کا

بہت ہی سخت تھا یہ وقت اسلامی دلیروں پر
کیا تھا نرغہ بھوکے بھیڑیوں نے مل کے شیروں پر

مگر اللہ کے بندوں کا اِستقلال کیا کہنا
کہ سینے کر دیئے اک دوسرے پر ڈھال کیا کہنا

اثر انداز تھا رنگِ شہادت جاں نثاروں پر
گلے بڑھ بڑھ کے رکھ دیتے تھے تلواروں کی دھاروں پر

اُدھر جنگ آوروں کے حوصلوں پر تنگ تھی وادی
اِدھر سجدے میں تھا زیرِ عریش[1] اسلام کا ہادی

جمال آرا تھا قلبِ مطمئن سے حسنِ بے تابی
وفورِ گریۂ معصوم سے آنکھیں تھیں عنابی

مسلسل کر رہا تھا ابرِ رحمت گوہر افشانی
رہینِ آبیاری ہو رہی تھی کشتِ انسانی

گرے تھے جس جبیں کے سامنے لولاک سجدے میں
خدا کے روبرو تھی وہ جبینِ پاک سجدے میں

جبیں سجدے میں تھی دل مضطرب تھا اشک بہتے تھے
نبی محوِ دعا تھا جبرئیلِ امیں کہتے تھے

اگرچہ فرش پر تھا اِستغاثہ فخرِ آدم کا
مگر اس نے احاطہ کر لیا تھا عرشِ اعظم کا

محمدؐ کی زباں یا حیّ یا قیّوم کہہ کہہ کر[2]
پئے اُمت طلب کرتی تھی نصرت آج رہ رہ کر

---

[1] عریش یعنی وہی چھپر جو آپ کی عبادت کے لئے کھڑا کر دیا گیا تھا۔ (مصنف)

[2] آپ کی زبان پر یا حیّ یا قیّوم کے الفاظ جاری تھے۔ (ابن سعد و نسائی)

marfat.com

پیغمبرؐ عرصۂ کارزار میں

زبانِ وحی نے آخر سنادی نصِّ قرآنی
عرش و فرش میں طے پا گئی تقدیرِ انسانی

نویدِ نصرتِ حق لے کے نکلے آپ میداں میں
قدم بوسی کی جرأت آگئی خونِ شہیداں میں

کیا رحمت نے رُخ اعدائے دین اللہ کی جانب
بڑھا نورِ مجسم اُس ہلاکت گاہ کی جانب

نظر آیا کہ باطل کھیلتا ہے آخری بازی
ہوئے جاتے ہیں زخمی ہر طرف اللہ کے غازی

فلک سہما ہوا تھا کافروں کی چیرہ دستی سے
زمیں شق ہو رہی تھی غلبۂ باطل پرستی سے

مسلّط تھا اگر اندیشۂ باطل فضاؤں پر
تو مجبوری کا اک سکتہ سا طاری تھا ہواؤں پر

مگر جیبِ کملیؐ والا آگیا اُٹھ کر مصلّے سے
خدائی ہو گئی محفوظ شیطانوں کے ہتّے سے

صدائے نعرۂ تکبیر سے تھرا اُٹھی وادی
کہ اُمّت کے ضعیفوں کی مدد کو آگیا ہادیؐ

غلاموں کو جو آقا کا رُخِ انور نظر آیا
قلوبِ مطمئن نے انتہائی حوصلہ پایا

رسولِ پاک نے کفّار کی جانب نظر ڈالی
جلالت آفریں چہرے سے کملی اور سرکالی

ؐ آپ ایک طولانی سجدے کے بعد خدا کی بشارت لئے ہوئے اُٹھے۔ اس وقت آپ کی زبان پر سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔ القمر۔ ع ۵ کے قرآنی الفاظ تھے۔ آپ عریش سے نکل آئے (دیکھئے صحیح مسلم)

marfat.com

شعاعِ طور کے انوار چمکے روزِ روشن میں
لگادی بجلیوں نے آگ سی باطل کے خرمن میں

رسالتؐ پر رسالت کا جلالی رنگ تھا طاری
اٹھائی ایک مٹھی خاک اور کفار پر ماری[1]

بآوازِ بلند اس وقت یوں ارشاد فرمایا
کہ دستِ حق نے باطل کا نشاں برباد فرمایا

مِنی دشمن کی شوکت آج پرچم گر گئے اُن کے
جلالِ حق سے مٹھیں مُڑ گئیں منہ پھر گئے اُن کے[2]

معجزے کا ظہور

بدل ڈالی رسالتؐ کی صدا نے جنگ کی صورت
کہ اتری چہرہ افروزانِ خون و رنگ کی صورت

نظر آیا کہ مٹی ایک دستِ نور نے پھینکی
خدا کے ہاتھ نے یا بازوئے مامورؐ نے پھینکی[3]

یہ مشتِ خاک اڑ کر جا پڑی ناپاک چہروں پر
اداسی چھا گئی پر ہول دہشتناک چہروں پر

اٹھی وادی میں اک آوازِ اعجازِ پیمبر سے
کہ جیسے طشت میں گرتی ہے کوئی چیز اوپر سے

---

[1] آپ نے ریت اور کنکر کی ایک مٹھی اٹھا کر کفار کی طرف پھینکی، زبان سے شاھت الوجوہ کہا۔ یعنی بگڑ گئے چہرے ان لوگوں کے (دیکھو طبری)

[2] سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ۔ یعنی لشکر کفار ضرور پسپا ہوگا اور پیٹھ دکھا جائیگا۔ پ۔ القمر۔ ع۔ ۵

[3] وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ۔ ترجمہ۔ جب تُو نے پھینکا تھا۔ (وہ) تو نے نہیں پھینکا تھا۔ بلکہ اللہ نے پھینکا تھا۔ پ۔ الانفال۔ ع۔ ۵

ہوا کا ایک تُند و تیز جھونکا دوڑ کر آیا
اُڑا کر ساتھ ننھے ننھے ریزے ریت کے لایا[1]

کیا اِن ریت کے ذرّوں نے حملہ جنگجوؤں پر
اُلٹ کر جا پڑا دامانِ صحرائے شت رُوؤں پر

لہو نتھنوں سے جاری ہو گیا اور پھٹ گئیں آنکھیں
گڑے مٹی سے جیسے پٹ گئے ہوں پٹ گئیں آنکھیں

فلک پر دفعتہً کچھ ابر کے ٹکڑے ہوئے ظاہر
نہاں تھا اس میں شاید نوریوں کا لشکرِ قاہر[2]

یہ ابر آتے ہی گرجا دشمنوں کی فوج کے اُوپر
سُنے گھوڑوں کے صیحے خاکیوں نے اَوج کے اُوپر

جُھکا بادل اُٹھی آندھی بہم مِل جُل گئے آخر
فضا میں لشکرِ قُدرت کے پرچم کھُل گئے آخر

برائے اہلِ ایماں یہ نشانِ نُصرتِ حق تھا
اِدھر حق سُرخرو تھا اُس طرف باطل کا مُنہ فق تھا

نبیؐ کو سہارا مِل گیا دستِ پیمبرؐ سے
زمانہ گُونج اُٹھا نعرۂ اللہ اکبر سے

جنگِ بدر کا انجام

مجاہد جا پڑے کُفّار پر گھبرا گئے کافر
ہَوا کا رُخ بدلتے ہی ہزیمت کھا گئے کافر

بھری تھی خاک آنکھوں میں سُجھائی کچھ نہ دیتا تھا
سوا اللہ اکبر کے سُنائی کچھ نہ دیتا تھا

---

[1] مُشتی بھر خاک کا یہ اثر ہوا کہ آندھی کا ایک جھونکا آیا۔ کُفّار کے چہرے، آنکھیں، ناک، ریت اور کنکروں سے بھر گئے (زرقانی)

[2] آپؐ نے فرمایا یہ فرشتوں کی خدائی فوج ہے جو ہماری نُصرت کے لئے آئی ہے (خاتم النبیین)

marfat.com

دلوں پر ہیبتِ حق چھا گئی کفار بھاگ اٹھے
پڑی جب دونوں جانب سے خدا کی مار بھاگ اٹھے

سراسیمہ ہراساں بدحواس و منتشر بھاگے
یہ اُس سے دس قدم آگے وہ اِس سے دس قدم آگے

پسرِ دم توڑنے والے پدر کو چھوڑ کر بھاگا
پدر زخمی پسر کے حال سے مُنہ موڑ کر بھاگا

مصیبت بن گئے اس وقت سب فولاد کے باتے
سروں کے خود چہروں کے جلم ہاتھوں کے دستانے

دبا تھا اپنے اپنے بوجھ سے ہر ایک بے دم تھا
نہ ہوتے اسلحہ پھر بھی گنہ کا بوجھ کیا کم تھا

بہم اک دوسرے کی ٹھوکروں سے گر گئے اکثر
نہ بھاگا جا سکا تو غازیوں میں گھر گئے اکثر

ہوئے اس سلسلے میں راکب و مرکب تہ و بالا
پڑی پہل سواروں کو پیادوں نے کچل ڈالا

اچانک بدحواسی میں جو یوں اوپر تلے ٹوٹے
کمندیں اس طرح الجھیں کہ اپنے ہی گلے گھونٹے

جکڑنے کے لئے سینوں کے اندر گڑ گئیں زرہیں
پکڑنے کیلئے گرہوں کے اندر پڑ گئیں گرہیں

جھلم خود اور زرہیں پھینک دیں ہتیار بھی چھوڑے
بچے ہی رہ گئے سب ساز و ساماں[1] اونٹ اور گھوڑے

ہوا جب منتشر جمعیتِ باطل کا شیرازہ
کیا شیطان نے اللہ کی قدرت کا اندازہ

اُتارا جا چکا تھا دستِ حق سے تاجِ باطل کا
سرِ میداں تعاقب ہو رہا تھا آج باطل کا

وہی لشکر جو دھاوا کر کے آیا تھا ضعیفوں پر
شرارت کا وہی طوفاں جو چھایا تھا شریفوں پر

---

[1] بھاگتے وقت رحل ہونے کی وجہ سے زیادہ تر سامان پھینکتے جاتے تھے جس کو مسلمان اٹھا لیتے تھے (مصری۔ تلخیص فتوح)

وہ بادل چھٹ گیا آخر وہ لشکر کٹ گیا آخر
معین وقت آیا زعمِ باطل گھٹ گیا آخر

غرور و ناز تھا جس قوتِ ناپاک کے اُوپر
وہ قوت ہر طرف بکھری پڑی تھی خاک کے اُوپر

زمیں پر سرنگوں تھے گرز ڈھالیں برچھیاں بھالے
کہیں تیر و کماں خم تھے کہیں تیر و کماں والے

دکھاتے تھے جو تن کر پہلوانی اور سرداری
وہ سب تھے آگے آگے پیچھے پیچھے تھی گرفتاری

وہی بازو بہت مشاق تھے جو قتلِ انساں میں
وہ بازو گر گئے تھے اب قلم ہو ہو کے میداں میں

بہاتی تھیں جو مٹی پر ہمیشہ خون کی دھاریں
اِسی مٹی پہ دم سادھے پڑی تھیں آج تلواریں

رَعونت رہ گئی باقی نہ وہ آنیں نہ وہ شانیں
بچا کر لے چلے میدانِ دار و گیر سے جانیں

دِلوں میں گالیاں دیتے ہُوئے اپنے خداؤں کو
بُرا کہتے ہُوئے اپنے بھگوڑے دیوتاؤں کو

غرور و ناز میں آگے تھے جو فرعون و ہاماں سے
وہ قرشی سُورما بھاگے چلے جاتے تھے میداں سے

مُسلط تھا زبردستوں پہ خوف اب زیردستوں کا
خدا والے تعاقب کر رہے تھے خود پرستوں کا

رَحم کی تلقین کا اثر

نہ کرنا قتلِ ناحق کہہ دیا تھا جوشِ رحمت نے
کیا اب لڑنے والوں کو اسیر اہلِ شرافت نے

شکست و بے دِلی شرمندگی خوف اور گرفتاری
یہ سب مِل جُل کے آخر بن گئے وجہِ گرفتاری

marfat.com

بندھتے لاتے تھے باندھ کر شمشیر گیردن کو
کہ اپنی ہی کمندیں طوقِ گردن تھیں شریروں کو

مگر ایسے بھی تھے اِن میں کہ آئے تھے بہ مجبوری
عیاں تھی رحمۃ اللعالمین پر اُن کی معذوری

سُنایا جا چکا تھا حکم سرکارِ رسالت سے
کہ ان لوگوں سے وقتِ جنگ پیش آنا رعایت سے

کچھ ایسے ہیں جنہیں لایا گیا مکر اور حیلوں سے
کچھ ایسے ہیں جو ڈٹتے تھے شریر دل کی رذیلوں سے

اگر بے دست و پا کر دے خدائے دو جہاں ان کو
مسلمانوں کو اس دم چاہیے بخشیں امان ان کو

دکھائی اب جو حق نے فوجِ دشمن کو نگونساری
بجائے جان لینے کے ہوئی زندہ گرفتاری

اگرچہ حضرتِ عباسؓ واقف تھے نتیجے سے
مگر مجبور تھے لڑنے چلے آئے بھتیجے سے

عُقیلؓ ابنِ ابی طالب برادر شیرِ یزداں کے
بحالِ کفر آئے تھے مقابل اہلِ ایماں کے

اسی صورت ابو العاصؓ ان جفاکاروں میں شامل تھے
ابھی ایماں نہ لائے تھے خطاکاروں میں شامل تھے

۱؎ آنحضرتؐ نے لڑائی سے پہلے ارشاد فرمایا تھا کہ کفار کے ساتھ جو لوگ آئے ہیں۔ ان میں ایسے بھی ہیں جو خوشی سے نہیں بلکہ قریش کے جبر سے آئے ہیں۔ ان لوگوں کے نام بھی آپ نے بتا دیئے تھے۔ (سیرت النبیؐ)

۲؎ حضرت عباسؓ رسولِ خدا کے چچا۔ عمر میں آنحضرتؐ سے دو سال بڑے تھے اور ابھی ایمان نہیں لائے تھے۔ مگر ان کو رسول اللہ سے بڑی محبت تھی۔ بدر میں کافروں کے ساتھ بوجھ نہیں آئے تھے (ازالۃ الخفا)

۳؎ عُقیل ابن ابی طالب حضرت علیؓ کے بھائی تھے۔ اور ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے۔ (مسند)

۴؎ ابو العاص حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بھانجے تھے۔ ان سے آنحضرتؐ کی دختر زینبؓ بیاہی جا چکی تھیں

marfat.com

ہوئے زندہ اسیر اس جنگ کی پاداش میں آخر
پھرے یہ لوگ دورانِ شکست فاش میں آخر
جو سب کچھ پھینک کر بھاگے وہ بچ نکلے اسیری سے
کہ مہلت مل گئی اُن کو خدا کی دیر گیری سے

بدر میں کفار کے مقتولوں پر ایک نظر

ہوئے مقتول[1] شر حملہ آور جنگ کے اندر
پڑے تھے جابجا پامال خاک و رنگ کے اندر
یہی شر برائے قتل و غارت بڑھ کے نکلے تھے
انہی کو موت کی آندھی چڑھی تھی چڑھ کے نکلے تھے
انہیں اللہ سے اللہ کے بندوں سے عداوت تھی
سروں میں خود سری تھی اور سینوں میں شقاوت تھی
یہ پھونکوں سے بجھانا چاہتے تھے شمعِ عرفاں کو
یہ قوت سے دبانا چاہتے تھے نورِ ایماں کو
یہ سب کے سب مٹانے آئے تھے دینِ منور کو
یہی حق سے لڑانے لائے تھے باطل کے لشکر کو
یہی سب سے زیادہ تھے رسولِ پاک کے دشمن
بنائے فرش و عرش و کرسی و افلاک کے دشمن
یہ بہکاتے تھے راہِ راست سے ہر ایک انساں کو
یہ ایذائیں دیا کرتے تھے ہر فردِ مسلماں[2] کو
مسلماں ہونے والوں پر ہزاروں ظلم ڈھاتے تھے
برہنہ کر کے جلتی ریت پر اُن کو لٹاتے تھے
انہی کے جسم ہائے سخت سے اب نرم تھی مٹی
انہی کے لاشہ ہائے سرد تھے اب گرم تھی بھٹی

---

[1] دیکھو سیرت النبیؐ در حق المتقین وغیرہ ۔ [2] دیکھو شاہنامہ اسلام جلد اوّل

marfat.com

غلام اور لونڈیاں صیدِ زبوں تھیں ان کے پنجوں میں
جنہیں اظہارِ ایماں پر یہ کستے تھے شکنجوں میں

یہی تھے آج اور دستِ اجل کا سخت پنجہ تھا
انہی کی گردنیں تھیں اور عبرت کا شکنجہ تھا

ظالم میں خیالِ پیش و پس آتا نہ تھا ان کو
ضعیفوں پر یتیموں پر ترس آتا نہ تھا ان کو

یہی تھے اب کہ جز لعنت نہ تھی کوئی نوا ان پر
ہوا دیتی تھی آبادیِ ظلم کی ندا ان پر

یہی تھے امتیازِ نسل و خوں پر ناز تھا ان کو
خودی اور خود نمائی کے جنوں پر ناز تھا ان کو

پڑے تھے اب یہی مٹی کے اوپر سرنگوں ہو کر
جنوں تھنوں کے رستے بہ رہا تھا موجِ خوں ہو کر

یہی تھے وہ جو لد کر آئے تھے سامانِ کثرت سے
بھانے کے لئے ایمان کو طوفانِ کثرت سے

وہ کثرت آج ایماں کے مقابل غرقِ ذلت تھی
کہ اس کثرت کی فاتح ایک وحدت کیش ملت تھی

ابوجہل کی نگاہِ واپسیں

یہی بوجہل ظلم و جور سے ہرگز نہ تھکتا تھا
یہی اب منہ کے بل مٹی کے بستر پر سسکتا تھا

اٹھا تھا کعبۂ توحید کی تخریب کرنے کو
رسول اللہ کی، اللہ کی تکذیب کرنے کو

مسلح اور تن آور ساتھیوں کو لے کے آیا تھا
مثالِ ابرہہ[1] ان ہاتھیوں کو لے کے آیا تھا

---

[1] دیکھو شاہنامہ اسلام جلد اوّل۔

کہاں تھے اب وہ ساتھی کون تھا پرسانِ حال اس کا
پڑا تھا خوف بن کر اس کی گردن میں وبال اس کا

بتوں کی بندگی کرنے میں گزری تھی حیات اس کی
مدد کرنے نہ آئے وقتِ پرلات و منات اس کی

بوقتِ جاں کنی حسرت کفِ افسوس ملتی تھی
تمنا پیٹتی تھی جان رہ رہ کر نکلتی تھی

عذابِ جاں کنی میں مبتلا تھا دشمنِ ایماں
سرہانے مسکراتے تھے کھڑے شیطان کے ارماں

پڑے تھے ہر طرف شمشیر و خنجر برچھیاں بھالے
جنہیں ایک ایک کر کے چن رہے تھے اب خدا والے

زمیں پر پھیلتا جاتا تھا وقتِ عصر کا سایا
کہ اتنے میں اچانک اک مجاہد اس طرف آیا

ابوجہلِ لعیں کو اس جگہ دم توڑتے پایا
تڑپتے، لوٹتے، منہ پیٹتے، سر پھوڑتے پایا

نظر آیا جو یہ نقشہ جہنم کے مسافر کا
پکارا نام لے کر اور پوچھا حال کافر کا

لعیں نے کھول دیں بے نور پتھرائی ہوئی آنکھیں
وہ زہر آلود آنکھیں، مردنی چھائی ہوئی آنکھیں

کہا بوجہل نے یہ کون ہم کو تنگ کرتا ہے؟
کہ پیر اتنے بڑے سردار کی گردن پہ دھرتا ہے

کہا الحمد للہ الذی اخزاک غازی[2] نے
کیا خوار و زبوں تجھ کو خدا کی کارسازی نے

---

[1] عبداللہ بن مسعودؓ نے دیکھا ایک شخص تڑپ رہا ہے۔ اس کی گردن پر پاؤں رکھ کر پوچھا کیا تو ہی ابوجہل ہے۔ ابوجہل نے کہا۔ "او بکری چرانے والے دیکھ تو کہاں پاؤں رکھتا ہے۔" (سیرت النبیؐ)

[2] الحمد للہ الذی اخزاک یعنی تعریف کرتا ہوں اس خدا کی جس نے تجھ کو ذلیل و خوار کیا۔ (بخاری)

marfat.com

خدا سے عفو کا طالب ہو اب بھی جی اگر چاہے
کہا بوجہلؔ نے خاموش او یثرب کے بڈھے!

ہُبل میرا خدا ہے لات و عزّیٰ ہیں خدا میرے
وہی میرے محافظ ہیں وہی حاجت روا میرے

قریشی فوج کا سردار ہوں میں جان لے مجھ کو
بڑا بھاری سپہ سالار ہوں پہچان لے مجھ کو!

بتا ہم کو ملی ہے فتح یا تم بے نواؤں کو
تمہارے اِک خدا کو یا ہمارے سب خداؤں کو

ترے ساتھی کِدھر ہیں قتل ہو کر رہ چکے ہونگے
مسلمانوں کے لاشے موجِ خوں میں بہ چکے ہونگے

کہاں ہے وہ تمہارا مایۂ صد ناز پیغمبر
وہ عبداللہ کا بیٹا صاحبِ اعجاز پیغمبر

سَرِ میداں کیا ہے ہم نے اس کا بندوبست آخر
ہمارے دیوتا نے اس کو دی ہوگی شکست آخر

مجاہد نے کہا۔ او دشمنِ دیں او ستم آرا
خود اپنی آنکھ سے کر اپنی بربادی کا نظارا

ملی پاداشِ حملہ آوری تیغ آزماؤں کو
کر دی حق نے شکستِ فاش باطل کے خداؤں کو

پرے ہیں پیدلوں کے اب نہ وہ جنگی رسالہ ہے
خدا کا اور محمدؐ مصطفےٰ کا بول بالا ہے

کیا کفار کو اللہ نے خوار و زبوں آخر
ہوا اِس لعنتی کثرت کا جھنڈا سرنگوں آخر

لہ ابوجہل نے کہا هَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْهُ یعنی کیا تم نے مجھ سے بھی کوئی بڑا آدمی قتل کیا ہے۔ پھر کہا لو غیر اکارٍ قتلنی۔ یعنی کاش کہ میں کسی کسان کے ہاتھ سے مارا جاتا۔ زرقانی،

marfat.com

فضا میں دیکھ لہراتا ہوا اسلام کا پرچم
برائے اہلِ عالم امن کے پیغام کا پرچم

وہ کثرت مٹ گئی ایمانِ قلت دیکھ او کافر
نگاہِ واپسیں سے اپنی ذلت دیکھ او کافر

جو آئے تھے کہ چھینیں حقِ آزادی شریفوں سے
ہوئے سب تین تیرہ تین سو تیرہ ضعیفوں سے

یہ کیا ہے! ایک ادنیٰ سا کرشمہ قدرتِ حق کا
گنہ سے توبہ کر، طالب ہو ظالم رحمتِ حق کا

اگر تو آخری ساعت پہ بھی انسان ہو جائے
تو شاید حشر میں مشکل تری آسان ہو جائے

یہ سُن کر اُس لعیں نے دُھندلی دُھندلی اک نظر ڈالی
نظر آئی اُسے وادی قریشی فوج سے خالی

بس اپنے پیکرِ حسرت کا منہ تکنے لگا کافر
کراہا، چیخ ماری، گالیاں بکنے لگا کافر

شرافت کا نہ پایا کچھ اثر جب اس کمینے پر
مجاہد نے سنبھالی تیغ بیٹھا چڑھ کے سینے پر

کہا بوجہل نے اے بکریوں کے پالنے والے
میں زخمی ہو کے بیشک پڑ گیا ہوں اب ترے پالے

ذرا گردن بچا کر کاٹنا سر باز سر میرا
رہا ہے عمر بھر دنیا میں سرافراز سر میرا

کہ جس کو دیکھنے والے کہیں سردار کا سر ہے
بڑے اک گردن افراز و سپہ سالار کا سر ہے[1]

مجاہد مسکرایا اور اس خود سر کا سر کاٹا
بڑے اظلم بڑے اخبث بڑے اکفر کا سر کاٹا

---

[1] ابوجہل بولا: اے بکریوں کے چرواہے فخر کر کہ تو بڑی اونچی جگہ بیٹھا ہے۔ میری وصیت سن کر میرا سر کاٹے۔ تو کندھوں کے قریب سے کاٹیو تاکہ گردن بڑی معلوم ہو اور ہر شخص دیکھتے ہی سمجھ جائے کہ کسی بڑے سردار کی گردن ہے (دیکھو طبری)

marfat.com

چلا شاہِ دو عالم کی طرف دشمن کا سر لے کر — برائے نذر نخلِ فتح و نصرت کا ثمر لے کر

فتح کے بعد آنحضرتؐ اور غازیوں کی مصروفیات

خدا کے فضل سے حاصل ہوئی یہ فتح فیروزی — لگی ہونے مجاہد زخمیوں کی زخم اندوزی

اسیروں کی حفاظت کے لئے سامان فرما کر — نماز[1] اپنے شہیدوں کی پھر پڑھنے پڑھی جا کر

ہوا یہ انتظام اب حسبِ فرمانِ رسولؐ اللہ — ہوئی تکمیلِ تدفینِ فدایانِ رسولؐ اللہ

دعا فرما کے ان سب کو گنہ سے پاک فرمایا — شہادت پانے والوں کو سپردِ خاک فرمایا

ملی اس جنگ میں جن کو شہادت کی علم داری — تھے ان بخت آوروں میں چھ مہاجر آٹھ انصاری[2]

سرِ مقتل ہوئی گنتی جو مقتولانِ دشمن کی — تو ستر سرنگوں لاشیں تھیں سرداران[3] دشمن کی

ہوا ارشاد ان کی پردہ پوشی[4] بھی ضروری ہے — کھلے میداں میں لاشے چھوڑ جانا بے شعوری ہے

---

[1] شہدا پر نماز جنازہ پڑھی گئی اور ان خون آلودہ کپڑوں میں جنہیں وہ پہنے ہوئے تھے دفن کئے گئے (الاسلام حصہ اول)

[2] غازہ جنگ پر معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں سے صرف ۱۴ شخصوں نے شہادت پائی جن میں چھ مہاجر اور آٹھ انصار تھے (سیرت النبیؐ)

[3] تقریباً ستر آدمی قتل اور اسی قدر گرفتار ہوئے (سیرت النبیؐ)

[4] لڑائیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جہاں کوئی لاش نظر آتی تھی۔ آپ اس کو زمین میں دفن کرا دیتے تھے (روض الانف)

marfat.com

صحابہؓ پر اگرچہ انتہائی ضعف طاری تھا — مگر ارشادِ پیغمبرؐ انہیں ارشادِ باری تھا
پڑی تھیں جا بجا میدانِ گیرودار میں لاشیں — اٹھائیں اور سلائیں اک کشادہ غار میں لاشیں[1]

مشرکین کی لاشوں سے آنحضرتؐ کا خطاب[2]

ہوئی معمور پھر صبر و سکوں سے بدر کی وادی — کنارِ غار استادہ ہوا اسلام کا ہادیؐ
مخاطب کر کے ہر مقتول کو حضرت نے فرمایا — کہ ہم سے حق نے جو وعدہ کیا تھا ہم نے حق پایا

---

[1] اس موقع پر کشتوں کی تعداد زیادہ تھی۔ اس لئے ایک ایک کا الگ الگ دفن کرنا مشکل تھا۔ ایک وسیع کنواں تھا (عربی میں لفظ قلیب ہے مصنف) لاشیں آپؐ نے اس میں ڈلوا دیں۔ لیکن امیہ کی لاش پھول کر اس قابل نہ رہی تھی کہ جگہ سے ہٹائی جائے۔ اس لئے وہیں خاک میں دبا دی گئی (سیرت النبیؐ)

[2] واپسی سے قبل آپ اس گڑھے کے قریب تشریف لے گئے جس میں رؤسائے قریش دفن کئے گئے تھے اور پھر ان میں سے ایک ایک کا نام لے کر پکارا اور فرمایا ھل وجدتم ما وعدکم اللہ حقا فانی وجدت ما وعدنی اللہ حقا یعنی کیا تم نے اس وعدے کو حق پایا جو خدا نے میرے ذریعے تم سے کیا تھا۔ تحقیق میں نے تو اس وعدے کو حق پا لیا ہے جو خدا نے مجھ سے کیا تھا۔ نیز فرمایا یا اھل القلیب بئس عشیرۃ النبی کنتم لنبیکم کذبتمونی وصدقنی الناس واخرجتمونی وآوانی الناس وقاتلتمونی ونصرنی الناس (طبری بحوالہ خاتم النبیینؐ) یعنی اے اہلِ قلیب تم اپنے نبی کے بہت برے رشتہ دار بنے۔ تم نے مجھے جھٹلایا اور دوسروں نے میری تصدیق کی تم نے مجھے میرے وطن سے نکالا اور دوسروں نے مجھے پناہ دی تم نے میرے ساتھ قتال کیا اور دوسروں نے میری نصرت کی (دیکھو صحیح مسلم اور بخاری)

marfat.com

کہو اے عتبہ! اے بوجہل، اے شوکت کے متوالو
جو تم پر عہد تھا اللہ کا اُس پر تدبر ڈالو

بتاؤ کارواں والو، آج تو تم کو یقیں آیا
وعیدِ حق کا پایا تم نے ایفا یا نہیں پایا

نبیؐ کی قوم تھے تم سب مگر انسان کی ضد تھے
کہ از آغاز تا انجام شیطاں کے موید تھے

مری تصدیق کی لوگوں نے پر تکذیب کی تم نے
خدا کی بہترین تعمیر کی تخریب کی تم نے

نکالا تم نے گھر سے مجھ کو اور دل نے اقامت دی
اُٹھے تم قتل و غارت کو مگر اوروں نے نصرت دی

ہوئے حائل تمہیں راہِ فلاحِ آدمیت میں
بتاؤ کیا کہو گے پیشِ حق اپنی بدیعت میں

خطاب اس طرح مقتولوں سے جب حضرتؐ نے فرمایا
صحابہؓ کے دلوں میں اک تحیر سا اُمڈ آیا

کہا جن کو حضور آواز دیتے ہیں وہ مُردہ ہیں
بھلا اب کس کی سنتے ہیں اجل کے زخم خوردہ ہیں

ہوا ارشاد ذی جُدوں سے زیادہ سُن رہے ہیں یہ
بُرائی کے بُرے انجام پر سر دُھن رہے ہیں یہ

مآلِ کار پر ہے انتہائی اضطراب اِن کو
مگر حاصل نہیں ہے آج مقدورِ جواب اِن کو

بعدِ فتح غازیانِ اسلام کی حالتِ قلب

نمازِ عصر کا وقت آگیا اِن کام دھندوں میں
ہوا بیتاب ذوقِ بندگی اللہ کے بندوں میں

سلہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ تو اب مُردے ہیں وہ کیا سُنیں گے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا میری بات وہ تم سے زیادہ سُن رہے ہیں۔ مگر ان کو مقدورِ جواب نہیں (دیکھو طبری وغیرہ)

marfat.com

فضا میں گونج اٹھی پھر صدا اللہ اکبر کی
ہوئی روحِ حقیقی جلوہ گر دینِ پیمبر کی

دھنوک کے صفیں میداں میں باندھیں شان والوں نے
خدا کے سامنے سر رکھ دئے ایمان والوں نے

سنے نغماتِ شکرانِ فتحمندوں کی زبانوں سے
اتر آئے فرشتے لے کے رحمت آسمانوں سے

تعجب خیز تھا یہ ربط و ضبط انسان فانی کا
چڑھا ہرگز نہ اِس اُمت کو نشہ کامرانی کا

یہ پہلی فتح تھی انسان کی شیطان کے اوپر
کہ بعدِ فتح قائم تھا بشر ایمان کے اوپر

بشر یہ بھی تھے لیکن قلب ان کے شر سے خالی تھے
مقاصد تھے بلند اِن کے ارادے اِن کے عالی تھے

نہ تھی راہِ خدا میں خواہشِ نام و نمود اِن کو
پئے حُبِّ نبیؐ مقصود تھی نفیِ وجود اِن کو

جب آئے تھے تو کمزور اور نہتے اور تھوڑے تھے
نہ ان کے ساتھ خیمے تھے نہ ان کے ساتھ گھوڑے تھے

نہ اِن کی پشت پر تھی کوئی بھی امدادِ انسانی
نہ کھانے کے لئے روٹی نہ پینے کے لئے پانی

میسر کچھ نہ تھا ساز و برگ سے ان کو
اِسی حالت میں ٹکرانا تھا سیلِ مرگ سے ان کو

ہنکالائی تھی آزادی ہلاکت کی طرف اِن کو
کہ سینے تان کر ہونا تھا تیروں کا ہدف اِن کو

امڈ آئی تھی جب تیغوں کی موجِ تُند و تیز اِن پر
بہر سُو اپنے ہاتھوں بند تھی راہِ گریز اِن پر

اِنہیں اس وقت بھی اللہ پر ایمانِ کامل تھا
اِنہیں قرآن کے وعدے پر اطمینان کامل تھا

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۔ پ۲۔ البقرۃ ع۔ ۱۵

وہی وعدہ جسے اصلِ اصولِ زندگی کہیئے
حیاتِ نوعِ انساں کے لئے پائندگی کہیئے

مجاہد کے لئے دنیا و دیں کی سرفرازی ہے
کہ مرنے سے شہید اور زندہ رہ جائے تو غازی ہے

یہی ذوقِ یقیں باعث تھا ان کی استقامت کا
قدومِ استقامت ہی پہ سر خم ہے کرامت کا

یہی وہ تھے میسر تھی جنہیں اب فتح و نصرت بھی
مہیا تھے سلاحِ جنگ بھی مالِ غنیمت بھی

جوانمردی سے حملہ آوروں پر فتح پائی تھی
سرِ میداں دیا تھا امتحاں جرأت دکھائی تھی

بڑی جرأت سے حاصل کر چکے تھے ہمتوں والے
کمانیں تیر زریں گرز ڈھالیں برچھیاں بھالے

خیام اور بارگاہیں اونٹ گھوڑے ڈھول نقارے
رسد کی خرچیاں بالکل نئے کپڑوں کے پشتارے

سبھی کچھ آج حاصل ہو گیا تھا سرفروشوں کو
یہ روزِ فتح کا تحفہ ملا تھا دل پوشوں کو

مگر اس فتح پہ ہرگز نہ تھا عجب اور ناز ان کو
کہ نازِ قربِ حق نے کر دیا تھا بے نیاز ان کو

نہ اتراتے تھے جرأت پر نہ اپنے زورِ بازو پر
خوشی تولی ہوئی تھی شکرِ خالق کے ترازو پر

زمین و آسماں جن و ملائک سخت حیراں تھے
کہ یہ اللہ کے بندے نئی فطرت کے انساں تھے

انہیں اب بھی نہ خنجر پر نہ بھالے پر بھروسہ تھا
خدا پر اور اپنے کملی والے پر بھروسہ تھا

سمجھتے تھے کہ یہ اللہ کا احسان ہے سارا
دکھایا جس نے قدرت اور صداقت کا یہ نظارا

یہی اک جذبۂ صادق تھا باعث انکی شادی کا
کہ دیکھا معجزہ تعمیلِ ارشاداتِ ہادی کا

marfat.com

خدا کے پاک بندے تھے خودی کا دم نہ بھرتے تھے — محمدؐ اور محمدؐ کے خدا کا شکر کرتے تھے

بدر سے غازیانِ اسلام کی واپسی

اُدھر باطل گریزاں تھا اِدھر حق شاد و فرحاں تھا — یہ دن ارشادِ قرآں کے مطابق یومِ فرقاں[1] تھا
سوادِ صبح دوڑا جا رہا تھا شام کی جانب — کہ ہر آغاز کا اقدام ہے انجام کی جانب
مگر اس وقت بھی مشغول تھے اللہ کے غازی — سفر درپیش تھا اس قافلے کو بعدِ سربازی
نمازِ عصر پڑھ کر ہو گئی چلنے کی تیاری — مدینے کو بڑھی موجِ نویدِ نصرتِ باری[2]
ثنا کرتی ہوئی اللہ کے اکرام و احساں کی — سوادِ بدر سے لوٹی جماعت اہلِ ایماں کی
بچشمِ نم شہیدانِ محبت سے جدا ہو کر — چلے بندے خدا کے ہمرکابِ مصطفیٰ ہو کر
نہ اترائے ہوئے آئے، نہ اترائے ہوئے لوٹے — سپاس و شکر کا اظہار فرماتے ہوئے لوٹے
نہ غرّہ تھا اسیروں پر نہ سامانِ غنیمت پر — یہ نازاں تھے فقط اسلام ہی کی قدر و قیمت پر
تھا دل اس شکر سے معمورانِ عالی مقاموں کا — کہ حق نے امتحاں فرما لیا اپنے غلاموں کا

---

[1] (دیکھو سیرت النبیؐ صفحہ ۳۲۳)

[2] بعض کا قول ہے کہ اُسی روز اور بعض کہتے ہیں کہ تین دن یہیں قیام فرما کر آنحضرتؐ مدینے کی طرف لوٹے مگر کثرت اس طرف ہے کہ آپ نے تدفین کے بعد یہاں سے تین میل پر منزل کی۔ (مصنف)

marfat.com

واپسی کی پہلی منزل

بالآخر کاروانِ روز پہنچا شب کی منزل پر
لگا دی آسماں نے کشتیٔ خورشید ساحل پر

کیا تھا کام دِن بھر تھک گیا تھا آفتاب آخر
نہ لایا غازیوں کے جوشِ بیداری کی تاب آخر

رسول اللہ کے رُوئے منوّر پر نظر ڈالی
تبسم دیکھ کر آرام کرنے کی رضا پالی

جھکایا تیرِ اعظم نے سر تعظیم کی خاطر
شرف اس کو ملا تھا احمدِ بے میم کی خاطر

مُصر ہا کر سفر پر لشکرِ محبوب داور کو
شفق نے لے لیا آغوش میں خورشیدِ خاور کو

جبینِ شام پر سُرخی ندامت کی جو لہرائی
رسُولِ پاک نے بھی اب قیامِ شب کی ٹھہرائی

ہوا ارشاد ہاں اب وقت ہے آرام لینے کا
خدا کی بخشش خواب و سکوں سے کام لینے کا

کیا فرمانِ ہادیؐ پر قیام[1] ان سربلندوں نے
ادا کی مِل کے مغرب کی نماز اللہ کے بندوں نے

مہیا جو ہُوا نعمت سمجھ کر شکر سے کھایا
عشا کے بعد حزبُ اللہ نے آرام فرمایا

فلک سے چاند تارے نُور کی بارش لگے کرنے
لگی موجِ ہوا ان کی ہوا خواہی کا دم بھرنے

ملائک کی جماعت آج پہرے دار تھی ان کی
یہ محوِ خواب تھے قسمت مگر بیدار تھی ان کی

---

[1] بدر سے بہت کر تین میل پر مقام اثیل ہے۔ متعدد روایات کی رُو سے آپ نے واپسی پر وہاں تین دن رات قیام فرمایا تھا۔

باب دوم

جنگِ بدر اور جنگِ اُحد کا درمیانی وقفہ

مکّے اور مدینے کے حالات

مُنافقین اور یہُود کی شرارتیں

مجاہد بدر کی جانب چلے تھے جب مدینے سے
مُنافق اور یہُودان کو یہی کہتے تھے کینے سے

نہ جاؤ جنگ کو اس بے سر و سامان حالت سے
نہ ٹکراؤ عبث شمشیرِ قرشی کی اصالت سے

نہیں کوئی حریف اہلِ عرب میں اُن کی طاقت کا
مقابل ان سے ہونا کام ہے پُوری حماقت کا

marfat.com

یہ تم دو تین سو افراد بے ہتھیار ناکارے — فنونِ جنگ سے عاری ہلاکت آشنا سارے
محمدؐ لے چلے ہیں بیوقوفو تم کو پھسلا کر — نہ دیکھو گے کبھی مُنہ بال بچوں کا یہاں آکر
قریشی پہلواں تم کو کبھی جیتا نہ چھوڑیں گے — تمہارے ایک اک سردار کا سر خوب توڑیں گے
بنائیں اس طرح کی سینکڑوں باتیں اُڑانے والوں نے — سُنا سب کچھ مگر چپ سادھ لی اللہ والوں نے

مدینہ میں مسلمانوں کی حالت

مدینے سے چلے تھے جب مجاہد بدرؔ کی جانب — تو مائل تھے مسلمانوں کے دشمن قتل کی جانب
رسُول اللہ کو معلوم تھی ان کی دغابازی — کیا تھا آپ نے یوں سدِ بابِ فتنہ اندازی
کہ چند اصحاب چھوڑے تھے مدینے کی حفاظت کو — نظر میں تاکہ رکھیں دشمنوں کی نقل و حرکت کو
یہ غیبت میں ستائیں گے غریبوں اور ضعیفوں کو — شرارت سے پریشانی میں ڈالیں گے شریفوں کو

سلہ مدینے سے نکلتے ہوئے آپ نے حضرت عبداللہؓ بن ام مکتوم کو امام نماز بنا کر چھوڑا تھا۔ پھر راستے میں مقام رُوحا سے جو مدینہ سے ۳۶ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہود اور منافقین کے فتنے کے خیال سے حضرت ابولبابہ بن منذر کو مدینے کا امیر بنا کر واپس بھیج دیا تاکہ مدینے میں امن قائم رکھیں۔ مدینہ کی بالائی آبادی عوالی کے لئے آپ نے عاصم بن عدیؓ کو الگ امیر مقرر کر دیا تھا۔ (ابن ہشام و ابن اثیر)

بہت بیمار تھیں اس دم رسول اللہ کی دختر[1] — رقیہؓ نام تھا عثمانؓ اس بی بی کے تھے شوہر

یہاں بیمار کی تیمارداری بھی ضروری تھی — وہاں تعمیلِ ارشاداتِ باری بھی ضروری تھی

محبت نے ادائے فرض کا رشتہ نہ توڑا تھا — پئے تیمارداری اس جگہ عثمانؓ کو چھوڑا تھا

مجاہد بدر میں آسودہ تھے تیغوں کی چھاؤں میں — مدینے کے مسلماں کانپتے تھے دن دعاؤں میں

منافقین اور یہود مدینہ کی طنز آمیز افواہیں

منافق اور یہود ان فکرمندوں کو ستاتے تھے — قریشی فوج کے غلبے کی افواہیں سناتے تھے

کہا کرتے تھے قریشی فوج سب کو مار ڈالے گی — زمینِ بدر منہ کھولے گی بیچاروں کو کھالے گی

پیمبرؐ نے کیا برباد اتنے خاندانوں کو — بچا لاتے ہیں دیکھیں کس طرح ان چند جانوں کو

نہتے لڑ سکیں گے کس طرح کمزور بیچارے — ہمیں افسوس ہے بے فائدہ مارے گئے سارے

یہود اور بت پرست ایسی ہی باتیں کہتے رہتے تھے — مسلماں ضبط و خاموشی سے سنتے اور سہتے تھے

---

[1] آنحضرتؐ کے خروج بدر سے پہلے آپ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ چیچک میں مبتلا ہو چکی تھیں۔ حالت بہت نازک تھی۔ اس لئے تیمارداری کے لئے آپؐ نے ان کے شوہر جناب عثمانؓ ابن عفان کو مدینے میں چھوڑ دیا تھا۔ (خاتم المرسلین)

marfat.com

حضرت رقیہؓ کی وفات کا دن

خبر کوئی نہ آئی تھی بڑھا فکر و ملال آخر
ہوا اک دن رقیہؓ سیدہ کا انتقال آخر

دعا کرتی ہوئی حق سے رسول اللہ کی بیٹی
پلٹ کی واپسی سے پیشتر تربت میں جا لیٹی

جنابِ حضرتِ عثمانؓ بہت افسردہ خاطر تھے
حیا مانع تھی رونے سے، مگر آزردہ خاطر تھے

بچھڑ کر رہ گئے تھے جس کی خاطر فوجِ ملت سے
جدائی ہو گئی تھی آج اسی پاکیزہ سیرت سے

سہے تھے اس عفیفہ نے بہت دکھ دین کی خاطر
مدینے کے مسلماں جمع تھے تدفین کی خاطر

نبیؐ کے جلد واپس لوٹ آنے کی تمنا تھی
یہ حسرت باوجودِ ضبط چہروں سے ہویدا تھی

یہود اور بت پرست اس وقت بھی انکو ستاتے تھے
کہ دلسوزی کے پردے میں وہی باتیں بناتے تھے

فتح کی خوشخبری

یہ عالم[1] تھا کہ دیکھا اک شتر سوار آتا ہے
کھڑا ہو ہو کے رستے میں کوئی مژدہ سناتا ہے

---

[1] دیکھو تاریخ الخمیس۔

[2] حضرت رقیہؓ کو اللہ جل شانہ نے اپنے جوارِ رحمت میں لے لیا تھا۔ وہ دفن ہو رہی تھیں اور مسلمان کامیابی برابر کر رہے تھے کہ فتح بدر کی خبر آئی۔ (خاتم المرسلین)

marfat.com

مسلمانوں کے بچے بچیاں ہیں جمع گرد اس کے
خدا کا فضل اور فتح مبیں لب پر ہیں ورد اس کے

قریب آکر نظر آیا جنابِ زیدؓ کا چہرا[1]
وہ چہرا جس پہ تھا لطفِ خدائے پاک کا سہرا

وہی زیدؓ ابنِ حارث خادمِ خاصِ رسول اللہ
غلامِ زرخریدِ حسن و اخلاصِ رسول اللہ

ہمیشہ مستعد رہتے تھے جو خدمت گذاری میں
نبیؐ کا ناقۂ قصویٰ تھا آج ان کی سواری میں

یہاں تعمیلِ احکاماتِ ہادیؐ کرنے آئے تھے
نویدِ فتح و نصرت کی منادی کرنے آئے تھے

صدا دیتے تھے لوگو شکرِ خالق کا بجا لاؤ
قریشی فوج کے حملے سے تم ہرگز نہ گھبراؤ

خدائے پاک نے دی ظلم کی پاداش دشمن کو
ہوئی ہے بدر کے اندر شکستِ فاش دشمن کو

سپہ سالار بھی مارا گیا سردار بھی اُن کے
نہ قائم رہ سکے پیدل بھی اور اسوار بھی اُن کے

ابوجہل و ابوکرشہ و اُمیہ اور زمعہ بھی
ولید و عاص بھی بوالبختری بھی اور منبہ بھی

وہ سب کے سب جو تھے ہر کارِ نیک انجام کے دشمن
رسول اللہ کے اللہ کے اسلام کے دشمن

وہ سب کے سب جو لشکر لے کے آئے تھے مدینے پر
خدا نے موت کو ترجیح دی ہے اُن کے جینے پر

ربیعہ کے پسر مارے گئے اک آن کے اندر
ہوئے مقتول سارے کینہ ور میدان کے اندر

---

[1] بدر سے واپسی کے وقت آنحضرت صلعم نے زیدؓ بن حارثؓ کو مدینہ کی طرف روانہ فرمایا کہ وہ آگے جا کر اہلِ مدینہ کو فتح کی خوشخبری پہنچا دیں (خاتم النبیینؐ)

marfat.com

بہت سے آدمی پکڑے گئے ہیں فوجِ شیطاں کے
غنیمت میں ذخیرے حق نے بخشے ساز و سامان کے

اَلَا یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَار یہ دِن ہے مسرت کا
عنایت ہے نبیؐ کی اور احساں ربِّ عزت کا

کوئی دِن اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا سعادت کا
کہ چودہ خوش نصیبوں کو ملا رُتبہ شہادت کا

دکھا کر سرفروشی جیت کر ایمان کی بازی
مدینے کی طرف واپس ہوئے ہیں تین سَو غازی

خدا رکھے سلامت ہے ہمارا کملی والا بھی
اُسی کے دم سے ہے یہ نصرتِ باری تعالیٰ بھی

نوید اے طالبانِ دیدِ حق مطلوب آتا ہے
مدینے کی طرف اللہ کا محبوبؐ آتا ہے

فتح کی خبر پر منافقین و یہود کی رائے زنی

مسلمانوں کے خُفتہ بخت اس آواز سے جاگے
جنابِ زیدؓ یہ مژدہ سُنا کر بڑھ گئے آگے

مگر جو غیر مسلم تھے لگے اب اور بھی ہنسنے
سُنی جب زیدؓ کی آواز آواز لگے کہنے

کوئی بولا "پیامِ زیدؓ کیا اچھی کہانی ہے
حقیقت کچھ نہیں لیکن زباں میں کیا روانی ہے"

کوئی بولا ارے یہ صاف بہکانے کی باتیں ہیں
صریحاً ایک فوجی چال ہے دھوکا ہے گھاتیں ہیں

مسلمانوں کی بازی بدر کے میداں میں پٹ بھی ہو
بیاں جو کچھ کیا ہے زیدؓ نے اس کا اُلٹ ہو

قریش ان کو عدم کا راستہ دکھلا چکے ہونگے
مسلماں سب کے سب میدان میں کام آچکے ہونگے

یہی حشر اُن کے صاحب کا ہمیں معلوم ہوتا ہے
کم از کم اس کہانی سے یہی مفہوم ہوتا ہے

یہ ناقہ جس کی ہے اچھی طرح پہچانتے ہیں ہم
بھگا لایا ہے اس کو زیدؓ سب کچھ جانتے ہیں ہم

کوئی پوچھے، سلامت ہے اگر اس قوم کا آقا
اکیلا لے کے آسکتا تھا کیونکر زیدؓ یہ ناقا

غرض یہ ہے مدینے میں کہیں بلوہ نہ ہو جائے
مسلمانوں کی باقی ماندہ جمعیت نہ کھو جائے"

کوئی بولا نہیں ہم اس کو جھوٹا کہہ نہیں سکتے
یہ کہنے سے بھی لیکن باز ہرگز رہ نہیں سکتے

کہ اُس پُر ہول نظارے سے ہے خوف و ہراس اس کو
کیا ہے رنج و غم نے آج مخبوط الحواس اس کو

رفیقوں کی تباہی کا نگاہوں میں ہے نظارا
نہیں خود بھی سمجھتا منہ سے کیا کہتا ہے بیچارا

حضرت اُسامہؓ ابنِ زیدؓ کا جوش

اِدھر تو ان خبیثوں کی زبانوں پر تھیں یہ باتیں
اُدھر ایمان والوں کے لبوں پر تھیں مناجاتیں

صداقت کیش تھے اپنے خدا پر تھا یقیں اِن کو
بشاراتِ محمد مصطفٰےؐ پر تھا یقیں ان کو

جنابِ زیدؓ کے بیٹے اسامہؓ تھے ابھی کمسن
اِنہیں اشرار کی باتوں پہ غصّہ آگیا اس دن

طنز آمیز فقرے سُن کے شانِ فوجِ ملّت میں
اُٹھے، اُٹھ کر گئے اپنے پدر کے پاس خلوت میں

marfat.com

کہا میں جانتا ہوں صدق ہے جو آپ کہتے ہیں
مگر اشرار یثرب اس طرح اے باپ کہتے ہیں

کہا جانِ پدر! اسلم کبھی بزدل نہیں ہوتا
اگر کچھ ایسی ویسی بات ہوتی میں نہیں ہوتا

بھلا راہِ شہادت کو مجاہد چھوڑ سکتا ہے
حواس و ہوش کھو کر موت سے منہ موڑ سکتا ہے

ابھی یہ لوگ دیکھیں گے کہ میری بات سچی ہے
رسول اللہ سچے ہیں خدا کی ذات سچی ہے

اسامہؓ مطمئن ہو کر بڑھے اشرار کی جانب
جہاں پر زور تھا ان کا اسی بازار کی جانب

پکارے اے یہود اے بت پرستو کچھ تو شرماؤ
تمہارا جھوٹ ظاہر ہو چکا ہے اب تو باز آؤ

ابھی دو چار ساعت میں رسول اللہ آتے ہیں
مزا اس فتنہ انگیزی کا تم سب کو چکھاتے ہیں

نظر آئیں گے دن کے وقت زیرِ آسماں تارے
تو جھک جائیں گی یہ بے نور آنکھیں شرم کے مارے

یہ سن کر فتنہ پرور منہ اسامہؓ کا لگے تکنے
لگے تھے بدزباں اب اور بھی کچھ نارو بکنے

کہ اتنے میں صدا آنے لگی اللہ اکبر کی
سواری آگئی تھی ارضِ رُدحا تک پیمبر کی

اٹھے جب اس طرح نعرے خوشی کے اور تکبیریں
دلِ اشرار پر چلنے لگیں حسرت کی شمشیریں

یہ نادم ہو کے دب کے کوئی تازہ چال کرنے کو
اسامہؓ بڑھ گئے حضرت کا استقبال کرنے کو

رسول اللہؐ اور غازیانِ اسلام کی مراجعت

نوید سرخوشی دے دی زمیں نے آسمانوں کو
فرشتے لے اُڑے اللہ اکبر کی اذانوں کو

ہُوا جلوہ فگن طیبہ میں جب اسلام کا ہادیؐ
منوّر ہوگئی شمس الضحیٰ کے نُور سے وادی

صحابہؓ ہم عناں تھے صف بصف محبوبِ داؐور کے
شعاعیں گرد تھیں چاروں طرف خورشید خاور کے

عیاں تھا سب کے چہروں سے نشانِ فتح فیروزی
سناتے تھے غنائم داستانِ فتح فیروزی

زمیں سے جب صدائے نعرہ ہائے مرحبا گونجی
فلک سے بھی ندائے نغمہ صلِّ علیٰ گونجی

مبارک باد کی آنے لگیں پُرجوش آوازیں
مئے حُبِّ رسُول اللہؐ سے مدہوش آوازیں

قریبِ شہر پاکر لشکرِ مردانِ عالم کو
مسلماں ہر طرف سے بڑھ رہے تھے خیر مقدم کو

اُمڈ آیا ہجومِ اہلِ ایماں دید کی خاطر
ہُوئی جاں بخش جو اُمید اُسی اُمید کی خاطر

پیمبرؐ اس طرح داخل ہُوا اپنے مدینے میں
دمِ رفتہ پلٹ کر جس طرح آتا ہے سینے میں

محبت کی ہوائیں وجد میں آئیں شجر جھومے
جُھکی محرابِ مسجد، فرش نے بڑھ کر قدم چُومے

فروکش ہوگئے مسجد میں آکر حضرتِ والا
صحابہؓ نے بنایا چاند کے چاروں طرف ہالا

marfat.com

مہاجر اور انصار آکے بیٹھے سب حضوری میں — رہا کوئی نہ بُعد و قُرب خاکی اور نوری میں
بشر کی شانِ وحدت کے جو یہ جلوے نظر آئے — ستارے بھی سیار کبا دینے کو اُتر آئے

عَمِّ نبیؐ حضرت عباس بطور اَسیرِ جنگ

عشا پڑھ کر تھکے ماندوں کو وقتِ آرام کا آیا — اُٹھا دن کا عمل شب نے کیا آفاق پر سایا
پئے آرام لیٹا کملی والا اِک چٹائی پر — خدا کے فضل سے جس کو تصرف تھا خدائی پر
شہنشاہوں کا شاہنشاہ لیکن کس قدر سادہ — وہی تھا اس کا بستر اور وہی تھا اس کا تکیہ
وہ لیٹا دو گھڑی سونے کو لیکن نیند کیا آتی — کہ تھی رہ رہ کے مسجد میں دبی سی اک صدا آتی
تھے مسجد کے قریں عَمِّ نبیؐ عباس اِک گھر میں — بندھی تھیں ان کی ہتھکیں اور شاید درد تھا سر میں
اگرچہ جنگ میں عباس آئے تھے بمجبوری[1] — رسُول اللہ کو معلوم تھی ان کی یہ معذوری
اگرچہ دین و ملت پر بہت احسان تھے اِن کے — بحالِ کفر یہ احسان عالی شان تھے ان کے
مگر کفّار کے حملے میں شرکت تھی خطا کاری — ہُوئی تھی جنگ کے میدان میں اُن کی گرفتاری
بچاتے اَور کی تھی دین کی خدمت گذاری بھی — مگر انصاف کو مشکل تھی اِن کی پاسداری بھی

[1] دیکھو سیرت النبیؐ

بندھے تھے، جس طرح سب دشمن اسلام قیدی تھے
کہ یہ بھی دوسروں کے ساتھ ہی اک عام قیدی تھے

کراہے دم بدم عباسؓ درد و کرب کے مارے
بندھے تھے دست و پا کروٹ نہ لے سکتے تھے بیچارے

رسول اللہ کو بھی درد تھا ان کی اذیت سے[1]
کہ یہ خدمت کیا کرتے تھے پورے صدق نیت سے

اُدھر وہ ہلکے ہلکے زیر لب اک آہ کرتے تھے
اِدھر بے چین ہو کر آپ ٹھنڈی سانس بھرتے تھے

صحابہؓ سو رہے تھے صحنِ مسجد میں تھکے ہارے
رِدائے ماہ میں لپٹے ہوئے ہوں جس طرح تارے

نبیؐ نے کروٹیں بدلیں جو یوں بیتاب ہو ہو کر
صحابہؓ جاگ اُٹھے خواب سے بے خواب ہو ہو کر

گذارش کی سبب کیا ہے حضور اس بے قراری کا
مزاج اچھا تو ہے نامِ خدا محبوبِ باریؐ کا

کہا بے تابیٔ بے تابیٔ عباسؓ ہے مجھ کو
حقوقِ خدمتِ دیرینہ کا احساس ہے مجھ کو

وہ قید و بند کی تکلیف سے جب تلملاتا ہے
تو اس کی خدمتِ حق کا زمانہ یاد آتا ہے

گذارش کی غلاموں نے اگر سرکار فرمائیں
ابھی عمِ نبیؐ کے بند ڈھیلے کر دیئے جائیں

کہا جب دوسرے انساں بھی ہیں اس قید کے اندر[2]
کروں گا میں نہ ہرگز فرق عمرو زید کے اندر

---

[1] غزوۂ بدر میں عباسؓ کافروں کی طرف تھے۔ اور مثل اور کافروں کے یہ بھی قید ہو کر آئے تھے۔ بندش سخت تھی جس سے یہ کراہتے تھے اور ان کے کراہنے سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بے چینی ہوتی تھی۔ (زرقانی)

[2] (دیکھو زرقانی حالاتِ عباسؓ بن عبدالمطلب)

جُھکا یا سر، یہ منشائے نبیؐ پا کر صحابہؓ نے
کمندیں نرم کیں ہر ایک کی جا کر صحابہؓ نے

اسیروں نے جو قیدِ سخت سے یُوں مخلصی پائی
تو چشمِ دزدِ مندِ دزد منداں میں بھی نیند آئی

مکّے میں شکست کی خبر

یہاں کا حال دیکھا اب وہاں کا رنگ بھی دیکھیں
ذرا چل کر شکستِ بانیانِ جنگ بھی دیکھیں

نہ تھا باطل کے دل میں وہم تک اپنی خرابی کا
ہمہ تن شہرِ مکہ منتظر تھا فتح یابی کا

بہت غُرّہ تھا سازِ جنگ پر جنگی لیاقت پر
یقیں رکھتے تھے اپنی فوج کی تعداد و طاقت پر

بہت عاجز سمجھتے تھے محمدؐ کے غلاموں کو
وطن سے کر چکے تھے بے وطن عالی مقاموں کو

اِنہیں پُورا یقیں تھا فوج فاتح بن کے آئے گی
مسلمانوں کے سر مالِ غنیمت ساتھ لائے گی

نویدِ فتح مندی کا تھا ایسا اِعتبار ان کو
کہ گھر میں بیٹھے رہنے پر نہ آتا تھا قرار ان کو

بما کر خُون کے منظر خیالوں اور نگاہوں میں
خجل کر بیٹھ جاتے تھے بسا اوقات راہوں میں

بحر میں ایک دن صفوان و اہلِ مکہ بھی اکثر
اسی اُمید پر بیٹھے ہوئے تھے شہر سے باہر

نظر آیا کہ بھاگم بھاگ اِک انسان آتا ہے
سراسیمہ، ہراساں اور بے سامان آتا ہے

نہیں تھی شر کی سُدھ بُدھ نہ پیچھا تھا نہ آگا تھا
مسلمانوں سے لڑ کر بدر کے میدان سے بھاگا تھا

سماتا تھا نہ اس کے پیٹ میں دم ہول کے مارے
زباں پر اُس کے تھا "مارے گئے مارے گئے سارے"

یہ اِک مردِ خزاعی[1] تھا اسے لوگوں نے پہچانا
کسی نے راستے میں اس کو لوٹا ہے یہ گردانا

کہا، اَے مردِ سودائی یہ کیسی دُھن سمائی ہے
کہ یوں "مارے گئے مارے گئے" کی رَٹ لگائی ہے

وہ بولا واقعی "مارے گئے مارے گئے سارے"
یہ بولے کون؟ وہ بولا سبھی سردار بیچارے"

یہ اَب بھی کچھ نہ سمجھے اور پُوچھا تُو نے کیا دیکھا
وہ بولا کچھ نہیں بس بھاگ آنے میں مزا دیکھا

یہ سمجھے فتح ہو جانے سے پہلے بھاگ آیا ہے
بڑا بُزدِل ہے دِل میں موت کا خطرہ سمایا ہے

کہا مارے گئے جو لوگ ان کا نام تو لینا
وہ بولا میں بتاتا ہوں، مجھے پانی ذرا دینا

مِلا پانی تو اِس بھاگے ہُوئے کے دَم میں دَم آیا
توانائی جو پائی پھر اِسی صُورت سے چلّایا

اجی کُشتوں کے پُشتے لگ گئے اِک آن کے اندر
بڑے سردار سب مارے گئے میدان کے اندر

یہ سمجھے ذِکر کرتا ہے مُسلمانوں کے لشکر کا
صفایا ہو گیا اُس قوم کے ہر ایک افسر کا

کہا اچھا ہُوا مارے گئے، تُم ہوش میں آؤ
جو مارے جا چکے تھے ہم کو سب کے نام بتلاؤ

وہ بولا، کیا کہا اچھا ہُوا مرنا بزرگوں کا
تمہیں تو آج ماتم چاہیے کرنا بزرگوں کا

---

[1] شکست خوردہ مشرکین میں سے صیمان خزاعی سب سے پہلے مکے پہنچا۔ لوگوں نے پوچھا۔ لڑائی کا کیا انجام ہُوا۔ وہ نہایت پریشانی سے گھبرا کر کہنے لگا۔ سب مارے گئے۔ (خاتم المرسلین)

بہت روئے گی قرشی قوم اُن عالی نژادوں کو
جو لے جاتے تھے میداں میں سواروں کو پیادوں کو

سپہ سالار عُتبہ، ابوالحکم، بوکرش اور شیبہ
ولید و عاص، اُمیہ بن خلف، بوبختری، زمعہ

سبھی مارے گئے اسود کے اور حجاج کے بیٹے
ہُبل کے نام پر قربان ہوئے تقدیر کے بیٹے

صفوان بن اُمیہ کا شک و شبہ

ہنسا[1] یہ سُن کے صفوان اور بولا طرفہ مضموں ہے
یہ اپنے ہوش میں ہرگز نہیں پاگل ہے مجنوں ہے

لیا ہے نام اس کمبخت نے ان پختہ کاروں کا
جو تنہا جنگ میں مُنہ پھیر دیتے ہیں ہزاروں کا

بھلا اس سے مری نسبت تو پُوچھو کیا بتاتا ہے
مجھے پہچانتا ہے یا سُنانی ہی سُناتا ہے

کہا اچھا بتا صفوان کو کس حال میں دیکھا
وہ بھاگ آیا کہ اس کو موت ہی کے جال میں دیکھا

وہ بولا "خوب، گویا تم مجھے مجنوں سمجھتے ہو
مرے سچے بیاں کو اور ہی مضموں سمجھتے ہو

یہ کیا بیٹھا ہوا ہے سامنے صفوان بیچارا
مسلمانوں نے جس کے بھائی کو اور باپ کو مارا

---

[1] مقتولین کے شمار میں ایسے ایسے معززینِ قریش کے نام جو لئے گئے تو صفوان بن اُمیہ نے کہا۔ اس کی عقل ٹھکانے نہیں ہے۔ بھلا میری نسبت تو پوچھو، دیکھو کیا کہتا ہے۔ لوگوں نے صفوان کے متعلق پوچھا۔ اس نے اشارہ کر کے کہا۔ وہ کیا سامنے صفوان بیٹھا ہے۔ (خاتم المرسلین)

یوں کہہ رہے بکے ہوئے شیطان کے بندے — ہر سمت پہ تھے لات سے سامان کے بندے

شکست خوردہ مشرکین کی عام واپسی

مگر کچھ دیر میں بھاگے ہوئے کچھ اور بھی آئے — اسی حالت میں آئے اور ایسی ہی خبر لائے
زبردستوں کے لاتے چھوڑ آئے زیردستوں میں — ہوا کہرام برپا ہر طرف باطل پرستوں میں
پیا پے یہ بھی آ ملا وہ بھی آ جو بدر سے بھاگے — یہاں پر پھر کے آ پہنچے کوئی پیچھے کوئی آگے
وہ زیبا ہیں اور نکبت اور ملبوساتِ فولادی — وہ شمشیر افگنی وہ جوش وہ فن اور وہ استادی
وہ ڈھالیں اور تلواریں، وہ تیر و نیزہ و خنجر — کہ نکلے تھے بھروسہ کر کے جس سامان کے اوپر
وہ خیمے اور گھوڑے اور سامانِ تنعم ان کا — وہ چیریں اہلِ ظاہر کو تھا ہر دم آسرا جن کا
یہ سب لے کر بشکل اپنی جانیں لے کے آئے تھے — بسانِ نوحہ غم فریادیں دل میں لائے تھے

مکے میں کہرام

بہر سو شہر میں ہر گھر میں ہر محفل کی غبر یہی — مصیبت کو تھا یوں ماتم کدہ ہر خانہ و در یہی
ابھی تک یاد ہیں جن کو وہ تلخی اس شکست کی — ابھی آنے لگی ہر سو صدا نالہ و ماتم کی

گھروں سے مرد عورت بوڑھے بچے سب نکل آئے
عوام و خاص بچے اور کچے سب نکل آئے

اکٹھے ہو گئے اِک چوک میں سب چیخنے والے
پڑی پٹس، اُٹھے فریاد آہ و زاریاں نالے

ہزیمت خوردگاں نے ان کو سارا حال بتلایا
مگر یہ کیا ہوا، اُن کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا

شکست کی رُوداد اور بُولہب کی مایوسی

پکارا بُولہب۔ لوگو ذرا خاموش ہو جاؤ
تم آؤ اے ابُوسفیان ہمیں یہ بات سمجھاؤ

مجھے معلوم ہے تعداد میں وہ لوگ تھوڑے ہیں
مگر ان کے پاس تلواریں نہ اُن کے پاس گھوڑے ہیں

نہ اُن لوگوں کا امدادی ہے دنیا میں کہیں کوئی
سوائے حمزہ فنِ جنگ سے واقف نہیں کوئی

ہمیں جُھک کر سلامیں کرتے رہتے تھے سرِ راہے
وہ ضرب و ضرب کیا جانیں بلا یثرب کے چرواہے

وہ کمیتی باڑی کرنا جانتے ہیں جنگ کیا جانیں
وہ جیں بکریوں کا دودھ خوں کا رنگ کیا جانیں

اُنہیں تو رات کے کھانے کو روٹی تک نہیں ملتی
ٹھہرنے کے لئے تنبو تو چھونی تک نہیں ملتی

کہاں سے مل گئی آخر کمک میرے بھتیجے کو
کہ ایسا لشکرِ جرار پہنچا اس نتیجے کو

بتاؤ کون سی بجلی گری تیغ آزماؤں پر
کہ اس کا اک خدا غالب ہوا اتنے خداؤں پر

فلک بھی کانپ جاتا تھا ہمارے سُورماؤں سے
عرب کی خاک تھراتی تھی گھوڑوں کی چھلانگوں سے

مجھے بتلاؤ تم میدان میں کس بات سے ہارے — قریشی فوج میں جنگ آزمودہ تھے جواں سارے
وہ سب مارے گئے پکڑے گئے یہ کیا ہوا آخر — طلسمی کارخانہ تو نہ تھا میدان تھا آخر

ماتم کرنے والوں کو ابوسفیان کی فہمائش

ابوسفیاں کہ بعدِ بولہب سردار تھا سب کا — بڑے لوگوں کے مرنے سے سپہ سالار تھا سب کا
وہ اب ناچار اٹھا اور بولا، اے بڑے بھائی! — ہمیں کیا ہو گیا تھا یہ سمجھ اب تک نہیں آئی
تمہارے اس بھتیجے نے کچھ ایسا کر دیا جادو[2] — زمیں پر پڑھ دیا افسوں ہوا میں بھر دیا جادو
ہوئی کایا پلٹ جیسے پلٹ جاتی ہیں تقدیریں — نہتوں کے مقابل کچھ بھی کام آئیں نہ شمشیریں
مسلماں کچھ نہ تھے لیکن وہ سب کچھ ہو گئے اس دم — تھے ان کے ہاتھ وقتِ جنگ بھیڑوں کی طرح سے ہم

---

[1] بے شک رؤسا زادے اب بھی قریش میں کافی موجود تھے اور وہ لوگ بھی تھے جو ریاست کی صفِ دوم میں شمار کئے جا سکتے تھے۔ مگر وہ بڑے سردار جو اسلام کے خلاف معاندانہ کارروائیوں کی روحِ رواں تھے۔ سب خاک میں مل گئے تھے۔ ابوسفیان رہ گیا تھا۔ بدر کے بعد اس کے سر قریش کی سرداری کا تاج رکھا گیا (ابن ہشام و طبری بحوالہ خاتم النبیینؐ)، عتبہ اور ابوجہل کی موت نے قریش کی ریاست عامہ کا تاج ابوسفیان کے سر پر رکھا جس سے دولتِ اموی کا آغاز ہوا۔ لیکن قریش کے اصلی زور و طاقت کا معیار گھٹ گیا تھا۔ (سیرت النبیؐ)

[2] نقل کفر کفر نہ باشد۔ یہ مشرکین عرب کی عام ذہنیت کا نقشہ ہے۔ (مصنف)

marfat.com

مگر بے فائدہ اس وقت کا یہ رونا دھونا ہے | ہمیں پھر جنگ کرنے کے لیے تیار ہونا ہے

اگر ہم آج روئے اس سے وہ نقصان کو نہیں گے | ہمیں بے بس سمجھ کر وہ یہاں بھی آن پہنچیں گے

ہنسیں گے مضحکہ ہم پر اُڑائیں گے وہ جی بھر کے | مبادا اور کچھ اس سے زیادہ اُن کا جی چاہے

ہنسی اُن کی زیادہ رنج دہ ہوگی اس مصیبت سے | عرب میں ہم تو گر جائیں گے اپنی قدر و قیمت سے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

قسم ہے لات و عزیٰ کی میں لڑ لے کے چھوڑوں گا | مسلمانوں کا ارماں اور خدا کا زور توڑوں گا

[illegible]

لے [illegible]

ہندہ جگر خوار کا غم و غصہ

یہ سُن کر چھا گیا اس ماہ رُو پر ایک سناٹا
خود معلوم باطل کو کہ رونے میں بھی ہے گھاٹا

ابوسفیان کی بیوی ہندہ اٹھی اور یوں بولی
کہ خیر اب آپ کے ساتھ جو ہونی تھی وہ ہو لی

مرے باپ اور چچا اور بھائی کو حمزہؓ نے مارا ہے
مرے فرزند کو بھی اجل کے گھاٹ اتارا ہے

پیوں گی میں بھی اب اس کا لہو اور گوشت کھاؤں گی
کلیجہ اور گردے اپنے دانتوں سے چباؤں گی

نہیں لے کر گئے تم عورتوں کو جنگ کے اندر
اسی باعث نہ ٹھہرے وقتِ نام و ننگ کے اندر

بوقتِ جنگ گانے والیاں بھی تم نے ٹالی ہیں
تھرکنے دف بجانے والیاں بھی تم نے ٹالی ہیں

اگر وہ ساتھ ہمراہیں بھاگنے سے روکتیں تم کو
تمہاری پیٹھ پھرتی دیکھتیں تو ٹوکتیں تم کو

چلو اب عورتیں بھی ساتھ ہی میدان میں جائیں گی
بوقتِ جنگ اپنے شوہروں کا دل بڑھائیں گی

کیا ہے ترک پینا ناچنا گانا آج سے میں نے
قسم ہبل کی کھالی ہے قومی لاج سے میں نے

کروں گی جنگ کے سامان کی ہر وقت تیاری
چلیں گی ساتھ میرے جنگ کے دن عورتیں ساری

مسلمانوں کے جو ہیں ڈانیں بن جائیں گی ہم بھی
عزیزوں دوستوں کا بدلہ لے کر آئیں گی ہم بھی

لہ عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی امیر معاویہ کی ماں ابوسفیان کی بیوی ہند جنگ احد کے بعد جگر خوار کے نام سے مشہور ہوئی

marfat.com

مکّے میں انتقامی جنگ کی تیاریاں

یہ تقریریں ہوئیں اور ہو گیا برخاست ہنگامہ
بڑھا پھر سوئے گمراہی براہِ راست ہنگامہ

بھڑک اُٹھی دِلوں میں اَور بھی اب آگ کینے کی
نہیں سُوجھی سوائے جنگ کوئی راہ جینے کی

اگرچہ آپ خود چل کر گئے تھے قتل و غارت کو
مدینے کی طرف لوگوں کی تذلیل و حقارت کو

مگر جب مُمتہ کی کھائی بدر میں باطل پرستوں نے
زبردستوں کے اُوپر فتح پائی زیردستوں نے

تو اب لازم یہ تھا آنکھیں کُھلیں کچھ ہوش آ جائے
جہالت میں تو آیا، عقل میں بھی جوش آ جائے

سمجھ جائیں کہ اب کچھ اور ہے منشا مشیّت کا
خدا کو خاتمہ منظور ہے اِس سرکشیت کا

مگر یہ خود سر و خود بیں خُدا کو مانتے کب تھے!
سوا اپنے بتوں کے اَور کو گردانتے کب تھے!

خیال ان کا یہ تھا ہم جس کو چاہیں قتل کر ڈالیں
کسی کا خُون پی جائیں کسی کو زخم کر ڈالیں

اُنہیں لازم ہے جن پر جا کے ہم تیغیں عَلَم کر دیں،
ہمارے سامنے آ کر سرِ تسلیم خم کر دیں

کسی کو حق نہیں حاصل کہ ہم کو ظلم پر ٹوکے
کرے اپنی حفاظت یا ہمارے وار کو روکے

ہماری قوم ہے نَوعِ بشر سے افضل و بہتر
ہمیں ہیں سب سے اعلیٰ اَور دُنیا کمتر و کافر

کئی نسلوں سے پختہ ہو چکا تھا یہ خیال ان کا

عرب کے لوگ جب مکے میں حج کرنے کو آتے تھے
تو ان کے واسطے نذریں نیازیں ساتھ لاتے تھے

طفیلِ کعبہ ہوتا تھا زمانے میں ادب اِن کا
جو کہہ دیتے تھے یہ بس مانتے تھے حکم سب اِن کا

تحکّم اور تعدّی کو یہ اپنا حق سمجھتے تھے
کوئی روکے تو اس کو بر سرِ ناحق سمجھتے تھے

رسُول اللہ سے تھی بس یہی وجہِ عناد اِن کو
کہ ملتی تھی نہ اس بیداد کی حضرت سے داد اِن کو

ڈراتے تھے رسُولِ پاک انہیں قہرِ الٰہی سے
بدی سے باز آئیں تاکہ بچ جائیں تباہی سے

مگر حق دشمنی ہے ایک خاصہ فطرتِ بد کا
تو ہر بدکار پھر دشمن نہ کیوں ہوتا محمدؐ کا

انتقام کی تدبیریں

مناہی ہو چکی تھی اب عَلَی الاِعلان رونے کی
اجازت ہی نہیں دیتی تھی قومی آن رونے کی

بپاسِ شرم اگرچہ اہلِ مکّہ رو نہ سکتے تھے
لگی تھی آگ دل میں چین سے پھر سو نہ سکتے تھے[1]

---

[1] غیرت کی وجہ سے منادی کرادی کہ کوئی شخص روتے نہ پائے۔ اس لڑائی میں اسود کے تین لڑکے مارے گئے تھے۔ اس کا دل اُمڈ آتا تھا۔ لیکن قومی غیرت کے خیال سے رو نہ سکتا تھا۔ اتفاق یہ کہ ایک دن کسی طرف سے رونے کی آواز آئی۔ سمجھا قریش نے رونے کی اجازت دے دی ہے۔ غلام سے کہا۔ دیکھنا کون روتا ہے۔ کیا رونے کی اجازت ہوگئی۔ میرے سینے میں آگ لگ رہی ہے۔ جی کھول کر رو لوں تو تسکین ہو جائے۔ غلام نے آکر کہا۔ ایک عورت کا اونٹ گم ہو گیا ہے۔ اس کے لئے رو رہی ہے۔ (باقی برصفحہ ۱۴۸)

marfat.com

سنورنا کھانا پینا ہو گیا یکسر حرام اُن کا
کہ ہر دم اور ہر آن اللہ تعالیٰ کا ہے اُن کو

قریش اب جنگ کی ہر طرح تیاری لگے کرنے
لیے خوں آشام پھر اقدام خونخواری لگے کرنے

تجارت کے منافع سے خریدے اسلحہ جنگی
گئے حاصل نئے قلبوں میں اک جوش اور مر مٹنے

تو مکہ کی طرف بھیجے گئے منادی کے لئے
کہ پھر اٹھنے کو تیار طوفانِ انتقام اک بار

ابولہب کی مرگِ ناگہانی

تھا اِن میں بُولہب اللہ کا سب سے بڑا دشمن ۔۔۔ رسول اللہ کا مخالف اور کڑا دشمن
ہُوا صدمہ کچھ ایسا بدر کی رُوداد سن کر جس ۔۔۔ ندامت آئی اپنی حسرتِ برباد سے اس کو

(بقیہ صفحہ ۱۵۲) اسود کی زبان سے بے اختیار نکلے :-

انبئی ان یظل یما بعلیہ ۔۔۔ اونٹ کو جب بٹھایا جاتا ہے پھر
ویمنعہا من النوم السھود ۔۔۔ اس کو نیند نہیں آتی اونٹ پر
ولا تبکی علی بکر و لکن ۔۔۔ (بقیہ اور طلاوت پر) رونا اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے
علی بدر تقاصرت الجدود ۔۔۔ کمی کی جو کہ رونا ہے (بقیہ)
فیا لک من بکیت علی عقیل ۔۔۔ رونا اور طلاوت پر) رونا بھی زیادہ ہو جاتا ہے
و بکی حادثا اسد الاسود ۔۔۔ کو شیر خاندان

جیسے جس بھتیجے کو دیا کرتا تھا دعائیں — غلام اس کے بروزِ جنگ یوں فتح و ظفر پائیں
سنا لوگوں کے منہ سے جب یہ حال اپنے بھتیجے کا — نہ دیکھا جا سکا اس سے جلال اپنے بھتیجے کا
مسلمانوں کے بچے بننے کا تھا رنج و الم اس کو — جہنم میں اٹھا کر لے گیا آخر یہ غم اس کو
کسی طاعون نے مارا نہ قاتل روگ نے مارا — اسے شیطان کی مرگِ اچانک کے سوگ نے مارا

مدینہ میں تیاریِ جنگ کا مسئلہ

اُدھر مکے میں تھی درکار خون و رنگ کی صورت — اِدھر پیشِ نظر تھی تیاریِ جنگ کی صورت
برائے انعقادِ مشورت فرماں ہوا جاری — مؤدب ہو کے آ بیٹھے مہاجر اور انصاری
رسالت مآب نے پڑھایا تھا سبق توحید کا جب سے — یہ بیٹھے اپنے اللہ کے سوا بے خوف کے سب سے
زمانے کو سبق آموز تھا ایمان ان سب کا — کہ سر خم تھا زبان خنجر تھی دل تھا مطمئن سب کا
سرِ توحید کو تھے تیغ و خنجر کر کے آئے تھے — رہِ حق میں یہ پہلا معرکہ سر کر کے آئے تھے
مگر اس تیغ پر کوئی نہ شورش تھی نہ ہنگامہ — نہ کوئی نالۂ گانا تھا نہ باجے تھے نہ دھامہ
سلاح اپنے زورِ بازو کی کہیں تعریف ہوتی تھی — نہ اندازِ شجاعت کی کوئی توصیف ہوتی تھی

ملہ ابوطالب بن عبدالمطلب ایسا اول مسلمان ہوا کہ چند روز بعد طاعون میں مبتلا ہو کے مر گیا (ابن ہشام)

marfat.com

حریفوں کی مذمت بھی نہ تھی ان کی زبانوں پر
نہ کمزوروں پہ کوئی طنز تھی نے پہلوانوں پر

نتیجہ ہو چکا تھا آئینہ آئینِ بدعت کا
حریفوں کی شکستان کے لئے تھی درسِ عبرت کا

اُسے آنکھوں سے دیکھا تھا جو فرمایا تھا ہادیؐ نے
دکھایا تھا یہ دن اسلام پر خوش اعتقادی نے

لڑے تھے محکمک کی خاطر نہ اپنے نام کی خاطر
فقط ایمان کی خاطر، فقط اسلام کی خاطر

پیمبرِ اسلام مشورہ طلب فرماتے ہیں

تھے قلب اِن کے سراسر حرصِ ملک و مال سے خالی
رسول اللہؐ نے اِن پر محبت کی نظر ڈالی

ہُوا ارشاد اے حق دوستو اللہ کے بندو
اسیروں کے لئے کیا رائے رکھتے ہو خرد مندو؟

یہ سب اشرافِ مکہ سربلند و زور آور ہیں
قریش ان کا لقب ہے بحرِ جرأت کے شناور ہیں

ہوئے جو بدر میں مقتول وہ سب ان سے بڑھ کر تھے
وہ اپنی قوم میں شاید بہت لوگوں سے بہتر تھے

بُرے تھے یا بھلے اعمال ان کے صاف ظاہر تھے
خدا کے حق میں بد تھے اور نبیؐ کے حق میں قاہر تھے

انہیں نیچا دکھایا اِن کے اپنے جورِ ناحق نے
تمہارے قبضۂ قدرت میں ان کو دے دیا حق نے

تمہاری بھلائی پہ ہے فدیہ لے کر چھوڑ دینا بھی
مناسب ہو تو رشتہ جانِ دشمن کا توڑ دینا بھی

ؐ آنحضرتؐ نے مدینہ میں آکر صحابہ سے مشورہ کیا کہ اسیرانِ جنگ کے معاملہ میں کیا کیا جائے (سیرت ابن ہشام)

کیا ہے حق نے آخر سرنگوں باطل پرستوں کو
مذبذب تھے بہت، غالب کر دیا ہے زیردستوں کو

تمہاری رائے پر موقوف ہے اب فیصلہ اِن کا
مجھے سے کام لو نازک بہت ہے مسئلہ اِن کا

غرض اُمت کو اپنی رائے کا مختار و سرما کر
ہوا خاموش پیغمبر یہ تھا انصاف فرما کر

صدّیقِ اکبرؓ کی رائے

اُٹھے صدّیقِ اکبرؓ عرض کی اے ہادیِ دوراں
مرے ماں باپ اللہ اور رسول اللہ پر قرباں

حضور اِن قیدیانِ جنگ پر احسان فرمائیں
کہ شاید بعض ان میں سے کبھی ایمان لے آئیں

بجا ہے نوافلی ہے لوگ جابر اور قاہر ہیں
ستم کرنے میں ہیں مشّاق جلّادی کے ماہر ہیں

بجا ہے قلبِ ظلمت ہیں کثیف ہے بینوں ہیں
یہ قوم اب تک نہیں ہے ظلم کے انجام بینوں میں

مگر خلید کبھی للہ کی جانب سے ہدایت ہو
انہیں بھی نورِ ایماں درگہِ حق سے عنایت ہو

یہ لوگ آخر عرب کی قوم میں شاید بدل جائیں
خلافِ پیرویِ شیطاں کے پنجے سے نکل جائیں

رہا فدیہ تو یہ مستورِ کارِ ناتمامی ہے
غلام اِن قیدیوں کے چھوڑ دینے ہی کا حامی ہے

سلہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کی میری رائے میں تو ان کو فدیہ لیکر چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ آخر یہ لوگ اپنے بھائی بند ہیں کیا عجب ہے کہ نسل ہی میں سے فدایان اسلام پیدا ہو جائیں۔ (دیکھو طبری)

marfat.com

حضرت عمر فاروقؓ کی رائے

یہ باتیں سُن رہے تھے غور سے اہلِ مشاورت بیٹھے
گذارش کر کے اپنا مشورہ صدیقؓ آ بیٹھے

عُمر فاروقؓ اُٹھے، عرض کی اے سرورِ عالمؐ
نہیں ہے آپ سے بڑھ کر کوئی اَسرار کا محرم

یہ قیدی ہیں خدا کے اور رسول اللہ کے دشمن
بہت اچھا کریں گردن، بہت کم فہم سیدھی راہ کے دشمن

یہ مکے میں ضعیفوں پر ہزاروں ظلم ڈھاتے تھے
ہمیشہ زیردستوں کو زبردستی دکھاتے تھے

یہی وہ ہیں تیروں سے جو برساتے تھے شعلوں کو
سزا دو مجرم فقیروں سے پلا دیتے جو گولے کو

یہی وہ ہیں نبیؐ کی جان لینے پر جو تھے آمادہ
قطاں اس وقت بھی کیا ہے وہ اک اللہ کا بندہ

شکنجوں میں کسا کرتے تھے جو ایمان لانے والوں کو
عدم کی راہ دکھلاتے تھے جو اسلام لانے والوں کو

یہی پھر اہل دیں پر جو چلا چکے تھے موت کے جھونکے
وطن سے بے وطن ہیں اب کہ ان کے ہاتھ سے ہیں سینکڑوں گھر کے

مسلمانوں کو بے گھر کر کے بھی ان کو نہ صبر آیا
کہ ایسی شکل دینے پر بھی آمادہ ستم آیا

نبیؐ کی جان کے درپے ہیں باطن اور ظاہر سے
یہی تو ہر زمانے میں کافروں کی ریت قاہر ہے

اگر چھوڑا گیا ان کو یہ پھر لڑنے کو آئیں گے
پرانے مدعی ہر دم نئے فتنے اٹھائیں گے

شقی القلب ہیں یہ لوگ، باطن ان کا گندہ ہے
نگاہوں میں ہے کینہ اور لبوں پر زہر خندہ ہے

رحمۃ للعلمین کی اُمت کا فیصلہ

ہے ۔ اور یہ لوگ اپنے افعال سے قتل کے مستحق ہو چکے ہیں ۔ لہٰذا میری رائے میں ان سب کو قتل کر دینا چاہیئے ۔ بلکہ حکم دیا جائے کہ مسلمان خود اپنے ہاتھ سے اپنے رشتہ داروں کو قتل کر دیں (خاتم النبیین)

marfat.com

نبوت کو مگر مدِ نظر تعلیمِ ملت تھی
کہ غور و خوض کی عادات پر تنظیمِ ملت تھی

خوشی سے اٹھا مجتہدین داخل ہو گیا ہادیؐ
کہ باہم گفتگو کرنے یہ جمعیت بآزادی

ت پائی جب اس امر کی ہادیؐ سے اُمت نے
کیا اب رائے کا اظہار آزادی سے اُمت نے

میانِ بحث ۔۔ صدیقؓ اور فاروقؓ کی رائیں
کہ ہر پہلو سے قطعی اور جامع تھیں یہی رائیں

اگرچہ مختلف تھیں رائیں دونوں حق پسندوں کی
مگر نیت تھی واحد مالکِ واحد کے بندوں کی

ہر اک یہ چاہتا تھا دین ہی کا بول بالا ہو
مٹے باطل کی ظلمت دہر میں حق کا اُجالا ہو

ہر یے مختلف مقصد تھا لیکن ایک دونوں کا
ارادہ بہرِ ملت تھا سراسر نیک دونوں کا

یہ رائیں ایک ہی تصویر کے دو رنگ تھے گویا
یہ رائیں ایک ہی نغمے کے دو آہنگ تھے گویا

اگر اس سمت شانِ رحم کی دریا نوالی تھی
تو اُس جانب وقارِ عدل کی محکم خیالی تھی

سرِ اجماعِ اُمت رحم کا پلہ رہا بھاری
ہوئی یعنی اسی نقطے پہ ملت متحد ساری

مشیت تھی یہی۔ یہ فیصلہ بالکل یقینی تھا
کہ اس اُمت میں رنگِ رحمۃٌ للعٰلمینی تھا

اِرشادِ پیغمبرؐ دربارۂ اسیرانِ جنگ

رسُول اللہ تھوڑی دیر میں تشریف لے آئے
صحابہؓ ایک ہی رائے کے اُوپر متحد پائے

کہا "ابوبکرؓ اس اُمت میں ابراہیمؑ[1] ہیں گویا
کہ اعمال ان کے عفوِ عام کی تعلیم ہیں گویا

گنہ گاروں کی آمرزش کا طاری ہے خیال اِن پر
ہے صادِق ملّتِ بیضا میں عیسیٰؑ کی مثال اِن پر[2]

مثالِ نوحؑ ہیں گویا عُمرؓ فاروق اُمّت میں[3]
اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ محکم ہے طبیعت میں

یہ ہیں کُفّار کے حق میں مثالِ موسیٰ عمرانؑ[4]
کہ رکھتے ہیں طبیعت میں جلالِ موسیٰ عمرانؑ

---

[1] حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم نے آگ میں ڈالا تو آپ نے صرف یہ فرمایا فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ یعنی جس نے میری پیروی کی وہ مجھی میں سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی۔ پس تُو آمرزگار اور رحم کرنے والا ہے۔ پ۱۳۔ ابراہیم۔ ع۔ ۵

[2] حضرت عیسیٰؑ نے اپنی اُمت کے لئے دُعا فرمائی تھی اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۔ یعنی اگر تو ان بندوں پر عذاب کرے گا تو یہ تیرے بندے ہی تو ہیں اور اگر ان کو معاف کر دے گا۔ تو ہر آئنہ تو بڑا حکیم ہے۔ پ۷۔ المائدہ۔ ع۔ ۱۶

[3] حضرت نوحؑ نے اپنے وقت کے نافرمانوں کے لئے فرمایا رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا یعنی اے خدا رُوئے زمین پر کافروں میں کسی کو آباد نہ رہنے دے۔ پ۲۹۔ نوح۔ ع۔ ۲

[4] حضرت موسیٰؑ نے فرمایا رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓی اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ۔ یعنی اے پروردگار ان کے مالوں کو مٹا ڈال جو اُن کی سرکشی کا باعث ہے اور ان کے دلوں پر سختی ڈال کیونکہ جب تک یہ عذاب نہ دیکھیں گے ایمان نہ لائیں گے۔ پ۱۱۔ یونس۔ ع۔ ۸

marfat.com

مگر جب کر چکے ہو فیصلہ تم اے جواں مردو
تو اپنے قیدیوں کو سربسالے کر رہا کر دو[1]

مگر ایسے بھی ہیں ان میں جو دے دینے نہیں سکتے
بلا معاوضہ تعلیم دیدیں تو رہا کر دو

وہ سب[2] انصار کے بچوں کو نوشت و خواند سکھلا دیں
جو مفلس بھی ہیں ناخواندہ بھی ہیں ان کو رہا کر دو

اسیروں کو ہمیشہ عزت و اکرام سے رکھنا
نہیں کرتا پسند اللہ سختی کرنے والوں کو

کیا ہے فیصلہ کچھ اسے ملحوظ میں رکھنا

انہیں آرام بھی دینا، انہیں محفوظ بھی رکھنا

غرض اس فیصلے پر مشورت باہم فرمائی
اسیروں کے لئے بخشش پر آمادہ فرمائی

مسلمانوں نے کر لی باہمی تقسیم اسیروں[3] کی
کہ ہو لطف اور نرمی سے حفاظت تربیت کی

---

[1] خدائے رحیم کے رحم دل نبیؐ نے تاوان لے کر چھوڑ دینے کا فیصلہ کر دیا (رحمۃ للعلمین)

[2] پڑھے لکھے اسیروں کا تاوان آنحضرتؐ نے یہ مقرر فرمایا کہ وہ انصار کے بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیں۔ چنانچہ حضرت زیدؓ بن ثابت نے اس طرح لکھنا پڑھنا سیکھا۔ (رحمۃ للعلمین)

[3] اسیران بدر میں جو بالکل نادار تھے اور فدیہ ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ وہ حضورؐ کے ارشاد کے مطابق بطور احسان یونہی رہا کر دیئے گئے (ابن ہشام و ابن سعد)

[4] اسیران جنگ دو دو چار چار صحابہ کو تقسیم کر دیئے گئے (سیرت النبی)

خدا والوں نے رکھا قول ہر دم یاد ہادیؐ کا — کُرد احسان اسیروں پر یہ تھا ارشاد ہادیؐ کا

اَسیروں کے لئے اُس عہد کے عام قوانین

ہوئی تھی آج تک نرمی نہ یُوں جنگی اسیروں پر — کہ فاتح[1] اپنے مقتوحوں کو رکھ لیتے تھے تیروں پر
طریقہ تھا کہ پہلے دست و بازو توڑ دیتے تھے — زمیں میں گاڑ کر پھر ان پہ کُتے چھوڑ دیتے تھے
کبھی زندوں کے تن سے بوٹیاں نُچوائی جاتی تھیں — سلاخیں گرم کر کے جسم میں بُرمائی جاتی تھیں!
کبھی پٹوایا جاتا تھا اُنہیں پُرخار کوڑوں سے — کبھی رُندوا دیا جاتا تھا اونٹوں اور گھوڑوں سے
اگر اَعداء کو زندہ رکھنا بھی مطلوب ہوتا تھا — تو قید و بند کا اس وقت یہ اسلُوب ہوتا تھا
اسیروں کو کسی اندھے کوئیں میں ڈال دیتے تھے — کوئیں کے مُنہ پہ سِل پتھر کی لا کر ڈال دیتے تھے
کبھی سُوکھا ہُوا ٹکڑا کبھی بدذائقہ پانی — کیا کرتے تھے فاتح اس طرح قیدی کی مہمانی
عَرَب میں بھی یہی دستور تھا اسلام سے پہلے — اذیت ملتی تھی مغلُوب کو ہر کام سے پہلے
قریشی قوم میں بھی ایسے ہی قانون تھے جاری — کہ ان کی قید کے معنی تھے مرگ و ذلّت و خواری

---

[1] سرگذشت اقوام اور تاریخ عالم کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام سے پہلے قیدیانِ جنگ پر ہولناک سختیاں ہوتی تھیں۔ غلام بنا بنا کر بیچ دئے جاتے تھے۔ کتوں سے نُچوائے جاتے تھے۔ کنوؤں میں ڈالے جاتے تھے۔ آروں سے چروائے جاتے تھے۔ آنکھیں نکلوائی جاتی تھیں۔ دست و بازو کٹوائے جاتے تھے۔ (مصنف)

marfat.com

چنانچہ بدر کے قیدی جب آئے تھے مدینے میں
تو دم بھی ہول کے مارے سماتا تھا سینے میں

سمجھتے تھے کہ اب یا موت یا ذلت یقینی ہے
خبر کیا تھی یہ شرعِ رحمۃ للعالمینی ہے

قیدیوں سے مسلمانوں کا سلوک

مسلمانوں نے ان کو بال بچوں کی طرح رکھا
عجب سخت سے لطف و کرم کا ذائقہ چکھا

کلامِ سخت سن کر بھی نہ کچھ سختی سے کہتے تھے
انہیں روٹی کھلا دیتے تھے خود فاقے سے رہتے تھے

تواضع اور نرمی دیکھ کر حیران تھے دشمن
کہ اس طرزِ سلوکِ عام سے انجان تھے دشمن

کھلیں آنکھیں نمونہ دیکھ کر خلقِ محمدؐ کا
سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا سببِ الطافِ بیحد کا

ندامت سے ہوئے محجوب ان کے کینہ ور سینے
لگے کچھ صاف ہونے رنگ سے تاریک آئینے

بالآخر شہرِ مکہ سے رقومِ سربہا آئیں
تو ان لوگوں نے قیدِ جبر سے آزادیاں پائیں

سلہ صحابہؓ نے ان کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا۔ کہ ان کو کھانا کھلاتے تھے اور خود کھجوریں کھا کر گزارہ کرتے تھے۔ یہ اس بنا پر تھا کہ آنحضرتؐ نے تاکید کی تھی کہ قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے (سیرت النبی)

سلہ ابو عزہ نامی ایک اسیر بدر کا بیان ہے کہ مجھ کو جن انصاریوں نے اپنے گھر میں قید کر رکھا تھا جب صبح یا شام کا کھانا روٹی میرے سامنے رکھ دیتے اور خود کھجوریں اٹھا لیتے۔ مجھ کو شرم آتی اور میں روٹی ان کے ہاتھ میں دے دیتا لیکن وہ ہاتھ بھی نہ لگاتے بلکہ مجھ کو واپس دے دیتے (طبری)

اقارب جن کے بے پروا و بیدرد اور بے حس تھے جو فدیہ معاف ان کا کہ وہ نادار و مفلس تھے

عمِ نبیؐ حضرت عباسؓ اور فدیۂ جنگ

بنی ہاشم میں دولتمند تھے عباس سیروں میں عرب میں تھا شمار ان کا بڑے بھاری امیروں میں
نبیؐ کو بھی اگرچہ رنج تھا آلام پر ان کے کہ مکے میں بہت احسان تھے اسلام پر ان کے
مگر قائم تھے اپنے کفر کی رسمِ جہالت پر نہ لائے تھے ابھی ایمان خدا پر اور رسالتؐ پر
یہ وقتِ جنگ حملہ آوروں کے ساتھ آئے تھے سرِ میداں مجاہد غازیوں کے ہاتھ آئے تھے
رسول اللہ سے انصار نے ان کی سفارش[1] کی انہیں فدیئے سے مستثنیٰ کیا جائے سفارش کی
کہ عبدالمطلب کے خون کا ہم پاس رکھتے ہیں قریبی رشتہ ہم سے حمزہؓ و عباس رکھتے ہیں
ہمارے ان کے آپس میں تعلق ہیں بہت گہرے ہم ان سے فدیہ کیا لیں یہ ہمارے بھانجے ٹھہرے
نبیؐ نے کر دیا انکار لیکن اس[2] رعایت سے کہ شانِ عدل بالاتھی عزیزوں کی حمایت سے

---

[1] انصار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ (حضرت) عباس ہمارے بھانجے ہیں ہم ان کا فدیہ چھوڑتے ہیں (سیرت النبی)

[2] آنحضرتؐ نے مساوات کی بنا پر حضرت عباسؓ کا فدیہ چھوڑنا گوارا نہیں فرمایا۔

marfat.com

حضرت عباسؓ کا فدیہ دینے میں تامل

اور آنحضرت کا معجزہ

بلایا آپ نے عباسؓ کو اپنی حضوری میں
کہا فدیہ ادا کرنا ہے ارکان ضروری میں

عقیلؓ و نوفلؓ و عتبہؓ جنہیں تم ساتھ لائے تھے
تمہارے ہی سبب سے جو کہ بہر جنگ آئے تھے

تمہیں واجب ہے ان تینوں کا فدیہ بھی ادا ہونا
نہیں ممکن بغیر اس کے تمہارا اب رہا ہونا

لگے عباس یہ سن کر بہت چون و چرا کرنے
بہت سے دام و درہم ان کو پڑتے تھے ادا کرنے

بنی ہاشم میں سب سے مقتدر اور شان والے تھے
اسی باعث یہ سب قیدی انہی کے ہو ڈالے تھے

کہا عباس نے میں آج کل معذور ہوں صاحب
رقم اتنی کہاں سے لاؤں خود مجبور ہوں صاحب

بہانے سے کیا اظہارِ غربت یوں جو سرور سن کر
رسول اللہ کے لب پر تبسم آگیا سن کر

ف۱ حضرت عقیل بن ابی طالب ۔

ف۲ نوفل بن حارث بن عبدالمطلب ۔

ف۳ عتبہ بن عمرو بن جحدم حضرت عباس کے حلیف ۔

ف۴ بنی ہاشم میں سب سے زیادہ مالدار عباس بن عبدالمطلب تھے۔ انہیں آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ
عقیل و نوفل و عتبہ کا فدیہ بھی ادا کریں۔ (خاتم المرسلین)

ف۵ جناب عباسؓ نے کہا۔ میرے پاس اتنا روپیہ نہیں ہے۔

کہا جب شرکتِ اعدا کی نیت کر کے آئے تھے
تو اُمّ الفضل سے تم کیا وصیت[1] کر کے آئے تھے

تمہارے لفظ تھے عبّاس اگر مارا بھی جائے گا
تو یہ اتنا اثاثہ ہے تمہارے کام آئے گا

یہ حصّہ فضل کا ہے، اور باقی مال جتنا ہے
عُبَید اللہ کا اتنا ہے عَبد اللہ کا اتنا ہے"

وہ دولت سب ہے اُمّ الفضل کی تحویل میں اب تک
یہ جُرمانہ ادا کر دو چھپاؤ گے بھلا کب تک

حضرت عبّاسؓ کا ایمان لانا

عجب اظہارِ باطن تھا بیانِ مُلہمِ صادقؐ
یہ تازہ معجزہ تھا بر زبانِ مُلہمِ صادقؐ

جنابِ حضرتِ عبّاس پر رَعشہ ہُوا طاری
کہ پیغمبر تو رکھتا ہے دِلوں کی بھی خبر داری

پکار اُٹھے بحالِ وَجد میں ایمان[2] لے آیا
بجا ہے راست ہے، جو کچھ رسول اللہ نے فرمایا

یہ سچ ہے جب میں بہرِ جنگ نیّت کر کے نکلا تھا
تو اپنے مال کی گھر میں وصیّت کر کے نکلا تھا

مری زَوجہ تھی یا میں تھا وہاں کوئی نہ تھا اُس دَم
تھے ہم دونوں ہمارے درمیاں کوئی نہ تھا اُس دَم

---

[1] آپ نے پُوچھا اور وہ رقم کیا ہوئی جو آپ نے اپنی زَوجہ اُمّ الفضل کے پاس رکھوائی تھی اور کہا تھا کہ اگر میں مارا جاؤں تو اس میں سے فضل کا اتنا، عبداللہ کا اتنا اور عُبَید اللہ کا اتنا ہے (خاتم المرسلین)

[2] حضرت عبّاس کو حیرت ہُوئی۔ بولے خدا کی قسم آپ پیغمبر ہیں۔ اس رقم کا حال میرے اور میری بیوی کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ واقعی آپ رسول اللہ ہیں۔ اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ (خاتم المرسلین)

marfat.com

محمدؐ کا سخن اظہار ہے حق و عدالت کا
یہ کہہ کر جنگ کرنے کا ازالہ کر دیا سارا

بہ اول اقرار کرتا ہوں میں توحید و رسالت کا
اسیرانِ بنی ہاشم کا فدیہ بھر دیا سارا

حضرت ابوالعاصؓ کا فدیہ اور آنحضرتؐ کی رقت

ابوالعاصؓ اک بہادر مردِ میدانِ رسالت تھے
خدیجہ کے بھتیجے اور دامادِ رسالت تھے

مگر بعثت سے پہلے اذن لے کر اپنے شوہر کا
خدیجہ نے کیا تھا عقد ان سے ایک دختر کا

ابوالعاص آج تک کافر ہی تھے ایماں نہ لائے تھے
شریکِ کفر ہو کر بدر میں لڑنے کو آئے تھے

یہ دختر حضرتِ زینب تھیں مکے ہی میں رہتی تھیں
نہایت منتظر شوہر کی اور باپ کی فرقت کا ہی تھیں

نتیجہ مل گیا باطل کو جب شمشیر گیری کا
ہمارا غم بادفا بی بی کو شوہر کی اسیری کا

ملا تھا قیمتی اک ہار ان کو تحفہ شادی
اسی کو بھیج کر چاہی گئی شوہر کی آزادی

سلہ آنحضرت کے داماد ابوالعاص بھی اسیران جنگ میں آئے۔ ان کے پاس فدیہ کی رقم نہ تھی۔ آنحضرت کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کے شوہر تھے۔ وہ مکہ میں تھیں۔ ان کو کہلا بھیجا کہ فدیہ کی رقم بھجوا دیں۔ حضرت زینبؓ کا بیاہ ہوا تھا تو حضرت خدیجہؓ نے جہیز میں ان کو ایک بیش قیمت ہار دیا تھا۔ حضرت زینبؓ نے وہی ہار بھیج دیا۔ (سیرت النبیؐ)

نظر آیا جونہی یہ ہار، دِل حضرتؐ کا بھر آیا
سمٹ کر ابرِ گوہر بار پلکوں پر اتر آیا

خدیجہ طاہرہؓ کا ہار مرحومہ رفیقہ کا
رسالت کی انیسہ اور اُمت کی شفیقہ کا

خدیجہ طاہرہؓ اس قلب میں آباد تھی اب تک
محبت اور نیکی اور خدمت یاد تھی اب تک

کہا بیٹی نے ماں کی یادگار ارسال کر دی ہے
یہ دولت بہرِ شوہر آج استعمال کر دی ہے

مناسب ہو تو لوٹا دو یہ پیاری یادگار اس کو
کہ بہرِ یادِ مادر بس غنیمت ہے یہ ہار اس کو

کیا اظہارِ شانِ دردمندی دردمندوں نے
رہا فرما دیا بُوالعاص کو اللہ کے بندوں نے

مدینے میں بُلا لینا جو تھا درکار زینبؓ کا
انہیں رخصت کیا عزت سے دے کر ہار زینبؓ کا

یہ رشتہ توڑ دینا مرضیٔ ہادیٔ دوراں تھی
ابھی بُوالعاص تھے کافر، مگر زینب مسلماں تھی

یہ شادی ہو چکی تھی پیشتر تنزیلِ قرآں سے
نہ ہوتا عقد ورنہ مُسلمہ کا نامسلماں سے

لیا زینبؓ کے حق میں پیکرِ اخلاصؐ نے وعدہ
تو اُن کو بھیج دینے کا کیا بُوالعاص نے وعدہ[2]

---

[1] یہ ہار آنحضرتؐ نے دیکھا تو ۲۰ برس کا محبت انگیز واقعہ یاد آگیا۔ آپ بے اختیار رو پڑے۔ صحابہ سے فرمایا۔ تمہاری مرضی ہو۔ تو بیٹی کو ماں کی یادگار واپس کر دو۔ سب نے تسلیم کی گردنیں جھکا دیں اور وہ ہار واپس کر دیا (سیرت النبیؐ)

[2] بُوالعاصؓ کو آزادی مل گئی۔ اپنی مومنہؓ بیوی اور عزت مآب پیمبرزادیؓ کا ہار لے کر مکے کو روانہ ہو گئے۔ مگر جاتے وقت آنحضرتؐ سے وعدہ کرتے گئے کہ مکے پہنچتے ہی حضرت زینبؓ کو مدینے بھیج دیں گے (خاتم المرسلین)

marfat.com

دلائی مسلمہ کو مخلصی یوں شانِ داور نے
یہ وعدہ جا کے پورا کر دیا مردِ دلاور نے

مسلماں ہو گئے بو العاصؓ بھی بعد ایک مدت کے
خدا کی راہ پر لائے انہیں احساں نبوت کے

سلہ ابو العاصؓ نے اقرار کے مطابق گھر پہنچتے ہی حضرت زینبؓ کو مدینے جانے کی اجازت دے دی۔ زید بن حارثہ لینے کو
نے تو ابو العاص کے بھائی کنانہ بن ربیع نے حضرت زینبؓ کو اونٹنی پر بٹھا کر اپنی کمان شانے پر ڈالی اور مکے سے
نکلے۔ قریش کو خبر ہو گئی۔ تعاقب کیا۔ اور مقام ذی طویٰ پر گھیر لیا۔ کنانہ نے تیر کمان سے جوڑا اور چلائے۔ کہ جس
کسی نے پاس آنے کا ارادہ کیا۔ اس کی زندگی کی خیر نہیں۔ مگر دشمنوں کے خوف سے حضرت زینبؓ سہم گئیں۔
حاملہ تھیں۔ اسقاط حمل ہو گیا۔ ابو سفیان بن حرب نے کنانہ سے کہا۔ ہمیں اس عورت کے لے دینے سے کچھ
حاصل نہیں۔ مگر یہ تمہاری غلطی ہے کہ ان دہاڑے علانیہ لے چلے۔ اگر ہم یوں ٹل جانے دیں تو لوگ کہیں گے
کہ اہلِ مکہ شکست کھا کر اس قدر ذلیل و ضعیف ہو گئے ہیں کہ محمدؐ کی بیٹی ان کے سامنے دوپہر کو مدینے چلی گئی
کسی کو روکنے کی جرأت نہ ہوئی۔ کنانہ اس وقت واپس لوٹ آئے اور رات کے وقت حضرت زید بن
حارثہ کے ساتھ پیمبر زادی کو مدینے کی طرف روانہ کر دیا (خاتم المرسلین)۔

سلہ ابو العاصؓ بہت بڑے تاجر تھے۔ چند سال کے بعد بڑے سامان سے شام کی تجارت کو نکلے۔ واپسی میں مسلمانوں
نے ان کو مع مال و اسباب گرفتار کر لیا۔ اسباب ایک ایک سپاہی پر تقسیم کر دیا۔ ابو العاص چھپ کر مدینے میں
حضرت زینبؓ کے پاس پہنچے۔ انہوں نے پناہ دے دی۔ آنحضرتؐ مسجد میں صبح کی نماز پڑھا رہے تھے کہ حضرت
زینبؓ نے پردے کے پیچھے سے پکار کر کہا۔ کہ "لوگو ابو العاص آئے ہیں۔ میں نے ان کو پناہ دے دی ہے"
یہ سن کر رسول اللہ نے فرمایا۔ خدا کی قسم مجھے اس کی خبر نہیں ہے۔ اگرچہ ہر شخص اپنے قریبی کو پناہ دینے کا
ہے۔ مگر اے زینبؓ یاد رکھو۔ اب تم ابو العاص پر حلال نہیں ہو۔ پھر آپ مسجد والوں کی طرف مخاطب ہوئے
جنہوں نے ابو العاص کو لوٹا تھا اور فرمایا جو تم نے لوٹا ہے واپس کر دو تو میرے نزدیک زیادتی بر نہ

مدینے میں مُسلمانوں کی مشکلات

منافقین کا گروہ

اُدھر مکّے سے پھر اٹھنے کو تھا طوفان کینے کا
اِدھر اک اَور جھگڑا تھا مدینے میں مدینے کا

یہاں ابنِ اُبیّ اِک دشمنِ باری تعالیٰ تھا
شبِ تاریک کی مانند اس کا قلب کالا تھا

ہمیشہ باعثِ تکلیف تھا بُغض و عِناد اس کا
(بیاں ہم کر چکے ہیں جلد اوّل میں فساد اس کا)

یہاں ایسے بھی تھے جو آج تک ایماں نہ لائے تھے
ابھی اسلام کے آغوشِ راحت میں نہ آئے تھے

رسول اللہ کی تبلیغ ان لوگوں میں جاری تھی
کہ منظور آپ کو ہر دشتِ دل کی آبیاری تھی

ہوئی جب فتح جنگِ بدر میں ایمان والوں کی
بڑھا دی شانِ حق نے اَور بھی اِن شان والوں کی

(بقیہ حاشیہ) مناسب ہے لیکن اس میں کوئی جبر نہیں ہے۔ کیونکہ یہ مالِ غنیمت ہے اور تمہارا حق ہے۔ ان لوگوں نے خوشی خوشی سارا مال واپس کر دیا۔ ابُوالعاص بغیر کسی نقصان کے مکّے کو چلے گئے۔ مگر آنحضرت اور مسلمانوں کے لطف و کرم نے دل کی تاریکیاں دُور کر دی تھیں۔ مکّے میں جو جو چیز جس کسی کی تھی اس کو ادا کر دی۔ اور سب کی امانتیں واپس دے کر کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ خدا کی قسم مدینے میں مَیں نے جو اسلام قبول نہیں کیا تو فقط اس خیال سے کہ تم کہو گے کہ ابُوالعاص ہمارا مال کھا جانے کی نیت سے مسلمان ہو گیا۔ اب تمہاری امانتیں تمہارے سپرد ہیں اور میں علانیہ مسلمان ہوتا ہوں۔ یہ فرما کر مدینے کی راہ لی (سیرت النبیؐ)

marfat.com

تو اب انصار کے وہ بھائی بھی ایمان لے آئے
جو راہِ حق سے اب تک دُور ہی پھرتے تھے ترائے

ہُوا ابنِ اُبَی پر رُعب طاری ڈر گیا دل میں
کہ اب اتنی بڑی تعداد تھی مدِ مقابل میں

سِوا ایمان لانے کے نہ جب چارہ کوئی پایا
ہُوا مسجد میں حاضر ظاہری ایمان[1] لے آیا

اگرچہ اوّل اوّل خوب پَر پُرزے نکالے بھی
ہُوا آخر مسلماں یہ بھی اس کے ساتھ والے بھی

شرارت پر مگر نیت تھی ہر دم چُست و چالاک کی
مسلماں ہو گئے قائم رہی خُوئے نفاق ان کی

خلافِ اہلِ ایماں سازشیں کرتے ہی رہتے تھے
اِدھر کچھ اور کہتے تھے اُدھر کچھ اور کہتے تھے

سمجھتے تھے انہیں اچھی طرح سے ہادیٔ اکرم
نظر رکھتے تھے ان کے حال پر کردار پر ہر دم

کوئی بھی قوم ہو انسان شیطانی جبلت کے
منافق مار ہائے آستیں ہوتے ہیں تب سے

---

[1] ابھی تک اَوس و خزرج کے بہت سے لوگ شرک پر قائم تھے۔ بدر کی فتح سے ان لوگوں میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ آنحضرت کی عظیم الشان اور غیر متوقع فتح کو دیکھ کر اسلام کی حقانیت کے قائل ہوئے اور کچھ حصہ سے بُت پرست عنصر بڑی سُرعت کے ساتھ گم ہو گیا۔ ابن اُبَی اب تک علانیہ کافر تھا۔ مگر اب وہ بظاہر اسلام کے دائرے میں آگیا۔ گو تمام عمر منافق رہا اور اسی حالت میں جان دی (سیرت النبیؐ صفحہ ۳۳۹)

[2] بعض ایسے بھی تھے جن کے دلوں میں اسلام کی اس فتح نے بُغض و حسد کی چنگاری روشن کر دی۔ انہوں نے برملا مخالفت کو خلاف مصلحت گردانا۔ بظاہر تو اسلام قبول کر لیا۔ لیکن اندر ہی اندر اس کے استیصال کے درپے ہو کر منافقین کے گروہ میں شامل ہو گئے (دیکھو طبری)

مدینے کے یہود[1]

مدینے کے یہود ان سب سے بڑھ کر تھے شرارت میں
انہیں تھا زعم ہم ممتاز ہیں علم و امارت[2] میں

بچھا رکھا تھا دامِ قرض کیّادی کے حیلوں سے
یہ دولت لوٹتے تھے اوس و خزرج کے قبیلوں سے

مگر اسلام نے کایا پلٹ دی زیردستوں[3] کی
رسول اللہ نے عزت بڑھا دی حق پرستوں کی

وہی انصار جو ہر بات میں محتاج[4] تھے ان کے
وہ اب علم و عمل میں ہر طرح سرتاج تھے ان کے

---

[1] یہود مدینہ کے تین قبیلے تھے۔ قینقاع، نضیر، قریظہ۔ یہ سب مدینہ کے اطراف اور حوالی میں آباد تھے۔ عموماً زمیندار دولت مند، تجارت پیشہ اور صناع تھے۔ ان کے پاس اسلحہ جنگ کے ذخیرے مہیا رہتے تھے۔ ملکی اور تجارتی افسری کے ساتھ ان لوگوں کا مذہبی اور علمی اثر بھی تھا۔ انصار عموماً بت پرست اور جاہل تھے۔ اس بنا پر وہ یہود کو عزت کی آنکھ سے دیکھتے تھے اور ان کو اپنے سے زیادہ مہذب اور شائستہ سمجھتے تھے۔ (سیرت النبیؐ)

[2] اسلام مدینے میں آیا تو یہودیوں کے مذہبی وقار کو جو ان کو مدتوں سے حاصل تھا ٹھیس لگی۔ ان میں جو اخلاقِ بد عموماً پھیلے ہوئے تھے اور جن پر دولتمندی اور مذہبی پیشوائی نے پردہ ڈال رکھا تھا اب ان کا راز فاش ہونے لگا (سیرت النبیؐ)

[3] یہودیوں نے مدینے میں ہر طرف اپنے دین کا کاروبار پھیلا رکھا تھا اور تمام آبادی ان کے قرضوں میں زیر بار تھی۔ اور چونکہ تنہا وہی صاحبِ دولت تھے۔ اس لئے نہایت بے رحمی سے سود کی گرانبہا شرطیں مقرر کرتے تھے۔ اور قرضہ کی کفالت میں لوگوں کے بال بچے یہاں تک مستورات کو رہن رکھ لیتے تھے (سیرت النبیؐ)

[4] آنحضرت نے مدینے میں آتے ہی قبائل یہود کے ساتھ امن و امان کے معاہدے کر لئے اور آپس میں صلح اور امن کے ساتھ رہنے کی بنیاد ڈالی۔ معاہدہ کی رو سے فریقین اس بات کے ذمہ دار تھے کہ مدینہ میں امن و امان قائم رکھیں علاوہ ازیں اگر کوئی غنیم مدینہ پر حملہ آور ہو تو سب مل کر اس کا مقابلہ کریں (ابن ہشام و بلاذری حالات یہود)

marfat.com

اُخوّت نے محبت اَوس و خزرج میں بڑھا دی تھی
اب ان میں باہمی امداد تھی خود اعتمادی تھی

سو یہود اسلام سے پہلے اٹھاتے تھے مفاد اِن سے
یہ صورت دیکھ کر رکھنے لگے دِل میں عناد اِن سے

مجاہد بدر میں جب کھیلتے تھے جان کی بازی
یہ کرتے تھے مدینے میں شرارت فتنہ اندازی

مگر جب فتح پائی جنگ میں ایمان والوں نے
یہودی قوم کی گردن جھکا دی شان والوں نے

رسول اللہؐ سے اب بڑھ گیا بُغض و حسد اِن کا
بدی پر مستعد تھے آچکا تھا روز بد اِن کا

علانیہ لگے توہین کرنے اہلِ ایماں کی
کوئی پروا نہ رکھی باہمی عہد[1] اور پیماں کی

سرِ بازار یہ اسلام کی توہین کرتے تھے
کسی کا پاس عزت تھا نہ یہ اللہ سے ڈرتے تھے

ستاتے تھے مسلمانوں کو یہ ایمان کے دشمن
عدوئے دینِ حق تھے اور نبیؐ کی جان[2] کے دشمن

ایک لڑکی سے اوباشانہ چھیڑ

سرِ بازار اک دِن ہوگئی ہنگامہ آرائی
کوئی دیہات کی لڑکی تھی سبزی بیچنے آئی

یہودی بدمعاشوں نے اسے چھیڑا شرارت سے
زبانِ فحش سے ہاتھوں کی مذبوحانہ اشارت سے

---

[1] آنحضرتؐ نے مدینے میں آتے ہی قبائل یہود کے ساتھ امن و امان کے معاہدے کرنے اور آپس میں صلح اور امن کے ساتھ رہنے کی بنیاد ڈالی۔ معاہدہ کی رُو سے فریقین اس بات کے ذمہ دار تھے کہ مدینہ میں امن و امان قائم رکھیں۔ علاوہ ازیں اگر کوئی غنیم مدینہ پر حملہ آور ہو تو سب مل کر اس کا مقابلہ کریں (ابن ہشام و طبری حالاتِ یہود)

[2] اب انہوں نے طرح طرح سے آنحضرتؐ کو اذیتیں دیں اور اسلام کے خلاف کوششیں کرنی شروع کیں۔ انہوں نے آنحضرتؐ کے قتل کے بھی منصوبے شروع کر دیئے (سیرت ابن ہشام)

بچاری سٹ پٹا کر دوسری جانب لگی چلنے
تو اس کو کر دیا بے ستر اک نامرد اجنبل نے[1]

لگے ٹھٹھا اڑانے بے حیا اس پاک دامن کا
کہ اس بازار میں کوئی نہ تھا اس پاک دامن کا

نہ حفظِ آبرو کی جب کوئی صورت دکھائی دی
تو اس مظلوم لڑکی نے محمدؐ کی دہائی دی[2]

پکاری کیا نہیں غیرت کسی انسان کے سینے میں
کہ یوں بے آبروؤں میں محمدؐ کے مدینے میں

ایک مسلمان کا پاسِ غیرت

یہ فقرہ کہہ اٹھی جونہی زباں بے اختیار اس کی
سنی اک راہ چلتے مردِ مسلم نے پکار اس کی

وہ دوڑا، بدمعاشوں میں کھڑے دیکھا نحیفہ کو
عبا اپنی اتاری اور اڑھا دی اس عفیفہ کو

---

[1] سیرت ابن ہشام میں یہ واقعہ مفصل بیان ہوا ہے کہ ایک دیہاتی عورت یہودیوں کے بازار میں کچھ سودا بیچنے گئی۔ بنی قینقاع کے ایک زرگر یہودی کی دکان کے سامنے بیٹھی تھی کہ بعض اوباش یہودیوں نے اس سے مذاق کرنا شروع کیا۔ اور اس کا منہ کھلوا کر دیکھنا چاہا۔ دکاندار زرگر نے یہ حرکت کی کہ بے خبری کی حالت میں اس عورت کے لباس زیریں کو ایک کانٹے سے اس کی پشت کے کسی کپڑے سے ٹانک دیا۔ جب وہ پاک دامن یہودیوں کے مذاق سے بچا کر دوسری جانب چلنے لگی۔ تو کپڑے کے اس طرح ٹانکے جانے کی وجہ سے ننگی ہو گئی۔ بس پر سب یہودی قہقہے لگانے لگے۔

[2] بے آبروئی دیکھ کر لڑکی نے چیخ ماری اور مدد کے لئے پکاری۔ اتفاق سے ایک مسلمان راہرو نے اس کی پکار سنی اور دوڑ کر اس جگہ آپہنچا (سیرت ابن ہشام)

نظر آیا جو اسلامی حمیت کا یہ نظارا
تو ان بازاریوں نے اور بھی اک قہقہہ مارا

کوئی بولا یہ سبزی بیچنے والی کا شوہر ہے
کوئی بولا نہیں! یہ باپ ہے وہ اس کی دختر ہے

مسلماں نے کہا اچھی نہیں اتنی بھی بے دردی
ستانا عورتوں کو یہ بھی ہے کوئی جواں مردی!

پرائی بیٹیاں لاریب ساری بیٹیاں ہیں
ہماری بیٹیاں ہیں سب ہماری مائیں بہنیں ہیں

ہمارا دین ان کی عزت و حرمت سکھاتا ہے
بڑا نامرد ہے جو ایک عورت کو ستاتا ہے

یہودی سخت گالی دے کے بولے تو نہ بک اتنا
تجھے بھی دیکھ لیتے ہیں ابے تو مرد ہے کتنا

بڑا آیا ہے وہ بن کر چلا جا، راہ لے گھر کی
اگر کچھ اور بک بک کی تو خیریت نہیں سر کی

ابے لے ہم تری مردانگی بھی آزماتے ہیں
نہیں پہلے ستایا تھا تو اب اس کو ستاتے ہیں

مسلماں نے تمانت سے کہا "اے قوم بد اختر
ہے اس عورت کی عزت اب تو بھر کو جاں سے بڑھ کر

یہ کہہ کر کھینچ لی تلوار عورت کے بچانے کو
یہودی آپڑے تنہا پہ جرأت آزمانے کو

حمایت کرنے والے مسلمان کی شہادت

اُدھر سے بیسیوں تیغوں کے پرتو کوندے لپکے تھے
اِدھر اک مرد نے رستے سر بازار روکے تھے

کہا لڑکی سے اب بستہ کنارے جا کھڑی ہو جا
بچا کر آبرو لڑکی دعا دیتی ہوئی چل دی

پکڑنا اس کو چاہا پھر لپک کر اک رذالے نے
مگر اس کا صفایا کر دیا اللہ والے نے

گری بازار میں بے جان ہو کر لاش خود سر کی
وہ لڑکی لے چکی تھی راہ اتنی دیر میں گھر کی

یہودی جمع ہو کر آ پڑے تنہا دلاور پر
گریں چوبیں تنیں بحرِ جرأت کے شناور پر

گھرا تھا مردِ مومن مجمعِ اشرار کے اندر
شہادت پائی غیرت مند نے بازار کے اندر

یہودیوں کو آنحضرتؐ کی فہمائش

مثالِ رعدِ گونجی یہ خبر ہر سو مدینے میں
لگی غیرت کی بجلی کوند نے مسلم کے سینے میں

رسولِ پاک نے خود جا کے ان لوگوں کو سمجھایا[1]
خدا کے قہر سے ان کو ڈرایا اور فرمایا

کہ اے اہلِ کتاب اللہ کے احکام کو مانو
بنی آدم کا حق اپنی شریعت ہی سے پہچانو

گزارو زندگانی امن سے صلح و صفائی سے
تباہی کے سوا کچھ بھی نہیں حاصل برائی سے

مبادا تم پہ نازل ہو عذابِ دردناک آخر
ہوئیں اقوام اس جور و تعدی سے ہلاک آخر

بداخلاقی و ناترسی پہ جو بھی قوم نازاں ہے
یقیناً وہ تبہ ہوتی ہے، یہ ارشادِ قرآں ہے

---

[1] آنحضرتؐ کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو یہود کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ خدا سے ڈرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی بدر والوں کی طرح عذاب آئے (سیرت النبی)

marfat.com

یہودیوں کا گستاخانہ جواب

یہودی گفتگوئے نرم سے کچھ اور بھی چمکے
اُٹھے گستاخ ہو کر رُو برو سردارِ عالمؐ کے

کہا "اس فتح ہنگامی پہ آپ اتنا نہ اترائیں
ہمیں اپنے خدا کے نام سے ہرگز نہ دھمکائیں

نہیں ہیں ہم قریشی فوج کی مانند کم ہمت
کہ ڈر جائیں مسلمانوں کی صورت دیکھ کر حضرت

ابھی جنگ آپڑی ہم سے تو ہم اُس دن دکھا دینگے
مسلمانوں کا نام اس لوحِ ہستی سے مٹا دینگے

لڑے ہیں آپ جا کر بدر میں آوارہ گردوں سے
نہیں پالا پڑا اب تک یہودی شیر مردوں سے

یہود آمادۂ پیکار تھے ہر وقت ہر ساعت
مگر ان کو اماں دیتا رہا تھا دامنِ رحمتؐ

نظر آیا کہ حد سے بڑھ چکا ہے جوشِ خود رائی
تو محبوبِ خدا نے گوشمالی ان کی فرمائی

ایک شاعر کعب بن اشرف کی شرارتیں

یہاں پر کعب بن اشرف بھی اک بیباک شاعر تھا
یہودی اور دولت مند اور ناپاک شاعر تھا

سلہ یہودی بولے ہم قریش نہیں ہیں۔ ہم سے معاملہ پڑے گا تو ہم دکھا دیں گے۔ کہ لڑائی کس کا نام ہے (سیرت النبیؐ)

اُسے بھی ہادیٔ اسلام سے پُوری عداوت تھی
کہ پیشہ سُود خواری تھا طبیعت میں شقاوت تھی

خبر قریش ہزیمت کی ہوئی جب گوش زد اُس کے
کئے بُغض و حسد نے مشتعل جذباتِ بد اُس کے

برائے تعزیت مکّے میں پہنچا مرثیہ کہہ کر
"مجھے بھی موت آجائے" یہی کہتا تھا رو رو کر

کچھ ایسی دُھن سے مقتولوں کا گایا راگ شاعر نے
لگی میں اور بھی جا کر لگا دی آگ شاعر نے

قبائل کو مسلمانوں سے لڑ مرنے پر اکسایا
تمہارے دین کے دشمن ہیں یہ کہہ کہہ کے بھڑکایا

غلاظت کی طرح کینہ بھرا تھا اس کے سینے میں
نجاست اپنی پھیلا کر پلٹ آیا مدینے میں

رسُول اللہ کی ہجویں کہیں کمزور فطرت نے
خریدی رُوسیاہی اس طرح اس کور فطرت نے

تھی آمادہ یہودی قوم پہلے ہی لڑائی پر
مُتر آیا اُدھر سے کعب اپنی بے حیائی پر

کہ اکثر عورتوں کے نام لے کر قصائد میں
یہ کرتا تھا اضافہ شعر کے حشو و زوائد میں

۱؎ کعب بن اشرف ایک مشہور شاعر تھا۔ دولتمندی کی وجہ سے یہودیانِ عرب کا رئیس بن گیا۔ اس کو اسلام سے سخت عداوت تھی۔ بدر کی لڑائی میں سرداران قریش مارے گئے تو اس کو نہایت صدمہ ہوا۔ تعزیت کے لئے مکے گیا کشتگانِ بدر کے پُر درد مرثیے جن میں انتقام کی ترغیب تھی لوگوں کو جمع کر کے نہایت درد سے پڑھتا تھا اور رُلاتا تھا (سیرت النبیؐ)

۲؎ اس نے عرب بھر کا دورہ کیا اور لوگوں کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے اُبھارا۔ مدینے میں واپس آیا تو آنحضرتؐ کی ہجو میں اشعار کہنا اور لوگوں کو آنحضرتؐ کے خلاف برانگیختہ کرنا شروع کیا (دیکھو فتح الباری)

۳؎ اس نے مسلمان خواتین پر تشبیب کہی یعنی اپنے اشعار میں اوباشانہ طریق پر مسلمان خواتین کا ذکر کیا۔ بالآخر آنحضرتؐ کو دھوکے سے قتل کرڈالنے کی ناکام سازش کی (یہ حالات دیکھو بخاری، زرقانی، ابن ہشام، ابن سعد، خمیس، ابوداؤد، طبری وغیرہ میں)

marfat.com

مسلمانوں کو اس کی بدکلامی سے اذیت تھی — یہی تو اس کا مقصد تھا یہی تو اس کی نیت تھی
یہ حالت تھی مگر اللہ کے بندے صبر کرتے تھے — یہی ارشاد ہادیؐ تھا، دلوں پر جبر کرتے تھے
مگر اک روز آخر ہو گیا لبریز پیمانہ — بھڑک اٹھے مسلمانوں کے جذباتِ شریفانہ
زبانِ تیغ تھی اس بدزبانی کا جواب آخر — اٹھے دو چار غیرت مند بہرِ سدِّ باب آخر[1]

یہ فتنہ دیکھتی غیرت بھلا تا چند شاعر کا
کیا اِک روز دستِ تیغ نے مُنہ بند شاعر کا

حضرت سیّدۃ النساء فاطمۃ الزہراؓ کی شادی

مُبارک ہے وہ دِن لاریب رجب کے مہینے میں — نکاحِ حضرتِ زہراؓ ہوا جس دن مدینے میں[2]
وہ زہراؓ ہاں وہی زہراؓ رسُول اللہ کی بیٹی — وہی زہراؓ شہنشاہوں کے شاہنشاہ کی بیٹی
وہ کملی اوڑھنے والے مجسّم نُورؐ کی دُختر — وہ عبداللہ کی پوتی آمنہ کے پُورؐ کی دُختر

---

[1] ایک انصاری محمدؐ بن مسلمہ، سعدؓ بن معاذ کے مشورہ سے ابو نائلہ اور دو تین اور مسلمانوں کو ساتھ لے کر رات کے وقت اس کے مکان پر گئے اور باہر بُلا کر اسے کیفر کردار تک پہنچا دیا (دیکھو بخاری باب قتل کعب بن اشرف)

[2] حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا نکاح ۲ھ میں رجب کے مہینے میں ہوا تھا۔ مگر رخصتی ۹ مہینے بعد ۱۰ھ میں آئی (ابن خلدون جلد ثانی)

وہ خواہرِ اُمِّ کلثوم و رُقیہؓ اور زینبؓ کی
وہ سب بہنوں سے چھوٹی اِس لئے نُورِ نظر سب کی

وہ قاسمؓ کی بہن وہ طیّب و طاہر کی ماں جائی
جو ماں کی گود میں اتمامِ نعمت کی طرح آئی

وہی آئینہ عفّت کا سب سے خوش نما جوہر
خدیجہؓ طاہرہ کے بطن کا اک بے بہا گوہر

وہ صبحِ نورِ چشمِ رحمۃٌ للعلمینؐ زہراؓ
نگینِ خاتمِ تسکینِ ختم المرسلینؐ زہراؓ

وہ زہراؓ جو شبیہِ اُسوۂ سرکارِ عالیؐ تھی
علیؓ سے آج اسی زہراؓ کی شادی ہونے والی تھی

مسجد میں اجتماعِ صحابہؓ اور نکاح

مہاجر اور انصارِ اکابر جمع تھے سارے
اُتر آئے تھے گویا دن کو اس تقریب میں تارے

علیؓ باعزّ و شانِ ہاشمی تھا اِن کے جُرمٹ میں
وہ ماہِ آسمانِ ہاشمی تھا ان کے جُرمٹ میں

سلہ آنحضرتؐ کی دختران بلند اختر میں حضرت زہراؓ عمر میں سب سے چھوٹی تھیں۔ حضرت زینبؓ حضرت ابو العاص سے بیاہی گئی تھیں۔ حضرت رقیہؓ حضرت عثمان غنیؓ سے اور حضرت کی وفات کے بعد حضرت اُم کلثومؓ بھی حضرت عثمانؓ کے عقد میں دی گئی تھیں (دیکھو اصابہ)

سلہ حضرت زہراؓ خصائل میں آنحضرتؐ سے مشابہ تھیں (رحمۃٌ للعلمین جلد دوم)

سلہ آنحضرتؐ نے مہاجرین اور انصار میں چیدہ چیدہ اصحاب کو مسجد میں جمع فرما کر حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کا نکاح پڑھا (ابن سعد)

marfat.com

نہ کوئی باجا گاجا تھا نہ کوئی شور و ہنگامہ
نہ شہنائی نہ نقارہ نہ دَف تھی اور نہ دُمامہ

نہ رنگا رنگ پوشاکیں نہ کنگن تھا نہ سہرا تھا
وہی تھے شاہِ مرداں اور وہی مردانہ چہرہ تھا

رسول اللہ خود موجود تھے محرابِ مسجد میں
کمی کرتا کوئی پھر کس طرح آدابِ مسجد میں

رُخِ شمسُ الضحیٰ کی ضَو سے پُر تنویر تھی مسجد
سکوں و سادگی کی خوش نما تصویر تھی مسجد

زمیں سے آسماں تک بس گئے نغماتِ روحانی
کہ خود قرآنِ ناطق نے پڑھیں آیاتِ قرآنی

ہُوا یہ عقدِ عالی شان معمولی طریقے سے
ہُوئے تقسیم خُرمے غیر معمولی سلیقے سے

حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی رخصت

دُوم تھا سالِ ہجری اور ذی الحج کا مہینہ تھا
پیمبرؐ بعدِ جنگِ بدر جاں بخش مدینہ تھا

ارادہ آپ نے اب رُخصتِ زہراؓ کا فرمایا
محبت سے جنابِ مرتضیٰؓ کو پاس بلوایا

بہت احساس تھا حیدرؓ کی ناداری کا ہادیؐ کو
کہا ہے کچھ تمہارے پاس اخراجاتِ شادی کو؟

سلہ نکاح پانچ ماہ پہلے پڑھ دیا گیا تھا۔ اب جنگ بدر کے بعد ذوالحجہ سنہ ۲ھ میں حضرت زہراؓ کو رخصت کرنے کا سامان کیا گیا (طبری)

سلہ اس وقت زہراؓ کی عمر بقول علامہ شبلی مرحوم ۱۵ سال کی تھی۔ آپ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ تمہارے پاس مہر میں دینے کے لئے کیا ہے حضرت علیؓ نے جواب دیا میرے پاس تو کچھ نہیں (ابوداؤد)

کہا یہ ایک مضمونِ اَدق ہے یا رسُول اللہ
فقط نامِ رسُولؐ و نامِ حق ہے یا رسُول اللہ

کہا پھر وہ[1] زِرہ کیا ہو گئی جو تم نے پائی تھی
جو روزِ بدر میدان میں تمہارے ہاتھ آئی تھی؟

کہا، موجود ہے حضرت نے فرمایا "وہ کافی ہے
تم اس کو بیچ ڈالو، جو بھی ہاتھ آیا وہ کافی ہے"

زِرہ بیچی علیؓ نے چار سو اسّی دِرَاہم میں[2]
(بقولِ شبلیؒ مرحوم اس سے بھی بہت کم ہیں)

تھی شادی فاطمہؓ کی سادگی کا طرفہ نظّارا
ولیمہ بھی اسی میں اور اسی میں مَہر بھی سارا

حضرت فاطِمَۃُ الزَّہراؓ کا جہیز

جہیز[3] ان کو مِلا جو کچھ شہنشاہِ دو عالم سے
مِلا ہے درس ہم کو سادگی کا فخرِ آدم سے

---

[1] آپ نے فرمایا پھر وہ زِرہ حطیۃ کیا ہوئی جو جنگِ بدر میں بطورِ غنیمت تمہارے ہاتھ آئی تھی۔ عرض کیا موجود ہے فرمایا زِرہ لے آؤ۔ چنانچہ زرہ بیچی گئی (دیکھو اصابہ و ابوداؤد اور سیرت النبی)

[2] کُل چار سو اسّی درہم ہاتھ آئے۔ اسی میں شادی کے اخراجات مہیا کئے گئے (نسائی)

[3] ناظرین کو خیال ہوگا کہ بڑی قیمتی چیز ہوگی۔ لیکن اگر وہ اس کی مقدار جاننا چاہتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ آج کا صرف سوا روپیہ (طہٰ) (سیرت النبیؐ از شبلی)

[4] آنحضرت نے فاطمۃ الزہراؓ کو حسب ذیل جہیز دیا تھا۔ بان کی ایک چارپائی، دو چکتیاں۔ مٹی کے دو گھڑے چمڑے کا ایک گدا۔ جس میں رُوئی کی جگہ کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ ایک چھاگل، ایک مشک اور ایک یمنی چادر (سیرت النبیؐ، نسائی، اصابہ وغیرہ)

marfat.com

متاعِ دُنیوی جو حصّۂ زہراؓ میں آئی تھی
کھجوری کھُردرے بان کی اک چارپائی تھی

مشقّت عمر بھر کرنا جو لکھا تھا مقدّر میں
ملی تھیں چکیاں دو تاکہ آٹا پیس لیں گھر میں

گھڑے مٹّی کے دو تھے اور اک بچّے کا گدّا تھا
نہ ایسا خوشنما تھا یہ نہ بد زیب اور بھدّا تھا

بھرے تھے اس میں رُوئی کی جگہ پتّے کھجوروں کے
یہ وہ ساماں تھا جس پر جاں فدا قرباں حُوروں کے

وہ زہراؓ جن کے گھر تسنیم و کوثر کی تھی ارزانی
ملی تھی مشک اُن کو تاکہ خود لایا کریں پانی

مِلا تھا فقر و فاقہ ہی مگر اصلی جہیز اُن کو
کہ بخشی تھی خدا نے اِک حسین سجدہ ریز اُن کو

چلی تھی باپ کے گھر سے نبیؐ کی لاڈلی پہنے
حیا کی چادریں، عفّت کا جامہ صبر کے گہنے

ردائے صبر بھی حاصل تھی توفیقِ سخاوت بھی
کہ ہوتا تھا اسے سرتاجِ نازنینانِ جنّت[1] بھی

اِسی کی تربیت میں اُسوہ تھا یُمن و سعادت کا
اِسی کی گود سے دریا اُبلنا تھا شہادت[2] کا

وہی غیرت جو مُہرِ خاتمِ حق کا نگینہ تھی
اَمیںؐ کی لاڈلی ہی اُس اَمانت کی اَمینہ تھی

علی المُرتضیٰؓ نے آج تاجِ ھَلْ اَتیٰ[3] پایا
دُلہن کی شکل میں اک پیکرِ صبر و رضا پایا

---

[1] دیکھو رحمۃ للعلمین جلد دوم

[2] شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔ (مصنف)

[3] دیکھو رحمۃ للعلمین جلد دوم

پدر کے گھر سے رخصت ہو کے زہراؓ اپنے گھر آئی[1] — توکّل کے خزانے دولتِ مہر و فالائی

رحمۃ للعلمین بیٹی کے گھر میں

عشا پڑھ کر چلا بیٹی کے گھر ہادیؐ زمانے کا — درِ بیتِ علیؓ پر اِذن[2] مانگا اندر آنے کا
پئے تہذیبِ اُمت اِذن حاصل کر کے سرورؐ نے — ضیا اس گھر کو بخشی زینتِ محراب و منبر نے
بشفقت سادہ[3] پانی کا پیالہ ایک منگوایا — دُعا دم کر کے خود تھوڑا سا پانی نوش فرمایا

---

[1] حضرت علیؓ اب تک آنحضرتؐ ہی کے پاس تھے شادی کے بعد ضرورت ہوئی کہ الگ گھر لیں۔ حارثہ بن نعمان انصاری کے متعدد مکانات تھے۔ جن میں سے وہ کئی آنحضرتؐ کی نذر کر چکے تھے۔ آنحضرتؐ اس بارہ میں ان سے کہنے میں متامل تھے۔ حضرت حارثؓ نے سُن پایا۔ دوڑ کر حاضر ہوئے اور عرض کیا "میرے پاس جو کچھ ہے سب حضورؐ کا ہے۔ خدا کی قسم جو مکان آپ کے کام آئے۔ وہ میرے پاس رہ جانے والے مکان سے زیادہ مسرت دیتا ہے" چنانچہ انہوں نے ایک مکان خالی کر دیا۔ حضرت فاطمہؓ وہاں تشریف لے گئیں (سیرت النبیؐ)

[2] جب فاطمۃ الزہراؓ نئے گھر جا بسیں تو آنحضرتؐ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ دروازے پر کھڑے ہو کر اذن مانگا۔ پھر اندر آئے (سیرت النبیؐ)

[3] آپ نے ایک برتن منگوایا۔ اس پر دعا کی اور پانی حضرت علیؓ کے سینہ و بازو پر چھڑکا۔ پھر حضرت فاطمہؓ پر چھینٹے دئے اور دعا کے طور پر یہ الفاظ فرمائے اللھم بارک فیھما و بارک علیھما و بارک لھما نسلھما۔ یعنی اے اللہ تو زوجین کے باہمی تعلقات میں برکت دے۔ اور جو ان کے متعلقات ہوں ان کو برکت دے اور ان کی نسل میں برکت دے (اصابہ)

marfat.com

دئے پانی کے چھینٹے سینہ و بازوئے حیدرؓ پر
یہی پانی رسول اللہ نے چھڑکا پاک دختر پر

محبت اور شفقت سے بٹھا کر پاس دونوں کو
دعا کی اے خدا یہ عقد آئے راس دونوں کو

ہوا ان کی نسل یارب دو جہاں میں خیر کا باعث
یہ عقد خیر ہو کون و مکاں میں خیر کا باعث

خداوندا انہیں پاکیزہ سے پاکیزہ تر کر دے
عمل میں دے اثر ان کے ارادے خیر سے بھر دے

دعا کے بعد دختر سے پھر اتنی بات فرما دی
کہ میں نے مرد افضل تر سے کر دی ہے تری شادی

ادب سے سر جھکائے سامنے استادہ تھے دونوں
حیا داری کی اک زندہ شبیہ سادہ تھے دونوں

ستاروں کو ہے اب تک یاد یہ پُر کیف نظارا
مرخص اپنے پیاروں سے ہوا اللہ کا پیارا

سلہ آپ نے حضرت فاطمہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں نے اپنے خاندان کے افضل تر شخص سے تیرا عقد کیا ہے (طبقات ابن سعد و اصابہ)

عُذرِ مُصنّف

کئے ہیں مختصر حالات جو اَب تک بیاں مَیں نے
نہیں آنے دیا ہے اُن میں رنگِ داستاں مَیں نے

اَدب اے نکتہ چیں یہ تذکرہ ہے پاک بندوں کا
صداقت کیش صدّیقوں شہیدوں حق پسندوں کا

مجھے ملحُوظ ہے اس تذکرے میں راست گفتاری
وگرنہ شاہبازِ فکر اُڑنے سے نہیں عاری

خیال و خواب کی ہوتی اگر ہنگامہ آرائی
تو رَعد اور زلزلے کی بھی نہ کرتا کوئی شُنوائی

بیاں کرتا اگر حالات فُرضی شہسواروں کے
تو اک شمشیر سے مَیں سر اُڑا دیتا ہزاروں کے

صداقت کا اگر میں خُون کرنے پر اُتر آتا
تو صحرائے عرب میں بحرِ احمر ہی نظر آتا

جو مَوضوعِ سخن مجھ کو اجازت اِک ذرا دیتا
زمینوں کو اُٹھا کر آسمانوں پر بٹھا دیتا

مجھے گُر یاد ہیں قطرے کو طُوفاں کر دکھانے کے
کِسی ذرّے کو وُسعت میں بیاباں کر دکھانے کے

مِرے دامن میں ہے اَبرِ خزانی بھی بہاری بھی
کہ ہے آتش فشانی بھی نَفَس میں برفباری بھی

نہیں نا آشنا میرا قلم رنگیں نگاری سے
زمینِ شعر ہے فردوس میری لالہ کاری سے

یہاں عائد ہے مجھ پر نَصِّ قرآنی کی پابندی
کہ ہے اس سے تجاوُز میں خدا کی نارضامندی

تخیّل پر نہیں بُنیاد میرے شاہنامے کی
صداقت کی طرف جاتی ہے راہِ راست خامے کی

marfat.com

مجھے ہے عاقبت کی فکر میں اللہ سے ڈرتا ہوں
ادب لازم ہے محبوبِ خدا کا ذکر کرتا ہوں

کہیں جائز نہیں اس تذکرے میں رنگ آمیزی
گنہ ہے ان زمینوں پر سمندِ طبع کی تیزی

یہ اُس کا تذکرہ ہے، جو مبلغ تھا صداقت کا
دکھایا معجزہ جس نے صداقت ہی کی طاقت کا

نہ ہے یہ زال کا قصہ، نہ رستم کی کہانی ہے
پرِ سیمرغ ہے اس میں نہ راہِ ہفت خوانی ہے

نہ کوئی داستاں ہے جس میں لطفِ داستاں بھر دوں
نہ افسانہ ہے جس کو جس طرح چاہوں بیاں کر دوں

یہ قرآنی بیاں ہے ایک کالی کملی والے کا
کہ جس کے نور سے ظلمت نے دیکھا منہ چھپانے کا

شکوہ و شانِ مصنوعی مرے مقصد سے خارج ہیں
یہ زیورِ جسم و روحِ شعر کی صحت میں حارج ہیں

بیاں میں اختصار و سادگی ملحوظ رکھی ہے
بڑی مشکل سے بیانِ واقعہ محفوظ رکھی ہے

نہ اظہارِ کمالِ شاعری مطلوب ہے مجھ کو
نہ پندارِ وبالِ ساحری مرغوب ہے مجھ کو

مرا مقصود اتنا ہے کہ انساں نیک ہو جائیں
خدا کو ایک مانیں اور خود بھی ایک ہو جائیں

وہی مقصود ہے میرا جو مقصودِ صداقت ہے
وہی معبود ہے میرا جو معبودِ صداقت ہے

ہوئی اس راہِ وحدت میں تلاشِ رہنما مجھ کو
نظر آیا نہ کوئی "کملی والے" کے سوا مجھ کو

وہ کالی کملی والا جو مسلمانوں کا آقا تھا
جسے مرغوب سادہ زندگی تھی، فقر فاقا تھا

اسی کی زندگی نے زندگی کو زندگی بخشی
گلوں کو رنگ و مہ کو تابندگی بخشی

محمدؐ جس نے جوشِ زندگی بخشا ضعیفوں کو
محمدؐ جس نے گمراہوں کو سیدھی راہ دکھلائی
سکھانے کے لئے قانونِ آزادی کی پابندی
گداوشاہ کو رُتبے میں یکساں کر دیا جس نے
نویدِ بخششِ یومُ الحساب اُس کی زبان پر تھی
گھٹائے زور اُس نے کینہ کاروں کے لئیموں کے
دیا آکر غلاموں کی رہائی کا سبق اُس نے

کیا آزاد شیطانوں کے چنگل سے شریفوں کو
خدائے واحد و رحمٰن کی درگاہ دکھلائی
وہ آیا لے کے اس دُنیا میں آئینِ خداوندی
سہارا مور کو دے کر سلیماں کر دیا جس نے
وہ اُمّی تھا مگر اُمّ الکتاب اس کی زباں پر تھی
کئے حق اس نے قائم عورتوں کے اور یتیموں کے
کیا انسان پر آساں یہ مضمونِ اَدق[1] اُس نے

---

[1] قرآن فرماتا ہے :-

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ج وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۔ پ۲۔ البقرہ۔ ع۔ ۱۹

نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق و مغرب کی طرف رُخ کر لو۔ بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ خدا پر اور آخرت پر۔ فرشتوں پر اور خدا کی کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں اور اپنا مال کو اللہ کی محبت میں رشتہ داروں پر یتیموں پر محتاجوں پر مسافروں اور سائلوں پر اور غلاموں کے آزاد کرانے پر خرچ کریں ۔

دوسری جگہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے :- وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۔ پ۳۰۔ البلد۔ ع۔ ۱

جانتے ہو (قربِ الٰہی تک پہنچنے کی) گھاٹی کیا ہے غلاموں کو رہائی دینا ۔

عن ابی ھریرۃ۔ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ ثلاثۃ انا خصمھم یوم القیامۃ رجل اعطی بی ثم غدر رجل باع حرا فاکل ثمنہ ورجل استاجر اجیرا فاستوفی منہ ولم یعط اجرہ یعنی حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ارشاد کیا ہے (باقی بقیہ)

marfat.com

اُدھر دُنیا تھی اور دنیا کی نمرودی و شدادی
اِدھر کیا تھا فقط اسلام اور اسلام کا ہادیؐ

وہ آیا اس نے انسانوں کے شیطانوں کو للکارا
زمانے بھر کے فرعونوں کو ہامانوں کو للکارا

ہلاکت خیز تھی وہ تُند رَو باطل کی طغیانی
کہ جس میں غرق ہونے ہی کو تھی دنیائے انسانی

بڑھا وہ کشتیٔ حق لے کے دنیا کے بچانے کو
صلائے عام دی اسلام کی سارے زمانے کو

نظر آیا قریب و دُور جو بھی ڈُوبنے والا
سہارا دے کے بیچارے کو اس کشتی میں لا ڈالا

وہ انساں جو نکالے جا چکے تھے بحرِ عصیاں سے
مسلح کر دیا ان کو بھی ملّاحی کے ساماں سے

ہُوئیں تفویض ان کو خدمتیں احسان کرنے کی
دل و جاں بہرِ خلقِ خُدا قربان کرنے کی

چلے وہ ناخدائے کشتیٔ حق کے اشارے پر
جہاں بہتی ہیں جانیں کفر کی موجوں کے دھارے پر

دہن کھولے ہُوئے لپکی یہاں فوجِ نہنگ اُن پر
یہ نوبت تھی کہ گوشۂ زیست کا ہو جائے تنگ اُن پر

بڑھیں بل کھا کے چاروں سمت سے شیطان کی موجیں
خدا کی ناؤ سے اُٹھ اُٹھ کے ٹکرانے لگیں موجیں

نہ لیکن ہو سکا ہرگز کوئی تختہ جُدا اُس کا
یہ کشتی تھی خدا کی ناخُدا تھا مصطفےٰؐ اس کا

وہ اُمّی کس طرح غالب ہُوا ساری بلاؤں پر
نہنگوں اور موجوں اور طوفانی ہواؤں پر

(بقیہ صفحہ) تین قسم کے لوگوں پر میں قیامت کے دن ناراض ہونگا۔ اوّل وہ آدمی جو میرا واسطہ دے کر عہد کرتا ہے پھر غدّاری کرتا ہے۔ دوم وہ آدمی جو کسی آزاد آدمی کو غلام بنا کر اور فروخت کر کے اس کی قیمت کھاتا ہے۔ سوم وہ جو کسی آدمی کو کام پر لگاتا ہے اور اس کام کی مزدوری ادا نہیں کرتا۔ (بخاری کتاب البیوع)

رہی محفوظ کشتی کس طرح مہلک چٹانوں سے
ہوئے بیکار نامے کس طرح ان چند جانوں سے

ابھارا کس طرح اُن ڈوبتوں کو قعرِ دریا سے
گرے جو پئے بہ پئے دریا میں اپنی لغزشِ پا سے

کیا حق نے فرو طوفانِ عصیاں کس طرح آخر
بچائی جا سکی دنیائے انساں کس طرح آخر

یہ کس قانون نے بخشی تھی آزادی غلاموں کو
بھلا بیٹھی ہے دنیا آج جن کے کارناموں کو

ہوا تھا کس ہوا سے گلشنِ ہستی تر و تازہ
بندھا کس طرح اوراقِ پراگندہ کا شیرازہ

یہ سب کچھ انتہائی سادگی سے عرض کرتا ہے
کوئی افسانہ کہنا ہے نہ کوئی رنگ بھرنا ہے

یہی میرے مقاصد ہیں یہی احساس ہیں میرے
میں عامی ہوں مخاطب ہی عوام الناس ہیں میرے

غلاموں کو ملے شاید رہائی کی نوید اس سے
اثر اندوز ہو جائے کوئی رُوحِ سعید اس سے

کسی کی مغفرت کا یہ اگر سامان ہو جائے!
تو شاید حشر میں مشکل مری آسان ہو جائے!

باب سوم

مکّے والوں کے انتقامی حملے

مدینے پر ابوسفیان کی دستبرد

غزوۂ سویق

اُدھر مکے میں تھی اب اک بڑے حملے کی تیاری
اِدھر یثرب میں فتنہ تھا یہودی قوم کا جاری

منافق ہر طرح اب کر رہے تھے فتنہ انگیزی
کہ ہو جائے کسی صورت مسلمانوں میں خونریزی

قبائل بھی اُتر آئے تھے اپنی شورہ پشتی پر[1]
بہر سُو مستعد تھے رہزنی پر دِینگا مشتی پر

---

[1] آنحضرت کو قبائل سلیم و غطفان کے مدینے پر حملہ کرنے کے لئے جمع ہونے کی اطلاع ملی۔ آپ صحابہ کی جماعت کو لے کر قرقرہ کُدر تک تشریف لے گئے۔ (دیکھو ابن سعد و زرقانی)

غرض اس وقت تھا سارا جہاں اسلام کا دشمن
محمد مصطفےٰؐ کا اور خدا کے نام کا دشمن

تبر تھے آندھیاں تھیں اور تنہا نخلِ اسلامی
ابھی تھیں ننھی ننھی ڈالیاں اور نازک اندامی

یہ پودا پل رہا تھا اپنے مالیؐ ہی کے دامن میں.
چراغِ نور تھا سرکارِ عالیؐ ہی کے دامن میں

اُسی کا حوصلہ تھا جس نے ٹالا اِن بلاؤں کو
لیا خود اپنی ذاتِ پاک پر سمّی ہواؤں کو

ابوسفیان کی قسم

قریشی فوج نے جب بدر میں دیکھی نگونساری
ابوسفیانؓ کو حاصل ہو گئی باطل کی سرداری

قسم کھائی تھی اُس نے جب تلک بدلہ نہ لے یوں گا
نہ کوئی بھی کھیل ہرگز عیش و عشرت کا کھیلوں گا

لگی تھی آگ کچھ ایسی کہ جینا تھا حرام اس کو
جلائے ڈالتا تھا سوزِ داغِ انتقام اس کو

یہ دو سو رہزنوں کو ساتھ لے کر شہر سے نکلا[1]
برائے رہزنی معمور ہو کر قہر سے نکلا

قسم کھا کر ہُبل کی بہرِ قتلِ اہلِ دیں آیا
اندھیری رات میں ظالم مدینے کے قریں آیا

---

[1] ابوسفیان نے قسم کھائی تھی کہ جب تک بدر کا بدلہ نہ لے لوں گا۔ اپنے بالوں میں تیل نہ ڈالوں گا۔ نہ اپنی بیوی کے پاس جاؤں گا۔ اب ذوالحجہ میں دو سو مسلح سواروں کو لے کر مکے سے نکلا اور غیر معروف راستوں پر چلتا ہوا مدینے کے قریب پہنچا۔ (دیکھو ابن ہشام و ابن سعد)

بھروسا تھا اسے اپنے یہودی یارِ محرم پر
اندھیرے ہی میں دستک دی مکانِ ابنِ مُشکم پر

یہودی نے خوشی سے لا کے اپنے گھر میں ٹھہرایا
مدینے کے مسلمانوں کا سارا حال بتلایا

تواضع کی گئی اس کی شرابِ ارغوانی سے
مبادا سرد ہو جائے حسد کی آگ پانی سے

ابوسفیان کی دستبرد

ابھی کچھ رات باقی تھی کہ جاگا فتنۂ دوراں
مکانِ ابنِ مُشکم سے نکل آیا ابوسفیاں

مضافاتِ مدینہ میں تھی اک چھوٹی سی آبادی
مکاں تھے چند نخلستاں تھے اور تھی خوشنما وادی

چَرا کرتے تھے اکثر اُونٹ بھی اس میں مدینے کے
دکھائے اس جگہ جوہر ابوسفیاں نے کینے کے

وہ قزّاقوں کو اپنے ساتھ لے کر اس طرف آیا
نشاں اونٹوں کا لیکن آج وادی میں نہیں پایا

لہ ابوسفیان اپنے سواروں کو مدینے کے باہر ٹھہرا کر رات کی تاریکی میں یہودی قبیلہ بنو نضیر کے رئیس ابن مشکم کے مکان پر شب باش ہوا۔ ابن مشکم نے آنحضرتؐ سے معاہدۂ امن کی خلاف ورزی کی اور ابوسفیان کو نہایت تواضع سے اپنے ہاں ٹھہرایا اور مسلمانوں کے حالات بتلائے۔ رات بھر شراب پلائی اور لذیذ کھانے کھلائے۔ (ابن ہشام و ابن سعد)

لہ صبح کو ابوسفیان عریض پر حملہ آور ہوا جو مدینے سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ (سیرۃ النبی)

فقط سوئے ہوئے دو کاشتکار اس کو نظر آئے[1] بدی کے نقش پوری شان سے دل میں بھر آئے
درختوں کے سوا کوئی نہ پایا دیکھنے والا سواروں نے انہی سوتے ہوؤں کو قتل کر ڈالا
ہوا ٹھنڈا نہ دل جب مار کر اُن پاسبانوں کو لگا دی آگ سب کچھ لوٹ کر خالی مکانوں کو
جلائے گھاس کے انبار بھی آتش نژادوں نے درختوں کو بھی خاکستر کیا ان بدنہادوں نے
بزعمِ خود قسم پوری ہوئی غسلِ جنابت کی دکھا دی آن گویا اس طرح قرشی نجابت کی

آنحضرتؐ ابوسفیان کے تعاقب میں

ہوئی جب صبح، آوازِ اذاں آئی، بشر جاگے تو یہ شب دزد پاداشِ عمل کے خوف سے بھاگے
ابوسفیاں کی یہ کرتوت فوراً ہو گئی ظاہر اٹھا پھر صحنِ مسجد سے وجودِ طیب و طاہرؐ
بڑھے دو سو مجاہد ہمرکابِ مصطفےٰؐ ہو کر تعاقب میں چلے اُن بزدلوں کے بادپا ہو کر
بڑھے اُس سمت پر جس سمت سے یہ چور بھاگے تھے مجاہد پیچھے پیچھے تھے فراری آگے آگے تھے

---

[1] اس وادی میں مسلمانوں کے اونٹ چرا کرتے تھے اور پھلدار کھجوروں کے جھنڈ تھے اور کچھ جھونپڑے تھے۔ مگر اتفاق سے اس وقت مویشی موجود نہ تھے۔ ایک انصاری سعد بن عمرو اور ان کا حلیف سو رہے تھے۔ سواروں نے دونوں بے گناہوں کو قتل کر دیا۔ کھجور کے درختوں کو آگ لگا دی۔ گھاس کے انبار اور جھونپڑے بھی جلا دیئے۔ گویا ابوسفیان نے اپنی قسم پوری کر دی۔ (ابن سعد و ابن ہشام)

marfat.com

ابوسفیان، خوفِ جاں سے ڈرتا اور تھرّاتا
بھگاتا ساتھیوں کو، بھاگو بھاگو منہ سے چلّاتا

سکوکِ ابنِ مُشکم کا بیاں اور ذکرِ مے کرتا
چلا جاتا تھا مکّے کی طرف راہوں کو طے کرتا

شُتر بھی تھک گئے تھے راہزن اَسوار تھے جن پر
برائے زادِ رہ ستّو کے بورے بار تھے ان پر

تعاقب ہو رہا تھا اَب ابوسفیان گھبرایا
مسلمانوں کا خطرہ موت بن کر قلب پر چھایا

سُبک ہونے کو بورے ستّوؤں کے جابجا پھینکے
بھگوڑوں نے یہ سارے بوجھ اونٹوں سے اُٹھا پھینکے

بچا کر جان لے جانا ہی مشکل تھا بھگاہوں میں
یہ ستّو بھاگتے میں پھینکتے جاتے تھے راہوں میں

اٹھا لیتے تھے اَکثر کملی والے کے رفیق ان کو
رہی یاد ایک عرصے تک یہ اُفتادِ سویق[1] ان کو

بڑی جانکاہیوں، مکّاریوں اور کوشش و کد سے
یہ رہزن بچ ہی نکلے غازیانِ دین کی زد سے

تعاقب چھوڑ کر غازی پلٹ آئے مدینے کو
یہودی خطرہ تھا درپیش ملّت کے سفینے کو

---

[1] ابوسفیان کے پاس رسد کا سامان صرف ستّو تھا۔ بھاگتے وقت گھبراہٹ میں ستّو کے بورے پھینک گیا جو مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ عربی میں ستّو کو سویق کہتے ہیں۔ اس لئے یہ واقعہ غزوۂ سویق کے نام سے مشہور ہوا (سیرت النبیؐ)

مبادیاتِ غزوۂ اُحُد

قریشِ مکّہ کی آتشِ انتقام

شاعروں کا دُوسرے قبائل کو بھڑکانا

گروہِ کُفر جب سے بھاگ کر مکّے میں آیا تھا
اُسی دن سے یہ دستُورُ العمل اس نے بنایا تھا

کہ تیّاری کرے ہر فردِ جنگِ انتقامی کی
پذیرائی نہیں ہوگی کسی عُذر اور خامی کی

قبائل کو قریشی شاعروں[1] نے جا کے بھڑکایا
پرستارانِ باطل کو ضیائے حق سے دھڑکایا

کہا "یہ مسئلہ ہے دینِ آبائی کی عزّت کا
پُرانے مسلکِ لاتی و عُزّائی کی عزّت کا

نئے مذہب کا بانی دیوتاؤں سے نہیں ڈرتا
اکیلا ہے مگر اتنے خداؤں سے نہیں ڈرتا

نہ اِن کو پُوجتا ہے وہ نہ ان کو مانتا ہے وہ
ہماری اِس پرستش کو بُرائی جانتا ہے وُہ

---

[1] عرب میں جوش پھیلانے اور لوگوں کو گرمانے کا سب سے بڑا آلہ شعر تھا۔ قریش میں دو شاعر بہت مشہور تھے۔ عَمرو جمحی اور مسافع عَمرو جمحی بدر میں گرفتار ہو گیا تھا لیکن رسُولِ خدا نے باقتضائے رحم اس کو رہا کر دیا تھا۔ قریش کی درخواست پر وہ اور مسافع مکّہ سے نکلے اور تمام قبائلِ قریش میں اپنی آتش بیانی سے آگ لگا آئے۔ (سیرت النبیؐ)

marfat.com

وہ کہتا ہے کہ تم اپنے خداوندوں سے مُنہ موڑو
یہ پتھر کی ہیں تصویریں انہیں چھوڑو انہیں توڑو!

اکیلے اک خدا کو پُوجنا ہم کو سکھاتا ہے
نہ جسم اس کا بتاتا ہے نہ شکل اس کی دکھاتا ہے[1]

اسے وہ حَیّ اور قیُّوم اور رحمٰن کہتا ہے
ہمارے تین سَو اور ساٹھ کو بے جان کہتا ہے

وہ کہتا ہے کہ سب چھوٹے بڑے انساں[2] برابر ہیں
گدا و شاہ، کم حیثیت و ذی شاں برابر ہیں

وہ محفل میں بٹھاتا ہے رذیلوں کو حقیروں کو
امیروں کے مقابل کر دیا اُس نے فقیروں کو

بڑا حامی بنا ہے وہ یتیموں اور غلاموں کا
مخالف ہے ہمارے فائدے کے انتظاموں کا

ہمارا عورتوں[3] سے عشق بھی ہے ناگوار اس کو
نظر آتی ہیں گویا عورتیں پر ہیز گار اس کو

ہمیں کہتا ہے تم ان عورتوں کا حق بھی پہچانو
انہیں اپنی طرح سمجھو، انہیں اپنی طرح جانو

---

[1] لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَّھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْر
لَاتُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَار
پ۔ الانعام۔ ع ۱۳۔ ۱۰۳

کوئی چیز بھی خدا کی مثال نہیں اور وہ سنتا دیکھتا ہے۔ حواس اور عقل خدا کا ادراک نہیں کر سکتے۔ لیکن خدا کا ان سب کا ادراک ہے۔

[2] لافضل العربی علی عجمی ولا العجمی علی عربی ولا الابیض علی اسود ولا الاسود علی ابیض الا بالتقویٰ (حدیث) نہ عربی کو عجمی پر فضیلت ہے، نہ عجمی کو عربی پر اور نہ گورے کو کالے پر اور نہ کالے کو گورے پر فضیلت صرف تقویٰ کے ساتھ ہے۔ (زاد المعاد)

[3] قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ۔ پ۔ الاعراف۔ ع ۔ ۳۳
کہہ دیجئے۔ میرے پروردگار نے فحش کی ہر قسم کو کھلی ہو یا چھپی اور گناہ کو حرام کر دیا ہے۔

وہ کہتا ہے کہ ہر اک زندہ رکھے اپنی بیٹی کو
گوارا کس طرح کر لیں بھلا اشراف بیٹی کو

مٹانا چاہتا ہے وہ روایاتِ قدیمہ کو
بھلانا چاہتا ہے وہ روایاتِ قدیمہ کو

نہ جانے کون سا جادو ہے ان بیکار باتوں میں
الٹ جاتا ہے دل انسان کا دو چار باتوں میں

ہمارے سرپرا ہوں نے اسے اس کام سے روکا
پھر اس کے ماننے والوں کو بھی اسلام سے روکا

انہیں تو انتہائی سرزنش بھی ہم نے کر چھوڑی
نہ اپنی ہٹ مسلماں بیوقوفوں نے مگر چھوڑی

چڑھاتے بھینٹ ہم ان کو ہبل اور لات کے آگے
ہمارے سخت پنجے سے مگر بچ کر نکل بھاگے

انہیں اب اہلِ یثرب نے بصد اکرام رکھا ہے
بدل کر نام یثرب کا مدینہ نام رکھا ہے

قبیلے اوس و خزرج کے مسلماں ہوتے جاتے ہیں
خداوندوں کے گھر یثرب میں ویراں ہوتے جاتے ہیں

محمدؐ کے خدا کا دین ہر سُو بڑھتا جاتا ہے
یہ قطرہ موجِ دریا بن رہا ہے چڑھتا جاتا ہے

قریش ان کو سزا دینے گئے تھے آپ خود چڑھ کر
محمدؐ نے نہ جانے پھونک ماری اُن پہ کیا پڑھ کر

بہتر پہلواں جو قوم کے سردار تھے سارے
مسلمانوں نے آکر بدر کے میدان میں مارے

ہبل اور لات و عزّیٰ نے ہمیں شاید سزا دی ہے
کہ ہم نے مدتوں سے بندگی اُن کی گھٹا دی ہے

خداؤں دیوتاؤں کو خفا یوں کر لیا ہم نے
کہ ان کے دشمنوں کو زندہ کیوں رہنے دیا ہم نے

خدا سب روٹھے بیٹھے ہیں منانے کی ضرورت ہے
کوئی تازہ لہو اُن کو پلانے کی ضرورت ہے

marfat.com

زمیں پر جب تلک زندہ ہیں دشمن دیوتاؤں کے
رہیں گے ہم ہدف زیرِ فلک ساری بلاؤں کے

اُٹھو اے لات و عزّیٰ و ہُبل کے پُوجنے والو
محمدؐ اور اس کے ساتھیوں کو ذبح کر ڈالو

کرو شیرازہ بندی قوم کے اوراقِ برہم کی
مسلمانوں کی قوّت ہے عرب کے واسطے دھمکی

ہے تاریخِ عرب پر یہ نئے مضمون کا دھبّا
دُھلے گا اب تو مسلم خُون ہی سے خُون کا دھبّا

ہمیں پیشِ نظر جب گوشمالی ہو حریفوں کی
مدد کرتے رہے ہو تم ہمیشہ ہم ردیفوں کی

ہمیشہ سے ہمارا اور تمہارا بھائی چارہ ہے
کہ جو دشمن ہمارا ہے وہی دشمن تمہارا ہے

ہمارے ساتھ ہو کر جنگ کرنا چاہئے اب بھی
عزیزو پاسِ نام و ننگ کرنا چاہئے اب بھی

ارادہ کر چکے ہیں اہلِ مکّہ ضربِ کاری کا
کرو امداد یارو ہاں یہی ہے وقت یاری کا

مسلّح ہو کے مکّے سے جو اُٹھے لشکرِ جنگی
تو یثرب کی زمیں پر آسماں کرنے لگے تنگی

"رہو تیار ہو کر کیل کانٹے سے جوانِ مردو
بُلائیں جب تمہیں جنگ آوروں سے دشت کی گرد

مکّے میں فوج کا اجتماع

قریشی شاعروں نے اس طرح جب آگ بھڑکائی
بھڑک اُٹھے قبائل کے خیالاتِ من و مائی

مہیّا ہو چکا مکّے میں جب سامان لڑنے کا
ابوسفیان نے مجمعے سے کیا اعلان لڑنے کا

خبر دے دی گئی باہر کے اِمدادی قبائل کو
کہ آئیں جلد لے کر اپنے جلادی وسائل کو

تہامہ[1] سے کنانہ کے قبائل متحد ہو کر
چلے آئے مدد کے واسطے عقل و خرد کھو کر

ہُوا اِجماعِ باطل وادیٔ بطحا کے سینے پر
اُٹھا غارت گری کے واسطے مکہ مدینے پر

ہزاروں لڑنے والے آج اِس لشکر میں شامل تھے
شجاع و جنگجو تھے آزمودہ کار و کامل تھے

تکبّر تھا سروں میں اور زباں پر پیہم نعرہ تھا
ابُوسُفیان ان سب کا سپہ سالارِ اعظم تھا

بہادر خالد و عمرِ ابن عاص اس وقت نائب تھے[2]
ابھی تک جو ہر ایماں سرِ سینہ سے غائب تھے

یہ لشکر مشتمل تھا ایسے ایسے قہرمانوں پر
جو فوجوں کے مقابل بارہا کھیلے تھے جانوں پر

انہیں مرغوب تھی غارت گری پیشہ تھا قزاقی
نہادِ آدمیت کا کوئی جوہر نہ تھا باقی

مرتب ہو چکی جب ہر طرح سے فوج باطل کی
بڑھی حق کی طرف یلغار کر کے موج باطل کی

سپاہی بھی چلے، سردار بھی، سردار زادے بھی
شُتر سوار بھی اور گھوڑے بھی اور پیادے بھی

دُہل کا شور سُن سُن کر ہوا فریاد کرتی تھی
زمیں سہمی ہوئی اپنے خدا کو یاد کرتی تھی

---

[1] ابوعزہ شاعر نے تہامہ میں گشت لگا کر بنو کنانہ کو قریش کی مدد پر آمادہ کر دیا تھا۔ یہ لشکر جن میں پانچ ہزار شتر سوار، دو سو اسپ سوار اور سات سو زرہ پوش پیادے تھے۔ مدینے پر بڑھا۔ (تاریخ التواریخ)

[2] حضرت خالد بن ولید جن کو سیف اللہ ہونا اور دنیائے اسلام کا سب سے بڑا جرنیل بننا تھا۔ اس وقت کافر تھے اور جنگِ اُحد میں مسلمانوں پر انہی کے رسالے نے عقب سے حملہ کیا تھا۔ اسی طرح حضرت عمرو بن عاص جو فاتح مصر کہلائے شہر رہے اس لشکر میں شامل تھے

marfat.com

وہ خونی شیر پیتے بھی جو صحراؤں میں رہتے تھے — یہ آندھی دیکھ کر اَلعَظمَۃُ لِلّٰہ کہتے تھے

قریشی عورتیں

قریشی عورتیں[1] بھی دَف بجاتی اور رَجز گاتی — چلی جاتی تھیں ان کے آتشیں جذبات بھڑکاتی
غلاموں اور جلّادوں کو دَم اور دام دے دے کر — فریبِ وعدۂ آزادی و انعام دے دے کر
بڑھاوے دے کے بدکاروں کو مال و گنج دینے کے — یہ حربے لے کے آئی تھیں نبیؐ کو رنج دینے کے
یہ ساری ڈائنیں پرچھائیاں تھیں فطرتِ بد کی — بہت مشتاق تھیں یہ قتلِ اصحابِ محمدؐ کی
بلائیں جمع ہو کر طیش میں آ کے نکلی تھیں — بشر کا خون پینے کی قسم کھا کھا کے نکلی تھیں

---

[1] دوسری عورتوں کے علاوہ ہند بنت عُتبہ زوجہ ابوسفیان۔ اُم حکیم عکرمہ بن ابوجہل کی بیوی فاطمہ بنت ولید، حارث بن مغیرہ کی بیوی اور حضرت خالد کی بہن، برزہ بنت مسعود ثقفی صفوان بن امیہ کی بیوی ریطہ بنت عبدالعزیٰ کی بیوی، سلافہ بنت سعد طلحہ بن ابوطلحہ کی بیوی، حنّاس حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور جانباز صحابی کی کافرہ ماں۔ یہ سب فوج کا دل بڑھانے اور ان کو ثابت قدم رکھنے کے لئے ساتھ چلیں (دیکھو سیرت النبیؐ اور خاتم المرسلینؐ وغیرہ)

[2] حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے ہند کا باپ مارا گیا تھا جبیر بن مطعم کا چچا بھی حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے بدر میں مارا گیا تھا۔ اس بنا پر ہند نے وحشی کو جو جبیر کا غلام تھا اور حربہ اندازی میں کمال رکھتا تھا۔ حضرت حمزہؓ کے قتل پر آمادہ کیا اور یہ اقرار ہوا کہ اس کارگزاری کے صلہ میں آزاد کر دیا جائے گا۔ (سیرت النبیؐ)

آنحضرتؐ کی اطلاع یابی

بچا کر آنکھ ماہ و مہر کی مُخبر نگاہوں سے
بڑھی آتی تھی قرشی فوج غیر آباد راہوں سے

ابُوسُفیان کو ان راستوں سے واقفیّت تھی
مدینے پر اچانک حملہ کر دینے کی نیّت تھی

مگر باطل تھی یہ کوشش سپہ سالارِ باطل کی
نبیؐ پر ہو گئی افشا خبر یلغارِ باطل کی

نبیؐ کے پاس آیا حضرتِ عبّاس کا قاصد[1]
کہ آتا ہے گروہِ مشرکاں بانیّتِ فاسد

نبیؐ نے انس و مونس دو جواں مامور[2] فرمائے
جو مانندِ ہوا افواجِ قرشی کی خبر لائے

گذارش کی کہ حملہ آوروں کا اک بڑا لشکر
چلا آتا ہے آندھی کی طرح ارضِ مقدس پر

اٹا لا ان کا قُربِ شہر میں ہے بند ہیں راہیں
اُجاڑیں ان کے گھوڑوں نے مدینے کی چراگاہیں

---

[1] حضرت عبّاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جنگ بدر کے بعد ایمان لا چکے تھے مگر حکمِ رسالت سے اب تک مکّے ہی میں مقیم تھے۔ انہوں نے بنی غفار کے ایک شہسوار کو خط دے کر اور تین دن میں مدینے پہنچنے کی تاکید کر کے آنحضرت کے پاس بھیجا۔ آنحضرت اس وقت قبا میں تھے۔ قاصد وہیں باریاب ہوا اور یہ خط پیش کیا۔ (ابن سعد و زرقانی)

[2] آپ نے پانچویں شوال سنہ ۳ھ کو دو خبر رساں خبر لانے کے لئے بھیجے۔ انہوں نے آکر اطلاع دی کہ قریش کا لشکر مدینے کے قریب ہے اور مدینے کی چراگاہ (مریسیع) کو ان کے گھوڑوں نے صاف کر دیا ہے (سیرت النبیؐ)

marfat.com

شہر کی حفاظت کے ضروری سامان

نبیؐ نے سُن کے اَمرِ واجبُ الاِذعان فرمایا
مدینے کی حفاظت کے لئے سامان فرمایا

مُعیّن کر دئے دروازہ ہائے شہر پر غازی
کہ تھا غارت گروں سے خطرۂ شبخون اندازی

یہودی دشمنی کا رنگ بھی اب ہو گیا گہرا
درِ مسجد پہ قائم کر لیا اصحابؓ نے پہرا[1]

اچانک آ لیا تھا شہر کو افواجِ شیطاں نے
گزاری جاگ کر یہ رات ہر فردِ مسلماں نے[2]

مقرر کر دیا ہادیؐ نے اِک گوئندۂ تازہ
کہ ہو اچھی طرح جمعیّتِ باطل کا اندازہ

خبر آئی کہ جمعیّت ہے بیش از سہ ہزار[3] اُن کی
کُمک بھی آنے والی ہے بوقتِ کارزار اُنکی

رسالے بھی ہیں اُن کے پاس نیزے بھی ہیں کوڑے بھی
سوار اُن کے ہیں آہن پوش آہن پوش گھوڑے بھی

---

[1] حضرت سعدؓ بن عبادۃ اور حضرت سعدؓ بن معاذ ہتھیار لگا کر تمام رات مسجد نبوی کے دروازے پر پہرہ دیتے رہے

[2] خبروں کے اُخفا میں بجیال بے دلی احتیاط کی گئی تھی اور عام مسلمانوں کو لشکرِ کفار کے تفصیلی حالات نہیں بتائے گئے تھے۔ پھر بھی یہ شب مدینہ میں سخت خوف و خطر کی رات تھی (ابن سعد)

[3] قریش کے قریب آنے کی خبر موصول ہونے پر آپؐ نے ایک صحابی حبابؓ ابن منذر کو حملہ آوروں کی تعداد کے صحیح تخمینہ کے لئے بھیجا (ابن سعد)

[4] رحمۃ للعالمین کے محقق مصنف نے ناسخ التاریخ کے حوالے سے اس فوج کی تعداد پانچ ہزار لکھی ہے۔ بہرحال تین ہزار شتر سوار، دو سو اسپ سوار، سات سو زرہ پوش پیادے مسلمہ تعداد تھی۔ (مُصنّف)

شُتر سوار کثرت سے ہیں کچھ لشکر پیادہ ہے
زِرہ پوشوں کی گنتی سات سو ہے یا زیادہ ہے

یہ سُن کر مطلقاً اسلام کا ہادی نہ گھبرایا
زباں سے حَسْبُنَا اللہ کہہ کے یوں حضرتؐ نے فرمایا

مسلماں کو فقط اللہ کی اِمداد کافی ہے
اُسی کا نام کافی ہے اُسی کی یاد کافی ہے

جو بندوں کو ودیعت یہ امانت کرنے والا ہے
وہ قوّت دینے والا ہے اِعانت کرنے والا ہے

مسجدِ نبوی میں مجلسِ شوریٰ[1]

ابھی کچھ رات باقی تھی ابھی پہرا تھا ظلمت کا
ہُوا اِعلان بہرِ مشورت اجماعِ اُمت کا

اکٹھے ہو گئے آکر مسلماں صحنِ مسجد میں
سمٹ آئی ضیائے صبحِ رخشاں صحنِ مسجد میں

پُرانے اور نئے جتنے بھی تھے اللہ کے پیارے
بڑے چھوٹے معمّر اور جواں جھٹ آ گئے سارے

کیا اُمت نے جب اجماعِ کامل بزمِ شوریٰ میں
ہُوا ابنِ اُبَی[2] بھی آ کے شاملِ بزمِ شوریٰ میں

منافق تھا رسول اللہ کا در پردہ دشمن تھا
یہ دشمن دامنِ رحمت کا اک پروردہ دشمن تھا

---

[1] روز جمعہ کی صبح آنحضرتؐ نے مسجد نبوی میں مسلمانوں کو جمع فرمایا اور قریش کے حملے کے متعلق ان سے مشورہ طلب کیا۔ (ابن سعد)

[2] عبداللہ بن اُبی جو منافقوں کا سرغنہ تھا۔ مگر جنگ بدر کے بعد بظاہر مسلمان ہو گیا تھا وہ اس وقت مشورے میں شریک تھا۔ (سیرت النبیؐ)

marfat.com

بظاہر یہ منافق دین کا اقرار کرتا تھا
بباطن جانِ ملت پر ہزاروں وار کرتا تھا

مدینے میں بہت سے اور بھی اس کے موافق تھے
کہ ظاہر میں مسلماں اور باطن میں منافق تھے

تمنا ان کی یہ تھی مسلموں میں تفرقے ڈالیں
ہویدا تھے نبیؐ پر ان کے سب حالات جب چاہیں

یہ سب ایماں کا اقرارِ زبانی کرتے رہتے تھے
رسول اللہ سب کچھ جانتے تھے کچھ نہ کہتے تھے

غرض ابنِ اُبی اب مشورت میں ہو گیا شامل
اگرچہ قلب اس کا فتنہ انگیزی پہ تھا مائل

آنحضرتؐ کا خطبہ[1]

نمازِ صبح پڑھ کر آپ نے ارشاد فرمایا
کہ اے ایمان والو امتحاں کا وقتِ سخت آیا

قریش اس مرتبہ آئے ہیں پورے ساز و سامان سے
کہ آزادی تمہاری چھین لیں شمشیر و پیکاں سے

مجھے یہ جنگ ایسا حادثہ معلوم ہوتا ہے
جو ہر اُمت کو بہرِ امتحاں مقسوم ہوتا ہے

کشاکش ہائے مرگ و زیست کا ہے اک کٹھن رستہ
جہاں چلنا ہے سب کو دست بستہ اور پابستہ

نبیؐ کو اس میں خود ہے احتمالِ صدمۂ ذاتی
دکھایا جا چکا ہے[2] مجھ کو حالِ صدمۂ فاتی

---

[1] مشورے سے قبل آنحضرتؐ نے قریش کے حملے اور ان کے خونی ارادوں کا تذکرہ فرمایا۔ (دیکھو طبری)

[2] آپ نے فرمایا آج رات میں نے خواب میں ایک گائے دیکھی ہے نیز دیکھا ہے کہ میری تلوار کا سرا ٹوٹ گیا ہے پھر میں نے دیکھا کہ گائے ذبح کی جا رہی ہے پھر دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک مضبوط اور محفوظ زرہ کے اندر ڈالا ہے (ابن ہشام)

بغیر اس کے رہِ تہذیبِ ملّت طے نہیں ہوتی
کہ ٹھوکر جوہرِ فانی تسے کوئی شَے نہیں ہوتی

یہ رستہ ہے مرے اصحابِ اکبر کی شہادت کا
کوئی وعدہ نہیں اس مرحلے میں خرقِ عادت کا

اگر اُمّت نے احکامِ نبیؐ سے کی نہ سرتابی
نہ بشریت نے پیدا کر دیا گر خوفِ اعصابی

پڑھا ہے تظلم و عدالت کا جو مضمونِ آدمؑ تم نے
بھلا ڈالا نہ گر ہنگامِ سختی یہ سبق تم نے

اگر تم اس رہِ دشوار میں ثابت قدم نکلے
ثبات و صبر کے اظہار میں ثابت قدم نکلے

حدیں قائم رکھیں تم نے اگر طاعت گذاری کی
تو دیتا ہوں بشارت میں تمہیں تائیدِ باری کی

تمہیں اس وقت چاروں سمت سے اعدا نے گھیرا ہے
یہاں دشمن کا گھر ہے اُس طرف لشکر کا ڈیرا ہے

مدینے کی جو حالت ہے وہ تم پر آشکارا ہے
قریشی لشکرِ جرار اُحُد پر خیمہ آرا ہے

بتاؤ ان کو روکیں چل کے باہر چند میلوں پر
کہ اس لشکر کو بڑھنے دیں مدینے کی فصیلوں پر

بظاہر پُر خطر ہے کثرتِ آرائے ملّت پر
یکایک نرغہ کر سکتے نہیں بیداد کے بانی

مگر یہ منحصر ہے کثرتِ آرائے ملّت پر
تدبّر شرط ہے ہر دیدۂ بینائے ملّت پر

۱؎ صحابہؓ نے اس خواب کی تعبیر دیافت کی تو فرمایا۔ گائے کے ذبح سے میں سمجھتا ہوں کہ میرے بعض اصحاب اکبر کی شہادت مراد ہے اور تلوار کے ٹوٹنے سے میرے عزیزوں میں سے کسی کی شہادت ہے یا خود مجھے اس مہم میں کوئی جسمانی تکلیف پہنچے گی۔ زرہ کے اندر ہاتھ ڈالنے سے میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں مدینے کے اندر رہ کر مقابلہ مناسب ہے۔" (ابن ہشام و ابن سعد)

حقِ آزادیٔ آرا ہے دیں کا سنگِ بنیادی — تمہاری رائے جو بھی ہو بیاں کر دو بآزادی
مری جانب سے ہر حالت میں استقلال دیکھو گے — محمدؐ کو رہِ حق میں شریکِ حال دیکھو گے

بگوشِ ہوش یہ خطبہ سنا ایمان والوں نے — جھکا دیں گردنیں فرطِ ادب سے شان والوں نے
لذا رائیں کیں کھڑے ہو کے رائیں سب اکابر نے[1] — کیا تجویز یہ ہر ایک ضابط اور صابر نے
کہ لڑنا قلعہ بندی کے طریقے سے مناسب ہے — دفاعِ دشمناں ضبط اور سلیقے سے مناسب ہے

عبداللہ بن اُبَی مُنافِق کی رائے[2]

کہا ابنِ اُبَی نے "ہاں یہ دستورِ قدیمی ہے — ہے اس سے فائدہ مقصود اگرچہ چال دھیمی ہے
مدینے پر کیا کرتا تھا حملہ جب کوئی لشکر — تو ہو کر متحد سب شہر والے لڑنے مرنے پر
بٹھا دیتے تھے اپنی عورتیں ہر سمت ٹیلوں پر — مسلح اور جنگی مزد چڑھتے تھے فصیلوں پر

---

[1] مہاجرین نے عموماً اور انصار میں سے اکابر نے رائے دی کہ عورتیں باہر قلعوں میں بھیج دی جائیں اور شہر میں پناہ گیر ہو کر مقابلہ کیا جائے (سیرت النبیؐ)

[2] عبداللہ بن اُبَی منافق نے بھی یہی رائے دی (سیرت النبیؐ)

فراہم کر لئے جاتے تھے جھٹ انبار پتھر کے
بلندی سے ہوا کرتے تھے پہروں وار پتھر کے

فصیلوں سے ہوا کرتی تھی بارش تند تیروں کی
تو چلتی تھی نہ کوئی پیش ان شمشیر گیروں کی

ہمارے باپ دادا یوں بھگا دیتے تھے دشمن کو
عدم کا راستہ اکثر دکھا دیتے تھے دشمن کو

مسلمانوں کو لازم ہے کہ میرا مشورہ مانیں
مری شخصیت و اہلیتِ جنگی کو پہچانیں

بٹھا دیں عورتوں بچوں کو چاروں سمت ٹیلوں پر
مسلح ہو کے خود بھی بیٹھ جائیں ان فصیلوں پر

کریں دشمن پہ بند اس شہر کا ہر ایک دروازہ
تو میری رائے کا اس وقت ہو جائے گا اندازہ

مُسلم نوجوانوں کا جوشِ جہاد

سُنی صبر و سکوں سے رائے سب نے اِس منافق کی
کہ نیت بد تھی لیکن اُس نے تقریر موافق کی

غرض جتنے معمر لوگ اس شوریٰ میں شامل تھے
وہ تجویز بزدِ قلعہ بندی ہی کے حامل تھے

مگر وہ نوجواں نوخیز جو شیلے جری مُسلم[1]
وہ سادہ دل نقوشِ پختہ کاری سے بری مُسلم

---

[1] حضرت حمزہؓ اور اکثر صحابہؓ نے اور خصوصیت کے ساتھ ان نوجوان مسلمانوں نے جو بدر کے جنگ میں شامل نہ ہوئے تھے اور شہادت اور خدمتِ دین کے جذبے سے سرشار تھے اصرار کیا کہ ہم شہر سے نکل کر کھلے میدان میں مقابلہ کریں شہر میں بند ہو کر لڑنے سے زیادہ پسند کرتے ہیں۔ (دیکھئے ابن سعد اور طبری)

وہ مخمورِ شجاعت بادۂ توحید کے متوالے
وہ تدبیروں سے ناواقف دلیل والے وہ مَت والے

وہ اُٹھے دست بستہ عرض کی اے ہادیٔ دوراں
ہمیں بخشی ہے جب سے آپ نے یہ نعمتِ ایماں

تمنا ہے کہ نعمت کا بدل کچھ تو ادا کر دیں
نہیں کچھ اور کر سکتے یہ جانیں ہی فدا کر دیں

نہیں ہے دِل رضامند اس نبرد قلعہ بندی پر
کہ حرف آئے گا اس سے بدر کی فیروزمندی پر

ہماری تربیت گہ ہے مدینے کی یہی وادی
غلاموں کو یہیں بخشا گیا ہے حقِ آزادی

اِسی وادی کے اندر کھیت ہیں مسلم کسانوں کے
ہواؤں نے سُنے ہیں اس جگہ نغمے اذانوں کے

اگر ہم اِس طرح مجبور ہو کر بیٹھ جائیں گے
فصیلِ شہر میں محصور ہو کر بیٹھ جائیں گے

تو سمجھیں گے عرب والے اسے جُبن اور کمزوری
پھر آئے دن دکھائیں گے شرارت اور سرشوری

اگر باہر نکل کر ہم نے دکھلائی نہ پامردی
تو سمجھی جائے گی اس میں مُسلمانوں کی نامردی

قریش آئے ہیں بیشک ہر طرح تیاریاں کر کے
شکستِ بدر کو اُفتادِ ہنگامی گماں کر کے

صف آرا ہونگے ان کے سامنے ہم دُو بدو ہو کر
کہ جیسے بدر کے غازی لڑے تھے رُوبرو ہو کر

یہ سچ ہے واقعی تعداد بھی اُن کی زیادہ ہے
مگر ان سے لڑیں گے ہم یہی پکا ارادہ ہے

مقابل ہو کے روکیں گے ہم اُن کے وار سینے پر
انہیں بڑھنے نہ دیں گے اپنے جیتے جی مدینے پر

مٹھی بے سروساماں سہی ایمان والے ہیں
غلامانِ نبیؐ فضلِ خدا سے آن والے ہیں

زیادہ سے زیادہ قتل ہو جائیں گے پھر کیا ہے
نبیؐ کے دامنِ رحمت میں سو جائیں گے پھر کیا ہے

رہِ حق میں یہی تو منزلِ مقصود ہے اپنی
شہادت پا گئے تو عاقبت محمود ہے اپنی

تمنا ہے کہ اڑ کر جا پڑے دل تیرِ قاتل پر
نظر روئے نبیؐ پر ہو، گلا شمشیرِ قاتل پر

یہ سر کٹ کر سوئے پائے محمدؐ لوٹتا جائے
اسی کو موت کہتے ہیں تو ایسی موت آجائے

رہیں گے ہم میں جو زندہ وہ غازی بن کے آئیں گے
کہ شمشیروں کے سائے میں نمازی بن کے آئیں گے

یہ جینا بھی سعادت کا، یہ مرنا بھی سعادت کا
اِدھر رتبہ غزا کا ہے، اُدھر رتبہ شہادت کا

رہے ہم بدر میں محروم تحصیلِ سعادت سے
جہادِ فی سبیل اللہ سے، تاجِ شہادت سے

ندامت کے لئے وہ ایک محرومی ہی کافی ہے
فصیلوں میں چھپیں اب بھی، یہ غیرت کے منافی ہے

جوش و تحمّل

نہایت جوش سے کیں ان صحابہ نے یہ تقریریں
زبانوں سے بیاں کر دیں کتابِ دل کی تفسیریں

جو بہرِ جنگِ میدانی بصد اصرار کوشاں تھے
بہت اِن میں ابھی ناپختہ کار و تازہ ایماں تھے

ابھی یہ تازہ تازہ دامنِ رحمت میں آئے تھے
خدا سے لَو لگانے پر کبھی کوڑے نہ کھائے تھے

ابھی تک سختیاں جھیلی نہ تھیں ایمان لانے کی
ابھی تک بازیاں کھیلی نہ تھیں سر دھڑ لگانے کی

marfat.com

رہے تھے گھر میں یا مسجد میں یا پھر کھیت کے اوپر
نہ لیٹے تھے کبھی یہ تپتی تپتی ریت کے اوپر

نہ تھا معلوم دل پر جبر کرنا کس کو کہتے ہیں
سرِ ہنگامِ سختی صبر کرنا کس کو کہتے ہیں

نہیں دیکھا تھا کیا ہنگامِ سختی پیش آتا ہے
پئے جاں خواستن کس طرح ہر بد کیش آتا ہے

قتالِ کارزارِ بدر آنکھوں سے نہ دیکھا تھا
سنا تھا نامِ شرح صدر آنکھوں سے نہ دیکھا تھا

جری تھے شیر تھے طبعاً دلاور تھے جیالے تھے
یہی اک روز دنیا بھر کے فاتح بننے والے تھے

مگر گر گر کے اٹھنے پر مدارِ پہلوانی ہے
انہی ناکامیوں پر انحصارِ کامرانی ہے

کہ بچے بطنِ مادر سے جواں پیدا نہیں ہوتے
بنائے جاتے ہیں سب پہلواں پیدا نہیں ہوتے

بلندی پر پہنچنے کے لئے حاجت ہے نیچے کی
سمندر پار کرنے کو ضرورت ہے سفینے کی

کتابی درس ہی سے شہسواری آ نہیں سکتی
اصول آئیں تو آئیں پختہ کاری آ نہیں سکتی

پیغمبرؐ کا فیصلہ

نبیؐ کے سامنے تکمیلِ استعدادِ امت تھی
یہ کاہش از برائے وحدت افرادِ امت تھی

سنیں حضرتؐ نے مسلم نوجوانوں کی یہ تقریریں
جو بہرِ جنگ گھر سے باندھ کر آئے تھے شمشیریں

جوانی میں تھا ذوق و شوق کا انداز بھی شامل
نیاز و عاجزی میں تھی ادائے ناز بھی شامل

اگرچہ آپ کو یہ نازیکسر ناپسند آیا — محبت سے مگر قرآنِ ناطق نے یہ فرمایا
کہ راضی ہو اگر تم سخت گھاٹی سے گزرنے کو — کمر بندی کرو باہر نکل کر جنگ کرنے[1] کو
خدا کے ہاتھ میں ہے سلسلہ فتح و ہزیمت کا — دعا مانگو، کہ استقلال ساتھی ہو عزیمت کا
اگر صبر اور استقلال کو محفوظ رکھو گے — خدا کے اور نبیؐ کے حکم کو ملحوظ رکھو گے
بجائے خود یہی فتح و ظفر کی اک نشانی ہے — کہ حق پر استقامت ہی کلیدِ کامرانی ہے
یہ سن کر ہو گئے مسرور سب پتلے شجاعت کے — تھے اصغر اور اکبر سب کے سب بندے اطاعت کے
نبیؐ نے اب شعارِ راستی پر خطبہ فرمایا — نمازِ جمعہ کا وقت آگیا تھا جمعہ پڑھوایا

رحمۃ للعلمینؐ لباسِ جہاد میں

نمازِ جمعہ پڑھ کر ہو گیا اعلانِ تیاری[2] — ہوا ضو ریز حجرے میں حبیبِ حضرتِ باری
نبوت کا جلالی رنگ چہرے سے ہویدا تھا — کہ جس کی ضو سے ذرّے ذرّے میں خورشید پیدا تھا

---

[1] کثیر مسلم نوجوانوں نے اس اصرار کے ساتھ اپنی رائیں پیش کیں کہ آنحضرتؐ نے ان کی بات مان لی اور فیصلہ فرمایا کہ اچھا ہم کھلے میدان میں کفار کی مدافعت کریں گے (دیکھو ابن سعد و ابن ہشام)

[2] نمازِ جمعہ کے بعد آپؐ نے مجاہدین کو تیاری کا حکم دیا اور خود بھی حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کو ساتھ لے کر اپنے حجرے میں تشریف لے گئے اور لباسِ جنگ زیبِ تن فرمایا (ابن سعد و زرقانی)

marfat.com

وفا و عشق کے رشتے سے دونوں دست و پا بستہ
ابوبکرؓ و عمرؓ تھے دم قدم کے ساتھ وابستہ

رفیقانِ نبیؐ کے قلب اس جلوے سے تھرائے
ہم غیر معمولی کے یہ نقشے نظر آئے

کوئی سخت اور نازک مرحلہ پیش آنے والا تھا
کہ پیغمبرؐ نے ساماں جنگ کرنے کو نکالا تھا

لباسِ جنگ پہنا آج سردارِ دو عالمؐ نے
خدا کی فوجِ اوّل کے سپہ سالارِ اعظمؐ نے

شرف بخشا زرہ کو چشمِ ہستی کے اُجالے نے
سرِ اقدس پہ رکھا خود کالی کملی والے نے

کمر چمڑے کی پیٹی سے کسی تلوار لٹکائی
بھرا تیروں سے ترکش بھی کماں بھی دوش پر آئی

کیا حیران صدیقؓ و عمرؓ کو اس نقلے نے
لیا نیزہ بھی دستِ پاک میں اللہ کے پیارے نے

ابوبکرؓ و عمرؓ کے ہاتھ سے باصد ادب کوشی
مکمل ہو گئی محبوبِ حق کی اسلحہ پوشی

جوشیلے مجاہدین کا احساسِ ندامت

اُدھر مسجد میں مردانِ مجاہد سر بکف بیکر
کھڑے تھے انتظارِ مصطفےٰ میں صف بصف ہو کر

ہوئے حضرت برآمد حجرۂ خلوت سے جلوت میں
ضیائے نور پھیلی نور کی جلوت سے جلوت میں

لہ زرہ زیب تن فرمائی۔ چمڑے کی پیٹی سے کمر کسی۔ سر پر عمامہ تھا۔ تلوار حمائل کی۔ دوش پر سپر تھی۔ دستِ مبارک میں نیزہ تھا۔ (دیکھو تاریخ الخمیس جلد اوّل)

سے حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم نے اسلحہ پہنے ہیں آپ کا باعث بنایا تھا (ابن سعد)

نبیؐ کو آج اُمت نے لباسِ جنگ میں دیکھا
جمالِ مصطفےٰؐ کو اِس نرالے رنگ میں دیکھا

زِرہ، مِغفر، کمان و تیر و شمشیر و تبر بھالا
مجسم نُور جس کے گرد تھا اِک نُور کا ہالا

ہویدا تھا جمالِ سرمدی سرکارِ عالی سے
دلِ مردانِ عالم کانپ اُٹھے شانِ جلالی سے

ہوئی اَب اِن جوانانِ مجاہد کو پشیمانی[1]
صلاحِ قلعہ بندی جن کی غیرت نے نہ تھی مانی

"ہمارے واسطے مقصودِ عالم سختیاں جھیلے
غلاموں کی مشقت آپ آقا ذات پر لے لے"

زِرہ پہنی ہمارے واسطے محبُوبِ داور نے
اُٹھائی یہ مشقت بحرِ عرفاں کے شناور نے

دِفاعِ دشمناں کے واسطے بھالا سنبھالا ہے
تو ظاہر ہے کہ بھاری واقعہ پیش آنے والا ہے

مؤدّب ہو کے از راہِ ندامت عرض گزرانی
"ہمارے باپ ماں قربان اے محبوبِ یزدانی"

نہ جانے اختلافِ رائے عالی کیوں ہُوا ہم سے
نہیں پوشیدہ حالِ دل ہمارا دل کے محرم سے

نبردِ قلعہ بندی ہو کہ میدانی لڑائی ہو
اسی صورت سے طے فرمایئے جس میں بھلائی ہو

حقیقت میں ہماری رائے کیا ہے اور ہم کیا ہیں
اِسی سرکار، اِسی دربار ہی کے نام لیوا ہیں

کیا خورشید ذرّوں کو یہ سب احسانِ ہادی ہے
جگہ دامن پہ دے کر آپ نے عزت بڑھا دی ہے

---

[1] حضرت سعدؓ بن معاذ رئیس قبیلہ اَوس اور دوسرے اکابر کی تصریح سے نوجوان مشتاقانِ جہاد کو اپنی رائے کی غلطی کا احساس پیدا ہو رہا تھا اور ان کے دل پشیمان ہو رہے تھے۔ اب جو حضورؐ اسلحہ لگائے اور زرہ اور خود پہنے ہُوئے حجرے سے برآمد ہُوئے تو ان کے دل ندامت سے لبریز ہو گئے۔ (ابن سعد)

marfat.com

رسول اللہ پر ظاہر ہے جو ہم سے ہے پوشیدہ
وہی فرمائیے جو بہرِ ملت ہو پسندیدہ[1]

پسندیدہ تبرّدِ قلعہ بندی ہی کی صورت ہے
لباسِ جنگ اُتاریں آپ کیا اس کی ضرورت ہے

پیغمبرؐ کا جواب

صحابہؓ پر جو طاری جوشِ رقّت کا اثر پایا
تبسم زیرِ لب فرما کے ہادیؐ نے یہ فرمایا

کہ "اے ایمان والو فکرمندی نامناسب ہے
چلو میدان میں اب قلعہ بندی نامناسب ہے

خُدا اس جذبۂ اخلاص کی تحسین کرتا ہے
نبیؐ پھر تم کو استقلال کی تلقین کرتا ہے

نظارا فتح کا پیشِ نظر ہو یا ہزیمت کا
نہیں واجب نبیؐ کو فسخ کر دینا عزیمت[2] کا

سرِ میداں نہ جب تک تیغ کوئی فیصلہ کر دے
خدا جب تک نہ از خود حق کو باطل سے جُدا کر دے

پیمبرؐ کے لئے فسخِ عزیمت کی مناہی ہے
یہ ارشادِ الٰہی ہے، یہ ارشادِ الٰہی ہے

---

[1] سب نے یک زبان ہو کر عرض کیا کہ یا رسُول اللہ ہم سے غلطی ہوئی کہ ہم نے حضورؐ کی رائے کے مقابلے میں اپنی رائے پر اصرار کیا۔ آپ جس طرح مناسب خیال فرمائیں۔ ملت کے مفاد کے لئے وہی طریقِ کار بہتری کا موجب ہوگا اور اسی میں برکت ہوگی (دیکھو زرقانی)

[2] آپ نے فرمایا جب تک اللہ کوئی فیصلہ نہ فرما دے اللہ کے نبی کی شان سے بعید ہے کہ وہ ہتھیار پہن کر اُتار ڈالے (دیکھو بخاری کتاب الاعتصام)

خیالِ بُغض و کینہ دُور کر دو اپنے سینے سے
رضائے حق طلب کرتے ہوئے نکلو مدینے سے
ادائے فرض ہے مطلوب، مرنا ہو کہ جینا ہو
مجاہد کو ہیں سب مرغوب، مرنا ہو کہ جینا ہو

مجاہدین کا مدینے سے خروج جانبِ اُحُد

یہ کہہ کر اَمر فرمایا پیمبرؐ نے سواری کا
درِ مسجد پہ حاضر تھا فرس محبوبِ باریؐ کا
درِ مسجد سے نکلے شہسواری کے لئے سرورؐ
مہ و خورشید گھوڑے کی رکابیں بن گئے آکر
کیا خورشیدِ عرفاں نے منوّر خانۂ زیں کو
فرس بھی وجد میں آیا اُٹھا کر سرورِ دیںؐ کو
مہِ شوّال تھا اور چودھواں دِن تھا مہینے کا
کہ نکلا[1] چاند تاروں کی طرح لشکر مدینے کا
سواری صُورتِ ابرِ بہاری شہر سے نکلی
جلَو میں اُمّتِ محبوبِ باری شہر سے نکلی
نقیبانِ رسالت آگے آگے پا پیادہ تھے
کہ یہ سعدَینِ[2] دیں ابنِ معاذؓ ابنِ عبادہؓ تھے
یہ دونوں پیکرِ سادہ تھے خدمت اور نسبت کے
رؤسا اَوس و خزرج کے مگر چاکر رسالت کے

---

[1] قریش بدھ کے دن مدینہ کے قریب پہنچے تھے اور کوہ اُحُد پر ڈیرا ڈالا تھا۔ آنحضرتؐ جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھ کر ایک ہزار صحابہ کے ساتھ شہر سے نکلے (سیرت النبی)

[2] سعدؓ بن معاذ رئیس اوس اور سعد بن عبادہ رئیس خزرج آنحضرتؐ کے گھوڑے کے آگے آگے آہستہ آہستہ دوڑتے جاتے تھے اور باقی اصحاب حضور کے چپ و راست اور پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ (ابن سعد)

marfat.com

نبیؐ کے پیچھے پیچھے دائیں بائیں سب مجاہد تھے یہی میداں میں غازی تھے یہی مسجد میں زاہد تھے

لشکرِ اسلام میں مُنافقین کی شمولیت

چلا ابنِ اُبَیّ اپنے مؤافق[1] ساتھ میں لے کر رہِ حق میں اِک انبوہِ منافق ساتھ میں لے کر

ہزار انسان گنتی کے عَدَد تھے آج لشکر میں سوارانِ زرہ پوش ایک صد تھے آج لشکر میں[2]

موافق بھی جلو میں تھے نبیؐ کے ناموافق بھی تھے اِس تعداد میں شامل مدینے کے منافق بھی

ذرا سی دیر میں وہ مرحلہ بھی آنے والا تھا کہ گوہر اور خزف کا امتحاں ہو جانے والا تھا

وہ نوجوان جن پر جہاد فرض نہ تھا

صف آرا کر کے لشکر کو لیا جب جائزہ سب کا کیا ایماں کی آنکھوں نے نظارہ قدرتِ ربّ کا

نہ ڈالا شانِ رحمت نے یہ بارِ فرض بچوں پر جہادِ فی سبیل اللہ نہیں تھا فرض بچوں پر

---

[1] اس وقت عبداللہ بن اُبَیّ تین سَو کی جمعیت لے کر ساتھ چلا تھا (سیرت النبیؐ)

[2] اس وقت لشکر کی تعداد ایک ہزار تھی جن میں صرف ایک سَو آدمی زرہ پوش تھے۔ اس ایک ہزار میں عبداللہ بن اُبَیّ کے تین سَو ساتھی بھی شامل تھے۔ (دیکھو طبری)

marfat.com

بڑے ہو کر جنہیں کھینا تھا ملت کے سفینے کو
وہ سب کم سن[1] دلاور کر دیئے واپس مدینے کو

مگر ان شیر بچوں میں انہی کا ایک ہم سن[2] تھا
جہاد اس پر نہ تھا واجب کہ وہ اس وقت کم سن تھا

برائے جائزہ باندھیں صفیں اہلِ سعادت نے
اُسے بھی کر دیا لاکر کھڑا شوقِ شہادت نے

بڑوں کے ساتھ شانوں کو ملا کر پہلواں بن کر
ہُوا یہ اس طرح استادہ انگوٹھوں کے بَل تن کر

شہادت کی طلب میں مل گئی دل کی مُراد اس کو
نبیؐ نے مُسکرا کر دے دیا اِذنِ جہاد اس[3] کو

تھی اس کو سرفروشی ہی میں اُمیدیں منافع کی
یہ جُرأت کام آئی چل گئی ترکیب رافعؓ کی[4]

اِسی کا ایک ہمسن دیکھتا تھا اس طریقے کو
نہ لا سکتا تھا لیکن کام میں اب اس سلیقے کو

نبیؐ نے جائزے کے وقت اُسے کم عُمر پایا تھا
تو حکمِ واپسی رافعؓ سے پہلے ہی سُنایا تھا

یہ اپنے باپ کو لے کر رسالتؐ کے حضور[5] آیا
مُروّت کے حضور آیا شفاعت کے حضور آیا

---

[1] کم عمر بچے مثلاً حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ۔ اسامہؓ بن زید۔ ابو سعیدؓ خدری وغیرہ جو شوقِ جہاد میں ساتھ آئے۔ لشکر کا جائزہ لیتے وقت واپس لوٹا دیئے گئے (طبری)

[2] رافع بن خدیج (سیرت النبیؐ)

[3] حضرت رافع بن خدیج کی یہ ترکیب کام آئی اور انہیں اجازت جہاد مل گئی (طبری)

[4] سمرہؓ نے جو دیکھا کہ رافعؓ کو جہاد کی اجازت مل گئی ہے تو وہ اپنے باپ کو ساتھ لے کر آنحضرتؐ کے پاس پہنچا۔ اور عرض کی رافعؓ کو جنگ میں جانے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ حالانکہ میں اُسے کُشتی میں پچھاڑ لیتا ہوں۔ اُسے اجازت ملی ہے تو مجھے بھی اجازت ملنی چاہیئے (ابن ہشام و طبری)

marfat.com

گذارش کی، مرے ماں باپ قرباں یا رسول اللہ
کیا ہے آپ نے رافعؓ پہ احساں یا رسول اللہ

اُسے دے دی اجازت دشمنوں سے جنگ کرنے کی
شہادت سے رُخِ اُمید کو گلرنگ کرنے کی

رکھا جاتا ہوں میں محروم کیوں ایسی سعادت سے
جہادِ فی سبیل اللہ سے تاجِ شہادت سے

میں کشتی میں سرِ میداں گرا لیتا ہوں رافعؓ کو
میں اپنے زورِ بازو سے اُٹھا لیتا ہوں رافعؓ کو

ملا ہے اُس کو اِذنِ جنگ تو مجھ کو بھی مل جائے
مرے پژمردہ دل کا غنچۂ اُمید کھل جائے

رسول اللہ نے دیکھے ذوق و شوق ان شیر زادوں کے
کہ عمریں خام تھیں لیکن یہ پکے تھے ارادوں کے

یہ درگاہِ خدا میں پیشکش لائے تھے جانوں کو
اجازت آپ نے کشتی کی دے دی ان جوانوں کو

گرایا واقعی کشتی میں جب رافعؓ کو سمرہؓ نے
کیا منظور[1] اسے بھی ساتھ لے چلنا رسالت نے

تعالَ اللہ یہ ذوق اور جذبہ نوجوانوں کا
تو کیوں راضی نہ ہوتا اِن سے مالک دو جہانوں کا

مجاہدینِ اسلام کا قیامِ شب

زمیں پر جب شہادت کی یہ بے تابی نظر آئی
فلک کا دل بھر آیا اور شفق کی آنکھ بھر آئی

نظارا کر رہا تھا مہر اب تک سرنگوں ہو کر
گرا اب شام کے دامن پہ موجِ اشکِ خوں ہو کر

---

[1] (دیکھو سیرت النبیؐ)

marfat.com

ہُوا دِن منزلِ شیخین[1] پر مہمانِ شب آخر
ہُوئے روشن چراغانِ تہِ دامانِ شب آخر

شفق نے لے لیا آغوش میں خورشیدِ تاباں کو
دِلوں کی روشنی کافی تھی لیکن اہلِ ایماں کو

سکوتِ شام ٹوٹا نغمۂ لحنِ بلالی سے[2]
فضائیں بس گئیں صوتِ جمالی و جلالی سے

جھکائے سر خدا کی بارگہ میں شان والوں نے
پڑھی میداں میں مغرب کی نماز ایمان والوں نے

اُحد کے دامنوں میں فوجِ باطل تھی خیام آرا
ہُوا شیخین میں اللہ کا لشکر قیام آرا

عشار کے وقت پھر لحنِ بلالی سے اذاں گونجی
خدا کے نام کی نوبت بزیرِ آسماں گونجی

عشار پڑھ کر جمائے نوریوں نے خاک پر بستر
کہ تھا زیرِ نگاہِ صاحبِ لولاک ہر بستر

طلایہ[3] پر جوانانِ مجاہد ہو گئے قائم
بہر جانب نگہباں اور شاہد ہو گئے قائم

نظر میں تا کہ رکھیں رات بھر شبخون کے ہلّے کو
یہ ساماں کر کے پیغمبرؐ نے زینت دی مصلّے کو

---

[1] شیخین مدینے اور اُحد کے درمیان دو ٹیلوں کا نام ہے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں یہاں ایک اندھا بوڑھا اور ایک اندھی بڑھیا رہا کرتے تھے اور آپس میں باتیں کیا کرتے تھے اس لئے ان کا نام شیخین مشہور ہو گیا (تاریخ العرب)

[2] حضرت بلالؓ نے اذان دی اور تمام صحابہؓ نے آنحضرتؐ کی اقتدا میں نماز ادا کی (ابن سعد)

[3] رسول اللہ نے رات کے پہرے پر محمد بن مسلمہؓ کو متعین کیا جو پچاس مجاہدین کے ساتھ رات بھر لشکر اسلام کے گرد طلایہ کی خدمت انجام دیتے رہے۔ (ابن سعد)

marfat.com

راسُ المُنافقین اور اس کے ساتھی

ستارے شب کو زیرِ دامنِ بدرُ الدُّجیٰ تھے
مگر اہلِ نفاق ایمان والوں سے جُدا تھے

رہے ابنِ اُبَیّ اور اس کے ساتھی اِک کنارے پر[1]
کہ چلتے تھے مُنافق اِس منافق کے اشارے پر

فلک بھی دیکھتا تھا چشمِ حیرت سے یہ نیرنگی
کہ وقتِ امتحاں تھی طینتِ بدکس قدر ننگی

ستارے جھلملائے ہلکی ہلکی روشنی پھیلی
تکلّف چادریں آئیں کہ اِک اُجلی تھی اِک میلی

جو اُجلی تھی اُسی کا بزمِ ہستی میں اُجالا ہے
جو میلی تھی اُسی کا آج مُنہ دُنیا میں کالا ہے

کُفّار کی چھاؤنی

ستاروں نے اگرچہ نُور ہر جانب بکھیرا تھا
اُحُد کے دُوسرے رُخ پر اندھیرا ہی اندھیرا تھا

یہاں تاریکیوں نے آج جھنڈے گاڑ رکھّے تھے
بلاؤں نے شکاروں کے لئے مُنہ پھاڑ رکھے تھے

بدی چھائی ہوئی تھی خیمہ و خرگاہ بن بن کر
بدی کے سائے میں بیٹھے تھے سب بدراہ تن تن کر

---

[1] ابنِ اُبَیّ اور اس کے ساتھی لشکرِ اسلام سے ایک کنارے شب باش ہوئے (طبری)

marfat.com

سیہ کاری نمایاں تھی سیہ بختوں کے ڈیرے میں
کہ روشن داغہائے معصیت تھے اِس اندھیرے میں

سرور و عیش کی دَف بج رہی تھی خیمے خیمے میں
بُرائی اسلحہ سے سج رہی تھی خیمے خیمے میں

ابوسُفیاں کی عشرت گاہ میں سردار تھے سارے
شرابیں پی رہے تھے مست تھے سرشار تھے سارے

سرود و رقص بھی اور شغلِ مے بھی ہوتا جاتا تھا
اسی میں مسئلہ حملے کا طے بھی ہوتا جاتا تھا

بتائی جا رہی تھیں قتل و خونریزی کی تدبیریں
کمانیں چھٹ رہی تھیں بٹ رہی تھیں خاص شمشیریں

بدی پر مستعد تھے ہر طرح انسان کے دشمن
خدا کے مصطفٰےؐ کے دین کے ایمان کے دشمن

کُفّار کے جاسُوس کا بیان

اِسی عالم میں اک جاسُوس بھی دوڑا ہُوا آیا
مدینے سے خروجِ اہلِ ایماں کی خبر لایا

کہا کُل اک ہزار آفراد نکلے ہیں مدینے سے
نظر آتا ہے گویا ہو چکے ہیں سیر جینے سے

اِسی تعداد میں اِبنِ اُبَیّ والے بھی شامل ہیں
یہ سب باطن میں اپنے دینِ دیرینہ پہ عامل ہیں[1]

دلوں کا حال اِن لوگوں کی آنکھوں سے ہے آئینہ
کہ اسلامی جماعت سے یہ رکھتے ہیں بڑا کینہ

---

[1] مدینے سے نکلتے وقت آپ کے ساتھ ایک ہزار کی جمعیت تھی جن میں سات سَو راسخ العقیدہ مسلمان تھے اور تین سَو منافق جو عبداللہ بن اُبَیّ کی زیرِ قیادت تھے۔ ان کا ارادہ اسی سے ظاہر ہے کہ جنگ سے پہلے ہی عبداللہ ابن اُبَیّ اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر لشکرِ اسلام سے الگ شب باش ہوا تھا۔ (مصنف)

marfat.com

یہ توڑیں گے مسلمانوں کی جمعیت کا شیرازہ
بہر حال ان کا ہو جائیگا وقتِ جنگ اندازہ

کم از کم تین سَو افراد ہیں اس قسم کے انساں
نہ پہنچے گا ہماری فوج کو ان سے کوئی نقصاں

یہ ہم سے آملیں گے آج یا منہ موڑ جائیں گے
بہر صورت مسلمانوں کا دامن چھوڑ جائیں گے

رہے بس سات سَو باقی سو وہ لڑنے کو آئیں گے
محمدؐ ان کو وقتِ صبح زیرِ تیغ لائیں گے

وُہی زرہیں جو روزِ بدر کی بھگدڑ میں چھوٹی تھیں
ہماری فوج نے پھینکی تھیں ان لوگوں نے لوٹی تھیں

وُہی چھینی ہوئی مقتول سرداروں کی تلواریں
کہ جن کے پیسے ٹوٹے ہوئے ہیں کند ہیں دھاریں

یہی تھوڑے بہت ہتھیار ہیں بس کائنات اِن کی
نظر آتی ہے گویا شاخِ آہو پر برات اِن کی

نمازی ہیں بہت مردانِ غازی ہیں بہت تھوڑے
سواری کے لئے لائی ہے ساری فوج دو گھوڑے[1]

کسی کے پاس بھی پُورا نہیں سامان لڑنے کا
تہیہ کر کے گھر سے آئے ہیں نادان لڑنے کا

ہماری فوج کی طاقت اگر یہ لوگ سُن پاتے
فصیلِ شہر سے باہر نہ ہرگز یُوں چلے آتے

بظاہر ایک دو فرسنگ چلنے سے تھکے ہارے
کھلے میدان میں شبخون پر شب باش ہیں سارے[2]

---

[1] اُحُد میں صرف ایک سَو مسلمان زرہ پوش تھے۔ (طبری)

[2] حُنین میں لشکرِ اسلام کے ساتھ فقط دو گھوڑے تھے۔ ایک آنحضرتؐ کی سواری میں اور دوسرا حضرت ابوبکرؓ کے پاس۔ (طبری)

ابُوسُفیان کی تدبیریں

ابُوسُفیاں نے یہ خبریں سُنیں پُوری خموشی سے ہُوا سرد گریباں ہاتھ کھینچا بادہ نوشی سے
کہا دیکھو عَلَی الْاِعْلَان یہ خبریں نہ دُہراؤ ابُوعامرؑ[1] کو میرے پاس لاؤ، جاؤ، جلد آؤ
ذرا ٹھہرو، ابُوعامر کو میرے پاس پہنچا کر بہادر عکرمہؓ[2] کو بھی مرا پیغام دو جا کر
پھرے شب بھر پچاس اسوار لے کر گرد لشکر کے نہ گھُسنے پائیں خیمہ گاہ میں اَفراد باہر کے
رہا کچھ دیر تک خاموش ابُوسُفیان پھر بولا مخاطب ہو کے نائب افسروں سے یُوں دہن کھولا

---

[1] ابوعامر قبیلہ اوس کا ایک معزز شخص تھا۔ جو مدینے میں راہبانہ زندگی بسر کرتا تھا اور سب لوگ اس کی بے انتہا توقیر کرتے تھے۔ جب رسُول پاک مکّے سے ہجرت کر کے مدینے تشریف لائے اور اوس و خزرج کے قبائل مسلمان ہونے لگے تو اس کی راہبیّت کا ڈھکوسلا بھی خطرے میں پڑ گیا اور آنحضرت صلعم کے خلاف اُس کے دل میں بُغض اور حسد کے طوفان بھر گئے۔ اُس نے کچھ اپنے ساتھیوں کو جن میں بہت سے غلام تھے اپنے ساتھ لیا اور مدینہ چھوڑ کر مکّے چلا گیا اور وہاں قریش کو آنحضرتؐ کے خلاف بھڑکاتا اور بھڑکاتا رہا۔ میدان اُحُد میں حملہ آوروں کے ساتھ خود بھی آیا۔ اور اپنے ساتھیوں کو بھی ساتھ لایا۔ جو اس کی معیّت میں مدینے سے نکل گئے تھے۔ (ابن ہشام)

[2] عکرمہ بن ابوجہل اُحد میں سواروں کے ایک دستہ کا افسر تھا۔ روایاتِ صحیحہ کے مطابق عکرمہ ہی اس رات پچاس سواروں کے ساتھ لشکرِ کفار کا طلایہ بردار تھا۔ (طبری)

marfat.com

دلیرانِ عرب! یہ مے کشی اب ملتوی کر دو
کہ وقتِ انتقامِ بدر آپہنچا جوانمردو

مسلماں شہر میں محصور ہو کر جنگ اگر کرتے
تو کچھ مدت ہماری فوج کو زیر و زبر کرتے

فصیلوں سے تھی آساں تیر باری سنگ باری بھی
وہاں بیکار تھیں رزمیں ہمیں اپنی اور سواری بھی

اگرچہ شہر کی مدِ نظر ہے ہم کو پامالی
مگر حملے کا یہ اسلوب خطرے سے نہ تھا خالی

بہت خاصی بلندی پر ہے آبادی مدینے کی
جبھی تو آج تک قائم ہے آزادی مدینے کی

جو ہوتے کاربند اہلِ مدینہ قلعہ بندی پر
تو مشکل تھی ہماری پیش قدمی اس بلندی پر

چلو اچھا ہوا وہ خود نکل آئے فصیلوں سے
نہ ٹکرانا پڑے گا اب چٹانوں اور ٹیلوں سے

کھلے میداں میں ان کو گھیر لائی ہے قضا اُن کی
میں دیکھوں گا مدد کرتا ہے کیا اُن کا خدا اُن کی

سویرے منہ اندھیرے اے مرے لشکر کے سردارو
کرو یلغار دھاوا اور ان کو گھیر کر مارو

بدایاتِ مناسب جا کے دیدو اپنے دستوں کو
مگر میں تاکہ رکھیں رات بھر شبخوں کے دستوں کو

سحر ہوتے ہی جب قرنا پھنکے یلغار ہو جائے
زمینِ دشت کی چھاتی پہ مارا مار ہو جائے

سدھارو شب بخیر اب اور اک شخص آنے والا ہے
بہت ہی ایک نازک مسئلے پانے والا ہے

ابوسفیاں نے پایا افسروں میں کچھ تامل سا
تو صورت ایک سازشِ کی بنا کر ان کا منہ چمکا

ابُو عامِر راہِب

مرا مُنہ تک رہے ہو یُوں تعجّب سے جوداناؤ
ابُو عامِر کو بُلوایا ہے مَیں نے بس سمجھ جاؤ

بوقتِ جنگ اگر جادُو بیانی چل گئی اِس کی
محمدؐ سے وفا پھر دیکھنا رہتی ہے کِس کِس کی

یہ راہِب ہے اگرچہ سخت غدّار اور بدنیّت
مگر اہلِ مدینہ کی ہے اک محبوب شخصیّت

لباسِ راہبانہ میں یہ حکم اُن پر چلاتا تھا
زمین و آسماں کے خوب قلّابے ملاتا تھا

مگر آیا نئے مذہب کا جب پیغام یثرب میں
لگا جب پھیلنے چاروں طرف اسلام یثرب میں

نئے مذہب کا پیغمبرؐ بھی جب اس شہر میں آیا
ابُو عامر نے اپنی قوم کو بدلا ہُوا پایا

یہ سمجھا اب فریبِ راہبیّت چل نہیں سکتا
چراغِ کِذب وقتِ صُبحِ صادِق جل نہیں سکتا

پنپنے کا نہ اُس نے کوئی بھی جب آسرا پایا
تو چپکے سے نکل کر جانبِ مکّہ چلا آیا

تُلا ہے اب وہ اپنی قوم کو برباد کرنے پر
ہے آمادہ ہماری ہر طرح اِمداد کرنے پر

مَیں اُس سے کام لینا چاہتا ہوں جنگ سے پہلے
یہ اُن لوگوں کو پھُسلائے گا اپنے رنگ سے پہلے

ہے اب تک اَوس و خزرج پر بڑا بھاری اثر اس کا
مجھے امید ہے افسُوں ہوگا کارگر اس کا

وہ اس کو نیک طینت جانتے ہیں اک زمانے سے
یقیناً پھُوٹ پڑ جائے گی اس کے ورغلانے سے

marfat.com

اگر دامِ سخن میں پھنس گئے یثرب کے دہقانی
تو ہم برباد کر ڈالیں گے ان سب کو بآسانی

فنا کر دیں گے ہم پہلے تو اصحابِ محمدؐ کو
دکھا دیں گے عدم کی راہ احبابِ محمدؐ کو

ازاں بعد اہلِ یثرب کا بھی سارا زور توڑیں گے
نہ چھوڑیں گے ہم ان دہقانیوں کو بھی نہ چھوڑیں گے

محمدؐ کو مگر زندہ پکڑنے کا ارادہ ہے
ہمارا فرض اسی کی ذات پر سب سے زیادہ ہے

اسی کی ذات پر ہم بدر کا بدلہ اتاریں گے
اسے زخمی کرینگے پھر اذیت دے کے ماریں گے

مرے شیرو سدھارو اب ابو عامر کو آنے دو
یہ نسخہ آزمانے دو۔ یہ نسخہ آزمانے دو

خفیہ سازش

اٹھے آخر یہ فتنے فتنۂ محشر جگانے کو
بھرا ساغر ابو سفیاں نے راہب کے پلانے کو

اُدھر نکلے سپہ سالار کے خیمے سے یہ افسر
اِدھر اک راہبِ شیطان سیرت آگیا اندر

یہ راہب تھا کہ تھا تاریکیٔ ابلیس کا سایا
ابو سفیان استقبال کر کے جس کو لے آیا

لباسِ زہد میں اِک پیکرِ تلبیس و مکاری
نہاں ہر ایک مُوئے ریش میں سَو دامِ عیاری

نحوست پر نحوست چھا گئی راہب کے آنے کی
سمٹ کر آگئی گویا بدی سارے زمانے کی

تکلم با تکلم اور خاموشی بہ خاموشی
مسلسل زیرِ لب خندہ مسلسل اک ہنسی

زنانِ قریش کی تیاریاں

ابُوعامر ہُوا رخصت بہم طے پا گئی سازش — ابُوسُفیاں بھی نکلا اپنے خیمہ سے بصد نازش
قریب اس مرکزی خیمے کے اور اک تھا بڑا خیمہ — ابُوسفیاں کی بیوی ہند[1] کا راحت فزا خیمہ
زنانِ جنگ[2] جو خیمہ کے اندر جمع تھیں ساری — ادا و ناز کو منظور تھی حملے کی تیاری
فریبِ حُسن نے ملبوس رنگا رنگ پہنے تھے — کہیں بانگیں سنواری تھیں کہیں زرکار گہنے[3] تھے

حضرتِ حمزہؓ کو شہید کر ڈالنے کی سازش

وحشی غلام آلۂ انتقام

درِ خیمہ پہ تھا اِک مرد[4] وحشی نام تھا جس کا — کمالِ حربہ اندازی میں شہرہ عام تھا جس کا

---

[1] ہند عُتبہ بن ربیعہ کی بیٹی۔ ابوسفیان کی بیوی (امیر معاویہ کی ماں) جنگ بدر میں اس کا باپ عُتبہ جو قریش کا سپہ سالار تھا حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے برسرِ میدان مارا گیا تھا۔ اس کا چچا شیبہ بھی حضرت حمزہؓ ہی کے ہاتھ سے قتل ہُوا تھا (دیکھو شاہنامۂ اسلام جلد دوم باب اوّل) [2] دیکھو شاہنامۂ اسلام جلد دوم باب دوم

[3] اُحد کے دن زنانِ قریش میں کوئی ایسی نہ تھی جس نے چوڑیاں باندھ بند کرنے اور پازیب نہ پہن رکھے ہوں (العادۃ الخ)

[4] وحشی نام ایک حبشی غلام تھا جو اپنے طور طریق پر حربہ چلانے کا ماہر تھا۔ حربہ چھوٹے نیزے کو کہتے ہیں (مصنف)

marfat.com

غلام[1] ابنِ مطعم تھا حبش کا رہنے والا تھا
بظاہر بھی یہ تیرہ بخت باطن میں بھی کالا تھا

غلاموں میں سمجھ کر حرص و دولت کا غلام اس کو
ہٹا تھا گھر سے چلتے وقت تفویض ایک کام اس کو

یہ کام اُس شیر کو مکر و دغا سے قتل کرنا تھا
یہ کام اس مردِ میداں کے لہو میں ہاتھ بھرنا تھا

لرزتے تھے عرب کے کوہ و صحرا نام سے جس کے
ملی تھی پختگی اسلام کو اسلام سے جس کے

وہ حمزہؓ عم عالی مرتبت سردارِ عالم کے
سپہ سالار اوّل اس سپہ سالارِ اعظم کے

وہ حمزہؓ یعنی روحِ سرفروشی جانِ جانبازی
وہ حمزہ لشکرِ اسلام کا سب سے بڑا غازی

وہی حمزہؓ قریشی افسروں کو مارنے والا
کیا تھا بدر میں کفار کو جس نے تہ و بالا

وہی ضیغم شکار و شیر افگن غازیٔ دوراں
اسی کو قتل کرنے کے یہاں درپیش تھے ساماں

کہا اب ہند بنتِ عتبہ نے وحشی کو بلوا کر
کہ ہم سب عورتیں آئی ہیں مکے سے قسم کھا کر

مسلمانوں سے مقتولوں کا بدلہ لے کے جائیں گی
ہم اُن کا خون چاٹیں گی ہم ان کا گوشت کھائیں گی

کیا ہے قتل حمزہؓ نے میرے بھی سربرآوردوں کو
ہلایا خاک میں عالی تباروں نے گلاہوں کو

مَیں اُس کا دل جگر گردے مزے لے لے کے کھاؤں گی
لہو اُس کا پیوں گی ہڈیاں اُس کی چباؤں گی

ارے وحشی کسی ترکیب سے دھوکے سے حیلے سے
کہیں پوشیدہ ہو کر اپنے حربے کے وسیلے سے

---

[1] وحشی جبیر ابن مطعم کا غلام تھا۔ اس کے آقا نے وعدہ کیا تھا کہ اگر تو حمزہؓ کو قتل کر ڈالے تو تجھ کو آزاد کر دیا جائے گا۔ سیرت ابن ہشام

کسی صورت سے ہو حمزہؓ کو جا کر قتل کر وحشی
دکھا دے اس کا لاشہ مجھ کو لا دے اس کا سر وحشی

میں تجھ سے کر چکی ہوں پہلے بھی انعام کا وعدہ
زر و گوہر کا وعدہ عزت و اکرام کا وعدہ

مرا یہ کام کر وحشی، میں تجھ کو شاد کر دوں گی
علاوہ اور باتوں کے تجھے آزاد کر دوں گی

یہ کہہ کر پیشگی بھی دے دیئے کچھ سکہ ہائے زر
ہوئی حرص و ہوس غالب غلام پست ہمت پر

کہا بی بی تمہارا کام مہلک بھی ہے مشکل بھی
کہ حمزہؓ مردِ میداں بھی ہے و اندیش و عاقل بھی

اگر چھپتے چھپاتے پڑ گئی اس کی نظر مجھ پر
تو فوراً آ پڑے گا وہ بشکلِ شیرِ نر مجھ پر

وہاں اظہارِ چابک دستی و کاریگری مشکل
وہاں وحشی کی سو جانیں بھی ہوں تو جا بری مشکل

خود اپنی موت سے لڑنا خرد سے دور ہے بی بی
مگر خیر آپ کی خاطر مجھے منظور ہے بی بی

میں حربہ لیکے اک ٹیلے کے پیچھے بیٹھ جاؤں گا
رہوں گا تاک میں اپنا مقدر آزماؤں گا

اگر موقع ملا تو قتل کر ڈالوں گا غازی کو
زمیں پر سرنگوں کر دوں گا اللہ کے نمازی کو

لشکرِ قریش میں تیاریوں کی رات

غرض قول و قسم کے بعد وحشی بھی ہوا رخصت
ابوسفیان نے ساری گفتگو سن لی بصد راحت

رہا خاموش ظاہر میں مگر مسرور تھا ظالم
طریقِ جنگ پر اپنے بہت مغرور تھا ظالم

marfat.com

مگر دل اس خوشی میں بھی رہینِ ناصبوری تھا
ابھی تیاریوں کا جائزہ لینا ضروری تھا

ابوسفیان لے کر ساتھ اپنے دو غلاموں کو
چلا اب تاکہ دیکھے اپنے جنگی انتظاموں کو

مرتب ہو رہے تھے کینہ کار اپنے طریقے سے
پیادے اپنے ڈھب سے شہسوار اپنے طریقے سے

کمانیں تیر نیزے گرز ڈھالیں اور شمشیریں
مہیا ہو چکی تھیں قتلِ انسانی کی تدبیریں

اندھیری رات تھی خلقِ خدا پر نیند تھی طاری
یہ انسانی درندے تھے مگر مصروفِ تیاری

جدھر ڈالی نظر تیاریوں کا حشر برپا تھا
خموشی تھی مگر بیداریوں کا حشر برپا تھا

ستارے دیکھتے تھے اور دل ہی دل میں روتے تھے
یہ میداں میں گڑھے کس کے لئے خس پوش[1] ہوتے تھے

یہ گیسے مشورے ہوتے تھے ان قرشی رئیسوں[2] میں
یہ کس کے واسطے پتھر چنے جاتے تھے کیسوں میں

قریشی عورتیں خیمہ بہ خیمہ کیا سناتی تھیں
کوئی افسوں پڑھتی تھیں کوئی جادو جگاتی تھیں

اندھیری رات نے آفات کا لشکر نکالا تھا
خدا معلوم ہنگامِ سحر کیا ہونے والا تھا

---

[1] ابوعامر نے رسول اللہ کے لئے میدان میں گڑھے کھودے۔ (طبری)

[2] ابن ابی، عبداللہ بن شہاب، عتبہ بن وقاص، اُبی بن خلف اور ابن حمید اسدی سرداران مکہ نے آنحضرت کے قتل پر تمیں کھائی تھیں۔

آشوبِ شب

اندھیری رات چھاپا مارتی ہے جب نگاہوں پر
اُتر آتے ہیں فرزندانِ تاریکی گناہوں پر

زمیں بدبخت فرزندوں کا اِک طومار جنتی ہے
یہ ناہموار ماں اولادِ ناہموار جنتی ہے

لہو روتی ہے مٹی اس خمیرِ بدصفاتی پر
کہ شب بھر لوٹتے ہیں سانپ بیچاری کی چھاتی پر

بشر ہیں بھیڑیے ہیں سانپ بچھو ہیں کہ چیتے ہیں
سمجھ کر شیرِ مادر دوسروں کا خون پیتے ہیں

خدا کی بے ضرر مخلوق کو جینا نہیں ملتا
مگر کے ڈر سے پانی گھاٹ پر پینا نہیں ملتا

چرندے ڈھونڈتے پھرتے ہیں امن سر چھپانے کو
کمیں گاہوں سے اُٹھتے ہیں درندے پھاڑ کھانے کو

یہ کہتی ہیں دہاڑیں شیر کی ہاتھی کی چنگھاڑیں
اِدھر آؤ تمہیں نوچ لیں اِدھر آؤ تمہیں پھاڑیں

سکوتِ شب میں رم کرتے ہیں آہو مرغزاروں سے
نکل آتے ہیں زہری اژدھے تاریک غاروں سے

پڑے ہیں بادِ رفتاروں کو اپنی جان کے لالے
تعاقب میں چلے آتے ہیں ظالم رینگنے والے

نہیں آتیں جو بھیڑیں گلہ بانوں کی پناہوں میں
سحر کو ہڈیاں اُن کی ملا کرتی ہیں راہوں میں

رُخِ آفاق پر جس دم سیاہی پھیل جاتی ہے
تباہی پھیل جاتی ہے، تباہی پھیل جاتی ہے

بہت تاریک ہو جاتی ہے انسانوں کی آبادی
یہاں شب لے کے آتی ہے سیہ کاری کی آزادی

marfat.com

یہاں سودا ہے جسم و جاں کا روحوں کی خریداری
سرِ بازار ہوتی ہے ہوس کی گرم بازاری

بدی چولا بدل کر غازہ مل کر کبر سے تن کر
مگر کتی ہے اندھیری رات میں پرچھائیاں بن کر

حسینہ ڈائنیں جن سے بلائیں بھی لرز جائیں
گنہ کی پیٹیاں ڈس لینے والے سانپ کی مائیں

سڑی مٹی سے اور بودار خوں سے ہے خمیر ان کا
اندھیری رات کے اجزا سے بنتا ہے ضمیر ان کا

بلائیں جب بھی اس معمورۂ فانی میں آتی ہیں
اسی گندے لباسِ حسنِ انسانی میں آتی ہیں

عفونت ہی عفونت ان کے ارمانوں میں ہوتی ہے
بجائے خون غلاظت ان کی شریانوں میں ہوتی ہے

بپا کر لے تہِ دامانِ شب محفل چراغوں کی
یہ کرتی ہیں نمائش برص کے مکروہ داغوں کی

رفیقانِ گنہ ان کے عجب بے پیر ہوتے ہیں
بشر کی شکل ہوتی ہے مگر خنزیر ہوتے ہیں

یہی وہ سانپ ہیں جو زہر پھیلاتے ہیں دنیا میں
وبا بن جاتے ہیں طاعون بن جاتے ہیں دنیا میں

خدا سے ان کو کیا پردہ کہ شب ہے پردہ دار ان کی
ہوس ظلم آفریں ان کی نظر آدم شکار ان کی

بسا اوقات لعنت آدمی کا روپ بھرتی ہے
شیاطیں کے ادھورے کام کی تکمیل کرتی ہے

خدا کے بالمقابل لے کے دعوے خالقیت کے
جماتی ہے یہ مٹی دبدبے اپنی حکومت کے

یہ ایوانِ شاہی میں ریاست بن کے جاتی ہے
وزارت کے قلمداں میں سیاست بن کے جاتی ہے

ریاست کا مُرقّع عیش کی مکروہ تصویریں
سیاست کے لوازم تازیانے اور زنجیریں

بدل جاتا ہے معیارِ شرافت اس زمانے میں
خوشی ملتی ہے ننگ و نام کا پردہ اُٹھانے میں

مُسرّت کا ذریعہ جام و مُل ٹھہرائے جاتے ہیں
دَنی الطّبع مختارانِ کُل ٹھہرائے جاتے ہیں

یہ فاتح بن کے جب کشور کُشائی کو نکلتے ہیں
دھُواں اُٹھتا ہے ان کے راستوں میں شہر جلتے ہیں

قدم سے ان کے ہوتا ہے یہ رنگِ گلشنِ ہستی
کہیں سڑتی ہوئی لاشیں کہیں اُجڑی ہُوئی بستی

بنی نوعِ بشر کی ہڈیوں کے ہار بنتے ہیں
سَروں سے یادگارِ فتح کے مینار بنتے ہیں

ہے یکساں قابلِ تعذیر جھوٹا ہو کہ سچّا ہو
کوئی بھی رحم کے قابل نہیں ماں ہو کہ بچّہ ہو

علانیہ خُدا کے نام کی توہین ہوتی ہے
خود اپنی خود پرستی کی بڑی تحسین ہوتی ہے

رستم ایجاد کو بے داد گر کو، داد ملتی ہے
سزاوارانِ لعنت کو مُبارک باد ملتی ہے

عدالت مُنہ چھپا لیتی ہے محرومی کے پردے میں
شرافت دفن ہو جاتی ہے مظلومی کے پردے میں

جفاکاری کے ہاتھوں سے وفا کا خون ہوتا ہے
نہیں ہوتا کوئی قانون یہ قانون ہوتا ہے

نہیں آتا میسّر تشنہ لب معصوم کو پانی
ہُوا کرتی ہے لیکن خونِ انسانی کی ارزانی

سکوتِ شب میں ہِل جاتی ہیں ایوانوں کی بنیادیں
کہ خاموشی کا ہے مفہوم چیخیں اور فریادیں

وہ روحیں جن کی پیاری عصمتیں برباد ہوتی ہیں
دُعائیں مانگتی ہیں کشمکش کرتی ہیں روتی ہیں

marfat.com

مگر ایمان بچنے کا سہارا ہی نہیں کوئی
سوائے جان دے دینے کے چارہ ہی نہیں کوئی

ستم سے تنگ آکر جو اٹھا لیتے ہیں تلواریں
چُنی جاتی ہیں اُن کے کاسۂ سر کی دیواریں

فلک کی سمت فریادی نگاہیں اُٹھ نہیں سکتیں
دل ایسا بیٹھ جاتا ہے کہ آہیں اُٹھ نہیں سکتیں

اندھیری رات کیا ہے دَورِ طوفانِ جہالت کا
جہالت نام ہے انسان کے کفر و ضلالت کا

اندھیری رات کیا ہے نُور کا مستور ہو جانا
نگاہوں سے زیادہ قلب کا بے نُور ہو جانا

جہاں سے کاروبارِ عدل کا مفقود ہو جانا
شعارِ ظُلم کا اس کی جگہ موجود ہو جانا

ہے تاریکی ہی منبع ہر بلا ہر ایک آفت کا
اُبلتا ہے اسی کے پیٹ سے دریا کثافت کا

یہ وہ دریا ہے جس میں ظلم کے طوفان اُٹھتے ہیں
اسی کی گود سے شدّاد اور ہامان اُٹھتے ہیں

سرِ امواجِ دریا جس طرح تنکے اُبھرتے ہیں
خس و خاشاک آبِ صاف کے اُوپر بکھرتے ہیں

اِسی صورت اُٹھا کرتا ہے جب طوفانِ تاریکی
ہُوا کرتے ہیں سرافراز فرزندانِ تاریکی

دنائت ان کو لے جاتی ہے بامِ ارجمندی پر
سُبک ہوتے ہیں چڑھ جاتے ہیں رُتبے کی بلندی پر

خوشامد پیشگی ابلہ فریبی کاروبار ان کا
بڑھا کرتا ہے عزت بیچ دینے پر وقار ان کا

یہ بیوپاری فراہم کرتے ہیں جنسِ سبکساری
کہ منڈی میں ہے ایسی جنس کی قیمت بڑی بھاری

یہ سب کچھ ہاں یہ سب کچھ رات کے پردے میں ہوتا ہے
کہ شیطاں جاگتے ہیں جس گھڑی انسان سوتا ہے

چھپیں جب شاہبازانِ شکاری آشیانوں میں
تو کیوں آئے نہ تیزی بوم و شپر کی اُڑانوں میں

صدائے نغمۂ بلبل دلے جھینگر کے شیون سے
تو کیا لائیں ہوائیں بوئے نخوت صحنِ گلشن سے

اندھیری رات میں محفوظ منزل ہے نہ رستے ہیں
درندے جنگلوں میں بستیوں میں چور بستے ہیں

marfat.com

لشکرِ اسلام اور خیر الانامؐ

وہاں ظلمتوں میں ظلم کے سامان ہوتے تھے
یہاں نور آفریدہ چھاؤں میں تاروں کی سوتے تھے

نہ تھا بیدار کوئی ہاں مگر اک کملی والا تھا
اُسی کا رُو ہے اور چشمِ مستی کا اُجالا تھا

وہی اک پیکرِ یُمن و سعادت تھا مصلے پر
دو زانو قبلہ رُو محوِ عبادت تھا مُصلے پر

دمیدہ اور پوشیدہ مجسم نور کملی میں
کہ جیسے چاند ہو بدلی میں وہ مستور کملی میں

پئے نوعِ بشر رحمت طلب درگاہِ باری میں
زباں الحمد میں مشغول سر سجدہ گذاری میں

محمدؐ ذکرِ حق میں اور شیطاں فکرِ ساماں میں
اِسی صورت سے گذری دو تہائی رات میداں میں

ابھی آفاق کو ظلمات کی فوجوں نے گھیرا تھا
زمین و آسماں کے درمیاں گہرا اندھیرا تھا

تہجد کے لئے اب جاگ اُٹھے اللہ کے بندے
عبودیت نے آخر توڑ ڈالے نیند کے پھندے

جبینوں کا سجود اور آستانِ حق تعالےٰ تھا
گذارش کرنے والے تھے گذارش سننے والا تھا

مجاہدین کا اقدام

مُصلے سے اُٹھا بعدِ تہجد دین کا ہادیؐ
اُٹھا دی چاند نے بدلی منور ہو گئی وادی

marfat.com

اندھیری رات میں جب اس طرح سورج نکل آیا
خدا کی فوج نے جانا کہ پیغامِ عمل آیا

کمر باندھی خدا کی راہ پر چلنے کو بندوں نے
کیا اقدام سربازی کی خاطر سربلندوں نے

بھرا تھا سر میں شوقِ سرفروشی ذوقِ جانبازی
نبیؐ کے ساتھ ساتھ آگے بڑھے اللہ کے غازی

ثبوتِ عشق دینا تھا شہادت گاہ میں اِن کو
بڑھا لے کر ہمیں امتحاں کی راہ میں اِن کو

خدا حافظ بھی تھا اور مالک و مختار بھی اِن کا
محمدؐ رہنما بھی تھا سپہ سالار بھی اِن کا

نمازِ صبح

سپہ دارانِ باطل تھے ابھی ترتیبِ لشکر میں
کہ جا پہنچی صحابہؓ کی جماعت موجِ قنطر میں[1]

شبِ تاریک بھاگی صبح کا ہنگام آ پہنچا
اُحد کے ایک رُخ پر لشکرِ اسلام آ پہنچا

سپہ سالارِ حق نے اس جگہ لشکر کو ٹھہرایا
بلالؓ پاک طینت کو اذاں کا اِذن فرمایا!

طلسمِ خواب توڑا نعرۂ اللہ اکبر نے
صفیں آراستہ کیں اُمتِ محبوبؐ داورؐ نے

میسّر تھی امام الانبیاؐ کی اقتدا اِن کو
رسُولوں کی تمناؤں کا حاصل مِل گیا اِن کو

---

[1] موجِ قنطر میں پہنچے تو نماز کا وقت آگیا تھا۔ اور یہاں سے مشرکین نظر آتے تھے۔ آنحضرتؐ نے بلالؓ کو اذان اذان دیا۔ پھر صف بندی کی اور نماز پڑھائی۔ (ابن ہشام)

سعادت لائی تھی خود شانِ رحمت کے قریب اِن کو
بسایا روح کو آیاتِ قرآں کی سماعت نے

محمدؐ کی امامت میں نمازیں چھ نصیب اِن کو
ادا کر لی نمازِ صبح اسلامی جماعت نے

مومنوں کی صف آرائی اور منافقین کی بیوفائی[1]

مگر خیلِ منافق بھی تھا آج اس فوج میں شامل
یہ شامل بھی جماعت میں یہ خارج بھی جماعت سے

تہیدستانِ قسمت راچہ سود از رہبرِ کامل
شفاعت کے قریں بھی دُور بھی لیکن شفاعت سے

ہُوا جب لشکرِ حق فرض ادا کرنے پہ آمادہ
صفیں اللہ والوں کی ہُوئیں میداں میں لمتادہ

برائے حفظِ دیں تسلیمِ جاں کا وقت آ پہنچا
میانِ دوست دشمن امتحاں کا وقت آ پہنچا

ہُوئے بہرِ جہادِ اسلام کے غازی جو صف بستہ
تو انبوہِ منافق نے مدینے کا لیا رستہ

صداقت کی گواہی جس گھڑی شمشیر نے چاہی
کنارا کر گئے ابنِ اُبَی اور اُس کے ہمراہی

دغا بازی سے نامردوں نے آئینِ وفا توڑا
صفیں کر کے مرتب لشکرِ اسلام کو چھوڑا

---

[1] صبح ہوتے ہی لشکرِ اسلام اُحد کے دامن میں پہنچ گیا۔ اُس وقت عبداللہ ابن اُبَی منافق نے اپنے تین سو ساتھیوں کو ساتھ لیا اور یہ کہتا ہُوا مدینے کی طرف ہٹ گیا کہ محمدؐ نے ہماری رائے نہ مانی اور چھوکروں کا کہنا کیا۔ اس نے ہم نہیں لڑتے۔ یہ لڑائی نہیں ہے بلکہ جان بُوجھ کر ہلاکت کے مُنہ میں جانا ہے
(ابن ہشام و ابن سعد وغیرہ)

یہ نقشہ دیکھ کر محوِ تحیر رہ گئے غازی
کہ غیرت کے منافی تھی بشر کی یہ دغا بازی

ابھی ساعت نہیں آئی تھی جرأت آزمائی کی
کہ پورے تین سو افراد تھے یوں بے وفائی کی

خدا کی فوج میں اب سات سو افراد باقی تھے
بروئے لشکرِ شیطاں یہ آدم زاد باقی تھے

نہ کثرت تھی نہ سامانِ وغا موجود تھا ان میں
خدا تھا اور محمد مصطفےٰ موجود تھا ان میں

marfat.com

قطعۂ تاریخ شاہنامۂ اسلام جلد دوم

اثر خامہ جناب مولوی غلام مصطفےٰ صاحب تبسم ایم اے

حفیظ آں خسروِ معنی کہ در ہند سخن را ہست فردوسی ثانی

کتاب شاہنامہ کہ تصنیف کہ الفاظش بود رشکِ معانی

بیاضے کز طلسم انگیزیٔ کلک خطِ بطلاں کشد بر نقشِ مانی

کلامے کز فلک پیمائیٔ فکر بگوشش آرد نویدِ آسمانی

سرودے کز نشاط آرائیٔ شعر بجاں بخشد سرورِ جاودانی

بدل گفتم چہ ہست ایں نقشِ زیبا

ندا آمد ز ہاتفِ غیبِ فانی

۱۳۷۰ھ

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

یادِ ایام

المعروف بہ

شاہنامۂ اسلام

اُردو نظم میں تاریخ اِسلام کے ولولہ انگیز واقعات

(۳)

ابُوالاثر حفیظ جالندھری

ناشر

مکتبہ تعمیرِ انسانیت ○ اُردو بازار ○ لاہور ۲

marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

طابع : محمد سعید اللہ صدیق

ناشر : مکتبہ تعمیر انسانیت ○ لاہور

مطبع : زاہد بشیر پرنٹرز ○ لاہور

تعداد : ایک ہزار

پیشکش

ہر اُس فرزندِ توحید کی خدمت میں

جو

کلمہ طیبہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

پر

ایمان رکھتا ہے

حفیظ

marfat.com

حفیظ جالندھری ٹرسٹ

جناب عبدالکریم سومار ..... صدر

شمیم احمد ..... سکریٹری

اراکین

غلام احمد

لطف اللہ خان

رحمان کیانی

شید مقدس علی

خواجہ حمید الدین شاہد

فہرست

عنوان	صفحہ
دیباچہ - از آنریبل شیخ سر عبدالقادر صاحب نور اللہ مرقدہٗ	۱۳

عنوان	صفحہ
دشواریاں	
بسم اللہ کے ساقی	۲۱

باب اوّل

گذارشِ سرنگارش	۲۳
غزوۂ بدر کی فضیلت	۲۶
مشاہدۂ بدر	۲۷
غزوۂ بدر و اُحُد کا نکتۂ امتیاز	۲۸
بدر کی ہزیمت پر قریشِ مکہ کا جوشِ انتقام	۳۰
قریش کا غرور اور دعویٰ باطل	۳۱
قبائلِ عرب کو امداد کی دعوت	۳۱
مکہ میں جوش و خروش	۳۲
بنو ہاشم سے رشک و رقابت	۳۳
ابُوسفیان بن حرب بن اُمیہ	۳۳
ابُوسفیان کی زوجہ	۳۵
وحشی غلام قاتلِ حمزہ	۳۶
شاہنامہ جلد دوم میں بیان کردہ واقعات پر ایک نظر	۳۷
مدینے کا ایک راہب ابُوعامر فاسق	۳۸
ابُوعامر فوجِ مشرکین میں	۴۰
ابُوعامر پر ابوسفیان کا روغن قاز	۴۱
ابُوعامر کے دعوے	۴۲
ابُوعامر کے وعدے	۴۳
ابُوعامر کے ارادے	۴۴
ایک شیطانی ترکیب	۴۴
اُحُد کی رات اور ہر دو لشکر	۴۵

باب دوم - نُور و نار و ظلمت

منظرِ صبح اُحُد	۴۷
شرارِ بُولہبی در پئے چراغِ مصطفوی	۴۸
محمد	۴۹
اُحُد میں جمع ہونے والے	۵۲
شریف انسان - مسلمان	۵۲
چھوٹی سی جماعت مگر بہت اہم	۵۵

marfat.com

لیکن ان کے بھی مدارج تھے ۵۵
آزمودہ ۵۶
ناآزمودہ ۵۶
شرطِ نصرتِ الٰہی ۵۷
خبیث انسان - منافقین ۵۸
منافقوں کا سردار ۶۰
محمود نام والے۔ قریش مکہ ۶۰
اسلام کی مخالفت کا سبب ۶۲
بظاہر غرور بے جا بھی نہ تھا ۶۳
بدر کی شکست گویا شیر کو زخم ۶۴
ان کے ارادے ۶۵

باب سوم - تینوں جماعتیں اپنے اپنے رنگ میں

قریش ۶۶
مسلمان ۶۶
منافق ۶۷
جماعتوں سے بالا خدا کا رسول ۶۷
اس کے ساتھی ۶۷
کانٹوں سے پھول ۶۸
کفارِ مکہ اور مسلمان آمنے سامنے ۶۹
منافقین کا جماعت سے کترا جانا ۶۹
نعرۂ منافقانہ ۶۹
فوجِ اسلام کا تاثر ۷۰

باب چہارم - اُحد میں لشکروں کی ترتیب

صفوفِ اسلامی ۷۲
تیراندازوں کا تعین اور تاکیدِ استقامت ۷۳
تیراندازوں پر عبداللہ بن جبیرؓ کا تقرر ۷۴
بقیہ فوج کی تقسیم ۷۵
علمبردارِ اسلام ۷۵
ارشاداتِ عالی ۷۶
شکست و فتح سے بے نیازی ۷۷
شہادت ہی اصل اسلام ہے ۷۷
طاعتِ پیمبرؐ - راستبازی اور راستی ۷۸
پہلوتہی - تفرقہ و نفاق کی ممانعت ۷۸
رسول کی اطاعت نصرت کا وسیلہ ہے ۷۹
موت و حیات اور حلال و حرام ۷۹
فوجِ غنیم کی ترتیب ۸۱
خالد کا رسالہ ۸۱
عکرمہ بن ابوجہل کا رسالہ ۸۲
ابوسفیان اور کفار کے علمبردار میں جھڑپ ۸۲
طلحہ کا جواب سخت ۸۳
ابوسفیان کا گھبرانا ۸۳

لشکرِ مشرکین کی صف بندی پر ایک نظر ۸۵
اپنا اپنا رنگِ نمائش - عمرو ابن العاص ۸۶
آنحضرت کے خاص مخالفین - پانچ سازشی ۸۷
چھٹا فتنہ ۹۸

باب پنجم - تقدیر کے مقابل تدبیریں

آغازِ جنگ سے ایک ساعت پہلے ۸۹
یہ سب کس کے مخالف تھے؟ ۹۰
قریشی عورتوں کا راگ ۹۰
نغمۂ زنانِ قریش اُردو میں ۹۱
فوجِ قریش کا جوش و خروش ۹۳
ابُو عامر راہب میدان میں ۹۴
ابُو عامر کی حیرت اور حسد ۹۴
ابُو عامر کی تقریر ۹۵
انصار کا جواب ۹۷
پتھر کا جواب پتھر ۹۸
غلامی ۹۹
کرائے کا سپاہی ۱۰۰
ابُو عامر کا فرزند حنظلہؓ ۱۰۱
رسالت کا احسان ۱۰۱
آقاؤں کی بیدردی ۱۰۲
طلحہ علمبردارِ قریش کا طیش ۱۰۲

باب ششم - کفر و اسلام کی باقاعدہ جنگ
حق کی اقلیت باطل کی اکثریت پر غالب

علمبردارِ قریش کا اقدامِ میدان ۱۰۴
طلحہ کی مبارز طلبی ۱۰۵
طلحہ کا اسلامی عقائد پر تمسخر ۱۰۵
مسلمانوں کا قبط ۱۰۶
علیؓ المرتضیٰ کا جوشِ جہاد ۱۰۷
علیؓ اور طلحہ ۱۰۷
علیؓ اور طلحہ کی شمشیر بازی ۱۰۸
طلحہ کی برہنگی اور علی کی حیاء مروت ۱۱۰
قریشی فوج کا غضبناک حملہ ۱۱۱
اسلام کا جھنڈا ۱۱۲
جھنڈے کا گیت ۱۱۳
قریش کا عام دھاوا
ارشادِ ہادی پر مسلمانوں کی تیر افگنی ۱۱۵
قریش کی پریشانی اور
قریشی عورتوں کی جولانی ۱۱۶
ابُو شیبہ کی علمبرداری ۱۱۷
ابُو شیبہ مبارز طلب کرتا ہے ۱۱۸
جنابِ حمزہؓ کا اشتیاقِ شہادت ۱۱۹

marfat.com

اجازتِ میدان اور حضرت کے تاثرات ۱۲۰
کفار پر حمزہؓ کا رعب ۱۲۱
حمزہؓ اور ابوشیبہ ۱۲۲
ابوشیبہ اور حمزہؓ کی جنگ ۱۲۳
ابوشیبہ کے امدادی ۱۲۴
ابوشیبہ کا قتل ۱۲۵
حمزہؓ پر مقتول کے امدادیوں کا حملہ ۱۲۶
لشکرِ اسلام کو اذنِ جنگ مغلوبہ ۱۲۷
رسالت کی تلوار ۱۲۸
جید صحابہ کو اس تلوار کی حسرت ۱۲۸
ابودجانہ کو عطائے شمشیر ۱۲۹
ابودجانہ کی رفتارِ ناز ۱۳۰
تیراندازوں کو آخری تاکید ۱۳۰
اُحد میں پہلی جنگ مغلوبہ ۱۳۱
علَم برداروانِ قریش کی جرأتیں ۱۳۲
علَم باطل سرنگوں ۱۳۳
علَم بردارِ اسلام ۱۳۴
حضرت ابودجانہ اور حقِ شمشیرِ رسالت ۱۳۵
ہند کی سرگرمیاں ۱۳۶
ابودجانہ ہند کے قتل کا قصد کرتے ہیں ۱۳۷
توقیرِ شمشیرِ رسولؐ ۱۳۷
مسلمان متحد ہو کر جنگ کرتے ہیں ۱۳۸
مشرکین کے قدم اکھڑ گئے ۱۳۹
خالد کی بے بسی ۱۳۹
اقلیت کی ظفرمندی ۱۴۱
نبیؐ نگرانِ کار تھا ۱۴۱
مسلمانوں کی فتح ۱۴۲
اکابر صحابہ دشمنوں کے تعاقب میں ۱۴۳

باب ہفتم۔ فتنۂ مالِ غنیمت

شکستِ اُحد کی تمہید

تازہ ایمان مسلمین مالِ غنیمت کی دُھن میں ۱۴۴
ٹیلے کے تیرانداز اور حصولِ غنیمت کا شوق ۱۴۵
حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی تنبیہ ۱۴۶
تاویل احکاماتِ نبوت ۱۴۷
تیرانداز ٹیلا چھوڑ کر غنیمت حاصل کرنے والوں میں ۱۴۷
ٹیلے پر حضرت ابن جبیرؓ اور سات تیرانداز ۱۴۸
خالد نے ٹیلے کو خالی دیکھا ۱۴۸
حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اور ان کے ساتھیوں کی شہادت ۱۴۹
غنیمت لوٹنے والوں پر خالد نے نظر ڈالی ۱۵۰
مسلمانوں کی پشت پر خالد کا حملہ ۱۵۱
بھاگی ہوئی فوجِ قریش پلٹتی ہے ۱۵۲
اکابر مجاہدین کی پامردی ۱۵۳
رسولؐ پر حملہ کرنے کے متلاشی ۱۵۴
حضرت مصعبؓ پر ابن قمیہ کی نگاہ ۱۵۵
ابن قمیہ مصعبؓ پر وار کرتا ہے ۱۵۶
مصعبؓ کی شہادت ۱۵۶

marfat.com

باب ہشتم۔ شہادتِ رسول کی افواہ، اُحد میں قیامت

شیطان کا دعوئ باطل ۱۵۸
خبر یا صاعقہ ۱۵۹
صحابہ پر اس خبر کا اثر ۱۵۹
اس خبر کے مختلف اثرات ۱۶۰
مسلمین کی بدحواسی ۱۶۰
رفاعہؓ اور یمانؓ کی شہادت ۱۶۱
بے خود و ساکت ہونے والے ۱۶۲
فاروقِ اعظم بھی سکتہ میں ۱۶۳
حضرت انس ابنِ نضرؓ ۱۶۴
وہ جن کے پاؤں اکھڑ گئے ۱۶۵
مگر وہ جو پیشتر سے زیادہ ثابت قدم ہو گئے ۱۶۶
ان کا مقصود ۱۶۷
حضرت حمزہؓ کا جلال ۱۶۷
سباع غبشانی ۱۶۸
وحشی غلام کمین گاہ میں ۱۶۹
وحشی حربہ پھینکتا ہے ۱۶۹
حمزہؓ وحشی کا تعاقب کرتے ہیں ۱۷۰
حمزہؓ کی شہادت ۱۷۱
وحشی چھری لے کر کلیجہ نکالتا ہے ۱۷۱
ہند کے لئے ہدیہ ۱۷۲
ہند جسدِ حمزہؓ پر ۱۷۴
ہند کے گلے کا ہار ۱۷۴
وحشی کا انعام ۱۷۵
چند سرفروشانِ اسلام کا ثبات ۱۷۶
نگاہِ ہادیٔ اسلام ۱۷۷
اس افتاد کے وجوہ ۱۷۸
ابنِ قمیہ کے دعوئ پر ابوسفیان کا شک ۱۸۰
کعب بن مالکؓ حضور کو پہچانتے ہیں ۱۸۱
کہاں؟ ۱۸۱
کعب نے کیا دیکھا؟ ۱۸۳
میدان میں شانِ نبوت ۱۸۴
پیمبر کا عزم اور تاثر ۱۸۴
کعب بن مالک کی صدا ۱۸۵
شمعِ نبوت کے پروانے ۱۸۶
کفار کی شدت ۱۸۷
حضرت علی کی جانبازی ۱۸۷
حضور پر تیروں کی بارش ۱۸۸
مدینے میں شہادتِ رسولؐ کی افواہ ۱۸۹
بھاگ کر مدینے پہنچنے والوں کی پشیمانی ۱۹۰
سب میدان کی طرف پلٹتے ہیں ۱۹۱
جو دشت و جبل میں آوارہ تھے ۱۹۱
خاتونانِ اسلام ۱۹۲
حضرت اُمِ عمارۃ ۱۹۳
ابوطلحہ اور سعد وقاص کی تیراندازی ۱۹۴
ترکش خالی ہو جاتے ہیں ۱۹۵
سعد وقاص کی قدر اندازی ۱۹۶
ابوسفیان پر حضرت حنظلہ ابن ابوعامر کا حملہ ۱۹۷
جان بچی لاکھوں پائے ۱۹۹

marfat.com

باب نہم ۔ آفتاب اور بُرجِ عقرب

قریش کی سازشی ٹولی ۲۰۰
ابُوسفیان کی تزویریں ۲۰۱
قریش کا بے پناہ حملہ ۲۰۲
انصار کی فداکاری ۲۰۲
خاص ذاتِ اقدسؐ پر حملے ۲۰۳
اُمِّ عمارہؓ کی جاں نثاری ۲۰۵
دشمنوں کی سنگباری اور محبوبِ خدا کی زخمداری ۲۰۶
دشمنوں کے وار اور نبیؐ کی دُعائیں ۲۰۸
رفیقانِ نبوت ۲۰۹
شہادت کی ارزانی ۲۱۰
خالد کی حیرت ۲۱۱
انتہائی کشمکش ۲۱۳

باب دہم ۔ خاتمہ جنگ اُحُد

قریش کی بے دلی ۲۱۵
اُبیّ شانِ نبوت سے طالبِ جنگ ۲۱۶
گستاخانہ پیغام ۲۱۷
آنحضرت کی پیش گوئی ۲۱۷
صحابہؓ کا رسُول کی بجائے نکلنے پر اصرار ۲۱۸
نبیؐ بہ نفسِ نفیس دشمن کے مقابل ۲۱۹
کیا شیطان ابنِ خلف کی شکل میں تھا ۲۱۹
ابنِ خلف کی نگاہِ واپسیں ۲۲۲
ابنِ حُمَید کا حملہ اور حضرت ابُودجانہؓ ۲۲۴
نبیؐ کے رخسارِ مبارک پر جمی ہُوئی کڑیں ۲۲۵
نزولِ آیہ اور رسُول کا ارشاد ۲۲۶
نبیؐ کی پیاس اور آبِ نایاب ۲۲۷
زخمیوں کو پانی مل رہا تھا ۲۲۸
جناب فاطمۃ الزہراؑ کی تشریف آوری ۲۲۹
قریشی عورتیں اور شہیدانِ اسلام ۲۲۹
سپہ سالارِ قریش کی تفتیشِ حالات ۲۳۰
حضرت عمرؓ کی بیتابیٔ جواب ۲۳۱
ابُوسفیان کا اظہارِ تفاخر اور صحابہؓ کا جواب ۲۳۱
منظر بعد جنگ ۲۳۲
شہادت گاہ میں ۲۳۴
شہدائے اُحُد کی تکفین و تدفین ۲۳۶
نبیؐ کی پھوپھی حضرت صفیہ میتِ حمزہ پر ۲۳۷
تدفین کے بعد ۲۳۹
عقیدت اور تسلی ۲۴۰

marfat.com

الحمدللہ

اپنی زندگی کے ان آخری مراحل میں جو اندیشہ جان کا عذاب بنا ہوا تھا اللہ کریم نے اپنے رحمۃ للعالمین کی مدح کے صدقے وہ اندیشہ دور کر دیا اور اب میں اس تسلی اور شکر و سپاس کا اظہار کرتا ہوا اپنے سفر حیات کی منزلِ مراد کو سلام کہوں گا۔

اندیشہ یہ تھا کہ میرا نہ کوئی بیٹا ہے نہ کوئی ایسا عزیز ہے جو میرے بعد میرے قلمی ورثے کا محافظ بھی بن سکے اور ملک و ملت پاکستان تک ہی نہیں دنیا بھر کے ممالک میں جہاں جہاں مسلمان میری نظم و نثر کے شائق ہیں ان تک میری کتب پہنچاتے رہنے کا اہتمام کرے ورنہ جو کچھ میں نے انسانیت اور ملک و ملت کے لئے اپنے خونِ جگر سے مہیا کیا ہے برباد ہو جائے گا۔ میرا سرمایہ میری قلم کاری ہے میری کتابیں مکے سیر بیچنے والے نااہل بازاری کتاب فروش دکاندار جس طرح چاہیں گے چھپوائیں گے اور ایک ایک کھائیں گے اڑائیں گے۔ اپنے لاکھوں قدردانوں میں مدتوں ایسے اصحاب کی تلاش رہی جو واقعی صادق الوعد امین .. پر ایمان و یقین رکھتے ہوں۔ آخر کراچی میں میری تلاش نے کامیابی کا منہ دیکھ لیا اور میرا جان لیوا اندیشہ دور ہو گیا۔

marfat.com

قائداعظم کے پرانے رفیق جناب عبدالکریم سومار صاحب مل گئے، میری آرزو سنی اور اسے پورا کرنے کی طرف عملی قدم اٹھالیا اور میرے اس درد کا مداوا کر دیا۔ جناب لطف اللہ خاں مل گئے جن کا وجود، آرٹ، سخنوری اور سخن نوازی میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ جناب شمیم احمد مل گئے جو اسلام کا پیغام جاری رکھنے والی کتب کے پبلشر اور کراچی میں سومار صاحب سے اولین ملاقات کا باعث بنے۔ ان کے ساتھ ہی سید مقدس علی ہیں جو ہر ادبی و اسلامی ثقافتی تحاریک کا بشوق اہتمام فرماتے ہیں۔ خواجہ حمید الدین شاہد ایم اے عثمانیہ کو تو میں اپنا صیاد قرار دے چکا ہوں۔ جناب غلام احمد جناب سومار کے عزیز اور کاروبار کے سربراہ ہیں۔ سومار سے مصافحہ ان کے ہاتھ پر ہوتا ہے۔ جناب رحمٰن کیانی جو شعبہ سن بی میں اسلام کے لئے تبلیغ اتحاد و جہاد کے معاملے میں میرے مشیر ہیں۔

ان اصحاب نے جناب عبدالکریم سومار کے زیر قیادت ایک ایسا ادارہ قائم کر دیا ہے جو میرے دکھ کا دارو ہے۔ اس ادارے کا نام ہے۔

"ابوالاثر حفیظ جالندھری ٹرسٹ"

یہ ٹرسٹ باضابطہ قائم ہو گیا ہے۔ اس نے میری زندگی میں بھی اور اس دنیا سے جسمانی طور پر کھسک جانے کے بعد بھی میری وہ تمام کتابیں جو متداول ہیں بہترین خوبصورت اور دلفریب طریق سے چھپوانے اور مسلسل چھپواتے رہنے کا ذمہ لے لیا ہے اور آغاز شاہنامہ اسلام

marfat.com

سے کیا ہے۔ میری شائع شدہ تصانیف کے علاوہ وہ تصانیف بھی جو ابھی مسودات کی صورت میں ہیں یہ ٹرسٹ ان کو کتابی صورت میں لائے گا اور میری تحریروں کے ذریعہ سے موجودہ اور آئندہ نسل کے ذہن و قلب میں وہ روشنی پہنچائے گا جو میرے کلام کو سرکار دو عالمؐ کی محبت اور بزرگان دین مبین اور قدمائے شعر و ادب سے ملی ہے اور جن کو میں نے اپنے خون جگر سے رنگین کیا ہے۔

میں ان قدر دانوں کے احسانات کا سپاس گزار ہوں اور دعا گو تا ہوں ؎

پریشان مہر و مہ تابندہ باشی
الٰہی تا قیامت زندہ باشی

۷۶ برس سے متجاوز اور بیمار
حفیظ

سخن کی قدردانی زندگانی میں نہیں ہوتی
یہاں جب شمع بجھ لیتی ہے تب پروانہ آتا ہے

دیباچہ

ابُوالاثر حفیظ کے زورِ کلام اور ان کی اہم تصنیف شاہنامۂ اسلام کے متعلق جو کچھ میں جلد اوّل و دوم کے دیباچوں میں لکھ چکا ہوں اس کو دُہرانے کی ضرورت نہیں۔ آج صرف جلد سوم کا خیر مقدم مقصُود ہے۔ اس جلد کی اشاعت کے لئے بہت سے شائقین کی نگاہیں دیر سے چشم براہ تھیں۔ تیسری جلد کے چھپنے میں غیر معمولی دیر ہُوئی، اس کی کئی وجُوہ تھیں جو مصنّف نے بیان کردی ہیں۔ جن میں مصنّف کی خرابیٔ صحت اور بعض مالی مشکلات خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ لیکن جہاں ہمارا شاعر ستمہائے روزگار کا گلہ کرتا ہے وہاں اپنے قدر دانوں اور مربّیوں کا دلی شکریہ بھی ادا کرتا ہے جن کی حوصلہ افزائی اور دستگیری مشکلات پر غالب آئی۔

جو خصوصیتیں کتاب کی پہلی جلدوں میں تھیں وہ اس میں بھی موجُود ہیں۔ بلکہ زبان زیادہ سادہ اور با اثر ہے۔ رزم کے مناظر پُرزور الفاظ میں بیان کئے گئے ہیں۔ اور جہاں بزم کا رنگ درکار ہے وہاں کلام بھی اسی رنگ میں ہے۔

ابتدائے تصنیف میں جو مقصد مصنّف نے پیشِ نظر رکھا تھا کہ پیغمبرِ برحق اور بہادرانِ اسلام کے کارنامے سنا کر اس زمانے کے مسلمانوں کے دلوں کو گرمائے اور ان کے ایمان کو زندہ کرے۔ وہ مقصد اس جلد میں بھی مدِ نظر ہے۔ مستند روایات نظم کرنے کا التزام بھی مثلِ سابق موجُود ہے مگر اس میں یہ اضافہ ہوگیا ہے کہ "فٹ نوٹ" یعنی زیرِ ورق پہلے سے بہت زیادہ ہیں اور اکثر روایات کے ساتھ ان کے حوالے درج ہیں۔ جن سے وہ روایتیں کی گئی ہیں۔ اس اہتمام کی وجہ شاید یہ خواہش ہے کہ شاہنامۂ اسلام اچھے اشعار کا مجموعہ ہونے کے علاوہ علمی کتاب کی حیثیت سے بھی ممتاز ہو۔ اس لئے مصنّف نے جابجا کتابوں کے حوالے دیئے ہیں اور بہت تلاش سے روایات جمع کی ہیں۔ ان کتابوں کے پڑھنے میں جو وقت صرف ہُوا ہوگا اس سے ظاہر ہے مصنّف نے فقط شاعری نہیں کی بلکہ علمی تحقیقات کی بھی قابلیت دکھائی ہے۔ ممکن ہے کہ وہ لوگ جو محض ذوقِ سخن کی خاطر اس نظم کو پڑھیں گے علمی تحقیقات والے حصّوں کو قدرے خشک پائیں گے مگر جنابِ حفیظ نے ان کی دلچسپی کے لئے بھی کافی سامان

مہیا کر دیا ہے۔

اِس جلد کی تصنیف کے دَوران میں جناب حفیظ نے علاوہ کثرتِ مطالعہ کے ایک اَور ذریعہ سے اپنی معلومات کو بڑھایا ہے یعنی سیاحتِ یورپ۔ وہ ۱۹۳۸ء کی ابتدا میں سفرِ یورپ کے لئے گئے اور چھ مہینے وہاں رہے۔ انہوں نے زیادہ وقت لندن میں صرف کیا اور کوئی دو مہینے انگلستان کے ساحلِ بحر پر رہے۔ کچھ دن پیرس اور فرانس کے جنوب میں۔ اس زمانے میں انہوں نے چند نئی نظمیں بھی لکھیں۔ جو وہاں رہے بغیر اور وہاں کے حالات دیکھے بغیر نہ لکھی جا سکتیں۔ ایک نظم "افرنگ کی دنیا" کے عنوان سے لکھی گئی جو نہایت دلچسپ مشاہدات سے پُر ہے اور بہت مقبول ہوئی ہے اور دوسری کا عنوان ہے۔

"اپنے وطن میں سب کچھ ہے پیارے"

یہ بھی بہت پسند کی گئی ہے۔ یہ نظمیں ایک طرح کا حاصلِ سفر ہیں۔ مگر اس سے زیادہ ماحصل وہ علمی تحقیقات کا ذوق ہے جو شاہنامۂ اسلام کی تیسری جلد کا طرۂ امتیاز ہے۔ یہ ذوق وہاں کے ذی علم لوگوں کے طریقِ کار کو دیکھ کر پیدا ہوا ہے۔

یورپ کے سفر کا ارادہ حفیظ صاحب نے صحت کی بہتری کی امید سے کیا تھا اور ایک حد تک اس سے صحت کو فائدہ بھی ہوا مگر سب سے بڑا کام جو اس ششماہی میں ہوا جو انہوں نے یورپ میں بسر کی۔ وہ تھا جلد سوم کا پہلا نصف ان دنوں تیار ہو گیا۔ اس میں ایک مضمون ایسا دقیق تھا کہ اس کے لئے ان کی طبیعت غیر معمولی یکسوئی چاہتی تھی اور وطن میں جو اُن کے مشاغل تھے ان کے ساتھ ساتھ وہ یکسوئی میسّر نہ تھی۔ انگلستان میں جب وہ ایک خاموش حصّۂ ساحل پر جا کر رہے تو وہ تنہائی اور خاموشی نصیب ہوئی جس سے ان کے قلم کو جنگِ اُحد کا حال لکھنے کے لئے گویائی ملی۔

انہوں نے مجھے بتلایا جو مشکل انہیں درپیش تھی اور جس نے بارہا ان کے قلم کو روانی سے روکا وہ یہ تھی کہ جنگِ اُحد کے حالات جنگِ بدر سے بالکل برعکس تھے۔ بدر میں مسلمانوں کو نمایاں فتح اور اُحد میں نمایاں شکست ہوئی تھی۔ اس کی وجہ اسلامی فوج کے بعض حصّوں کی کمزوری اور بعض کی جانب سے مرکز کی عدم پیروی تھی۔ مصنف کی یہ خواہش تھی کہ شکست کے جو اسباب تھے وہ بھی بیان ہو جائیں مگر ان کے پاس ادب بھی حائل تھا جو اس وقت حکم عدولی کے مرتکب ہوئے۔ کیونکہ بعد کو رسولِ خدا نے ان کی معافی یا الدین بعض نے دوسرے پہلو سے اپنی کوتاہی کا ازالہ کر دیا۔ اس مضمون کو اس اعتبار کے ساتھ

سب سے اونچی شان کا جھنڈا
نامِ خدا کا جھنڈا
مال سے پیارا، جان سے پیارا دل کا نور آنکھوں کا تارا
دو جگ میں عزت کا سہارا
نامِ خدا کا جھنڈا
دین کا اور دنیا کا اُجالا حرمت والا، عزت والا
سب سے اُونچا سب سے بالا
نامِ خدا کا جھنڈا

مَیں مزید اقتباسات سے دیباچہ کو طُول دینا نہیں چاہتا۔ مگر دو ایک ٹکڑے اور ان کے متعلق واقعات ایسے دلاویز ہیں کہ انہیں چھوڑنے کو بھی دل نہیں چاہتا۔ ایک واقعہ حضرت اُمّ عمارہ کے متعلق ہے جو ایک نہایت باہمت بی بی تھیں جو زخمیانِ جنگ کو پانی پلاتی تھیں۔ اس کا شوہر اور فرزند بھی شریکِ جنگ تھے جب اُس نے دیکھا کہ رسُول کی ذاتِ پاک پر حملہ ہو رہا ہے تو مشک ہاتھ سے رکھ کر جنگ کے لئے کمربستہ ہو گئی۔ اس کا حال شاہنامۂ اسلام میں یُوں بیان ہوا ہے:۔

یہ اپنی جان پر ہر زخم دامنگیر لیتی تھی کوئی حربہ وجُودِ پاک تک آنے نہ دیتی تھی
نظر آئی تھی صُورت جو حرزِ جانِ پیغمبر کیا یکلخت بڑھ کر حملہ اک بدکیش نے اُس پر
نہتی تھی مگر کرنے لگی پیکار دشمن سے مروڑا اُس کا بازو چھین لی تلوار دشمن سے
اسی شمشیر سے اُس نے سرِ شمشیر زن کاٹا ہوا اس شیر زن کے خوف سے اعدا میں سناٹا
جدھر بڑھتے ہُوئے پاتی تھی یہ محبوبِ باری کو پہنچتی تھی وہیں اُمِّ عمارہ جاں نثاری کو
سرو گردن پہ اس بی بی نے تیرہ زخم کھائے تھے مگر میدان سے اس کے قدم ہٹنے نہ پائے تھے

یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ اس پر وہ قوم جس میں ایسی بیبیاں پیدا ہوئی ہیں جس قدر فخر کرے کم ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زمانۂ رسالت میں عورتیں جنگوں میں شریک ہوتی تھیں زخمیوں کی امداد کرتی تھیں۔ اور وقتِ ضرورت حرب میں بھی شریک ہو جاتی تھیں۔ اس لئے اس بی بی کی تعریف جنابِ حفیظ نے ان دو اثر کرے مصرعوں میں کی ہے۔ ع

کرنا "کج دار و مریز" کا مصداق ہے اور مَیں جنابِ حفیظ کو مستحق مبارکباد سمجھتا ہُوں کہ انہوں نے اس دشوار منزل کو اس جلد میں ایسی اچھی طرح طے کیا۔

جنگِ اُحُد میں دو کمزوریاں لشکرِ اسلام میں رُونما ہوئیں۔ اوّل تو یہ کہ اس فوج میں سے جس کی تعداد صرف ایک ہزار تھی تین سو آدمی تو شروع ہی میں نکل گئے کیونکہ وہ دل سے مسلمانوں کے ساتھ نہ تھے۔ اور اُن کا سردار یہ بہانہ بنا کر کہ آنحضرتؐ نے اس کے مشورہ کو نہیں مانا۔ فوجِ اسلام کا ساتھ چھوڑ گیا۔ مگر آنحضرتؐ اس کی بے وفائی سے چنداں متاثر نہ ہُوئے اور آپ نے باقی ماندہ فوج کو میدانِ جنگ میں اپنی اپنی معینہ جگہ پر جمے رہنے کی ہدایت فرمائی۔ ایک گروہ پچاس تیراندازوں کا ایک ٹیلہ پر تعینات کیا گیا جس کا یہ فرض تھا کہ وہ مخالفین پر تیر برسا کر انہیں ہٹائیں اور کسی حالت میں بھی اپنی جگہ سے نہ ٹلیں۔ دوسروں کو یہ ہدایت تھی کہ لُوٹ مار کی طمع کر کے اپنے فرائض سے غفلت نہ کریں۔ لیکن آخر میں نہایت سخت لڑائی کے بعد جس میں اکثر فدائیانِ رسُولؐ نے شجاعت کی پُوری داد دی۔ اسلامیوں کی فتح ہونے کو تھی جب بت پرست قریشیوں کی فوج کو بھاگتا دیکھ کر مسلمان یہ سمجھے کہ اب غنیم بالکل ہار گیا ہے اور مخالفین کے خیموں کو لُوٹنے اور ان کا مال سمیٹنے میں مصروف ہو گئے۔ انہیں لُوٹتا دیکھ کر تیراندازوں میں سے اکثر نے جنہیں ٹیلہ سے کسی طرح نہ ہٹنے کی تاکید تھی لوٹ میں شمولیت شروع کر دی۔ اس وقت خالدؓ بن ولید نے جو ابھی مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے اور دوسری طرف کے ایک بڑے جنگی افسر تھے۔ اس طرف سے فوجِ اسلام پر حملہ کر دیا جس سے بچنے کے لئے تیراندازوں کو ٹیلہ پر متعین کیا گیا تھا۔ اس کے بعد ان کی رہی سہی ہمت جاتی رہی جب انہوں نے یہ غلط خبر سنی کہ آنحضرت صلعم اس جنگ میں شہید ہو گئے۔ حالانکہ واقعہ یہ تھا کہ حضورؐ زندہ و سلامت تھے۔ حضورؐ نے جو عزم و استقلال اس جنگ میں دکھایا اس کی مثال مشکل سے مِل سکتی ہے۔ کیونکہ باوجود مجروح ہونے کے آپ آخر تک دشمنوں کا مقابلہ کرتے رہے اور ان کے بڑے بڑے جری سالاروں کو تہ تیغ کیا۔ یہ سب حالات اور جو سبق ان سے حاصل ہوتے ہیں سلیس اُردو اور پُر اثر شعروں میں جس خوبی سے نظم ہوئے ہیں داد کے قابل ہے۔ کتاب کی دوسری خوبیوں کے ساتھ حفیظ کی طبعِ رسا نے جا بجا رنگینیٔ کلام کے بھی جوہر دکھائے ہیں۔ عربی کے ایک مشہور گیت کا اردو ترجمہ خاص طور پر قابلِ تحسین ہے جو اُن عرب عورتوں نے جنگِ اُحُد کے موقع پر گایا تھا اور جو اسلام قریشیوں کو حوصلہ دلانے اور جنگ پر اُبھارنے آئی تھیں۔ اس گیت کو عربی میں جاننے والے ترجمہ کی خوبی کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ عربی کے گیت کی روح اُردو الفاظ میں کس حد تک سے آئی ہے۔ اس گیت کے چند شعر [illegible]

ہم بجلیاں انوار کی ہم ناریاں ہیں نار کی
ہم دخترِیں ہیں نُور کی ہم مشعلیں ہیں طُور کی
ہم پیاریاں ہیں پیار کی
ہم ناریاں ہیں نار کی

چلتی ہیں قالینوں پہ ہم جیسے چلیں کبکِ دری
رکھتی ہیں سر سینوں پہ ہم باصد ادائے دلبری
ہم ہیں طلسمِ رنگ و بُو
حُسنِ نظر کی آبرُو
مانگیں ہماری مشک بُو
شعلے ہیں یا زیبِ گلُو لڑیاں دُرِ شاہوار کی

لطف یہ ہے کہ اس گیت کی لَے بھی عربی گیت سے مُشابہ ہے۔
ایک دوسرے گیت میں جنگی جذبات عورتوں کی زبان سے یُوں ادا ہُوئے ہیں:۔

ہم ہیں ستارہ زادیاں
افلاک کی شہزادیاں
دکھلاؤ گے جرأت اگر لاؤ گے انسانوں کے سر
دیں گی مبارک بادیاں
افلاک کی شہزادیاں

چھوٹی بحروں میں اور سادہ لفظوں میں گانے کے قابل نظم لکھنا حفیظ کے فن کا ایک شیوۂ خاص ہے۔ ایک گیت عَلَمِ نبوی کی شان میں لکھا گیا ہے ممکن ہے کہ یہ گیت مسلمانوں میں اس قدر قبول ہو کہ جب وہ اپنے سیاسی جلسوں میں پرچمِ اسلامی لہرائیں تو یہی ترانہ زبان پر لائیں۔ اس کا ایک ٹکڑا ملاحظہ ہو:۔

نامِ خدا کا جھنڈا
پیغامِ خدا کا جھنڈا
یہ جھنڈا ایمان کا جھنڈا قرآنی فرمان کا جھنڈا

marfat.com

یہی مائیں ہیں جن کی گود میں اسلام پلتا ہے　　اسی غیرت سے انساں نور کے سانچے میں ڈھلتا ہے

ایک اور ٹکڑا جو پیش کرنے کے قابل ہے اس کا عنوان ہے "خالد کی حیرت"، اس میں شاعر نے دکھایا ہے کہ خالد اگرچہ اُس وقت کفر کا حامی اور اسلام کا مخالف تھا مگر اس کے دل میں آنحضرت کے اعلیٰ خصائل کا اثر اس میدانِ جنگ میں بیٹھا، اگرچہ وہ مشرف بہ اسلام نہ ہوا لیکن اُس کے جوشِ اسلام اور خدمتِ دین کی بنیاد یہیں پڑی۔ یہاں تک کہ وہ اسلامی فوجوں کا ایک زندہ جاوید اور بلند نام سردار بن گیا۔ اس کے دل کے تاثرات کا نقشہ ہمارے شاعر نے یوں کھینچا ہے:۔

اِدھر فرضِ نمازِ ظہر کا ہنگام آیا تھا　　اُدھر رُوئے زمیں پر ابرِ لالہ فام چھایا تھا
تیمم خاک سے کرکے لہو سے باوضو ہو کر　　جہاں بھی تھی مسلماں جھک رہے تھے قبلہ رُو ہو کر
مگر خالد کہ تھا محظوظ اپنی فتحمندی سے　　یہ منظر دیکھتا تھا آج گھوڑے کی بلندی سے
جہاں کھنچتی تھی ہر شمشیر ہر خنجر کشیدہ تھا　　وہیں اک سر بہ اطمینان سجدے میں خمیدہ تھا
یہی سر اس جہاں میں پُرسکوں معلوم ہوتا تھا　　فلک اس سر کے آگے سرنگوں معلوم ہوتا تھا
جہاں قاتل نگاہوں کی لگی تھیں ہر طرف گھاتیں　　وہیں ہوتی تھیں باہم ساجد و مسجود میں باتیں
نہ دیکھا تھا یقین و صدق کا یہ پاک نظارا　　دلِ خالد پکارا کس سے ہو تم معرکہ آرا!
یہ اطمینان خالی از صداقت ہو نہیں سکتا　　کسی دنیا طلب میں ہے یہ طاقت، ہو نہیں سکتا
خدا والوں کو دی جس نے شکست اب خود شکستہ تھا　　گسستہ کفر سے تھا آج دل ایماں سے بستہ تھا
نوشتے میں مگر کچھ گمرہی کا دَور باقی تھا
پئے اظہارِ ایماں غور کرنا اور باقی تھا

شاہنامۂ اسلام کی تیسری جلد کی خوبیٔ کلام کے نمونے کے طور پر یہ مختصر اقتباس کافی ہیں۔ باقی دو ہزار سے اُوپر اشعار اور ان کے چیدہ چیدہ حصے اصل کتاب میں دیکھیں اور اس خادمِ اسلام کے حق میں دعا کریں جس نے اپنی زندگی تواریخِ اسلام کو لباسِ نظم سے آراستہ کرکے مسلمانوں کو بیدار کرنے کے لئے وقف کر رکھی ہے۔

عبدالقادر

لاہور۔ ۲۳ دسمبر ۱۹۴۷ء

دُشواریاں

اشاعتِ اوّل جلد سوم میں مُصنف نے ذِکر و شکر کے عُنوان سے چند صفحے لکھے تھے اُس کا ضروری اقتباس ذیل میں دَرج کرنا ضروری ہے۔

تیسری جلد شاہنامۂ اسلام کے سلسلے میں یہ اعتراف کرنے کے سوا چارہ نہیں کہ اگر آغازِ کار میں مجھے ایسی سخت گھاٹی کے پیش آنے کا وَہم بھی ہو جاتا تو شاید میں شاہنامۂ اسلام لکھنے کے لیے قلم اُٹھانے کی جُرأت ہی نہ کر سکتا۔

آپ کو کیسے سمجھاؤں کہ میری دُشواریاں کیا تھیں، بس یہ سمجھ لیجئے کہ اُحد کے میدان میں داخل ہوتے ہی میرے حوصلے پست ہو گئے تھے۔ بدر کے میدان میں تین سو تیرہ نہتے اور بے سر و سامان مُجاہدوں نے اپنے ہادیؐ کی قیادت میں جو فتح حاصل کی اُس کو مزے لے کر بیان کرنے کے بعد ایک جوش فرسا منظر میرے سامنے تھا۔ اُحد میں مُسلمانوں کو شکست ہُوئی۔ حالانکہ صحابۂ کرامؓ میں جوشِ ایمانی، فدائیت اور خلوص کی کمی نہ تھی۔ عنانِ قیادت آج بھی اسی بادیٔ برحق کے ہاتھ میں تھی جو بدر کے دِن فتح و نصرت کا ضامن تھا۔ مگر نتیجہ شکست! شکست ہی نہیں بلکہ لشکرِ اسلام میں سے کثیر افراد کا پیٹھ موڑ جانا، رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منسوب و مجروح ہو جانا، اکابر صحابہؓ کی شہادت۔ اب خیال فرمایئے کہ خُداوندِ کریم نے جن مُنہ پھیر جانے والوں اور نافرمانی کرنے والوں کو مُعاف کر دیا ہو اور جن سے رسُولؐ نے بھی باز پُرس نہ کی ہو مجھ عاصی اور گنہگار کا کیا مُنہ ہے کہ اُن پاک نفوس کا تذکرہ کرتے ہُوئے کوئی ایسا لفظ لکھوں جس میں سُوءِ ادب کا کوئی پہلو

marfat.com

نکلے۔ لیکن واقعہ کو واقع کی صورت میں لکھنا بھی ضروری تھا، ایسی حالت میں کہ اس واقعہ کی پوری ترتیب تلاش سے بھی نہ ملے، کتنی مشکل منزل! میرا خیال ہے اب آپ میری مشکل کو قدرے سمجھ گئے ہوں گے میں اس سے کیونکر عہدہ برآ ہوا۔ اس جلد کے مطالعہ سے معلوم ہو جائے گا اور یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ تیسری جلد تمام و کمال صرف ایک واقعہ اُحد ہی کے بیان پر کیوں مشتمل ہے۔ سب سے بڑی دقت یہ تھی کہ جن کتب پر میرا مدار تھا اُن میں اور تو سبھی کچھ موجود تھا فقط ترتیب میری سمجھ میں نہ آتی تھی۔ نیم ملا خطرۂ ایمان کی پھبتی کا خوف جان کھائے جاتا تھا۔ کافی تگ و دو اور ٹھوکریں کھانے کے بعد ایک راستہ پر چل سکا۔ اب بھی اہلِ علم حضرات سے دُرگذر کا سائل ہوں محبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو شیخ بناتا ہوں۔ خدا شاہد ہے کہ میری نیت گنہگار نہیں، خامیاں میری علمی بے مائگی کے سبب سے رہ گئی ہوں گی۔ لہٰذا غلطی نظر آئے تو مجھے مطلع فرمائیے، میں شکریہ کے ساتھ اصلاح کی کوشش کروں گا۔

حفیظ

بسم اللہ اے ساقی

نہیں اب زندگی کی اَور کوئی راہ اے ساقی
اگر جامِ شہادت ہے تو بسم اللہ اے ساقی

رہے گا خیر اس دُنیا میں یُوں مغلوبِ شر کب تک!
یہ مانا صبر لازم ہے، بہت اچھا، مگر کب تک!

یہ معصُوموں کے آنسو خاک میں کب تک سمائیں گے
کبھی تو رنگ لائیں گے، کبھی تو گُل کھلائیں گے

یہ مظلُوموں کی آہیں کیا یونہی بے کار جائیں گی
یہی اِک دن زمیں پر آسمانوں کو گرائیں گی

یہاں مٹّی کا ہر پُتلا عدُوئے حق پرستی ہے
یہ انسانوں کی دُنیا ہے کہ شیطانوں کی بستی ہے

یہ کس کم ظرف نے تقسیم نَو کی طرح ڈالی ہے
کہ ہمّت جس کی عالی ہے اُسی کا جام خالی ہے

جنہیں قُدرت نے بخشا ہی نہیں انداز رندانہ
اُنہی کے سامنے شیشہ، اُنہی کے ہاتھ پیمانہ

یہ کیسا دین ہے ساقی، یہ کیا آئیں ہے ساقی
یہ کس کے دین و ایماں کی یہاں توہین ہے ساقی

یہ میخانہ جہاں جینا لہُو کے گھُونٹ پینا ہے
تو ہی انصاف کر ساقی، یہ مرنا ہے کہ جینا ہے

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شاہنامۂ اسلام

جلد سوم

جنگِ اُحد

باب اوّل

گذارشِ سرِ نگارش

قیامت تک لہو ٹپکے نہ کیوں چشمِ مسلماں سے — اُحد کی داستاں رنگین ہے خونِ شہیداں سے
اُحد کے تذکرے میں محسن بھی ہے اور قباحت بھی[1] — مجھے اس باب میں کرنی پڑے گی کچھ دغا سنجی
اور موضوع ہے کاوش پہ تسہیل لازم ہے — نتائج کے لئے ابہام کی تفصیل لازم ہے

[1] مزید اشکال یہ اور اس حصہ تک ہے کہ اختصار اب بھی اس اشارہ ہی پر اکتفا کی ہے (مصنف)

مسائل میں الجھنا واقعی منصب نہیں میرا
مگر معذور رکھے آج مجھ کو نکتہ چیں میرا

اُحُد کی گھاٹیوں میں کچھ مقام ایسے بھی آئینگے
جہاں رہرو نشانِ منزلِ مقصد نہ پائیں گے

انہیں آئے گا غصّہ اہلِ ایماں کی ہزیمت پر
وہ پوچھیں گے صحابہ یوں جھکے مالِ غنیمت پر

فقط گنتی کے چند افراد سرافراز دیکھیں گے
جنہیں اللہ کے محبوب کا جانباز دیکھیں گے

حواس و ہوش کھونا جنگ میں بعض اہلِ ایماں کا
اِدھر مضروب ہونا چہرۂ محبوبِ یزداں کا

اگر ہوگا نہ فہمِ امتیازِ زشت و خوب اُن میں
رہینِ بے دلی ہو جائیں گے اکثر قلوب اُن میں

اگر اس راہ پر لائے اُنہیں طرزِ بیاں میری
تو کیا فتنے کا باعث بن نہ جائے گی زباں میری

مجھے احساس ہے اے دوست اپنی ذمّہ داری کا
یہ نازک مرحلہ محتاج ہے صحّت نگاری کا

طلاقت سے اگر معذور ہوں معذور رہنے دے
مجھے خالی خیالی شاعری سے دُور رہنے دے

زبانِ حال سے اشکال کی تشریح کرنے دے
عوام النّاس کی خاطر ذرا توضیح کرنے دے

مرے ہمراہ اِک منزل پلٹ چلنا گوارا کر
نزاعِ کفر و ایماں کے نتائج کا نظارا کر

بیاباں کی بھی سختی دیکھ دورانِ سیاحت میں
مَیں لے آؤں گا واپس تجھ کو تیرے باغِ راحت میں

مَیں تیری ہمرکابی تا بہ منزل جا کے چھوڑوں گا
خُدا کے فضل سے یہ گتّھیاں سُلجھا کے چھوڑوں گا

marfat.com

غزوۂ بدر کی فضیلت

جہادِ بدر کی تاریخ کو دُہرا رہا ہُوں مَیں
گذشتہ سال کا زرّیں ورق اُلٹا رہا ہُوں مَیں

جہادِ بدر[1] کا دن عزّت و اکرام کا دن تھا
اطاعت کا ثمر تھا ضبط کے انعام کا دن تھا

شواہد میرے دعوے کے ہیں ارشاداتِ قرآنی
کہ فتحِ بدر اک آیت تھی مِن آیاتِ ربّانی[2]

بِنا ہے سُورۂ انفال میری اِس گزارش کی
فرشتے حق نے بھیجے اور احسانوں کی بارش کی

بظاہر بے حقیقت تھی جماعت حق پرستوں کی
مگر پلٹا دی اُس نے باطل کے گروہوں کی

نہتّے تین سو تیرہ بشر ذوقِ شہادت میں
خُدا کے نام پر نکلے محمدؐ کی قیادت میں

نہ کثرت تھی نہ شوکت تھی نہ کچھ سامان رکھتے تھے
فقط اخلاص رکھتے تھے فقط ایمان رکھتے تھے

---

[1] وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ (پ۹ الانفال ع ۲)
تاکہ اپنی طرف سے مومنوں کو اچھا انعام دے بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے

[2] وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (پ۴ آل عمران ع ۱۵)
یقیناً بدر میں اللہ نے تمہاری مدد کی جب تم کمزور تھے تو اب اللہ سے ڈرو تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ۔

[3] إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَكُمْ بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ (پ۹ الانفال ع ۱۱)
یاد کرو جب تمہاری تسکین کے لئے اپنی طرف سے اونگھ تم پر طاری کر رہا تھا اور آسمان سے پانی برسا رہا تھا تاکہ تم کو پاک کر دے اور شیطان کی ناپاکی تم سے دور کرے۔

نہ تاج و تخت کے طالب نہ مال و جاہ کے سائل
کہ یہ بندے تھے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ[1] کے قائل

پسندیدہ نظر آیا تھا وحدت کا اصول ان کو
بہم باندھے ہوئے تھا رشتۂ حُبِّ رسُول ان کو

یہ ہادی کی ہدایت پر چلے میدان میں آئے
یہ گردابِ ہلاکت میں گھرے طُوفان[2] میں آئے

لیا راہِ وفا میں عشق نے جب امتحاں اِن کا
تو استقلال پایا صُورتِ کوہ گراں اِن کا

اقلیت رہی قائم صراطِ حسنِ نیّت پر
تو حق نے اس کو غالب کر دکھایا اکثریت پر

بسا اوقات نصرت دے کے وحدت کیش ملّت کو
خُدا اکثرت پہ غالب کر دیا کرتا ہے قلّت[3] کو

غرور و ناز مِٹ جاتا ہے جاہ و مال والوں کا
خُدا ساتھی ہوا کرتا ہے اِستقلال والوں کا

مشاہدۂ بدر

بروزِ بدر دیکھی غازیانِ دیں کی جی داری
ادائے فرض کا جذبہ تھا جن کی رُوح پر طاری

---

[1] ترجمہ:- خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔

[2] كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝ (پ۹ الانفال ع ۵)
جیسے وہ موت کی طرف ہنکائے جا رہے تھے اور موت کو دیکھ رہے تھے۔

[3] كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ (پ۲ البقرہ ع ۳۱)
بسا اوقات قلیل جماعت اللہ کی مرضی سے کثیر جماعت پر غالب آجاتی ہے۔

بروزِ بدر دیکھی صبر و استقلال کی صورت
بلندگیری قضا سے اور استقبال کی صورت

بروزِ بدر جب تعداد بھی سامان بھی کم تھا
مگر ہم نے یہ دیکھا لشکرِ اسلام بے غم تھا

بروزِ بدر دیکھا نصرتِ حق کا نظارا بھی
خدا تھا غازیوں کا جب بھروسا بھی سہارا بھی

بروزِ بدر اس ایمان کا انعام بھی دیکھا
قریشی لشکرِ جرار کا انجام بھی دیکھا

بروزِ بدر دیکھا معجزہ شانِ صداقت کا
کہ توڑا حق نے سارا زور باطل کی حماقت کا

بروزِ بدر دیکھی سربلندی خاکساروں کی
نچھاور جس کے قدموں پر ہوئی رفعت ستاروں کی

ملا زندوں کو یہ انعام بعدِ فتح فیروزی
کہ جنت کی بشارت سے ہوئی تھی سرفرازی

یہ کیا تھا اک نتیجہ تھا پیمبر کی اطاعت کا
تخیل کی بلندی کا توکل پر قناعت کا

غزواتِ بدر و اُحد کا نکتۂ امتیاز

وہ آنکھیں جن کو بخشا ہے خدا نے دید کا یارا
کریں روزِ اُحد کا بھی مری آنکھوں سے نظارا

۱؎ اِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ (پ۹ الانفال ع ۶)
یاد کرو جب تم اپنے پروردگار سے استغاثہ کر رہے تھے تو اُس نے تمہاری سنی اور تمہاری مدد کی۔

۲؎ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (پ بنی اسرائیل ع ۵)
حق غالب آیا اور باطل شکست کھا گیا۔ اور باطل ایسی ہی قابل ہے۔

۳؎ خدا نے تمام شرکاء بدر کے گناہ معاف کر دیے ہیں بدری ہونا یہ کی وہ عزت تھی کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں ان کے وظائف سب سے زیادہ تھے کسی صحابی کے نام کے ساتھ بدری کا لفظ خاص امتیاز کا سبب شمار کیا جاتا تھا

اگر چشمِ بصیرت سے اُحُد کی جنگ دیکھو گے
تو انسانوں کی فطرت کے ہزاروں رنگ دیکھو گے

گئے تھے چل کے غازی بدر میں ایمائے ہادی سے
اُحُد میں گھر سے نکلے تھے مگر جوشِ ارادی سے[1]

نہ سمجھے تھے مُسلماں جوش میں منشائے پیغمبرؐ
ہُوئی تھی کثرتِ[2] آرا مدینے سے نکلنے پر

کیا تھا احترامِ اجماعِ اُمّت کا پیمبرؐ نے
سلاحِ جنگ پہنے تھے یہاں محبُوبِ داورؐ نے

اُحُد کا دن دکھائے گا نگاہوں کو نیا منظر
بشر کی رفعت و اُفتاد کا عبرت نما منظر

بروزِ بدر اُمّت کو ہلاکت سے بچانا تھا
اُحُد میں دعویٔ عشق و وفا کو آزمانا تھا

سِکھانا تھا کہ مومن وقتِ سختی صبر کرتے ہیں
نہیں کھاتے فریبِ نفس دل پر جبر کرتے ہیں

فسادِ حُبِّ مال و جاہ سے آگاہ کرنا تھا
انہیں وقفِ جہادِ فی سبیل اللہ کرنا تھا

ضرورت پڑ گئی تھی اِک نمُونہ پیش کرنے کی
ثباتِ عبدہٗ[3] ہفتاد گونہ پیش کرنے کی

---

[1] اُحُد کی جنگ میدان میں نکل کر لڑنے پر اُن نوجوانوں نے زور دیا تھا جو بزمِ شوریٰ میں کثرتِ رائے رکھتے تھے۔ آنحضرتؐ کی رائے شہر میں رہ کر مدافعت کرنے کی تھی مگر آپ نے بزمِ شوریٰ کی کثرتِ رائے کو مقدم گردانا۔ (طبری)

[2] یہ ایک اہم مسئلہ ہے جس پر بحث کرنا میرا منصب نہیں کہ اسلام میں آمریت کے معنی جمہوریت ہیں یا شخصی حکومت آنحضرتؐ کا اسوۂ حسنہ یہ ہے کہ جہاں وحی نہ آئے بیشتر آپ کثرتِ رائے پر عمل فرماتے تھے۔ آپ کے واصل بحق ہونے کے بعد چونکہ وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا لہٰذا کونسی راہِ عمل باقی رہ گئی یہ ہر صاحبِ نظر آسانی سے دیکھ سکتا ہے۔ (مصنّف)

[3] عبدِ دیگر عبدہٗ چیزے دگر۔ اقبالؔ

جمانا تھا دلوں پر سکہ ختم المرسلینی کا بہا دینا تھا دریا رحمۃ للعلمینی کا

بدر کی ہزیمت پر قریشِ مکہ کا جوشِ انتقام

قریشی قوم میں شعلے بھڑکتے تھے ندامت کے مہیا ہو رہے تھے پھر نئے سامان شامت کے
مسلمانوں کا قتلِ عام تھا اُن کے ارادوں میں یہ اک پختہ خیالِ خام تھا اُن کے ارادوں میں
وہ سب جن[1] کے اقارب بدر کے دن کام آئے تھے وہ ذاتی انتقام اب مقصدِ قومی بنائے تھے
اسیری سے پڑا تھا بدر کے دن واسطا جن کو کیا تھا فدیہ لے کر بزمِ شوریٰ نے رہا جن کو
وہ سب قیدی جو مہمانی کے گہواروں میں جھولے تھے وہ اب حسنِ سلوکِ رحمتِ عالم کو بھولے تھے
ہوئے تھے بدر میں مقتول ستر نامدار اُن کے مسلمانوں کے ہاتھوں مٹ گئے تھے باوقار اُن کے
اگرچہ یہ نتیجہ تھا تعصب کی حماقت کا مگر موجود تھا اب تک دلوں میں زعم طاقت کا
غم و غصہ کا دوزخ شعلہ زن تھا ان کے سینوں میں لہو تھا یا کوئی تیزاب تھا ان آبگینوں میں
مصافِ زندگی میں زخم کھانے کے نہ تھے عادی بہت حیراں تھی اس پر کے سے ان کی خصم یہ

---

[1] اسود ابن عبد المطلب بن اسد حُویرث بن مطعم صفوان بن اُمیہ عکرمہ بن ابی جہل حارث بن ہشام و ابو سفیان وغیرہ قریش اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کا انتقام لینا چاہتے تھے۔ (سیرت ابن ہشام)

قریش کا غرور اور دعوئے باطل

اُنہیں یہ زعم تھا، ہم عام انسانوں سے بالا ہیں
ہمارے زیرِ فرماں بندگانِ حق تعالیٰ ہیں

ہمارا مرتبہ ہے خواجگی کا اور میری کا
ہمارے ہاتھ رشتہ ہے رہائی کا اسیری کا

جسے چاہیں پکڑ لیں، قید کر لیں، قتل فرمائیں
جہاں چاہیں کریں حملہ، ستم توڑیں، غضب ڈھائیں

کسی کو ہو یہ کیوں جرأت ہمارے وار کو روکے
فقط گردن پہ روکے جو بھی اِس تلوار کو روکے

فسادِ مستقل تھا اک زمانے سے فتور ان کا
فقط اِک بدر کے میداں میں ٹوٹا تھا غرور ان کا

یہ ایسا زخم کھایا تھا کہ جینا تھا حرام[1] ان پر
مسلّط بھوت بن کر ہو گیا تھا انتقام ان پر

قبائلِ عرب کو امداد کی دعوت

بہت چرچا تھا شعر و شاعری کا اُس زمانے میں
مدد لیتے تھے اِس سے ہر نیا فتنہ اُٹھانے میں

قریشی شاعروں نے مُلک بھر میں شعلے بھڑکائے
قبائل کے قلوب اسلام کی ہیبت[2] سے دھڑکائے

---

[1] بدر کے میدان میں ان کی شکست اس طرح تھی جیسے کوئی پہلوان جو مدت العمر دوسرے پہلوانوں کو گراتا رہا ہو اور خود کبھی اس کی پیٹھ زمین سے نہ لگی ہو۔ اچانک اپنے زور میں آپ گر پڑے اور شکست کھا جائے۔ یہی احساس ان کا تھا کہ ہم ہیں تو واقعی سب پر غالب مگر ذرا اپنے زور میں خود گر پڑے اور پچھڑ گئے ہیں (تاریخ العمران)

[2] عرب میں جوش پھیلانے کا سب سے بڑا آلہ شعر تھا (جیسے ہمارے دور میں اخبارات یہ کام کرتے ہیں) قریش میں ان دنوں

marfat.com

سُخن کے زور سے آتش بیانی کے وسیلے سے — بنا لے شُعلہ خُو افراد جن کر ہر قبیلے سے
ہوا اجماعِ باطل وادیٔ بطحا کے سینے پر — کہ مکّہ لے کے طُوفاں اُٹھنے والا تھا مدینے پر

مکّہ میں جوش و خروش

بہر سُو شہر مکّہ میں کچھ ایسا جوش سا پھیلا — کہ سب مجنوں تھے گویا اور فکرِ جنگ تھی لیلیٰ
قریشی عورتیں نکلیں گھروں کے چھوڑ کر دھندے — کھُلی فہرست گھر گھر سے لئے جانے لگے چندے[1]
جو مال و زر سے بہرہ ور تھے مال و زر اُٹھا لائے — رسد کر لی مُہیّا جنگ کے ہتھیار بنوائے
کسی نے خاندانی اسلحہ خانوں کے منہ کھولے — لہُو سے تاکہ قومی آبرو پھر ہاتھ مَنہ دھو لے
کسی نے اُونٹ گھوڑے اور کسی نے لا دیا چارا — تھا جس کے پاس غلّہ اُس نے غلّہ دے دیا سارا
تجارت[2] کا منافع جمع تھا وہ آج کام آیا — بچھا دامِ حماقت مرغِ زرّیں زیرِ دام آیا

(بقیہ صفحہ ۳۲) دو شاعر بہت نامی تھے۔ عمرو جمحی اور مسافع، عمرو جمحی بدر میں اسیر ہو گیا تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ اقتضائے رحم و شفقت اس کو رہا کر دیا تھا۔ بغیر کسی فدیہ کے (بلکہ اور بھی احسان فرمائے تھے) قریش کی درخواست پر وہ (عمرو جمحی) اور مسافع مکہ سے نکلے اور تمام اور قبائل عرب میں اپنی آتش بیانی سے آگ لگا آئے (سیرت ابن ہشام)

[1] قرآن کریم مشرکین و کفار کے مصرفِ مال کا ذکر اس طرح فرماتا ہے۔
اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ — کفار اپنا مال خرچ کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے
لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (پ ۹ الانفال ع ۵) — روکیں۔

[2] تجارت کا منافع پچاس ہزار مثقال سونا، ایک ہزار اونٹ جو ابھی تقسیم نہ ہوئے تھے جتھے میں شامل کرنے گئے (روض الانف)

بنو ہاشم سے رشک و رقابت[1]

رسول اللہ کے دشمن مخالف آلِ ہاشم کے
کہ حاسد تھے قدیمی عزت و اقبالِ ہاشم کے

دلوں میں جن کے تھیں چنگاریاں رشک و رقابت کی
حسد کے درد تھے بیماریاں رشک و رقابت کی

وہ سب تھے پیش پیش اس آگ کے بھڑکانے والوں میں
برائے جنگ ساماں جمع کر کے لانے والوں میں

ابوسفیان بن حرب بن امیّہ

ابوسفیان کی ہر چار سو ریشہ دوانی تھی
کہ اس کی آلِ ہاشم سے رقابت خاندانی تھی

پسر تھا حرب کا یعنی اُمیّہ کا نبیرہ تھا
حسد کے جوش میں انوارِ ایمانی سے خیرہ

کھٹکتی تھی جگر میں دل نوازی آلِ ہاشم کی
نہ تھی دل کو گوارا سرفرازی آلِ ہاشم کی

خدا کے دین میں اس کے لئے بس یہ "خرابی" تھی
کہ اس میں آلِ ہاشم کی بظاہر کامیابی تھی

---

[1] ان میں سے اکثر قبیلے بنو ہاشم سے مخالفت رکھتے تھے اور دشمن قبیلے کے ایک فرد کی تلقین پر چلنا ان کو عار معلوم ہوتا تھا (رحمۃ للعلمین)، یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ خاندان بنی ہاشم اور بنو اُمیّہ برابر کے حریف تھے اور دونوں میں مدت سے رشک و رقابت چلی آتی تھی (سیرت النبیؐ)، ابوسفیان بن حرب بن اُمیّہ سات سال تک برابر آنحضرتؐ کے مقابلہ میں فوجیں جمع کر کے لاتا رہا اور مسلمانوں کے خلاف سارے ملک میں آتش فساد بھڑکاتا رہا۔ (رحمۃ للعلمین)

marfat.com

خُدا تھا اِس "خطا" پر نا پسند و ناقبول اس کو
محمدؐ ہاشمی ہے کیوں چُنا اپنا رسُول اُس کو

اگر اولادِ ہاشم کے سوا کوئی نبی ہوتا
ابُوسفیاں نہ شاید معترض اس پر کبھی ہوتا

ہمیشہ اس کے سینے میں حسد کی آگ جلتی تھی
صدائے جنگ اِس کے ہر نبی مُوسے نکلتی تھی

ابُوجہل اور عُتبہ کا سرِ خود سر اُترنے پر
ابُولہبِ شقاوت پیشہ کے بے موت مرنے پر

ابُوسفیاں بنا تھا سرغنہ قومی امارت کا
یہ فتنہ جاگ اُٹھا تھا دائمی قتل اور غارت کا

اسے نسبت تھی عتبہ بن ربیعہ سے قرابت کی
قسم کھائی تھی اس کے قتل پر غُسلِ جنابت کی

یہی تھا بدر کے دن قوم کی اُفتاد کا باعث
اسی کا ایک اندیشہ تھا استمداد کا باعث

۱؎ ابوجہل کا قول جو مولانا شبلیؒ نے اس بحث کے دوران میں نقل کیا ہے ان کے مطالب کا شاہد ہے۔ ابوجہل نے اخنس بن شریق کو جواب دیا: "ہم اور بنو عبدِ مناف (آلِ ہاشم) ہمیشہ کے حریف ہیں۔ انہوں نے مہمان داریاں کیں تو ہم نے بھی کیں۔ انہوں نے خُون بہا دئے تو ہم نے بھی دئے۔ انہوں نے فیاضیاں دکھائیں تو ہم نے ان سے بڑھ کر دکھائیں۔ یہاں تک کہ جب ہم نے ان کے کاندھوں سے کاندھے ملائے تو اب بنو ہاشم پیغمبری کے دعویدار ہیں۔ خدا کی قسم ہم اس پیغمبر پر کبھی ایمان نہ لائیں گے۔"
(سیرت النبیؐ)

۲؎ بہرحال ابوجہل و عُتبہ اور بنو ہاشم میں ابولہب کے مرجانے سے قریش کی ریاستِ عامہ کا تاج ابوسفیان کے سر پر رکھا گیا۔
(سیرت النبیؐ)

۳؎ ابوسفیان سات برس تک مسلمانوں سے لڑتا رہا پھر فتح مکہ پر اس کو مسلمان ہونا پڑا۔ لیکن اس کی اولاد اگرچہ مسلمان تھی، کے دل سے بنو ہاشم کی عداوت کبھی نہیں گئی۔ امیر معاویہؓ کے بعد ان کے بیٹے یزید نے جس طرح حضرت حسینؓ ابن حضرت پیغمبر کو ستایا اور اسلام کی جمہوریت کو جس طرح فنا کیا اس کا حال انشاء اللہ اپنے وقت پر آئے گا۔ (مصنف)

بہت بیتاب تھا یہ انتقامِ بدر کی خاطر — یہودی قوم سے کی اس نے سازش غدر کی خاطر[1]
نہ بن آیا تھا کچھ بھی روزِ اقدامُ السویق اس سے — بھڑکنی تھی ابھی کچھ مدتوں نارِ حریق[2] اس سے
مگر آخر اسے بھی ایک دن اسلام لانا تھا — اِنہی قدموں پہ گرنا تھا اِسی دامن میں آنا تھا

ہند۔ ابُوسفیان کی زوجہ

ابُوسفیاں کی زوجہ ہند[3] بھی عُتبہ کی دُختر تھی — نہ جانے یہ ابُوسفیاں کی زوجہ تھی کہ شوہر تھی
عجب عورت تھی جس کے دل میں تھی ارمان مردوں کے — کہ اِس کی تیز فطرت کاٹتی تھی کان مردوں کے
بروزِ بدر باپ اس کا سپہ سالارِ لشکر تھا — پسر بھی ایک افسر بھائی بھی سردارِ لشکر تھا
پدر کو اور پسر کو حضرتِ حمزہؓ نے مارا تھا — برادر کا علی المرتضیٰؓ نے سر اُتارا تھا

---

[1] ابوسفیان نے غُسلِ جنابت کی سنت پُوری کرنے کے لئے دو سو سواروں کے ساتھ مدینہ پر حملہ کیا۔ خفیہ طور پر سلام بن مشکم کے پاس ٹھہرا شراب پی، حالات معلوم کئے اور عریض پر رہزنوں کی طرح جا پڑا۔ نخل جلا دئے۔ کچھ مکان پھُونک ڈالے اور چند انصاری مزدوروں کو قتل کر کے واپس بھاگ گیا۔ آنحضرت نے تعاقب کیا۔ مگر ابوسفیان ایسا گھٹنے بھاگا کہ اپنی زادِ راہ بھی جلدی سے پھینکتا گیا۔ یہ ستوؤں کے بورے تھے اسی لئے اس کو غزوۂ سویق کہتے ہیں۔

[2] آئندہ ان لڑائیوں کی طرف اشارہ ہے جو قریش اور رسول اللہ کے مابین ہوئیں۔ ان سب میں ابُوسفیان کی کارفرمائی تھی۔

[3] ہند بنت عتبہ ابوسفیان کی زوجہ، امیر معاویہ کی ماں، یزید بن معاویہ کی دادی، حضرت حمزہؓ کا جگر چبانے والی مشہور بنام ہندِ جگر خوار۔

(سیرت النبی)

marfat.com

علیؓ بھی حمزہؓ بھی سرتاج تھے اولادِ ہاشم کے
سپہ سالار تھے دونوں سپہ سالارِ اعظمؐ کے

بڑا کینہ تھا ان دونوں سے اِس عورت کے سینے میں
مری جاتی تھی زندہ دیکھ کر ان کو مدینے میں[1]

نرالی بات سوجھی تھی نرالی دُھن سمائی تھی
قسم ڈائن نے حمزہؓ کا جگر کھانے کی کھائی تھی

وحشی غلام۔ قاتلِ حمزہؓ

جُبیرِ ابنِ مطعم کا چچا حمزہؓ نے مارا تھا
دلِ پُرکینہ میں اس کے بھی آتش کا شرارہ تھا

غلام زرخرید اُس کا تھا وحشی نام اِک زنگی
عیاں تھی جس کی صورت ہی سے بدذاتی بدآہنگی

کمالِ حربہ اندازی[2] میں تھا مشہور نام اُس کا
دغا سے آدمی کی جان لینا یہ تھا کام اُس کا

ابُوسفیاں کی زوجہ ہند نے اُس کو طلب کر کے
دلاسے دے کے اور سکّے دکھا کر نقرہ و زر کے

ہمیشہ کے لئے آزاد کر دینے کے وعدے پر
کیا تھا شاد اُس کو شاد کر دینے کے وعدے پر

مئے غفلت پلا کر تُند خُو مے خوار وحشی کو
کیا تھا قتلِ حمزہ کے لئے تیار وحشی کو

پسند آئی غُلام بے وفا کو مُہرِ جلّادی
بڑی قیمت ادا کر کے خریدی اُس نے آزادی

---

[1] بدر کے بعد اس نے قسم کھائی تھی کہ اپنے رشتہ داروں کے قاتلوں سے بدلہ لونگی اور حمزہؓ کا خون پیونگی اور جگر چباؤنگی (دیکھو طبقات ابن سعد)

[2] وحشی کو حربہ اندازی میں کمال حاصل تھا، حربہ ایک چھوٹا سا نیزہ ہوتا ہے، جو حبشیوں کا خاص ہتھیار ہے اسے وہ خوب کر لیتے ہیں۔ (سیرت ابن ہشام)

شاہنامہ جلد دوم میں بیان کردہ واقعات پر ایک نظر

مُہیا ہو چکا مکّے میں جب ساماں لڑائی کا
کیا اعلان ابُوسفیاں نے چُپکے سے چڑھائی کا

ابُوسفیاں کی نیّت تھی اچانک حملہ کرنے کی
لہٰذا اسی کی پُرپیچ رستوں سے گزرنے کی

یہ لشکر جس طرح اُمڈا یہ طُوفاں جس طرح آیا
اُحُد پر آ کے یہ تاریک بادل جس طرح چھایا

رسُول اللہ نے جس رنگ سے اس کی خبر پائی
مدینے کی حفاظت جس طرح حضرت نے فرمائی

مکمّل اور مفصّل روئدادِ مجلسِ شُورٰے
ہُوا مسجد میں جیسے انعقادِ مجلسِ شُورٰے

صحابہؓ کو رسُول اللہ کا مسجد میں بُلوانا
حقِ آزادیٔ آرا انہیں تفویض فرمانا

بشر کی کثرت و قلّت کا وحدت آشنا ہونا
خُدا والوں کو جوہر خُود شناسی کا عطا ہونا

تدبُّر آزمُودہ کار اصحابِ کبائر کا
مگر بازُو کے بل پر ناز ملّت کے صغائر کا

جواں سال اہلِ ایماں کے دلائل بہرِ قُربانی
ہجُومِ کثرتِ آرا برائے جنگ میدانی

نبرد و قلعہ بندی نکتہ فرمانِ رسالتؐ کا
مدینے سے نکلنے پر مگر اصرارِ کثرت کا

وہ آمر کی طرف سے احترامِ کثرت آرا
نبیؐ کا فیصلہ آخر بنامِ کثرتِ آرا

marfat.com

نفاق آمادگاں کا بھی شریکِ مشورت ہونا — وہ ان کا دردِ ملت سے مگرمچھ کی طرح رونا
لباسِ جنگ میں محبوبِ داور کا نظر آنا — جلال اک غیرتِ خورشیدِ خاور کا نظر آنا
ندامت جنگِ میدانی کی خواہش کرنے والوں کی — وہ اُن کی عاجزی وہ صورتیں اُن کے ملالوں کی
مگر انکار کرنا آپ کا فتحِ عزیمت سے — ادائے فرض ٹھہرانا فزوں فتح و ہزیمت سے
مدینے کی فصیلوں سے نکلنا اہلِ ایماں کا — کھلے میدان میں شب باش ہونا فوجِ یزداں کا
نفاق انگیز جمعیت کی لشکر میں شمولیت — مسلمانوں کے ساتھ ابنِ اُبَی اور اُس کی فدویت
قریشی فوج کی تیاریاں شب کے اندھیرے میں — نشستِ افسرانِ جنگ ابوسفیان کے ڈیرے میں
ہوئے اِس رات میں جس جس جگہ لشکر خیام آرا — گزارش ہو چکا ہے پیشتر یہ ماجرا لیکن[1]
مگر اس مرحلے پر اور بھی کچھ عرض کرنا ہے — یہ گھاٹی سخت ہے لیکن مجھے اِس سے گذرنا ہے
بیاں اس رات میں کچھ تیرہ بختوں کا ضروری ہے — بغیر ان کے حکایت فوجِ باطل کی ادھوری ہے

مدینے کا ایک راہب۔ ابوعامرؓ فاسق[2]

مدینے کا بھی اِک غدار تھا فوجِ قریشی میں — یہ واقف کار وقفِ کار تھا فوجِ قریشی میں

---

[1] دیکھو شاہنامۂ اسلام جلد دوم۔

[2] ابوعامر راہب مدینہ ہی کے ایک قبیلہ اوس کا فرد تھا۔ یہ شخص مسلمانوں کا سخت مخالف تھا اور مشرکوں سے وعدہ کر آیا تھا کہ تمام قبیلے کو محمدؐ کے خلاف کر دوں گا۔ (طبقات ابنِ سعد طبری اور ابن اثیر)

لباسِ راہبیت جاہلوں کا دل لُبھاتا ہے
بسا اوقات شیطاں بھی اِسی چولے میں آتا ہے

بہت ایسے رنگے سیّار تھے اِسلام سے پہلے
کہ جن کا نام سچّا تھا خُدا کے نام سے پہلے

انہی میں تھا ابُو عامر بھی اِک تلبیس کا پیکر
نظر آتا تھا ظاہر میں مگر تقدیس کا پیکر

پہن رکھا تھا اس مردک نے جامہ راہبیت کا
مگر شیطان تھا دراصل رہبر اس کی نیّت کا

عداوت خاندانِ اَوس و خزرج کی بڑھاتا تھا
انہیں کٹوا کے باہم فائدہ یہ خُود اُٹھاتا تھا

فریبی، حاسد و بدطینت و غدّار بدنیّت
مگر اسلام سے پہلے کی تھی محبُوب شخصیّت

مگر جب آگیا اللہ کا پیغام یثرب میں
لگا جب پھیلنے چاروں طرف اسلام یثرب میں

لیا جانے لگا سچّے خُدا کا نام یثرب میں
تو اس کا سحرِ باطل ہوگیا ناکام یثرب میں

پیمبر بھی خُدا کے فضل سے تشریف لے آیا
طلُوعِ صبحِ صادق نے رُخِ ہستی کو چمکایا

ہُوئی نُورِ خُدا کی روشنی جس دم مدینے میں
کدُورت نے بنایا آشیاں راہب کے سینے میں

مِلا جب درس انسانوں کو اسلامی اخوّت کا
طلسمِ عام توڑا حق نے شیطانوں کی قوّت کا

یہ سمجھا اب فریبِ راہبیّت چل نہیں سکتا
چراغِ کذب وقتِ صُبحِ صادق جل نہیں سکتا

کُھلی انصارِ یثرب پر ابُو عامر کی غدّاری
تو کی اُس نے مدینے سے نکل چلنے کی تیاری

marfat.com

ابُوعامر فوجِ مُشرکین میں

نیا فتنہ نئے فتنے جگانے کے لئے جاگا
اندھیری رات میں اندھا دینے سے گل بھاگا

مذاقِ جنگ جُوئی صُلح میں بدلا ہوا پایا
تو اپنے چیلے چانٹے لے کے مکّے میں چلا آیا

نظر آیا کہ مکّہ ہے مخالف اہلِ ایماں کا
علاوہ اس کے مرکز بھی ہے مال و ساز و سامان کا

قریش آمادہ ہیں اِسلام کو ناکام کرنے پر
رسُول اللہ کو وقفِ غم و آلام کرنے پر

شکستِ بدر سے ہے بے طرح رنج و ملال اُن کو
نظر آتا ہے جاتا جاہلیت کا جلال اُن کو

ابُوعامر نے اِس بھڑکی ہُوئی کو اَور بھڑکایا
مدینے پر بڑھا لشکر تو یہ بھی اس کے ساتھ آیا

ابُوسفیاں کو تھی معلوم اُفتادِ مزاج اس کی
پرانے کوڑھ میں تھی کارآمد آج کل اس کی

اگرچہ یہ بھی اس راہب کو بدنیّت سمجھتا تھا
مگر آخر بڑے رُتبے کی شخصیت سمجھتا تھا

ابُوسفیاں نے چاہا آزمایا چاہیئے اِس کو
یہ اچھا وقت ہے اُلّو بنایا چاہیئے اِس کو

نکالا چاہیئے کچھ کام اِس ناخواندہ مہماں سے
کرے گا یہ الگ انصار کو فوجِ مُسلماں سے

اگر یہ چال چل جائے تو سارا کام آسان ہے
پڑی جب چُوٹ پھر انسان کا قتلِ عام آسان ہے

ابُوعامر پر ابُوسفیان کا روغنِ قاز

دو بار انصفِ شب کے بعد جاسُوسوں کے گھیرے میں
وہ آیا، مُسکرایا، آنکھ جھپکائی اشارت کی
دلِ حاسد میں جوشِ بُغض کی گرمی بڑھانے کو
لیا ساقی نے جس دم نام رندوں کی جوانی کا
سواری گانٹھلی نشّے نے بے ایمان کے اُوپر
ابُوسفیاں نے دیکھا اب یہ غرقِ جوشِ بادہ ہے
تمنّا جس کی مُدّت سے تھی وہ ہنگام آپہنچا
اجل نے کی کشش دشمن نکل آئے فصیلوں سے
سحر کے وقت جب لشکر مرا جُنبش میں آئے گا
محمدؐ کے صحابہ جو ہیں اپنے بھائی بندوں میں
قتالِ بدر کا ایسا مزہ ان کو چکھائیں گے
جو گت اُن کی بنائی جائے گی وہ آپ دیکھیں گے

ابُوسفیاں نے راہب کو بلایا اپنے ڈیرے میں
جھکے دونوں کے ابرو بجلیاں چمکیں شرارت کی
بھرا ساغر ابُوسفیاں نے زاہد کے پلانے کو
چڑھایا جام زاہد نے شرابِ ارغوانی کا
چڑھا اِک اَور بھی شیطان اُس شیطان کے اُوپر
تو پُوچھا مُشفقم، فرمائیے اب کیا ارادہ ہے۔
تمہارا صید چل کر خود ہی زیرِ دام آپہنچا
رہا اب واسطہ ہم کو تردّد سے نہ حیلوں سے
تو میرے ہاتھ سے زندہ کوئی بچ کے نہ جائے گا
نمالے اُس پہ ڈالیں گے اُن کو دوزقندوں میں
کہ ان کی حالتوں پر مرغ و ماہی رحم کھائیں گے
انہیں تقدیر جو دکھلائے گی وہ آپ دیکھیں گے

marfat.com

مگر افسوس ہے مجھ کو مدینے کے جوانوں پر
پرائی موت وہ کیوں لے رہے ہیں اپنی جانوں پر

وہ کس برتے پر انصارِ محمدؐ بن کے نکلے ہیں
بڑے بھاری مددگارِ محمدؐ بن کے نکلے ہیں

ہمارے ہاتھ مُفت اُن کے لہو سے کیوں ہوں آلودہ
نظر آتا ہے ان کا قتل ہونا مجھ کو بیہودہ

یہ سب لوگ آپ کے چیلے تھے اب اِن کو ہوا کیا ہے
سروں میں بیوقوفوں کے سمائی یہ ہوا کیا ہے

ہویدا ہے سرِ میداں جو کچھ تعداد ہے اِن کی
ہمارے سامنے جرأت یہ بے بنیاد ہے اِن کی

بچا لیجے انہیں، رستے پہ اِن کو لائیے صاحب
اِنہیں سمجھائیے صاحب اِنہیں سمجھائیے صاحب

ابُو عامر کے دعوے

ابُوسفیاں کی سُن کر راہبِ مکار یہ بولا
کمینہ کار، ہاتھ پیر ریش پر قتل دیں کھولا

اجی، مَیں آپ کے ہمراہ اسی خاطر تو آیا ہُوں
محمدؐ اور اصحابِ محمدؐ کا ستایا ہُوں

مرے ہم قوم ہیں یہ رہنے والے ارضِ یثرب کے
بلا میں پھنس گئے ہیں بھولے بھالے ارضِ یثرب کے

بے بیشک ارضِ یثرب پر بڑا بھاری اثر میرا
مجھے اُمید ہے افسوں چلے گا کارگر میرا

لے اُحد میں ابُوسفیان دوسری تیاریوں کے علاوہ ابو عامر راہب پر بھی بڑا بھروسا کرتا تھا اور اس کا خیال تھا کہ اس
راہب کے بہکانے سے انصار رضی اللہ عنہ رسول اللہ اور مہاجرین صحابہؓ سے الگ کئے جا سکیں گے

گروہ اپنا وہ مجھ کو مانتے ہیں اِک زمانے سے
یقیناً پھوٹ پڑ جائے گی میرے ورغلانے سے

اگر دامِ سخن میں پھنس گئے یثرب کے دہقانی
پکڑ کر خود ہی دے دیں گے محمدؐ کو بآسانی

فنا کر دیں گے اِک حملے سے اصحابِ محمدؐ کو
دکھا دیں گے خدا کی راہ احبابِ محمدؐ کو

ابو عامر کے وعدے[1]

بوقتِ صبح جب میداں میں فوجیں دُو بدُو ہونگی
تو شکلیں ناگہانی موت کی بھی رُو برُو ہونگی

مَیں سمجھاؤں گا جا کر اَوس و خزرج کے قبائل کو
کرونگا ہر طرح معقول ان لوگوں کے قائل کو

نظر آجائے گا جو بھی دِلوں پر ہے اثر میرا
تمہیں معلوم ہو جائے گا جو کچھ ہے ہُنر میرا

مجھے فوجِ قریشی کی مدد پر دیکھ کر عامِل
بہادرارضِ یثرب کے نہ ہونگے جنگ میں شامِل

نظر پڑتے ہی مجھ پر جنگ سے مُنہ موڑ جائینگے
محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کو چھوڑ جائیں گے

سبق ایسا پڑھاؤں گا مَیں اُن کو بے وفائی کا
نہ بیٹا باپ کا ہوگا نہ بھائی اپنے بھائی کا

مَیں اُن کو راہ پر لاؤں گا یُوں فکرِ ارادی سے
لڑیں گے وہ بھی میرے ساتھ ہو کر اپنے ہادیؐ سے

---

[1] اس کا خیال تھا کہ انصار جب اُس کو دیکھیں گے تو رسُول اللہ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ (سیرت النبیؐ)

marfat.com

ابُوعامرؔ کے ارادے

مگر تم یاد رکھو یہ جو انصارِ رسالت ہیں — بڑے رُتبے کے ان میں لوگ ہیں اہلِ جلالت ہیں
محمدؐ کے لئے میرا مگر کچھ اور ارادہ ہے — تمہارا قرض اسی کی ذات پر سب سے زیادہ ہے
اُسی کی ذات پر ہم بدر کا بدلہ اُتاریں گے — اُسے زخمی کرینگے پھر اذیت دے کے ماریں گے
مجھے اس کام کی پُوری طرح پروانگی دے دو — مجھے کچھ آدمی بھی از رہِ فرزانگی دے دو
عجب اِک چال سُوجھی ہے تمہیں بتلائے دیتا ہُوں — مگر دل ہی میں رکھنا یہ ذرا جتلائے دیتا ہُوں

ایک شیطانی ترکیب

رہیں تا دیر راہب اور ابُوسفیان میں باتیں — زبانی ہو چکیں تو پھر ہُوئیں کچھ کان میں باتیں
یہ سازش ہو چکی جس دم ابُوسفیاں کے ڈیرے میں — تو راہب کچھ سپاہی لے کے چل نکلا اندھیرے میں
دلائی ایک جانب ورغلانے کی اُمید اس نے — دکھائی دُوسری جانب یہ تزویرِ مزید اُس نے
بہت سارے گڑھے کھدوا دئے میدان کے اندر[1] — نیا ارمان مضطر تھا نئے شیطان کے اندر

---

[1] ابُوعامر راہب نے میدانِ اُحد میں گڑھے کھدوائے تاکہ مسلمانوں کو ان میں گرا کر اُن کا زور کم کیا جائے۔ رشاد الکرمی

رہے معروف شب بھر ان گڑھوں کے کھودنے والے
بڑی ترکیب سے پھر یہ گڑھے خس پوش کر ڈالے

مشیت کے مقابل شیطنت تھی حیلہ سازی میں
رہا مصروف زاہد رات بھر اس خاکبازی میں

اگرچہ رات تھی خلقِ خدا پر نیند تھی طاری
یہ انسانی درندے تھے مگر مصروفِ تیاری

اُحُد کی رات اور ہر دو لشکر

مسلمانوں کی جانب صبر کوشی تھی خموشی تھی
قریشی فوج میں لیکن بلا کی گرم جوشی تھی

اِدھر ایمان تھا ملت کے اطمینان کا باعث
اُدھر شیطان تھا اِک قوم کے ہیجان کا باعث

محمدؐ کا مصلّیٰ عرش کا فرشِ مکانی تھا
ابوسفیان کا خیمہ مرکزِ ریشہ دوانی تھا

صفا پر چاندنی تھی سائے میں مستور تھا کینہ
یہ دونوں رنگ ظاہر تھے، یہ دونوں رُخ تھے آئینہ

اِدھر سجدہ گزاری اُمّتِ محبوبِ داوٗر کی
اُدھر بادہ گساری رات بھر باطل کے لشکر کی

تہجد میں ہوئے مشغول اِدھر رحمٰن کے بندے
اُدھر مخمور ہو کر سو گئے شیطان کے بندے

کیا اِس سمت اعلانِ سحر لحنِ بلالی نے
اُدھر دَف دَف کی چھاتی پیٹ ڈالی ہر دفائی نے

اِدھر اللہ کے بندے محمدؐ کی امامت میں
اُدھر ابلیس کے پیرو گرفتارِ اپنی شامت میں

یہاں اِک ملتِ توحید اِک مسجود کے آگے
وہاں ہر سر تھا پوجا نے چار سو معبود کے آگے

اِدھر الحمد کے نغمے دعائیں اور مناجاتیں
اُدھر ڈھول اور تاشے غل غپاڑہ شرک کی باتیں

اِدھر چھوٹے بڑے کی ایک ہی صف میں صف آرائی
اُدھر ہر فرد کو زعمِ خودی دعوائے یکتائی

اِدھر ساماں سے عاری فقط ایمان پر تکیہ
اُدھر ایماں سے بیزاری فقط ساماں پر تکیہ

زمیں پر دیکھ کر سامانِ عبرت کے یہ نظارے
فلک سے چاند رخصت ہو گیا اور چھپ گئے تارے

باب دوم

نور و نار و ظلمت

منظرِ صبحِ اُحد

ظہورِ صبحِ صادق نے جہاں میں نور پھیلایا
اُٹھا یا دامنِ کوہِ اُحد سے رات کا سایا

فسوں باطل ہوا شب کے طلسماتی نظاروں کا
سحر کے جاگتے ہی لد گیا ڈیرا ستاروں کا

ہوائے سرد کے آزاد جھونکے سرسراتے ہیں
چمک اُٹھنے کی اُمیدوں میں ذرّے کسمساتے ہیں

یہ جنت کا سماں بس اک دو ساعت رہنے والا ہے
کہ صحرا پھر وہی شدت کی حدت سہنے والا ہے

فلک نے آج روئے صبح کو اندوہگیں دیکھا
لگائی آفتابی دوربیں سوئے زمیں دیکھا

کملا رنگیں صحیفہ صبح کے رخسارِ تاباں کا
ہوا مضموں ہویدا سرخیٔ خونِ شہیداں کا

نظر آیا اُحد پر ایک خونیں رنگ کا منظر
صداقت اور طاقت کی نرالی جنگ کا منظر

marfat.com

درندے جمع تھے نوعِ بشر کا خون پینے کو
کہ مکہ آج دھمکی دینے آیا تھا مدینے کو

پرے باندھے کھڑے تھے آج پھر انسان کے دشمن
خدا کے مصطفٰے کے دین کے ایمان کے دشمن

یہ نقشہ دیکھ کر چشمِ سحر میں اشک بھر آئے
گہر بن کر یہ قطرے دیدۂ گل میں اتر آئے

شرارِ بولہبی در پئے چراغِ مصطفوی

یہ مظلوموں کی آہوں کا غبار انسان کی دنیا
جفا و ظلم کی سرمایہ دار انسان کی دنیا

خودی کے نشۂ غفلت میں چور انسان کی دنیا
خدا کا نام لینے سے نفور انسان کی دنیا

لرزتی، کانپتی، خوار و زبوں انسان کی دنیا
صنم خانوں کے در پر سرنگوں انسان کی دنیا

بہر صورت بہر آئینہ زشت انسان کی دنیا
یہ اندھے بیوقوفوں کا بہشت انسان کی دنیا

یہ دنیا، ہاں یہی ہنگامۂ معمورۂ ہستی
نمائش اور کبر و ناز کی جولانگہِ پستی

یہی تھی ان دنوں بگڑے ہوئے انسان کی دنیا
نہیں انسان کی دنیا کہاں شیطان کی دنیا

اسی دنیا کے یہ سب حملہ آور تھے نمائندے
کئے تھے منتخب شیطان نے انسان کارندے

صف آرا اک طرف تھا نمونہ فطرتِ بد کا
مقابل جس کے اک چھوٹا سا لشکر تھا محمدؐ کا

مُحَمَّدٌ

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِیْرًا ۝

زباں پر اے خوشا صلِّ علیٰ یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نام جبریلِ امیںؑ لے کر سلام آیا

محمدؐ جانِ عالم، فخرِ آدم، ہادیٔ اکرم
امام الانبیاء خیر البشر پیغمبرِ اعظم

محمد وہ جمالِ اوّلیں، وہ پیکرِ نوری
محمد کاشفِ سترِ ظہور و رمزِ مستوری

محمد احمد و حامد جسے خالق نے فرمایا
ازل سے جس پہ قرباں ہے لِواء الحمد کا سایا

محمد جس کو دنیا صَادِقُ الْوَعْدِ اَمِیْن کہہ دے
وہ بندہ جس کو رحماں رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن کہہ دے

وہ شاہد وہ مبشّر وہ نذیر و آمر و ناہی
خدا کے حکم سے حاکم، مُطاع از ماہ تا ماہی

لہ اے پیغمبر ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور خدا کی طرف بلانے والا روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے اور مومنوں کو خوشخبری سنا دو کہ ان پر خدا کا بڑا فضل ہے۔ (پ ۲۲ الاحزاب ع ۵)

فرہنگ اصطلاحات ضروری۔ لواء الحمد خدا کی حمد کا جھنڈا جو محشر میں آنحضرتؐ پر سایہ فگن ہوگا۔
صادق الوعد وعدے کا سچا۔ شاھد گواہ۔ مُبشّر خوشخبری دینے والا۔ نذیر ڈرانے والا۔ اٰمِر حکم دینے والا۔
ناھی منع کرنے والا۔ حاکم حکم کرنے والا۔ مُطاع اطاعت کیا گیا (جس کی اطاعت کی جائے)

marfat.com

محمدؐ صاحبِ خُلقِ عظیم و ناشرِ حکمت — محمدؐ مصدرِ فیضِ عمیم و شافعِ اُمت

بصُورت نورِ سبحانی، بمعنی ظلِّ رُوحانی — پیامِ زندگانی، مظہرِ تائیدِ ربانی

سراجِ نورِ حق مَاحِیِ باطل جس کی پیشانی — زمین و آسمان و ماہ و انجم جس سے نُورانی

مُزکّی و مُبلّغ، صاحبِ اُمّ الکتابِ اُمّی — نبی، داعی الی اللہ، رہنمائے شیخ و شاب اُمّی

خُدا نے پیار سے جس کو پکارا جس طرح چاہا — وہ مُدّثّر، وہ مُزّمّل، وہ یٰسٓ اور وہ طٰہٰ

جو بہرِ مومناں بن کر رؤف آیا رحیم آیا — خطا پوش و عطا پاش و خلیق آیا کریم آیا

وہی بندہ جو نکلا اہلِ اِقدامات میں اَتقیٰ کا — وہ جس کے ہاتھ نے اُٹھ کر نقاب آیاتِ کبریٰ کا

وہ جس نے مُنتہائے حسنِ معنی اس طرح دیکھا — نگاہیں زُوبرُو اور فاصلہ قوسین او ادنیٰ

سراج چراغ۔ ماحی اصلاح قرآن میں کفر و شرک و ضلالت کو دور کرنے والا۔ مزکی پاک کرنے والا۔ مبلغ تبلیغ کرنے والا۔
اُمّ الکتاب قرآن۔ داعی الی اللہ خدا کی طرف بلانے والا۔ اُمّی جس نے باقاعدہ تعلیم نہ پائی ہو جس نے مکہ کے سوا کسی
دوسرے شہر کا منہ نہ دیکھا ہو۔ مُدّثّر کپڑا اوڑھنے والا۔ مُزّمّل چادر سے لپٹنے والا۔ یٰسٓ اور طٰہٰ خطاب نبی صلعم کے موصوف ہونے کا۔
سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا (بنی اسرائیل ۱) پاک ہے وہ خدا جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔
وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۝ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۝ (النجم ۱)
وہ آسمان کے اونچے کنارے میں یہ جلوہ کرنے والا پھر قریب آیا اور جھکا تو دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم
عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَہٰی ۝ عِنْدَھَا جَنَّۃُ الْمَاْوٰی ۝ اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ
وَمَا طَغٰی ۝ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی (النجم ۲) زمرہ انتہا کے درخت کے پاس جس کے پاس جنت
کی جگہ ہے جب کہ سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا نہ نگاہ بہکی نہ حد سے بڑھی بیشک اس نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں

نذیرِ اہلِ خصومت پر بشیرِ اہلِ محبت کا
معلّمِ دینِ فطرت کا مبیّن درسِ حکمت کا

محمدِ مصطفیٰ بھی ہے وہ احمد مجتبیٰ بھی ہے
وہ مطلوبِ خلائق بھی وہ محبوبِ خدا بھی ہے

وہ جس کو فاتحِ ابوابِ اسرارِ قدم لکھیے
بنائے عرش و کرسی باعثِ لوح و قلم لکھیے

اُسے شمس الضحیٰ لکھیے اسے بدر الدجیٰ کہیے
ظہورِ نور کو اس کے تبسّم کی ضیا کہیے

علی الاعلان سِرِّ کُنتُ کنزاً مخفیاً کہیے
مگر اس کی شریعت کا ادب مانع ہے کیا کہیے

وہی حاکم بِاَمرِ اللہ، ذرد آگاہِ محکوماں
درِ حق سے جوابِ باصوابِ آہِ مظلوماں

وہ حاصل برگزیدہ ہستیوں کی التجاؤں کا
فرشتوں کی تمناؤں رسولوں کی دعاؤں کا

محمدؐ، دیدہ و دل کی تجلّی بہرِ مہجوراں
محمدؐ، آخری حرفِ تسلّی بہرِ مزدوراں

محمدؐ بے کسی کے درد کو پہچاننے والا
وہ اشکِ گرم و آہِ سرد کو پہچاننے والا

محمدؐ التجائیں سننے والا ماننے والا
محمدؐ آدمی کو آدمی گرداننے والا

محمدؐ زورِ معبودانِ باطل توڑنے والا
محمدؐ حق سے رشتہ آدمی کا جوڑنے والا

محمدؐ جس کا نصب العین دنیا کی بھلائی تھی
اُسی پر آج دنیا تیغ و خنجر لے کے آئی تھی

زمانہ یونہی اپنے محسنوں کو تنگ کرتا ہے
وہ درسِ صلح دیتے ہیں یہ اُن سے جنگ کرتا ہے

marfat.com

اُحُد میں جمع ہونے والے

صف آرا تھے اُحُد میں آج تیں اقسام کے انساں
شریف انساں خبیث انساں نمود ناتمام کے انساں

بظاہر تو یہ انساں ایک ہی آدم کے پوتے تھے
مگر ان سب کے باطن تین پر تقسیم ہوتے تھے

بظاہر ساز تھے ہم صورت و ہم رنگ تینوں کے
مگر پردے سے نکلے مختلف آہنگ تینوں کے

عجب اعمال تھے ان کے، عجب تھیں نیتیں ان کی
اثر انداز ہیں تاریخ پر شخصیتیں ان کی

شریف انسان

مسلمان[1]

شریف انسان اس میدان میں اللہ والے تھے
یہ چند اصحاب تھے لیکن زمانے سے نرالے تھے

یہی تھے ایک نادیدہ خدا کو ماننے والے
ہدایاتِ محمد مصطفےٰ کو ماننے والے

---

[1] اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ۝ (الانفال ۸)

مومن وہ ہیں کہ جب خدا کا نام لیا جائے تو ان کے دل دہل جائیں اور جب اس کی آیات پڑھ کر سنائی جائیں تو ان کا ایمان بڑھ جائے۔

خدائے واحد و رحمٰن پر ایمان تھا اِن کا
متاعِ دل اُسی کی راہ میں قربان تھا اِن کا

یقیں رکھتے تھے یہ اللہ کی شانِ جلالت پر
یہی ایمان لائے تھے محمدؐ کی رسالت پر

پسند آئے تھے تقویٰ و طہارت کے اُصول اِن کو
تہِ دل سے تھے ارشاداتِ قرآنی قبول اِن کو

یہ اللہ کے سوا ہر چیز کو فانی سمجھتے تھے
پرستش ماسوا کی فعلِ شیطانی سمجھتے تھے

یہ دل مخلوق معبودوں کے قائل ہو نہ سکتے تھے
یہ محتاجوں کے دروازوں پہ سائل ہو نہ سکتے تھے

خدا کو جب سے مانا تھا قدیر و قادر و غالب
کسی بندے سے ہوتے تھے نہ یہ امداد کے طالب[1]

کوئی طاقت اِنہیں مرعوب کر سکتی نہ تھی ہرگز
کوئی عادت اِنہیں مغلوب کر سکتی نہ تھی ہرگز

یہ مسکینوں کے یاور تھے یہ مظلوموں کے حامی تھے
یہ مزدوروں میں شامل تھے یہ محکوموں کے حامی تھے

یہی تھے جو یتیموں بے کسوں پر رحم کھاتے تھے[2]
یہی تھے جو غلاموں کی مشقت خود اٹھاتے تھے

رضا کارانہ کرتے تھے حدود اللہ کی پابندی
کہ خالق کی رضامندی میں تھی ان کی رضامندی

یہ واقف ہو چکے تھے جوشِ ایمانی کی قوت سے
یہ لذت یاب تھے توحید کے درسِ اخوت سے[3]

---

[1] وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ (پ۹ الانفال ع ۸)
اور وہ اپنے خدا پر بھروسہ کرتے ہیں۔

[2] وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (پ۲۸ الحشر ع ۵)
اور اگرچہ ان پر خود تنگی ہو۔ تاہم اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔

[3] فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا (پ۴ آل عمران ع ۱۳)
تم سب اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے۔

marfat.com

بنی آدم کا رتبہ ان کی نظروں میں مساوی تھا
یہ نظریہ خیال و فعل کی دنیا پہ حاوی تھا

کوئی عزت نہ تھی ان کے لئے سکہ شماری میں
بزرگی دیکھتے تھے یہ فقط پرہیزگاری میں

گدا و شاہ میں تھی ایک وجہِ امتیاز ان کو
نظر آتا تھا سجدہ ریز سر ہی سرفراز ان کو

ضرر ہو نفع ہو، ہر حال میں سچ بولنے والے
زیاں ہو سود ہو کچھ ہو، یہ پورا تولنے والے

یہی وہ ملّتِ موعود تھی دنیائے ہستی میں
نویدِ امن ہوتا تھا جسے انساں کی بستی میں

یہی لے دے کے دنیا میں مددگارِ محمدؐ تھے
یہی بندے مہاجر اور انصارِ محمدؐ تھے

بھری دنیا کے اندر بس یہی تھے حق پسندوں میں
خدا نے آپ ان کو چن لیا تھا اپنے بندوں میں

یہ اپنے دین و ایماں پر فدا ہونے کو آئے تھے
یہ قرضِ زندگانی تھے ادا ہونے کو آئے تھے

تہی دامن نہیں آئے تھے دربارِ شہادت میں
متاعِ جان و دل لائے تھے بازارِ شہادت میں

۱؎ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ط اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ط (پ۲۰ العنکبوت ع ۵)

اور نماز کے پابند ہو۔ بیشک نماز بے حیائی اور بری سے روکتی ہے۔

۲؎ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (پ۴ آل عمران ع ۱۱)

اے اُمتِ محمدیہ تم ایک بہترین اُمت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہو تم تمام لوگوں کو شرع و فطرت کے مطابق حکم دیتے ہو برائیوں سے منع کرتے ہو اور خدا پر یقین رکھتے ہو۔

چھوٹی سی جماعت مگر بہت اہم

سنو اری تمیں صفیں پھر ایک چھوٹی سی جماعت نے
کیا تسخیر جس کا صاحبِ ذوالشعاعت نے

یہ چھوٹی سی جماعت آج دنیا جس کے در پے تھی
یہ چھوٹی سی جماعت درحقیقت اک بڑی شے تھی

نبوت کے شش و پنج سال کی تلقین کا حاصل
زمانے میں ہمیشہ رہنے والے دین کا حاصل

یہ اس حسنِ حسیں کی اولیں بنیادِ محکم تھی
عبارت جس سے پشتیبانیٔ اولادِ آدم تھی

اسے کشتِ وفا میں آج ایسا بیج بونا تھا
شہیدوں کے لہو سے بار آور جس کو ہونا تھا

یہ بندے خواب ابراہیمؑ کی تعبیر تھے گویا
یہ بندے سورۃ الحمد کی تفسیر تھے گویا

جہاں میں دینِ شیطاں سے یہی آزاد نکلے تھے
خدا کی راہ میں یہ چند آدم زاد نکلے تھے

یہی تھا جیشِ اوّل امتِ وسطیٰ کی فوجوں کا
یہی چشمہ تھا نورِ حق کی دنیا بار موجوں کا

یہی میدان میں غازی یہی مسجد میں زاہد تھے
محمدؐ کے صحابہؓ اور اللہ کے مجاہد تھے

لیکن ان کے بھی مدارج تھے

مگر یہ سب کے سب ذوقِ ارادت لے کے آئے تھے
خدا کی راہ میں شوقِ شہادت لے کے آئے تھے

---

marfat.com

یہ آئے تھے کہ شمعِ دینِ حق کا بول بالا ہو
پتنگے جل بجھیں لیکن اندھیرے میں اُجالا ہو

یہ مرگ و زندگی میں فیصلہ کرنے کو آئے تھے
جوانمردوں کی صورت مارنے مرنے کو آئے تھے

نکل آئے تھے راہِ امتحان گاہِ اطاعت میں
مگر موجود تھا فرقِ مراتب اِس جماعت میں

آزمودہ

اِنہی میں وہ بھی تھے جو سختیاں سہنے کے عادی تھے
تہِ خنجر ھُوَ اللہُ اَحَدٌ کہنے کے عادی تھے

یہ جب ایمان لائے تھے عدو تھا اِک جہاں اِن کا
ہَوا تھا بارہا بیم و رجا میں امتحاں اِن کا

یہ کڑیاں سہہ چکے تھے اپنے مالوں اور جانوں میں
ہُوئے تھے سُرخرو اِن ابتدائی امتحانوں میں

دہانِ موت کے اندر بٹھائے جا چکے تھے یہ
قتالِ بدر کے دن آزمائے جا چکے تھے یہ

ناآزمودہ

مگر ایسے بھی تھے اِن میں کہ نَو آموزِ اُلفت تھے
ابھی ناپختہ تھے ناآشنائے رنج و محنت تھے

نہ جھیلی تھیں ابھی تک سختیاں ایمان لانے کی
نہ کھیلی تھیں ابھی تک بازیاں سَر وار جانے کی

ابھی اِس عشق نے صورت نہ دیکھی تھی تباہی کی
ابھی ایمان کے دعوے کو حاجت تھی گواہی کی

لہ ہجرت کی رات کا خیال کرو۔ اور اس وجود کا خیال جو رسول اللہ کے بستر پر چادر تانے سو رہا ہے۔ اور خیال کرو کہ کس طرح وہ شہید کر دینے کی سازش ہو چکی ہے۔ اور مکان تلواروں سے گھرا ہوا ہے۔ پھر تصور کرو اس قلبِ مطمئنہ کا جو پوری نیند سو رہا ہے۔
(مصنف)

marfat.com

ابھی اسلام کے انعام میں تحسین پائی تھی
ابھی حصّے میں ان کے دادِ رسوائی نہ آئی تھی

ابھی تا حدِّ مسجد شاغلِ شوقِ عبادت تھے
کہ تازہ وارداں عرصہ ذوقِ ارادت تھے

بسی تھی کامیابی بدر کے دن کی نگاہوں میں[1]
یقینی بات تھی فتح و ظفر اِن کی نگاہوں میں

سُنا تھا غازیوں کا حال آنکھوں سے نہ دیکھا تھا
سکون و صبر و استقلال آنکھوں سے نہ دیکھا تھا

شرطِ نصرتِ الٰہی

نہ دیکھا تھا کہ نُصرت صبر کا انعام ہوتی ہے
نہ سمجھے تھے اطاعت باعثِ اکرام ہوتی ہے

برائے فتح پہلی شرط ہے ثابت قدم رہنا
جماعت کا بہم رکھنا، جماعت کا بہم رہنا

فلک ٹوٹے، زمیں پھٹ جائے، موت آئے کہ دم نکلے
مگر ہرگز نہ ہادی کی اطاعت سے قدم نکلے

یہی نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہ کا اصُولِ جاودانی ہے
یہی اسلام کی شرطِ حصُولِ کامرانی ہے

اصولاً یاد تھا بیشک یہ مضمُونِ اَدق ان کو
مگر بابِ عمل سے آج ملنا تھا سبق ان کو

---

[1] بدر میں مسلمانوں کی فتح کے بعد مدینہ کے وہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے تھے جو ابھی تک متامّل تھے۔ ان کے مسلمان ہونے پر ان کو مبارکبادیاں ملی تھیں۔ اور تحسین کی گئی ان لوگوں نے وہ سختی نہ دیکھی تھی جو مکہ کے مسلمانوں نے برداشت کی تھی۔ اُن کا خیال تھا کہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جانا ہی میدانِ جنگ میں فتح کا ضامن ہے۔ (ارشاد الحکمۃ)

marfat.com

خبیث انسان ـــــ منافقینؓ

بظاہر مُسلمان بباطن مُسلمانوں کے دشمن

کھڑی تھی دُوسری بھی اِک جماعت آج میداں میں
مجسم ہو کے آئی تھی خباثت شکلِ انساں میں

خبیث انسان انسانوں میں شیطانوں کے سالے تھے
مُسلمانوں کے دشمن ہی مُسلماں بن کے آئے تھے

یہ افرادِ منافق تھے نبیؐ کی فوج میں شامل
"تہی دستانِ قسمت راچہ سُود از رہبرِ کامل"

مدینے ہی سے نکلے تھے منافق بھی مدینے کے
سفینے ہی میں بیٹھے تھے مخالف بھی سفینے کے

یہ اسلامی جماعت میں ہُوئے تھے اِس لئے شامل
کہ اس پردے میں تخریبِ جماعت پر ہیں عامل

یہ شامل بھی جماعت میں یہ خارج بھی جماعت سے
شفاعت کے قریں بھی دُور بھی لیکن شفاعت سے

اِنہیں دعوائے ایماں تھا مگر ایماں نہ لائے تھے
یہ زحمت کوش بن کر دامنِ رحمت میں آئے تھے

ؓ منافقینِ اُحد کا حال شاہنامۂ اسلام جلد دوم میں نظم کیا جا چکا ہے۔ یہاں ان کی قسموں کے نمونوں کے ساتھ جس طرح ان کا ہونا اس کا بیان ضروری ہے۔ تاکہ نہ صرف اُحد کے واقعات ہمیں آسکیں۔ بلکہ آج بھی ملتِ اسلامیہ میں منافق شامل ہیں ان کی تعریف کا ردائیاں روشنی میں آجائیں۔ (مصنف)

مسلمانوں میں یہ اسلام کا اقرار کرتے تھے
اِدھر کہتے تھے ہم اللہ کے آگے سر جھکاتے ہیں
خدا و خلق دونوں سے دغا مطلوب تھی ان کو
جہانِ زیست میں ان کے لئے کوئی نہ تھا اپنا
نہ رغبت دین سے اِن کو نہ ذوق اسلام سے ان کو
یہ بزدل تھے مسلمانوں سے لڑنے کا نہ تھا یارا
تھیں[۴] اس بیوپار میں بھی کچھ اُمیدیں نفع ذاتی کی
یہ اس دنیائے دُوں میں اپنی دُنیا کی طرح دُوں تھے

مگر کفّار سے ملتے ہی صاف انکار کرتے تھے
وہاں ہنستے تھے ہم ان بیوقوفوں کو بناتے ہیں[۱]
کمالاتِ بشر سے بس ریا مرغوب تھی[۲] ان کو
یہ ہر سودے کے اندر دیکھتے تھے فائدہ اپنا
غرض اپنی غرض سے کام اپنے کام سے ان کو
مسلماں ہو گئے دیکھا نہ جب اس کے سوا چارا[۳]
یہ دولت جمع کرتے پھر رہے تھے بے ثباتی کی
خدا کا نام لیتے تھے، نبیؐ کے تشنہ خوں تھے

---

[۱] وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝ (پ ۱ البقرۃ ع ۱۲ ۝)

یہ لوگ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے ہیں اور جب اپنے شیطانوں میں جاتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں اور ہم تو ان کی ہنسی اڑاتے ہیں۔

[۲] يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ (البقرۃ ۲ ع ۹)

خدا کو اور مومنوں کو چکما دیتے ہیں

[۳] مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۭ لَآ اِلٰٓى هٰٓؤُلَاۗءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ ۭ (پ ۵ النساء ع ۲۱ ۝)

اِدھر ہیں لٹک رہے ہیں۔ نہ ان کی طرف نہ ان کی طرف۔

[۴] اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۠ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝ (پ ۱ البقرۃ ع ۲ ۝)

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت چھوڑ کر گمراہی کا سودا کیا۔ تو نہ اُن کی تجارت ہی نے کوئی نفع دیا نہ وہ ہدایت یاب ہوئے۔

marfat.com

خُدا و خلق کو دھوکے میں رکھنا ان کی نیت تھی — اگر کچھ تھی، تو ان میں بس یہی اِک قابلیت تھی
ہُوا تھا تفرقہ انگیزیوں پر اتحادِ ان کا — چھپا تھا پردۂ اصلاح کے اندر فسادِ ان کا[1]

منافقوں کا سردار

یہ پُورے تین سَو بُزدل مُسلّح اپنے کینے سے — مسلمانوں میں شامل ہو کے نکلے تھے مدینے سے
چلن سے ان کے ثابت تھا کہ دل بیمار تھا ان کا — منافق تھے یہ سب ابنِ اُبَی سردار تھا ان کا
بظاہر نصرتِ اسلام پر تھی اِن کی تیاری — مگر وقت آگیا تھا کھل رہی تھی آج غداری
لباس ان کے بہت اُجلے تھے لیکن قلب کالے تھے — مگر اب ایک ساعت میں یہ پردے اُٹھنے والے تھے
نہ چمکے نُورِ ایماں سے عجب تاریک سینے تھے — بظاہر تھے بڑے اشراف باطن میں کمینے تھے

نمُود و نام والے ——— قریشِ مکہ[2]

نمود و نام کے انساں قریشی حملہ آور تھے — یہ قومی آن رکھتے تھے، بہادر تھے دلاور تھے

---

[1] وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ (پ البقرۃ ع ۱۱) — کہتے ہیں، ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں، حالانکہ یہ فساد کرنے والے ہیں۔

[2] خاندانِ قریش تمام عرب میں بہت معزز سمجھا جاتا تھا جس کی وجہ کعبہ کی تولیت تھی۔ اس سبب سے وہ ہمسایگانِ خدا یعنی خاندانِ الٰہی کہلاتے تھے۔ اس لئے کہ وہ کعبہ کے مجاور اور کلید بردار تھے لیکن ان کے غرور نے انکو مسخ کر دیا تھا اور

نسب پر فخر تھا، رنگ اور خوں پر ناز تھا اِن کو
رسومِ بد پر، افعالِ زبوں پر ناز تھا اِن کو

اگرچہ شرم کو شرمانے والے طور تھے ان کے
مگر اَخلاق کے معیار ہی کچھ اَور تھے ان کے

انہیں اعمالناموں پر نسب نامے مُقدّم تھے
کہ یہ پیدائشی اشراف مورُوثی مکرّم تھے

نسب کے سامنے اعمال کی پروانہ کرتے تھے
یہ مستِ حال استقبال کی پروانہ کرتے تھے

یہ انسانی بلندی اپنی پستی کو سمجھتے تھے
کمالِ حق پرستی بُت پرستی کو سمجھتے تھے

یہ دوشیزاؤں کی عصمت دری پر فخر کرتے تھے
یہ قتل و رہزنی غارت گری پر فخر کرتے تھے

کوئی شَے تھی نہ ان کی رائے میں پاکی و ناپاکی
فواحش ان کا مذہب تھا، شجاعت ان کی سفّاکی

جہالت کی کسوٹی پر کسے تھے زِشت و خوب ان کے
سراسر تھے ثواب ان کی نگاہوں میں عیوب ان کے

تھا یکسر باطل و مجموعۂ اَوہام دین ان کا
مگر اس دین پر تھا کس قدر پکّا یقین ان کا

یہ بندے پُوجتے تھے اینٹ پتھر کے خداؤں کو
ستاروں کو درختوں کو اَلاؤں کو بلاؤں کو

رواج و رسم کی زنجیر میں جکڑے ہُوئے تھے یہ
رضاکارانہ[1] اس بیگار میں پکڑے ہُوئے تھے یہ

نمایاں اس پرستش میں بھی تھی شانِ نمُودان کی
کہ دیکھیں اور کریں تحسین نصاریٰ و یہُود ان کی

---

[1] اپنے فحش کارناموں کو مشتہر کرنے میں زبان کی ساری طاقت خرچ کر دیتے تھے۔ بت پرستی نے دل و دماغ پر قابض ہو کر ان کو توہم پرست بنا دیا تھا۔ فطرت کی ہر ایک شَے پتھر، درخت، چاند، ستارے، پہاڑ، دریا وغیرہ کو اپنا معبود سمجھنے لگے۔ رواج و رسم پر مرتے تھے۔ رئیسانِ شرافت دیدہ دلیری سے اپنی بیٹیوں کو زمین میں زندہ گاڑ دیتے تھے (رحمۃ للعلمین)

marfat.com

نمود و نام کے عاشق، رسومِ بد کے دلدادہ — یہ اس باطل پرستی پر تھے کٹ مرنے پر آمادہ
یہ رسوائی کے ڈر سے دختروں کو قتل کرتے تھے — شماتت کا تھا ان کو خوفِ اللہ سے ڈرتے تھے

اِسلام کی مخالفت کا سبب

اسی باطل پرستی کے خلاف اِسلام آیا تھا — فلاحِ دو جہاں کا راستہ جس نے دکھایا تھا
مگر اسلام لانے سے نمود و نام جاتے تھے — نمائش اور فخر و ناز کے سب کام جاتے تھے
نسب ناموں کے طولانی دفاتر چاک ہوتے تھے — نشانِ ننگ و خوں مٹتے تھے دامن پاک ہوتے تھے
بھلا وحشت نہ ہوتی کس طرح اسلام سے ان کو — کہ ملتی تھی رہائی کیسوئے اصنام سے ان کو
یہ معبودانِ سنگ و خشت سے منہ موڑتے کیونکر — بہت نازک تھے دل ان کے بتوں کو توڑتے کیونکر

۱؎ آنحضرتؐ ایک طرف بُت پرستی کی برائی کرتے تھے اور دوسری طرف بداخلاقیوں اور افعالِ ذمیمہ اور فواحش سے بھی اظہار فرماتے تھے اور منع کرتے تھے۔ اس سے قریش کی شان میں فرق آتا تھا اور ان کی خلد سے اقتدار کی شاہی متزلزل ہوتی تھی۔ (سیرت النبی)

۲؎ مخالفتِ اسلام کا سب سے بڑا سبب جس کا اثر قریش بلکہ سارے عرب پر کیساں پڑتا تھا یہ تھا کہ جو دیوتا بہت سے حاجت روائے خاص و عام بنے ہوئے تھے جن کے آگے وہ ہر روز چڑھاوے چڑھاتے تھے اسلام ان کا نام و نشان مٹاتا تھا اور ان کے بارے میں کہتا تھا۔ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ (سیرت النبی)
تم اور جن چیزوں کو تم پوجتے ہو سب دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ (سیرت النبی)

خدا ہے اور واحد ہے سمجھ میں آ نہ سکتا تھا
کسی کی یہ نہ سُنتے تھے کوئی سمجھا نہ سکتا تھا[1]

یہ اپنی ذات کو اشراف بھی تسلیم کرتے تھے
مگر گرگ و سگ و خنزیر کی تعظیم کرتے تھے

گوارا تھا بروئے دام و دد سجدے میں جھک جانا
رہِ حق میں قدم بھولے سے اُٹھ جائے تو رُک جانا

حصُولِ دینِ حق میں ان کو کھو جانے کا خطرہ تھا
جہاں میں اَشرَفُ المخلوق ہو جانے کا خطرہ تھا

گراں تھی سادگی اس قوم کی شانِ امارت پر
امارت ہی نے اُکسایا تھا ان کو قتل و غارت[2] پر

نمائندے تھے یہ سارے عرب کی اکثریت کے
علمبردار تھے دنیا میں دورِ جاہلیت کے

بظاہر غرور بے جا بھی نہ تھا

بظاہر کوئی بے جا بھی نہ تھا فخر و غرور ان کا
عرب میں شہرۂ جنگ آوری تھا دُور دُوران کا

---

[1] خدا کی ہستی کا اقرار اور جزا و سزا کا تصوّر، نیک و بد اعمال پر نیک و بد نتائج کا مرتّب ہونا ان کے نزدیک مسخر تھا اور دہریے بھی عرب میں تھے۔ تین خداؤں کو ماننے والے بھی خُدا اور انسان میں کُشتی کرانے والے بھی، حیات و موت کو اتفاق اور وقت سے موسوم کرنے والے اور تین سو ساٹھ خداؤں کو ماننے والے بھی۔ (رحمۃ للعلمین)

[2] اسلام کا اصل فرض اس طلسم کو برباد کرنا تھا۔ لیکن اسکے ساتھ قریش کی عظمت و اقتدار اور عالمگیر اثر کا بھی خاتمہ تھا۔ اس لئے قریش نے شدت سے مخالفت کی اور ان میں جن لوگوں کو جس قدر نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا اسی قدر زیادہ سرگرم تھے (سیرت النبی) آج ہمارے زمانے میں عظمت و اقتدار والے یہ نہیں چاہتے کہ اصلی معنوں میں اسلامی حکومت قائم ہو۔ کیونکہ ایسا ہو جائے تو ان کا ذاتی اور طبقاتی اقتدار مٹ جاتا ہے۔ (مصنّف)

marfat.com

عرب کے ہر قبیلے نے سیادت ان کی مانی تھی
کہ بیت اللہ پر ان کی نیابت[1] خاندانی تھی

زمیں پر دُور تک جھنڈے گڑے تھے ان کی جرأت کے
مقابل میں نہ تھا کوئی قبیلہ ان کی طاقت کے

بوقتِ جنگ یہ انساں نہیں خونخوار چیتے تھے
سرِ میدان اپنے دشمنوں کا خُون پیتے تھے

یہ ہیبت ناک تھے سفّاک تھے جنگ آزمُودہ تھے
ہزاراں بار سختی دیدہ و سنگ آزمُودہ تھے

یہ جمعیت جدھر بھی اپنے بیداد اُٹھتی تھی
فضا میں چار سُو فریاد ہی فریاد اٹھتی تھی

دھواں اُٹھتا تھا چلتے تھے یہ جن آباد راہوں سے
فلک رُوپوش ہو جاتا تھا انسانی نگاہوں سے

قوی بازو بھی تھے تعداد بھی ان کی زیادہ تھی
اثر والے بھی تھے امداد بھی ان کی زیادہ تھی

برائے جنگ یہ گھر سے قدم جس دم اُٹھاتے تھے
دھڑک جاتا تھا دل دھرتی کا دشمن سہم جاتے تھے

بدر کی شکست گویا شیر کو زخم

نگاہیں ان کی خوف انگیز نظاروں کی عادی تھیں
پرانے تجربوں نے ہمتیں ان کی بڑھا دی تھیں

کسی نے پیٹھ دیکھی ہی نہ تھی میدان میں ان کی
شکستِ بدر سے فرق آگیا تھا شان میں ان کی

---

[1] قریش کا ناز و غرور بہت بڑھ گیا تھا۔ سارے عرب بلکہ روم و شام اور ایران تک ان کی سنی جاتی تھی عرب کے بادشاہوں کے قافلوں اور مال کو لوٹ لیا جاتا تھا۔ مگر قریش مستثنیٰ تھے۔ روم و ایران میں ان کے لیے کوئی محصول نہ تھا اور قبائل ان کے احترام میں تھے۔ (رشاد الحکمۃ)

[2] ان کو دیکھ کر خیال آتا تھا کہ دنیا کیا کہے گی۔ (رشاد الحکمۃ)

غضب تھا، غیظ تھا، غصہ تھا ان کو اس ہزیمت پر
پڑی تھی ضرب کاری قومیت کی قدر و قیمت پر

اُٹھا لایا تھا پھر میداں میں جوشِ انتقام ان کو
بغیرِ انتقامِ بدر جینا تھا حرام اِن کو

اُٹھے تھے دہر سے اِسلام کی ہستی مٹانے کو
ہدایت کا چراغِ نُور پھونکوں سے بجھانے کو

یہ تیاری یہ لشکر اور یہ سامانِ جنگ ان کا
یہاں تک بڑھ کے آنا چڑھ کے آنا بے درنگ ان کا

یہ کیا تھا، اک یقیں تھا ساز و ساماں اور کثرت پر
نمُود و نام پر رنگ اور خوں پر شان و شوکت پر

اِن کے ارادے

ہزیمت کو نشانِ حق نہیں گردانتے تھے یہ
کہ اِن باتوں کو اَمرِ اتفاقی جانتے تھے یہ

یہ وحدت کے مقابل اکثریت لے کے آئے تھے
کچل دینے مٹا دینے کی نیت لے کے آئے تھے

اُحُد کی جنگ کیا تھی، انتقامِ وحشیانہ تھی
رعُونت کے سمندِ ناز پر اِک تازیانہ تھی

یہ آئے تھے خُدا والوں کا استیصال کرنے کو
جو سر سجدوں میں جُھکتے ہیں انہیں پامال کرنے کو

وہ جس[1] نے اَنتُمُ الاَعلَونَ کا مژدہ سُنایا تھا
اُسے خاموش کرنے کو انہیں شیطان لایا تھا

یہ آئے تھے مُسلمانوں کے قتلِ عام کی خاطر
یہ سب کُچھ کس کی خاطر تھا، نمود و نام کی خاطر

---

[1] لَا تَہِنُوا وَلَا تَحزَنُوا وَاَنتُمُ الاَعلَونَ اِن کُنتُم مُؤمِنِینَ ○ (پ ۴ آل عمران ع ۱۴ ○ ۱۳۹)
ڈرو نہیں، غمگین نہ ہو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایماندار ہو

marfat.com

باب سوم

تینوں جماعتیں اپنے اپنے رنگ میں

قریش

سرِ میداں نمایاں ہو رہا تھا حال تینوں کا
نمود و نام والوں کا، شریفوں کا، کمینوں کا

قریش اپنے نمود و نام کا ڈنکا بجاتے تھے
جواتوں اور سلمانوں کو میداں میں بجاتے تھے

جتاتے تھے کہ ہم بھی ہیں، ہمیں بھی ماننا ہوگا
زمانے بھر کے انسانوں سے افضل جاننا ہوگا

ہم اپنی برتری منوائیں گے شمشیر کے دم سے
اگر ہم کو نہیں تم مانتے، آؤ لڑو ہم سے

مُسلمان

شریف انساں، مساواتِ بنی آدم کے حامی تھے
اخوت کے مبلغ تھے محبت کے پیامی تھے

ہر اک انسان کے جینے کا حق منوانے آئے تھے
ورق تاریخِ استبداد کا اُلٹانے آئے تھے

انہیں لایا تھا اس میدان میں جذبہ بھلائی کا ضعیفوں کی مدد کا اور غلاموں کی رہائی کا

منافق

خیموں پر مگر اک گومگو کا رنگ طاری تھا بندھی تھیں گھگیاں روحوں پہ خوفِ جنگ طاری تھا

یہ نکلے تھے فقط مالِ غنیمت کی امیدوں میں تھا منظور ان کو نام لکھوانا شہیدوں میں

نظارا موت کا دیکھا تو جانیں ان کی تھرائیں پسینے چھوٹ پڑے چہروں کے اوپر زردیاں چھائیں

جماعتوں سے بالا، خدا کا رسولؐ

مگر اللہ کا مرسل، مگر اسلام کا ہادیؐ وہ جس کی ذات پر موقوف تھی بندوں کی آزادی

اٹھا تھا ساری دنیا کے مصائب دور کرنے کو جفا کا آئنہ سنگِ وفا سے چور کرنے کو

وہ حملہ آوروں کی شوکت و حشمت سے واقف تھا قریشی قوم کی بیباکی و جرأت سے واقف تھا

وہ اپنے ساتھ سرمایہ نہ طاقت لے کے آیا تھا صداقت کا مبلغ تھا صداقت لے کے آیا تھا

اُس کے ساتھی

ہزار افراد اس کے ساتھ نکلے تھے مدینے سے انہی میں تین سو افراد تھے لبریز کینے سے

وہ ان کی نیتوں ان کے ارادوں سے بھی واقف تھا وہ ان فتنوں کے آئندہ فسادوں سے بھی واقف تھا

marfat.com

مگر جب تک زبانیں ان کی تھیں اللہ کی اقراری — شریعت ان سے کر سکتی نہ تھی اظہارِ بیزاری[1]
رسالتؐ نے ہمیشہ رحم کھایا حال پر اُن کے — کیا شاہد فقط اعمال کو اقوال پر ان کے

کانٹوں سے پھول

اِنہی کانٹوں میں اُمّید گلِ توحید تھی اُس کو — کہ اِن کی نسل سے اِسلام کی اُمّید تھی اِس کو
زمینِ شور سے پیدا کئے تھے پھول بھی اُس نے — مرتّب کی تھی اِک جمعیّتِ معقول بھی اُس نے
یہ جمعیّت بظاہر مشتمل تھی چند جانوں پر — اِسی کی پیروی لیکن مقدّر تھی زمانوں پر
یہی جمعیّتِ معقول یعنی سات سَو انساں — خُداوندِ مصطفٰےؐ پر آج ہونے آئے تھے قرباں
اِنہی پر اشرفُ المخلوق کا اطلاق ہونا تھا — اِنہی کو تا قیامت شہرۂ آفاق ہونا تھا
سِکھا کر دردمندی اور شرافت کے اصُول اِن کو — سرِ راہِ شہادت لے کے آیا تھا رسُولؐ اِن کو

---

[1] رسول اللہ صلعم سے اکثر کہا گیا کہ منافقین کو سزا دیجئے۔ ہمیشہ فرمایا، کیا وہ زبانِ (ظاہر) سے اللہ کا انکار کرتے ہیں! (دیکھو طبری و طبقات)

[2] ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ابن اُبَیّ منافق کی حرکتوں سے غصّہ میں بے تاب ہو گئے اور عرض کی کہ کسی کو ارشاد ہو اس منافق کی گردن اڑا دے۔ آنحضرت نے فرمایا کیا تم یہ چرچا پسند کرتے ہو کہ محمدؐ اپنے ساتھ والوں کو قتل کر دیا کرتے ہیں (سیرت النبی)

کفّارِ مکّہ اور مُسلمان آمنے سامنے

اُدھر نازاں تھے کثرت پر نمُود و نام والے بھی
اِدھر راضی رضائے حق پہ تھے اسلام والے بھی

نمُود و شان و شوکت شور و غوغا اکثریت کا
اقلیّت کی خاموشی تقاضا حُسنِ نیّت کا

منافقین کا جماعت سے کترا جانا

کھڑے تھے اب منافق اس طرح اِسلام سے ہٹ کر
سمٹ جاتا ہے جیسے ابر رُوئے صُبح سے چھٹ کر

شہادت کے لئے غازی ہُوئے جس وقت آمادہ
صفیں ہونے لگیں میداں میں بہرِ جنگ استادہ

برائے حفظِ دیں تسلیمِ جاں کا وقت آپہنچا
میانِ دوست دشمن امتحاں کا وقت آپہنچا

ہُوئے بہرِ جہادِ اسلام کے غازی جو صف بستہ
تو ـــــ انبوہِ منافق نے مدینے کا لیا رستہ

نعرۂ منافقانہ

کیا ابنِ اُبَی نے جب ارادہ بھاگ چلنے کا
نکالا ڈھونڈ کر اُس نے بہانہ بچ نکلنے کا

پکارا "مشورہ میرا محمدؐ نے نہیں مانا
مُجھے کچھ بھی نہیں سمجھا مجھے کچھ بھی نہیں جانا"[1]

---

[1] دیکھو صفحہ ۶۹

marfat.com

دیا تھا مشورہ مَیں نے مدینے ہی میں رہنے کا
محمدؐ نے کوئی عزت نہیں کی میری رائے کی
میری رائے نہ مانی، رائے مانی چند لڑکوں کی
وہ لڑکے جن پہ عائد ہی نہیں فرضِ جہاد اب تک
محمدؐ اُن کے کہنے پر نکل آئے مدینے سے
نظر آتا ہے بھاری مجھ کو قریشی فوج کا پلّہ
نظر آتی ہے نسبت مجھ کو پریت اور رائی کی
جو دانا ہیں وہ بچّوں کی طرح ضد پر نہیں اڑتے
پیامِ موت ہے، جب چیونٹی کے پر نکلتے ہیں

وہاں کوئی بھی اندیشہ نہیں تھا خون بہنے کا
سہوں مَیں پیڑ اپنی جان پر اب کیوں پرائے کی
ہلاکت اب ہماری ہوگئی پابند لڑکوں کی
ہیں کھانے کھیلنے کی چند باتیں جن کو یاد اب تک
یہ ملّت ہو چکی ہے واقعی اب سیر جینے سے
مسلماں سہہ نہیں سکتے بظاہر ایک بھی بلّہ
بھلا دیکھو تو، یہ بھی کوئی صورت ہے لڑائی کی
ہمیں رکھئے معاف، ایسی لڑائی ہم نہیں لڑتے
وہ مر جائیں جو مرنا چاہتے ہیں، ہم تو چلتے ہیں!

فوجِ اسلام کا تاثر

نمایاں کر کے انسانی کمی کو، اور کینے کو
منافق منہ پھلا کر ہو لیا سیدھا مدینے کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۰) فیس بند ہونے لگیں تو ابن اُبَی نے گھر کا راستہ لیا۔ پکار کر کہا محمدؐ نے میری رائے نہیں مانی۔ ابن اُبَی کی رائے پر میدان میں نکلے ہیں جن پر جہاد بھی واجب نہیں۔ یہ کہہ کر مشرکوں کی طرح آگے ہی آگے ہو لیا۔ (طبری)

لہ ابن ابی نے کہا ہم تو کی نصرت کرتے ہیں جو مدینے کے اندر رہ کر۔ یہاں لڑائی تو کوئی بھی نہیں ہے جس کی ہے۔ پھر جب لڑائی ہی نہیں تو نصرت کیسی۔ (ارشاد الفکہ)

وہ بُزدل بے وفا غدّار جو ساتھ آئے تھے اُس کے
صفِ لشکر سے گھنگٹ کھا کے اُس کے ساتھ ہی کھسکے

فلک حیران تھا اہلِ زمیں کی کج ادائی سے
ہزار افراد میں سے تین سَو کی بے وفائی سے[1]

صداقت کی گواہی جس گھڑی شمشیر نے چاہی
کنارا کر گئے ابنِ اُبَیّ اور اُس کے ہمراہی

یہ نقشہ دیکھ کر محوِ تحیّر رہ گئے غازی
کہ غیرت کے منافی تھی بشر کی یہ دغا بازی

اُحد میں فوجِ مُسلم پر یہ پہلی ضربِ کاری تھی
بقیہ حبش پر اس وقت اک عبرت سی طاری تھی

ابھی ساعت نہیں آئی تھی خنجر آزمائی کی
کہ پُورے تین سَو افراد نے یُوں بے وفائی کی

---

[1] جب عبداللہ بن اُبَیّ اور اس کے ساتھی گھروں کو چل نکلے تو عمر بن حزام کے فرزند عبداللہؓ نے جو بنی سلمہ میں سے تھے ان کا پیچھا کیا اور یہ کہتے چلے کہ برادرانِ قوم مَیں تمہیں خدا یاد دلاتا ہُوں، اور وہ وعدہ جو رسُول اللہ سے کیا تھا۔ دیکھو اپنی قوم سے منہ نہ موڑو اور اللہ کی راہ میں جانبازی دکھاؤ، دشمنوں کو پیچھے ہٹاؤ۔ انہوں نے جواب دیا، یہاں ہمیں تو کوئی لڑائی بھڑائی نظر نہیں آتی، اگر لڑائی نظر آتی تو کاہے کو جاتے۔ آخر یہ مدینے میں جا گھسے۔ اور عبداللہ نے پکار کر کہا، عزیزو! خدا تمہیں اس کی سزا دے گا۔ اور انشاء اللہ اسلام کو تمہارے تعاون سے بے نیاز کر دے گا۔

(سیرۃ القرآن علامہ رشید رضا مصری)

marfat.com

باب چہارم

اُحُد میں لشکروں کی ترتیب

صفوفِ اسلامی

خُدا کی فوج میں اب سات سَو افراد باقی تھے
بروئے لشکرِ شیطاں یہ آدم زاد باقی تھے

نہ کثرت تھی نہ سامانِ وغا موجُود تھا اِن میں
مگر یہ مُطمئن تھے مُصطفٰے موجُود تھا اِن میں

ہزار افراد میں سے اِک تہائی کا نکل جانا
بہت ممکن تھا اس سے پاؤں اکثر کا پھسل جانا

کوئی پروا نہ کی اس کی مگر اللہ کے بندوں نے
نظر حق و صداقت پر ہی رکھی حق پسندوں نے

مقابل مشرکوں کے تھا ہی کیا اِسلام کا لشکر
اب اس سے دو تہائی رہ گیا اسلام کا لشکر

اِسی سے کام لینا تھا مگر محبوبِ داور کو
دیا ترتیب آنحضرتؐ نے اس چھوٹے سے لشکر کو

تیراندازوں کا تعیّن اور تاکیدِ استقامت[1]

پچاس افراد تیرانداز اِک ٹیلے پہ ٹھہرائے
قسم ان کو دلائی اور یہ الفاظ فرمائے

کہ یہ گھاٹی بہت ہی سخت ہے اللہ کے بندو
مثالِ کوہ ڈٹ جاؤ یہاں اے کوہ مانندو

مبادا اس طرف سے فوجِ دشمن حملہ آور ہو
تمہاری استقامت کا خدائے پاک یاور ہو

مری آنکھیں لگی ہیں دشمنوں کے اُن سواروں پر
کہ غفلت دیکھ لیں تو آپڑیں غفلت شعاروں پر

تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ تم قائم یہیں رہنا
بہم اِک دُوسرے کے متّصِل رہنا قریں رہنا

مُسلماں جنگ میں مغلوب ہوں یا غالب آ جائیں
بھگا دیں دشمنوں کو یا ہزیمت خوردہی کھا جائیں

ہماری[2] فوج نے میدان جیتا ہو کہ ہارا ہو
ظفر پیشِ نظر ہو یا خلاف اس کے نظارا ہو

---

[1] یہاں عُیَینہ کی پہاڑی تھی جو لشکر کے بائیں جانب تھی۔ اور جس کے ساتھ ہی ایک چھوٹی سی گھاٹی میں دشمن تھے۔ اندیشہ تھا کہ دشمن ناگہان پیچھے سے نکل کر حملہ نہ کر دیں۔ آپ نے پچاس تیراندازوں کو یہاں مقرر فرمایا اور تاکید کی کہ یہاں جمے رہنا۔
(خاتم المرسلین)

[2] آپ نے فرمایا مسلمان کامران ہوں یا ناکام، مگر تم اس گھاٹی سے نہ ہٹنا۔ آپ کے الفاظ یہ بھی تھے۔ اگرچہ تم دیکھو کہ پرندے لشکرِ اسلام کو اچک کر لئے جا رہے ہیں جب بھی تم یہاں سے نہ ہٹنا۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ مشرک تم پر پلٹ پڑیں۔
(تفسیر القرآن رشید رضا مصری)

marfat.com

منا ہی ہے تمہیں اِس مرحلے کو چھوڑ دینے کی ۔۔۔ مذکرنا جرأت اِس عہد وفا کو توڑ دینے کی

دراندازوں کا خطرہ ہے یہاں دربان بن جاؤ ۔۔۔ رہو پُشتے پہ قائم اور پُشتیبان بن جاؤ

سوارانِ قریش اِس راہ سے ہم پر اگر آئیں ۔۔۔ تو سب مردانِ تیرانداز اُن پر تیر برسائیں

بہادر حملہ آور لڑنے مرنے سے نہیں ڈرتے ۔۔۔ مگر یہ ہوار تیروں کے مقابل رُخ نہیں کرتے[1]

شکست و فتح کی اچھی بُری کوئی بھی صورت ہو ۔۔۔ تمہاری رائے میں ہم کو مدد کی بھی ضرورت ہو

جمے رہنا اِسی ٹیلے پر ہر دم باخبر رہنا ۔۔۔ کوئی صورت ہو مضبوطی سے اپنے حال پر رہنا

ہے تم پر فرض نگرانی عقب سے آنے والوں کی ۔۔۔ رکھو تحدید اپنے نفس کی اپنے خیالوں کی

ہدایت کو جو مانے بس وہی سچا مجاہد ہے ۔۔۔ یہ تم پر عہد ہے جس کا خدائے پاک شاہد ہے[2]

تیراندازوں پر عبداللہ بن جبیرؓ کا تقریر

غرض مردانِ تیرانداز پُشتے پر ہوئے قائم ۔۔۔ نظر میں تاکہ رکھیں وہ محمدؐ کی ہر جنبش کو دائم

کیے بہرِ نصیحت اور بھی کلماتِ خیر ان پر ۔۔۔ معین کر دیئے افسر یہاں ابن جبیرؓ ان پر

---

[1] آپ نے فرمایا اگر سوارانِ قریش لشکر کی پشت سے حملہ آور ہونا چاہیں تو ان کو چوڑے بھال کے تیروں سے مار بھگانا تیروں کا رُخ نہیں کرتے (ابن اثیر)

[2] فرمایا میں تم پر خدا کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے تم کو اس ٹیلے پر قائم رہنے کی تبلیغ کی۔ (رشاد الحکیم)

بقیّہ فَوج کی تقسیم

بقیّہ فوج کو ہادیؐ نے یُوں تقسیم فرمایا
سلیقہ ربط و ضبطِ جنگ کا تفہیم فرمایا

جمایا سعدؓ کو اور بو عبیدہؓ کو مقدّم پر
جوانمردانِ ساقہ پر کیا مقدادؓ کو افسر[1]

عکاشہؓ کو یمینی فوج پر مامور فرمایا
ابو سلمہؓ کی سرداری میں بازوئے یسار آیا

زبیرؓ و حمزہؓ و حیدرؓ کو قلبِ فوج پر رکھّا
ستارا ہر مجاہد کا اُٹھا کر اَوج پر رکھّا

علمبردارِ اسلام[2]

ہُوا ارشاد مصعبؓ بن عمیرؓ آگے بڑھو آؤ
تم اِس فوجِ مجاہد کے علمبردار بن جاؤ

ہُوا فرطِ خوشی سے رنگِ رخ گلنار مصعبؓ کا
کہ یہ پاسِ وفا اللہ رے نادار مصعبؓ کا

جھکے، بوسہ دیا، سرکار کے دستِ مبارک پر
مثالِ کوہ میداں میں ہُوئے قائم عَلَم لے کر

یہ جھنڈا صُلح کا پیغام تھا دُنیائے ہستی میں
نشانِ حق پرستی تھا جہانِ خود پرستی میں

---

[1] آپ نے ابو عبیدہ بن الجراحؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ کو مقدمہ پر اور مقدادؓ کو ساقہ پر مقرر کیا۔ حضرت عکاشہ بن محصن اسدیؓ کو میمنہ پر اور ابو سلمہ بن عبد الاسد کو میسرہ پر، حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ اور زبیرؓ کو قلب میں مقرر فرمایا۔ (طبری)

[2] آپ نے مصعب بن عمیرؓ کو اُحد میں بھی علمبردار بنایا۔ (طبری)

marfat.com

میدانِ اُحد میں اِرشاداتِ عالیؐ

مُرتّب کرلیا جب لشکرِ اسلام ہادی نے
سُنایا اس طرح اللہ کا پیغام ہادیؐ نے

کہا جب تک نہ دشمن خود کرے اقدام لڑنے کا
ہماری سمت سے آئے نہ ہرگز نام لڑنے کا

بگوشِ ہوش سُن لو یہ نصیحت اے مُسلمانو!
کہ مخلوقات کا حق اپنے حق سے بھی مقدم جانو!

بہر صُورت اطاعت اور طاعت ذاتِ باری کی
علامت ہے خلوص و صِدق کی پرہیزگاری کی

نصیحت ہے یہی وقتِ جہاد ایمان والوں کو
ہے یاد آیتِ حق العباد ایمان والوں کو

ذخیرہ خَیر کا ہے یا مقام اَجر و جزا کا ہے
یہ سب کس کے لئے، اُس کے لئے ہے جو خُدا کا ہے

جہاد اُس کے لئے ہے جو خُدا کی چاہ رکھتا ہے
فساد اُس کے لئے جو حُبِّ مال و جاہ رکھتا ہے

جسے ذوقِ یقیں اللہ پر ہے اور قیامت پر
بوقتِ جنگ وہ قابض رہے گا استقامت پر

جو اپنے فرض کو سمجھے جو اپنا فرض ادا کر دے
جو اپنی جان خالق کی محبت میں فدا کر دے

متاعِ رُشد و رافت جس کو مالک سے ہو ارزانی
مقدر میں اُسی کے ہے شہادت اور قربانی

؎ آپ نے میدانِ اُحد میں جنگ سے پہلے خطبہ ارشاد فرمایا اور تاکید فرمائی کہ پہل نہ کی جائے۔ نیز مسلمانوں کو راستی اور راست شعاری اور دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنے اور اکلِ حلال کی تاکید کی اور فرمایا کہ جہاد کے معنی اعلاءِ حق ہے جان و مال کے ساتھ۔ (رشاد الحکمۃ)

شکست و فتح سے بے نیازی

خُدا کے حکم پر خلقِ خُدا کے واسطے مرنا
بہت آساں ہے کہنا، بہت دُشوار ہے کرنا

جو حق کو دوست رکھتا ہی خُدا ہے دوستدار اس کا
نظر ہے جس کی ناحق پر تو ہے شیطان یار اس کا

شکست و فتح کو تم چھوڑ دو اُس کی مشیت پر
نظر رکھو فقط حسنِ عمل پر حسنِ نیت پر

خُدا ہر آئنہ ہے نیتوں کا جاننے والا
ہمارے حال اور اعمال کو پہچاننے والا

شہادت ہی اصل اِسلام ہے

شہادت ہی جہادِ فی سبیل اللہ کی صُورت ہے
برائے فتح صبر و استقامت کی ضرورت ہے

مُسلماں کا حصولِ مال و زر کیا ہے شہادت ہے
مُسلماں کے لئے فتح و ظفر کیا ہے شہادت ہے

جہاد راہِ حق کیا ہے غزا کیا ہے شہادت ہے
ہماری زندگی کا مُدعا کیا ہے شہادت ہے

اِسی صُورت سے نصرت کی طلب کرتے ہُوئے نکلو
کہ ارشاداتِ باری کا ادب کرتے ہُوئے نکلو

marfat.com

طاعتِ پیمبر، راستبازی اور راستی

فقط خوشنودیٔ خالق اسی پر ہے مُسلمانو — کہ پیغمبر کرے جو حکم لازم اس کو گردانو
تمہارے نفس پر جو فرض عاید ہے بجالاؤ — نہ تم سختی سے گھبراؤ نہ اپنی حد سے بڑھ جاؤ
مَیں ہر آئینہ خواہاں ہُوں تمہاری راستبازی[1] کا — یہی دُنیا میں ہے سب سے بڑا انعام غازی کا

پہلوتہی، تفرقہ و نفاق کی مُمانعت

ادائے فرض سے پہلوتہی ناخیر و کوتاہی — ہیں اِن سب کے نتائج ضعفِ ایماں اور گمراہی
نفاق و اختلافِ باہمی ہے جُنبشِ باطن کا — یہ اُن کے کام ہیں اللہ پر ایماں نہیں جن کا
جماعت میں جو ڈالیں تفرقہ بہرِ زراندوزی — خُدا دیتا نہیں ایسوں کو ہرگز فتح و فیروزی

نہ ڈھونڈو اسرارِ راہِ خُدا میں جُز خُدا کوئی
خُدا کے قُرب کا رستہ نہیں اس کے سوا کوئی

---

[1] آپ نے فرمایا، مَیں ہر حالت میں تمہاری راستبازی کا خواہاں ہوں۔ (ابن اسحاق)

رسُول کی اطاعت نصرت کا وسیلہ ہے

وسیلہ نصرتِ حق کا پیمبرؐ کی اطاعت ہے
شفاعت اس کا حصّہ ہی جسے حق پر قناعت ہے

پیمبرؐ جس عمل کا حکم دے کرنے پہ جھک جاؤ
پیمبرؐ روک دے جس کام سے فی الفور رُک جاؤ

الگ تفریق سے رہ کر رہو ملّت سے وابستہ
کہ ہے فوز و فلاحِ دو جہاں کا ایک ہی رستہ

مَوت و حیات اور حلال و حرام

خیالِ مرگ سے بے فائدہ اِنسان ڈرتا ہے
بغیرِ اذنِ خالق کوئی جیتا ہے نہ مرتا ہے

بقدرِ یک نفس قبضے میں لا سکتا نہیں کوئی
بڑھا سکتا نہیں کوئی گھٹا سکتا نہیں کوئی

مقدر رِزق جس کا جس قدر ہے کھا نہ لے جب تک
خُدا کی نعمتوں سے اپنا حصّہ پا نہ لے جب تک

فرشتہ مَوت کا اُس پر مسلّط ہو نہیں سکتا
بغیرِ حکمِ حاکم جان شیریں کھو نہیں سکتا[1]

تمہیں اس باب میں ایمان کو مضبُوط رکھنا ہے
حصُولِ رزق میں پاکیزگی ملحُوظ رکھنا ہے

مُسلمانوں کے حصّے میں فقط اَکلِ حلال آئے
کمی بیشی کی صُورت ہو تو رازِق کا خیال آئے

---

[1] آپ نے فرمایا کوئی ذی جان اپنا پُورا رزق ایک ایک دانہ وصُول کئے بغیر نہیں مرسکتا۔ (طبری، طبقات ابنِ اسحٰق)

نہیں گنجائشِ مالِ حرام اسلام کے اندر — گوارا ہو نہیں سکتا یہ کام اسلام کے اندر
محارم سے کرو پرہیز اگر ایمان والے ہو — پیمبر تم میں ہے موجود تم قرآن والے ہو
گنہ آلود فکرِ رزق کی تم کو مناہی ہے — یہ تلقینِ پیمبرؐ ہے یہ ارشادِ الٰہی ہے
مقامِ جنگ ہو یا صلح کا ہنگام ہو کچھ ہو — حصولِ رزق میں تکلیف ہو آرام ہو کچھ ہو
طریقِ راستبازی چھوڑ دینا منع ہے تم کو — صفا کا شیشۂ دل توڑ دینا منع ہے تم کو
مسلمانو! یہ درسِ زندگی جب تک نہ بھولو گے — جہانِ کامرانی میں پھلو گے اور پھولو گے
صفوں کو انتہائی ربط سے آراستہ کر لو — دلوں کو نورِ جوش و ضبط سے پیراستہ کر لو
صفائے قلب سے میدان میں استادہ ہو جاؤ — جہادِ فی سبیل اللہ پر آمادہ ہو جاؤ
جو تیر انداز ہیں قائم رہیں مخدوش ٹیلے پر — نظر تا اختتامِ جنگ ہو دشمن کے حیلے پر
بصد اصرار کی جاتی ہے تاکیدِ اکیدان کو — کہ ٹیلے سے نہ ہٹنے دے کسی منظر کی میدان کو
خلافِ راہِ پیغمبرؐ قدم جو بھی اٹھائے گا[2] —
کوئی رستہ نہ دیکھے گا، کوئی منزل نہ پائے گا

---

[1] آپ نے فرمایا، مالِ حرام حاصل کرنے والا ہم میں سے نہیں ہے۔ (سیرت ابن اسحٰق)

[2] خلافِ پیمبر کسے رہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید (سعدیؒ)

فوجِ غنیم کی ترتیب

قریشی جُیوش کی تقسیم

اُدھر کفّارِ مکّہ نے سجایا فوج والوں کو
سنبھالا افسروں نے پیدلوں کو اور رسالوں کو

سپہ سالار ابُوسفیاں بصد فخر سپہ داری
سرِ میدان کرتا تھا نمودِ شانِ سالاری

دِکھائی افسرانِ فوج نے تنظیم لشکر کی
ہُوئی تھی رات ہی سے اِس طرح تقسیم لشکر کی

خالد کا رسالہ

رسالہ اِک یمیں پر جس کا خالد بن ولید افسر
مثالِ شیرِ غرّاں مُستعد ہر دم جھپٹنے پر

وہ خالد جس کو اِک دن خادمِ اسلام ہونا تھا
وہ جس کو فاتحِ ایران و روم و شام ہونا تھا

ابد تک نام جس کا رشکِ مہر و ماہ بننا تھا
جسے اسلام کے ہاتھوں میں سیفُ اللہ بننا تھا

مقدّر تھی قیادت جس کو افواجِ الٰہی کی
وہ خالد لے کے آیا تھا یہاں نیّت تباہی کی

سلہ حضرت خالد بن ولید رضؓ جو بعد میں اسلام لائے اور سیف اللہ مشہور ہوئے۔

marfat.com

عکرمہ بن ابوجہل کا رسالہ

اِسی صُورت رسالہ میرے پرچمی جمایا تھا
یہاں بُوجہل کے فرزند کو افسر[1] بنایا تھا

دماغِ عکرمہ ابنِ ابُوجہل آج کیا ملتا
کہ اِس کو اب نظر آتا تھا بدلہ باپ کا ملتا

خبر کیا تھی کہ اِک دن مائلِ اسلام ہونا ہے
خُدا کے غازیوں میں عکرمہ کا نام ہونا ہے

نہیں تھی تاب ابھی نُورِ جہاں تابِ محمدؐ کی
قسم کھا کر چلا تھا قتلِ اصحابِ محمدؐ کی

سواروں کا پرا لے کر کھڑا تھا تاک میں یہ بھی
بڑا فتنہ تھا اعدائے رسُولِ پاک میں یہ بھی

ابُوسفیان اور کفّار کے علمبرداروں میں جھڑپ

تھی شہرہ آلِ عبدالدّار کی شانِ شجاعت کا
نشاں بردار ٹھہرایا گیا اِن کو جماعت[2] کا

قریشِ مکہ جب بھی تاخت پر تیّار ہوتے تھے
تو عبدُالدّار والے ہی علمبردار ہوتے تھے

اِنہی میں اک بہادر پہلوان کا نام تھا طلحہ
عدُوئے دینِ حق تھا دشمنِ اسلام تھا طلحہ

---

[1] عکرمہ بن ابی جہل جو اسلام کا شدید ترین دشمن تھا، فتح مکہ کے بعد عفوِ عام کی صورت میں تحت آخر مسلمان ہو گیا اور اسلام کے معرکوں میں اسلام کے لیے جنگ کی۔ (طبری اور ابن اسحٰق)

[2] قبیلہ عبدالدار کو قریش کی علمبرداری کا منصب حاصل تھا۔ (طبری)

ابُوسفیاں نے بلوایا اُسے اور ہنس کے فرمایا
کہ اے طلحہ تمہارے امتحاں کا وقت بھی آیا

ہم آئے ہیں یہاں پر انتقامِ بدر لینے کو
تسلط میں نبوّت کا مقامِ صدر لینے کو

عَلَم پر بر سرِ میداں اگر کوئی وبال آیا
سمجھ لینا قریشی شان و شوکت کا زوال آیا

عَلَم ہو سرنگوں تو کوئی لشکر تھم نہیں سکتا
بہادر سے بہادر کا قدم بھی جم نہیں سکتا

تجھے اے طلحہ اس لشکر کی عزّت آج رکھنا ہے
ہماری اور اپنے خاندان کی لاج رکھنا ہے

ذرا دل تھام کر قرشی عَلَم کو تھامنا طلحہ
کہ ہوتا ہے لڑائی میں قضا کا سامنا طلحہ

علمبرداری ہی کے دم سے ہے بازی لڑائی کی
عَلَم رکھ دو اگر ہمّت نہ ہو جنگ آزمائی کی

نہ ہو ہمّت تو لاؤ خود عَلَم اپنا اُٹھالیں ہم
علمبردارِ لشکر اَور ہی کوئی بنالیں ہم[1]

طلحہ کا جوابِ سخت

ابُوسفیاں کے طعنے سے غضب میں بھر گیا طلحہ
زباں پر آئی گالی. ضبط لیکن کر گیا طلحہ

کہا. کیوں اِس قدر باتیں بناتے ہو ابُوسفیاں
سرِ میداں کمینہ پن دکھاتے ہو ابُوسفیاں

---

[1] ابُوسفیاں نے طلحہ بن عثمان سے جو عبدالدار کا سردار تھا کہا، تم اس لوا کو مضبوط پکڑو یا ہمارے درمیان چھوڑ دو۔ کیونکہ جب نشان پر زوال آئے گا تو پھر قیام نہ ہوگا۔ (طبقات ابن سعد)

عَلَمبردار ہونا حق ہے میرے ہی گھرانے کا
مَیں اُس کو دیکھ لوں گا جو عَلَم لینے کی ٹھانے گا

میں واقف ہُوں تمہارے حاسدانہ رنگِ خصلت سے
مجھے محرُوم کرنا چاہتے ہو آج شہرت سے

اگر مغلُوب ہو جانے کا ہوتا کوئی اندیشہ
عَلَم کا نام ہی لیتے نہ ہرگز تم دغا پیشہ

یقینِ فتح ہے تُم اِس لئے باتیں بناتے ہو
بہادر بنتے ہو تنتے ہو اور شیخی دکھاتے ہو

شرارت وقتِ نام و ننگ کرنا چاہتے ہو تُم
سرِ میداں مجھی سے جنگ کرنا چاہتے ہو تُم

قسم ہے لات کی کہنا تمہارا ہو نہیں سکتا
کسی کو ہم عَلَم دے دیں گوارا ہو نہیں سکتا

عَلَم برداریٔ جنگ آلِ عبدُالدار کا حق ہے
تمہاری کدّ و کاوش آج اس بارے میں ناحق ہے

نمُود و نام کی تم ہم کو ترکیبیں سکھاتے ہو
سپہ سالار بن کر شانِ اُستادی دکھاتے ہو

ہمارا فرض کیا ہے تُم سے بہتر جانتے ہیں ہم
بہادر اور بزدل کون ہے پہچانتے ہیں ہم

حفاظت اس عَلَم کی ہے ہمارا کام ہم جانیں
ہم اپنا نام اُچھالیں یا کریں بدنام ہم جانیں

تمہارے پیٹ میں اُٹھے نصیحت کا مروڑ کیوں
ہمارے کام میں الکاؤ تم آ آ کے روڑا کیوں

عَلَم کو لے سکو گے تم نہ منّت سے نہ جبر سے
ہٹو اب سامنے سے اِس نصیحت کا ہے شکریہ

ابُوسفیان کا کھسیانا پن

ابُوسُفیاں ہُوا طلحہ کی باتوں سے جو کھسیانا
کہا اے طلحہ تم نے میرے مطلب کو پہچانا

اگر رکھو گے باہر ضابطے سے تم قدم اپنا
تو اتنا یاد رکھو ہم بنالیں گے عَلَم اپنا

کہا طلحہ نے لیکن وہ عَلَم جب بن کے آئے گا
اُسے بھی کوئی عبدُالدار والا ہی اُٹھائے گا

غرض یہ تُو تُو مَیں مَیں ردّ و کد اور تیز گفتاری
ہُوئی مشکل سے ختم، اور پائی طلحہ نے عَلَمداری

جہاں کبر و رعُونت ہو وہاں جھگڑا ضروری ہے
یہ وحدت کے منافی ہے اِسی کا نام دُوری ہے

عَلَم کے سائے میں بڑھ بڑھ کے عبدالدار والوں نے
صفیں آراستہ کیں پَیدلوں نے اور سواروں نے

لشکرِ مشرکین کی صف بندی پر ایک نظر

یہ طاقت کی حماقت تھی خُودی کی خُود نمائی تھی
بشر کی فطرتِ بد تھی مُجسّم ہو کے آئی تھی

یہ معبُودانِ باطل کی مدد کرنے کو آئے تھے
خُدا کا آخری پیغام رُد کرنے کو آئے تھے

بہت مرغُوب تھا آئینِ باطل کا دوام ان کو
شکست بدر کا لینا تھا حق سے انتقام ان کو

یہ دشمن تھے شریفوں کی حمایت کرنے والوں کے
مخالف تھے ضعیفوں سے رعایت کرنے والوں کے

marfat.com

انہیں مطلوب تھی نام آوری بھی قتل و غارت بھی
ستم بھی فتنہ انگیزی بھی اظہارِ امارت بھی

یہ تاریکی میں رکھنا چاہتے تھے اس زمانے کو
یہ آئے تھے چراغِ نور پھونکوں سے بجھانے کو

گمانِ شعلۂ جوالہ ہوتا تھا لعینوں پر
چمکتے تھے سروں پر خود چار آئینے سینوں پر

تبر تیر اور خنجر اور ڈھالیں اور تلواریں
جمی تھیں بھوری بھوری ریت پر لوہے کی دیواریں

تڑپ اٹھتی تھیں لو برچھوں کی انیاں اٹھ کے شانوں سے
عیاں ہو اٹھتا جس طرح سانپوں کی زبانوں سے

اپنا اپنا رنگِ نمائش

عمرو ابنِ عاص

نمایاں کر رہا تھا فخرِ جنگی جیش جیش اپنا
ثقیف اپنا اجابش اور کنانہ اور قریش اپنا[1]

نمایاں تھے صفوں میں سرغنے بھی خاص خاص ان میں
بہت نامی بہت مشہور تھے عمرو ابنِ عاص[2] ان میں

وہی عمرو ابنِ عاص اک دن جسے اسلام لانا تھا
مجاہد بن کے جس کو تا بہ ارضِ نیل جانا تھا

---

[1] بڑے جھنڈے کے علاوہ اُحد میں قریش کے تین جھنڈے تھے۔ قبیلہ اجابش اور ثقیف اور کنانہ اپنا اپنا علم اڑا رہے تھے۔ اس لشکر میں ہر قبیلہ اپنا نشانِ امتیازی ظاہر کر رہا تھا (ارشاد الحکمۃ)

[2] عمرو بن عاص قریش کا مدبر جو نجاشی کے پاس مسلمانوں کے خلاف سفارت لے کر گیا تھا۔ میدانِ جنگ میں آج موجود تھا صلح حدیبیہ کے بعد ایمان لایا۔ حضرت عمرؓ کی خلافت میں فاتح مصر بنا۔ (مصنف)

marfat.com

اُڑانا تھا زمینِ مصر پر اسلام کا جھنڈا — بچے کرنا تھا رُومی لشکروں کے جوش کو ٹھنڈا
وہی عمرو ابنِ عاص اپنی سرافرازی سے بے بہرہ — کھڑا دیتا ہے آج اپنے متاعِ کفر پہ پہرہ

آنحضرتؐ کے خاص مخالفین

پانچ سازشی

تھے شامل سب کے سب اعدائے آں عالی جنابؐ ان میں — نمایاں تھا مگر ابلیس کا خاص انتخاب ان میں
رسُول پاک پر حملے کی نیت کر کے آئے تھے — گھروں سے اپنے سامانِ اذیت کر کے لائے تھے
زیادہ تر تھے فکرِ صاحبِ لولاکؐ میں دشمن — پئے قتلِ نبیؐ ہر سُو کھڑے تھے تاک میں دشمن
یہ پانچ ابن شہاب و عتبہ و ابنِ حمید اسدیؓ — اُبَیّ ابنِ خلف جمحی و ابنِ قمیۂ لیثی
ہوا تھی اِن سروں میں شمعِ عرفاں کے بجھانے کی — قسم کھائی تھی اِن پانچوں نے کعبے کو گرانے کی
ہویدا تھی ارادوں کی بدی ان کی نگاہوں سے — کھڑے تھے کینہ جُو لپٹے ہُوئے اپنے گناہوں سے
کسی نے تیغۂ خُونخوار پہلو میں دبایا تھا — کوئی تیر اور کوئی سنگ فلاخن لے کے آیا تھا

لہ ابی ابن خلف جمحی، ابن قمیہ لیثی، ابن شہاب و عتبہ بن ابی وقاص یعنی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ۔ جمحی اور ابن حُمید اسدی نے باہم قول و قرار کیا تھا کہ آج رسُول اللہ کو شہید کر دیں گے۔

(طبری، ابن ہشام طبقات ابنِ سعد)

marfat.com

چھٹا فتنہ

یہ پانچوں ہر طرح تیار تھے بیدار تھا فتنہ
علاوہ اِن کے آج اِک اور ناہنجار تھا فتنہ

چُھپا کر حربہ اور صُورت بنا کر بے زبانوں کی
کھڑا تھا آڑ لے کر سنگدل سنگیں چٹانوں کی[1]

یہ وحشی تھا غُلام اِن سازشی افرادِ نامی کا
جسے دھونا تھا خونِ حمزہؓ سے دھبّہ غلامی کا

[1] وحشی ایک ٹیلے کے پیچھے چھپا کھڑا تھا (طبقات ابن سعد)

marfat.com

باب پنجم

تقدیر کے مقابل تزویریں

آغازِ جنگ سے ایک ساعت پہلے

سجائی جا چکی میدان میں فوجِ قریش آخر
سنبھالے افسروں نے بڑھ کے اپنے اپنے جیش آخر

قطاریں پیدلوں کی بن گئیں لوہے کی دیواریں
نظر آنے لگیں ہر سمت ڈھالیں اور تلواریں

گھٹائیں ابرِ ظلمت بار کی میدان پر چھائیں
زبانیں اژدہوں کی برچھیں بن بن کے لہرائیں

پناہِ سینہ ہائے کینہ پرور بن گئیں ڈھالیں
ضیائے مہر کے مدِ مقابل تن گئیں ڈھالیں

سروں پر خود چہروں پر جھلم اور گردن شانوں پر
بشر گھوڑوں پہ تھے یا دیو بیٹھے تھے چٹانوں پر

برستی تھی عجب بدمنظری سی بدقماشوں پر
کمانیں دوش پر تھیں جس طرح گرگس ہوں لاشوں پر

marfat.com

یہ عقرب تھے کہ خنجر، ناگنیں تھیں یا کہ تلواریں غضب کا جوش تھا نتھنوں میں یا سانپوں کی پھنکاریں

یہ سب کس کے مخالف تھے

یہ ساری فوج آہن موج یہ فولاد کا طوفاں خدا کے بالمقابل لے کے آیا تھا جسے شیطاں
قطاریں پیدلوں کی اور پرے جنگی رسالے کے یہ سب کس کے مخالف تھے، فقط اک کملی والے کے
مگر وہ کملی والا بھی زمانے سے نرالا تھا زباں خاموش تھی لیکن اُسی کا بول بالا تھا
نہ وہ تیروں سے ڈرتا تھا نہ شمشیروں سے خائف تھا مرتب کر کے لشکر محوِ اوراد و وظائف تھا
اُدھر جوشِ نمائش اور اظہارِ تجمّل تھا اِدھر اخلاقِ عالی تھے متانت تھی تحمّل تھا
اُدھر تیاریاں تھیں سازشیں تھیں اور تدبیریں اِدھر لَا تُفْسِدُوا فِی الْاَرْضِ کی ہوتی تھیں تفسیریں

قریشی[1] عورتوں کا راگ

قریشی ناریاں میدان میں گاتی ہوئی نکلیں تھرکتی دف بجاتی ناز دکھلاتی ہوئی نکلیں

---

[1] دوسری عورتوں کے علاوہ ہند بنت عتبہ یعنی زوجۂ ابوسفیان، ام حکیم عکرمہ بن ابوجہل کی بیوی، فاطمہ بنت ولید حارث بن مغیرہ کی بیوی اور خالد کی بہن برزہ بنت مسعود ثقفی صفوان بن امیہ کی بیوی، رملہ بنت منبہ عمرو بن عاص کی بیوی، سلافہ بنت سعد بن طلحہ علمبردارِ قریش کی بیوی اور حناس یعنی مسلمانوں کے علمبردار اور مدینہ کے پہلے مبلغ اسلام حضرت مصعب بن عمیرؓ کی کافرہ ماں۔ (سیرۃ النبی از شبلی اور خاتم المرسلین از مشرر)

marfat.com

حسینہ ناگنیں لہروں میں لہراتی ہوئی نکلیں
دلوں پر لوٹتی آہوں میں بل کھاتی ہوئی نکلیں

ابوسفیاں کی زوجہ ہند سب سے آگے آگے تھی
یہ بجلی آج اس ابرِ غضب کے آگے آگے تھی

نغمۂ زنانِ قریش

(اُردو میں)

ہم بجلیاں انوار کی
ہم ناریاں ہیں نار کی
ہم دُخترِیں ہیں نُور کی
ہم مشعلیں ہیں طُور کی
ہم پیاریاں ہیں پیار کی
ہم ناریاں ہیں نار کی

چلتی ہیں قالینوں پہ ہم
جیسے چلیں کبکِ دری
رکھتی ہیں سر سینوں پہ ہم
باصد ادائے دلبری

marfat.com

ہم ہیں طلسمِ رنگ و بُو
حُسنِ نظر کی آبرُو
مانگیں ہماری مُشکبُو
شُعلے ہیں پازیبِ گلُو لڑیاں دُرِ شہوار کی
ہم بجلیاں انوار کی
ہم ناریاں ہیں نار کی

ہم ہیں ستارہ زادیاں
افلاک کی شہزادیاں
دکھلاؤ گے جرأت اگر لاؤ گے اِنسانوں کے سر
دیں گی مُبارکبادیاں
افلاک کی شہزادیاں
رکھے جو بستر کی طلب وہ جنگ کی سختی سہے
تمثالِ شیرِ پُرغضب خونریز و درّندہ رہے

marfat.com

سینے پہ چڑھ کے کھاؤ گے
ہم سے گلے مل جاؤ گے
گر بزدلی دکھلاؤ گے
آغوشِ بستر پاؤ گے اُجڑی ہوئی آبادیاں
ہم ہیں ستارہ زادیاں
افلاک کی شہزادیاں[1]

فوجِ قریش کا جوش و خروش

یہ ٹولی سامنے سے فوج کے گاتی ہوئی نکلی ستم کرتی ہوئی گذری غضب ڈھاتی ہوئی نکلی
یہ نکلیں جس طرف نالے تھے فریادیں تھیں آہیں تھیں کماں ابرو تھے ان کے اور تیر ان کی نگاہیں تھیں

---

[1] نحن بنات الطارق نمشی علی النمارق مشی القطی البوارق والمسك فی المفارق
والدر فی المخانق ان تقبلوا نعانق ونفرش النمارق اوتدبروا نفارق
فراق غیر وامق۔

ترجمہ۔ ہم ستاروں کی بیٹیاں ہیں، نرم گدیلوں پر چلتی ہیں، جس طرح سفید سفید کبک چلیں، ہماری مانگیں مشک بھری ہیں، گلے میں موتیوں کے ہار ہیں، اگر لڑائی کی طرف رخ کرو گے تو ہم گلے سے لگائیں گی، اور تمہارے لئے نرم بچھونے بچھائیں گی اور اگر منہ پھیرو گے تو ہم تم سے جدا ہو جائیں گی جس طرح کوئی غیر محب جدا ہوتا ہے (خاتم المرسلین)

یہ افسوں کارگر نکلا یلانِ نامور جھومے — مُبل کا نعرہ مارا اور قبضے تیغ کے چومے

ابُوعامرؓ راہب میدان میں

صفیں باندھے کھڑے تھے کُفر و دیں میدان کے اندر — قیامت ٹوٹنے والی ہی تھی اک آن کے اندر

یہ عالم تھا کہ نکلا صف سے بدگوہر ابُوعامر — پرکھنے کو چلا اسلام کا جوہر ابُوعامر

فریبِ راہبیّت کا لباس اُس کے بدن پر تھا — خُدا و مُصطفٰے پر طعن کافر کے دہن پر تھا

سوا دو سَو غُلامانِ قریش اِس کی مدد پر تھے — یہ ناہنجار اپنے شرک ہی کی خُو بہ پر تھے

بساطِ جنگ پر شیطان کا بن کر نقیب آیا — مقدّس سانپ فخرِ نوعِ آدم کے قریب آیا

غلاموں کو جمایا پتھروں کے ڈھیر پر اُس نے — یہاں سے لشکرِ توحید پر ڈالی نظر اُس نے

ابُوعامر کی حیرت اور حسد

اگرچہ مختصر سی فوج تھی محبُوبِ داورؐ کی — شعاعیں اس پہ قرباں تھیں مگر خورشیدِ خاور کی

یہ کُچھ کم سات سو افراد تھے اللہ کے غازی — ادائے فرض کی خاطر کھڑے تھے بہرِ جانبازی

لہ سب سے پہلے جس نے آغازِ جنگ کیا فاسق ابُوعامر راہب تھا جو مدینے ہی کے قبیلہ اوس کا ایک فرد تھا اور لشکرِ [illegible] کر کے آیا تھا کہ تمام قبیلے کو محمدؐ کے خلاف کر دوں گا۔ یہ دو سو سے زیادہ عبید یعنی غلام قریش لیکر میدان میں آیا۔ (طبقات ابن سعد، طبری، کامل)

مہاجر بھی نظر آتے تھے اور انصار بھی ان میں
کھڑے تھے اوس و خزرج کے بڑے سردار بھی اِن میں

کبھی اِک دُوسرے کو قتل کرنے میں قسائی تھے
مگر اب یہ نظر آیا کہ باہم بھائی بھائی تھے

کبھی اِک دُوسرے کی جان لینے پر تھے آمادہ
مگر اب دُوسرے پر جاں دینے کو تھے استادہ

انہیں مِل بیٹھنے پر آج مائل کر دیا کِس نے
اِنہیں یک قالب و یک جان و یک دل کر دیا کِس نے

یہ جلوہ دیکھ کر جی جل گیا، طیش آگیا اس کو
اخوّت کا یہ منظر شیر بن کر کھا گیا اس کو

دلِ ناری میں خفّت نے غضب کی آگ بھڑکائی
دُھواں بن کر خباثت چہرۂ تاریک پر چھائی

فریبِ پارسائی کے دہن پر شیطنت بولی
مخاطب ہو کے اُس نے اَوس والوں سے زباں کھولی

ابُوعامِر کی تقریر[1]

ابُوعامِر ہُوں مَیں اے میرے بچّو میرے فرزندو
مری اِک بات سُن لو جنگ سے پہلے خردمندو

مُجھے پہچانتے ہو، میرا رُتبہ جانتے ہو تُم
زباں سے کُچھ کہو، دل میں تو مُجھ کو مانتے ہو تُم

تمہارے درمیان رہتا تھا مَیں کیسے بھلے تم تھے
زمانہ تم سے دبتا تھا، کُچھ ایسے مَن چلے تم تھے

عرب کترا کے چلتے تھے مِرے یثرب کی بستی سے
کہ ڈرتے تھے تمہارے سایۂ تیغِ دو دستی سے

---

[1] ابو عامر غلاموں کے ساتھ سب سے پہلے میدان میں آیا۔ اور اوس والوں کو مخاطب کر کے بولا "اے میری قوم میں ابُوعامر ہوں" اور کہا میری غیر حاضری میں قوم کو بڑی مصیبت کا سامنا ہوا ہے"۔ (رشاد الحکمۃ)

marfat.com

اگرچہ کشت و خوں تھا اوس و خزرج کے گھرانے میں
مگر اک دھاک تم ہی بیٹھی ہوئی سارے زمانے میں

تم اپنے گھر میں مرنے مارنے سے جب نہ ڈرتے تھے
بہادر جان کر اغیار بھی پرہیز کرتے تھے

تم آپس میں جو لڑتے تھے یہ خصلت تھی دلیروں کی
کہ دل کر بیٹھنا عادت نہیں ہوتی ہے شیروں کی

مگر افسوس تم نے اپنی خصلت کو بدل ڈالا
تمہیں بزدل سمجھ لیتا ہے اب ہر دیکھنے والا

کبھی تم شیر تھے، اب بھیڑ بکری ہو گئے ہو تم
تمہیں کیا ہو گیا، کیوں جاگتے میں سو گئے ہو تم

ہمارے وقت میں کوئی نمازی تھا نہ صائم تھا
تمہارے ساتھ میں تھا اور تمہارا رُعب قائم تھا

سبق جس نے پڑھایا ہے تمہیں صلح و اخوت کا
حقیقت میں وہ دشمن ہے تمہارے نور و قوت کا

نتیجہ دیکھ لو بھیڑوں کا گلّہ جان کر تم کو
ضعیف و بے کس و بے بال و پر گردان کر تم کو

عرب کے لوگ اِس بستی پہ ہلّے کر کے آتے ہیں
تمہیں ہر مرتبہ ٹھوکر لگاتے ہیں، جگاتے ہیں

مگر تم ہو کہ اِس اُفتاد کو رفعت سمجھتے ہو
محمدؐ کی زباں کو آیۂ رحمت سمجھتے ہو

نہ ہونے سے مرے تم نے بہت سے رنج اُٹھائے ہیں
قتالِ بدر میں اکثر بہادر کام آئے ہیں

یہاں بھی آج اِک بھاری مُصیبت آنے والی ہے
قریشی فوج تم پر موت بن کر چھانے والی ہے

لہ اوس و خزرج اگرچہ ایک ہی خاندان سے تھے لیکن عرب کی فطرت کے مطابق ان میں خانہ جنگیاں تھیں اور اکثر ہوا کرتی تھیں۔ رسول اللہ نے ان میں صلح و صفا کی بنیاد ڈالی اور اسلام نے ان کی خانہ جنگیوں کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔ (مصنف)

تمہارا ان سے جھگڑا کوئی ذاتی ہے نہ آبائی
پرائی آگ میں جلنا کہاں کی ہے یہ دانائی

تم اپنا گھر سنبھالو اور خبر لو کام دھندوں کی
کہ طالب ہے قریشی قوم اپنے بھائی بندوں کی

بہت کافی ہے جو تم دے چکے ہو میہمانوں کو
نصیحت میری مانو اب بچالو اپنی جانوں کو

میں تم کو قتل ہونے سے بچا لینے کو آیا ہوں
تباہی کی نگاہوں سے چھپا لینے کو آیا ہوں

بسو تم چل کے اپنے شہرِ عالیشان کے اندر
وہ باہم فیصلہ کرلیں گے خود میدان کے اندر

مجھے امید ہے تم اس نصیحت کو نہ ٹالو گے
گھروں میں جا کے اپنے بال بچوں کو سنبھالو گے

وہ دشمن ہے جو تم کو اس طرح میداں میں لاتا ہے
تمہارا دوست تم کو موت کے منہ سے بچاتا ہے

انصار کا جواب

ابو عامر کی یہ تقریر تھی اک دامِ صیادی
گوارا کر نہیں سکتی تھی جس کو روحِ آزادی

مسلماں جانتے پہچانتے تھے اس کی عیاری
اب اس تقریر سے بھی کھل گئی راہب کی مکاری

اتر آیا تھا یہ شیطان پھر زرسودہ گھاتوں پر
ہنسے انصار اس یہودہ کی بیہودہ باتوں پر

حدِ برداشت سے جب یاوہ گوئی بڑھ چلی اس کی
جوابِ صاف نے آخر مٹا دی بے کلی اس کی

جواب اک فقرہ تھا لیکن بڑی ہی جامعیت کا
یہ اک اظہار تھا صدق و صفا و حسنِ نیت کا

marfat.com

کہا انصار نے لَا مَرْحَبًا (مردود) لَا اَهْلًا
"کوئی مونس نہ ہو تیرا جہاں میں او خدا دشمن[1]

کہا انصار نے جس دم یہ فقرہ یک زباں ہو کر
اُڑا جامہ فریبِ دوستی کا دھجیاں ہو کر

اِسی فقرے نے اس کی صورتِ اصلی عیاں کر دی
اُتارا زاہدِ مکار نے ملبوسِ ہمدردی

بھنوئیں سکڑیں بھنچے لب نتھنے پھولے پھٹ گئے دیدے
پھرا اُس سمت جس جانب کھڑے تھے اُس کے گرویدے

چڑھا ایسا مزاجِ راہبِ کم ظرف کا پارا
اُٹھا کر ایک پتھر لشکرِ اسلام پر مارا[2]

غلاموں نے بھی کی تقلیدِ راہب کے اشاروں کی
تواضع پتھروں سے کی گئی سجدہ گزاروں کی

اُحد کی جنگ کا آغاز تھا اِس سنگ باری سے
فلک حیران تھا اہلِ زمیں کی بدقماری سے

پتّھر کا جواب پتّھر، ابو عامر کا فرار

اچانک یُوں جو پتّھر لشکرِ اسلام پر برسے
جواب اسلام کو دینا پڑا پتھر کا پتھر سے

مقابل سے جونہی چوٹیں چلیں گھبرا گئے بزدل
نہ لائے تاب اِک ساعت میں مُنہ کی کھا گئے بزدل

جو پہلے چھیڑ کرتے ہیں وہی مغلوب رہتے ہیں
"کلوخ انداز را پاداش سنگ است" اِس کو کہتے ہیں

---

[1] انصار نے ابو عامر کے ہفوات سُن کر صرف اتنا کہا۔ لا مرحبا بك ولا اهلاً یعنی تجھ کو فراخیٔ دست نصیب نہ ہو اور تیرا کوئی مونس نہ ہو۔ (طبری و کامل ابنِ اثیر)

[2] ابو عامر پہلا شخص تھا جس نے حرب و ضرب کی بنا ڈالی۔ اس کے ساتھ غلامانِ قریش تھے۔ اور یہ سب مسلمانوں پر پتھر پھینکنے لگے۔ (کامل۔ ابنِ اثیر)

marfat.com

بچا کر اپنی جانیں کوئی پیچھے اور کوئی آگے
ابُو عامر اور اس کے ساتھ والے سب کے سب بھاگے

بظاہر مضحکہ انگیز تھا یہ طرفہ نظارا
صفِ اسلام نے لیکن نہ اِس پر قہقہہ مارا[1]

مزاجِ کُفر و ایماں کی یہی تو حدِّ فاصل تھی
کہ دشمن کی ہزیمت سے بھی عبرت اِن کو حاصل تھی

غُلامی

غُلامی میں بشر غیرت پہ قائم رہ نہیں سکتا
ثبات و صبر سے کوئی مُصیبت سہہ نہیں سکتا

غُلامی میں بشر عزّت کے معنی بُھول جاتا ہے
پہن کر طوقِ لعنت کا خُوشی سے پُھول جاتا ہے

غُلامی سربلندی کے نتائج سے ڈراتی ہے
زمیں پر پیٹ کے بل رینگنے کا گُر سِکھاتی ہے

غُلامی دیکھتی ہے خوفِ جاں ہر عزم کے اندر
ہراساں بزم کے اندر، گریزاں رزم کے اندر

غُلامی میں ارادے پختگی پیدا نہیں کرتے
دلوں کو حُسنِ استقلال پر شیدا نہیں کرتے

غُلامی آدمی سے آدمیّت چھین لیتی ہے
عمل دیتی ہے لیکن حُسنِ نیّت چھین لیتی ہے

غُلامی ذوق کی قاتل، غُلامی فکر کی دشمن
عدُوئے خُود شناسی اور خُدا کے ذکر کی دشمن

---

[1] مسلمانوں نے پتھر کے جواب میں پتھری مارنے پر اکتفا کی ایک ساعت پتھر چلے! ابو عامر اور اس کے ساتھی عبید (غلام) بھاگ گئے (طبری)

marfat.com

غُلامی عقل سے خالی، غُلامی عشق سے عاری
غُلامی طالبِ آرام جویائے ہوس کاری

جہادِ زندگی میں خنجرِ جلّاد کے ڈر سے
غُلام اپنی ہی گردن کاٹتے ہیں اپنے خنجر سے

غُلامی کی نگاہیں ماورائے شک نہیں ملتیں
اُلجھ پڑتی ہیں پردوں سے حقیقت تک نہیں ملتیں

غُلامی اپنے ہاتھوں اپنی زنجیریں بناتی ہے
پہن کر پھر یہ زیور ناچتی ہے اور گاتی ہے

کرائے کا سپاہی

کرائے کا سپاہی موت کے سائے سے ڈرتا ہے
یہ اکثر مرتبہ مرتا ہے اور بے موت مرتا ہے

کرائے کا سپاہی پیشہ ور جلّاد ہوتا ہے
غُلامِ زر، شہیدِ ذوقِ استبداد ہوتا ہے

نہیں ہوتا ہے اس کے دل میں جذبہ جاں نثاری کا
مثال اس کی ہے ایسی جس طرح کتا شکاری کا

یہ صیدِ نرم کے پیچھے بڑی گرمی دکھاتا ہے
مقابل شیر آجائے تو اکثر دم ہلاتا ہے

اسی صورت غُلامانِ قریش آئے تھے لڑنے کو
بزعمِ خویش گویا بھیڑ بکری کے پکڑنے کو

مقابل میں نظر آئی جو صورت ان کو شیروں کی
ہوئی سرد ایک ہی جھپکی میں گرمی ان دلیروں کی

marfat.com

ابُو عامر کا فرزند حنظلہؓ

ابُو عامر کا بیٹا حنظلہؓ مردِ مُسلماں تھا
یہ غازی بھی اُحُد کے دن شریکِ اہلِ ایماں تھا

یہ قصہ پاک کرنا چاہتا تھا اس فسادی کا
مگر پابند تھا مردِ مُجاہد حکمِ ہادیؐ کا

اجازت کی طلب میں وہ رُخِ رحمت کو تکتا تھا
پسر لیکن پدر پر ہاتھ اُٹھائے ہو نہ سکتا تھا

اسی دستور کی ہر جنگ میں دہمت تھی گو دیدہ
پسر کے ہاتھ سے قتلِ پدر تھا ناپسندیدہ

رسالت کا احسان

مُسلمان ان کو دھر سکتے تھے تیروں کے نشانوں پر
مگر ہادیؐ کو آیا رحم اِنسانوں کی جانوں پر

نہیں تھے ذوقِ آزادی سے بہرہ مند بیچارے
کہ آقاؤں کی مرضی ہی کے تھے پابند بیچارے

نہ کرنا چاہتے تھے قتل آں عالی جنابؐ ان کو
لہٰذا پتھروں ہی سے دیا ان کا جواب ان کو

پڑا چھوٹا سا اِک پتھر ابو عامر کی چھاتی پر
دہن نے چیخ ماری اُس کے دل کی بے ثباتی پر

سلہ ابُو عامر کفار کی طرف سے لڑ رہا تھا لیکن اس کے صاحبزادے حنظلہؓ اسلام لا چکے تھے۔ انہوں نے آنحضرتؐ سے باپ کے مقابلہ میں لڑنے کی اجازت مانگی لیکن رحمتِ عالم نے یہ گوارا نہ کیا کہ بیٹا باپ پر تلوار اٹھائے۔ (سیرت النبی)

marfat.com

بڑی تیزی سے راہب کی زباں پر گالیاں آئیں
غلاموں نے نہ راہیں بھاگ جانے کے سوا پائیں

سراسیمہ، ہراساں، ہانپتے، چوٹوں کو سہلاتے
پلٹ کر دیکھتے، اِک دُوسرے کی ٹھوکریں کھاتے

غُلامانِ قریش اپنی صفِ لشکر میں جا پہنچے
بڑی راحت مِلی، زندہ سلامت گھر میں آ پہنچے

آقاؤں کی بے دردی

قریشی فَوج نے دیکھی جو نامردوں کی نامردی
سب اُن کو گالیاں دینے لگے از راہِ بیدردی

بھگوڑے سامنے پہنچے جو اپنے اہلِ لشکر کے
اُڑائی اُن کے سر پر خاک سب نے مُٹھیاں بھر کے

ہنسی اُڑتی تھی جس جانب کو بھاگے تھا اُبُوعامر
ندامت پیچھے پیچھے آگے آگے تھا اُبُوعامر

قریشی فوج اس رنگِ ہزیمت سے تھی کمسانی
مُسلمانوں کا دل بڑھنے سے تھی ان کو پریشانی

بہادر بھی نرالے، شان بھی اُن کی نرالی تھی
کوئی ہنستا تھا اُن پر اور کسی کے لب پہ گالی تھی

علمبردارِ قریش کا طیش

علمبردار طیش ہو گیا غصّے میں دیوانہ
مخاطب فَوج سے ہو کر پکار اُٹھا دلیرانہ

لہ طیش علمبردار قریش پکارتا تھا کہ خود لڑنے کو بڑھو۔ غلاموں نے کبھی قتال نہیں کیا اور نہیں کر سکتے۔ ان کو لشکر گاہ کی حفاظت پر مقرر کیا جائے۔ (ارشاد الملوک)

دلیرانِ قریش اپنے غلاموں کو نہ لڑواؤ
قصور ان کا نہیں ہے بیوقوفو! ہوش میں آؤ

غلاموں کو محاذِ جنگ پر بھیجا ہی کیوں تم نے
مسلمانوں کو سمجھا تھا مگر صیدِ زبوں تم نے

یہ ساری بیوقوفی تھی سپہ سالار صاحب کی
ابو عامر کے دھوکے میں مٹا دی آبرو سب کی

یہ خدمتگار بیچارے قتال و جنگ کیا جانیں
غنیمت ہے یہی میداں سے بچ کر آ گئے جانیں

ٹھہر سکتے نہیں میدان میں ٹٹو کرائے کے
بچارے بے زباں ہیں بیل ہیں بچھڑے ہیں گائے کے

یہ زندہ آ گئے ہیں دشمنوں کی مہربانی سے
انہیں چھوڑو، بھلا کیا فائدہ اب آنا کانی سے

انہیں چھوڑو، تمہیں بدلہ مسلمانوں سے لینا ہے
وطن والوں سے اور یثرب کے دہقانوں سے لینا ہے

وہ بدلا سامنے ہے آج بچ کر جا نہیں سکتا
محمدؐ آج کوئی معجزہ دکھلا نہیں سکتا

تمہاری فصل ہے تیار آؤ کاٹ کر دھر دیں
بڑھو، آؤ، مسلمانوں کا یکسر خاتمہ کر دیں

ابو سفیاں تم اس راہب کی صورت دیکھتے کیا ہو
یہ بیچارہ تو ہے مٹی کی مورت دیکھتے کیا ہو

بہت بیتاب ہیں قرشی بہادر جنگ کرنے کو
ہیں تیغیں منتظر روئے زمیں گلرنگ کرنے کو

اجازت دو کہ اب لشکر بڑھے چھوڑو یہ تقریریں
بہادر کے لئے ہیں ننگ چالیں اور تدبیریں

طریقِ بزدلانہ اب سہا جاتا نہیں مجھ سے
جو چاہے وہ رہے چپکا رہا جاتا نہیں مجھ سے

marfat.com

باب ششم

کفر و اسلام کی باقاعدہ جنگ

حق کی اقلیت باطل کی اکثریت پر غالب

علمبردارِ قریش کا اقدام میدان

بڑھا غصے میں طلحہ لشکرِ اسلام کی جانب
بُرا آغاز چل نکلا بُرے انجام کی جانب

عَلَم کے سائے میں آگے بڑھے اب فوج والے بھی
صفیں جنبش میں آئیں نکلے پیدل بھی رسالے بھی

اُدھر خورشیدِ عالمتاب ہم کوہ پر آیا
اِدھر تیغوں کے دامن نے کیا میدان پر سایا

اُدھر سنگیں چٹانوں پر شعاعیں دھوپ کی چمکیں
اِدھر جوش و تحمل کی نگاہیں اُٹھ کے ٹکرائیں

marfat.com

طلحہ کی مبارزطلبی

ابُوسفیاں کے دِل میں تو یہی تھا آج منصُوبہ
کہ ہو جائے اِسی ریلے میں شکلِ جنگِ مغلُوبہ

مُسلمانوں کی قلّت کو یہ کثرت گھیر کر مارے
کوئی بچ کر نہ جائے کھیت میداں میں رہیں سارے

مگر روکا اِنہیں، ان کے علمبردار طلحہ نے
کیا پُر شور نعرہ کھینچ کر تلوار طلحہ نے

ٹھہر جاؤ، مجھے اپنا ہُنر تو آزمانے دو
مُسلمانوں کے چیدہ پہلوانوں کو بلانے دو

صفیں مضبُوط رکھو، اور تماشا دیکھتے جاؤ
گراتا ہُوں ابھی لاشے پہ لاشا دیکھتے جاؤ

رُکی فوجِ قریشی اور آگے بڑھ گیا طلحہ
غرور و ناز کا اِک اور زینہ چڑھ گیا طلحہ

طلحہ کا اِسلامی عقائد پر تمسخر

بالآخر اِک جگہ اپنے قدم کو اس نے ٹھہرایا
مُسلمانوں کی جانب دیکھ کر جھنڈے کو لہرایا

زرہ سینے کی، سر کا خود، چہرے کا جھلم چمکا
عَلَمبردار کا سارا بدن زیرِ عَلَم چمکا

پکارا اے مُسلمانو! مجھے پہچانتے ہو تُم
مَیں طلحہ ہُوں! عَلَمبردار، سب کُچھ جانتے ہو تُم

marfat.com

مَیں آیا ہُوں کہ تُم کو گلشنِ جنّت میں پہنچا دُوں
گُلستاں کی کرا دُوں سیر اور حُوروں سے ملوا دُوں

کسی کافر کے ہاتھوں سے شہادت تُم جو پاؤ گے
تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ تُم جنّت میں جاؤ گے

وہ جنّت جس میں حُوریں منتظر ہیں ہر مُجاہد کی
وہی جنّت جو بزمِ عیش ہے ہر خُشک زاہد کی

اگر کافر کو تُم نے مار ڈالا جنگِ باہم میں
تو وہ مرتے ہی سیدھا جائے گا قعرِ جہنّم میں

جہنّم جس میں کافر آگ کی بستی میں بستے ہیں
جہنّم جس میں انسانوں کو زہری سانپ ڈستے ہیں

جسے جنّت کی خواہش ہو وہ میرے سامنے آئے
مجھے دوزخ میں بھیجے یا سُوئے جنّت چلا جائے

بہت مُشتاق ہُوں میں دوستو دوزخ میں جانے کا
مری آتش مزاجی کو ہے لپکا آگ کھانے کا[1]

مُسلمانوں کا ضبط

یہ طعنِ سُوقیانہ اور طرزِ استعمال اس کی
یہ گُستاخانہ استہزا یہ آنکھیں لال لال اس کی

یہ نمرودی نمُود اس کی یہ اندازِ خطاب اس کا
مُسلماں جُز جوابِ تیغ کیا دیتے جواب اس کا

اُٹھا سینوں میں شُعلہ ہر طرف احساسِ غیرت کا
مگر آئینِ ربط و ضبط آئینہ تھا حیرت کا

---

[1] مشرکین کا علمبردار طلحہ بن عثمان بڑھ کے آگے آیا۔ اور پکارا اے اصحاب محمدؐ تمہارا اعتقاد ہے کہ تمہاری تلواریں ہمیں دوزخ میں اور ہماری تلواریں تمہیں جنّت میں پہنچا دیتی ہیں۔ کون جنّت کا مشتاق ہے کہ میری تلوار اس کی آرزو پوری کرے
(سیرۃ النبی اور خاتم المرسلین)

marfat.com

شہادت کی طلب میں غازیانِ شیر دل جھومے — نبیؐ کی سمت دیکھا اور قبضے تیغ کے چومے
حرارت بڑھ گئی کچھ اور بھی قلبِ مسلماں میں — نکلنا چاہتا تھا ہر مجاہد بڑھ کے میداں میں

علیؑ المرتضیٰؓ کا جوشِ جہاد

رسولُ اللہ کے روئے مبارک پر تبسم تھا — زباں خاموش تھی لیکن نگاہوں میں تکلم تھا
مجاہد منتظر تھے، بخت کس خوش بخت کا جاگے — کہ اتنے میں علیؑ المرتضیٰؓ صف سے بڑھے آگے
نگاہِ مصطفیٰؐ سے مرتضیٰؓ نے حوصلہ پایا — محبت نذر گزرانی، محبت ہی صلہ پایا
پئے تعظیم جھک کر اور ہادیؐ کی رضا لے کر — بڑھے شیرِ خدا میدان میں نامِ خدا لے کر[1]

نہ سینے پر زرہ تھی اور نہ سر پر خود پہنا تھا
فقط تلوار تھی، تلوار ہی مردوں کا گہنا تھا

علیؓ اور طلحہ

جہاں طلحہ کھڑا تھا مستعد، تیار و آمادہ — ہوئے اُس کے مقابل شاہِ مرداںؓ جا کے استادہ

---

[1] طلحہ بن عثمان کے مقابلہ کے لئے حضرت علیؓ نکلے۔ (طبری)

marfat.com

کہا طلحہ نے اے میرے عزیز ابنِ ابی طالبؓ — یتیم پر شوقِ جنت ہو گیا کیوں اس قدر غالب!

جوانی میں ہوا کرتی ہے یہ دُنیا بہت پیاری — تعجب ہے تمہیں دُنیا سے کیوں ہے اتنی بیزاری

بہر صورت نہیں تم کو پسند آئین دُنیا کے — تو مجھ کو بھی خوشی ہو گی تمہیں جنت میں پہنچا کے

سنبھل جاؤ، سنبھالو تیغ، میرے سامنے آؤ — کرو خود سیرِ جنت یا مجھے دوزخ میں پہنچاؤ

تبسم زیرِ لب فرما کے حیدرؓ نے یہ فرمایا — ہمارا وقت ابھی دنیا سے جانے کا نہیں آیا

مگر ہاں مضطرب ہے تُو بہت دوزخ میں جانے کو — کہ رُوحیں جانتی ہیں اصل میں اپنے ٹھکانے کو

دِکھا طلحہ دکھانا ہے اگر کوئی ہنر تجھ کو — کہ جانا ہے پھر اپنی منزلِ مقصود پر تجھ کو

علیؓ کی بات سُن کر طیش سے تھرا گیا طلحہ — لگی ایسی کہ تاؤ اور بھی اب کھا گیا طلحہ

کہا، غصہ دلاتی ہے یہ تیری گفتگو تجھ کو — یہ تیرا حوصلہ، پہنچائے گا دوزخ میں تُو جھ کو

کہا مولیٰ علیؓ نے، ہاں یہی میرا ارادہ ہے

تسلّی رکھ تری خاطر درِ دوزخ کشادہ ہے

علیؓ اور طلحہ کی شمشیر بازی

کیا بند اب تو غصے میں لبِ تقریر طلحہ نے — جمایا پینترا اور کھینچ لی شمشیر طلحہ نے

مثالِ ابرِ گرجا، تیغ بجلی کی طرح چمکی
نگاہیں جم گئیں اِس جنگ پر مردانِ عالم کی

اُدھر تھیں کفر کی اپنے علمبردار پر آنکھیں
اِدھر ایماں کی رُوئے حیدرِ کرّار پر آنکھیں

چڑھا تھا نشہ کافر کو شرابِ کبر و مستی کا
کیا فرقِ علیؓ پر وار شمشیرِ دو دستی کا

گری تدبیر مُنہ کھولے ہُوئے تقدیر کے سر پر
ید اللہ نے لیا شمشیر کو شمشیر کے سر پر

اُدھر تھا نورِ باطل اور شیطاں کی ہوا خواہی
اِدھر سینہ سپر ہو کر لڑی تیغِ یدُ اللّٰہی

بہم دست و گریباں تھیں حق و باطل کی شمشیریں
اُدھر شیطاں کی تاویلیں، اِدھر قرآں کی تفسیریں

تزلزل تھا فضا میں ہَول کی صُورت ہویدا تھی
ہوا میں اک نرالے ساز کی آواز پیدا تھی

جُدا ہو ہو کے ملتی تھیں گلے یہ تیز تلواریں
کہ جیسے سان پر رہ رہ کے اٹھتی ہوں نئی دھاریں

علمبردار تھا مغرور پختہ کاریٔ فن پر
تسلّی تھی کہ مغفر سر پہ چار آئینہ ہے تن پر

سمجھتا تھا ابھی کم عُمر ہے ابنِ ابی طالبؓ
توقع تھی کہ بس چھا جاؤں گا آجاؤں گا غالب

حقیقت سے مگر نادان رکھتا تھا نہ آگاہی
کہ اس کی پیش دستی کے مقابل تھی یدُ اللّٰہی

سنبھلنے کے لئے مہلت نہ دیتا تھا وہ دم بھر کی
مگر اُلجھاؤ سے اِک بار نکلی تیغ حیدرؓ کی

اُٹھی اُٹھ کر کمینی کھنچ کر گری لوہے کے مغفر پر
یہ مغفر کٹ گیا، آئی ہُوئی اب آگئی سر پر

marfat.com

سرِ خود سر کو توڑا چھو کا تا حلق سے نکلی[1] صدائے اللہ ہر شو زبانِ خلق سے نکلی
اٹھا عرشِ معلّٰی کی طرف چھاپیر کا زبانِ پاک سے نعرہ اٹھا اللہ اکبر کا[2]
اٹھا اِک غلغلہ تکبیر کا اللہ والوں میں سمایا ہول قرشی پیلوں میں اور سالوں میں

طلحہ کی برہنگی اور علیؓ کی حیا اور مروت

ابھی میدان میں آیا تھا قاتل کی طرح طلحہ ابھی اِس خاک پر تھا مرغِ بسمل کی طرح طلحہ
برہنہ پشت پر سے ہو گئی تھی لاش خود سر کی نظر اِس رنگ سے آئینہ عبرت تھی حیدرؓ کی
حیا پروردہ آنکھیں جھک گئیں دشمن کی ذلت پر علَم اُس کا اُٹھا یا ڈال دی مجروح پر چادر[3]
عدو بھی ہو نہ بے پردہ عجب احساس تھا دل میں خدا کا خوف تھا دل میں نبیؐ کا پاس تھا دل میں

---

[1] علیؓ نے چابک دستی سے ایک ایسی ضرب طلحہ کے سر پر لگائی۔ تلوار اس طرح گری کہ اس کے سر میں تیر گئی یہاں تک کہ سر اس کا ریش اور ذقن تک دو پارا ہو گیا (رشاد الحکمۃ)

[2] حضرت علیؓ نے طلحہ پر ایسی تلوار ماری کہ سر سے سینہ تک اتر گئی۔ اس دم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند فرمایا۔ (تاریخ العمران)

[3] علی المرتضیٰؓ نے اسے برہنہ دیکھ کر رحم فرمایا۔ اس پر اسی کے جھنڈے کا دامن ڈال کر چلے آئے۔ ایسی حالت میں کہ اس میں جان باقی تھی۔ واپسی پر بغیر قتل کئے واپس آنے کا سبب پوچھا گیا تو علیؓ نے کہا مجھے اس کی برہنگی سے شرم معلوم ہوئی۔ مگر اس ضرب سے خدا اس کو ضرور دوزخ تک پہنچائے گا (رشاد الحکمۃ)

دو لشکر کر رہے تھے اس جوانمردی کا نظارہ
کہ بسمل پر دوبارہ ہاتھ حیدرؓ نے نہیں مارا

سبق دے کر نگاہوں کو نگاہِ پردہ پوشی سے
شہِ مرداں پلٹ آئے سوئے لشکر خموشی سے

اِدھر تکبیر تھی زیبِ زبانِ پاکِ پیغمبرؐ
عَلَم اسلام کا لہرا رہا تھا فرقِ اقدس پر

لگائے لشکرِ توحید نے تائید کے نعرے
فضا میں بس گئے اللہ کی توحید کے نعرے

قریشی فوج کا غضبناک حملہ

قریشی فوج پہلے ہی سے تھی غصّے میں دیوانی
ہوئی تازہ ندامت سے تو اب کچھ اور کھسیانی

صفوں میں رہ سکی قائم نہ ربط و ضبط کی صورت
جنوں بن کر نمایاں ہو گئی اب جبط کی صورت

غضب کے غیظ کے غصّے کے نعرے ہر طرف گونجے
صدائے دف اٹھی نقار خانے صف بصف گونجے

بڑھے تیر و کماں لے کے پیدل بھی رسالے بھی
مگر تھے مستعد بہرِ قتال اللہ والے بھی

اٹھی خاکِ زمیں یک بار قصدِ آسماں لے کر
مسلمانوں کی قلّت پر ضعیفی کا گماں لے کر

اسلام کا جھنڈا

صفِ اول پہ تھے تشریف فرما ہادیٔ اکرم
ہوا کو دے رہا تھا جنبشیں اِسلام کا پرچم

یہ جھنڈا تھا خُدا کا، مُصطفٰے کا اور قرآں کا
مٹانے آیا تھا نام و نشاں فرعون و ہاماں کا

یہ جھنڈا تھا جہادِ فی سبیل اللہ کا جھنڈا
یہ جھنڈا تھا شہنشاہوں کے شاہنشاہ کا جھنڈا

یہ جھنڈا خاکیوں پر نُور برسانے کو آیا تھا
سرِ مخلوق پر یہ رحمتِ باری کا سایا تھا

شریفوں نے بنایا تھا، شریفوں کی حمایت میں
ضعیفوں نے اُٹھایا تھا ضعیفوں کی حمایت میں

یہ جھنڈا آدمی کو اَمن کا پیغام دیتا تھا
مساوات و اُخوت کی صلائے عام دیتا تھا

یہ جھنڈا تھا زمانے میں نشاں ظلِّ الٰہی کا
اسے دعویٰ تھا بہرِ دو جہاں عالم پناہی کا

غُلاموں اور مزدوروں کی خاطر جنگ کرنے کو
زبانِ محنت و سرمایہ ہم آہنگ کرنے کو

رسالت کے سرِ اقدس پہ لہراتا ہُوا پرچم
شعاعیں نُورِ ربّانی کی برساتا ہُوا پرچم

جھنڈے کا گیت

نامِ خُدا کا جھنڈا
پیغامِ خُدا کا جھنڈا
یہ جھنڈا ایمان کا جھنڈا قرآنی فرمان کا جھنڈا
سب سے اُونچی شان کا جھنڈا
نامِ خُدا کا جھنڈا پیغامِ خُدا کا جھنڈا

مال سے پیارا جان سے پیارا دل کا نُور آنکھوں کا تارا
دو جگ میں عزّت کا سہارا
نامِ خُدا کا جھنڈا پیغامِ خُدا کا جھنڈا

ظالم کا دل پھٹ جاتا ہے ظُلم کا بادل چھَٹ جاتا ہے
جب میدان میں ڈٹ جاتا ہے
نامِ خُدا کا جھنڈا پیغامِ خُدا کا جھنڈا

---

marfat.com

لہرائے گا اَوج کے اُوپر دریا کی ہر مَوج کے اُوپر
میداں کی ہر فَوج کے اُوپر
نامِ خُدا کا جھنڈا پیغامِ خُدا کا جھنڈا

اِس کا پرتَو پڑ جاتا ہے غازی رَن میں اڑ جاتا ہے
جب دھرتی پر گر جاتا ہے
نامِ خُدا کا جھنڈا پیغامِ خُدا کا جھنڈا

نارِ تعصب سَرد کرے گا کوہِ ستم کو گرد کرے گا
رنگِ حَسَد کو زرد کرے گا
نامِ خُدا کا جھنڈا پیغامِ خُدا کا جھنڈا

او ظالم، مغرور ستمگر! دیکھ مُسلمانوں کا لشکر!
لہراتا ہے جس کے سر پر
نامِ خُدا کا جھنڈا پیغامِ خُدا کا جھنڈا!

یہ جھنڈا مزدور کا حامی مظلوم و مجبور کا حامی
نار کا دشمن نور کا حامی
نامِ خدا کا جھنڈا پیغامِ خدا کا جھنڈا

قریش کا عام دھاوا

مسلمانوں کی تیر افگنی

بڑھی فوجِ قریشی جب برائے جنگِ مغلوبہ
رسول اللہ پر ظاہر ہوا باطل کا منصوبہ

صحابہؓ سے رسول اللہ نے ارشاد فرمایا
ابھی ٹھہرو، تمہارا وقت بڑھنے کا نہیں آیا

خدا کے فضل سے تیر افگنی کے ہو دھنی تم بھی
کرو تیر افگنوں کے سامنے تیر افگنی تم بھی

نہ کھاؤ خوف کثرت سے نہ ہو آزردہ قلت پر
شکست و فتح ہے موقوف استقلالِ ملّت پر

برائے جنگ ایمائے امامِ انس و جاں لے کر
ہوئے اللہ کے بندے مستعد تیر و کماں لے کر

قریشی فوج کیا تھی ایک آندھی بڑھتی آتی تھی
بلند و پستِ وادی پر اترتی چڑھتی آتی تھی

بالآخر لاشۂ طلحہ پہ آ پہنچے یہ دیوانے
لگے بے ساختہ کج باز مینہ تیروں کا برسانے

مگر دینا پڑا جلد اپنی شُدّی کا حساب ان کو
لبِ سوفار سے ملنے لگا ان کا جواب ان کو

marfat.com

سزا پانے لگے ظالم مسلمانوں کے ہاتھوں سے
قضا پیدا ہوئی مظلوم انسانوں کے ہاتھوں سے

کماں کھنچتے ہی بسم اللہ کی آواز آتی تھی
فضا میں بے تحاشا ایک بجلی کوند جاتی تھی

کمانوں سے اِدھر ہوتی تھی پیدا ایک آہٹ سی
سنائی دیتی تھی یک دم پروں کی سنسناہٹ سی

فرشتے موت کے تیروں کو رکھ کر اپنے شانوں پر
یک جنبشِ نظر لے کے جاتے تھے نشانوں پر

قریشی حملہ آور زخم کاری کھا کے گرتے تھے
پیادے چیخ کر اور گھڑ چڑھے لہرا کے گرتے تھے

مسلمانوں[1] کا کوئی تیر بھی خالی نہ جاتا تھا
دلوں میں بیٹھتا تھا یا کلیجوں میں سماتا تھا

ہوا میں گونجتا تھا شور و شیون اہلِ باطل کا
نظر آتا تھا منظر ہر طرف مرغانِ بسمل کا

قریشی فوج اس دم ہر طرح تیروں کی زد پر تھی
باذن اللہ قضا اللہ والوں کی مدد پر تھی

قریش کی پریشانی اور قریشی عورتوں کی جولانی

دھواں بن کر سلگتی آگ سے چھٹنے لگے دشمن
مقابل موت تھی پیچھے مڑے ہٹنے لگے دشمن

قریشی پیدلوں نے کھا کے گھنگٹ اب جو منہ موڑے
زمیں پر آ رہے اسوار، بد کے اِس طرح گھوڑے

قریشی عورتوں نے اب جو مردوں کا سماں دیکھا
جوان و پیر کے چہرے پہ طاری خوفِ جاں دیکھا

---

[1] بعض تیر اندازوں کا بیان ہے کہ ہم اپنے تیروں کو نگاہ کرتے تھے۔ جو تیر ہم ان کے خیل پر چلاتے تھے ہم نے کسی تیر کو نہیں دیکھا کہ وہ زمین پر گرا ہو۔ یعنی کوئی تیر خالی نہ جاتا تھا۔ (ارشاد الحکمۃ)

بڑھیں ان بزدلوں کی بزدلی پر طیش کھا کھا کر
زمیں سر پر اٹھالی دف بجا کر اور گا گا کر

کسی کے لب پہ گالی تھی کسی کے منہ میں تھیں تھیں
انہیں غیرت دلانے کی یہی بیہودہ رسمیں تھیں

دیئے مردوں کو طعنے عورتوں نے اس قبیلت کے
قدم اکھڑے تھے لیکن گر گئے مارے ندامت کے

صفیں تیروں کی زد سے ہٹ کے پھر جمنے لگیں آخر
جو بھاگی جا رہی تھیں ٹولیاں تھمنے لگیں آخر

ابو شیبہ کی علمبرداری

مگر حملے کا دل میں حوصلہ پاتا نہ تھا کوئی
علم فوجِ قریشی کا نظر آتا نہ تھا کوئی

علم نے ڈھانک رکھا تھا علمبردار کا مردہ
اسے بڑھ کر اٹھائے یہ کسی کا تھا نہ دل گردہ

ابو شیبہ علمبردار طلحہ کا برادر تھا
جواں تھا، پہلواں تھا، صاحبِ ہمت دلاور تھا

بہت صدمہ تھا اس کو اپنے بھائی کی ہلاکت کا
کبھی دیکھا نہیں تھا مرحلہ ایسی نزاکت کا

قریشی فوج پر اس وقت اک سکتہ سا چھایا تھا
علم اب تک کسی نے بھی نہیں جا کر اٹھایا تھا

لہ ہند اور اس کی ساتھ والیاں طبل و دف بجا بجا کر اور گا گا کر لوگوں کو جوش میں لاتی تھیں مردوں کو آمادۂ جنگ کرتی تھیں اور واقعاتِ بدر یاد دلاتی تھیں۔ (رشاد الحکۃ)

لہ ان کے ہاتھوں میں مسرمدانیاں اور سلائیاں تھیں۔ جب ان کے مردوں میں کوئی بھاگتا نظر آتا تو یہ چیزیں پیش کرتیں اور کہتیں سنگار کرو، تم مرد نہیں عورت ہو۔ (رشاد الحکۃ)

marfat.com

قریشی عورتوں کے طعن سُن کر اُس کو ہوش آیا — عَلَمبردار اب مَیں ہُوں، ابُوشَیبہ کو جوش آیا
نمُود و نام نے اکسا دیا جُرأت دکھانے کو — ابُوشَیبہ بڑھا میدان سے جھنڈا اُٹھانے کو
نظر آئی سرِ میدان عبرت کی یہ نیرنگی — عَلَم جس دم اُٹھایا، نعشِ طلحہ ہوگئی ننگی
عَلَم اُٹھا تو اُٹھی ساتھ ہی اِک موجِ بیداری — قریشی عورتیں اس دم عَلَم کے گرد تھیں ساری
ابُوشَیبہ عَلَم کو لے کے اپنی فَوج میں آیا — قریشی عورتوں نے دف بجائی اور رَجز گایا

ابُوشَیبہ مُبارِز طلب کرتا ہے

ابُوسفیاں نے اِک تقریر کی لشکر کو گرمایا — دلائی عکرمہ کو شرمِ خالد کو بھی سمجھایا
بڑھا اب پھر یہ لشکر لشکرِ اسلام کی جانب — اُسی باطل ارادے سے اُسی اقدام کی جانب
صفِ کفّار کو پایا جو تیروں کے نشانوں پر — صحابہؓ نے چڑھائے تیر پھر اپنی کمانوں پر
یہ دیکھا تو ابُوسفیاں نے روکا فوج والوں کو — ہٹایا پیدلوں کو آڑ پر رکھا رسالوں کو
مُسلمانوں کا ڈر دیکھا جو پیدل فوج پر غالب — عَلَمبردار ہی بڑھ کر مبارِز کا ہُوا طالب

لہ علمبردار طلحہ کے بعد ابوشیبہ بن عثمان نے مشرکین کا عَلَم اُٹھایا۔ اس کے پیچھے پیچھے عورتیں اشعار پڑھتی تھیں۔ وہ یہ رجز پڑھتا ہوا احمد آور ہُوا

اِنَّ عَلٰی اَھْلَ اللِّوَاءِ حَقًّا — علمبردار کا فرض ہے کہ نیزے کو خُون سے رنگین کر دے یا
اَنْ تُخْضَبَ الصَّعْدَۃُ اَوْ تَنْدَقًّا — وہ ٹکرا کے ٹوٹ جائے۔ (سیرت النبی)

marfat.com

پکار آئیں ابو شیبہ ہوں میں طلحہ کا بھائی ہوں
مجھے سب جانتے ہیں سنگدل ہوں اور قسائی ہوں!

علمبردار طلحہ سُنت رگ تھا خاندان بھر میں
نہ تھی وہ شان اس میں چاہیے جو ایک افسر میں

مُعمّر ہو چکا تھا اور بہر حرب ناکارہ
علیؓ کے نوجوان ہاتھوں نے اس کمزور کو مارا

مُسلمانوں! علی کے زورِ بازو پر نہ اتراؤ
اگر کچھ حوصلہ رکھتے ہو میرے سامنے آؤ"

جنابِ حمزہؓ کا اِشتیاقِ شہادت

یہ سُن کر شیرِ حق نے جانبِ ہادیؐ نظر ڈالی
کہ شاید پھر مجھی کو اذن بخشیں حضرتِ عالی

کہ اتنے میں جنابِ حضرتِ حمزہؓ نے عجلت سے
نکل کر صف سے مانگا اذنِ میداں شانِ رحمت سے

گذارش کی کہ اے سچے رسُول اے ہادیٔ کاملؐ
جہادِ فی سبیل اللہ میں اک بُوڑھا بھی ہے شامل

مدینے میں خبر جس روز اِس حملے کی آئی تھی
اُسی دن یہ قسم[1] اِس بندۂ عاجز نے کھائی تھی

کہ جب تک فیصلہ کوئی سرِ میداں نہ ہو جائے
جہادِ حق میں یا حمزہؓ کی جاں قُربان نہ ہو جائے

مجھے اس وقت تک منزل کٹھن ہے اپنے جینے کی
مجھے سوگند ہے اِس زندگی میں کھانے پینے کی

---

[1] روایت ہے کہ حمزہؓ نے قریش کے حملہ کی خبر سُن کر نیت کی تھی کہ جنگ و جہاد و قتال کے بعد روزہ افطار کریں گے جس دن لشکرِ قریش اُحُد پر اترا وہ اسی روز سے صائم تھے۔ اسی صُورت میں مقابلہ کیا اور شہید ہُوئے (رشاد الحکمۃ)

marfat.com

مرا روزہ ہے اے محبوبِ باری تیسرے دن سے
نکھولوں گا یہ روزہ جنگ جب تک کر نہ لوں ان سے

مقید ہے مری ہستی تمنائے شہادت میں
مَیں خود حائل نظر آتا ہوں آج اپنی سعادت میں

سرِ میدان مبارز کو ہے زعم اپنی جوانی کا
یہ مزدِ پیروی دے گا جواب اِس لن ترانی کا

سہی جاتی نہیں مجھ سے یہ ناشائستہ گفتاری
کہ میرے قلب پر تیغِ زباں کی ضرب ہے کاری

مری جانب سے اب حد ہو چکی ہے بردباری کی
اجازت دیجئے بہرِ خدا میدان داری کی

اجازتِ میدان اور حضرتؑ کے تاثرات

اجازت عمِ پیغمبرؐ نے اس انداز سے چاہی
کہ حیرت سے انہیں تکنے لگا زورِ یدِ اللّٰہی

صدائے مرحبا و حبّذا تھی برلبِ حیدرؓ
شہادت گاہ کی جانب چلا تھا عمِ پیغمبرؐ

جلالت دیدنی تھی مصطفٰے کے عمِ عالی کی
جمالِ ہاشمی تھا آج اک صورت سوالی کی

سوالی گون، اپنی جان دینے کا تمنائی
سوالی گون، ابوطالب کا عبداللہ کا بھائی

وہ حمزہؓ ناز تھا اہلِ عرب کو جس کی طاقت پر
فدا ہونے چلا تھا اب بھتیجے کی صداقت پر

رسولِ پاک کے چہرے سے اک رقّت نمایاں تھی
یہ وہ رحمت تھی جس کی کوئی غایت تھی نہ پایاں تھی

نگاہیں مضطرب ہلکا تبسّم روئے زیبا پر
تصوّر مطمئن تھا مرضیٔ عرشِ معلّٰی پر

marfat.com

ہوا ارشاد اے عمِ خجستہ فام بسم اللہ
خدا حافظ ہے کیجے نصرتِ اسلام بسم اللہ

یہ اقدامِ شہادت برسبیلِ حُسنِ نیت ہے
محمدؐ اس پہ راضی ہے جو اللہ کی مشیت ہے

فراقِ عارضی سب کے لئے اِک دن مقرر ہے
ملاقات اب لوا الحمد کے نیچے مقدر ہے

یہ فرما کر دکھائی انتہائی شانِ رحمانی
کہ بڑھ کر چوم لی سرکار نے حمزہؓ کی پیشانی

وفورِ نورِ حق سے چہرۂ حمزہؓ چمک اُٹھا
جلا کندن نے پائی یہ زرِ ناخالص دمک اُٹھا

حمزہؓ کا رُعب

مسرت کا عجب عالم تھا اِسلامی عسکر پر
کہ لہراتا تھا اِک بالِ شترِ مرغ آپ کے سر پر[1]

لڑائی میں یہ حمزہؓ کا نشانِ امتیازی تھا
کہ حمزہؓ شیر دل تھا نازشِ مردانِ غازی تھا

ابُوسفیاں نے دیکھی شکل حمزہؓ کی تو گھبرایا
ابُوشَیبہ کے اِقدام و غا پر دل میں پچھتایا

پکارا اے ابُوشیبہ سنبھل کر دُو بدُو ہونا
بڑی ترکیب سے اس جنگجُو کے رُوبرُو ہونا

یہ حمزہؓ ہے، بہت مشکل ہے اس کے وار سے بچنا
بہت خُونخوار ہے اِس تیغِ دامندار سے بچنا

کہیں تیزی میں اِس کے ہاتھ سے چرکا نہ کھا جانا
کسی صُورت اسے لڑتے ہُوئے پیچھے لگا لانا[2]

---

[1] حضرت حمزہؓ کے سر پر ایک کپڑا بندھا تھا جس میں شترمرغ کا پر لہرا رہا تھا۔ یہ حمزہؓ کا جہاد میں نشانِ امتیازی تھا (العادۃ العرب)

[2] ابُوسفیان نے حمزہؓ کو میدان میں نکلتے دیکھ کر ابُوشیبہ کو آواز دی کہ احتیاط سے لڑنا اور ہو سکے تو پیچھے لگا لانا (رشاد الحکمۃ)

marfat.com

ابُوشیبہ ہنسا مقصد سپہ سالار کا پا کر
سنبھالا اُس نے بھالا سانپ کی مانند بل کھا کر

نظر ڈالی مگر حمزہؓ نے جس دم سامنے آکر
تو دل سینے کے اندر رہ گیا یک بار تھرّا کر

حمزہؓ اور ابُوشیبہ

کہا تُو شکوہ کرتا تھا علیؓ کی نوجوانی کا
تجھے مقتُول طلحہ پر گماں تھا ناتوانی کا

مناسب تھا کوئی بُوڑھا جواں کے سامنے آئے
تقابُل تاکہ محرومِ توازُن ہی نہ رہ جائے

بہادر بن کے استعمال کر زورِ جوانی کو
کہ حاضر ہے یہ مردِ پیر تیری قدردانی کو

ابُوشیبہ کو اس شائستہ گفتاری پہ حیرت تھی
یہی طرزِ شریفانہ تھی جو شایانِ غیرت تھی

جواب[1] اُس نے دیا اے حمزہؓ تو مردِ دلاور ہے
بہادر ہے جری ہے بحرِ جُرأت کا شناور ہے

کیا ہے قتل تُو نے بدر میں قرشی جوانوں کو
پچھاڑا ہے عرب کے اچھے اچھے پہلوانوں کو

ہماری قوم تیرے خُون کی پیاسی ہی مدّت سے
گھروں میں بال بچے کانپتے ہیں تیری دہشت سے

بہت اچھا کیا، تُو خُود ہی میداں میں نکل آیا
مرے ہاتھوں سمجھ لے آج پیغامِ اجل آیا

تری بدقسمتی نے تُجھ کو میداں میں نکالا ہے
تُجھے خونریزیوں کا آج بدلہ ملنے والا ہے

---

[1] ابوشیبہ بن عثمان قریش کے علمبردار نے حمزہؓ سے کہا۔ میں تجھی کو ڈھونڈتا تھا۔ کیونکہ تُو نے بدر میں قریش کے بچوں کو یتیم اور عورتوں کو بیوہ کر دیا ہے۔ (تاریخ الحمران)

marfat.com

تُو اپنی نرم باتوں سے مجھے بہلا نہیں سکتا
جواں ہو یا کہ بُوڑھا مجھ سے بچ کر جا نہیں سکتا

کہا حمزہؓ نے خیر اب بند کر یہ قیل و قال اپنی
مَیں تیرے سامنے موجود ہُوں حسرت نکال اپنی

مَیں خُود ہی دیکھ لُوں گا جو مرا اللہ دکھائے گا
یقیں رکھ بھاگتا میداں سے تُو مجھ کو نہ پائے گا

یہ میداں ہے یہاں مُہلت نہیں باتیں بنانے کی
دکھا جوہر کہ ساعت ہے یہی جوہر دکھانے کی

تُو زور آور ہے اپنے زور کا اظہار کر مجھ پر
قدم آگے بڑھا مردانگی سے وار کر مجھ پر

شہادت سے ڈرا سکتا نہیں تُو مردِ مومن کو
کہ مومن ڈھونڈتے آتا ہے دُنیا میں اِسی دن کو

اُبُوشیبہ اور حمزہؓ کی جنگ

بڑھی اِس گفتگو سے اب جو کافر کی غضبناکی
کیا غافل سمجھ کر وار نیزے کا بہ چالاکی

وہ غافل اِن کو سمجھا تھا مگر ہُشیار تھے حمزہؓ
یہ گھاتیں جانتے تھے آزمُودہ کار تھے حمزہؓ

وہیں قائم رہے بس اِک ذرا سا جسم لہرایا
اسی جنبش سے یہ نیزہ بغل کے درمیاں آیا

بنانِ نیزہ بائیں ہاتھ سے تھامی دیا جھٹکا
اُبُوشیبہ سے نیزہ چھین کر کچھ دُور دے پٹکا

کہا، بانکے جواں بے دل نہ ہو آسان قائم رکھ
نکال اب میان سے تلوار اپنی شان قائم رکھ

بھڑک اُٹھا یہ سُن کر شعلہ کی مانند اُبُوشیبہ
ہُوا کچھ اور بھی اب چاق اور چوبند اُبُوشیبہ

اُدھر کافر کا پنجہ قبضۂ شمشیر پر آیا
اِدھر دستِ مُسلماں خامۂ تقدیر پر آیا

اُدھر بھی تیغِ لنگر دار باہر میان سے نکلی
اِدھر بھی ایک چھوٹی سی پری زندان سے نکلی

اُدھر گویا دہانِ غار سے اِک اژدہا نکلا
اِدھر روشن ہُوئی دنیا کہ مُوسیٰ کا عصا نکلا

پڑا اب سایۂ شمشیرِ دامن دار حمزہؓ پر
ابُوشیبہ نے قوت سے کیا اِک وار حمزہؓ پر

اُٹھا کر تیغ حمزہؓ نے بھی گانٹھی تیغ دشمن سے
صدا اسپر نے سُنی آہن کے ٹکرانے کی آہن سے

اچانک دستِ چابک دست نے ہلکی سی دی تھپکی
دو لشکر دیکھتے تھے، دُھوپ میں اک کوندنی لپکی

جُھکایا ہاتھ کو پُھرتی سے اِک ٹھوکا دیا ہٹ کر
زمیں پر جا گرا تیغِ ابُوشیبہ کا پھل کٹ کر

شکستِ تیغ سے کافر کے مُنہ پر چھا گئی زردی
لگی راہِ فرار اب ڈھونڈنے اس کی جوانمردی

برابر کی لڑائی کا نہ پایا جب کوئی یارا
شکستہ تیغ کا قبضہ سرِ حمزہؓ پہ دے مارا

جنابِ حمزہؓ کا رُوئے مُبارک اِک طرف سرکا
اور اس کے ساتھ ہی نعرہ ہُوا اللہ اکبر کا

زمین و آسماں پر ایک ہیبت ہو گئی طاری
اِدھر نُوری بڑھا آگے اُدھر ہٹنے لگا ناری

ابوشیبہ کے امدادی

ابُوشیبہ کے بچنے کا نہ دیکھا جب کوئی رستہ
پئے امداد ابُوسفیاں نے بھیجا فوج کا دستہ

بڑھا اس کی مدد کو ایک بازوئے صفِ لشکر — ابوشیبہ ہٹا پچھلے قدم ہوئے صفِ لشکر
اُدھر انبوہ بڑھتا آ رہا تھا گھیرنے والا — اِدھر تنہا کھڑا تھا فوج کا مُنہ پھیرنے والا

ابوشیبہ کا قتل

کیا حمزہؓ نے پھر اک نعرۂ شیرانہ میداں میں — بڑھے آگے دکھائی ہمّتِ مردانہ میداں میں
ابوشیبہ ابھی تک قُربِ لشکر میں نہ تھا پہنچا — کہ لے کر موت کا پیغام عزرائیل آ پہنچا
کہا اے نوجواں اِک پندِ پیرانہ تو لیتا جا — جہنّم کی طرف جاتا ہے پروانہ تو لیتا جا
ابوشیبہ رُکا امداد ملنے کے بھروسے پر — جمائے پھر قدم اُس نے نکالا ڈاب سے خنجر
پہنچ جائیں گے امدادی بڑی امید تھی اس کو — مگر حمزہؓ کی تیغِ تیز نے مُہلت نہ دی اس کو
گری شمشیرِ پُرتنویر ابوشیبہ کے مغفر پر — یہ مغفر کٹ گیا اپنی مُصیبت ٹال دی سر پر
پڑی سر پر تو سر نے بھی دکھا دی راہ گردن کی — اسے دیکھا تو گردن نے بھی کھڑکی کھول دی تن کی
سرِ و گردن سے کیا لینا تھا اس تیغِ ہلالی کو — کہ یہ تو آئی تھی قلب و جگر کی دیکھا بھالی کو
بڑی خُوبی سے اس نے سر کو توڑا حلق کو چیرا — کٹا سینہ، تَرَشتا ہے چُھری سے جس طرح کھیرا
یہ قطعِ راہ کر کے سینۂ پُرکینہ میں آئی — کلیجے پر نظر کی اور ناپی دل کی گہرائی

marfat.com

جو صورت چاہ میں چاہی وہ خاطر خواہ پیدا کی
گھری ظلمت کدے میں آپ اپنی راہ پیدا کی

زرہ بکتر کی ہر اُلجھن کو سلجھا کر نکل آئی
بزیرِ ناف سیدھا راستہ پا کر نکل آئی

دکھایا عدل اُس نے سامنے ہر دوست دشمن کے
صفائی سے برابر کے دو ٹکڑے کر دیئے تن کے

حضرتِ حمزہؓ پر مقتول کے امدادیوں کا حملہ

اُٹھا تھا زعمِ یکتائی میں جو عقل و خرد کھو کر
پڑا تھا خاک پر وہ منکرِ توحید دو ہو کر

نہ ہونے پایا تھا بدبخت کا لاشہ ابھی ٹھنڈا
تڑپتے تھے اِدھر ٹکڑے، اُدھر تھا سرنگوں جھنڈا

کہ یورش کر کے پہنچے دس سپاہی فوجِ دشمن کے
مقابل ہو گئے رُوباہ مردِ شیر افگن کے

یہ قربِ فوجِ دشمن تھا، اکیلے تھے یہاں حمزہؓ
غضنفر تھے مگر ان بکریوں کے درمیاں[1] حمزہؓ

دکھا دی لشکروں کو شانِ فنِّ جنگ حمزہؓ نے
کہ جس پر ہاتھ مارا کر دیا چورنگ حمزہؓ نے

وہ کھیلے جنگ کی بازی اکیلے اس جماعت میں
گرا دیں سات نامردوں کی لاشیں ایک ساعت میں

جو باقی تھے انہیں بھی دھر لیا اب تیغ کے آگے
یہ عالم دیکھ کر تینوں کے تینوں چیخ کر بھاگے

---

[1] ابوشیبہ کو قتل کرنے کے بعد حمزہؓ قریش کی ایک جماعت میں گھر کر قتال کرتے رہے (العادیۃ العرب)

marfat.com

لشکرِ اسلام کو اذنِ جنگِ مغلوبہ

غضب طاری ہوا اس واقعے سے فوجِ اعدا پر
تہیہ کر لیا حملے کا سب نے مردِ تنہا پر

اِدھر جمعیتِ اسلام نے یہ ماجرا دیکھا
عرب کا چاند کالی بدلیوں میں پیر تا دیکھا

علمبردار کا مقتول ہونا اور گر جانا
جنابِ حمزہؓ کا خونریز تلواروں میں گھر جانا

قریشی فوج میں پھر جنگِ مغلوبہ کی تیاری
جنابِ حمزہؓ کی تنہائی اور جوشِ فدا کاری

یہ سب کچھ ہو رہا تھا فاصلے پر دور وادی میں
مگر روشن تھا آئینے کی صورت چشمِ ہادیؐ میں

مسلمانوں کے سینے پھٹ رہے تھے جوش کے مارے
مگر مجبور تھے پابندِ حکمِ ضبط تھے سارے

نبیؐ کے حکم کی اب منتظر فوجِ مسلماں تھی
نظر آیا کہ دستِ نور میں اک تیغِ براں[1] تھی

رسالت کی تلوار[2]

رسول اللہ نے یہ تیغ اٹھائی اور فرمایا
مسلمانو! بڑھو آگے بڑھو وقتِ قتال آیا

---

[1] کفار مسلمانوں کی تیراندازی سے پیچھے ہٹ گئے تھے اور علمبردار بڑھ بڑھ کر لڑ رہے تھے۔ عین اس وقت جب ابو شیبہ بن عثمان حضرت حمزہؓ کے ہاتھوں قتل ہوا کفار نے بڑھ کر غلبہ کیا۔ اس وقت آنحضرتؐ نے مسلمانوں کو جوش دلایا۔ اور ایک تلوار جو حضور کے دست مبارک میں تھی دکھا کر فرمایا، کون اس تلوار کا حق ادا کرے گا۔ (تاریخ العمران) [2] حاشیہ اگلے صفحہ پر

marfat.com

نبیؐ تلوار دینا چاہتا ہے اس دلاور کو — رکھے ملحوظ جو میدان میں فرمانِ داور کو
کوئی ہے تم میں جو تکمیلِ آئینِ وفا کر دے — جو اس تلوار کا حق آج میداں میں ادا کر دے

جیّد صحابہ کو اِس تلوار کی حسرت

یہ سُن کر ہر مجاہد کو ہُوئی شمشیر کی حسرت — ہویدا تھی نگاہوں سے جوان و پیر کی حسرت[1]
صحابہؓ نے نبیؐ کے رُوئے پُر تنویر کو دیکھا — بڑے ارماں بڑی اُمید سے شمشیر کو دیکھا
تھا دریا موجزن ہر دل میں شوقِ بے نہایت کا — رہوں اے کاش میں ہی آج مَورد اس عنایت کا
زبس بیتاب تھی حسرت دلِ فاروقِ اعظم میں — کہ آئے سر جھکائے خدمتِ سالارِ عالم میں
گذارش کی کہ یہ تلوار فدوی کو عنایت ہو — ہمیشہ بندۂ احساں ہُوں مَیں مجھ سے رعایت ہو

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) آنحضرت کے ہاتھ میں ایک تلوار تھی جس کے ایک پہلو پر یہ شعر لکھا تھا ؎

فی الجبن عار و فی الاقبال مکرمۃ — نامردی موجبِ ننگ اور حملہ آوری موجبِ شرف ہے
والمرء بالجبن لا ینجو من القدر — حالانکہ نامردی میں بھی انسان کو تقدیر سے پناہ نہیں مل سکتی۔
(سیرت ابنِ ہشام)

[1] حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت فاروقؓ حضرت علی المرتضیٰ کرم اور مختلف لوگوں نے اس تلوار کو مانگا۔ مگر آپ نے کسی کو یہ تلوار نہ دی۔
(خاتم المرسلین)
آنحضرت نے دستِ مبارک میں تلوار لے کر فرمایا۔ کون اس کا حق ادا کرتا ہے۔ اس سعادت کے لئے دفعۃً بہت سے اصحاب (سیرۃ النبی)
حضرت فاروقؓ اور حضرت زبیرؓ اور بہت سے صحابہ کبار نے حضرت سے اس تلوار کی خواہش کی مگر آپ نے انکار فرمایا (رشاد الحکم)

مگر سرکار نے انکار کے الفاظ فرمائے
تو یہ حسرت لئے خدمت میں اکثر نامدار آئے

بصد اصرار اپنے شوق کا اظہار فرمایا
مگر اللہ کے محبوب نے انکار فرمایا

اُحد میں آج کیا مدِ نظر تھا کوئی کیا جانے
خُدا جانے خُدا کا بھید یا پھر مُصطفٰے جانے

بھلا اب کس کی جُرأت تھی کہ جرأت سے بڑھے آگے
سبھی حیراں تھے دیکھیں بخت کس خوش بخت کا جاگے

نگاہیں ڈھونڈتی تھیں کون اس پردے میں پنہاں ہے
کہ جس کی دست بوسی کے لئے یہ تیغ عُریاں ہے

اُدھر تھی جامِ حسرت ہی سے محفل دم بخود ساری
لبِ ساقی پہ تھا دریائے تکرارِ صلا جاری

بندھی تھیں اہلِ جُرأت کی اُمیدیں دستِ اشرف سے
یہ عالم تھا کہ نکلے بُودؓ جانہ آخری صف سے

ابُودؓجانہ کو عطائے شمشیر

کہا سرکار اس تلوار کا حق جانتا ہُوں مَیں
فقط حق ہی اسے مطلُوب ہے، پہچانتا ہُوں مَیں

مَیں اس کا حق ادا کر دوں گا دین و جان و ایماں سے
کہ داغِ خُونِ ناحق لے کے آؤں گا نہ میداں سے

مقدر ڈھونڈتا تھا اس ادائے والہانہ کو
عطا کر دی گئی یہ تیغِ بُرّاں بُودؓجانہ کو[1]

---

[1] یہ فخر ابُودؓجانہ کے نصیب میں تھا (سیرت النبی) ابُودؓجانہ نے عرض کیا مَیں اس کا حق ادا کروں گا۔ (خاتم المرسلین)

marfat.com

ابُودجانہ کی رفتارِ ناز

چڑھا نشہ خُوشی کا بُودُجانہؓ جوش میں جھُومے
جھکے، تلوار لے لی، اور دستِ مصطفٰے چُومے

لپیٹا سُرخ کپڑا گردِ سر اس مردِ اکمل نے[1]
اکڑ کر پہلوانوں کی طرح بڑھ کر لگے چلنے

تبسم زیرِ لب فرما کے ہادیؐ نے یہ فرمایا
کہ ہاں آگے بڑھو آگے بڑھو وقتِ جہاد آیا

اگرچہ ناپسندیدہ ہے ایسی کبک رفتاری
مگر ایسے مواقع پر یہی رفتار ہے پیاری[2]

اشارہ کر کے میداں کی طرف دستِ پیمبرؐ نے
کہا دیکھو بڑھایا ہے قدم باطل کے لشکر نے

بڑھو تم بھی خُدا کا نام لے کر اے مُسلمانو!
خداو خلق کی خاطر ادائے فرض کی ٹھانو!

فقط توحید کی خدمت کا دم بھرتے ہُوئے نکلو
سرِ میداں رضائے حق طلب کرتے ہُوئے نکلو

تیراندازوں کو آخری تاکید

مگر ٹھہری رہے پُشتے پہ تیراندازِ جمعیت
نہیں لازم اسے ہرگز عدولِ حکم کی نیت[3]

---

[1] اس غیر متوقع عزت نے انہیں مغرور کر دیا۔ سر پر سُرخ رُومال باندھا اور اکڑتے تنتے ہُوئے نکلے۔ (سیرت النبی)

[2] آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ چال خُدا کو سخت ناپسند ہے لیکن اس وقت پسند ہے۔ (سیرت النبی)

[3] جب عام حملے کے لئے جمعیتِ اسلام کو آنحضرت نے حکم فرمایا تو پھر ایک مرتبہ تیراندازوں کے قریب آکر فرمایا۔ ہرگز شیلانہ چھوڑنا۔ اور فرمایا خدا کو تم پر شاہد کرتا ہوں۔ (رشاد الحکمہ)

marfat.com

مجھے اندیشہ ہے اِن تیراندازوں کے دستے سے
کہیں ٹیلا نہ چھوڑیں اور بھٹک جائیں نہ رستے سے

مناسب ہے تمہیں قولِ پیمبرؐ دل نشیں رہنا
جہاں ٹھہرا دیا ہے تم کو، تم قائم وہیں رہنا

اگر نکلے سوارانِ قریشی کا کوئی دستہ
تو لازم ہے کہ تیرانداز روکیں پُشت کا رستہ

ہماری فوج فاتح یا شکست انجام ہو کچھ ہو
گرفتاری کا منظر ہو کہ قتلِ عام ہو، کچھ ہو

تمہیں ہر حال میں قائم یہیں رہنا مناسب ہے
سمجھ لو نیت و اعمال کا اللہ محاسب ہے

بتاتا ہوں تجھی کو شاہد اے پروردگار اُن پر
حقِ تبلیغ پُورا ہو چکا ہے بار بار اِن پر

اُحُد میں پہلی جنگِ مغلُوبہ

یہ فرما کر بڑھایا فوج کو محبُوبِ داورؐ نے
کیا اقدام میداں ہر مُجاہد ہر دلاور نے

وہاں حمزہؓ پہ نرغہ ہو گیا تھا فوجِ اعدا کا
تھپیڑا سہ رہا تھا شیرِ حق ہر موجِ دریا کا

اُٹھا اِک نعرۂ تکبیر میدانِ شہادت میں
بڑھی فوجِ مُسلماں اپنے ہادی کی قیادت میں

اُدھر سے جُھوم کر برسے قریشی فوج کے بادل
اُحُد کی سرزمیں پر چھا گیا تھا ایک ٹڈّی دَل

کمالِ شانِ ایماں دیدنی تھی اس نظارے میں
کہ حمزہؓ غوطہ زن تھے عین اس قلزم کے دھارے میں

جِدھر اُٹھتا تھا پائے حمزہؓ دشمن ہٹتے جاتے تھے
اُبھرتا تھا جہاں خورشید بادل چھٹتے جاتے تھے

marfat.com

علمبردارانِ قریش کی جرأتیں

قریشی ناریاں بھی دف بجاتی اور رجز گاتی
بہر سُو گھومتی تھیں جنگ کے شعلوں کو بھڑکاتی

قریب اک دُوسری کے آخرِ کار آگئیں فوجیں
تلاطم ہو گیا پیدا بہم ٹکرا گئیں موجیں

گتھا اِک اِک مُسلماں سات سات اعدائے ملّت سے
لیا پھر اک سبق میدان میں کثرت نے قلت سے

کھنچیں تیغیں، اُٹھے خنجر، چلے نیزے تنیں ڈھالیں
کٹے مغفر، پھٹے سینے، چھٹے بازو، بچیں کھالیں

اِدھر رحمٰن کے بندے، اُدھر پیرو تھے شیطاں کے
بہم دست و گریباں تھے مظاہر کفر و ایماں کے

اُٹھایا تھا عَلَم کفّار کا طلحہ کے بیٹے نے
اُبھارا اور بھی فتنے کو اس قسمت کے ہیٹے نے

مثالِ شُعلۂ جوّالہ ہر جانب لپکتا تھا
زرہ بکتر سجے تھے خود بھی سر پر چمکتا تھا

پڑی جونہی نگاہِ حضرتِ سعدِ وقاصؓ اس پر
کیا اِک تیر چلّے سے رہا بالاختصاص اس پر

کسی پر حملہ کرنے کو بڑھایا تھا قدم اس نے
مگر اس تیر سے گوشہ نہ پایا جز عدم اس[1] نے

در آیا حلق میں تیر اور زباں باہر نکل آئی
گرا ہاتھوں سے جھنڈا ساتھ ہی اس کی اجل آئی

یہ سبل خاک پر تڑپا، تڑپ کر ہو گیا ٹھنڈا
مسافع ابنِ طلحہ نے اُٹھایا اب یہی جھنڈا[2]

---

[1] اب طلحہ کے بیٹے عثمان نے علم قریش اٹھایا۔ حضرت سعد وقاصؓ نے ایک ایسا تیر مارا کہ زبان باہر نکل آئی۔ (اسد الغابہ)

[2] اب مسافع ابن طلحہ نے یہ جھنڈا اُٹھایا۔ اس کو ابن افلحؓ نے قتل کیا۔ (تاریخ العمران)

marfat.com

نشانہ اس کو نیزے کا بنایا ابنِ افلحؓ نے
عَلَم خاکِ مذلّت پر گرایا ابن افلحؓ نے

مگر مردانِ عبدالدّار تھے غصّے میں دیوانے
عَلَم کے گرد تھے جیسے ہوں گرد شمع پر وانے

علمبردار کا لاشہ ابھی گرنے نہ پاتا تھا
جھپٹ کر ہر کوئی اس کی جگہ لینے کو آتا تھا

کلاب[1] اِک فردِ کامل نے اُٹھایا کُفر کا جھنڈا
زبیرؓ ابنِ عوام اس پر گرے اور کر دیا ٹھنڈا

شریحِ قارظہ تھا فوج قرشی میں بڑا کامل
نہایت تمکنت سے اب ہُوا جھنڈے کا وہ حامل[2]

جنابِ حیدرِ کرّار کے ہاتھوں گیا مارا
پڑی وہ ضربِ کاری کھُل گیا کافر کا بھنڈارا

بغل کے راستے سے قلب تک یہ تیغ در آئی
تو دونوں لشکروں کو اک عجب صُورت نظر آئی

عَلَم سے باطنی رشتہ علمبردار کا ٹُوٹا
گرے پہلُو بہ پہلُو ساتھ ظاہر کا نہیں چھُوٹا

عَلَمِ باطل سرنگوں

یہ جھنڈا جس کا مقصد تھا جہاں میں کشت و خُوں کرنا
فریضہ تھا مُسلمانوں کا اس کو سرنگوں کرنا

اٹھا لیتے تھے عبدالدّار والے یہ علم بڑھ کر
مگر غازی بھی کر دیتے تھے سر ان کا قلم بڑھ کر

---

[1] کلاب ابن طلحہ نے یہ جھنڈا اُٹھایا تو زبیرؓ ابن عوام نے نیزہ سے اس کو ہلاک کیا۔ (تاریخ العمران)

[2] شریح قارظہ جو قریش میں بڑے مرتبے کا پہلوان تھا عَلَم لے کر بڑھا۔ اس کو حضرت علیؓ نے ایک ہی وار میں ختم کر دیا (تاریخ العمران)

marfat.com

کبھی حمزہؓ نے سرداران عبدالدار کو مارا — کبھی شمشیرِ حیدرؓ نے علمبردار کو مارا[1]

نصیبہ قومِ قرشی کا کبھی اُبھرا کبھی ڈوبا — یہی معلوم ہوتا تھا ابھی ڈوبا ابھی ڈوبا

تباہی دیکھ کر ہر رنگ سے اپنے گھرانے کی — رہی جرأت کسی میں بھی نہ یہ جھنڈا اُٹھانے کی

کیا جانے لگا اتلافِ جاں سے اجتناب آخر — یہ دیکھا تو بڑھا ان کا غلام ناصواب[2] آخر

اگرچہ آلِ عبدالدار کا یہ زرخریدہ تھا — مگر مشہور تلوَر یہ تھا حرب و ضرب دیدہ تھا

اُٹھایا جنگ کا جھنڈا پکارا فوج کو اُس نے — بتوں کا نام لے لے کر اُبھارا فوج کو اُس نے

جنونِ مرگِ بے ہنگام جب دیکھا سولر اس پر[3] — ہوا سایہ فگن دامانِ برقِ ذوالفقار اس پر

عَلَم کفار کا اب رُل رہا تھا فرش کے اُوپر — عَلَم اسلام کا اُڑتا تھا اوجِ عرش کے اُوپر

علمبردارِ اسلام

یہ سرافراز تھا حامل تھے مصعب بن عمیرؓ اس کے — علیؓ تھے راست پر اور دستِ چپ پر تھے زبیرؓ اس کے

یہ جھنڈا بڑھ رہا تھا ہر طرف ارشادِ ہادیؐ پر — نمایاں تھا برابر ہر بلند و پستِ وادی پر

---

[1] کفار کے علمبردار لوگ کر قتل ہوتے جاتے تھے۔ تاہم عَلَم نہ گرنے پاتا تھا (سیرت النبی)

[2] صواب غلام بنی عبدالدار تھا۔ اُحد میں غلامانِ قریش میں سے اسی نے قتال کیا (تاریخ العمران)

[3] صواب غلام بنی عبدالدار نے قریش کا علم اُٹھایا اور حضرت علیؓ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ (ارشاد الحکمۃ)

marfat.com

عَلَم کے سائے میں اِس طرح وقفِ جنگ تھے مصعبؓ
کہ گلزارِ بہارِ زخم سے گُلرنگ تھے مصعبؓ

قریشی فوج کا ہر فرد اس جھنڈے کے دَرپے تھا
کہ اس جھنڈے کا لہرانا حقیقت میں بڑی شے تھا

تڑش آ آ کے گرتے تھے ہجُوم اندر ہجوم اس پر
چھٹتے تھے کمال تن دہی سے زاغ و بُوم اس پر

مگر مصعبؓ کے بازُو اس طرح ان کو ہٹاتے تھے
کہ رکھوالے تھے گویا کھیت سے طائر اڑاتے تھے

جدھر کرتے تھے حملہ بھیڑ چھٹ جاتی تھی آگے سے
تہِ شمشیر صف کی صف اُلٹ جاتی تھی آگے سے

حضرت ابُودجانہؓ اور حقِ شمشیرِ رسالت

صحابہؓ دیکھتے تھے جاں نثاری بُودجانہؓ کی
کہ تھی بیٹھی ہُوئی اِک دھاک اس مردِ یگانہ کی

رسُول اللہ کی بخشی ہُوئی شمشیر چلتی تھی
تو گویا آسیائے گردشِ تقدیر چلتی تھی

وہ سب افسر جو بنیادِ فسادِ جاہلانہ تھے
وہی جنگ اُحُد میں زیرِ تیغ بُودجانہؓ تھے

سرِ مقتل تلاش ان کو تھی ایسے بدنہادوں کی
کہ جن کی ذات دُنیا میں چنگاری تھی فسادوں کی

جو پیچھے رہ کے قرشی فوج کو آگے بڑھاتے تھے
وہ فتنے آج اِس تلوار کے سائے میں آتے تھے

سلہ آنحضرتؐ نے جب تلوار ابودجانہؓ کو تفویض فرمائی، تو صحابۂ کبار میں سے بعض جن کو حضور نے تلوار دینے سے انکار فرمایا تھا، تفحص میں رہے۔ ان کا بیان ہے کہ ابودجانہؓ کا قتال غزوۂ اُحُد میں واقعی اس شان کا تھا کہ اس سے بہتر خیال میں نہیں آسکتا۔ (رشاد الحکمۃ)

marfat.com

چھپے تھے اس شکاری کے شکار انبوہ کے اندر
در آئے بوُدجانہ[1] بار بار انبوہ کے اندر

وہ اصلی سرغنوں کو دُور ہی سے تاک لیتے تھے
انہی کو زیرِ تیغِ صاحبِ لولاک لیتے تھے

عطائے خاص کا پُورا ادب ملحوظ رکھا تھا
کہ حق تلوار کا ہر حال میں محفُوظ رکھا تھا

در آتے تھے وہ تیروں اور شمشیروں میں در آنہ
وہ تنہا جنگ کرتے تھے نہنگانہ پلنگانہ

ہند کی سرگرمیاں

قریشی عورتیں ان کافروں کا دل بڑھاتی تھیں
کبھی آگے کبھی پیچھے صفوں کے دف بجاتی تھیں[2]

نظر آیا جو اَب میدان میں کُٹتا ہوا قیمہ
ابُوسفیاں کی زوجہ ہند پھرتی تھی سراسیمہ[3]

نظر آنے لگا جب رنگ کچھ بیرنگ میداں میں
تو اس عورت نے پہنا تھا لباسِ جنگ میداں میں

کھڑی تھی مَرد بن کر پشت پر یہ اپنے لشکر کے
بھگوڑے قرشیوں کو گالیاں دیتی تھی جی بھر کے

نظر آتا تھا جس دم بھاگتا کوئی جواں اس کو
تو بڑھ کر پیش کر دیتی تھی اپنی چوڑیاں اس کو

زبانِ طعن سے سینے میں خنجر بھونک دیتی تھی
دلا کر شرم اس کو آگ میں پھر جھونک دیتی تھی

---

[1] ابُودجانہ فوجوں کو چیرتے لاشوں پر لاشہ گراتے چلے جاتے تھے (سیرت النبی)

[2] زنانِ قریش ہند زوجہ ابوسفیان کی معیت میں تھیں اور دف بجاتی کبھی صفوں کے آگے کبھی پیچھے ہو جاتی تھیں (رشاد الحکیم)

[3] ہند قریش کو بھاگتے دیکھ کر گھبرائی ہوئی کبھی اِدھر کبھی اُدھر دوڑتی تھی (طبری)

marfat.com

ابُودُجانہؓ ہند کو قتل کرنے کا قصد کرتے ہیں

پڑی کچھ فاصلے سے بُودجانہؓ کی نظر اس پر
وہ سمجھے فوجِ دشمن کا اسے کوئی بڑا افسر

جو پیچھے فوج کے تاریں لڑائی کی ہلاتا ہو
بُجھی چنگاریوں کو اپنی پھونکوں سے جگاتا ہو

وہ لشکر کو ہٹاتے مارتے اس کی طرف نکلے
بزورِ دست و بازُو توڑ کر ہر ایک صف نکلے

قریبِ[1] ہند پہنچے تیغ کھینچی اور للکارا
کہ آ میرے مقابل او فسادی او فریب آرا

کہاں چھُپ کر کھڑا ہے، دیکھ عزرائیل آ پہنچا
یہ تیرے ذبح کو فرزندِ اسمٰعیلؑ آ پہنچا

یہ سُن کر ہند کے ہوش اُڑ گئے، لرزہ ہوا طاری
قضا کو سامنے دیکھا تو بھولی ہیکڑی ساری

پکاری مَیں تو عورت ہُوں مجھے مارو نہ اے بھائی
یہاں چھپکی کھڑی ہوں مَیں تو لڑنے کو نہیں آئی

یہ کہہ کر کانپتے ہاتھوں سے اپنی زلف سرکائی
حنائی ہاتھ کی سُرخی بھی ہاتھوں ہاتھ دکھلائی

جنابِ بُودجانہؓ پر کھُلا اب آنکھ کا دھوکا
کیا ہی چاہتے تھے وار لیکن ہاتھ کا روکا

توقیرِ شمشیرِ رسُول

کہا معلوم ہے گو مجھ کو تیری فتنہ انگیزی
تری آنکھوں سے ظاہر ہو رہی ہے خُوئے خونریزی

[1] ابُودجانہؓ نے کہا وہ لوگوں کو گالیاں دیتی، کوستی اور شرم دلاتی تھی، تب مَیں نے اس پر تلوار اُٹھائی اور مَیں نے اسے مَرد جانا تھا (ارشاد الحکمۃ)

marfat.com

طرح بہرِ شفیعِ دو جہاں دیتا ہُوں مَیں تجھ کو
تو کوئی بھی ہو اے عورت! اماں دیتا ہُوں مَیں تجھ کو

یہ شمشیرِ رسالت ہے ستُودہ اور محمُودہ
کروں گا مَیں نہ عورت کے لہُو سے اِس کو آلودہ[1]

تلاشِ گردنِ مردانِ سُنجتہ کار ہے اِس کو
ضعیفوں، عورتوں، بچّوں پہ اُٹھنا عار ہے اِس کو

عیاں فرما کے جوہر اہلِ ایماں کی بسالت کا
جھکے اور قبضہ چُوما جُھوم کر تیغِ رسالت کا

پلٹ کر ہو گئے جنگاہ میں پھر معرکہ آرا
جہاں اُمڈی ہُوئی تھی آبِ تیغِ تیز کی دھارا

مُسلمان مُتّحِد ہو کر جنگ کرتے ہیں

اگرچہ چھ گُنا زاید تھے مشرک اہلِ ایماں سے
مگر مُنہ موڑ کر بھاگے چلے جاتے تھے میداں سے

صحابہؓ جنگ میں اِک دُوسرے کے تھے معاون بھی
برائے فوجِ کثرت وحدتِ ملّت کے ضامن بھی

رفیقوں کی حفاظت تھی انہیں ملحوظ دشمن سے
اسی باعث تھا اب تک ہر کوئی محفُوظ دشمن سے

خراشِ جسمِ مُسلم سے بھی ہوتا تھا ملال ان کو
تھا اپنی جان سے بڑھ کر اخوّت کا خیال ان کو

نظر اک دُوسرے کے حال پر رکھتا تھا ہر کوئی
مدد کرتا تھا جب مشکل میں آتا تھا نظر کوئی

---

[1] ابُودجانہؓ فوجوں کو چیرتے لاشوں پر لاشے گراتے چلے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ہند سامنے آگئی۔ اس کے سر پر تلوار رکھ کر اٹھالی۔ کہ رسول اللہ کی تلوار اس قابل نہیں کہ عورت پر آزمائی جائے۔ (سیرت النبی)

marfat.com

یہی تھا ربطِ باہم ان کے استحکام کا باعث
یہی تھا اِس جہاں میں غلبۂ اسلام کا باعث

اخوت نے کیے تھے اِس طرح دل متحد ان کے
کہ میداں میں زمین و آسماں بھی تھے مُدّاں کے

مشرکین کے قدم اُکھڑ گئے

صحابہ یُوں گرے تھے لشکرِ کفّار کے اُوپر
کہ بھاری ہو رہا تھا اِک مجاہد چار کے اُوپر

شکستہ دل تھے خنجر حوصلے ٹُوٹے تھی بھالوں کے
تھے منہ فق چار آئینوں کے سینے شق تھے ڈھالوں کے

چُبھیں نتھنوں میں آ کر یاں سیخ پا ہو کر پھرے گھوڑے
سواروں کو گرایا سر کے بل جس دم گرے گھوڑے

قریشی پیدلوں کے اسلحہ بھی تھے بہت بھاری
زرہ پوشی بنی تھی اَور بھی وجہِ گراں باری

قدم اُکھڑے تو کام آئیں نہ لنگر دار شمشیریں
کہ تھیں ان مجرموں کے ہاتھ میں پیروں کی زنجیریں

سروں کے خود آنکھوں پر جھکے رُخ سے جھلم سر کے
گرے یُوں سنگدل کھا کھا کے چکر اور مر مر کے

مجاہد بڑھ کے تیغیں مارتے جاتے تھے میداں میں
قریشی سُورما جی ہارتے جاتے تھے میداں میں[1]

خالد کی بے بسی

مدد پر ان کی خالد کا رسالہ بار بار آیا
کبھی سُوئے یمیں جھپٹا کبھی سُوئے یسار آیا

---

[1] علمبرداروں کے قتل اور حضرت علیؓ اور ابو دجانہؓ کے بے پناہ حملوں سے فوجِ قریشی کے پاؤں اُکھڑ گئے (سیرت النبی)

marfat.com

قریشی فوج کی حالت سے خالد کو اذیت تھی
اچانک پشت پر یلغار کر دینے کی نیت تھی

مگر ہر مرتبہ منہ دیکھتا تھا نامرادی کے
کہ پشتے پر تھے پشتیبان تیرانداز ہادیؐ کے

بگولے کی طرح ہر بار چکر کھا کے آتا تھا
مگر تیروں کی بارش دیکھتا تھا لوٹ جاتا تھا

رسالہ عکرمہ کا دے رہا تھا ساتھ خالد کا[1]
کہ لینا تھا اسے بھی آج بدلہ اپنے والد کا

نصیب ان کو ہوئی تھی نامرادی اور ناکامی
کہ پشتے پر جمے تھے تیرانداز اسلامی

مقامِ سخت گھاٹی تنگ تھی اور فرش تھریلا
رسالوں اور لڑنے والوں میں حائل تھا یہ ٹیلا

یہی تھا مرکزی نقطہ نگاہِ پاکِ ہادیؐ میں
مقامِ امتحاں تھا یہ اُحد کی تنگ وادی میں

اسی باعث ہوئی تھیں تیراندازوں کو تاکیدیں
کہ پشتے پر جمے رہنے سے وابستہ تھیں امیدیں

رسول اللہ کو معلوم تھی کفار کی نیت
اسی باعث یہاں رکھی تھی تیرانداز جمعیت

سواروں نے تو رہواروں پہ توڑے پیچیاں کوڑے
مگر ہر مرتبہ سُو فار کھا کھا کر گرے گھوڑے

یہ گھوڑے خوف سے ٹیلے کی جانب رُخ نہ کرتے تھے
قدم آگے بڑھانے میں لرزتے اور ڈرتے تھے

---

[1] خالد بار بار آتا تھا تاکہ سفخ سے نکل کر پیچھے سے حملہ کرے۔ مگر تیرانداز تیر مار مار کر پھیر دیتے تھے (رشاد الحکۃ)
خالد کئی مرتبہ آیا اور تیراندازوں نے ہٹا دیا (طبری و کامل)

[2] عکرمہ کا رسالہ خالد کے ساتھ شامل ہو گیا تھا۔ (رشاد الحکۃ)

marfat.com

جب آیا اس طرف گھاٹی کے اندر گھر گیا خالد — نہ پایا راستہ مایوس ہو کر پھر گیا خالدؓ

اقلیّت ظفر مند تھی

اِدھر جمعیّتِ اسلام تھی مصروفِ جانبازی — بسانِ حوصلہ بڑھتے چلے جاتے تھے اب غازی
ہنکاتے مارتے زور آوروں کے وار رَدّ کرتے — ضعیفوں اور اپنے زخمیوں کی بھی مدد کرتے
قدم دھرتی پہ مضبُوطی سے دھرتے بڑھتے جاتے تھے — قریشی فوج کا ستھراؤ کرتے بڑھتے جاتے تھے

نبیؐ نگرانِ کار تھا

وجُودِ پاک ہی رُوحِ جہادِ اہلِ ایماں تھا — صحابہ اس کی کرنیں تھیں وہ خورشیدِ درخشاں تھا
نہ جانے کھولنا منظُور تھیں وہ کونسی گرہیں — کہ سر پر خود تھا، زیبِ بدن تھیں آج دو زرہیں
کمان و تیر ترکش، نیزہ و شمشیر حیراں تھے — مہمِ غیر معمُولی کے یہ سب ساز و ساماں تھے
مگر اُس نے کسی کو زخم پہنچایا نہ تھا اب تک — کسی کی ذات پر خُود حملہ فرمایا نہ تھا اب تک
حفاظت ہی اسے مطلُوب تھی مظلوم ملّت کی — بٹھا دی دھاک اس نے لشکرِ کثرت پہ قلّت کی

سلہ خالد اور عکرمہ اپنے سواروں کو ساتھ لے کر بار بار مقامِ سفح سے نکلنا اور مسلمانوں پر آپڑنا چاہتے تھے۔ مگر ٹیلے کے تیر اندازان کو کسی طرح بڑھنے نہ دیتے تھے۔ (تاریخ العمران)

marfat.com

وہ شاہد تھا بروئے کارزار اپنی جماعت کا — کہ ذمہ دار تھا ایمان والوں کی شفاعت کا
لباسِ جنگ کی لیکن بالآخر کیا ضرورت تھی — بظاہر تو یہاں پر فتحمندی ہی کی صورت تھی

مُسلمانوں کی فتح

بظاہر لشکرِ اسلام منصور و مظفر تھا[1] — قریشی فوج ہر سُو منتشر تھی حال ابتر تھا
قدم اکھڑے ہُوئے جمتے نہ تھے جم ہی نہ سکتے تھے — سپاہی بھاگ کر تھمتے نہ تھے تھم ہی نہ سکتے تھے
گروہِ حق نے پستی پر گرایا اَوجِ باطل کو — کہ اک ریلے میں برہم کر دکھایا فوجِ باطل کو
قریش اب ہٹتے ہٹتے تا بہ خیمہ گاہ جا پہنچے[2] — یہاں بھی غازیانِ فی سبیل اللہ آ پہنچے
یہاں بھی آ پڑے غازی یہاں سے بھی قدم اکھڑے — کہ مشکل ہی سے جمتے ہیں قدم جس وقت دم اکھڑے
سراسیمہ ہراساں جنگ سے مُنہ موڑ کر بھاگے — سلامت لے کے جانیں ساز و ساماں چھوڑ کر بھاگے
جری، جرار، مفلس اور تونگر سب گریزاں تھے[3] — بڑے چھوٹے سپاہی اور افسر سب گریزاں تھے

---

[1] صحابہ کا قول ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو کسی جگہ ایسا فیروزمند نہیں کیا جیسی ظفرمندی اُحُد میں نظر آئی۔ شکست تیراندازوں کی نافرمانی کے سبب ہُوئی کہ وہ غنیمت میں شمولیت کے لئے ٹیلہ خالی چھوڑ آئے۔ (ارشاد الساری)

[2] قریش شکست کھا کر بھاگے اور اصحابِ محمدؐ ان کے لشکر گاہ میں داخل ہو گئے۔ (کامل ابن اثیر)

[3] مشرکین ہٹتے ہٹتے اپنے خیمہ گاہوں تک آ گئے۔ مگر اصحابِ رسولؐ نے ان کو یہاں سے بھی بھگا دیا (تاریخ الخمیس)

اکابر صحابہ دشمنوں[1] کے تعاقب میں

مسلمانوں میں جتنے سابق الایماں دلاور تھے
وہ اس اترے ہوئے سیلاب میں اب بھی شناور تھے

تعاقب کر رہے تھے اب وہ باطل کے گروہوں کا
کہ دل مالِ غنیمت میں نہیں تھا حق پڑوہوں کا

عقب میں تھے یہی ہر بھاگنے والی جماعت کے
یہ بندے تھے توکل کے یہ پتلے تھے قناعت کے

[1] اکابر مہاجرین اور انصار بھاگنے والے مشرکین کے پیچھے پیچھے تھے۔ جیسے ریوڑ کے پیچھے چرواہے۔ (تاریخ القرآن)

marfat.com

باب ہفتم

فتنۂ مالِ غنیمت

تازہ ایمان مالِ غنیمت کی دُھن میں

مُسلماں تازہ ایماں جو ابھی ناآزمُودہ تھے
وہ ہمت کے تو پکّے تھے مگر غفلت کے بُودے تھے

قریبِ منزلِ مقصُود آکر راہِ حق بھُولے
پڑھایا تھا جو ہادیؐ نے لپاک دو سبق بھُولے

نظارا دیکھ کر میداں میں دشمن کی ہزیمت کا
دلوں میں شوق پیدا ہو گیا مالِ غنیمت[1] کا

---

[1] سب سے پہلے جنہوں نے غنیمت پر ہاتھ دراز کیا تازہ ایمان اور ایسے لوگ تھے جو پہلے کسی اسلامی جنگ میں شریک نہ ہوئے تھے۔ (ارشاد الملکہ، تاریخ القرآن)

marfat.com

قریشی خیمہ گاہوں کو لگے زیر و زبر کرنے
قدم روکے تعاقب سے چلے ہمیاں بھرنے

فرائض سے ہوئے غافل حصولِ مال پر ٹوٹے
غنیمت دیکھ کر تیغوں کے قبضے ہاتھ سے چھوٹے

ردائیں خوابِ غفلت کی نگاہِ ہوش پر ڈالیں
زمیں پر گاڑ کر نیزے کمانیں دوش پر ڈالیں

مقرر تھے غلام اِس[1] خیمہ گاہ کی پاسبانی کو
وہ بھاگے دیکھتے ہی اس قضائے ناگہانی کو

لہٰذا لوٹنے کے واسطے میدان خالی تھا
یہ سمجھے لوٹنا بھی جنگ کا مقصودِ عالی تھا

گھسے خیموں کے اندر ساز و ساماں جمع کرنے کو
بڑھائے ہاتھ بہر جانب دہانِ طمع بھرنے کو

غرض اسلام کا لشکر تھا اِس غفلت میں آسودہ
نہیں تھا یاد اِن کو اس گھڑی قرآں کا فرمودہ[2]

ٹیلے کے تیر انداز اور حصولِ غنیمت کا شوق

اِدھر ٹیلے کے تیر انداز بھی تھے محوِ نظّارہ
کہ پسپا ہو کے لشکر دشمنوں کا بھاگ اُٹھا سارا

---

[1] قریش نے مال و متاع پر اپنے غلاموں کو متعیّن کیا تھا۔ جنہوں نے اسباب متفرق کو یکجا کر کے پوستینیں ڈال دی تھیں لیکن جب فتحمند مجاہد آپڑے تو غلام بھاگ گئے۔ (تاریخ العمران)

[2] تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (پ۱۰ الانفال ع ۵) تم دنیا کی دولت چاہتے ہو، اور خدا آخرت چاہتا ہے۔ خدا دانا و توانا ہے۔

marfat.com

نظر آئی گریزاں جب نمود و نام کی دُنیا
وہ یہ سمجھے کہ فاتح ہوگئی اسلام کی دُنیا

نظر آئے مُسلماں محو جب فکرِ غنیمت میں
تو دلچسپی ہُوئی اِن کو بھی اب ذکرِ غنیمت میں[1]

اُٹھی اک موجِ بے تابی قلوبِ اہلِ صَولت میں
کہ ہم بھی چل کے شامل ہوں حصولِ مال و دولت میں

حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی تنبیہ

ہُوئے مانع مگر اس راہ سے ابنِ جبیرؓ ان کو
سُنایا بڑھ کے فرمانِ امامِ اہلِ خیر ان کو

کہا تم سب کو اس ٹیلے سے ہٹنے کی منا ہی ہے
یہیں ٹھہرو کہ یہ تاکیدِ محبُوبِ الٰہی ہے

شرف تم کو ملا ہے آج پشتیبان بننے کا
کرو ہرگز نہ تم اقدام نافرمان بننے کا

پیمبرؐ نے بڑھایا ہے تمہاری قدر و قیمت کو
نہ سمجھو حکمِ ہادیؐ سے فزوں مالِ غنیمت کو

تمہیں ہر حال میں قائم یہیں رہنے کی تلقیں ہے
یہ ارشادِ پیمبرؐ ہے یہ حکمِ ہادیِ دیں ہے

---

[1] جب مشرک شکست پاکر بھاگے اور مسلمین نے پیچھا کیا۔ اور بہت سے مسلمین ان کی لشکر گاہ کی لُوٹ پر مستعد ہُوئے اس وقت تیر اندازوں میں سے جو مصاف پر مامور باستقامت تھے بعض نے بعض سے کہا۔ اب یہاں کھڑے ہونے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہر آئینہ حق تعالیٰ نے تمہارے دشمنوں کو ہزیمت دی اور تمہارے بھائی ان کے لشکر کو لوٹ رہے ہیں۔ اس لئے آؤ ہم بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ مالِ غنیمت حاصل کریں۔ (ارشاد المکرم)

marfat.com

تاویلِ احکامِ نبوّت

یہ سُن کر تیراندازوں نے باہم تفرقہ ڈالا
لگے سب کرنے تاویلِ کلامِ حضرتِ والا[1]

کہا یہ ہو نہیں سکتا کبھی منشائے پیغمبرؐ
حصُولِ فتح و فیروزی ہی تھا ایمائے پیغمبرؐ

خُدا نے خائب و خاسر کیا باطل کی فوجوں کو
خس و خاشاک نے پلٹا دیا طوفاں کی موجوں کو

ہُوئی فضلِ خُدا سے ہم کو حاصل آج فیروزی
کریں مالِ غنیمت سے نہ کیوں اب بہرہ اندوزی

ہمارے بھائی دامن بھر رہے ہیں فضلِ باری سے
ہمیں محرُوم رہ جائیں بھلا اِس نجتیاری سے

غنیمت بعدِ جنگ احسان ہے فیضانِ نعمت ہے
رہیں ہم بے نیاز اس سے تو یہ کُفرانِ نعمت ہے

تیراندازوں کا ٹیلا چھوڑ کر غنیمت حاصل کرنے والوں میں

غرض ایسی ہی باتیں کہہ کے تیرانداز چل نکلے
بلندی سے سُوئے پستی یہ سب شہباز چل نکلے

رہے ابنِ جبیرؓ آمادہ ہر سعیِ امکانی
مگر ان کی نصیحت اکثریت نے نہیں مانی[2]

---

[1] تیراندازوں نے آنحضرتؐ کے ارشاد کی تاویل کی اور کہا۔ آنحضرتؐ کا منشائے مبارک یہ نہیں ہو سکتا جو تم سمجھتے ہو (رشاد الحکمۃ)

[2] تیراندازوں کی اکثریت نے حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی نصیحت نہ مانی اور ٹیلا چھوڑ کر لُوٹ میں شامل ہو گئے۔ (تاریخ العمران)

marfat.com

گِرے یک لخت حُبِّ مال کے پردے نگاہوں پر
کہ بیخود ہو کے جا پہنچے قریشی خیمہ گاہوں پر

کمان[1] و تیر و ترکش اپنی اپنی پُشت پر ڈالے
حصُولِ مالِ دُنیا کی طرف لپکے خُدا والے

ٹیلے پر حضرت ابنِ جُبیرؓ اور سات تیر انداز

غنیمت کی طلب میں بن گئے نادان، چل نکلے
کیا پُشتے کو خالی اور پشتیبان چل نکلے

ہُوئی کمزوریٔ ملّت نگاہ و دل کی ناچاقی
فقط ابنِ جبیرؓ اور چند ساتھی رہ گئے باقی[2]

یہ چند افراد ٹیلے پر بدستور اب بھی قائم تھے
شہادت کی طلب تھی زخم ہی ان کے غنائم تھے

خالد نے ٹیلے کو خالی دیکھا

اِدھر خالد کہ تھا مغلُوب تیر انداز دستے سے
بہت مایُوس تھا ہٹ کر کھڑا تھا عام رستے سے

نظر آتی تھی اپنی فوج کی پُوری شکست اس کو
تھا اب مقصُود اپنے بھاگنے کا بندوبست اس کو

بڑی حسرت سے پھر ٹیلے کی جانب اِک نظر ڈالی
تو کیا دیکھا کہ پُشتہ پُشتیبانوں سے ہُوا خالی

---

[1] وہ اپنی کمانیں اور تیر بغلوں میں ڈالے تھے اور تاراجِ مال میں بے خوف و خطر مشغول تھے۔ (العادۃ العرب)

[2] حضرت ابنِ جبیرؓ محض سات آٹھ ساتھیوں کے ساتھ ٹیلے پر رہ گئے تھے۔ باقی سب مقام کو خالی کر گئے (تاریخ العرب)

marfat.com

فقط سات آٹھ گنتی کے مُجاہد تھی بلندی پہ
جو قادر ہو نہیں سکتے تھے اس کی ناکہ بندی پہ

مُسلمانوں کی غفلت تھی کہ اَمرِ اتفاقی تھا
ہُوا ثابت کہ حملے کا ابھی امکان باقی تھا

گنوائی ایک ساعت بھی نہ اب بے کار خالد نے
مُسلمانوں پہ کردی پُشت سے یلغار خالدؓ نے[1]

حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اور اُن کے ساتھیوں کی شہادت

اگرچہ پُشتہ خالی ہو چکا تھا پُشتیبانوں سے
نہ رُک سکتا تھا خالد کا رسالہ چند جانوں سے

مگر ابنِ جبیرؓ اور ان کے ساتھی صادق الایماں
ہُوئے اُن کے مزاحم، جان دیدی، ہو گئے قُربان[2]

رہے ترکش میں جب تک تیر برساتے رہے اُن پر
ہُوئے خالی جو ترکش سنگ لڑھکاتے رہے اُن پر

رسالے کے سواروں نے بالآخر ان کو آگھیرا
شہادت کے طلبگاروں نے لیکن مُنہ نہیں پھیرا

کیا چونک تلواروں نے چھید ان کو بھالوں نے
ادائے فرض لیکن کر دیا اللہ والوں نے

تڑپتے تھے اگرچہ پاک لاشے خاک پر ان کے
ستارے تھے مگر پیشانیٔ افلاک پر ان کے

وہ منزل مل گئی لائی تھی جس کی جستجو ان کو
شہادت کے لہو نے کر دیا تھا سرخرو ان کو

---

[1] ٹیلہ جس پر تیر انداز متعین کئے گئے تھے اب تقریباً سنسان تھا تیر اندازوں کی جگہ خالی دیکھ کر خالد ابنِ ولید نے جنگی رسالے کے ساتھ عقب سے حملہ کر دیا۔ (تاریخ العمران)

[2] عبداللہ بن جبیرؓ اور ان کے سات آٹھ ساتھیوں نے خالد کی مزاحمت کی لیکن سب شہید کر دیئے گئے (تاریخ العمران)

marfat.com

غنیمت لُوٹنے والوں پہ خالد نے نظر ڈالی

صفایا ہو گیا ان کا تو ٹیلا رہ گیا خالی
اِسی ٹیلے سے خالد نے نظر میدان پر ڈالی

نظر آیا قریشی خیمہ گاہ پر ایک میلا ہے
مُسلمانوں کا قبضہ اور لُٹس کا جھمیلا ہے

مُجاہد اپنی تیغیں اور خنجر میان میں کر کے
فراہم کر رہے ہیں ساز و ساماں ہاتھ بھر بھر کے

کمانیں دوش پر ترکش بغل میں پُشت پر ڈھالیں
نمایاں شانِ اطمینان ہے اور سُنت میں چالیں[1]

نکالی جا چکی ہر ایک شے خیمے کے اندر کی
رسد کی خورجیاں کپڑوں کے بقچے تھیلیاں زر کی

قریشی سُورما کچھ دُور بھاگے بھاگے پھرتے ہیں
مُجاہد پیچھے پیچھے ہیں وہ آگے آگے پھرتے ہیں

جو دَف بجانے والیاں بھی نتشر ساری
پہاڑوں میں چھپی ہیں مُنہ چھپا کر خوف کی ماری[2]

سپہ سالار ابُوسفیان بھی میداں سے غائب ہے
قریبِ خیمہ گہ اب کوئی افسر ہے نہ نائب ہے

ہُوا ہے جوشِ غیرت آلِ عبدالدار کا ٹھنڈا
پڑا ہے خاکِ ذلت پر قریشی قوم کا جھنڈا

---

[1] نُہ کے دن اصحاب غارت و تاراج میں پڑ گئے اور خیموں سے مال نکال نکال کر باہر رکھ رہے تھے۔
(تاریخ العمران)

[2] عورتیں جو دف بجاتی تھیں بھاگیں اور پہاڑ کے گوشوں میں جا چھپیں۔ (طبری، کامل)

marfat.com

مُسلمانوں کی پُشت پر خالد کا حملہ

یہ صُورت دیکھ کر خالد کی آنکھوں سے لہو ٹپکا — رسالوں کو بڑھایا اور بجلی کی طرح لپکا
معیّت میں سبھی افرادِ خاص الخاص تھے اس کے — معاون عکرمہ اور عَمرو ابن العاص تھے اُس کے[1]
رسالے نے لگائی دَوڑ اُن پر بیچ راہوں سے — جہاں ٹیلوں نے پوشیدہ رکھا ان کو نگاہوں سے[2]
مُسلماں مطمئن ہو ہو کے باطل کی ہزیمت سے — برابر بھر رہے تھے خُورجیاں مالِ غنیمت سے
نرالا رنگ لائی اب حصُولِ مال کی صُورت — کہ غفلت میں رسالے آ پڑے بھونچال کی صُورت
دکھائی اس قدر غفلت شعاری ہوش والوں نے — خبر اُس دم ہوئی جب چھید ڈالا ان کو بھالوں نے
یہ سَیلِ مرگ اچانک، دفعتًا، بے ساختہ ٹُوٹا — اِدھر اندوختہ لُوٹا، اُدھر انداختہ ٹُوٹا
کسی نے کچھ نہ دیکھا کس طرف سے بجلیاں چمکیں — یہ اَنیاں پُشت و پہلو توڑ کر سینے میں جا دمکیں
بہت اس ضربِ کاری سے گرے بے جان ہو ہو کر — بہت سے زخم کھا کھا کر پھرے حیران ہو ہو کر

---

[1] خالد ابنِ ولید نے حملہ کیا تو اس کے ساتھ عکرمہ بن ابوجہل بھی اپنے سواروں کے ساتھ شامل ہو گیا۔ اور بقول بعض عمرو ابن العاص بھی خالد کے ساتھ تھا۔ (رشاد الحکمۃ)

[2] جب خالد کے سوار آ پڑے تو کوئی ان کو روکنے والا نہ تھا۔ مسلمین خالی الذہن اور بے پرواہ ہو کر لُوٹنے میں مصروف تھے۔ اور ہر ایک نے جو کچھ پایا اس کے ہاتھ میں تھا۔ تا آنکہ ان پر نیزے اور تلواریں پڑنے لگیں۔ (رشاد الحکمۃ)

marfat.com

یہ حملہ ہی کچھ ایسا تھا سنبھلنا سخت مشکل تھا
پڑا تھا پیچ ایسا بچ نکلنا سخت مشکل تھا

سوارانِ قریشی آگرے جب تان کر بھالے
ہُوئے مقتول سب سے پہلے ٹیلا چھوڑنے والے

مُسلمانوں کی لاشیں روند کر آگے بڑھے گھوڑے
غنیمت لُوٹنے والوں نے اب گھبرا کے مُنہ موڑے

نظر آیا کہ ہر سُو اک بلائے ناگہانی ہے
بپا ہے اِک تلاطم اور تیغوں کی روانی ہے

اچانک آ گیا تھا موت کے سیلاب نے اِن کو
کیا تھا غرق مال و زر کی آب و تاب نے اِن کو

بھاگی ہُوئی قریشی فوج پلٹتی ہے

قریشی فوج کے بھاگے ہُوئے افراد بھی پلٹے
ابُوسفیاں بھی آیا دوسرے جلّاد بھی پلٹے[1]

شجاعت جاگ اُٹھی ہو گیا بیدار طیش اُن کا
پلٹ کر فوجِ مسلم پر گرا اب جیش جیش ان کا

ہوا کے ساتھ ہی ان سُورماؤں نے بھی رُخ پھیرا
شرارت عود کر آئی مُسلمانوں کو آ گھیرا

نمایاں رایتِ اسلام تھا افلاک پر اب تک
قریشی فوج کا جھنڈا پڑا تھا خاک پر اب تک

قضا نے دفعۃً ایسی ہوا بدلی زمانے کی
کہ اِک عورت کو جُرأت ہو گئی جھنڈا اٹھانے کی[2]

---

[1] قریش جو بھاگ گئے تھے۔ انہوں نے پھر عود کیا۔ اور پلٹ کر مسلمین پر جا پڑے (رشاد الحکمۃ)

[2] قریش کا جھنڈا زمین پر سرنگوں پڑا تھا۔ اور کسی کو اس کے قریب آنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ یکایک ایسی ہوا بدلی کہ عمرہ بنت علقمہ نام ایک حارثیہ عورت نے اسے اٹھا کر بلند کیا۔ (خاتم المرسلین)

marfat.com

یہ باطل کا نشاں بڑھ کر اُٹھایا ایک عورت نے ۔۔۔ جنوں مردانِ خونی کا بڑھایا ایک عورت نے

یہ سارا واقعہ ایسا سریع و بے تحاشا تھا
زمیں آئینۂ حیرت فلک عبرت تماشا تھا

اکابر مجاہدینِ اسلام کی پامردی

صحابہ جو تعاقب کر رہے تھے فوجِ دشمن کا ۔۔۔ پلٹ آئے سبب معلوم کرنے شور و شیون کا
ہَوا کا رُخ اِدھر سے اس طرف پلٹا ہُوا پایا ۔۔۔ مصافِ کفر و ایماں صف بصف پلٹا ہوا پایا[1]
کیا تھا فوجِ دشمن نے پلٹ کر یوں ہجوم ان پر ۔۔۔ اچانک آپڑی ہو جس طرح بادِ سمُوم ان پر
عدُولِ[2] حکمِ ہادی نے دکھائی تھی یہ نیرنگی ۔۔۔ فلک نے پھیر لیں آنکھیں زمیں کرنے لگی تنگی
پلٹ کر جلد مردانِ زمانہ پھر ادھر آئے ۔۔۔ علیؓ، حمزہؓ، زبیرؓ و بُودجانہؓ پھر ادھر آئے
مگر رُوٹھی ہُوئی قسمت منائے اب نہ بنتی تھی ۔۔۔ کچھ ایسی بات بگڑی تھی، بنائے اب نہ بنتی تھی

---

[1] جب قریش منتشر ہوئے۔ ہوا پر وا چل رہی تھی۔ جب قریش نے رجوع کیا اور پلٹ کر آئے تو دفعۃً پچھوا چلنے لگی۔ مسلمین کا رُخ پچھم کی طرف تھا۔ جب کہ وہ نہب و غارت میں مشغول تھے (رشاد الحکمۃ)

[2] اُحُد میں لشکرِ اسلام پر جو زد پڑی وہ تیراندازوں کے عدُولِ حکم کے باعث تھی۔ (تاریخ العمران)

marfat.com

رسُول اللہ پر حملہ کرنے کے متلاشی

ابنِ قمیہ

بہت سے[1] سازشی ارکان پُتلے تھے شقاوت کے — کہ دعوے لے کے آتے تھے محمدؐ کی عداوت کے
انہی میں اِک جواں تھا ابنِ قمیہ نام رکھتا تھا — نبیؐ پر حملہ کرنے کا خیالِ خام رکھتا تھا
مٹانا چاہتا تھا دہر سے نُورِ مجرّد کو — بہر سُو ڈھونڈتا پھرتا تھا میداں میں محمدؐ کو
محمدؐ ہی پیامِ زندگانی لے کے آیا تھا — محمدؐ ہی حیاتِ جاودانی لے کے آیا تھا
محمدؐ ہی مٹانا چاہتا تھا زورِ شیطاں کا — فرشتوں سے بڑھانا چاہتا تھا رتبہ انساں کا
اسی کے خُون کا پیاسا تھا یہ ابلیس کا بندہ — اسی کی تاک میں پھرتا تھا یہ تلبیس کا بندہ

حضرت مصعبؓ پر ابنِ قمیہ کی نگاہِ بد

علمبردارِ مصعبؓ بن عمیر اللہ کے غازی — نظر آئے اسے انبوہ میں معروفِ جانبازی

---

[1] عبداللہ بن شہاب زہری عتبہ بن وقاص۔ ابنِ قمیہ۔ ابی بن خلف اور عبداللہ بن حُمید اسدی ان سب نے مل کر معاہدہ کیا تھا کہ جس طرح بنے آج رسولِ خدا کا کام تمام کردیں گے۔ (خاتم المرسلین)

رسولِ پاک سے قدرے مشابہ تھا جمال ان کا
عَلَم کے سائے میں خورشیدِ معنی تھا جلال ان کا

بلاکت گاہ میں اُٹھتا تھا جس جانب قدم ان کا
مسلمانوں پہ سایہ ڈال دیتا تھا عَلَم ان کا

مجاہد غازیوں کا پائے استقلال قائم تھا
کہ میداں میں یہ اسلامی عَلَم فی الحال قائم تھا

یہ منظر دیکھ کر میداں میں مصعبؓ کی رسالت کا
گماں قمیہ کے بیٹے کو ہوا شانِ رسالت کا

تھا ارماں کعبۂ مقصود کو مسمار کرنے کا
تہیّہ کر لیا قاتل نے چھپ کر وار کرنے کا

ابنِ قمیہ مصعبؓ[1] پر وار کرتا ہے

بڑھایا اُس نے گھوڑے کو علمبردار کی جانب
بزعمِ خود جنابِ احمدِ مختار کی جانب

یہ کینہ توز رُخ کے سامنے تو کیا بھلا آتا
چلا چھپتا چھپاتا غازیوں کی زد سے کنیاتا

دغابازی پہ رکھا جنگ کا دارومدار اس نے
کیا پیچھے سے آکر بازوئے مصعبؓ وار اس نے

اُحد میں جس نے اب تک غلبۂ اسلام رکھا تھا
وہ بازو کٹ گیا جس نے عَلَم کو تھام رکھا تھا

عَلَم گرنے لگا جب ہو گیا یہ ہاتھ ناکارہ
رہا باقی نہ کوئی ایک صورت کے سوا چارہ

عَلَم تھا ماگرا کر ہاتھ سے شمشیر مصعبؓ نے
رہے حق کا عَلَم اونچا، یہ کی تدبیر مصعبؓ نے

---

[1] مصعبؓ بن عمیرؓ آنحضرت سے صورت میں مشابہ تھے اور علمبردار تھے۔ ابنِ قمیہ نے ان کو شہید کر دیا (سیرت النبی)

مگر اس ہاتھ پر بھی ہاتھ مارا ابنِ قمیہ نے — لگائی تیغ مصعبؓ پر دوبارا ابنِ قمیہ نے
ہوا اِس ضرب سے یہ ہاتھ بھی بیکار مصعبؓ کا — شہادت سے تھا چہرہ مطلع الانوار مصعبؓ کا

مصعبؓ کی شہادت

زمیں و آسماں پر چھا گیا اللہ کا دیوانہ — عَلَم کی چھڑ دبالی درمیانِ گردن و شانہ[1]
قلم ہو کر زمیں پر گر چکے تھے ہاتھ مصعبؓ کے — مگر مصعبؓ تھے قائم اور عَلَم بھی ساتھ مصعبؓ کے
کٹے ہاتھوں کے دونوں ٹھنٹ اب چھاتی پر آئے تھے — عَلَم کی چھڑ دبائے دل پہ ہالا سا بنائے تھے

لہو گرتا تھا جیسے ہو کوئی رنگین فوارہ
مگر فرصت کسے تھی، کون کرتا اس کا نظارہ

مجاہد تھے گرفتار اپنے اپنے حال کے اندر — عُقابوں کو پھنسایا تھا قضا نے جال کے اندر
عَلَم کی چھڑ پہ گردن، اور سر خم ایک شانے پر — جبیں سُوئے فلک آنکھیں خُدا کے آستانے پر
عجب انداز سے مصعبؓ تھے اب مشہد میں استادہ — دمِ آخر تک اپنا فرض ادا کرنے پر آمادہ

---

[1] لشکرِ اسلام کے حاملِ لوا مصعب بن عمیرؓ تھے جب مسلمانوں نے رُوگردانی کی تو وہ ثابت قدم رہے۔ اس وقت ابنِ قمیہ اسپ سوار نے ان کو دیکھا! اور ان کے دست چپ پر تلوار ماردی کہ ہاتھ جدا ہو گیا۔ مصعبؓ نے عَلَم کو دست راست میں لے لیا۔ تب اُس نے دست راست بھی قلع کیا۔ تو پھر وہ عَلَم پر جھکے اس کو اپنے کٹے ہوئے بازوؤں کے ساتھ اٹھایا (شاہنامہ اسلام)

نہ دل امداد کا جویا نہ خواہانِ ترحّم تھا
زباں پر نغمۂ تکبیر چہرے[1] پر تبسّم تھا

اسی عالم میں پھر اک ہاتھ مارا ابنِ قمیہ نے
علمبردارِ حق کا سر اتارا ابن قمیہ نے

سرِ سجدہ[2] گزار اس طرح اترا فرش کے اُوپر
صدائیں ربّی الاعلیٰ کی گونجیں عرش کے اُوپر

جُھکا لہرا کے فرشِ خاک کی جانب تنِ خاکی
اُٹھا افلاک کی جانب غبارِ نُورِ افلاکی

الٰہی تیرے لشکر کی قیادت ہو تو ایسی ہو
مُجاہد ہوں تو ایسے ہوں، شہادت ہو تو ایسی ہو

---

[1] مصعب بن عمیرؓ ہاشم بن عبد مناف کے پوتے اور سابقین اسلام میں سے تھے آپ نہایت صاحبِ جمال اور قبیلہ اسلام کرنے والوں میں خاص درجہ رکھتے تھے۔ اسلام لانے سے پیشتر جامہ زیبی کے لئے مشہور تھے اور اسلام لانے کے بعد یہ حال تھا کہ موٹا کمبل مشکل پہننے کو ملتا تھا۔ ہجرت سے پہلے جب مدینہ منوّرہ سے کچھ لوگ مکہ پہنچے اور آنحضرتؐ کے ہاتھ پر بیعت کی اور خواہش کی کہ احکام اسلام سکھانے کے لئے کوئی معلّم ان کے ساتھ کر دیا جائے تو سرکارِ دو عالمؐ نے حضرت مصعبؓ بن عمیر ہی کو اس خدمت پر مامور فرمایا۔ آپ مدینہ میں آکر اسعد بن زرارہ کے مکان پر ٹھہرے جو مدینہ کے نہایت معزز رئیس تھے۔ حضرت مصعبؓ کا روزانہ معمول تھا کہ ایک ایک گھر کا دورہ کرتے، لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے اور قرآن مجید پڑھ کر سُناتے۔ ان کی کوشش سے رفتہ رفتہ مدینہ سے قبا تک گھر گھر اسلام پھیل گیا۔

[2] غزوۂ بدر میں بھی علمبرداری کا منصب مصعبؓ ہی کے سپرد تھا۔ غزوۂ احد میں بھی انہی کو یہ منصب ملا۔ آپ کی صُورت آنحضرتؐ سے ملتی جلتی تھی اور اس شباہت کی وجہ سے ابنِ قمیہ نے ان کو شہید کیا۔

(ابن اسحٰق اور طبقات ابنِ سعد)

باب ششم

شہادتِ رسول کی افواہ

اُحُد میں قیامت

شیطان کا دعویٰ باطل

اِدھر اک قہقہہ گونجا دہانِ ابنِ قمیہ سے
کہ لوگو آؤ دیکھو، مَیں نے کس کا سر اتارا ہے[1]

زباں شیطان کی نکلی دہانِ ابنِ قمیہ سے
محمدؐ کو، مُسلمانوں کے پیغمبر کو مارا ہے

مرے ہاتھوں نے آخر قتل کر ڈالا محمدؐ کو

بجھایا تین پھونکوں سے چراغِ نورِ سرمد کو

---

[1] ابنِ قمیہ نے مصعبؓ بن عمیرؓ کو حملہ کر کے شہید کر دیا۔ علَم اسلام انہی کے ہاتھ میں تھا۔ ابن قمیہ نے ان کو مار کر سمجھا کہ مَیں نے خود رسُول اللہ کو شہید کر دیا ہے۔ بس غالباً اس کے مشہور کرنے سے یکایک میدانِ جنگ میں یہ خبر اُڑ گئی کہ جنابِ رسالت مآب شہید ہو گئے۔ (خاتم المرسلین)

یہ کہتا اور خوشی سے ناچتا جاتا تھا دیوانہ — کیا ہو جو طرح کوئی بڑا ہی کارِ مردانہ

خبر یا صاعقہ

اگرچہ بے حقیقت تھی نہادِ بے وقار اس کی — مگر آواز گو نجی صورتِ صوتِ حمار اس کی
کسی شیطان نے میدان میں یوں اس کو دہرایا — کہ اس کا قولِ بد گوشِ مسلماں میں پہنچایا[1]
صحابہؓ اس گھڑی ہر سو گرفتارِ مصائب تھے — سماع[2] و گوش حاضر تھے، حواس و ہوش غائب تھے
ہدف تھے خنجر و شمشیر کے اور زخم خوردہ تھے — اثر خود کردنی کا تھا کہ دل ان کے فسردہ تھے

صحابہؓ پر اس خبر کا اثر

یہ شیطانی گجر سنتے ہی بجلی گر گئی گویا — گلوئے زندگانی پر چھری سی پھر گئی گویا
محمد مصطفےٰ جس نے غلاموں کو رہائی دی — اسی کے قتل ہونے کی صدا ان کو سنائی دی
محمدؐ ہی کے دم سے تھا اجالا ان نگاہوں میں — اسی کا روئے انور شمع تھا ہستی کی راہوں میں
محمدؐ کی شہادت کا سنا جس وقت آوازہ — بکھرتا سا نظر آنے لگا عالم کا شیرازہ

---

[1] ابنِ قمیہ نے مصعبؓ کو شہید کر دیا اور غل مچ گیا کہ آنحضرت نے شہادت پائی۔ (سیرت النبی)

[2] اس آواز سے عام بدحواسی چھا گئی۔ (سیرت النبی)

marfat.com

گرے ہتھیار، بازو لڑتے لڑتے تھم گئے ان کے — جہاں بھی تھے، قدم مٹی کی صورت جم گئے ان کے
نگاہوں پر اندھیرا چھا گیا، دل پر غبار آیا — دماغ و دل میں، عقل و عاشقی میں انتشار آیا

اس خبر کے مختلف اثرات

ہزاروں زخم کھائے تھے، مگر یہ ضربِ تھی کاری — سکوتِ مرگ کی سی اک غشی سب پر ہوئی طاری
غشی تھی، بے ہشی تھی، خود فراموشی تھی سکتہ تھا — کوئی روئے زمیں کوئی فلک کے منہ کو تکتا تھا
ہوئی خود کردنی آئینہ حیرت چھا گئی ان پر — پلٹ کر لشکرِ دشمن کی آئی آگئی ان پر
دکھائی[1] تھی یہ صورت فتنۂ مالِ غنیمت نے — کہ مارا فاتحوں کو آج دشمن کی ہزیمت نے

مسلمین کی بدحواسی

غبار ایسا اٹھا تھا دید سے معذور تھیں آنکھیں — دلوں میں نور لیکن خاک سے معمور تھیں آنکھیں

---

[1] قرآن مجید میں غنیمت کی نسبت "متاعِ دنیوی" کا لفظ آتا ہے اور اسکی طرف انہماک اور وارفتگی پر ملامت کی جاتی ہے جنگِ اُحد میں جب اس بنا پر شکست ہوئی کہ کچھ لوگ کفار کا مقابلہ چھوڑ کر غنیمت میں مصروف ہو گئے تو یہ آیت اتری:

مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ (پ ۴ آل عمران ع ۱۶)

تم میں سے کچھ لوگ دنیا کے طلبگار تھے اور کچھ لوگ آخرت کے۔

کچھ ایسے تھے کہ بے خود کر دیا تھا ان کو حیرت نے
حواسوں پر اڑھا دیں چادریں احساسِ غیرت نے

نظر آئی ہوا پلٹی ہوئی فتح و ہزیمت کی
تباہی بن گئی تھیں شامتیں مالِ غنیمت کی

غنیمت کے فراہم کردہ ڈھیروں سے پرے سر کے
لگے بے دیکھے بھالے وار کرنے تیغ و خنجر کے

دل و دیدہ پہ ایسا چھا چکا تھا اک غبار ان کے
تمیزِ دوست دشمن کر نہیں سکتے تھے واران کے

نظر کی آب اتری تھی حیا کی تیز تھیں دھاریں
چلاتے تھے یہ اب میداں میں اندھا دھند تلواریں

خرد پر چھا گئی تھی ایک چادر بدحواسی کی
تزلزل تھا یہاں مہلت کہاں تھی خود شناسی کی

رفاعہؓ اور یمانؓ کی شہادت

یہ حالت تھی کہ میداں میں رفاعہؓ اور یمانؓ آئے
سبب اس شور کا دریافت کرنے ناگہاں آئے

یہ بوڑھے تھے قتال و جنگ کی ان کو معافی تھی
خدا کی راہ میں ان کی دعائے خیر کافی تھی

یہ دونوں اک جگہ مامور تھے باہر ٹہرنے سے
انہیں اس شور و غل نے کر دیا بیزار جینے سے

۱؎ بدحواسی میں ان کی صفیں پچھلی صفوں پر ٹوٹ پڑیں اور دوست دشمن کی تمیز نہ رہی۔ (سیرت النبی)

۲؎ یمان بفتح جیم کو حسیل بن جابر کہتے ہیں اور رفاعہ بن وقش مذکر یہ دونوں بزرگ کبیر السن تھے۔ مدینے کے ٹیلے پر عورتوں کے ساتھ چڑھائے گئے تھے۔ ایک نے دوسرے سے کہا۔ کاش ہم رسولِ خدا کے ساتھ اُحد میں ہوتے۔ یہ کہہ کر چل پڑے اور ایسے وقت پہنچے جب مشرکین اور مسلمان باہم مختلط تھے۔ اس وقت ان پر تلواریں پڑ گئیں۔
(رشاد الحکمۃ)

marfat.com

شہادت کی خریداری کو دونوں سر بکف دوڑے — جہاں اندازِ بے جنس شہادت اس کو دے دیتے

محمد مصطفےٰ کا نام نامی تھا زبانوں پر — کمان و تیر بن کر جا پڑے تیروں کمانوں پر

عصا ہاتھوں یں بارِ عمر سے کمریں خمیدہ تھیں — بخطِ راست رُو میں جانبِ جنت کشیدہ تھیں

اُحد میں ان کے حصے کی سعادت مل گئی ان کو — شہادت لینے آئے تھے شہادت مل گئی ان کو

ہُوا اک دشت دستِ دوستاں ہی سے بچی دامن — مگر کی دوسرے نے یہ مرادِ اعنیا دے حاصل

میانِ دیدہ و دل ایک پردہ تھا یہاں حائل — مسلماں تھی مسلمانوں کے ہاتھوں ہر طرف گھائل

کہاں تھی ان کو مہلت امتیازِ دوست دشمن کی — نظر آتی تھی قاتل شکل ہر اک تیغ آہن کی

پیا پے ان پہ نیزے پڑتے تھے تلوار پڑتی تھی
مگر کھلتا نہ تھا آخر کدھر سے مار پڑتی تھی

بیخود و ساکت ہونے والے

صدا میدان میں گونجی کہ اب لڑنے سے کیا حاصل — خدا کا پاک پیغمبر خدا سے ہو چکا واصل

---

[1] دوست دشمن کی تمیز نہ رہی حضرت حذیفہ کے والد یمان اس کشمکش میں آ گئے اور ان پر مسلمانوں کی تلوار پڑی۔ حضرت حذیفہ چلاتے رہے میرے باپ ہیں مگر کون سنتا تھا۔ غرض وہ شہید ہوئے۔ (سیرۃ النبی)

[2] مشاہدہ کو مشرکین نے شہید کیا۔ (ارشاد الفکر)

چمک بجلی کی تھی یا صاعقہ تھا یا کوئی کڑکا
فلک تھرّا گیا کچھ اس طرح دھرتی کا دل دھڑکا

یہ صدمہ ہی کچھ ایسا تھا سُنانی ہی کچھ ایسی تھی
دلوں پر اِبتلائے ناگہانی ہی کچھ ایسی تھی

کچھ ایسے تھے جنہیں اندوہ کے لشکر نے گھیرا تھا
جدھر آنکھیں اٹھاتے تھے اندھیرا ہی اندھیرا تھا

حواس و ہوش ہر حالت میں قائم رہ نہیں سکتے[1]
محبّت آشنا دردِ جُدائی سہہ نہیں سکتے

فارُوقِ اعظم بھی سکتہ میں

خبر سُن کر شہادت یابیٔ سردارِ عالم کی
پراگندہ تھی خاطر بے طرح فاروقِ اعظمؓ کی

گرے ہتھیار سر سینے کے اُوپر جھک گیا ان کا
دماغ از کار رفتہ ہو گیا، دم رُک گیا ان کا

نہ اب بازو میں بَل تھا اور نہ پیروں میں سکت گویا
پریشاں تھے زمین و آسمان و شش جہت گویا

کھڑے تھے اِک جگہ ڈوبے ہُوئے بحرِ تحیّر میں
یہ کروٹ ناگہانی تھی زمانے کے تغیّر میں

سروشِ غیب سے ہمدستاں تھی جس کی گویائی
غریقِ خُود فراموشی ہُوئی تھی اُس کی دانائی

---

[1] سارے میدان میں مشہور ہو گیا کہ آنحضرت شہید کر دیئے گئے مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ جو جہاں کھڑا تھا سکتے میں تھا۔ (خاتم المرسلین)

marfat.com

حضرت انس ابن نضرؓ

صحابہؓ میں سے[1] انسؓ ابنِ نضر اس سمت آ نکلے
وہ اس مہلک دوراہے پر عمرؓ کے رہنما نکلے

جنابِ انسؓ نے فاروقؓ کو اس رنگ میں دیکھا
عمل کا ترک ایسے صاحبِ فرہنگ میں دیکھا

عمرؓ سے دست و بازو کے لینے کا سبب پوچھا
مڑے ہیں کس لئے میدان میں پائے طلب پوچھا

کہا وہ شمع جس کے عشق میں جلتے تھے پروانے
اُسے آنکھوں سے اوجھل کر دیا اس حشر برپا نے

عمرؓ کو بھی جو یوں جذبات میں کھویا ہوا پایا
جنابِ انسؓ نے آنکھوں میں آنسو بھر کے فرمایا

کہ اچھا مان لو وہ جسمِ اطہر اب نہیں ہم میں
مگر موجود اس کا دین تو ہے بالیقیں ہم میں

پھر اے فاروق ہم اپنا ادائے فرض کیوں چھوڑیں
خدائے پاک زندہ ہے خدا سے رشتہ کیوں توڑیں

ہوا واصل بحق وہ جانِ جاں جس کام کی خاطر
چلو ہم بھی کریں آغاز اُسی اتمام کی خاطر

یہ کہہ کر انسؓ نے تلوار کھینچی بڑھ گئے آگے
عمرؓ بھی جاگ اُٹھے اس طرح جیسے نیند سے جاگے

چلے اُٹھ کر جہادِ فی سبیل اللہ کی جانب
کیا عابد نے رُخ اپنا عبادت گاہ کی جانب

---

[1] حضرت انسؓ کے چچا (انس ابن نضرؓ) لڑتے بھڑتے موقع سے آگے نکل گئے۔ دیکھا کہ حضرت عمرؓ نے ہاتھ ڈال دیئے ہیں۔ پوچھا یہاں کیا کرتے ہو۔ بولے اب لڑ کر کیا کریں۔ رسول اللہ نے تو شہادت پائی حضرت انس ابن نضرؓ نے کہا ان کے بعد ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ یہ کہہ کر فوج میں گھس گئے اور شہادت پائی۔ (سیرت النبیؐ)

بڑھے پھر دشمنوں کی سمت جہد و جنگ کرنے کو لہو سے نقشِ پا لے عاشقی گلرنگ کرنے کو

مقامِ معرفت میں مرحلے ایسے بھی آتے ہیں
جہاں رہبر نقوشِ رہروان سے راہ پاتے ہیں

وہ جن کے پاؤں اُکھڑ گئے

بہت[1] ایسے بھی تھے جو مطلقاً جی چھوڑ بیٹھے تھے کھڑے تھے بعض بیخود بعض منہ بھی موڑ بیٹھے تھے

قریشی فوج کا دِل اور بھی اب بڑھتا جاتا تھا یہ دریا جوش کھا کھا کر سروں پر چڑھتا جاتا تھا

کثیر اصحاب نومیدی سے میداں چھوڑ کر بھاگے جہادِ فی سبیل اللہ سے مُنہ موڑ کر بھاگے[2]

ہزیمت خوردہ فوجِ قریشاں پھر لوٹ آئی تھی مسلمانوں نے ظاہر میں شکستِ عام کھائی تھی

ہجومِ یاس و نومیدی نے دل کو اس طرح گھیرا کہ روباہوں کا نرغہ پا کے اِن شیروں نے مُنہ پھیرا

خُدا محفوظ رکھے ناامیدی سے مُسلمان کو
کہ یہ راہِ طلب سے دُور لے جاتی ہے اِنساں کو

---

[1] آنحضرت کی شہادت کی آواز سے عام بدحواسی چھائی اور بڑے بڑے دلیروں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ (سیرت النبی)

[2] اس بلبل اور اضطراب میں اکثروں نے تو بالکل ہمت ہار دی۔ (سیرت النبی)

marfat.com

مگر وہ جو پیشتر سے زیادہ ثابت قدم ہو گئے

مگر ایسے بھی تھے یہ حرف جن کے گوش میں آئے
انوکھی اور بھی آئی حرارت جوش میں آئے

محبانِ نبیؐ ایسے بھی تھے فوجِ مسلماں میں
رہے اوّل سے آخر تک جو قائم آج میداں میں[1]

اگرچہ دوسروں سے بڑھ کے جی بے چین تھا ان کا
ادائے فرض ہی دنیا میں نصب العین تھا ان کا

صدائے اُمّۃ اُمّۃ ان بزرگوں کی زباں پر تھی
نظر ان کی ہدایاتِ شفیعِ انس و جاں پر تھی

اگرچہ رنگِ حسرت اس خبر سے دل پہ طاری تھا
یوں ہی قد خلت من قبلہ کا ورد جاری تھا

جو اس حالت میں بھی محوِ جہادِ والہانہ تھے
علیؓ، ابوبکرؓ، حمزہؓ تھے اسید بن حضیرؓ تھے

زبیرؓ و عبدِ رحمٰنؓ، ابو عبیدہؓ حارثہؓ و عاصمؓ
خبابؓ و سہلؓ و سعدؓ و طلحہؓ سب تھے شاملِ ماتم

ہے شامل ان میں ابنِ مسلمہ کا نام نامی بھی
معاذ ابنِ جبل اور کعبؓ کا اسم گرامی بھی

---

[1] جاں نثارانِ خاص برابر لڑتے جاتے تھے (سیرت النبی) مسلمان بدحواسی میں ایک دوسرے پر حملہ کر رہے تھے۔ آخر مسلمین نے خود بخود نشانی قرار دی یعنی اُمّت اُمّت پکارنا شروع کیا تاکہ مسلمان مسلمانوں کو پہچان لیں۔ مگر ان کے باوجود کفار کے ہاتھ اپنے ساتھیوں پر وار کرنے سے نہ رُک سکے۔ علمبردارانِ شہادت نے تلواروں کے نیچے دم توڑ دیئے مگر ان میں سے کچھ ایسے بھی تھے جن کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔ ان کی زبانوں پر آیہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ [illegible] (رشید اختر)

[2] اس نازک وقت میں ان کا ثابت قدم رہنا (تاریخ القرآن)

اِن کا مقصُود

ہَوا میں گونج اُٹھی تھی جب خبر قتلِ پیمبر کی
دلوں میں بس گئی تھی اور بھی تکمیلِ مقصد کی

یہ مقصد تھا خُداوندانِ باطل کو مٹا دینا
یہ مقصد تھا دلوں کو نورِ حق سے جگمگا دینا

یہ مقصد تھا دفاعِ آدم سے ابلیسی خصُومت کا
یہ مقصد تھا قیام اللہ واحد کی حکُومت کا

یہ مقصد تھا یتیموں اور ضعیفوں کی مدد کرنا
شریروں کے مقابل میں شریفوں کی مدد کرنا

یہ مقصد تھا رہا کرنا غلامانِ مقید کا
یہ مقصد تھا مٹانا فرقِ اَبیَض اور اَسوَد کا

یہ مقصد خدمتِ دیں، خدمتِ اسلام کرنا تھا
محمدؐ کی شریعت کو جہاں میں عام کرنا تھا

اگرچہ حال اس بُھونچال میں بے حال تھا ان کا
اسی مقصد کی خاطر صبر و استقلال تھا ان کا

بظاہر چند تنکے تھے یہ اس سیلاب کے اندر
کبھی موجوں کے سر پر تھے کبھی گرداب کے اندر

گھرے تھے موت میں یا موت کے گھیرے ہُوئے تھے یہ
پھرے تھے قبلہ رُخ، دُنیا کا منہ پھیرے ہُوئے تھے یہ

حضرت حمزہؓ کا جلال

جلالِ حضرتِ حمزہؓ مثالِ مہر تاباں تھا
شہادت گاہ ان کی راہ میں گویا خیاباں تھا

marfat.com

سرِ دشمن جدھر اللہ کا یہ شیر بڑھتا تھا
اٹھتی تھیں صفیں کوئی بھی ان کے نہ پڑھتا تھا

جہاں غالب نظر آتا تھا انبوہِ قریش ان کو
پھر اُن پہ جا پڑتے تھے آجاتا تھا جیش ان کو

حرارت اور بڑھ جاتی تھی ان کی التہاب آسا
چمکتے تھے شہاب آسا، جھپٹتے تھے عقاب آسا

قدم جس سمت بڑھتے تھے انہی کے ہاتھ میداں تھا
نظر میں جیش پاکر جیش جیش ان سے گریزاں تھا

نمازِ صبح سے اِک رنگ تھا اِس مردِ غازی کا
یہ قربِ ظہر تھا، وقت آچکا تھا اب نمازی کا

سباع غبشانی

سباع اِک مردِ طاقتور تھا قرشی نوجوانوں میں
گِنا جاتا تھا جس کا نام اُونچے پہلوانوں میں

یہ بڑھ چڑھ کر مسلمانوں پہ حملے کرتا پھرتا تھا
ہوا سر میں بھری تھی دم خودی کا بھرتا پھرتا تھا

یہ صورت دیکھ کر حمزہؓ نے اس کو دور سے ٹوکا
وہ اِن کو دیکھ کر سر کا تو بڑھ کر رہ سنبھالا کا

کہا تیری بھی یہ جرأت ہے او فرزندِ ختانہ[1]
کہ سیکھی زاغ نے بھی آج شانِ شاہبازانہ

او مرآ، تیری جرأت کا مزا تجھ کو چکھاؤں میں
مقابل ہو کہ تیری اصل کا تجھ کو پتا دوں میں

---

[1] حضرت حمزہؓ دودھ پیتی کو ماں کہتے تھے اور جس طرف بڑھتے تھے صفیں کی صفیں صاف ہو جاتی تھیں (سیرت النبی)

[2] سباع غبشانی کی ماں کا نام ام انمار تھی (مشاہیر الکرام)

سباع غبشانی صاحب آگیا۔ بچانے کے کاموں خاتنہ النساء کے بیٹے کہا جاتا ہے۔ (سیرت النبی)

یکدم دستِ چپ سے آپ نے پکڑا گلا اس کا
گری تلوار اس کی، جسم کانپا بر ملا اس کا

اٹھایا خاک سے اس طرح گویا خاک کر ڈالا
گرایا اور لپٹایا اور قصہ پاک کر ڈالا

تھے اس کے ساتھ کچھ قرشی جواں ان پر نظر ڈالی
وہ بھاگے الحذر کہہ کے پیشِ ہمتِ عالی

وحشی غلام کمین گاہ میں

یہ سارا واقعہ گذرا تھا وحشی کی نگاہوں سے
دبا بیٹھا تھا قاتل اپنی نیت کے گناہوں سے

خبر لیتے تھے حمزہؓ جس گھڑی قرشی جوانوں کی
وہاں وحشی کھڑا تھا آڑ لے کر دو چٹانوں کی[1]

تعاقب کر رہے تھے حمزہؓ اک فردِ فراری کا
کیا وحشی نے اس دم قصد اس شیرِ شکاری کا

وحشی حربہ پھینکتا ہے

شہادت تھی نذر مکاری و روباہ بازی سے
چلے جاتے تھے حمزہؓ اک ادائے بے نیازی سے

غلامِ کم نگر نے شستِ بازی اس نگانے کی
کہ جس کی قہرمانی جان تھی سارے زمانے کی

---

[1] خود وحشی کا قول ہے کہ حضرت حمزہؓ بپھر کر چیرتے سباع غبشانی کی طرف بڑھے۔ تب میں ایک پتھر کی آڑ میں چھپ رہا اور میں نے دیکھا کہ میرے قریب ہی حمزہؓ نے اس کو زمین پر اٹھا کر دے مارا۔ اور قتل کر دیا۔
(ارشاد الملکۃ)

marfat.com

نہ دینی دشمنی تھی اور نہ دُنیاوی خصُومت تھی
فقط انعام میں کچھ سکّۂ زر کے وعدے پر
غلام تیرو رُونے کی اُسی پر مشقِ صیادی
ہلائی اور تولی ہاتھ میں چالاک نے برچھی
تھی مشہور زمانہ زنگیوں کی حربہ اندازی
رضائے حق یہی تھی جو قضا کی مُشت سے نکلی
یہ برچھی ناف کے نیچے لگی اور پُشت سے نکلی

نہ دینی دشمنی تھی اور نہ دُنیاوی خصُومت تھی — نہ جگر لالہ و نرگس کا نہ دل نے کوہ کن کی
فقط انعام میں کچھ سکّۂ زر کے وعدے پر — فقط بہرِ شکم کچھ لقمہ ہائے تر کے وعدے پر
غلام تیرو رُونے کی اُسی پر مشقِ صیادی — چلے مدِّ نظر تھی اِن غلاموں ہی کی آزادی
ہلائی اور تولی ہاتھ میں چالاک نے برچھی — نشانہ کر کے پھینکی دُور سے ناپاک نے برچھی
تھی مشہور زمانہ زنگیوں کی حربہ اندازی — نشانہ ناگہانہ بن گیا اللہ کا غازی
رضائے حق یہی تھی جو قضا کی مُشت سے نکلی
یہ برچھی ناف کے نیچے لگی اور پُشت سے نکلی

بعد حمزہؓ وحشی کا تعاقب کرتے ہیں

خُداوندِ مُصطفٰےؐ کے شیر پر یہ ضربِ تمکاری
اگرچہ ضربِ تمکاری مگر ہمت نہیں ہاری
اُڑے پروازِ جاں کے ساتھ حمزہؓ جانبِ دشمن
شمال آمادۂ رم ہو گیا جھپٹا جو شیرِ اگن
کمینے کی کمیں گہ دیکھ لی تھی مردِ غازی نے
کیا وحشی کا پیچھا دوڑ کر شیرِ ہزبری نے

سلہ حمزہؓ سباع کو قتل کر کے کسی دوسرے کے تعاقب میں تھے۔ وحشی نے اپنی برچھی تاک کر ان پر پھینکی جو حمزہؓ کے ناف کے نیچے لگی اور پار ہو گئی۔ (تاریخ القرآن)

سلہ حضرت حمزہؓ نے زخم کھا کر بھی کافر کا تعاقب کیا۔ (شعار الاسلام)

اِدھر وحشی بھی اپنی موت آتی دیکھ کر بھاگا — بدن میں رعشہ تھا، بھاگا نہ جاتا تھا مگر بھاگا

حمزہؓ کی شہادت

گڑھے کھودے گئے تھے جو گذشتہ رات میداں میں — اجل بیٹھی تھی اُن میں اب لگا گر گھات میداں میں
مڑا اک موڑ پر وحشی تو ساتھ اس کے پھرے حمزہؓ — قدم پھسلا اچانک اک گڑھے میں جا گرے حمزہؓ[1]
عقابِ رُوح پہلے ہی سے تھا پرواز آمادہ — اُڑا سُوئے فلک اب چھوڑ کر یہ جسمِ افتادہ
یہ جنگ و حربہ و ضرب و جراحت اِک بہانہ تھا — حقیقت میں نشانِ حق زمانے کو دکھانا تھا
بتانا تھا کرشمہ عاشقوں کے فوقِ عادت کا — جمانا تھا دلوں پر نقش اس حُسنِ شہادت کا
زمیں سے آسماں تک ایک نُورانی غبار اُٹھا — فرشتے لے کے جانِ بندۂ پروردگار اُٹھا

زمیں پر رہ گیا باقی فقط اِک خُوں چکاں لاشہ

فروغِ زخمِ بے حد سے بہارِ بے خزاں لاشہ

وحشی چھری لے کر کلیجہ نکالتا ہے

تعاقب میں نہ پایا حمزہؓ کو ناپاک زنگی نے — یقیں آیا کہ رحلت کی جہاں سے مردِ جنگی نے

---

[1] زخم خوردہ حمزہؓ نے وحشی کا تعاقب کیا۔ مگر ایک گڑھے میں گر پڑے اور رُوح پرواز کر گئی۔ (تاریخ العمران)

marfat.com

وہ پلٹا ڈرتے ڈرتے غارِ مہلک کے قریب آیا
تو رشکِ آسمان کو خاک پر سویا ہُوا پایا

رُخِ انور پہ وہ ریشِ سفیدِ شاندار اس کی
شہادت سے نمایاں اور شانِ باوقار اس کی

ڈرا وحشی کہ پھر کیا ہو اگر یہ شیر جاگ اُٹھے؟
ارادہ تھا خدا خُنبش نظر آتے تو بھاگ اُٹھے

اُٹھا کر کنکری اس سنگدل نے شیر پر ماری[1]
رہی لیکن شہیدِ کامراں پر بے خودی طاری

یہ دیکھا تو دلِ وحشی کو اک گونہ قرار آیا
پھری لے کر قریبِ نعشِ لب بستہ نابکار آیا[2]

گڑھے کے اندر اُترا اپنے کی قطعِ نظر اس نے
شکم چیرا، نکالا مردِ مومن کا جگر اُس نے

ہند کے لئے ہدیہ

اب اِس کرتُوت کا انعام لینے کو چلا نادان
متاعِ بے بہا کا دام لینے کو چلا نادان

یہ قاتل تھا مگر اکسانے والی ہند تھی اِس کی
ابُوسفیاں کی زوجہ اصل میں خاوند تھی اس کی

قریبِ ہند آیا کارنامہ اپنا بتلایا
جگر حمزہ کا دکھلایا، پھر اپنا حق بھی جتلایا[3]

---

[1] وحشی کا قول ہے کہ میں ڈرتا ڈرتا قریب گیا۔ اور میں نے پہلے ایک کنکری ماری۔ کہ حرکت سے معلوم ہو کہ ابھی میں کام تو نہیں کر چکی ہے۔ (ارشاد الساری)

[2] وحشی نے چھری سے پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکال لیا اور اس کو ہند کے پاس لے گیا۔ (ارشاد الساری)

[3] وحشی نے ہند سے کہا کہ میں نے تیرے باپ کے قاتل کو قتل کر دیا ہے تو کیا انعام دے گی۔ (ارشاد الساری)

یہ حرفِ سُن کے شیطانی مسرت ہند پر چھائی
خوشی میں دیونی کی طرح جھومی اور لہرائی

قسم کھائی تھی حمزہؓ کا جگر کچا چبانے کی
لہو کی پیاس تھی اور بھوک اس کو گوشت کھانے کی

عجب دیوانگی سی چھائی تھی اب اِس قیافہ پر
تعجب تھا دلِ وحشی کو بھی اِس کے قرائن پر

اہا ہا کہتی جاتی مُنہ بناتی جا رہی تھی یہ
جگر حمزہؓ کا دانتوں سے چباتی جا رہی تھی یہ[1]

جگر تھا اِس کے مُنہ میں خُون ہا چھوں سی ٹپکتا تھا
کھڑا تھا پاس وحشی اور مُنہ حیرت سے تکتا تھا

نہ اُترا حلق کے اندر گلے میں یہ جگر اٹکا
بالآخر اس نے اُگلا اور زمیں پر اس کو دے پٹکا[2]

مری بھی نسل ایسی ہو، نرالا شوقِ بے جا تھا
نگلنا اِس کو مشکل تھا یہ حمزہؓ کا کلیجہ تھا

ہُوا ہندِ جگر خوار آج سے مشہور نام اس کا
مگر اُترا نہ اِس پر بھی جنونِ انتقام اس کا

پکاری، واقعی تُو نے کیا وحشی یہ کام آخر
مِلا مجھ کو پسر کا اور پدر کا انتقام آخر

ہُوا برباد اِسی حمزہؓ کے ہاتھوں سے مرا میکا
سوائے قتلِ حمزہؓ دل نہیں طالب کسی شے کا

کہاں ہے نعش حمزہ کی نشاں اس کا بتا وحشی
مَیں آنکھوں سے اسے دیکھوں مجھے چل کر بتا وحشی

چلا وحشی اگرچہ اس کا جی ہامی نہ بھرتا تھا
یہ وحشی تھا مگر اب ہند کی وحشت سے ڈرتا تھا[3]

---

[1] وحشی نے کلیجہ پیش کیا ہند نے اس کو منہ میں ڈال کر چبانا شروع کیا۔ (تاریخ العمران)

[2] جگر گلے سے نہ اتر سکا۔ اس لئے اگل دینا پڑا۔ (سیرت النبی)

[3] تاریخوں میں ہند کا لقب جو جگر خوار لکھا جاتا ہے اسی بنا پر ہے۔ (سیرت النبی)

marfat.com

کسی صورت تو آخر ٹالنی تھی یہ بلا اس کو — شہادت گاہ کا منظر دکھانے لے چلا اس کو

ہندؔ جسدِ حمزہؓ پر

دکھایا جا کے خطہ اس زمینِ آسمانی کا — جسد جس جا پڑا تھا اک حیاتِ جاودانی کا
پڑا تھا وہ جسد آغشتہ خون و خاک کے اندر — کہ جس کے دبدبے کی دھاک تھی افلاک کے اندر
وہی شیرانہ صورت تھی وہی مردانہ چہرا تھا — شعاعیں مہر کی بکھری تھیں یا دولھا کا سہرا تھا
ہوا حسنِ شہادت ہند کی آنکھوں پر آئینہ — کدورت اور چمکی اور بھڑکی آتشِ کینہ
شقاوت نے جو دیکھی یہ جلالت مہرتاباں کی — بگاڑی کافروں نے شکل اس مردِ مسلماں کی

ہندؔ کے گلے کا ہار

نہیں بھایا شہیدانِ وفا کا رتبۂ عالی — چھری سے گوش کاٹے اور بینی قطع کر ڈالی
نکالا زندہ دل کا دل، دل ایسا مُردہ تھا اس کا — نکالے پیٹ سے گُردے عجب دل گردہ تھا اس کا
حیا کترا گئی دیکھا جو یہ کارِ سفیہانہ — کہ اس عورت نے کاٹے مرد کے اعضائے مردانہ

۱؎ ہند جوش کو ساتھ لیکر حمزہؓ کی لاش پر آئی۔ اسکے بعد اس قدر غضبناک ہوا کہ ناک، کان، مذاکیر (اعضائے مخصوصہ) (تاریخ القرآن)

یہ اتفاقاً ایک رشتے میں پروئے موتی اس نے بنایا ہار ان کو کر لیا زیبِ گلو اس نے

وحشی کا انعام

اتارا طوق اپنا دے دیا انعام وحشی کو
ملے اس جرم کے یہ اچھے خاصے دام وحشی کو

کہا تم مکے میں چل کر آؤ دس دینار بخشوں گی
تجھے کھانے کھلاؤں گی تجھے دستار بخشوں گی

چل اب چل کر یہ مژدہ ہم سنائیں اپنے لشکر میں
یہ پیارا ہار لے جا کر دکھائیں اپنے لشکر میں

پہن کر طوقِ لعنت زرد ہو کر رہ گیا قاتل
دکھا کر گرمیِ سردی ہو کر رہ گیا قاتل

ابھی دینار کا وعدہ تھا یعنی وعدۂ فردا
ابھی دستار کا وعدہ تھا یعنی وعدۂ فردا

ابھی مکے میں جانا تھا ابھی دینار ملنے تھے
ابھی سارے جہاں سے لعنتوں کے ہار ملنے تھے

کیا محروم ایسے قہر ماں سے اس کی ملت کو
صلہ یہ کچھ ملا پھر بھی نہ سمجھا اپنی ذلت کو

غلام آقاؤں کی خدمت کریں اور لاکھ سرواریں
نصیب ان کے ہوا کرتی ہیں پھٹکاریں ہی پھٹکاریں

سلہ ہند (امیر معاویہ کی ماں) نے ان پھولوں کا ہار بنایا اور گلے میں ڈالا۔ (سیرت النبی)

سلہ ہند نے اپنے کپڑے اور زیور وحشی کو انعام دیئے اور گھر پہنچ کر ان کے علاوہ دس دینار دینے کا وعدہ کیا (خاتم المرسلین)

marfat.com

دیا تاریخِ عالم نے بڑا بھاری صلہ اس کو — خطابِ قاتلِ حمزہؓ قیامت تک ملا اس کو
خبر کیا تھی کہ آخر تو مسلماں اس کو ہونا ہے — لہو کے آنسوؤں سے عمر بھر یہ داغ دھونا ہے

چند سرفروشانِ اسلام کا ثبات

شہادت پانے والے پا گئے دل کی مرادوں کو — سبق حبِّ نبی کا دے گئے عالی نہادوں کو
اِدھر قتلِ نبی کا اُٹھتے ہی میداں میں آوازہ — پریشاں ہو گیا تھا غازیانِ دیں کا شیرازہ
فقط گنتی کے چند اصحاب محوِ سرفروشی تھے — شہادت کے تمنائی تھے وقفِ سخت کوشی تھے
شہادت ہی کے طالب تھے یہ سب نام آور نامی — حیاتِ تازہ کا آغاز تھی یہ نیک انجامی
خبر سُن کر رسول اللہ کے مقتول ہونے کی — دلوں کو انتہائی فکر تھی مسئول ہونے کی
سمجھتے تھے کہ آئے دن ہے روزِ حساب آخر — خدا کے سامنے دیں گے بھلا ہم کیا جواب آخر
قریشی فوج ان شیروں پہ گرتی تھی دلیرانہ — مگر خائف نہیں ہوتی تھی ان کی خُو شیرانہ
یہ کرتے جا رہے تھے وار شیرِ دودستی کا — ہوائے خود سری میں دیکھتی جاتی تھی پستی کا

لہ عباس بن ابی طلحہ بن نضلہ اور خلد بن زید بن ابی زہیر وائل بن اقم اسدی جنیر و جبیر ہم آواز بلند لوگوں کو پکارتے تھے کہتے تھے اگر حضرت شہید ہو گئے ہیں اور ہم گوشہ چشم سے دیکھتے ہیں تو ہمارا کوئی عذر پیشِ خدا قبول نہیں ہو گا۔

نگاہِ ہادیٔ اسلام

نگاہِ ہادیٔ اسلام ہر آئینہ شاہد تھی
قضا کا سامنا تھا اور جانِ ہر مُجاہد تھی

مُسلمانوں کے ہاتھوں فوجِ قرشی کی ہزیمت بھی
حصُولِ فتح بھی غفلت پہ مالِ غنیمت بھی

اِدھر ٹیلے سے ہٹنا اپنے تیر انداز دستے کا
جسے تفویض سدِّ باب تھا خالد کے رستے کا

نبیؐ کا حکم سُن کر بھولنا یا بھُول ہو جانا
فریضہ چھوڑ دینا لُوٹ میں مشغُول ہو جانا

اُدھر سے ناگہانی ضربِ خالد کے سواروں کی
سنائیں دشمنوں کی اور جانیں جاں نثاروں کی

مُسلمانوں میں اکثر کا حواس و ہوش کھو جانا
متاعِ دنیوی پاتے ہی غفلت کوش ہو جانا

بہم اک دُوسرے پر وار کرنا اہلِ ایماں کا
فرو ہو کر پلٹنا از سرِ نَو تُند طُوفاں کا

اقلیت کی لیکن استقامت جاں نثاری پر
یہ سارے واقعات آئینہ تھے محبُوبِ باری پر

اشاروں میں بتایا تھا جو رازِ باب کُھلتا جاتا تھا
کہ داغِ غفلتِ ملّت لہُو سے دُھلتا جاتا تھا

یہاں ایمان کو تُلنا تھا میزانِ محبّت میں
بشر کا حوصلہ کُھلنا تھا اعلانِ محبّت میں

یہاں نَومسلموں کو مشق کرنی تھی قواعد کی
دکھانی تھی یہاں افتاد وقتِ نامساعد کی

یہاں گر گر کے ناپختوں کو پختہ کار ہونا تھا
یہیں تو لشکرِ اسلام کو تیار ہونا تھا

marfat.com

کھڑے تھے اسلحہ در بر رسولِ پاک میداں میں
نظر آتی تھی ہر سُو ابتری فوجِ مسلماں میں

اُبھرتا ڈوبتا ہو جس طرح گرداب میں تنکا
گروہِ شرک میں یہ حال تھا ہر مردِ مومن کا

ہٹاتا اور ہنکاتا تھا ہجومِ قرشیاں ان کو
قدم رکھنے کی مہلت تھی نہ زیرِ آسماں ان کو

اِس اُفتاد کے وجُوہ

ہزار افراد اس میداں میں آئے تھے مدینے سے
مگر ان میں تھے پورے تین سو معمور کینے سے

وہ سب غدار، بُزدل وہ کمینے اور دُوں ہمّت
کہ جن کی زیست بھی لعنت تھی جن کی موت بھی لعنت

وہ صف بندی سے پہلے ہی شگونِ ناموافق تھے
مُسلمانوں میں شامل تھے مگر کامل منافق تھے

ابھی آغازِ بازی تھا کہ وہ چوگان سے نکلے
ابھی تیغیں نہ نکلی تھیں کہ وہ میداں[1] سے نکلے

بقیہ سات سو اصحاب سب تھے صادقُ الایماں
ہوئے جو معرکہ آرا بروئے لشکرِ شیطاں

رہے جب تک یہ قائم اپنے ہادیؐ کی ہدایت پر
خُدا ہر آئینہ موجُود تھا ان کی حمایت پر

---

[1] جیسا کہ شروع میں بیان ہو چکا ہے ابن اُبیّ اور اس کے ساتھی منافق جو جنگ کے شروع ہونے سے پہلے بہانہ بنا کر گھروں کو واپس چلے گئے تھے۔ (مصنف)

بظاہر تو یہ چھوٹی سی جماعت بے بضاعت تھی
مگر سارے زمانے کے مقابل اک جماعت تھی

یہ زندہ معجزہ تھا صاحبِ روزِ شفاعت کا
بکھیرا اس نے شیرازہ ہزاروں کی جماعت کا

مگر جب سر اُٹھایا فتنۂ مالِ غنیمت نے
ظفر کا منہ دکھا کر آلیا ان کو ہزیمت نے

نبیؐ کے قتل ہونے کی خبر نے ہمتیں توڑیں
کثیر افراد نے پیٹھیں خدا کی راہ سے موڑیں

سنانی ہی کچھ ایسی تھی حواس و ہوش کھو بیٹھے
غنیمت کیا ملی اُمید ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے

فقط ستر مجاہد رہ گئے تھے معرکہ آرا
مقابل اس گھڑی ان کے جہانِ کفر تھا سارا

گھرے تھے قاتلوں میں مُوذیوں میں بدنہادوں میں
لہو کا آخری قطرہ بہانے کے ارادوں میں

جگر پُرخوں تھے سب کے سورشِ داغِ جُدائی سے
شکستہ دل تھے لیکن کام تھا جنگ آزمائی سے

یہ نازک مرحلہ محتاج تھا جس کی قیادت کا
اُحُد کی سرزمیں پُرشور تھا اُس کی شہادت کا

کہاں تھا وہ امام المرسلینؐ وہ ہادیٔ اعظمؐ
کہاں تھا وہ پناہِ بے کساں وہ نازشِ آدم

جہاد و سعی و کوشش تک وہی تھا پیشرو ان کا
اُسی کا دم قدم تھا آسرا ہر مردِ مومن کا

مگر مالِ غنیمت پر گرے جب ٹوٹ کر غازی
نظر آیا نہ یہ جذبہ اسے شایانِ جانبازی

جہادِ ان کا تھا بہرِ دیں یہ دُنیا پر ہُوئے مائل
میانِ دیدہ و دل ایک پردہ ہو گیا حائل

قوانینِ محبت سخت ہیں غفلت کے بارے میں
کہ غفلت چھوڑتی ہے کشتیوں کو لا کے دھارے میں

marfat.com

یہ پائی غفلتِ یک لحظہ کی پاداش اُمت نے
کہ اُڑھائی اپنے ہاتھوں ہی شکستِ فاش اُمت نے

اُسی کا دستِ حق شامل تھا باطل کی ہزیمت میں
شمولیت نہ کی اُس نے مگر مالِ غنیمت میں

صحابہ ڈھونڈتے پھرتے تھے ہر سُو اپنے ہادی کو
کئے دیتے تھے اپنے خون سے رنگین وادی کو

پڑے پردے نگاہوں پر ہوئے معذور آنکھوں سے
کہ اوجھل ہو گیا تھا دو جہاں کا نور آنکھوں سے

وہ مہرِ آشکارا تھا، نظر آتا نہ تھا اِن کو
وہ جلوہ جلوہ آرا تھا، نظر آتا نہ تھا اِن کو

بہت پُر درد تھی اخلاص مندوں کی پریشانی
یہ دل غرقِ جدائی تھے، اِدھر تیغوں کی طغیانی

اِدھر قلب و جگر کو ناپتی تھیں ان کی شمشیریں
اُدھر آنکھیں تھیں فرطِ رنج سے حسرت کی تصویریں

ابنِ قمیہ کے دعوے پر ابُوسفیان کا شک

زبانِ ابنِ قمیہ پر تھا نعرہ شادمانی کا
سُناتا پھر رہا تھا حال اپنی پہلوانی کا

وہ میں ہُوں آج میں نے روز کا جھگڑا چکایا ہے
مرے ہی بازوؤں نے کعبۂ مقصود ڈھایا ہے

سپہ سالار ابوسفیاں مگر تھا بے قرار اب تک
نظر آتی تھی اس کو باغِ عالم میں بہار اب تک

اگرچہ ناگوار اتنی محمدؐ کی حیات اس کو
مگر ممکن نظر آئی نہ یہ شکلِ ممات اس کو

خدا جس کا نگہباں ہو فرشتے جس کے رکھوالے
اسے یہ بے حقیقت ابنِ قمیہ قتل کر ڈالے

پچانا چاہتا تھا بات کچھ پچتی نہ تھی دل میں
خبر ایسی عظیم الشان تھی جچتی نہ تھی دل میں

محمدؐ ہی کو یہ بھی ڈھونڈتا پھرتا تھا میداں میں
مگر کوئی پتہ ملتا نہ تھا گنجِ شہیداں میں

نہ مقتولوں میں اس کے جسمِ اطہر کا نشاں پایا
نہ اس میداں میں اس کو زخمیوں کے درمیاں پایا

کعبؓ بن مالکؓ حضورؐ کو پہچانتے ہیں

یہ نازک وقت تھا اسلام کے عالی اساسوں پر
سروں سے خون بہ بہ کر ٹپکتا تھا لباسوں پر

نبیؐ کو ڈھونڈتے تھے اور تیغیں منہ پہ کھاتے تھے
خبر اس کعبۂ مقصود کی لیکن نہ پاتے تھے

صحابہ میں جو یوں ثابت قدم تھے جاں نثاری پر
نگاہ کعبؓ ان میں سے پڑی محبوبِ باری پر[1]

لباسِ جنگ پہنے خود بر سر تھا زرہ در بر
وہ ہادی وہ شفیعِ انس و جاں کونین کا سرور

نگاہِ کعبؓ نے دیکھی نرالی شانِ پیغمبرؐ
ہزاروں حملہ آور اور تنہا جانِ پیغمبرؐ

کہاں؟

جہاں ہر اک قدم پر کاسہ ہائے سر لڑھکتے تھے
جہاں بازو پیا پے وار کرنے سے نہ تھکتے تھے

---

[1] سب سے پہلے کعبؓ بن مالک کی نظر پڑی۔ (سیرت النبی)

marfat.com

جہاں فرشِ زمیں گلرنگ تھا خونِ شہیداں سے
جہاں اک اک لبیں ممتاز تھا فرعون و ہاماں سے

جہاں اس جرم پر جاں چھین لی جاتی تھی انساں کی
کہ وہ پوجا نہیں کرتا بتوں کی اور شیطاں کی

جہاں لوہے کے سینوں میں نہاں تھے دل بھی لوہے کے
جہاں تھے آلہ ہائے قتل بھی قاتل بھی لوہے کے

جہاں غصہ تھا کینہ تھا عداوت تھی درشتی تھی
جہاں مقصود حملہ آوری تھا دیو کاشتی تھی

جہاں گرز اژدہاؤں کی طرح لہرا کے گرتے تھے
جو ہر کو توڑ کے اور مغزِ سر کو کھا کے پھرتے تھے

جہاں آتی تھیں چاروں سمت سے تیروں کی بوچھاریں
جہاں اٹھتے تھے نعرے جس طرح ہاتھی کی چنگھاریں

وہیں وہ مظہرِ حق تھا ثباتِ معجزانہ سے
اسی شان و وقار و شوکتِ پیغمبرانہ سے

بنائے آسماں بھی جس زمیں پر ڈگمگاتی تھی
محمدؐ تھا کہ اس کے پاؤں میں لغزش نہ آتی تھی

خوشی تھی فتح کی اس کو نہ کوئی غم ہزیمت کا
مثالِ عرش قائم تھا قدم اس کی عزیمت کا

اِدھر[1] سے تیر آتے تھے اُدھر سے تیر آتے تھے
طوافِ نور کرتے اور قرباں ہوتے جاتے تھے

---

[1] اُحد میں جب ایک حشر برپا تھا اور مسلمانوں کا لشکر پراگندہ ہو گیا تھا۔ آنحضرت کو ایک ہاشت اپنی جگہ سے ہٹتے نہیں دیکھا گیا۔ آپ برابر اعدا کی طرف قائم تھے۔ حالانکہ ہر طرف تیر برس رہے تھے اور تلواریں چل رہی تھیں۔ (رشاد الملک)

کعبؓ نے کیا دیکھا

عیاں تھا خود سے دُہری زرہ[1] سے بھی جمال اس کا
فلک پر مہر کو محجوب کرتا تھا جلال اس کا

قریب اس کے تھے محوِ جنگ گنتی کے رفیق اُس کے
اسی کے نقشِ پا پر چل رہے تھے ہم طریق اس کے

علیؓ و طلحہؓ و سعدؓ و زبیرؓ اس کے تھے پروانے
وہ شمعِ خیر تھا یہ اہلِ خیر اس کے تھے پروانے

یہی چاروں طرف قربان تھے پروانہ وار اس پر
وہ ایماں تھا کئے دیتے تھے یہ جانیں نثار اس پر

یہ رہ جاتے تھے اکثر قاتلوں کی فوج میں گھر کر
مگر پھر مرکزِ اصلی پہ آجاتے تھے ہر پھر کر

یہ فوجوں کو ہنکاتے مارتے تھے اور ہٹاتے تھے
یہ موجوں میں شناور کی طرح غوطے لگاتے تھے

بہا کر دُور لے جاتی تھی ان کو ان کی جولانی[2]
کہ پُورے زور پر تھی اس جگہ دریا کی طغیانی

میدان میں شانِ نبوّت

مگر ہر آنہ میداں میں قائم، ثابت، آزادہ
تنِ تنہا نظر آتا تھا وہ اللہ کا دلدادہ

---

[1] آپ کے سر پر مغفر تھا، اور بدنِ مبارک پر دُہری زرہ تھی۔ (تاریخ العمران)

[2] حال یہ تھا کہ آپ کے جاں نثار آپ کے پاس سے لڑتے لڑتے اور دشمنوں کو ہٹاتے دُور چلے جاتے تھے۔ آپ تنہا رہ جاتے تھے۔ (تاریخ العمران)

marfat.com

سُنا اُس نے بھی اپنے قتل ہو جانے کا آوازہ
بکھرتا اُس نے دیکھا اپنی جمعیت کا شیرازہ

نظر آتا تھا نوخیزوں کا میداں چھوڑ جانا بھی
سکوتِ بے خودی بھی اور پیٹھیں موڑ جانا بھی

ثبات و صبر والوں کی بھی شانیں دیکھتا تھا وہ
رہینِ جاں نثاری چند جانیں دیکھتا تھا وہ

وہ ہر لحظہ شہادت دیکھتا تھا اپنے یاروں کی
بہر سُو زیرِ خنجر گردنیں تھیں اپنے پیاروں کی

خوشی اس کو دشمن ہیں اسی کے خُون کے پیاسے
اُسی کا نقش کرنا چاہتے ہیں محو دُنیا سے

جہاں میں جن کے رُتبے وہ دوبالا کرنے والا تھا
نگاہ و قلب میں جن کے اجالا کرنے والا تھا

وہ سب اندھے نظر آتے تھے آج اس نُور کے در پے
جہالت کی یہ آندھی تھی چراغِ نُور کے در پے

پیمبرؐ کا عزم اور تاثّر

یہ ایسا مرحلہ تھا جس میں دعوے ٹُوٹ جاتے ہیں
اکھڑ جاتے ہیں میداں سے قدم جی چھُوٹ جاتے ہیں

فلک نے بارہا انسان کو جنگ آزما پایا
نہ قائم اس طرح کوئی محمدؐ کے سوا پایا

وہ قلبِ مطمئن خاطر بہم اوّل سے آخر تک
وہ طبعِ مستقل ثابت قدم اوّل سے آخر تک

مُسلمانوں کا اِک اِک زخمِ تن تھا داغِ دل اس کا
بہارِ زخمِ اُمّت سے چمن تھا باغِ دل اس کا

دلِ ہمدرد اس کا ہر کسی کا درد سہتا تھا
مگر منہ سے سوائے شکر وہ کچھ بھی نہ کہتا تھا

تنِ ہر مردِ مومن پر جو دشمن وار کرتے تھے
اُدھر سر پر نہ آتے تھے اِدھر دل میں اترتے تھے

مگر وہ تھا بہ اطمینان اپنے حال پر قائم
اُسی پیغمبرانہ عزم و استقلال پر قائم

یہ سب وہ کس لئے سہتا تھا اِک اسلام کی خاطر
بشر کے اَمن اور توحید کے پیغام کی خاطر

نگاہوں نے ابھی تک یہ کمال اس کا نہ دیکھا تھا
کہ دیکھا تھا جمال اس کا جلال اُس کا نہ دیکھا تھا

کعبؓ بن مالک کی صدا

نگاہِ کعبؓ بن مالک پڑی جب قدِ بالا پر
وجُودِ پاک پر زر ہیں جِلَم تھا روئے والا پر

مگر وہ حق نما آنکھیں، مگر وہ باحیا آنکھیں
جِلَم سے تھیں نمایاں مظہرِ شانِ خُدا آنکھیں

انہی آنکھوں سے چشمِ کعبؓ نے حضرت کو پہچانا[1]
خُدا کا نُور دیکھا، آیۂ رحمت کو پہچانا

خبر شیطاں نے جس کے قتل ہونے کی اڑائی تھی
خُدا نے پھر اسی محبُوب کی صُورت دکھائی تھی

چھلک اُٹھا خوشی کے جوش سے غازی کا پیمانہ
صدا اُٹھی زبانِ کعبؓ سے بے اختیارانہ[2]

"نوید اے طالبانِ جلوۂ محبُوبِ ربّانی
خُدا کے فضل سے موجُود ہیں محبُوبِ سُبحانی

---

[1] چہرۂ مبارک پر مغفر تھا، لیکن آنکھیں نظر آتی تھیں (سیرت النبی)

[2] کعب نے پہچان کر پکارا، مسلمانوں رسول اللہ یہ ہیں۔ (سیرت النبی)

marfat.com

نویدِ اے تشنگانِ شربتِ دیدار اِدھر آؤ اِدھر آؤ، اِدھر ہیں جلوہ گر سرکارِ اِدھر آؤ!

یہاں آؤ یہاں موجود وہ فخرِ امامت ہے
ہماری زندگی کا آسرا نغمہ سلامت ہے

شمعِ نبوت کے پروانے

رسول اللہ نے دیکھا رنگ اس اخلاص کوشی کا
اشارے[1] سے کیا ارشاد ضابطے نے خموشی کا

صدائے کعبؓ گونج اٹھی مگر کہسار و میداں میں
نویدِ زندگانی تھی یہ کوشش اہلِ ایماں میں

صحابہؓ منتشر تھے معرکہ گہ میں بھٹکتے تھے
زمین و آسماں کی صورتیں حسرت سے تکتے تھے

صدائے کعبؓ ہاتف کی طرح اب کان میں آئی
نویدِ آقا کی پائی، جان گویا جان میں آئی

سمائی تازگی اس طرح اندامِ فسردہ میں
پلٹ آتی ہیں روحیں جس طرح اجسامِ مردہ میں

رخِ امید دیکھا روشنی آئی نگاہوں میں
یقیں آیا، ہم اب تک ہیں محمدؐ کی پناہوں میں!

کھنچے عاشق، اڑیں جس طرح سوئے کہربا تنکے
نبیؐ کو دیکھ کر پرلگ گئے ہر مردِ مومن کے

قلم کرتے سروں کو بازوؤں کو چھانٹتے آئے
متاعِ ضربِ کاری دشمنوں میں بانٹتے آئے

---

[1] آپ نے کعب کو خاموش رہنے کا ارشاد کیا (تاریخ القرآن) سنو، سن کر ہر طرف سے جاں نثار [illegible]

کفّار کی شدّت

طوافِ شمع جب کرنے لگے آ آ کے پروانے
اسی نقطے پہ دھاوا کر دیا افواجِ اعدا نے

قریشی فوج نے بھی کعب کی آواز سُن پائی
اُمڈ کر ہر طرف سے اب یہ آندھی اس طرف آئی

نظر آیا کہ جھوٹا اِدّعا تھا ابنِ قمیہ کا
ہزاروں لعنتیں تھیں ایک ماتھا ابنِ قمیہ کا

کیا اب سخت دھاوا پیدلوں نے اور رسالوں نے
رسُولِ پاک پر اَنیاں جھکائیں نیزہ والوں نے

حضرت علیؓ کی جانبازی

کیا جب قاتلوں نے قصد یوں نزدیک آنے کا
علیؓ سے امرِ حضرتؐ نے کیا ان کو ہٹانے کا[1]

لگی اُٹھ اُٹھ کے گرنے ہر طرف تیغِ یداللّٰہی
تو ناری پھر جہنّم کی طرف ہونے لگے راہی

گرایا خاک پر لاشے پہ لاشہ دستِ حیدرؓ نے
یہ جنگل کاٹ ڈالا بے تحاشا دستِ حیدرؓ نے

بھری تھی برقِ باطل سوز تیغِ شیر یزداں میں
لپک اُٹھتا تھا اِک شعلہ سا نیزوں کے نیستاں میں

---

[1] کفار نے اب ہر طرف سے ہٹ کر اسی رُخ پر زور دیا۔ (سیرت النبی)

[2] دل کا دل ہجوم کر کے بڑھتا تھا لیکن ذوالفقار کی بجلی سے یہ بادل چھٹ کر رہ جاتے (سیرت النبی) جب پہلا غول ٹھہرا تو آپ نے علی المرتضیٰ کو جو قریب کھڑے تھے، روکنے کا حکم دیا۔ حضرت علی نے بڑھ کر ان کو منتشر کر دیا (خاتم المرسلین)

marfat.com

اگرچہ خوفِ حیدرؓ سے تھا زہر آب دشمن کا مگر اُمڈا ہُوا تھا چار سُو سیلاب دشمن کا

حضورؐ پر تیروں کی بارش

ہٹیں ہٹ کر جمیں پھر ٹولیاں بدل فہریوں کی رسُولِ پاکؐ پر ہونے لگی بُوچھاڑ تیروں کی
اِدھر جسموں کی دیواریں اُٹھا دیں بادفا رؓ نے بساطِ عشق پر جانیں بچھا دیں جاں نثارؓ نے
صحابہؓ نے دیا تیروں کا تیروں سے جواب ان کو بناتے تھے نشانہ آپ خود عالی جنابؐ ان کو
کمانیں[1] تاب لاتی تھیں نہ زورِ دستِ ہادیؐ کی مگر تھی معجزانہ شان اس حُسنِ ارادی کی
علیؓ اک سمت سعدؓ اک سمت انہیں چو رنگ کرتے تھے ابُوبکرؓ و عمرؓ اک سُو جہاد و جنگ کرتے تھے[2]
زبیرؓ و طلحہؓ تھے سینہ سپر سرکارِ عالی پر یہ پروانے مٹے جاتے تھے حُسنِ بے مثالی پر

---

[1] آنحضرت صلعم کے ہاتھ میں کمان تھی اور تیر مارتے تھے (ارشاد الحکمہ) آنحضرت کبھی کمان سے تیر چلاتے تھے کبھی پتھر مارتے تھے۔ (تاریخ العمران)

[2] پہلے کمان کا چلّا ٹوٹا حضرت نے کمان عکاشہ بن محصنؓ کو دی کہ چلّا کھینچیں۔ انہوں نے زور لگایا مگر وہ پورا نہ ہوا آپ نے فرمایا کھینچ کھینچ پورا ہو جائے گا۔ اب کے جو کھینچا تو وہ اس قدر بڑھا کہ پورا ہو کر کئی پھیر زیادہ ہو گئے۔ حضرت نے پھر اس کمان سے کام لیا۔ اب کے اس کا گوشہ بھی ٹوٹ گیا (تاریخ العمران، ارشاد الحکمہ)

[3] جاں نثارانِ نبی چاروں طرف حضرت کے گرد پروانہ وار پھرتے تھے۔ کوئی ایک طرف حملہ کو روکتا تھا کہ دوسری طرف مگر انبوہ کم نہ ہوتا تھا۔ (تاریخ العمران)

قریش اللہ کے مرسل پر یہ نرغہ کر کے آتے تھے
صحابہؓ بڑھ کے تیغوں سے لپٹ کر زخم کھاتے تھے

دوسرے پے بہ پے تیروں کی اک بوچھاڑ آتی تھی
اِدھر سے ڈھال طلحہ بن عبید اللہ کی چھاتی تھی

یہی وہ تھے جو حامی تھے غلاموں اور ضعیفوں کے
مخالف تھی شریروں کے مؤید تھے شریفوں کے

اِدھر سینے تھے اِن کے اُس طرف خونریز بھالے تھے
یہ سب تجھے پا پیادہ اُس طرف جنگی رسالے تھے

مدینے میں شہادتِ رسول کی افواہ

کیا شیطاں نے ایسا اہتمام اس کی اشاعت میں
مدینے تک بھی جا پہنچی خبر یہ ایک ساعت[1] میں

گھروں کی بیبیاں طاری حیا تھی مو بہ مو جن پر
وہ معذورین عاید تھا نہ حکمِ جاہدوا جن پر

وہ کمسن نوجواں پلٹا دیا تھا راہ سے جن کو
محبت تھی مگر سرکارِ عالی جاہ سے جن کو

وہ مائیں پالتی تھیں جو گھروں میں بال بچوں کو
لئے بیٹھی تھیں گودوں میں بلند اقبال بچوں کو

وہ بیوائیں نبیؐ کے فیض پر جن کا گذارہ تھا
ضعیف افراد جن کا بازوئے حق ہی سہارا تھا

مساکین و یتامیٰ جن کے سر پر تھا وہی سایا
وہی تھا آسرا جن کا، وہی تھا جن کا سرمایہ

---

[1] یہ خبر کہ حضور نے شہادت پائی مدینہ میں بھی پہنچی۔ اور ہر فرد کا دل ہل گیا۔ عورتیں اور بچے اس خبر کو سن کر بیتاب ہو گئے اور مدینے سے نکلے۔
(سیرت ابنِ ہشام)

marfat.com

کیا تھا آپ نے بہرِ حفاظت قلعہ بند ان کو
مبادا آپ کی غیبت میں پہنچے کچھ گزند ان کو

سُنا جب یہ کہ سایا اُٹھ گیا محبوبِ باری کا
نہ پُوچھا اب نہ پُوچھا حال ان کی بے قراری کا

بھاگ کر مدینے پہنچنے والوں[1] کی پشیمانی

وہ مومن جو گھروں میں جا گھسے تھے چھوڑ کر میداں
ندامت سب پہ طاری تھی کہ سب تھے صاحبِ ایماں

انہیں دیکھا گھروں کی بیبیوں نے اور ماؤں نے
کہ یوں پشتیں دکھا دیں جنگ میں جنگ آزماؤں نے

دیئے ماؤں نے دھکے بیبیوں نے اُن سے رُخ پھیرا
جدھر آنکھیں اُٹھیں شرم و ندامت ہی نے گھیرا

کہا ماؤں نے جاؤ اب نہ تم بیٹے نہ ہم مائیں
حرام ان پر ہمارا دودھ جو میداں سے بھاگ آئیں

لحاظِ خلق کیا ہوتا خدا سے بھی نہ شرمائے
محمدؐ کی شہادت کی خبر سنتے ہی بھاگ آئے

اسی بے آبروئی کے لئے کیا تم کو پالا تھا
وہیں تم بھی رہے ہوتے جہاں وہ کملی والا تھا

پکاریں بیبیاں، مَردوں کی ہوتی ہیں یہی شانیں
کہ رَن میں آبرو دے کر بچا لایا کریں جانیں

تمہیں تو ہم نے حق پر جاں فدا کرنے کو بھیجا تھا
حقِ احسانِ پیغمبر ادا کرنے کو بھیجا تھا

---

[1] اُحد میں شہادتِ رسول کی خبر سننے کے بعد بہت سے مسلمین کے قدم اکھڑ گئے تھے۔ ان میں سے بعض مدینہ میں پہنچے لیکن وہاں عورتوں نے ان کو غیرت دلائی اور وہ پلٹ کر پھر میدان کی طرف چلے اور حضورؐ کو صحیح سلامت دیکھا۔
(ارشاد الساری)

اگر یارانہ تھا اِسلام پر قُربان ہونے کا
تو دعوٰے کیوں کیا تھا صاحبِ ایمان ہونے کا

یہی شرطِ وفا ہے کیا یہی ہے کام مومن کا
کہ چھوڑا تم نے دامن اپنے آقا اپنے مُحسن کا!

یہ بیچارے کسی قابل نہیں یُوں بول اُٹھیں نہیں
گھروں میں چُھپ کے بیٹھیں، چرخہ کاتیں، چُوڑیاں پہنیں

خُدا و مُصطفٰے کی لاج سے جو مَرد ہیں عاری
وہ اپنی ماؤں بہنوں کی کریں گے کیا نگہداری"

سب میدان کی طرف پلٹتے ہیں

دِکھائے اس طرح آئینِ غیرت نے جو آئینے
تو احساسِ خطا کے جوش سے پھٹنے لگے سینے

یہ طعنے تیر و نشتر سے زیادہ کارگر نکلے
نظر آیا کہ ہم تو عورتوں سے بھی بتر نکلے

کیا تھا فرض سے برگشتہ فرطِ یاس نے ان کو
مگر چونکا دیا اب شرم کے احساس نے ان کو

خُدا کی راہ سے بھٹکے ہُوئے پھر راہ پر آئے
پلٹ کر اُلٹے قدموں پھر شہادت گاہ پر آئے

جو دشت و جبل میں آوارہ تھے

گریزاں تھے جبال و دشت میں کچھ بھاگنے والے
پڑے پھرتے تھے بیچارے گریبانوں میں[1] سر ڈالے

---

[1] بعض مسلمین شعب جبال میں متفرق تھے۔ ان کو بعض نے پکارا اور جہاد اور وعیدِ رسول یاد دلائی۔ پس وہ بھی پلٹے اور شاملِ غزوہ ہُوئے۔ (رشاد الحکمۃ)

marfat.com

زبس اُفتاد سے نادم، زبس لغزش سے شرمندہ
دلوں میں سوچتے تھے اب نہ ہوں ہیں ہم زندہ

رسُول اللہ کے احسان یاد آتے تھے رہ رہ کر
کہے دیتی تھی ان کو غرق خجلت اشک بہہ بہہ کر

اچانک معرکے سے پھر صدائے جاہدُوا آئی
دلوں میں از سرِ نو مژدۂ لا تقنطوا لائی

نوائے روحوں پہ طاری جذبۂ کامل شہادت کا
کہ پھر ہاتھ آگیا چھوٹا ہُوا دامن سعادت کا

یہ پلٹے اور آکر ہو گئے پھر جنگ میں شامل
انہیں اُفتاد نے اب کر دیا تھا پختہ و کامل

خاتونانِ اسلام

سماعت میں جو یہ دل ریش اخبارِ وفات آئیں
جینے سے نکل کر موت کی قاتل آئیں

نبیؐ کو ڈھونڈتی تھیں اس ہلاکت خیز میداں میں
لئے پھرتی تھیں اک تصویرِ حسرت چشمِ حیراں میں

بہر سُو زخمیانِ جنگ[1] کو پانی پلاتی تھیں
کہیں لیکن سُراغِ ساقیٔ کوثر نہ پاتی تھیں

شہادت یاب فرزندوں کی عالی مرتبت مائیں
دلوں میں لائی تھیں قربان ہونے کی تمنائیں

وہ مائیں جن کے آغوشوں نے پہلے شیرِ نر پالے
رضا کاری سے پھر اسلام پر قربان کر ڈالے

پدر، شوہر، برادر اور پسر اسلام پر صدقے
خوشی سے کر دیئے تھے گھر کے گھر اسلام پر صدقے

---

[1] بہت سی خاتونانِ اسلام جن میں سے بعض کے اسمائے گرامی بالتخصیص معلوم ہیں معرکہ گاہ میں پہنچیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ (تاریخ العمران)

نہ رشتے اب نہ کوئی مامتا مطلوب تھی ان کو — وجودِ پاکِ ہادیؐ کی بقا مطلوب تھی ان کو
یہ مشکیزوں میں پانی دُور سے بھر بھر کے لاتی تھیں — یہ کوثر طالبانِ آبِ کوثر کو پلاتی تھیں[1]

حضرت اُمِّ عمارہؓ[2]

اُحُد میں خدمتیں جن کی بہت ہی آشکار تھیں — انہی میں ایک بی بی حضرتِ اُمِّ عمارہؓ تھیں
پئے اسلام دے کر اپنے فرزندوں کی قربانی — پلاتی تھیں یہ بی بی زخمیانِ جنگ کو پانی
نبیؐ کی ذات پر جب جھک پڑے ایمان کے دشمن — ہوئے اس زندگی بخشِ جہاں کی جان کے دشمن
اسی شمعِ ہدیٰ پر جب پلٹ کر آگئی آندھی — تو اس بی بی نے رکھ دی مشک چادر سے کمر باندھی
تھے[3] اس کے شوہر و فرزند بھی صوفِ جانبازی — رسُول اللہ پر قربان تھے اللہ کے غازی
ہوئی یہ شیر زن بھی اب قتال و جنگ میں شامل — سِپر بن کر لگی پھرنے بگردِ ہادیٔ کامل[4]

---

[1] اس غزوہ میں اکثر خاتونانِ اسلام نے بھی شرکت کی حضرت عائشہ اور ام سلیم اور ام سلیط اور ام یمن نے بھی یہی خدمت انجام دی۔ (سیرت النبی)

[2] جس وقت میدان میں خود آنحضرت پر یورش ہوئی، اس وقت ایک جاں نثار صحابیہ ام عمارہ جس کا نام نسیبہ تھا لوگوں کو پانی پلا رہی تھیں۔ پیغمبر کی ذات پر حملے ہوتے دیکھ کر رہا نہ گیا۔ درمیان میں آکر لڑنے لگیں۔ (خاتم المرسلین)

[3] ام عمارہ، اس کا شوہر اور دونوں بیٹے اُحُد میں شامل اور ثابت قدم تھے۔ (رشاد الحکمۃ)

[4] ام عمارہ حضور کے آگے پیچھے طرح طرح پھرتی تھیں اور آپ کی ذات پر جو حملہ ہوتا تھا اس کو روکتی تھیں۔ (تاریخ العمران)

marfat.com

یہ اپنی جان پر ہر زخم دامنگیر لیتی تھی
کوئی حربہ وجودِ پاک تک آنے نہ دیتی تھی

نظر آئی نئی صورت جو حرزِ جانِ پیغمبرؐ
کیا اک سخت بڑھ کر حملہ اک بدکیش نے اس پر

نہتی تھی مگر کرنے لگی پیکار دشمن سے
مروڑا اس کا بازو چھین لی تلوار دشمن سے

اسی شمشیر سے اُس نے سرِ شمشیر زن کاٹا
ہوا اس شیر زن کے خوف سے اعدا میں سناٹا

جدھر بڑھتے ہوئے پاتی تھی یہ محبوبِ باری کو
پہنچتی تھی وہیں اُمِّ عمارہؓ جاں نثاری کو

سرِ گردن پہ اس بی بی نے تیرہ زخم کھائے تھے
مگر میدان سے اس کے قدم ہٹنے نہ پائے تھے

یہ اُٹھی تھی نمازِ صبح کو تاروں کے سائے میں
نمازِ ظہر تک قائم تھی تلواروں کے سائے میں

فرشتے دنگ تھے اس تیغِ ایمانی کے جوہر سے
کہ حاضر تھی یہ جان و مال سے فرزند و شوہر سے

یہی مائیں ہیں جن کی گود میں اسلام پلتا ہے
اسی غیرت سے انساں نور کے سانچے میں ڈھلتا ہے

ابو طلحہؓ اور سعدؓ وقاص کی تیر اندازی

پیمبرؐ کی طرف چاروں طرف سے تیر آتے تھے
مگر نورِ مجسم پر نچھاور ہوتے جاتے تھے

۱؎ ابو طلحہؓ مشہور تیر انداز تھے۔ انہوں نے اس قدر تیر برسائے کہ دو تین کمانیں ان کے ہاتھ سے ٹوٹ ٹوٹ کر گر گئیں۔ دیر تک

۲؎ سعدؓ وقاص بھی مشہور تیر انداز تھے اور اس وقت رکاب میں حاضر تھے۔ آنحضرتؐ نے اپنا ترکش ان کے آگے ڈال دیا اور فرمایا۔ تم پر ماں باپ قربان تیر مارتے جاؤ۔ (سیرت النبی)

اِدھر سعدؓ و ابُو طلحہؓ کے ہاتھوں میں کمانیں تھیں
نبیؐ کا ترکش ان کے پاس تھا یہ ان کی شانیں تھیں

کرمؐ یہ تھا کہ سر رکھ کر ابُو طلحہؓ کے شانے پر
نشانِ حق لگا دیتا تھا تیروں کو نشانوں پر

ابُو طلحہؓ کے ہاتھوں میں کمانیں پَے بہ پَے ٹُوٹیں
اُدھر اُن خاطیوں کی سہمِ جاں نے گردنیں گھوٹیں

اماں دیکھی نہ دامانِ نبیؐ کے گوشہ گیروں سے
تو گوشوں میں چُھپے سعد و ابُو طلحہ کے تیروں سے

ترکش خالی ہو جاتے ہیں

مگر موجوں کا اک تانتا بندھا تھا فوجِ سرکش میں
ابُو طلحہ نے دیکھا تُھڑ گئے ہیں تیر ترکش میں[۲]

ابُو طلحہؓ پکارے اے خُدا کے مظہرِ عالیؐ
نہیں اب تیر باقی میرا ترکش ہو گیا خالی

مرے ماں باپ قرباں زد سے اب سرکار ہٹ جائیں
ذرا سی دیر جب تک آندھیاں میداں سے چھٹ جائیں

رسُول اللہ سُن کر مُسکرائے اور فرمایا
خُدا کا نُور اس عالم میں چھپنے کو نہیں آیا

یہ کہہ کر چند شاخیں دیں[۳] ابُو طلحہؓ کو سرورؐ نے
انہی شاخوں سے اب وہ تیر اندازی لگے کرنے

---

[۱] حضرت ابُو طلحہؓ کے پیچھے سر و دوش کے مابین سراقدس رکھے ان کے تیروں کو نشانہ پر لگنے کا معائنہ فرماتے رہے (ارشاد الحکمۃ)

[۲] ابُو طلحہؓ کے پاس تیر تھڑ گئے اور انہوں نے کہا حضور اب آپ ہٹ جائیے۔ خُدا مجھے آپ پر فدا کرے (ارشاد الحکمۃ)

[۳] آنحضرت ابُو طلحہؓ کو چوبِ خشک اُٹھا کر دیتے تھے اور فرماتے تھے۔ مار اس تیر کو اور ابو طلحہؓ اسی کو کمان پر رکھ کر چلاتے تھے اور یہ تیر خطا نہ کرتا تھا۔ (تاریخ العمران)

marfat.com

یہ سوکھی لکڑیاں قلب و جگر برمانے والی تھیں
قضا کے تیر بن بن کر قیامت ڈھانے والی تھیں

کمانِ آخری بھی دے گئی لیکن جواب آخر[1]
یہ بیچاری دلائی قادر اندازی کی تاب آخر

یہ صورت دیکھ کر اب ہو گئے لاچار ابو طلحہؓ
رسول اللہ کے آگے بن گئے دیوار ابو طلحہؓ

نبیؐ کی ذات پر اس سمت سے جو تیر آتے تھے
ابو طلحہؓ ہدف بنتے تھے، آقا کو بچاتے تھے

کیا تیروں نے چھلنی کی طرح سینہ فگاران کا
مگر خوش تھے کہ راضی ہو گیا پروردگار ان کا

سعدؓ وقاصؓ کی قدر اندازی

قدر اندازیٔ سعدِ وقاص اعجاز تھی گویا
قضا خود ان کے ہاتھوں سے قدر انداز تھی گویا

کمانداران دشمن پتھروں کی آڑ لیتے تھے
مگر پیکِ قضا اپنے ہدف کو تاڑ لیتے تھے

جہاں بھی تیر سر کرتی ہوئی آنکھیں نظر آتیں[2]
جنابِ سعدؓ کے ہاتھوں سے تیر بے خطا پاتیں

---

[1] تیسری کمان بھی ٹوٹ گئی تو ابو طلحہؓ آنحضرتؐ پر مثعال بن کر کھڑے ہو گئے۔ اور تیروں کے سامنے سینہ کر دیا (دشمن لشکر کی) ابو طلحہؓ نے سپر بن کر آنحضرتؐ کے چہرہ پر اوٹ کر لی تھی کہ آپ پر کوئی وار کرنے نہ پائے۔ آپ کبھی گردن اٹھا کر دشمن کی فوج کی طرف دیکھتے تو عرض کرتے کہ آپ گردن نہ اٹھائیں۔ ایسا نہ ہو کوئی تیر لگ جائے۔ میرا سینہ حاضر ہے میرا سینہ حاضر ہے۔

[2] مالک ابن زہیر اور جہان ابن العتیق ست در بے اصحاب نبی تھے۔ یہ چھپوں کی آڑ میں چھپ کر تیر چلاتے تھے سعدؓ نے ان کو بھانپ لیا اور ان اس مستعدی سے تیر چلانے کو نشانہ باندھ رہے تھے ایسا تیر مارا کہ آنکھوں کے راستہ پار ہو گیا۔

کہیں چلہ کشوں کو جز عدم گوشہ نہ ملتا تھا — عدم کی راہ ملتی تھی، مگر توشہ نہ ملتا تھا
قدر انداز کا انداز کچھ ایسا پسند آیا — نبیؐ نے اپنا ترکش سعد کو تفویض[1] فرمایا
کماں کی ہر کشش سے اب مُبارکباد ملتی تھی — کہ تیرِ افگن کو شانِ سرمدی سے داد ملتی تھی

ابُوسفیان پر حضرت حنظلہ بن ابُوعامر کا حملہ

عجب منظر تھا ہر سُو عام دھاوا تھا ہزاروں کا — ثبات و صبر قائم تھا مگر ان جاں نثاروں کا
پہاڑوں کے جگر دہلا رہا تھا شور باطل کا — مگر چلتا نہ تھا چند اہلِ حق پر زور باطل کا
ابُوسفیاں بہت بیتاب بے آرام پھرتا تھا — نبیؐ پر حملہ کرتا تھا، مگر ناکام پھرتا تھا
یہ چاروں سمت اکساتا تھا باطل کے گروہوں کو — مگر کوئی ہلا سکتا نہ تھا اِن پُرشکوہوں کو
کھڑا تھا پشت پر لشکر کے یہ سرخیل اعدا کا — کہ چشمِ حنظلہؓ[2] نے دُور سے نامرد کو تاکا[3]
جھپٹ تھی بازوئے شاہیں کی یا اک جست ضیغم کی — ابُوسفیاں کی آنکھوں میں فقط بجلی سی اِک چمکی
نگاہوں نے یہ دیکھا تیغ چمکی مردِ غازی کی — گری فرشِ زمیں پر کٹ کے گردن اسپِ تازی کی

---

[1] سرکارِ دوعالمؐ نے اپنا ترکش سعد وقاص کے حوالے کر دیا۔ (تاریخ العمران)

[2] ابوعامر کے بیٹے حنظلہ نے کفار کے سپہ سالار پر حملہ کیا اور قریب تھا کہ اس کی تلوار ابوسفیان کا فیصلہ کر دے۔ (سیرت النبی)

[3] حنظلہؓ بن ابوعامر نے ابوسفیان پر حملہ کیا۔ اور اس کے گھوڑے کو پکڑ لیا۔ گھوڑا تڑپ کر گر پڑا۔ ابوسفیان زمین پر لوٹنے لگا۔ اور شور کرتا تھا کہ اے گروہ قریش میں ابوسفیان ہوں۔ اور یہ شخص مجھ کو ذبح کرنا چاہتا ہے۔ (ارشاد الحکمۃ)

marfat.com

گرا گھوڑا ابوسفیاں کو لے کر فرشِ سنگیں پر
دہن سے چیخ نکلی چھائی دہشت دشمنِ دیں پر

قریشی فوج کو اس نے پکارا اور دُہائی دی
سپاہی دفعتہً لپکے تو یہ صورت دکھائی دی

ابوسفیاں کے سینے پر سوار اک مردِ غازی تھا
اور اس غازی کا دستِ راست محوِ کارسازی تھا

گرفتِ دستِ چپ میں تھی سپہ سالار کی گردن
جہنم کے لئے تھی منتظر اک دار کی گردن

مگر اس دار کی مہلت نہ دی قرشی سواروں نے
کہ جسمِ مردِ مومن چھید ڈالا نیزہ داروں[1] نے

یہ گلزارِ جوانی آج سیرابِ شہادت تھا
بزورِ دست و بازو فاتحِ بابِ شہادت تھا

لبوں پر مسکراہٹ تھی، لباسِ سرخ تن پر تھا
عجب رنگِ بہارِ جاوداں گل پیرہن[2] پر تھا

---

[1] حنظلہ شہید کر دیئے گئے۔ عین اس وقت کہ ان کا ہاتھ ابوسفیان کا گلا کاٹنے ہی والا تھا۔ (تاریخ العمران)

[2] حضرت حنظلہؓ جنہوں نے سپہ سالارِ قریش ابوسفیان پر حملہ کیا۔ اسی ابوعامر کے فرزند تھے جو اُحد میں قریش کے ساتھ ہو کر لڑنے آیا تھا۔ اور جس نے انصار کو ورغلانے کا وعدہ کیا تھا۔ اور میدان میں گڑھے کھدوائے تھے۔ حضرت حنظلہؓ دل و جان سے مسلمان تھے۔ آپ نے اپنے باپ کے مقابل نکلنے کی اجازت چاہی مگر آنحضرتؐ نے گوارا نہ فرمایا کہ بیٹا باپ کو قتل کرے۔ جنگِ مغلوبہ میں بے جگری کے ساتھ لڑے اور ابوسفیان کو گرا کر اس کے سینے پر چڑھ گئے۔ لیکن قتل کرنے کی مہلت نہ ملی۔ اور ابوسفیان کے پکارنے پر قریشی سواروں نے ان کو شہید کر دیا۔

آپ غسل الملائکہ کہلاتے ہیں۔ کیونکہ آپ کی شادی روزِ اُحد کی گذشتہ شب ہوئی تھی۔ اور آپ صبح اٹھتے ہی بغیر غسل فرمائے جہاد میں شامل ہونے کے لئے آئے تھے۔ ان کی زوجہ سے پوچھا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ جنب تھے۔ اس لئے ان کا لقب غسل الملائکہ پڑ گیا۔

(طبری و ابن اسحٰق)

جان بچی لاکھوں پائے

ابُوسفیان بھی چوٹوں کو سہلاتا ہُوا اُٹھا
ہواخواہوں کا شکریہ بجا لاتا ہُوا اُٹھا

مہیّا ہو گیا اِک اَور گھوڑا بہرِ اسواری
کہ گھوڑے کی سواری میں تھی مضمر شانِ سرداری

گئی گھوڑے کے ماتھے بچ گئی جاں خیریت گذری!
بڑا بیباک تھا مردِ مُسلماں خیریت گذری!

کمر میں درد، چہرہ زرد تھا اور دل ہراساں تھا
اجل نے طرح دیدی، ورنہ بچنا کوئی آساں تھا!

نظر آنے لگا ناکام اس کو اپنا منصُوبہ
پکڑتی جا رہی تھی طول یعنی جنگِ مغلُوبہ

نبیؐ کے صبر و استقلال پر اس کو تحیّر تھا
وجُودِ پاک ہر حالت میں بالائے تغیّر تھا

marfat.com

بابِ نہم

آفتاب اور بُرجِ عقرب

قریش کی سازشی ٹولی

کھڑی تھی ایک جانب قریشیوں کی سازشی ٹولی — سپہ سالار کے ہمراز تھے شیطاں کے ہمجولی
یہ چاروں حملہ کرنے کے لئے گھاتیں لگاتے تھے — پہنچنے کا کوئی رستہ نہ پاتے تھے
نگاہیں ابنِ تیمیہ کی نظر آتی تھیں شرمندہ — گھٹاؤں میں تھا خورشید رسالت آبتاب
ابُوسفیاں قریب آکر ہنسا اور اس طرح بولا — جوانمرد ابھی تک تم نے تیغوں کو نہیں تولا
وحبیں کو قتل کرنے کی قسم تم سب نے تھی کھائی — وہ صورت سامنے موجود ہے ہمت کرو بھائی
تمہارا صید ہے آیا ہوا گھیرے میں فوجوں کے — تھپیڑے سہہ رہے ہیں اس کے ساتھی شہر والوں کے

مری تجویز یہ ہے فوج اِن لوگوں کو اُلجھائے
بڑھے، بڑھ کر ہٹے، اِن کو نبیؐ سے دُور لے جائے

اِدھر اس کے صحابہؓ پر ہلاکت خیز ریلا ہو
اُدھر سے جا پڑو تم سب، محمدؐ جب اکیلا ہو

وہ اک ہے اور تُم اتنے، مقامِ شرم ہے یارو!
کسی ترکیب سے نُورِ خدا کو گھیر کر مارو!

فلاخن کے یہ پتھر اور یہ تیغ و نیزہ و خنجر
کوئی تو کارگر ہو جائے گا جانِ محمدؐ پر

کڑے سونے کے پہناؤں گا مَیں بازوئے قاتل میں[1]
جگہ پائے گا اس کا نام ساری قوم کے دل میں

ابُوسفیاں نے ان بہکے ہوؤں کو خُوب بہکایا
یہ کوے بُجھ چلے تھے پھر انہیں پھونکوں سے دہکایا

سُجھا کر چال، آگے بڑھ گیا ان سے ابُوسفیاں
لگائی گھات ساتھیوں نے بسُوئے ہادیٔ دوراں

ابُوسفیاں کی تزویریں

سپہ سالار نے اب نائبوں کو حکم پہنچائے
کہ سُورج ڈھل چکا قد کے برابر آ چلے سائے

مگر قائم مُسلمانوں کا ہے پائے ثبات اب تک
کوئی بنتی نظر آتی نہیں میداں میں بات اب تک

یہی صُورت اگر قائم رہی اور شام آ پہنچی
تو سمجھو خُود ہماری مرگِ بے ہنگام آ پہنچی

ہُوئے تھے منتشر جو لوگ اِک جھوٹی خبر سُن کر
وہ پلٹے آ رہے ہیں اور بھی غصّے میں جل بھُن کر

---

[1] ابوسفیان نے ابن قمیہ وغیرہ سے کہا کہ مَیں نبیؐ کو قتل کرنے والے کے ہاتھ میں سونے کے کڑے پہناؤں گا۔ جس طرح شاہانِ فارس اپنے بہادروں سے سلوک کرتے ہیں۔ (ارشاد الحکمۃ)

marfat.com

سلامت باکرامت دیکھ کر سب اپنے ہادی کو — پلٹ کر آنے والے پُر کئے دیتے ہیں وادی کو
کوئی صُورت کرو اُلجھا کے ان کو دُور لے جاؤ — گڑھے کھودے تھے جو راہب نے ان تک ان کو پہنچاؤ
شعاعوں کو اگر خورشیدِ انور سے جدا کر دو! — تو مَیں تم کو نویدِ فتح دیتا ہُوں جوانمردو!

قریش کا بے پناہ حملہ

یہ سُن کر افسرانِ فوج اصلی بات کو سمجھے — سپہ سالار کی قابُوچیانہ گھات کو سمجھے
نئی ترکیب سے اب پھر جمایا فوج والوں کو — بڑھایا پیدلوں کو اور ڈپٹا یا رسالوں کو
وجُودِ پاک کو پھر تاک کر آگے بڑھے قاتل — پیادے اور شتر اسوار قاتل، گھُڑ چڑھے قاتل

انصار کی فداکاری

پیمبر مُسکرایا دیکھ کر اس فوجداری کو — نہ جانے آج کیا مطلوب تھا محبُوبِ باری کو
ہُوا ارشاد کون اپنے نبیؐ پر جان دیتا ہے — بشارت باغِ جنت کی علی الاعلان لیتا ہے
زیادؓ ابنِ سکنؓ آگے بڑھے اور پانچ انصاری — صِلہ پاکر صلا سُن کر دلوں پر جذبہ تھا ناری
شہادت گاہ پر آنکھیں تصوّرِ آسمانوں پر — صداقت قلب میں لبیک کے نعرے زبانوں پر

لہ ایک دفعہ ہجوم ہُوا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کون مجھ پر جان دیتا ہے۔ زیاد ابن السکن اپنے ساتھ پانچ انصاری لے کر اس خدمت کے لئے آگے بڑھے۔ (سیرت النبی)

marfat.com

بسانِ شیر حملہ آوروں پر جا پڑے غازی
شہادت کی طلب میں بے جگر ہو کر لڑے غازی

گلے تیغوں کے اُوپر رکھ دیئے جانیں فدا کر دیں[1]
خوشی سے قیمتیں جنسِ محبت کی ادا کر دیں

اگرچہ جان قرباں ہو گئی ہر اک دلاور کی
صفیں لیکن اُلٹ ڈالیں ہجوم حملہ آور کی

گریں آخر زمیں پر سُرخرو لاشیں شہیدوں کی
ستارے بن گئیں پیشانیاں نور آفریدوں کی

زیاد ابنِ سکنؓ میں اک ذرا سی جان باقی تھی
تمنائے شہادت تشنۂ دیدار ساقی تھی

اُٹھا لائے شہیدِ ناز کو ایمائے ہادی پر
مقدر جاگ اُٹھا جب رکھ دیا سر پائے ہادی پر[2]

کوئی دیکھے تو یہ معراج شیدائے محمدؐ کا
کہ خوابِ ناز کو تکیہ ملا پائے محمدؐ کا[3]

خاص ذاتِ اقدس پر حملے

ہویدا تھا نبیؐ پر حال شیطانوں کی نیت کا
مگر منظور تھا جو بھی تقاضا تھا مشیت کا

رسُول اللہؐ بیعت لے چکے تھے اہلِ ایماں سے
کہ حق پر جان دیں گے منہ نہیں موڑیں گے میداں سے

---

[1] ایک ایک نے جانبازی سے لڑ کر جانیں فدا کر دیں۔ (سیرت النبی)

[2] زیاد بن سکنؓ کو یہ شرف حاصل ہُوا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ان کا لاشہ لاؤ۔ لوگ اٹھا کر لائے۔ کچھ کچھ جان باقی تھی، قدموں پر منہ رکھ دیا۔ اور اسی حالت میں جان دے دی۔ (سیرت النبی)

[3] آٹھ صحابہؓ کبار نے اس روز حضرتؐ کے ہاتھ پر مرنے کی بیعت کی تھی۔ مہاجرین میں سے حضرت علیؓ زبیرؓ و طلحہؓ اور پانچ انصار میں سے حضرات ابو دجانہؓ، حارث بن صمہؓ، حبابؓ ابن المنذرؓ، عاصم بن ثابتؓ اور سہیل بن حنیفؓ مگر ان میں سے کسی کو موت نہ چھو سکی۔ (رشاد الحکمۃ)

لہو میں غوطہ زن یہ بحرِ الفت کے شناور تھے
جدھر بڑھتا تھا پیغمبر یہ قدموں پر نچھاور تھے

کیا حملہ جو اب بڑھ کر نبیؐ کے جاں نثاروں نے
تو گھیرے میں لیا ایک ایک کو دس دس سواروں نے

قریشی فوج اس صورت سے اب پیچھے لگی ہٹنے
کہ شمعِ نور سے جاں باز پروانے لگے چھٹنے

تعاقب میں بڑھے سرکار بھی قرشی سواروں کے
یہ منظر دیکھ کر دل بڑھ گئے اِن جاں نثاروں کے

کھڑے تھے اک جگہ وہ سازشی تاراج کی خاطر
جہاں خندق کھدی تھی صاحبِ معراج کی خاطر

گڑھے اوپر سے تھے خس پوش اندر سے بہت گہرے
اچانک چلتے چلتے پائے ملہم اک جگہ ٹھہرے

مقدر تھا یہیں پر وہ تصادم کفر و ایماں کا
کہ جس پر فیصلہ تھا قسمتِ انسان و شیطاں کا

کھڑا تھا امتحانِ زورِ باطل کے لئے ہادیؐ
بحدِ انتہا دے دی گئی شیطاں کو آزادی

دوراہے پر کھڑی تھی گردشِ تقدیرِ انسانی
اِدھر تھا عالمِ باقی اُدھر تھا عالمِ فانی

اچانک ابنِ قمیہ[1] چیختا چنگھاڑتا نکلا
درندوں کی طرح سے دوڑتا منہ پھاڑتا نکلا

صفوں کو چیرتا، للکارتا، بنکارتا آیا
لبِ ناپاک سے گستاخ لافیں مارتا آیا

مقابل اور مخاطب ہو کے سرکارِ نبوت سے
اٹھائی تیغ اس شیطاں نے ابلیسانہ قوت سے

اِدھر یہ تیغ اُٹھی، اُٹھ کے گرنے پر ہوئی مائل
اِدھر پردہ میانِ نور و آتش ہو گیا حائل

---

[1] ابن قمیہ نے آنحضرتؐ کو دیکھا پہچانا اور تیغ تول کر ایک بھرپور وار ایسی حالت میں کیا کہ آپ دوسری طرف مصروف تھے قمیہ کی تیغ کی جھلک دیکھتے ہی ایک اسلامی سپاہی نے آگے بڑھ کر یہ وار اپنی ذات پر لے لیا۔ (السیرۃ النبویہ ابن ہشام)

اُمِّ عمارہؓ کی جاں نثاری

اچانک چھا گئی اک ہَول کی چادر زمانے پر
خُدا جانے پڑی یہ ضرب کس ہستی کے شانے پر

یہ کس نے آ کے گردن زیرِ تیغِ خوں فشاں رکھ دی
یہ کس بندے نے بنیادِ بقائے جاوداں رکھ دی

وہی باحوصلہ سایانِ ہر مدح و ثنا بی بی
وہی اُمِّ عمارہ، ہاں وہی حق آشنا بی بی

وہی نُوری فرشتہ تھا کہ بالتعجیل آ پہنچا
نبیؐ پر جبریلؑ آ پہنچا

نبیؐ پر وار ہوتا اس نے دیکھا دوڑ کر آئی
اُدھر شمشیر چمکی، اس طرف یہ ڈھال لہرائی

کیا تھا وار محبُوبِ خدا پر بدقوارہ نے
مگر سر پیشِ قاتل رکھ دیا اُمِّ عمارہ نے

حیا کا معجزہ تھا جوششِ ایماں کی کرامت تھی
کہ زہرِ تیغ کھا کر بھی وفا زندہ سلامت[1] تھی

بڑھی اُمِّ عمارہ لے کے تیغِ آبدار اس پر
کئے اس شیر زن نے پے بہ پے دو تین وار اس پر

یہ جرأت دیکھ کر مُنہ ہو گیا تھا زرد کافر کا
مگر ملفُوف تھا آہن میں تن نامرد کافر کا

عدو کو زخم خوردہ شیرنی کی شان دکھلا کر
گری اللہ کی بندی بوجہِ ضُعف غش کھا کر

شریکِ جنگ تھے اس کا پسر بھی اس کا شوہر بھی
یہ تیغیں تھیں خدا کی کُمل رہے تھے ان کے جوہر بھی

---

[1] اُمِّ عمارہ کے کندھے پر زخم آیا اور غار پڑ گیا۔ اُمِّ عمارہ نے بھی تلوار ماری لیکن وہ دہری زرہ پہنے تھا اس لئے کارگر نہ ہوئی۔ (سیرت النبی)

marfat.com

نگہباں تھی نگاہِ رحمتِ عالم ضعیفہ کی — کہ شایانِ وفا تھی جاں نثاری اس عفیفہ کی
یہ رنگِ زخم داری شاق تھا محبوبِ باری پر — عمارہ کا تعین کر دیا تیمارداری پر[1]

دشمنوں کی سنگ باری اور محبوبِ خدا کی زخم داری

وجودِ پاک جس نقطے پہ تھا اس وقت استادہ — وہیں وہ سازشی ٹولی شرارت پر تھی آمادہ
سمٹ کر اک جگہ اب دشمنانِ آنجناب آئے — اُبَی و ابنِ قمیہ، عُتبہ و ابنِ شہاب آئے
اگرچہ خاک کے پتلے تھے آتش تھی سرشت ان کی — نگاہوں سے ہویدا ہو رہی تھی خوئے زشت ان کی
یہ زہری سانپ نکلے بانبیوں سے پیچ بل کھاتے — ہَوا میں سنسناتے پھن اُٹھاتے اور لہراتے
یہ پُتلے تھے دنائت کے یہ پیکر تھے شقاوت کے — یہ رحمت کے مقابل میں مظاہر تھے عداوت کے
یہ چاروں چار عنصر تھے جہنم کی حرارت کے — اُٹھے تھے آج بطنِ ارض سے شعلے شرارت کے
بھرے تھے جھولیوں میں ان کے پتھر سنگباری کو — نشانہ دُور سے کرنے لگے محبوبِ باری کو
فلاخن کو گھماتے شور کرتے دوڑتے آئے — وجودِ رحمۃً للعٰلمیں پہ سنگ برسائے
سیہ بختوں نے رُوئے مطلع الانوار کو تاکا — جمال آرائے عالم کے لب و رُخسار کو تاکا

---

[1] آنحضرت نے اس کے بیٹے عمارہ کو بلایا اور فرمایا اپنی والدہ کی تیمارداری کرو۔ (ارشاد الملک)

زرہ تھی جسمِ اطہر پر، سرِ اقدس پہ مغفر تھا
مگر اس آفتابِ نور سے عالم منور تھا

برائے دیدہ و دل معرفت تھے جس کے نظارے
اسی آئینہ پر چاروں نے پتھر تاک کر مارے[1]

کڑی ساعت تھی یہ آئینۂ رخسارِ تاباں پر
اِدھر لب ہائے نازک پر اُدھر دُر ہائے دنداں پر

شکستہ ہو گئیں سلکِ دُرِ شہوار کی لڑیاں
دو پارا ہو گئے لب گڑ گئیں رخسار میں کڑیاں

فلک تھا چشمِ استفسار اب کیا ہونے والا ہے؟
زمیں کہتی تھی شاید حشر برپا ہونے والا ہے!

طلسمِ ربعِ مسکوں ٹوٹتا معلوم ہوتا تھا
یہ نازک آبگینہ پھوٹتا معلوم ہوتا تھا

محمدؐ آخری امید تھی دنیائے حادث کی
اسی کی ذات تھی آماجگہ سنگِ حوادث کی

محمدؐ ہی کی خاطر یہ بنائے زندگانی تھی
اسی کو محو کرنے کی جہاں والوں نے ٹھانی تھی

لب و دنداں کہ تھے سب لائقِ دید و شنید اس کے
وہ لب زخمی وہ دندانِ مبارک تھے شہید اس کے

زمیں پر پھول جس کے عکس تھے افلاک پر تارے
نظر آتے تھے خون آلودہ وہ پُر نور رخسارے

وہ شانہ جو علمبردارِ اصلاحِ زمانہ تھا۔
اسی پر ضرب آئی تھی وہی شانہ نشانہ تھا[2]

---

[1] ابن شہاب نے آپ کی پیشانی خون آلود کر دی۔ عتبہ بن وقاص نے تاڑ توڑ چار پتھر کھینچ کھینچ کر مارے جن سے آپ کے سامنے کے نیچے والے دو دانتوں میں سامنے کا ایک دانت ٹوٹ گیا اور نیچے کا ہونٹ پھٹ گیا۔ ابنِ قمیہ نے رخسارِ مبارک کو زخمی کیا اور خود کی دو کڑیاں اندر گھس گئیں۔ (خاتم المرسلین)

[2] شانے کا زخم ایک مہینے سے زیادہ عرصے تک رہا۔ (رشاد الحکمۃ)

marfat.com

یہ بارش پتھروں کی اور اس کا تاج پیشانی
اِدھر تھی پستیٔ فطرت اُدھر معراجِ انسانی

نگاہِ گرم سے اب بھی نہ چاروں پر نظر ڈالی
نبیؐ نے عرشِ اعظم کے اشاروں پر نظر ڈالی

دشمنوں کے وار اور نبیؐ کی دُعائیں

اگرچہ ان میں ہر اک در پئے جانِ سمیرا تھا
جنوں سب سے زیادہ ابنِ قمیہ[1] ہی کے سر پر تھا

پسِ پشت آ کے بدبا طن نے تولا تیغِ عریاں کو
کہ زخمی اور غافل اس نے جانا نورِ عرفاں کو

وہیں راہب کی کھدوائی ہوئی پوشیدہ خندق تھی
نہیں خندق نہ تھی صدمے کی شدت سے زمیں شق تھی

جونہی یہ کھینچ کر سرِ کار پر تیغِ دو دم آیا
وہیں مُلہّم کا اس خس پوش خندق پر قدم آیا

گڑھا کھودا گیا تھا جان لینے کے ارادوں سے
مگر وجہِ حفاظت بن گیا ان بدنہادوں سے

یہاں بھی گاڑ رکھی تھیں سنانیں تیز و خنجر
ہُوا مجروح ان سے بھی وجودِ پاک پیغمبر

یہ جو کچھ بھی ہوا ایسا سریع و ناگہانی تھا
زمانہ یہ نہ سمجھا آج باقی تھا کہ فانی تھا

ہدف تھی اِس طرح جانِ دو عالم چیرہ دستی کی
کہ چلتے چلتے نبضیں رُک گئیں دنیائے ہستی کی

---

[1] ابنِ قمیہ نے رخسارے پر تیر مارا، ساتھ ہی تلوار کا وار کیا۔ اس وقت آنحضرت ان گڑھوں میں سے ایک میں گر رہے تھے جو ابو عامر نے رات کو کھدوائے تھے۔ (ارشاد الحکمۃ)

marfat.com

فلک پر مہر آزردہ، زمیں پر گل فسردہ تھے
جبیں رخسار لب دندان و شانہ زخم خوردہ تھے

اگرچہ زانوؤں پر زخم، ضربیں ساق پر آئیں[1]
دعائیں ہی زبانِ مصدرِ اخلاق پر آئیں

رباعیہ[2] شکستہ تھی لبوں سے خون بہتا تھا
دعائے خیر کرتا تھا محمدؐ اور کہتا تھا

کہ "اے پروردگار، آمرزگاران کو معافی دے!
نہ کر ان کی خطاؤں کا شمار ان کو معافی دے!

نہیں ابھری ابھی یہ قوم جاہل اپنی پستی سے
خداوندا یہ بندے بے خبر ہیں اپنی ہستی سے

نہ دیکھ ان کے عمل اپنے کرم ہی پر نظر فرما
الٰہی بخش دے ان کو، الٰہی درگذر فرما[3]

رفیقانِ نبوّت

یہ نازک وقت آخر ٹل گیا انسان کے سر سے
جہانِ زندگی قائم رہا لطفِ پیمبرؐ سے

نبیؐ کے جاں نثار اب تک گھرے تھے فوج کے اندر
نظر آتی تھیں یہ تیغیں رواں ہر موج کے اندر

ادھر پہنچا کہ گذرا، ادھر ان کے قدم پلٹے
اسی خندق کی جانب یک بیک عالی ہمم پلٹے

جونہی آیا وجودِ صاحبِ لولاک خندق میں
وہیں اترے جنابِ بوترابؓ پاک خندق میں

---

[1] دونوں رانیں مضروب و مجروح ہوگئیں، ساقِ مبارک پر زخم آئے۔ (تاریخ العمران)

[2] رباعیہ، ثنایا اور انیاب کے بیچ کے چار دانت۔ ان میں سے ایک دانت نیچے کا شہید ہوگیا۔ (تاریخ العمران)

[3] آپکی زبان پر یہ الفاظ تھے رب اغفر قومی فانہم لا یعلمون "اے خدا میری قوم کو بخش دے یہ نہ سمجھ بے خبر ہیں" (سیرت النبی)

marfat.com

ابوبکرؓ و عمرؓ پہنچے عبیدہؓ بھی ادھر آئے
علیؓ کے ساتھ ہی للہؓ بھی خندق میں اتر آئے

زمیں مدہوش تھی بھولا تھا گردش گنبدِ گرداں
بدستِ سرورِ کونین تھا دستِ سفرِ مرداں

جنابِ طلحہ کے بازو سہارا دیتے جاتے تھے
یداللہ رفعتِ صدرِ عرش کو اوپر اٹھاتے تھے

وہ رشکِ ماہِ کنعاں جب نکل کر چاہ سے آیا
نشانہ ہوش میں آوازِ بسم اللہ سے آیا

یا جھرمٹ میں پھر اپنے نبیؐ کو جاں نثاروں نے
بگردِ ماہ اک ہالا بنا ڈالا ستاروں نے

بجاں و روح مشتاقاں بہت نازک تھیں یہ گھڑیاں
کہ خطرے میں جگر رہ گئیں تھیں خود کی کڑیاں

لبوں پر ضربِ تیغِ دشمناں بھی شکر تھے
زباں الحمد کہتی تھی دہانِ زخم بستہ تھے

شہادت کی ارزانی

صحابہ ہر طرف سے جمع ہو کر جب ادھر آئے
تو پھر چاروں طرف سے دشمنوں نے تیر برسائے

فداکاروں نے حلقہ باندھ کر گرد اپنے ہادیؐ کے
عیاں فرما دیئے جوہر ہر اک رکنِ عالی کے

۱؎ حضرت علیؓ نے فوراً ہاتھ پکڑ کے اور للہ بن عبید اللہ نے آپ کو اس گڑھے سے باہر آنے میں مدد دی (ناظم الزحیلی)

۲؎ جاں نثاروں نے آپ کو دائرے میں لے لیا۔ (سیرت النبی)

عمارہؓ بن گئے تکیہ پناہِ ہر دو عالم کا
شہادت مل گئی پایا جو پایا عرشِ اعظم کا[1]

سرِ طلحہؓ تھا ہر کھنچتی ہوئی شمشیر کے آگے
پسر تھا بُودجانہ کا جگر ہر تیر کے آگے[2][3]

نبیؐ سرمایۂ عرفاں تھا جانیں تھیں نثار اس پر
خزانہ تھا کہ پیرے دے رہی تھی ذوالفقار اس پر

دیئے دیتے تھے جاں پروانہ وار اس پر یہ فرزانے
بھلا اس رنگ سے کب شمع پر جلتے ہیں پروانے

خدا کے دوست اعدائے نبیؐ سے اس قدر کم تھے
کہ آٹے میں نمک تھے یا بروئے برگ شبنم تھے

مگر بڑھتے چلے جاتے تھے ارمانِ شہادت میں
شہادت جلوہ گر تھی ان کے سیمائے سعادت میں

یہ وہ تھے جن کو جان و مال سے ایمان پیارا تھا
محمدؐ ہی جنہیں دونوں جہانوں کا سہارا تھا

خالد کی حیرت

بہت ہی تنگ تھا میداں صحابہ کی شجاعت پر
ہزاروں کا تھا دھاوا ایک چھوٹی سی جماعت پر

مسلمانوں کا ہادیؐ اب بحالِ زخم داری تھا
زمیں سہمی ہوئی تھی آسماں پر ہَول طاری تھا

تھا اِک عورت کے ہاتھوں میں عَلَم فوجِ قریشی کا
بڑھا تھا اور اس منظر سے دم فوجِ قریشی کا

---

[1] عمارہؓ بن زیاد پر آپ نے قدِ مبارک کا تکیہ لگا دیا۔ ان کے چودہ زخم لگے تھے اور وہ شہید ہو گئے تھے (رشاد الحکمۃ)

[2] حضرت طلحہ کے سر پر کسی نے تلوار ماری عین اس حالت میں کہ وہ رسولؐ کی حفاظت کر رہے تھے (تاریخ العمران)

[3] ابُودجانہ جھک کر سپر بن گئے۔ اب جو تیر آتے تھے ان کی پیٹھ پر آتے تھے۔ (سیرت النبی)

marfat.com

اُدھر فرضِ نمازِ ظہر کا ہنگام آیا تھا
اِدھر سُرخے زمیں پر ابرِ لالہ فام چھایا تھا

تیمم خاک سے کر کے لہو سے باوضو ہو کر
جہاں بھی تھے مسلماں جھک رہے تھے قبلہ رُو ہو کر

مگر خالد کہ تھا محظوظ اپنی فتحمندی سے
یہ منظر دیکھتا تھا آج گھوڑے کی بلندی سے

جہاں برچھوں کے پھل آتے ہی گڑ جاتے تھے سینوں میں
جہاں روزن کئے جاتے تھے ہستی کے سفینوں میں

جہاں لوق و دُہل کا شور و غُل تھا جا بجا بجتے تھے
جہاں بجلی چمکتی تھی جہاں بادل گرجتے تھے

جہاں ناحق نے حق کو محو کر دینے کی ٹھانی تھی
جہاں اک سمت تھی مَوت ایک جانب زندگانی تھی

جہاں اللہ والوں پر تھے نرغے فوجِ شیطاں کے
مقابل بیس بیس اشرار تھے اِک اِک مسلماں کے

جہاں اک سمت تھی گالی گلوچ اک سمت تکبیریں
جہاں اک سمت ڈھالیں بھی تھیں اک سمت شمشیریں

جہاں دھرتی کے سینے پر تھی مارا مار گھوڑوں کی
جہاں ٹاپیں سُموں کی تھیں جہاں پھنکار کوڑوں کی

جہاں باطل سپہ سالارِ انبوہ بہائم تھا
جہاں حق باوجود قلتِ تعداد قائم تھا

جہاں کھنچتی تھی ہر شمشیر ہر خنجر کشیدہ تھا
وہیں اِک سر باطمینان سجدے میں خمیدہ تھا

یہی سر اس جہاں میں پُرسکوں معلوم ہوتا تھا
فلک اِس سر کے آگے سرنگوں معلوم ہوتا تھا

جہاں قاتل نگاہوں کی لگی تھیں ہر طرف گھاتیں
وہیں ہوتی تھیں باہم ساجد و مسجود میں باتیں

نہ دیکھا تھا یقین و صدق کا یہ پاک نظارا
دلِ خالد پکارا کس سے ہو تم معرکہ آرا؟

محمد کے خلاف اپنی یہ گیرودار ہے خالد!
محمد کو نہیں پروا یہ کیا اسرار ہے خالد!

لہو سے تر ہے رُخ، مضروب ہیں دندان و لب اس کے
مگر اٹھتے ہیں بہرِ خیر ہی دستِ طلب اس کے

یہ اطمینان خالی از صداقت ہو نہیں سکتا!
کسی دُنیا طلب میں ہو یہ طاقت، ہو نہیں سکتا!

شکست و انتشار و بے سروسامانی و قلت
یہ سب کچھ ہے، مگر قائم ہیں پائے ہادیٔ ملت

پیمبر کے سوا یہ ضبط و اطمینان ناممکن!
بشر کتنا بھی صابر ہو، مگر یہ شان ناممکن!

کسی انساں میں خالد نے کمال ایسا نہ پایا تھا
جمال ایسا نہ دیکھا تھا جلال ایسا نہ پایا تھا

کبھی نامِ خدائے لایزال آیا نہ تھا دل میں
سوال آیا نہ تھا لب پر، خیال آیا نہ تھا دل میں

کھڑی تھی زندگانی کفر و ایماں کے دوراہے پر
اِدھر تھی عظمتِ قومی، اُدھر تصدیقِ پیغمبر

خُدا والوں کو دی جس نے شکست اب خود شکستہ تھا
گُسستہ کفر سے تھا آج دل ایماں سے بستہ تھا

نبیؐ کی تیغ سے مذبُوح ہو کر رہ گیا خالد!
اُدھر فاتح اِدھر مفتوح ہو کر رہ گیا خالد!

نوشتے میں مگر کچھ گمرہی کا دَور باقی تھا
پئے اظہارِ ایماں غور کرنا اَور باقی تھا

تلاطم بیدلوں میں اور خُنبش تھی رسالوں میں
مگر خالد اُلجھ کر رہ گیا تھا اِن خیالوں میں

marfat.com

اِنتہائی کشمکش

نظر خورشیدِ عالمتاب کی کوئے زمیں پر تھی — کہ جس سے روشنی ملتی تھی وہ صورت یہیں پر تھی
گھٹائیں کفر کی چھائی ہوئی تھیں نورِ ایماں پر — اُحد کے سنگریزے سرخ تھے خونِ شہیداں سے
جھلکتا تھا شہیدوں کا لہو اس طرح میداں میں — شفق پھولی ہوئی ہو جس طرح رخشندہ رخشاں میں
مسلماں بے سروساماں تھے اور تعداد میں تھوڑے — مقابل میں ہزاروں کا ہجوم اور سینکڑوں گھوڑے
یمِ کثرت نے وحدت کو بہا دینے کی ٹھانی تھی — زمانے سے نشانِ حق مٹا دینے کی ٹھانی تھی
جھلک اُٹھتے ہیں کالی بدلیوں میں جس طرح تارے — ہجومِ کفر میں تھے اس طرح اللہ کے پیارے
یہ گویا ایک دریا تھا بھنور تھے جا بجا اس میں — شناور کو نکلنے کا کوئی رستا نہ تھا اس میں
بنے تھے چار جانب دائرے سے لڑنے والوں کے — کہیں پیدل کہیں اسوار تھے قرشی رسالوں کے
صحابہ مرکزی نقطے تھے اِن مہلک دوائر کے — اُٹھے تھے اسلحہ جیسے قفس ہو گرد طائر کے

سمٹتے، پھیلتے، بڑھتے ہوئے گھٹتے ہوئے حلقے
اُبھرتے، بیٹھتے، ملتے ہوئے پھٹتے ہوئے حلقے!

marfat.com

باب دہم

خاتمۂ جنگِ اُحُد

قریش کی بے دِلی

دکھائی استقامت حق نے باطل گھٹ چلا آخر
ہجومِ فوجِ قرشی ہو کے بیدل ہٹ چلا آخر

ڈھلا جاتا تھا سورج عصر کا ہنگام آیا تھا
ابُوسفیاں کے دل پر خوف نے سکّہ جمایا تھا

مُسلمانوں کے استقلال سے تھا اس کو اندیشہ
سمجھتا تھا محمدؐ کے صحابہ ہیں وفا پیشہ

عجب ان کے ارادے ہیں عجیب ان کے عزائم ہیں
مُسلماں باوجُودِ قلّتِ تعداد قائم ہیں

کثیر افراد قرشی فَوج میں اب زخم خُوردہ تھے
لڑائی ختم ہونے میں نہ آتی تھی، فسُردہ تھے

غنیمت جان کر اس عارضی غلبے کی صُورت کو
ہٹایا معرکے سے اُس نے فوجِ بدمہورت کو

کیا رُخ افسروں کے ساتھ اک اُونچے سے ٹیلے کا
کہ باہم مشورہ کرلیں کسی آئندہ حیلے کا[1]

---

[1] اب ابوسفیان اور چند مشرکین ایک اونچی چٹان پر چڑھے۔ (خاتم المرسلین)

marfat.com

بڑھے سرکار والا دائرے میں جاں نثاروں کے
بحالِ زخم داری دامنوں پر کوہساروں[1] کے

ہُوا ارشاد مہلت دو نہ ان کو حفظِ شوکت کی
بلندی تو نہیں ہے شانِ اہلِ شرک و بدعت[2] کی

یہ سُن کر اک جماعت کو عُمرؓ لے کر بڑھے آگے
گیا حملہ تو ٹیلا چھوڑ کر سب مشرکیں بھاگے

اُبَیّ ابنِ خلف شانِ نبوت سے طالبِ جنگ

قریش اب ہار کر خالی کئے جاتے تھے وادی کو
جبل کی سمت راجع تھے صحابہ لے کے ہادیؐ کو

اسی عالم میں گھوڑے پر اُبَیّ ابنِ خلف نکلا
نبیؐ سے جنگ کرنے کی طلب میں ناخلف نکلا

یہ حربہ لے چکا تھا اس سے پہلے سنگباری میں
تھا اس کا ہاتھ بھی شامل نبیؐ کی زخم داری میں

نظر آئے جو اس کو زخم خوردہ ہادیٔ دوراں
خیال آیا کہ اب قتلِ محمدؐ ہے بہت آساں

یہ گویا انتہا تھی آج ابلیسی شرارت کی
نبیؐ سے دُو بدو لڑنے کو نکلا یہ جسارت کی

---

[1] آنحضرت بحالِ زخمداری بلندی پر چڑھے۔ (العادۃ العربیہ)

[2] آپؐ نے فرمایا ان لوگوں کی تو یہ شان نہ ہونی چاہیے اشارہ پاتے ہی حضرت عمرؓ اور چند جاں نثاروں نے حملہ کر دیا۔ انہیں اس چٹان پر سے مار کے ہٹایا۔ اور خود اس بلندی پر قابض ہو گئے۔ (خاتم المرسلینؐ)

[3] رسول اللہ صلعم اپنی جماعت کے دائرے میں بحالِ زخم داری جبل کی طرف راجع تھے کہ اُبَیّ ابن خلف گھوڑے پر سوار تانے ہوئے نیزہ کا نام لے کر پکارتا ہوا آیا۔ (ارشاد الحکم)

گستاخانہ پیغام

اُبَی ابنِ خلف کے ہاتھ میں لمبا سا بھالا تھا
اسی دن کے لئے گھوڑا بھی اس کافر نے پالا تھا

خریدی تھی نہایت شوق سے مرگِ دوام اس نے
رسُول اللہ کو بھیجا تھا پہلے سے پیام اس نے[1]

کہ میرے پاس اک مضبوط اور مربُوط بھالا ہے
پھل اس بھالے کا مَیں نے اپنے ہاتھوں ہی سے ڈھالا ہے

مرے پاس ایک گھوڑا ہے جسے محنت سے پالا ہے
یہ گھوڑا اپنی اصل و نسل میں سب سے نرالا ہے

کیا کرتا ہُوں جان و دل سے خدمت اسپِ تازی کی
بڑے زوروں سے کی ہے مشق مَیں نے نیزہ بازی کی

تمنّا ہے کہ اس گھوڑے پہ چڑھ کر تان کر بھالا
کروں اک روز استقبالِ جانِ حضرتِ والا

آنحضرت کی پیش گوئی

رسُول اللہ یہ پیغام سُن کر مسکرائے تھے
لبِ سرکار پر اُس وقت یہ الفاظ آئے تھے

---

[1] بعدِ معرکۂ بدر اُبَی ابن خلف اپنے بیٹے کو فدیہ دے کر رہا کرانے آیا تو کہنے لگا میری سواری میں ایک اصیل اور تیز گھوڑا ہے اور میں نیزہ بازی کی مشق کیا کرتا ہوں۔ تاکہ اس پر سوار ہو کر نیزے سے آپ کو قتل کروں۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ بلکہ میں تجھ کو قتل کروں گا۔ حالاں کہ تو اسی گھوڑے پر سوار ہوگا۔ انشاء اللہ۔ (رشاد الحکیم)
بعض روایات میں ہے کہ یہ بات اس نے مکّے سے کہلا بھیجی تھی اور آنحضرت نے مدینے میں جواب دیا تھا۔ (تاریخ العمران)

marfat.com

کہ "ہاں شاید یہی ہے مرضیٔ باری تعالیٰ بھی
دراں حالیکہ تو ہوگا سوار اپنے ہی گھوڑے پر
اسی گھوڑے پہ تُو ہو تیرے قبضے میں یہ بھالا بھی
اسی بھالے سے تجھ کو قتل کر ڈالے گا پیغمبرؐ

صحابہ کا رسُول کی بجائے نکلنے پر اصرار

غرض شیطاں نے کہا یا جو اس کی فطرتِ بد کو
پکارا میں طلب کرتا ہوں میداں میں محمدؐ کو
مجھے مطلوب ہے حضرت کریں ایفا یہاں وعدہ
کہ باہم ہو چکا ہے میرے اُن کے درمیاں معدہ
مَیں اس میداں سے اَوروں کی طرح خالی نہ جاؤں گا
پیمبرؐ کو ہدف خونریز بھالے کا بناؤں گا
وہ زندہ رہ گئے تو زندگی میری نہیں باقی
کہاں شیطاں؟ اگر ہے رحمۃٌ للعٰلمیں باقیؐ
غرض اِس طرح اِس رہزن نے بڑھ کر راستہ روکا
پکارا نام لے کر اور رسُول اللہ کو ٹوکا
تخاطب نامِ نامی سے کیا جس دم سوالی نے
توجہ منعطف کی اس طرف سرکارِ عالی نے
فداکاروں نے چاہا بڑھ کے اس کے سامنے جائیں
رسُول اللہ کیوں اس کے لئے تکلیف فرمائیں
گذارش کی غلاموں میں سے دے کوئی جواب اس کو
وجُودِ پاک تک آنے نہ دیں عالی جناب اس کو
جبیں زخمی شکستہ ہیں دُرِ شہوار کی لڑیاں
ابھی پیوستہ رُخسارے میں ہیں فولاد کی کڑیاں
یہ کڑیاں کھینچنا لازم ہیں رُخسارِ مبارک سے
ابھی عہدہ برآ ہونا ہے اس کارِ مبارک سے

رُخِ دشنانہ پہ گہرے زخم ہیں ماہ تمامی کے — مقابل ہوں نہ ایسے حال میں اس فردِ عامی کے

نبیؐ بہ نفسِ نفیس دشمن کے مقابل

صحابہؓ عرض کرتے ہی رہے تا حدِّ گویائی — مگر سرکار نے یہ بات نامنظور فرمائی[1]

ہوا ارشاد "ذاتِ حق توانا اور غالب ہے — یہ دشمن کوئی ہو لیکن محمدؐ ہی کا طالب ہے"

یہ فرما کر قدم آگے بڑھائے جانبِ دشمن[2] — ہوا اب پیکرِ تشویش ہر وابستۂ دامن

کوئی ہتھیار بھی دستِ مبارک میں نہ تھا اس دم — رفیقوں ہی کو سب کچھ دے چکے تھے ہادیٔ اکرم

جبیں، رخسار و لب، دندان و شانہ خون آلودہ — جراحت ساق و زانو پر مگر وہ راہ پیمودہ

بُراق و رفرف و دُلدُل مہیّا اور وہ پیدل! — خدائی بھر کا جزو و کل مہیّا اور وہ پیدل!

اُدھر وہ ناخلف گستاخ تھا اسوار گھوڑے پر — مسلّح، مستعد، آمادہ و تیار گھوڑے پر

کیا شیطان ابنِ خلف کی شکل میں تھا

پناہِ نوعِ انساں کے مقابل ایک انساں تھا — نہیں انساں نہ تھا اس شکل میں خود آپ شیطاں تھا

---

[1] صحابہ کرام نے عرض کی۔ اجازت ہو تو ہم میں سے کوئی اس کا جواب دے لیکن حضرت نے انکار کیا۔ (ارشاد الحکمۃ)

[2] آنحضرت بہ نفسِ نفیس اُبَی کو جواب دینے کے لئے بڑھے بحالیکہ آپ انتہا کے زخمی تھے۔ (تاریخ العمران)

marfat.com

وہی ناری فرشتہ راندۂ دربارِ سرکاری
ازل میں جو ہوا تھا سجدۂ آدم سے انکاری

محمدؐ ہی کا جلوہ نور تھا سیمائے آدمؑ کا
حقیقت میں وہ دشمن تھا اسی نورِ مجسم کا

عیاں کرتا نہ رنگ ابلیس اپنی فطرتِ بد کا
اگر خطرہ نہ ہوتا اس کو تخلیقِ محمدؐ کا

محمدؐ ہی کی ذاتِ پاک سے اس کو خصومت تھی
محمدؐ ہی سے اندیشے میں شیطانی حکومت تھی

محمدؐ ہی سے اس کو جنگ تھی مطلوب عالم میں
محمدؐ ہی تھا اک اللہ کا محبوب عالم میں

ظہورِ مصطفےٰ نے دہر میں جب نور باری کی
رخِ آفاق سے چھٹنے لگی انسان کی تاریکی

نظر آیا شکستہ جب طلسمِ فتنہ اندازی
تو میدانِ اُحد میں اُس نے کھیلی آخری بازی

کوئی صورت نہ پائی جب علی الرغم رسول اُس نے
کیا ابنِ خلف کے پیکرِ بد میں حلول اس نے

فرشتے دم بخود جبریل بھی حیرت سے تکتا تھا
بغیرِ اذنِ عالی کوئی بھی کچھ کر نہ سکتا تھا

سنانِ نیزۂ ابلیس ناگن کی طرح لپکی
بنائے چرخ تھرّائی، پلک خورشید کی جھپکی

نگاہِ فرش اُٹھی بیتاب ہو کر عرش کی جانب
نگاہِ عرش بھی لیکن جھکی تھی فرش کی جانب

تصوّر نے جہانِ زیست کو زیر و زبر پایا
حقیقت کو مگر اک اور ہی عالم نظر آیا

قریبِ سینۂ بے کینہ جب نوکِ سناں آئی
بنانِ نیزہ پر دستِ نبیؐ نے دسترس پائی

تحیر میں تھا خود اعجاز اعجازِ رسالت سے
کہ نیزہ آپ نے چھینا عدوئے پُر ضلالت سے

یہ مشاقی تھی یا اعجاز یا زورِ انامل تھا
کہ اب نیزہ بدست و قبضۂ انسانِ کامل تھا

نظر آیا جو تازہ معجزہ سرکارِ عالی کا
پلٹ کر پھر رخِ ہستی پہ رنگ آیا بحالی کا

اِسی نیزے کو لے کر آپ نے سوئے عدو دیکھا
تنِ ابنِ خلف کو غرقِ آہن مو بمو دیکھا

چڑھی تھیں پاکھڑیں فولاد کی دیو زاد گھوڑے پر
چٹانوں کا گماں ہوتا تھا ہیبت ناک جوڑے پر

بڑی سی ایک اہرن تھی بڑی سی ایک اہرن پر
کہ اِک دیوِ سیہ بیٹھا ہوا تھا کوہِ آہن پر

صحابہ چپ تھے لیکن تھی بہت بے چین دل ان کے
دھڑکتے تھے بجائے سرورِ کونین دل ان کے

نبیؐ زخمی، مقابل میں تھا اِک شیطان آہن کا
بجز آہن کوئی حصہ نظر آتا نہ تھا تن کا

مگر اب نبضِ ہستی کو اُبھارا دستِ ہادیؐ نے
کیا نیزے کا ہلکا سا اشارا دستِ ہادیؐ نے

کچوکا[1] سا دیا جس دم عجب صورت نظر آئی
اَنی نیزے کی دشمن کے گلو سے جا کے ٹکرائی

فضا اِک چیخ کی آوازِ ہیبت ناک سے گونجی
لبِ ناپاک سے یا آہنی پوشاک سے گونجی

گرا ابنِ خلف گھوڑے سے فرشِ خاک کے اوپر
طمانیت کی سُرخی چھا گئی افلاک کے اُوپر

زمیں[2] پر بیل کے مانند ڈکرانے لگا ناری
ہوئی باطل کے گھر میں ماتمِ شیطاں کی تیاری

---

[1] اُبَی ابن خلف نے آپؐ پر نیزے کا وار کرنے کی جرأت کی مگر آپؐ نے ہتھیار اس کے ہاتھ سے چھین کر اس پر وار کیا (خاتم المرسلین)
[2] حضرتؐ نے اسی حربہ سے اُبَی کی گردن میں ایسی اَنی ماری کہ وہ گھوڑے سے گرا۔ (ارشاد الحکمۃ)
[3] وہ بیل کی طرح ڈکراتا تھا اور واویلا کرتا تھا۔ (تاریخ العمران)

marfat.com

بحالِ وجد، عرش و فرش و افلاک و زمیں جھومے — جُھکے جبریلِ نازل آ کے دستِ شلوِ دیں چومے
صحابہ کے دہن پر نعرہ تھا اللہ اکبر کا — خُدا نے بول بالا کر دیا اپنے پیمبرؐ کا[1]

ابنِ خلف کی نگاہِ واپسیں

اُٹھایا آ کے اس بسمل کو اخوانُ الشیاطیں نے — جسے ہلکا سا اک چرکہ دیا تھا سورِ دیں نے
وہ اس کو لے چلے کرتا رہا وہ ہائے واویلا — یہ واویلا اُحد کی وادیوں میں دُور تک پھیلا
قریشی فوج والے آ کے سمجھانے لگے اس کو — تسلی دینے اور ہنس ہنس کے بہلانے لگے اس کو
کہا ننھی سی معمولی خراش آئی ہے گردن پر — نہ کوئی زخم سینے پر نہ کوئی ضرب ہے تن پر
نہ جانے اس فغان و آہ و زاری کا سبب کیا ہے — تم اتنا چیختے ہو دلفگاری کا سبب کیا ہے
یقیں رکھو ابھی اس زخم سے تم مر نہ جاؤ گے — ابھی دو دن میں اچھے ہو کے پھر لڑنے کو آؤ گے
یہ سُن کر اُس نے کھولیں مُردنی چھائی ہوئی آنکھیں — غضب پُرہول تھیں بے نُور پتھرائی ہوئی آنکھیں

---

[1] اشارہ ہے اس پیشگوئی کی طرف جو حضرت نے اس کا پیغامِ جنگ پا کر فرمائی تھی یعنی انشاء اللہ میں اسے قتل کروں گا۔

[2] اس کے اس طرح چیخنے چلانے پر تعجب کرتے تھے۔ اٹھائے لئے جاتے تھے اور اس کو تسلیاں دیتے تھے کہ تم کو کوئی گزند نہیں، یہ ضرب بالکل معمولی ہے اور تم جلد اچھے ہو جاؤ گے اور اپنا بدلہ لو گے۔ (تاریخ الامم)

کہا اُس نے[1] دوستو لات و عزیٰ کے پرستارو! قسم ہے لات و عزیٰ ہی کی مجھ کو اے مرے یارو
اگر قومِ قریشی اس لڑائی سے نہ باز آئی یہی صورت اگر در پیش اہلِ ذی المجاز آئی
وہ جس نے مجھ کو مارا ہے اگر اس نے تمہیں مارا نہ پائے گا کوئی مرگِ دوامی کے سوا چارہ
نہیں تم دیکھتے کیسا زمانہ آتا جاتا ہے وہ اب اک اک قدم پر معجزے دکھلاتا جاتا ہے
یہ حربہ اور مری حالت مقامِ غور ہے یارو! تم اس کو اور کچھ سمجھے ہو وہ کچھ اور ہے یارو

یہ کہہ کر چیخ ماری اور گردن اس نے ڈھلکا دی
جھکی سوئے زمیں آخر یہ نمرودی و شدادی

سمایا ہول سینوں میں گھروں کو اہل کیں بھاگے اسی گھوڑے پہ لادا اس لعیں کو اور لعیں بھاگے
اٹھا کر لے گئی شیطان کو شیطاں کی ذریت ابھی تک ضربِ حق کی وہ نہ سمجھے تھے اہمیت
وہ سمجھے تھے علاج اس زخم معمولی کا آساں ہے خبر کیا تھی یہ جسمِ اہرمن پر ضربِ یزداں ہے
یہ زخم اک نقش تھا شیطان کی مرگِ دوامی کا گلا کاٹا تھا حریت نے انسانی غلامی کا

---

[1] اُس نے کہا۔ لات و عزیٰ کی قسم جس شخص نے مجھ کو ضرب لگائی ہے اگر اسی طرح وہ کل اہل ذالمجاز کے ساتھ کرے گا تو تم سب مارے جاؤ گے۔ ذی المجاز منا میں ایک مقام ہے کہ اُبی ابن خلف وہیں رہتا تھا۔ (رشاد الحکمۃ)

[2] اُس نے کہا کیا اُس نے پہلے سے نہیں کہہ دیا تھا کہ وہ مجھ کو اسی گھوڑے پر قتل کرے گا۔ (رشاد الحکمۃ)

[3] اُبی ابن خلف اس زخم سے راہ میں مر گیا اور یہی ایک سبب نصیب تھا جو خود آنحضرتؐ کے دستِ مبارک سے چرکا کھا کر مرا۔ (زرقانی ج ۱)

marfat.com

ابنِ حُمَیدؓ اور حضرتِ ابُودُجانہ

اِدھر سرکارِ والا پھر ہُوئے راجع بلندی کے
ارادے تھے جہاں لب زخمیوں کی زخم بندی کے

فداکاروں نے بھی امروزکاری زخم کھائے تھے
مگر تھیں ہمتیں عالی نبیؐ نے دل بڑھائے تھے

قریشی ٹولیاں بھاگی چلی جاتی تھیں میداں سے
کہ ان کے قلب زخمی ہو چکے تھے زخمِ شیطاں سے

مگر ابنِ حُمَید[1] اک پہلواں تھا سخت غصّے میں
بڑھا سُوئے رسولُ اللہ یہ بدبخت غصّے میں

جَبَل پر چڑھ رہا تھا اس گھڑی اسلام کا ہادیؐ
کہ آیا دوڑ کر یہ دُوسرا شیطاں کا امدادی

صدا دی، "یا محمدؐ آپ اگر رہ جائیں گے زندہ
تو قرشی عورتیں مجھ کو کریں گی سخت شرمندہ"[2]

رہی باقی نہ تابِ ضبط قلبِ بُودُجانہ[3] میں
نظر آیا انہیں کافر غرورِ کافرانہ میں

کہا میری طرف آ بے ادب مجھ سے مخاطب ہو
کہے کس منہ سے کرتا ہے طلب مجھ سے مخاطب ہو

لیا ہے تو نے جس کا نام ارفع ہے مقام اُس کا
بہت کافی ہے تیری گوشمالی کو غلام اُس کا

---

[1] عبداللہ بن حُمَید اَسَدی جو اپنی شجاعت کی وجہ سے اَسَدِ قریش کہلاتا تھا۔ یہ بھی رسُول اللہ کو قتل کر دینے کی قسم کھانے والوں میں شامل تھا۔ (خاتم المرسلینؐ)

[2] ابن حُمَید اَسَدی گھوڑے کو دوڑاتا ہُوا عین اس وقت جب رسُول مقبولؐ جبل پر صعود کر رہے تھے۔ آیا اور پکارتا تھا کہ بتاؤ محمدؐ کہاں ہے تاکہ میں اُس کو قتل کروں۔ (رشاد الحکمۃ)

[3] حضرت ابُودجانہؓ کو تاب نہ رہی۔ دوڑ کر اس کے مقابل ہوئے اور فرمایا اس شخص سے مقابلہ کر جو محمدؐ کے لئے اپنی جان فدا کرتا ہے۔

یہ کہہ کر بُودجانہ جا پڑے تمثالِ شیر اس پر
نبیؐ کی تیغ کا سایہ نہ بد اعمال پر ڈالا

نہیں کی حملہ کرنے میں ذرا غازی نے دیر اس پر
دبوچا اور گرایا اور بسرعت ذبح کر ڈالا[1]

یہ کام انجام دے کر برق آسا ایک ساعت میں
جنابِ بُودجانہ جا ملے اپنی جماعت میں

نبیؐ کے رُخسارِ مُبارک میں جمی ہُوئی کڑیاں

فرازِ کوہ کی جانب چلے جاتے تھے اب غازی
تھکن غالب نظر آتی تھی ان پر بعدِ جانبازی

نبیؐ کا عزم استقلال ان کا دل بڑھاتا تھا
سہارا عشق کا سب کو سہارا دیتا جاتا تھا

بالآخر اک چٹان اس راستے میں ہوگئی حائل
وجودِ پاک لیکن تھا بلندی کی طرف مائل

جنابِ طلحہؓ جھک کر بن گئے اس بام کا زینہ
چڑھا اس طرح اوجِ کوہ پر عرفاں کا گنجینہ[2]

یہاں کھینچی گئیں رخسار سے فولاد کی کڑیاں
صحابہؓ کے قلوبِ پاک پر نازک تھیں یہ گھڑیاں

یہ کڑیاں جم گئی تھیں اس طرح رخسارِ انور میں
کہ تھا یہ مسئلہ نازک محبانِ پیمبرؐ میں

---

[1] حضرت ابُودجانہؓ نے حُمید کو گھوڑے سے دبوچ لیا اور پچھاڑا اور جس طرح بکری ذبح کرتے ہیں ذبح کر ڈالا۔ (تاریخ العمران)

[2] رسُول اللہ ثابت قدموں کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ (سیرت النبی)

marfat.com

اِدھر آنکھیں اُدھر آئینۂ رخسار تاباں تھا یہ کڑیاں کس طرح کاٹیں ہر اک جانباز حیراں تھا

مگر کھینچا انہیں دانتوں میں لے کر بو عبیدہؓ نے
نچھاور کر دیئے دانتوں کے گوہر بو عبیدہؓ نے

نزولِ آیہ اور رسولؐ کا ارشاد

لبِ و رخسار سے اس وقت دھاروں خون بہتا تھا نبی شکرِ خدا کرتا تھا اور عبرت سے کہتا تھا

"کرے جرأت جو قوم اپنے نبیؐ کا خوں بہانے کی سبیل اُس کے لئے ہو کون راہِ راست پانے کی

الٰہی عفو کر دے اور نظر دے ناسپاسوں کو حقیقت آشنا فرما حقیقت ناشناسوں کو

نہ جانے کیا تھے یہ راز و نیاز و آرزومندی ہوئے جبریلؑ نازل لے کے پیغامِ خداوندی

زبانِ وحی پر اک پاک آیہ جس گھڑی آیا صحابہ سے مخاطب ہو کے حضرتؐ نے یہ فرمایا

لہ حضرت بو عبیدہ ابن الجراح نے اپنے دانتوں میں کڑیاں دبائیں اور انتہائی زور سے کھینچا۔ کڑیاں تو باہر نکل آئیں مگر حضرت بو عبیدہ کے دو سامنے کے دانت ٹوٹ گئے اور وہ پیٹھ کے بل زمین پر جا گرے۔ (تاریخ الحمیس)

لہ خون تیزی کے ساتھ بہہ رہا تھا۔ حضورؐ اس خون کو دونوں ہاتھوں سے چہرے پر ملتے تھے اور عبرت سے فرماتے تھے "اس قوم کی فلاح کیسے ہوگی۔ جو اپنے نبیؐ کا خون گراتی ہے"۔ (تاریخ الحمیس)

لہ اس موقع پر یہ آیت اتری لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ۔ (پ ۴ آل عمران ع ۱۳) تم کو اس معاملہ میں اختیار نہیں۔ (ارشاد الحکمت)

اگرچہ اہل ناحق حق پہ دھاوا کر کے آئیں گے مگر آئندہ ہرگز فتح و فیروزی نہ پائیں گے[1]

چمک اُٹھے یہ سُن کر رنگِ رخ عالی نہادوں کے
نویدِ اَمن جلکی تہ میں آخر ان فسادوں کے

نبیؐ کی پیاس اور آبِ نایاب

لہو تھمتا نہ تھا پیشانی و رخسارِ انور سے لبِ دنداں پہ بھی ضربِ شدید آئی تھی پتھر سے
تھا اس دم درد کا احساس بھی اصحابِ اکبر کو لگی تھی انتہائی پیاس بھی ساقیٔ کوثر کو
فرازِ کوہ تھا یہ اس جگہ کیا تھا پانی صحابہ کر رہے تھے جستجو تا حدِ امکانی
فرشتے دیکھتے تھے حوصلے دنیائے فانی کے برائے ساقیٔ کوثر نہ تھے دو گھونٹ پانی کے
مِلا تو اک جگہ لیکن بہت ناصاف[2] سا پانی اکٹھا ہو گیا تھا اِک گڑھے میں آبِ بارانی

---

[1] رسُول اللہ نے صحابہؓ سے فرمایا۔ اب مشرکین کبھی ایسی فیروزی کو نہ پہنچیں گے (تاریخ العمران)

[2] رُخسار کے زخم سے اور ضربِ پیشانی سے لہو تھمتا نہ تھا۔ رسُول اللہ کو پیاس کی شدت تھی۔ ایک چٹانی گڑھے میں پانی جمع ہو گیا تھا۔ اگرچہ ناصاف تھا۔ علی المرتضیٰ سپر میں اس گڑھے سے پانی لائے۔ مگر رسُول اللہ اس کو نہ پی سکے۔ اس معاملہ میں آپ کا مزاج بے حد نازک تھا۔ بُو برداشت نہ ہوئی۔ آپ نے اس پانی سے کُلیاں کیں اور لب سے خون صاف فرمایا۔ (تاریخ العمران)

marfat.com

علیؓ المرتضیٰ اِس کو سپر میں بھر کے لے آئے نبیؐ نے گُتیاں فرمائیں اس سے زخم دھلوائے

یہ پانی پی سکا ہر گز نہ وہ پیکر نظافت کا
ہوا پانی کی بُو سے دل منقّص شانِ رحمت کا

زخمیوں کو پانی مِل رہا تھا

وفاتِ ذاتِ ہادیؐ کی سنی تھیں جب کہ افواہیں تو ہر خُوردو کلاں نے لی تھیں اس میدان کی راہیں
صحابیاتؓ ہر سُو ڈھونڈتی پھرتی تھیں ہادیؐ کو عقیدت آنسوؤں سے تر کیے دیتی تھی وادی کو
وہ مشکیزوں میں کاریزوں سے پانی بھر کے لاتی تھیں یہ پانی زخم خوردوں اور پیاسوں کو پلاتی تھیں
رضاکارانہ ساری بیبیاں خدمت پہ عامل تھیں جنابِ عائشہ صدیقہؓ بھی ان ہی میں شامل تھیں
مگر اب تشنہ لب تھا کوثر و تسنیم کا ساقی تو مشکیزوں کے اندر بُوند پانی کی نہ تھی باقی
پلاتی ہوں جہاں اُمّت کو اُمّ المومنین پانی وہیں نایاب بہرِ رحمۃ للعٰلمینؐ پانی
صحابہؓ نے سُوئے کاریز چند اصحاب دوڑائے تو ابنِ مُسلمہ مشکیزہ آبِ صاف کا لائے[2]

---

[1] حضرت عائشہؓ، اُمّ سلیمؓ جو حضرت انسؓ کی ماں تھیں اور اُمّ سلیط زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔

[2] خاتونانِ اسلامی معرکہ گاہ میں اب تک زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ حضرت محمد ابن مسلمہؓ ان کے پاس پہنچے مگر عجیب بات تھی کہ پانی ان کے مشکیزوں میں ہی ختم ہو گیا تھا۔ دُور کا چشمہ سے پانی لائے تو آپ نے نوش فرمایا۔ (ینابیع العرفان)

غرض اس سخت کوشی سے غرض اِس جانفشانی سے — بُجھائی ساقیٔ کوثر نے پیاس اک جُرعہ پانی سے

جنابِ فاطمۃ الزہراؓ کی تشریف آوری

جنابِ فاطمہ زہراؓ نبیؐ کی لاڈلی دختر — محبت جن کی تھی ہر وقت حرزِ جانِ پیغمبرؐ
پدر کی جُستجو کرتی ہُوئی تشریف لے آئیں — گھٹائیں آنسوؤں کی زخمِ پیغمبرؐ پہ برسائیں
علیؓ المرتضیٰ پانی سپر میں بھر کے لاتے تھے — لہُو رُوئے پدر کا دستِ زہراؓ دھوتے جاتے تھے[1]!

بھرا زخموں میں پشمینہ جلا کر دستِ دختر نے
لہُو اب تھم گیا تسکین پائی رُوئے انور نے

قریشی عورتیں اور شہیدانِ اسلام

جہاں پر معرکہ گُذرا تھا غم انگیز منظر تھا — شہیدانِ وفا لیٹے تھے رقّت خیز منظر تھا
نظر آتی تھی سفّاکی یہاں بے پردہ و عُریاں — لئے پھرتی تھیں ہر جانب قریشی عورتیں[2] مُچھریاں

---

[1] حضرت فاطمۃ الزہراؓ باپ کی خدمت میں آئیں۔ حضرت علیؓ سپر میں پانی بھر بھر کر لاتے تھے حضرت فاطمہؓ نے اس پانی سے باپ کے زخم دھوئے پشمینہ جلا کر زخموں میں بھرا۔ (طبری)

[2] اس وقت ہند اور اس کے ساتھ والیوں کی یہ حالت تھی کہ میدان میں دوڑی دوڑی پھرتی تھیں۔ شہدائے اُحد کی ناکوں اور کانوں کو کاٹ کاٹ کر ہار بناتی تھیں۔ (خاتم المرسلین)

marfat.com

تھے چہرے بوسہ گاہِ مہرِ جن نورِ آفریدوں کے
زمیں پر گوش و بینی کٹ رہے تھے اُن شہیدوں کے

فلک نے کینۂ اہلِ زمیں ایسا نہ دیکھا تھا
شہیدوں پر ستم ہوتا کہیں ایسا نہ دیکھا تھا

سپہ سالارِ قریش اور تفتیشِ حالات

قریش اب ہٹ گئے تھے جنگ کے میدان تھا خالی
اسی رفعت پہ تھے تشریف فرما حضرتِ عالی

ابوسفیاں کے دل میں کوئی کانٹا سا کھٹکتا تھا
یہ کس کی جستجو تھی، کس لئے ہر سُو بھٹکتا تھا

جبل پر اُس نے دیکھا جب گروہِ اہلِ ایماں کو
تو اُس کو بھی جستجوئے حال کی اِس مردِ ناداں کو

یہ منظر شاق گذرا اُس کی خوئے خود پسندی پر
چڑھا بیتاب ہو کر اک مقابل کی بلندی پر

پکارا کیا محمد بھی ہیں شامل اِس جماعت میں
مگر بولا نہ کوئی بھی گروہِ اہلِ طاعت میں

یہ چلایا ابوبکرؓ و عمرؓ کا نام لے لے کر
رہے خاموش مومن اب بھی حسبِ حکمِ پیغمبرؐ

نہ پایا اہلِ ایماں سے جواب اپنے سوالوں کا
تو گویا خواب میں چہرہ چمک اُٹھا خیالوں کا

کہا لاریب وہ میدان میں مارے گئے سارے
ہم اِس چوگان میں جیتے وہ اِس چوگان میں ہارے

۱؎ ابوسفیان سامنے کی پہاڑی پر چڑھ کر پکارا۔ یہاں محمدؐ ہیں؟ آپ نے حکم دیا کوئی جواب نہ دے۔ ابوسفیان نے حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کا نام لے کر پکارا۔ اب بھی کسی نے جواب نہ دیا۔ (سیرت النبیؐ)

۲؎ جب کچھ آواز نہ آئی تو بولا سب مارے گئے۔ (سیرت النبیؐ)

حضرت عمرؓ کی بیتابی جواب

دلِ فاروقِ اعظم میں نہ تھا اب ضبط کا یارا
کہا او دشمنِ حق، دیکھ لے قدرت کا نظارا

خدا بھی حاضر و ناظر ہے قائم ہے خدائی بھی
پیمبر بھی سلامت زندہ ہیں ان کے فدائی بھی

ترے اقوال کا ہر حرف ہے ان کی سماعت میں
محمد مصطفٰے موجود ہیں اپنی جماعت میں

وہ سب افراد جو تیرے لئے سامانِ ذلت ہیں
خدا کے فضل سے زندہ ہیں بزمِ افروزِ ملت ہیں

ابوسفیانؓ کا اظہارِ تفاخر اور صحابہؓ کا جواب

اٹھا جب نعرۂ فاروق ابوسفیاں کا دل بیٹھا
ہوا محسوس ابھی جیسے طلسمِ آب و گل بیٹھا

کہا دل نے کہ یہ موقع ہے اظہارِ تفاخر کا
یہی ردِ عمل ہے خفت و رنج و تکدر کا

کیا نعرہ خدایانِ عرب میں ہے ہبل برتر
صحابہؓ نے کہا "اللہ اعلٰی و اجل برتر"

اُدھر لب پر "لنا العزّٰی ولا عزّٰی لکم" آیا
جواب "اللہ مولینا ولا مولٰی لکم" پایا[1]

---

[1] حضرت عمرؓ کو تاب نہ رہی جھنجھلا کے بولے او دشمنِ خدا۔ خدا کے فضل سے ہم زندہ سلامت ہیں اور انشاء اللہ تجھ کو ذلیل کریں گے۔ (تاریخ العمران)

[2] ابوسفیان نے کہا۔ اعلٰ ہبل۔ اے ہبل تو اونچا۔ صحابہ نے آنحضرتؐ کے حکم سے جواب دیا۔ خدا اونچا اور بڑا ہے۔

[3] ابوسفیان نے کہا۔ ہمارے پاس عزّٰی (بت) ہے۔ تمہارے پاس نہیں۔ صحابہ نے جواب دیا۔ ہمارا مالک خدا ہے تمہارا کوئی مالک نہیں۔

marfat.com

کہا اُس نے کہ یہ دن انتقامِ بدر کا دن ہے
بھی کچھ آج جائز ہے فساد و غدر کا دن ہے

محمدؐ کے بہت سے پیروؤں کو ہم نے مارا ہے
بہت سے سرفرازوں کو عدم کے گھاٹ اتارا ہے

ہمارے فوجیوں نے گوش و بینی بھی بہت کاٹے
کلیجے بھی چبائے عورتوں نے خون بھی چاٹے

نہ تھا ایما مری جانب سے گو بیہودہ باتوں کا
مگر افسوس بھی مجھ کو نہیں ان واردتوں[2] کا

محمدؐ سے کہو ہم سالِ آئندہ پھر آئیں گے
سرِ میداں قریشی قوم کی شوکت دکھائیں گے[3]

رسالت نے یہ دعوت جنگ کی منظور فرمائی
ابوسفیان اب مچکے سے میداں کر گیا خالی

منظر بعد جنگ

بالآخر شام کی منزل پہ روزِ ہولناک آیا
قیامت گاہ پر دن کا سپاہی سینہ چاک آیا

بہا تھا خونِ حسرت زندگی کی جوئباروں سے
لبالب ہو کے چھلکا جام گیتی کے کناروں سے

شفق تھی یا شہیدوں کے لہو نے گل کھلائے تھے
زمیں کے داغ ابھرے تھے افق کے رنگ چھائے تھے

فلک نے دیکھ کر رنگِ وفا نورِ آفریدوں کا
جبیں پر مل لیا تھا خونِ اسلامی شہیدوں کا

۲؎ ابوسفیان نے کہا۔ آج کا دن بدر کے دن کا جواب ہے۔ فوج کے لوگوں نے مقتولوں کے نک کاٹ لئے ہیں۔ میں نے یہ حکم نہ دیا تھا۔ مگر مجھ کو معلوم ہوا تو کچھ رنج نہیں ہوا۔ (سیرت النبی)

۳؎ ابوسفیان نے پکار کر کہا کہ پار سال پھر ہمارا تم سے مقابلہ ہوگا۔ رسول اللہ کے ارشاد کے مطابق صحابہ نے جواب دیا منظور ہے۔ (ارشاد الحکمت)

marfat.com

سکت باقی نہیں تھی خاک میں ہنگامہ کوشی کی
پڑی تھی زندگی اوڑھے ہوئے چادر خموشی کی

نظر آئی رخِ آفاق پر جب خون کی لالی
اُحد کی وادیاں غارت گروں سے ہو گئیں خالی

اگرچہ لد گیا تھا کارواں اہلِ شرارت کا
مگر بکھرا پڑا تھا اک فسانہ قتل و غارت کا

کہیں بازو کہیں سر تھے کہیں تن خون آلودہ
گرے تھے جس طرح شاخیں شکستہ خشک فرسودہ

کہیں ناوک تھے اُفتادہ کہیں ٹکڑے کمانوں کے
کہیں شمشیر کے قبضے کہیں پرزے تھے میانوں کے

یہ ریگ و سنگ کا خطہ گماں تھا جس پہ بنجر کا
پھلا پھولا تھا اس میں کھیت ہر سُو تیغ و خنجر کا

عجب مضمونِ رنگیں تھے یہ تختے سنگریزوں کے
تھے سجدہ ریز ان پر سر قلم ہو ہو کے نیزوں کے

کہیں اُلجھے ہوئے تھے پتھروں سے چیتھڑے گیلے
کہیں مقتول گھوڑے بھوری بھوری ریت کے ٹیلے

کہیں ٹوٹے ہوئے مغفر کہیں زرہیں تھیں افتادہ
کہیں ٹوٹی ہوئی ڈھالیں کوئی نقشیں کوئی سادہ

بقیہ تھا یہ انسانوں کے جوش و کبر و مستی کا
یہ منظر آخری تھا خود گری و خود شکستی کا

"شہادت گاہ میں"

کجا ہنگامۂ محشر، کجا یہ عالمِ خاموشی
مسلّط تھی فضاؤں پر عجب عبرت کی مدہوشی

سرِ شوخ و شنگاں لاشے پڑے تھے ان شریفوں کے
جو حامی بن کے آئے تھے غلاموں کے ضعیفوں کے

marfat.com

لہو سے غسل فرما کر، نہا کر با وضو ہو کر
خدا کے رو برو آئے تھے بندے سرخرو ہو کر

یہ بندے اس زمیں پر فرض ادا کرنے کو آئے تھے
قضا کو زندگی کا قرض ادا کرنے کو آئے تھے

زمیں پر سو رہی تھی آج بیشک مشتِ خاک ان کی
مگر گرمِ عمل جھی جاگتی تھی جانِ پاک ان کی

ادب ملحوظ تھا اس خوابِ راحت کا قضا کو بھی
ہوا کے آنچلوں سے باندھ رکھا تھا صبا کو بھی

فرشتے بھی یہاں کرتے نہ تھے اقدامِ سرگوشی
مسلسل ایک سناٹا، مسلسل ایک خاموشی

اچانک اس فضا میں ایک صوتِ جانفزا گونجی
فرازِ کوہ سے اللہ اکبر کی صدا گونجی

ہوا اعلان عالم میں خدا کی بادشاہی کا
محمدؐ کی رسالت اور توحیدِ الٰہی کا

زمین و آسماں میں گونج اٹھی توحید کی نوبت
جبال و دشت میں بجنے لگی تائید کی نوبت

ادائے فرض کو بھولے نہ تھے اللہ کے غازی
صفیں باندھے کھڑے تھے زخم خوردہ بعد سو بازی

خدا بخشے نہ استحکام کیوں ان کی اقامت کو
امام المرسلیں موجود ہوں جن کی امامت کو

جھکا دیں پیشِ حق پیشانیاں سجدہ گذاروں نے
یہ منظر دیکھنے کو کھول دیں آنکھیں ستاروں نے

ہوئی تھی اس ادا سے سجدہ ریز اولادِ آدم کی
کہ سجدے بن گئے تھے زیب و زینت عرشِ اعظم کی

یہ سجدے آئے تھے ہدیے میں ان اخلاص مندوں کے
جنہیں مسجود نے خود چن لیا تھا اپنے بندوں سے

یہی سجدے تھے ایوانِ عبودیت کی قندیلیں
فرشتوں کے لئے آرائش و تزئین و تمثیلیں

جبیں پر تازہ گل کھائے ہوئے گل پیرہن سجدے
لہو میں غسل فرمائے ہوئے رشکِ چمن سجدے

یہی سجدے تھے جو تخلیقِ انسانی کا حاصل تھے
کہ اِن سجدوں کے ساجد زندگی میں حق سے واصل تھے

یہ وہ ساجد تھے محمودِ دو عالم تھا مقام ان کا
خدا معبود تھا ان کا محمدؐ تھا امام ان کا

بہارِ زخم سے لاریب تن تھے داغ داغ ان کے
مگر لذت کچھ ایسی تھی کہ دل تھے باغ باغ ان کے

سجے تھے زخم تن پر درد کو دل سے لگائے تھے
کہ بندوں نے خدا کی راہ میں یہ داغ کھائے تھے

تھا بیشک ظاہری آئینہ تن چور چور ان کا
مگر پرتو فگن تھا عکس باطن دُور دُور ان کا

خدا نے کر دیا تھا دشمنوں کو دفع میداں سے
مگر باقی تھی اک خدمت ابھی فوجِ مسلماں سے

شہیدوں سے شہادت گاہ کی تزئین باقی تھی
پڑی تھیں میتیں جن کی ابھی تدفین باقی تھی

شہدائے اُحد کی تکفین و تدفین

ہمہ تن چشم تھیں رُوحیں قدومِ باسعادت کی
کہ شاہد خود ادائیں دیکھ لے حُسنِ شہادت کی

فرازِ کوہ سے وہ دردمندِ بے کساں اُترا
ستارے دفن کرنے کو زمیں پر آسماں اُترا

وہ جن کی جامہ زیبی کے زمانے میں تھے افسانے
پڑے تھے بے کفن خاکِ اُحد پر بلبیاں تانے

جراحت نے کئے تھے قطع رنگیں پیرہن ان کے
یہی ملبوس شادی بن گئے تھے اب کفن ان کے

شہادت کا مبشر شاہدِ حالِ شہیداں تھا
کہ چادر تک نہ تھی پوری زمانہ تنگ داماں تھا

marfat.com

تھے خون و خاک ہی ملبوس اجسامِ شہیداں کے — گیاہِ خشک نے حکمِ نبیؐ سے ان کے تن ڈھانکے
یہ سب ہمرنگ تھے توحید کے ذوقِ یقینی سے — نہ تھے آج ہم صورت بیدِ گوش و بینی سے
اعزہ بھی انہیں پہچانتے تھے آج دقت سے — رسول اللہ کی آنکھیں تھیں پُرنم فرطِ رقت سے
بظاہر گوش و بینی سے تو مستغنی تھے یہ چہرے — مگر ان پر نچھاور تھے بقائے نام کے پہرے
نگاہِ مہرِ حضرت نے جو چادر ان پہ ڈالی تھی — یہی چادر ابد تک ضامنِ فرخندہ فالی تھی
دیا تھا غسل آبِ تیغ نے خونِ جراحت نے — سنبھالا ان کو پھولوں کی طرح دامانِ رحمت نے
لباسِ عارضی کے یہ جنازے تھے بیشرمندہ — کہ یہ اصحاب تھے دونوں جہاں میں زندہ پائندہ

نبیؐ کی پھوپھی حضرتِ صفیہؓ میتِ حمزہؓ پر

جو اُحد میں حمزہؓ کی میت پر گذرشانِ رسالت کا — تاثر دیدنی تھا مہرِ تاباں کی جلالت کا
صفیہ بنتِ عبدالمطلب ہمشیر حمزہؓ کی — بہت تھی جن کے دل میں عزت و توقیر حمزہؓ کی

لہ مصعب بن عمیرؓ علمبردارِ اسلام جاہلیت میں مکہ کے نوجوانوں میں سب سے زیادہ خوش پوش اور جامہ زیب سمجھے جاتے تھے۔ آج یہاں اتنا کپڑا بھی نہ تھا کہ جس سے پورا بدن ڈھک سکے۔ پاؤں ڈھانکتے تو سر ننگا ہو جاتا اور سر ڈھانکتے تو پاؤں کھل جاتے۔ چنانچہ حضورؐ کے حکم سے سر کپڑے سے ڈھانک کر پاؤں کو گھاس سے چھپا دیا گیا۔ (تاریخ الخمیس)

لہ آنحضرتؐ نے فرمایا جو کپڑے شہداء کے بدن پر ہیں اسی طرح رہنے دیے جائیں۔ ہاں اگر کسی کے پاس زائد کپڑا ہو تو اوپر سے لپیٹ دیا جائے۔ چنانچہ شہداء اسی خون میں لتھڑے ہوئے دفن کیے گئے (ابن ہشام و طبری)

یہاں تشریف لائیں اپنے بھائی کی زیارت کو
خدا کے اور ملت کے فدائی کی زیارت کو

زبیر ابن العوامؓ ان کے پسر تھے پاس حضرت کے
ہوئے ان پر ہویدا اس گھڑی احساس حضرت کے

کہا "روکو میری پھوپھی کو میت تک نہ آنے دو
دلِ زخمی کو ان کے یہ نیا چرکا نہ کھانے دو

الم انگیز ہے قطع و برید چہرۂ حمزہؓ
بہن کو رنج دے شاید یہ دیدِ[1] چہرۂ حمزہؓ

پسر نے جا کے مادر کو مگر جس وقت سمجھایا
تو قلبِ مسلمہ ہر حال میں صبر آشنا پایا

گئیں وہ میتِ حمزہؓ پہ روئیں اور نہ چلائیں
نظر چہرے پہ ڈالی فاتحہ پڑھ کر چلی آئیں

مسلمانو! یہ امت تھی رضا پر کس قدر راضی
بناؤ درسِ حال اس کو نہ سمجھو قصۂ ماضی

جہادِ فی سبیل اللہ پہ ہو کر کمر بستہ
لیا ہو جس مجاہد نے شہادت گاہ کا رستہ

ادائے فرض کرنے کے لئے مرنے کے ارماں میں
رضائے حق طلب کرتا ہوا نکلا ہو میداں میں

خداوند مصطفےٰ کے دشمنوں پر موت برسا کر
وہ گر جائے اگر میدان میں تیرِ اجل کھا کر

سمجھ لو اس نے اپنی منزلِ مقصود پالی ہے
یہ اس کے خون کی لالی نہیں چہرے کی لالی ہے

---

[1] آنحضرت جب حمزہؓ کی نعش پر پہنچے تو ایک رقت طاری ہو گئی۔ کیونکہ حمزہؓ کی نعش بہت بگاڑ دی گئی تھی۔ آپ نے غم و رنج کے الفاظ بھی فرمائے۔ مگر بدلہ نہیں لیا۔ (ابن ہشام)

[2] آپ کی پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب مدینے سے نکل کر آئیں۔ آنحضرت نہیں چاہتے تھے کہ بہن اپنے بھائی کو اس حال میں دیکھے۔ مگر حضرت صفیہؓ نے صبر و شکر کا وعدہ کیا۔ میت پر آئیں اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھتی چلی گئیں۔ (ابن ہشام)

marfat.com

وہ زندوں سے زیادہ زندہ ہے پھر اُس کا غم کیسا
بہت مسرور ہے وہ، اُس پہ رونا کیوں، الم کیسا؟

ہمیں لازم ہے راہِ حق میں اس کی پیروی کرنا
منہ اسلام کو مضبوط رکھنا اور قوی کرنا

سپر کر دے جو بہرِ دین و ملت سر بھی سینہ بھی
مبارک اس کا مرنا بھی مبارک اس کا جینا بھی

مگر ہاں وہ کمینہ ہاں وہ بزدل ہاں وہ مکار امت
کہ جس کی زیست بھی لعنت ہے جس کی موت بھی لعنت

بوقتِ جنگ جو نامرد اپنی صف سے کترا کر
پناہیں ڈھونڈتا ہو دشمنوں کی فوج میں جا کر

جسے سُوجھی ہو ملت کے مقاصد ہی سے غداری
ہمیں لازم ہے اس کے لاشۂ ناپاک پر زاری

وہ زندہ جو تہِ دامانِ احسانِ غلامی ہے
کرو خوب اس کا ماتم کیونکہ یہ مرگِ دوامی ہے

تدفین کے بعد

شہادت گاہ تھی اور نور کے خاموش نظارے
اُحُد کی سرزمیں پر چاند تھا، افلاک پر تارے

متاعِ نُور کی زیرِ زمیں تدفین ہوتی تھی
فلک پر انتظام و ضبط کی تحسین ہوتی تھی

شہیدوں میں نبیؐ کے یوں تو سب یارانِ ہمدم تھے
جنہیں قرآں زیادہ یاد تھا اس دم مقدم تھے[1]

---

[1] اُحد میں دو دو شہیدوں کو ملا کر دفن کیا گیا۔ مقدم اس کو کیا جاتا تھا جسے قرآن زیادہ یاد تھا (تاریخ الخمیس جلد ۱)

نبیؐ نے اس طرح سترِ خزانے دفن فرمائے
اُٹھا کر تربتوں کو چادریں آمرزگاری کی
ہُوا ارشاد چند افراد ہو کر سرکشب جائیں
اگر مکّے کی جانب جا رہے ہوں وہ تو بہتر ہے
مدینے پر پلٹ پڑنے کی نیت ہو اگر ان کی
پلٹ آئے اگر دشمن مدینے کے ضعیفوں پر
تو اللہ کی قسم جس پر فدا جانِ محمدؐ ہے
محمدؐ آخری دم تک لڑے گا فوجِ اعدا سے
یہ سُنتے ہی بنایا ایک دستہ جاں نثاروں نے
گیا بہرِ سراغِ دشمناں اصحاب کا دستہ
جماعت زخم خوردہ ساتھیوں کی ساتھ ساتھ اس کے

کہ اک اک قبر میں دو دو یگانے دفن فرمائے
توجہ ہو گئی سُوئے مدینہ غمگساری کی
قریشی فوج کا رُخ کس طرف ہے یہ خبر لائیں
کہ ان کے واسطے تقدیر سے اک دن مقرر ہے
تو جلد از جلد آؤ اور پہنچاؤ خبر ان کی
مُسلماں شہریوں پر اور یا ان کے حلیفوں پر
جو آقائے محمدؐ ہے نگہبانِ محمدؐ ہے
ہٹائے گا انہیں یا جا ملے گا اپنے آقا سے[1]
تھکے ہاروں شکستہ بازوؤں سینہ فگاروں نے
مدینے کے محافظ نے مدینے کا لیا رستہ
سہارا دے رہے تھے دو جہاں والوں کو ہاتھ اس کے

---

[1] آپ نے قریش کے تعاقب میں آدمی بھیجے اور فرمایا کہ دیکھو ان کا رُخ کدھر ہے۔ اور اگر ان کی نیت بخیر نہیں تو اسی خدا کی قسم جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے میں آخر تک ان سے لڑوں گا (طبری - ابن ہشام)

marfat.com

عقیدت اور تسلی

خبرِ وحشت اثر تھی فرقتِ جانِ مدینہ کی
نہ پوچھو دلفگاری سینہ چاکانِ مدینہ کی

مساکین و یتامیٰ کی المناکی نمایاں تھی
کہ ان پر جوشِ رحمت کی نہ غایت تھی نہ پایاں تھی

اُحُد میں لڑنے والے غازیوں کی مضطرب مائیں
شہیدانِ وفا کے بال بچے اور بیوائیں

نکل کر شہر سے ہر سُو پڑے پھرتے تھے راہوں میں
یہ شب کیا تھی جہاں تاریک تھا ان کی نگاہوں میں

چلی تھی اِک ضعیفہ جستجوئے حال کرنے کو
کسی اچھی خبر کا بڑھ کے استقبال کرنے کو

گئے تھے جنگ میں اس کا برادر اور شوہر بھی
پچھاڑ کر دیے تھے اُس نے فرزندوں کے گہرے بھی

ملے رستے میں ان سب کی شہادت کے پیام اس کو
سنانی ہی سناتے جا رہے تھے خاص و عام اس کو

مگر اس کی زباں پر ایک ہی اسمِ گرامی تھا
اسی کا نام نامی تھا جو مظلوموں کا حامی تھا

نہ شوہر کا نہ بیٹوں کا نہ بھائی کا خیال آیا
"رسُول اللہ کیسے ہیں"؟ یہی لب پر سوال آیا

رسول اللہ سلامت ہیں ملی اس کو نوید آخر
شبِ غم میں نظر آئی ضیائے صبحِ عید آخر

کہا چل کر دکھا دو، مجھ کو صورت کملی والے کی
کہ ان تاریک آنکھوں کو ضرورت ہے اُجالے کی

نظر آیا کہ ہاں جلوہ فگن طورِ تجلی ہے
پکار اُٹھی کہ اب میری تسلی ہی تسلی ہے

تسلی ہے پناہِ بے کساں زندہ سلامت ہے
کوئی پروا نہیں سارا جہاں زندہ سلامت ہے

جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

یادِ ایام

المعروف بہ

شاہنامۂ اسلام

اُردو نظم میں تاریخ اِسلام کے ولولہ انگیز واقعات

(۴)

ابُوالاثر حفیظ جالندھری

ناشر

مکتبہ تعمیرِ انسانیت ○ اُردو بازار ○ لاہور ۲

marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

طابع : محمد سعید اللہ صدیق

ناشر : مکتبہ تعمیر انسانیت ○ لاہور

مطبع : زاہد بشیر پرنٹرز ○ لاہور

تعداد : ایک ہزار

marfat.com

پیشکش

ہر اُس فرزندِ توحید کی خدمت میں

جو

کلمۂ طیبہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

پر

ایمان رکھتا ہے

حفیظ

marfat.com

حفیظ جالندھری ٹرسٹ

جناب عبدالکریم سومار۔ ..... صدر

شمیم احمد ..... سکریٹری

ارکین

غلام احمد

لطف اللہ خان

رحمان کیانی

سید مقدس علی

خواجہ حمید الدین شاھد

pakistanipoint.com

فہرست مضامین

باب اوّل

مضامین	صفحہ نمبر
دیباچہ حفیظ جالندھری	
شاہنامہ اسلام	
شہادت گاہ احد پر ایک نظر	۲۷
شہدائے احد کی تربتیں	۲۸
تکفین و تجہیز	۲۹
[illegible] سرور عالم کی مراجعت مدینہ	۳۱
احد کی افتاد پر مجاہدین کی ندامت	۳۲
مدینہ کی یہ رات اور منافقین	۳۴
منافقین کی طرز گفتگو	۳۵
منافقین کا مہاجرین پر طعن	۳۶
منافقین یہود کے رفیق تھے	۳۸
منافقین کا طرز استدلال	۳۸
انصار کا ایمان	۴۰

باب دوم

شام احد کی صبح

مجاہدین احد پھر راہ جہاد پر	۴۴۸
مجروح صحابہؓ کی جرات و ہمت	۴۴۹
پیغمبر علیہ السلام دشمنوں کے تعاقب میں	۴۴۴
لشکر کفار کی حالت	
ہوس، کینہ، تذبذب	۴۵۱
لشکریوں کا ایک دوسرے کو الزام	۴۵۲
ابوسفیان اور دوسرے قائدین کی مشورت	۴۵۳
ابوسفیان کا تامل و تذبذب	۴۵۴
ابوسفیان کی تقریر	۴۵۵
ابوسفیان کی شیخیاں	۴۵۶
حضرت علی اور آل ہاشم سے عداوت	۵۲
معبد خزاعی کا ورود	۵۳
معبد قریش کو ڈراتا ہے	۵۴
رسول اللہ کے بارے میں ابوسفیان کے خیالات	۵۵
صفوان ابن امیہ کی فہمائش	۵۶
حمراء الاسد	
زخمیوں کی جماعت	۵۷
اس تعاقب کا راز	۵۸
قریش کے حوصلے پست ہو گئے	۵۹
لشکر قریش کی بدحواسی اور فرار	۶۰

marfat.com

مجاہدینِ اسلام کی چھاؤنی ۶۱
نور سے نار کا فرار ۶۲
رسول اللہ کے ارشادات ۶۳

باب سوم

نبی اپنے مدینے میں

رونے پیٹنے اور ماتم داری کی مناہی ۶۴
حلقۂ ذکر ۶۹
شہیدوں کا احترام ۶۵
دارالامان کے امن کی صورت و سیرت ۷۰
مدینہ امن کی بستی ۶۷
حلقۂ درس، اصحاب صفہ ۷۱
دارالامان کی کشش ۶۷
اصحاب صفہ کی شان ۷۲
مدینے میں اہل حق کے اشغال ۶۸
نبی کو ان کی پاسداری تھی ۷۴

باب چہارم

سلسلۂ سرایا

دشمنانِ اسلام کی دغابازیاں اور تباہ کاریاں ۷۵
مبلغین اسلام نجد کی طرف ۸۷
دارالامان پر چاروں طرف سے حملے
ابوبراء کا کھٹک جانا ۸۸
فتنہ انگیز قبائل کی سرکوبی ۷۷
صحابہؓ کا پیام رئیس نجد کے نام ۸۹
شیطنت کی انتہا (واقعۂ بیر معونہ) ۷۸
رئیس نجد کا مبلغین سے سلوک ۸۹
نجد سے اظہار فتنہ ۷۹
نجدی قبائل کا مبلغین پر حملہ ۹۰
ابوبراء کا مدینہ آنا ۸۰
شہدائے بیر معونہ ۹۱
حکیم مدینہ مفت دوا اور شفا دیتا ہے ۸۱
واقعۂ رجیع ۹۳
ابوبراء کی شفایابی اور مکر ۸۲
قابل عضل و قارۃ کا مکر
ابوبراء کی درخواست ۸۳
تبلیغ کے لیے صحابہ کی تیاری ۹۴
آنحضرتؐ کا تامل ۸۴
مبلغان اسلام اور قبائل خون آشام ۹۴
ابوبراء کی ضمانت
شہادت مبلغین رجیع ۹۶
ہدایت کی درخواست منظور ۸۵
قید میں آزاد دلوں کا حال ۹۷
مبلغین اسلام راہ تبلیغ پر ۸۶
بے گناہوں کے قتل کی منادی ۹۸
رسول پاک کا مبلغین سے خطاب ۸۶
قیدی اپنے قتل کی خبر سنتے ہیں ۹۹

مسلمان قیدی کی خواہش ۱۰۰
مسلمان کسی حالت میں غدار نہیں ۱۰۰
مسلمان کسی بے گنہ سے بدلہ نہیں لیتا ۱۰۲
یہ سب خلق محمدؐ کے کرشمے ہیں ۱۰۲
قتل کا میلا ۱۰۳
شوق جب مقتل کی جانب پا بجولاں چلا ۱۰۴
مسلمان قیدیوں سے کافروں کا سلوک ۱۰۵
یک جان دو قالب ۱۰۵
اسلام سے پھر جانے کی ترغیب ۱۰۶
دار کے نیچے مسلمانوں کا نعرۂ حق ۱۰۷
سایۂ دار میں نمازیں ۱۰۷
نماز ادا کرنے میں عجلت کا سبب ۱۰۸
اذیت دہی کے لئے صلائے عام ۱۰۹
شہیدوں کی لاشوں سے بدلہ ۱۱۴
انتہائی آزار۔ انتہائی عقوبت ۱۰۹
شہید کا آخری امتحان ۱۱۰
خبیبؓ کا آخری جواب ۱۱۱
خبیبؓ کی دعا ۱۱۱
قاتلوں پر مقتول کی ہیبت ۱۱۳
ایمان زید کا امتحان ۱۱۴
پائے محمدؐ کی خلش بھی ناقابل برداشت ۱۱۴
گناہِ بے گناہی ۱۱۶
باطل حق پر غضب ناک تھا ۱۱۸
نوید آسمان کے مقابل خبث سفلی ۱۱۹
طبیب مایوس نہیں ہوتے ۱۲۰
مامور کا ضبط و صبر ۱۲۰

باب پنجم

فتنہ قوم یوم یہود ۱۲۱
مزدور اور سود خوار
ساہوکار کا دخل و عمل ۱۲۲
سود در سود کا پھیر ۱۲۳
مدینے کے یہود ۱۲۴
قبائل عرب کی سیاسیات اور یہود ۱۲۵
یہود اسلام کے دشمن تھے ۱۲۶
اسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں ۱۲۸
یہود کی ہر کوشش ناکام ۱۲۹
یہود کی خفیہ کی ۱۲۹
ناقابل اصلاح قوم ۱۳۰
یہود کی طرف سے انتہائی اشتعال پر
رسول اللہ کا تحمل ۱۳۱
رسول اللہ کو قتل کرنے کی ناکام سازشیں ۱۳۲
سلامت نکل جانے کی اجازت ۱۳۴

marfat.com

باب ششم

مسلمانوں کا سارے عرب پر دباؤ

جنگ احزاب کے وجود ۱۳۵
سارا عرب مشتعل ۱۳۶
بڑے بڑے قبائل کی فوجیں ۱۳۶
ملکِ خدا خرگرفت ۱۳۷
دوسروں کی کمائی پر جینے والے ۱۳۸
اقتدار شخصی کی ہوس ۱۳۹
مفت خور ۱۴۰
لیڈروں کا باہمی ربط و ضبط ۱۴۱
شخصی ریاست جبری سیاست ۱۴۱
شخصی اقتدار کے گرگے ۱۴۲
انتظام کے پردے میں لوٹ ۱۴۳
ناحق پرستوں کا وجود ۱۴۴
وجودِ اہل حق ۱۴۵
محمدؐ کا مدینہ ۱۴۷
انسان کامل کی برکات ۱۴۸
مدینہ کے چاروں طرف ۱۵۲
جا رالحق و زہق الباطل ۱۵۳
حق سے اہل باطل کے اندیشے ۱۵۴
مدینے پر چڑھائی کرنے والے ۱۵۵
آنحضرتؐ کی مجلس مشاورت ۱۵۶
حضرت سلمان فارسیؓ کی رائے ۱۵۷
خندق ۱۵۷
بصورتِ خدا مزدور کے لباس میں ۱۵۸
پیٹ پر پتھر ۱۵۹
ضربِ محمد ۱۶۰
خندق کے آر پار ۱۶۲
احزاب عرب کی چھاؤنی ۱۶۳
کفار کے جیوش اور یہود ۱۶۳
قبیلہ قریظہ کی بغاوت ۱۶۴
عہد شکن ۱۶۶
یہودی قوم کی عہد شکنی کی ہمتی ۱۶۷
نبی کریم یہود کو آخری فہمائش کرتے ہیں ۱۶۹
عہد شکن یہود کا تمرد ۱۷۰
اس نئے خطرے کی تصدیق اور نبوت کے انتظامات ۱۷۰
خندق پر اسلوبِ جنگ ۱۷۱
کفار کے اتحادی لشکروں کا پڑاؤ ۱۷۳
مسلسل حملے اور مسلسل مدافعت ۱۷۵
ہولناک ہنگامہ ۱۷۶
چوبیس ہزار کے مقابلے میں ایک ہزار ۱۷۷
قائد اسلام اور مجاہدین کا استقلال ۱۷۸
کثرت کی مشورہ ۱۷۹
قریشی شہسوار خندق پار ۱۸۰
چار برزہ کار ۱۸۱
ابن عبدِ وُد ۱۸۱
ہزار سوار کے برابر ایک شہسوار ۱۸۲
واہ وا صدائے شیر خدا ۱۸۲

صاحبِ ذوالفقار کا جلال ۱۸۳
تین سوال ۱۸۴
ابن عبدود کی حیرت اور غضبناکی ۱۸۵
کافر کا غرور ۱۸۶
مومن طیور ۱۸۷
ابن عبدود کا وار ۱۸۸
شیر زخمدار ۱۸۹
برشِ ذوالفقار ۱۸۹
ابن عبدود کا انجام ۱۹۰
شیر خدا انسانی بھیڑیوں کے تعاقب میں ۱۹۰
شریف: موت کا طالب ۱۹۱
فوج کفار پر ہیبتِ ذوالفقار ۱۹۲
قریش کے سرداروں کی خفیہ مجلس ۱۹۳
ابوسفیان کی تقریر ۱۹۴
کفار کے مقاصد جنگ ۱۹۴
قریش دیوتاؤں کے نائب ۱۹۵
قریش کے اندیشے ۱۹۵
شاہی کا منصوبہ ۱۹۶
کملی والے کی روشن تعلیم ۱۹۶
فرزند ابوجہل کا نقطۂ نظر ۱۹۷
قریش اسلام سے کیوں پریشان تھے ۱۹۸
قریش کو نسلی برتری کی تشویش ۱۹۸
مدینہ کے اندر ریشہ دوانی کی تجویز ۱۹۹
مسلمانوں کو محصور کر کے مارنے کا قصد ۲۰۰
شہر کا محاصرہ ۲۰۱
شہر کی حفاظت کے انتظامات ۲۰۲
محصورین خندق پر شدت ۲۰۳
منافقینِ مدینہ کی روگردانی ۲۰۳
منافقین کے بہانے ۲۰۴
مہاجرین سے کینہ ۲۰۵
منافق نصرتِ اسلام نہیں کر سکتے ۲۰۵
رسول کا تحمل ۲۰۶
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا ۲۰۶
مدینہ محاصرے کی حالت میں ۲۰۷
دشمنانِ اسلام کی ذہنیت ۲۰۸
مارہائے آستین ۲۰۹
آزمائش کے دن ۲۱۶
خندق پر جماعت مجاہدین ۲۱۷
انتہائی مصیبت، انتہائی استقلال ۲۱۱
ساری دنیا کی بھلائی کے لئے ۲۱۲
جذبۂ ادائے فرض و احساس ذمہ داری ۲۱۲
جماعت کا تحفظ ۲۱۳
اتحادِ جماعت ۲۱۴
مسلمانوں کا ایثار ۲۱۴
ایسے امتحان کے وقت ۲۱۵
جب نفس فریب دیتا ہے ۲۱۶
کون ثابت قدم رہتا ہے ۲۱۷
اصحاب محمد کا ایمان ۲۱۸
مسلسل آزمائش ۲۱۹
سرکردہ انصار سعد ابن معاذ ۲۱۹
مسلمان مستورات ۲۲۱
یہود کا منصوبہ ۲۲۱
حضرت صفیہؓ کی دلاوری ۲۲۲

marfat.com

مسلمان عورتیں اپنی حفاظت کرتی ہیں ۲۲۲
مسلمانوں کا امتحانی استقلال ۲۲۳
امتحان کی آخری سخت گھڑیاں ۲۲۴
صحابہ امتحان میں پورے اترے ۲۲۵
آنحضرت کی دعا ۲۲۶
احزاب کی آخری رات ۲۲۸
ظالموں کی پریشانی
کافروں کا ایک دوسرے کو الزام ۲۲۸
قریش سپہ سالار سے بددلی ۲۲۹
یہودیوں کی نفع خوری ۲۳۰
یہودیوں کی وعدہ خلافی ۲۳۱
قبائل کو رسد کی فکر ۲۳۲
کفار کا لشکر اور شراب ۲۳۳
بخرابی شاعر ۲۳۳
ابوسفیان کی تقریر ۲۳۵
یہود اور قبائل میں اختلاف ۲۳۵
دوسری صبح متفقہ حملے کی تجویز ۲۳۷
وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے ۲۳۸
آندھی کا حملہ ۲۳۸
کفار پر خوف و ہراس چھا گیا ۲۴۰
ابوسفیان سمجھا قیامت آئی ۲۴۰
ابوسفیان نے بھاگنے کی ٹھہرائی ۲۴۱
ابوسفیان کی بدحواسی ۲۴۲
ابوسفیان کی شرم ۲۴۳
لشکر احزاب اذیرب میں منتشر ۲۴۵
مدینے کی صبح ۲۴۶

marfat.com

دیباچہ

خدا اور اس کے رسول اللہ علیہ وسلم کا احسان ہے کہ شاہنامۂ اسلام کی جلد چہارم بھی مکمل ہوگئی، جس خلوص و محبت سے میں نے اس کو لکھا ہے اسی جذبے سے قوم کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اس پیشکش کے ساتھ چند بہت ہی اہم امور عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

پہلی تین جلدوں کے مطالعہ سے ہر شخص پر واضح ہو چکا ہے کہ میرا مقصد کیا ہے اور یہ کہ میں نے یہ سلسلۂ واقعات ایک تخیلی رومان یا محیر العقول رزمیہ کے طور پر پیش نہیں کیا۔

نہ یہ ہے زال کا قصہ نہ رستم کی کہانی ہے
پری مرغ ہے اس میں نہ راہ ہفت خوانی ہے

تاہم میری تمنا ہے کہ یہ کتاب انتہائی دلچسپی کے ساتھ پڑھی جائے۔ مطالعہ کرنے والے ایسے متاثر ہوں کہ اپنے اردگرد کے لوگوں کو بھی سنائیں۔

لیکن میری یہ بھی کوشش رہی ہے کہ ان واقعات کے بیان میں کوئی بھی ایسی بات نہ ہو جس سے یہ تاثر ایسی صورت اختیار کرے، جو الف لیلہ، بوستان خیال رستم داستان یا طلسم ہوشربا، ہیر رانجھا نانک ناول سینما وغیرہ سے پیدا ہوتی ہے۔ ایسے تاثرات نہ مجھے درکار ہیں نہ میرا مقصود۔

دلچسپی پیدا کرنے اور مرد و زن کی توجہ کھینچنے کے لئے حسن و عشق، وصال و فراق کی کوئی جھلک ناز و کرشمہ کا کوئی نظارہ اس کتاب میں داخل کرنا ضروری نہیں سمجھا گیا۔ بلکہ خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے کہ پڑھنے یا سننے والے کی توجہ اصل مقصود سے ہٹ کر شعر و شاعری کی ظاہری اور بناوٹی مرصع کاری کی طرف نہ جائے، کیوں کہ توجہ کا اس طرح ہٹنا خصوصاً ایسی تصانیف کے لئے موزوں نظر نہیں آیا جو قوموں کی احیاء صادقہ کے لئے لکھی جاتی ہیں۔

اور تو اور ایسی روایات تک سے حتی الوسع پرہیز کیا گیا ہے، جو کافی سند کے بعد مولود شریف کی عام

marfat.com

کتابوں اور بعض کتب سیر میں درج کردی گئی ہیں یا عوام کی محافل میں گرمیٔ محفل کے لئے بیان کی جاتی ہیں۔

عوام الناس کے متعلق خواہ مخواہ یہ خیال کرلیا گیا ہے کہ وہ پست خیال ہیں۔ اور وہ مذکورہ بالا طرز کو حضر کتاب میں موجود نہ ہو تو توجہ نہیں کرتے۔ لیکن شاہنامۂ اسلام نے ان تمام دلچسپیوں، رنگینیوں اور گرمیٔ محفل کے سازوسامان سے معرا ہونے کے باوجود اس خیال کو باطل ثابت کردیا ہے۔ ہزارہا مرد و زن، بوڑھوں، بچوں، جوانوں نے اس کتاب کو ذوق و شوق حاصل کیا، لاکھوں نے اس کو پڑھا، پڑھایا، سنا اور دوسروں کو سنایا" اور یہ فیض جاری و روز افزوں ترقی پذیر ہے۔

ہزارہا خطوط (ہندوستان کے ہر گوشے سے بلکہ بیرونِ ہند سے بھی جہاں کسی نہ کسی طرح تھوڑی بہت اردو جاننے والے مسلمان موجود ہیں) مصنف کو موصول ہوئے ہیں اور اس امر کے شاہد ہیں کہ جس طبقے کے لئے یہ کام کیا جارہا ہے وہ طبقہ اس کتاب سے اثر پذیر ہے۔

یہی نہیں، بہت سے نئے اور پرانے شاعروں نے اس طرز سخن کو موثر پایا اور متعدد کتابیں اور بیشمار نظمیں اسی طرز پر لکھی گئیں اور لکھی جارہی ہیں۔

ہاں ایک چھوٹا سا طبقہ ضرور ہے جس کو شاہنامۂ اسلام سے چڑ ہے۔ اس طبقے میں مصنف کے بعض ایسے ہمعصر شاعر لوگ ہیں جن کو شاہنامۂ اسلام کی کامیابی میں اپنے فن کی ناکامی کا غلط احساس نہ جانے کیوں پیدا ہوگیا ہے۔ ان میں جو زیادہ تلخ نوا ہیں، فرماتے ہیں: کہ اس قسم کا لٹریچر جو شاہنامۂ اسلام پیش کررہا ہے اور جو صرف مسلمانوں ہی کے لئے مفید ہوسکتا ہے، ہندوستان کی متحدہ قومیت اور خالص پرستش وطن کے تصور کیلئے خطرناک ہے۔ ان بچے وطن پرستوں کا مطالبہ یہ ہے کہ ہر شاعر کا فرض ہے۔ موجودہ دور میں اسلامی روایات کا تمسخر اڑانے اور ہندوستان میں رہنے والی دس کروڑ آبادی کو اپنے ماضی سے بیزار کرنے کے سلسلے میں ان کی تقلید کرے، ان کا بیان ہے کہ اس طرح ہندوستان میں انقلاب آجائے گا۔ اور ان کی لوح مزار پر شاعر انقلاب ایسے حروف میں لکھا جائے گا جس کے پڑھنے والے شاعر اور انقلاب دونوں سے بے خبر ہوں گے۔

marfat.com

میں نے اپنے ان کرم فرما شاعر لوگوں کی زبان و قلم سے بہت کچھ سنا اور برداشت کیا ہے ؎

نہیں عتابِ زمانہ خطاب کے قابل
ترا جواب یہی ہے کہ مسکرائے جا

البتہ بعض لوگ ایسے ہیں، جن کا قول ہے کہ ہم حفیظ سے بہتر توقعات رکھتے تھے۔ یہ شاعی ہیں۔ شاہنامۂ اسلام میں وہ دلچسپیاں کیوں نہیں جو حفیظ کے دوسرے کلام میں نظر آتی ہیں ان کو تعجب ہے کہ حفیظ کو کیا ہو گیا ہے۔ یہ پوچھتے ہیں کہ وہ حفیظ کہاں ہے جس کے ابتدائی کلام پر یہ رائے دی گئی تھی۔

"حفیظ کے قلم کی ایک بے پروا جنبش سے موسیقی کی روح کانپ کر بیدار ہو جاتی ہے۔ قدرت کی رنگینیاں تصویریں بن بن کر سامنے آتی ہیں اور غائب ہو جاتی ہیں، لطافت اور نزاکت شاعری کا جھلملاتا ہوا لباس پہن کر رقص کرنے لگ جاتی ہیں۔ ساون رُت، گھنگھور گھٹاؤں میں کھیلتی ہوئی بجلی، موروں کی جھنکار پپیہوں کی پکار، برسات کی ٹھنڈی ہوا ہوا میں اڑتے ہوئے آنچل آنکھوں میں تمنائے دیدار، فراق کے آنسوؤں کو انتظار کی دھڑکن یہ ایک مستِ کیف شاعری کی وہ دنیا ہے جس میں حفیظ گاتا پھرتا ہے۔ میرے نقاد شاہنامۂ اسلام میں اس رنگ کو تلاش کرتے ہیں، نہیں پاتے۔ تو چرچا فرماتے اور چھپاتے ہیں کہ حفیظ بطور شاعر ختم ہو گیا۔ چونکہ یہ لوگ میرے خیر خواہ ہیں اور یہ چرچا اور چھپانا نیک نیتی پر مبنی ہے، اس لئے زندگی میں پہلی مرتبہ اس توضیح پر مجبور ہوں۔

مذکورہ بالا رائے اوّلین مجموعہ کلام نغمہ زار پر دوسری بے شمار فلغلہ آراتحسین و آفریں کی تحریروں میں سے چنی نہیں گئی، بلکہ ایک محتاط ترین ہمعصر کی رائے ہے۔ یعنی ۱۹۲۹ء میں یہ رائے پروفیسر احمد شاہ بخاری المتخلص بہ پطرس نے دی تھی۔ یاد رہے کہ میں نے شاہنامۂ اسلام کا آغاز ۱۹۲۶ء میں کر دیا تھا۔ گویا ایک ہی سال میں میرا جام سخن رنگینیوں کی شراب مشک بو سے خالی ہو چکا تھا اور گویا وہ کوئی اور ہے جس نے نغمہ زار کے بعد سوز و ساز اور تلخابۂ شیریں کی غزلیں گیت نظمیں لکھ کر میرے نام سے شائع کر دیں۔

شاہنامۂ اسلام جلد اوّل کے دیباچہ میں شیخ سر عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں۔

marfat.com

"اکثر شعراء نے اس شاہنامۂ اسلام، قسم کے بڑے کام بڑھاپے میں اپنے ذمے لئے ہیں۔ حفیظ کے جاننے والوں میں جن کی نظر ان کی وہ نظم گذری ہے جس کا عنوان ہے "ابھی تو میں جوان ہوں" انہیں شاید حفیظ کی شاعری کو اس شان بھگی اور تقدس میں جلوہ گر دیکھ کر تعجب ہو لیکن جو شخص ان کے تخیل کی بلند پروازی سے آگاہ ہے۔ وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ جست حفیظ کے لئے دشوار نہ تھی۔ حفیظ عمر میں جوان ہے۔ مگر شاعری میں بوڑھوں کی صف میں جلوہ گر ہے۔ زود طبیعت سے بسنت اور بہار پر ایسی نظمیں لکھتا ہے جس سے معلوم ہو کوئی شخص جو رنگین مزاجی کے سب مرحلوں سے گذر چکا ہے۔ آپ بیتی باتیں لکھ رہا ہے اور جوانی کو مست اور دیوانی دکھانے میں اپنی کہانی بیان کر رہا ہے۔ مگر یہ صرف اس کی خداداد ذہانت کے کرشمے ہیں، ورنہ زمانے نے اسے اتنی فرصت ہی نہیں دی کہ وہ دنیا کی رنگینیوں کو قریب سے دیکھے یا اس کے مزے لے۔"

یہ آرا میں نے اس لئے نقل نہیں کیں کہ ان سے اپنی مدح و ثناء کا کوئی پہلو پیدا کروں شاعر ہونے کے باوجود مجھ میں اتنی عقل ضرور ہے کہ ثناء خود بخود گفتن کا مصداق نہ بنوں۔ ان اقتباسات سے صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ اگر "ابھی تو میں جوان ہوں" بسنت اور بہار کی نظمیں، رنگین مزاجی کے عملی مراحل سے گذرے بغیر بھی لکھی جا سکتی ہیں۔ اگر جوانی کی مستی اور دیوانہ پن حفیظ کی آپ بیتی نہیں تخیل کی پرواز ہے۔ اور اگر بقول سر عبدالقادر صاحب حفیظ دنیا کی رنگینیوں کے مزے لئے بغیر بھی ایسی نظمیں لکھتا رہا ہے تو اس سے اتنا ضرور ثابت ہے کہ مصنف اگر چاہتا تو عامۃ الناس میں اس کتاب کو اور زیادہ مقبول کرنے کے لئے کہیں نہ کہیں (فرضی ہی سہی) عشق و محبت حسن و ادا یا محیر العقول شان و شکوہ کا اظہار کر کے اپنے کمال منوا سکتا تھا۔ پھر اس نے ایسا کیوں نہیں کیا۔؟

یو پی کے مشہور نقاد اور شاعر پروفیسر رگھوپتی فراق نے، اگست ۱۹۴۱ء میں ایک تقریر براڈ کاسٹ کرتے ہوئے کہا۔

"۱۹۲۹ء سے اب تک سو برس کے اندر حفیظ جالندھری نے ۱۵ ہزار اپنے کلام کے بھیجے ملک کے

سامنے پیش کیے۔ نغمہ زار، سوز و ساز، شاہنامۂ اسلام پہلی جلد، دوسری جلد، تیسری جلد اور مختلف رسالوں میں نئی غزلیں اور نظمیں، لیکن یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ وہ ہمارے گذشتہ پندرہ برسوں کے مشہور شعراء کے کس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں یا بحیثیت مجموعی کون شعراء ان سے متعلق ہیں۔ یا نمایاں طور پر ان سے متاثر ہیں۔ بات جو کچھ بھی ہو لیکن حفیظ کی بہت سی نظمیں ملک میں اس قدر مقبول ہو چکی ہیں۔ زبانوں پر اتنی چڑھی ہوئی ہیں کانوں اور دلوں میں اس طرح گونج چکی ہیں کہ حفیظ کو اس دور کی شاعری سے غیر متعلق ہرگز نہیں کہا جا سکتا، بلکہ اس دور سے ان کا گھنا سمبندھ اور جیتا جاگتا تعلق ماننا پڑتا ہے۔

حفیظ کی شاعری نے جن خوبیوں کی وجہ سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچا۔ ان میں سب سے زیادہ نمایاں خوبی ان نظموں کا سنگیت یا ترنم تھا۔ یہ چیز اکبر، چکبست، اقبال اور جوش ملیح آبادی (یوں کہنا چاہیے) حفیظ سے پہلے کسی شاعر کے یہاں اس رنگ اور اس شکل سے ہمیں نہیں ملتی۔ موسیقی اور شاعری، گیت اور نظم، ترانہ اور ادب کا ایسا میل پہلے دیکھنے میں نہ آیا تھا۔

"شاعر نے ان نظموں کو موزوں کرنے میں ان کو رچنے میں نکھارنے اور سنوارنے میں ظاہر ہے کہ حالی، آزاد، اکبر، چکبست، درگا سہائے، سرور، اقبال بلکہ انیس اور نظیر اکبر آبادی تک کسی نظم گو یا غزل گو شاعر سے اثر نہیں لیا ہے۔!"

دوسرے شعراء نے گیت لکھنے کی بالارادہ کوشش کی۔ وہ گیت کی اسپرٹ میں نہیں ڈوب سکے۔ وہ ہندی گیت کا ٹھوس پن نہیں لا سکے۔ اس لئے ان کے گیت پھیکے بے مغز، ہلکے اور کمزور رہے۔ برعکس اس کے حفیظ جالندھری کے گیتوں اور ترانوں کے مصرعے اور ٹکڑے پر مغز اور بامعنی ہوتے ہیں، رومانی منظر یہ اور ہر طرح کے گیتوں میں حفیظ جالندھری نے سہل ممتنع کی بے لاگ مثالیں دی ہیں۔ کوئی ایسی نظموں کے لکھنے کی کوشش کرے تو معلوم ہو!

"یہ تیاری یہ ابلتی ہوئی اور اٹھلاتی ہوئی جوانی یہ بے تکلف اور بے لاگ رچاؤ اور نکھار۔ یہ شوخ اور چٹیلی رنگینی یہ دھن یہ سریلا پن، یہ رس، یہ لنگ یہ کسک اور یہ انگڑائیاں، ہم کو آج تک کسی اردو شاعر میں اور کہیں نہیں ملتیں معلوم ہوتا ہے کہ مصرعے اور اشعار کہے نہیں گئے ہیں، بلکہ چھلک پڑے ہیں۔"

"حفیظ کی منظر نگاری خاص توجہ کی مستحق ہے۔ موسیقی اور مصوری سنگیت اور چتر کاری کا جو

marfat.com

میل حفیظ کی منظر یہ نظموں میں ہمیں ملتا ہے وہ کم سے کم مجھے تو اور کہیں نہیں ملا۔ یہ سادہ جھلکیاں۔ مناظر کے احساس میں یہ ابھار کی کسک اور مقامی رنگ (LOCAL COLOUR) خاص چیزیں ہیں۔

حفیظ کی غزلوں میں بھی یہی مچلتی ہوئی اور ابھرتی ہوئی جوانی نظر آتی ہے۔ جس میں البیلے پن کے ساتھ وہ ملاوت اور معصومی ہے۔ وہ متوازن الھڑپن ہے وہ جذباتی کیفیتیں ہیں وہ تیور اور مردانہ وار انداز ہیں جو عموماً ہمیں اور شعراء میں نہیں ملتے۔"

فراق صاحب نہ میرے ہم مذہب ہیں نہ ہم وطن۔ میرا ان سے دوستانہ میل جول بھی نہیں نہ خط و کتابت سچ یہ ہے کہ جب میری نظر نے یہ تحریر گذری تو مجھے تعجب ہوا اس لئے کہ جہاں تک اردو شعر و شاعری کے موجودہ دور کا تعلق ہے صوبہ جاتی اور طبقاتی تعصب موجود ہے۔ پارٹیاں بنی ہوئی ہیں اور جو شاعر کسی پارٹی میں نہ ہو اور ہو بھی "یکمال باہر" اس کی کسی خوبی کا اعتراف زبان پر کرنے کی بات ہے!

"رسالہ آواز سے یہ طولانی اقتباس اس لئے کیا گیا ہے کہ یہ ایک بے لاگ ہندو ادیب و نقاد و شاعر کی رائے ہے جو حفیظ سے حسن ظن رکھنے کی وجہ سے حق رکھتا ہے کہ حفیظ اس کے اعتراض یا استفسار کا ٹھنڈے دل سے جواب دے۔

اس تقریر کے آخری حصے میں رگھوپتی فراق فرماتے ہیں۔

"جہاں تک شاہنامۂ اسلام کا تعلق ہے مجھے اور شاید بہتوں کو حفیظ کی شاعری کے اس خاص رنگ اور خاص انداز سے شاہنامۂ اسلام بالکل بے تعلق معلوم ہوتا ہے۔ اگر کوئی اسے بے اختیار ہو کر مراہنے پر تلا ہوا ہو۔ تو اسے جھوم جھوم کر پڑھ سکتا ہے اور اگر حفیظ کی دوسری شاعری کے مقابلے میں شاہنامۂ اسلام کسی کو پسند نہ آئے تو وہ یہ سمجھ لے کہ ملٹن نے فردوس گمشدہ لکھنے کے بعد کئی ایسی چیزیں لکھیں جن میں شعریت سے زیادہ نثریت ہے۔ ہر ایک فطری شاعر کی زندگی میں کبھی کبھی نثریت کا دور بھی آتا ہے۔"

یہ فتویٰ صادر کرنے کے بعد موصوف دریافت کرتے ہیں۔

"کہیں ایسا تو نہیں کہ شاہنامہ اسلام لکھنے میں شاعرانہ جذبے کی جگہ ملی جذبے نے لے لی ہو"

شاہنامۂ اسلام کے بارے میں محترم ناقد نے جس طریق سے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے مجھے اس صاف بیانی سے بجائے ملال کے انتہائی مسرت ہوئی ہے اور یہی وجہ ہے کہ میں نے اس بارے میں کچھ عرض کرنا ضروری سمجھا ہے تاکہ اگر کسی قسم کی غلط فہمی شاہنامۂ اسلام کے بارے میں ایسی آرا کی وجہ سے پھیل سکتی ہے تو اس کا ازالہ ہو جائے۔ شاہنامۂ اسلام شعریت ہے یا نثریت۔ شعریت و نثریت میں کیا فرق ہے۔ یہ صفحات اس بحث کے متحمل نہیں ہو سکتے البتہ اندازہ کرنا چاہیے کہ ہزارہا عوام الناس کا اجتماع بیک وقت سات سات گھنٹے شاہنامۂ اسلام کو ذوق و شوق سے سنتے دیکھا جا رہا ہے۔ آپ فرمائیں گے کہ حفیظ کے پڑھنے کا انداز ہی ایسا ہے۔ بجا لیکن حفیظ سے بہتر انداز سے پڑھنے اور سنانے والوں کے لئے دو تین غزلوں یا ایک ہی نظم کے دوران میں لوگوں کو کھانسی کیوں شروع ہو جاتی ہے۔

میرے دوست یہ حفیظ یا کسی اور کے پڑھنے کا انداز نہیں بلکہ شاہنامہ کے بین السطور میں ایک خاص تاثر ملحوظ رکھا گیا ہے۔ آپ اس کو نثریت کہئے یا شعریت وہ مقصد حاصل ہے جس کے حصول کے لئے اکیس برس سے یہ محنت شاقہ جاری ہے۔ معلوم ہوتا ہے آپ نے جلد اول کے آغاز میں شاہنامۂ اسلام کے مقصد پر نظر نہیں ڈالی ؎

تمنا ہے کہ پھر ان کا لہو اک بار گرماؤں ۔ دل سنگین سخن کے آتشین تیروں سے برماؤں
سناؤں ان کو ایسے ولولہ انگیز افسانے ۔ کرے تائید جن کی عقل بھی تاریخ بھی مانے

کیا فردوسی مرحوم نے ایران کو زندہ
خدا توفیق دے تو میں کروں ایمان کو زندہ

بہر صورت یہ نثریت کبھی ہو تو میں آپ کو اطلاع بہم پہنچا دینا چاہتا ہوں کہ اس کے لئے میری حیات سخن پر کوئی اثر دور نہیں آیا۔ جاگ سوز عشق، کرشن بنسری وغیرہ گیت منظومے، وہ تمام غزلیں جن کو آپ نے رومان

marfat.com

بھری وغیرہ کہا ہے اور جس کے حوالے اپنی براڈ کاسٹ میں دیئے ہیں یعنی وہ سب کچھ جو سوز و ساز اور تلخ و شیریں میں درج ہے۔ ۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۵ء کے درمیانی دور کا کلام ہے۔ اسی دور کا جس میں شاہنامۂ اسلام کی چار جلدیں بھی ظہور میں آئیں یہ کہ ایک فطری شاعر کی زندگی میں کبھی کبھی نثریت کا دور بھی آتا ہے۔ چونکہ بیک وقت ایک شاعر اور نقاد کا قول ہے۔ اس لئے ضرور اور تجربے اور تحقیق پر مبنی ہوگا۔ لیکن کسی فطری شاعر کی افتادِ طبیعت ان دونوں طرز کے ذریعہ اظہارِ سخن پر بھی تو بیک وقت حاوی ہو سکتی ہے۔

کیا آپ کسی ایسے باغبان سے واقف نہیں جو اپنے باغ میں رنگ رنگ کے پھول بھی کھلاتا ہے اور پھل دار درخت بھی لگاتا ہے۔ کیا آپ یہ کہتے ہیں کہ پھولوں کے پودے سنوارنے یا آپ کے الفاظ میں رچنے اور نکھارنے میں تو باغبان کا فن قابلِ تحسین ہے۔ لیکن ثمر آور درختوں کو پروان چڑھانے میں کوئی ہنر نہیں۔ للعجب!

اب آپ کا سوال: کہیں ایسا تو نہیں کہ شاہنامۂ اسلام کے لکھنے میں شاعرانہ جذبے کی جگہ ملی جذبے نے لے لی ہے؟ یہاں میں آپ کی تباہی کا قائل ہوں۔ اب کہیں جا کر آپ کی نگاہ اصل نقطہ پر ٹھہری ہے میں خود بھی اس نکتے کی تمہید کو اسی نقطے پر لا رہا تھا:

جناب پروفیسر رگھوپتی فراق اور اسی قسم کا سوال کرنے والے ان تمام بزرگوں اور دوستوں کی تسلی کے لئے میری جانب سے گذارش ہے کہ بیشک شاہنامۂ اسلام ملی جذبہ ہی سے لکھا جا رہا ہے اور اگر جذبۂ ملی حبِ وطن کے منافی و متضاد نہ ہو تو کسی کے لئے اندیشے کی وجہ نہیں۔

لیکن یہ کہنا کہ ملی جذبہ نے شاعرانہ جذبے کی جگہ لے لی ہے، چست فقرہ نہیں یوں کہنا چاہیئے تھا کہ شاعر نے اپنے جذبۂ ملی کی تسکین کے لئے شعر سے کام لیا ہے۔ باغبان نے ضرورت سمجھی ہے کہ اپنے باغ میں محض پھول اور سبزہ ہی نہیں بلکہ پھل دار درخت بھی لگائے جو سایہ دار بھی ہوں اور پھل بھی دیں۔ آپ کو صرف یہ دیکھنا چاہیئے کہ یہ مقصد پورا ہو رہا ہے یا نہیں۔ آنکھ اٹھا کر دیکھئے۔ اس کڑی دھوپ میں کتنی مخلوق ان گھنے درختوں کی چھاؤں میں آسودہ اور خوشحال ہے۔

اور کتنے بے شمار کام و دہن ہیں جو شاہنامۂ اسلام کے اثمار سے لذت یاب ہیں۔ بے شک شاہنامۂ اسلام

marfat.com

دوسرے کلام سے بہت مختلف ہے۔ یہ اختلاف کیا ہے یہی ناکہ من موہنی صورتیں، کلیوں کے گجرے۔ نازک رسیلی تانیں شوخیاں ناز و انداز، اٹھلاتی ہوئی جوانیوں کی انگڑائیاں۔ اڑتے ہوئے آنچل، بسنت، ساون، ٹھنڈی ہوائیں اودی گھٹائیں، زلفیں اور ان میں جھلکتی ہوئی بجلیاں، آنکھوں میں تمنائے دید اور فراق کے آنسو یا وصال و بغلگیری کی چمکیاں شاہنامہ اسلام میں نہیں ہے۔

یقیناً نہیں۔ اس لئے نہیں ہیں کہ ان کو یہاں نہیں لایا گیا۔ میری اجازت کے بغیر یہ مسخرے کیسے گھس سکتے تھے؟

شاہنامہ اسلام معرکۂ حیات ہے بازیچۂ اطفال نہیں، آپ یہاں کھیل کود کا تصور ہی کیوں کریں۔ دنیائے شعر میں ابھی اتنی وسعت موجود ہے کہ تفریح گھر اور عبادت خانہ الگ الگ تعمیر ہو سکیں۔ دونوں کے خلا ملا کی مجھے تو فی الحال کوئی ضرورت نظر نہیں آتی۔ یہ اصرار کیوں ہے کہ تفریح گھر کی تعمیر و آرائش میں جو ساز و سامان استعمال کیا گیا ہے۔ وہی معبد میں کیوں نظر نہیں آیا۔ کیوں دونوں ایک ہی ڈیزائن پر کاریگر نے نہیں بنائے مسجد میں محراب و منبر کیوں ہے۔ آرکسٹرا کا اسٹیج کیوں نہیں۔ دیواروں پر آیات قرآنی کیوں درج ہیں۔ حسین حسین تصویریں کیوں نہیں، لوٹے اور مصلے بھلے معلوم نہیں ہوتے۔ قطار دار شراب کے کنستر آراستہ کئے جانے چاہئیں۔

اگر آپ اس قسم کے سوال کریں گے، تو میں بہ پاس احترام ہنسوں گا تو نہیں البتہ سر جھکا کر یہ عرض کروں گا کہ حضور یہ مسجد ہے!

میں بے خبر نہیں ہوں، ایسے خیال کی ملتیں موجود ہیں جن کے عبادت خانہ ہی میں سامان تفریح بھی مہیا ہو سکتا ہے۔ لیکن ملت اسلام ابھی ترقی کی اس حد تک نہیں پہنچی۔ وہ اپنی مسجد کو بازیگاہ نہیں بنانا چاہتی اور شاہنامہ اسلام اسی ملت اسلام کے لئے لکھا جا رہا ہے۔

یہ ایک قلعہ ہے۔ جو فولادی اور سنگلاخ بنیادوں پر قائم کیا گیا ہے، اس کی دیواریں پھول پتی سے نہیں اٹھائی گئیں اس کے برج کو فنیم حوادث کا مقابلہ کرنے کے لئے ترتیب دیا گیا ہے۔ ان بھاری پتھروں کی تراش خراش اور ان کو محل مناسب پر جمانے کے لئے جو صنعت اور مہارت استعمال کی گئی ہے

marfat.com

وہ فن شیشہ گری سے الگ ہے اس قلعہ کا حسن اس کے رعب ہیبت اور وقار میں ہے نازکی اور لچک میں نہیں۔ کیوں کہ یہاں نازکی اور لچک کمزوری پر دلالت کریں گے۔ اس قلعہ میں تفریح کا سامان اس قلعہ میں بسنے والوں کے ضبط و نظم اور قواعد و قوانین کی پابندی میں ہے۔

گزار پر بہار میں نرم رو جوئبار کی دلکشی سے کسے انکار ہے۔ لیکن فلک آشنا پہاڑوں کا خاموش رعب و دبدبہ اور دریاؤں کے خزانے میں بھی تو حسن اور نغمہ ہے۔

شاعر کی چشم تصور جب گوکل کا درشن کرتی ہے، تو کانوں میں جمنا کنارے بنسری کی سریلی تانیں بھی آتی ہیں۔ معصوم گوپیوں کے رنگین جھرمٹ میں برجناتھ کا رقص بھی دکھائی دیتا ہے۔ یہاں شاعر کا دل بھی رقص کرتا ہے، اور بے اختیار بنسری بجائے جا کا ہن مرلی والے نند کے لال کا الاپ شروع ہو جاتا ہے۔ پھر یہی چشم تصور جب درۂ خیبر کا نظارہ کرتی ہے۔ تو مہیب ناہموار چٹیل پہاڑوں کے دامن پر بگڈنڈیاں قسمت اقوام کی خونیں لکیریں دکھائی دیتی ہیں۔ اور ؎

یہ بے آباد دہشت ناک وحشت خیز ویرانہ
ہے لاتعداد دشوار انگیز تہذیبوں کا افسانہ

زبانِ حال سے سنانا آغاز کر دیتا ہے۔ آریوں کے دل بادل راہ کی دشواریوں سے بے پروا یہاں سے گذرتے اور زمین ہند پر آسمان بن کر چھاتے نظر آتے ہیں۔ آتش قدم قافلے چھروں کو روندتے اور جلاتے ہوئے رواں دواں محسوس ہوتے ہیں۔ لوٹ مار کرنے والے بھی آباد کار بھی۔ آئینۂ خیال میں یہاں کا گرد و غبار فوج سکندری کی آندھی کا بقیہ معلوم ہوتا ہے۔ فولادی چٹانوں پر سورج کی کرنیں مسلمانوں کی تلوار کی طرح چمکتی ہیں۔ اس چمک سے رعد کا تصور ہوتے ہی نعرۂ تکبیر کی گونج سے چٹانوں کے سینے لرزتے ہیں۔ غزنوی اور غوری تیمور و بابر اور ان کے لشکر گذرتے ہیں اور گذر جاتے ہیں۔ شکوہ و ناموری بھی اقبال بھی۔ لیکن شاعر دیکھتا ہے کہ اس درہ کے پتھر اور کانٹے ہیں کہ منہ راہروؤں کے آبلہ ہائے پا سے

سوغ ہیں، اسی شان و وقار سے قائم و دائم ہیں۔

یہاں شاعر کو کل کی برسات کی پھوار نہیں دیکھتا۔ آموں میں پڑے ہوئے جھولے اور جھولنے والیوں کی رسیلی تانیں نہیں سنتا۔ یہاں کی فضا اور ہے۔ اس لئے تاثرات بھی مختلف ہیں اور ان کے اظہار کے لئے تکنیک بھی الگ۔ یہاں کی فضا ہمہ تن انتظار ہے کہ دیکھیں اب کون راہوار وحشت پر سوار اس درّے کا رخ کرتا ہے، ہاں

نہ اس میں گھاس اگتی ہے نہ اس میں پھول کھلتے ؛ مگر اس زمین سے آسماں بھی جھک کے ملتے ہیں
کوکتی بجلیوں کی اس جگہ چھاتی دہلتی ہے ؛ گھٹا بچکر نکلتی ہے ہوا تھرا کے چلتی ہے

یہ ہیں ایک ہی شاعر کے آرٹ کی دو مختلف تصویریں کیا اپنے اپنے محل و قوع پر دونوں وقیع نہیں؟ شاید میرے نقادوں میں سے کوئی صاحب میری جگہ ہوتے تو گوکل میں کھڑے ہو کر نعرۂ اللہ اکبر بلند فرماتے یا درّہ خیبر سے گذرتے ہوئے حملہ آوروں میں شامل ہو کر بنسری کی تان اڑاتے۔ لیکن مجھے اعتراف ہے کہ میرا آرٹسٹ یہیں ہے۔ آگے چل کر فراق صاحب فرماتے ہیں۔

مجموعی حیثیت سے حفیظ کی شاعری کا کیا مرتبہ ہے۔ اس کے متعلق میں پھر یہی کہوں گا کہ ۱۹۲۵ء کا ہندوستان اور اس وقت نوجوانوں کی تحریک کی جیتی جاگتی رچائی اور سنواری ہوئی تصویر اپنے لمبی کرن منتر کے ساتھ نظر آتی ہے۔ جیسے وندھیاچل کی دیوی کی تیسرے پہر کی جھانکی۔ حفیظ نے اپنی ایک نظم میں جس کا نام ہے تین نغمے ٹیگور اور اقبال دونوں کی شاعری سے کترا کر نکل جانے کی جو راہ نکالی تھی۔ اس کا ذکر بہت اچھے انداز میں کیا ہے۔ لیکن ۱۹۳۸ء اور اس کے بعد کا ہندوستان جوانی کی اس بے فکری اس امنگ اور اس دلفریب انفرادیت سے یا اجتماعیت کے قدیم نظریوں سے گذر گیا جس کی ترجمانی حفیظ نے کی ہے اور خوب خوب کی ہے۔ اب اس جوانی کے فطری جذبات غور و فکر کی اس بلوغیت سے گذر رہے ہیں۔ اجتماعیت کے وہ نئے تجربے اور وہ تقریبے جن سے آج سے چھ سات سو برس پہلے کا ہندوستان بے خبر تھا۔ دوسری حسرتیں، دوسری ناکامیاں، دوسرے خواب ہندوستان

marfat.com

پر آج چھائے ہوئے ہیں۔ اس دور کی ترجمانی اگر حفیظ جالندھری اپنی شاعری میں کریں گے۔ تو وہ چیز فطرتاً رسوز و سازاور شاہنامۂ اسلام سے بھی ذرا مختلف ہوگی۔ پرانی دنیا مر رہی ہے۔ نئی دنیا جنم لینے کی کوشش کر رہی ہے۔ حفیظ کی شاعری کا دور اگر ختم نہیں ہو گیا تو اسے ایک نیا جنم لینا پڑے گا۔

سنہ ۱۹۲۵ء کے بعد کا ہندوستان جس کے نئے تجربے اور نئے خوابوں کا ذکر نقاد نے کیا ہے۔ ان خوابوں کی تعبیر کے طور پر وہ نئی دنیا جو مدت سے جنم لینے کی کوشش کر رہی تھی آج ۱۹۴۷ء میں اس جنم کے درد کی چیخیں ہندوستان کے گوشے گوشے سے سنائی دے رہی ہیں۔ جیسا کہ واضح کر دیا گیا ہے۔ شاہنامۂ اسلام جذبۂ ملی سے لکھا جا رہا ہے۔ لہٰذا وہ لوگ جو اس کتاب کے مخاطب ہیں ہندوستان کے ان نئے خوابوں کی تعبیر اور اس نئی دنیا کے جنم کے درد و کرب میں اپنے لئے اپنے پیشوایانِ ملت ہی کی حیات مبارکہ کے واقعات سے شاہنامۂ اسلام ہی کے ذریعے ان شاء اللہ وہ مواد پائیں گے۔ جس کی ان کو اس پُر آشوب عالم میں ضرورت ہے۔ ان کو معلوم ہو جائے گا کہ جو کچھ آج پیش آ رہا ہے ایسا ہی کچھ بلکہ اس سے بہت زیادہ سرمایہ و اقتدار کی طاقتوں کی طرف سے پونے چودہ سو برس پیشتر ان کے ہادیٔ اعظم اور آپ کے صحابہؓ کرام کو بھی پیش آ چکا ہے۔ بہت ہی سادہ الفاظ میں شاعرانہ ایجاز اور کسی کی دلچسپ آمیزی کے بغیر وہ واقعات نظم کر دیئے گئے ہیں جن سے ایسے مواقع پر زندہ قومیں مشکلات پر غالب آ جایا کرتی ہیں خواہ وہ بے سروسامانی اور اقلیت ہی میں کیوں نہ ہوں۔ لیکن حفیظ دوسرے جنم کا قائل نہیں اسی جنم میں جو نئے نئے نقاب پے در پے نظر آئے اور جو تاثرات ان نقاب پر وارد ہوئے، ان کو شکل دینے میں اس نے کوتاہی نہیں کی لہٰذا پیشتر ہی شائع ہو چکا ہے۔ شاید ہندوستان ان کو موجودہ حالات کے مطابق پائے۔ لیکن شاہنامۂ اسلام میں عرض کر چکا ہوں ایک قلعہ ہے اور قلعے بہت مدت تک قائم رہنے کے لئے تعمیر کئے جاتے ہیں

حفیظ

۱۸ اپریل ۴۷ء

الحمدللہ

اپنی زندگی کے ان آخری مراحل میں جو اندیشہ جان کا عذاب بنا ہوا تھا اللہ کریم نے اپنے رحمۃ للعالمین کی مدح کے صدقے وہ اندیشہ دور کر دیا اور اب میں اس تسلی اور شکر و سپاس کا اظہار کرتا ہوا اپنے سفر حیات کی منزل مراد کو سلام کہوں گا۔

اندیشہ یہ تھا کہ میرا نہ کوئی بیٹا ہے نہ کوئی ایسا عزیز ہے جو میرے بعد میرے قلمی ورثے کا محافظ بھی بن سکے اور ملک و ملت پاکستانیہ تک ہی نہیں دنیا بھر کے ممالک میں جہاں جہاں مسلمان میری نظم و نثر کے شائق ہیں ان تک میری کتب پہنچاتے رہنے کا اہتمام کرے ورنہ جو کچھ میں نے انسانیت اور ملک و ملت کے لئے اپنے خونِ جگر سے مہیا کیا ہے برباد ہو جائے گا۔ میرا سرمایہ میری قلم کاری ہے میری کتابیں ٹھگ سیر بیچنے والے نااہل بازاری کتاب فروش دکاندار جس طرح چاہیں گے چھپوائیں گے اور الگ الگ کھائیں گے اڑائیں گے۔ اپنے لاکھوں قدر دانوں میں مدتوں ایسے اصحاب کی تلاش رہی جو واقعی صادق الوعد و امین .. پر ایمان و یقین رکھتے ہوں۔ آخر کراچی میں میری تلاش نے کامیابی کا منہ دیکھ لیا اور میرا جان لیوا اندیشہ دور ہو گیا۔

marfat.com

قائداعظم کے پرانے رفیق جناب عبدالکریم سومار صاحب مل گئے، میری آرزو سنی اور اسے پورا کرنے کی طرف عملی قدم اٹھالیا اور میرے اس درد کا مداوا کر دیا۔ جناب لطف اللہ خاں مل گئے جن کا وجود، آرٹ، سخنوری اور سخن نوازی میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ جناب شمیم احمد مل گئے جو اسلام کا پیغام جاری رکھنے والی کتب کے پبلشر اور کراچی میں سومار صاحب سے اولین ملاقات کا باعث بنے۔ ان کے ساتھ ہی سید مقدس علی ہیں جو ہر ادبی و اسلامی ثقافتی تحاریک کا بشوق اہتمام فرماتے ہیں۔ خواجہ حمیدالدین شاہد ایم اے حضانہ کو تو میں اپنا صیاد قرار دے چکا ہوں۔ جناب غلام احمد جناب سومار کے عزیز اور کاروبار کے سربراہ ہیں۔ سومار سے مصافحہ ان کے ہاتھ پر ہوتا ہے۔ جناب رحمٰن کیانی جو خود بھی اسلام کے لئے تبلیغ اتحاد و جہاد کے معاملے میں میرے محسن ہیں۔

ان اصحاب نے جناب عبدالکریم سومار کے زیر قیادت ایک ایسا ادارہ قائم کر دیا ہے جو میرے دکھ کا دارو ہے۔ اس ادارے کا نام ہے۔

"ابوالاثر حفیظ جالندھری ٹرسٹ"

یہ ٹرسٹ باضابطہ قائم ہو گیا ہے۔ اس نے میری زندگی میں بھی اور اس دنیا سے جسمانی طور پر کھسک جانے کے بعد بھی میری وہ تمام کتابیں جو متداول ہیں بہترین خوبصورت اور دلکش طرق سے چھپوانے اور مسلسل چھپواتے رہنے کا ذمہ لے لیا ہے اور آغاز شاہنامۂ اسلام

سے کیا ہے۔ میری شائع شدہ تصانیف کے علاوہ وہ تصانیف بھی جو ابھی مسودات کی صورت میں ہیں یہی ٹرسٹ ان کو کتابی صورت میں لائے گا اور میری تحریروں کے ذریعہ سے موجودہ اور آئندہ نسل کے ذہن و قلب میں وہ روشنی پہنچائے گا جو میرے کلام کو سرکار دو عالمؐ کی محبت اور بزرگان دین مبین اور قدمائے شعر و ادب سے ملی ہے اور جن کو میں نے اپنے خون جگر سے رنگین کیا ہے۔

میں ان قدر دانوں کے احسانات کا سپاس گزار ہوں اور دعا کرتا ہوں ؎

بہ شان مہر و مہ تابندہ باشی
الٰہی تا قیامت زندہ باشی

۷۶ برس سے متجاوز اور بیمار
حفیظ

marfat.com

سخن کی قدر دانی زندگانی میں نہیں ہوتی
یہاں جب شمع بجھ لیتی ہے تب پروانہ آتا ہے

marfat.com

بِاسْمِہٖ سُبْحَانَہٗ

شاہنامۂ اسلام

جلد چہارم

باب اوّل

شہادت گاہِ اُحُد پر ایک نظر

ستاروں کی شہادت پر ظہورِ مہرباں ہے — سحر کا رنگ کیا ہے، سُرخیٔ خونِ شہیداں ہے
زمیں اہلِ وفا کے خون سے نمناک ہوتی ہے — تو آزادی یہاں ہل جوتتی ہے بیج بوتی ہے
اُحُد کے داغ دھبے باغباں نے پاک فرمائے — تو پھر ستّر شہید اس میں سپردِ خاک فرمائے

لہ غزوۂ اُحُد میں ستر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ وسلم شہید ہوئے تھے۔ جن میں زیادہ تر انصار تھے۔ (طبری)

marfat.com

عجب ترکیب تھی یہ خاک سے سورج اُگانے کی
زمیں کے زور سے بامِ فلک کو جگمگانے کی

اُٹھے یہ بیج آبِ تیغ سے سیراب ہو ہو کر
ثمر ان میں لگے خورشیدِ عالمتاب ہو ہو کر

شہادت گاہ میں مردانِ حق نے دے کے قربانی
رہا شیطان کے پنجے سے کر دی روحِ انسانی

شہیدانِ اُحد کی تُربتیں

یہ ریگ و سنگ کے تودے یہ قبریں پاکبازوں کی
انہی سے آج دُنیا بس رہی ہے سرفرازوں کی

پیامِ قسمتِ بیدار میں سوئے ہوئے غازی
انہی سے ہے نشانِ سرفروشی ہمیں جانبازی

یہی تھے شمعِ دیں کے اوّلیں پُرسوز پروانے
صداقت کیش غازی بادۂ غیرت کے مستانے

انہی روشن چراغوں سے زمانے میں اُجالا ہے
خُدا کا اور محمدؐ مصطفےٰ کا بول بالا ہے

انہی کے دم سے ہیں دنیا میں صُبحِ عید کے جلوے
مسلمانوں کی کثرت سے عیاں توحید کے جلوے

لہ شہداء بے غسل اسی طرح خون میں لتھڑے ہوئے۔ دو دو ملا کر ایک ایک قبر میں دفن کئے گئے۔ جس کو قرآن زیادہ یاد ہوتا اُس کو مقدم کیا جاتا۔ آٹھ برس کے بعد وفات مبارکہ سے ایک دو برس پیشتر جب آپ اُدھر سے گزرے تو آپ پر بے حد رقت طاری ہوئی۔ اور اس طرح پر درد کلمات آپ نے فرمائے۔ جیسے کوئی زندوں سے مخاطب ہو۔ اُس کے بعد آپ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا۔ کہ اے مسلمانو! تم سے یہ خوف نہیں۔ کہ پھر مشرک بن جاؤ گے۔ خطرہ ہے کہ کہیں دُنیا میں نہ پھنس جاؤ۔ (دیکھو صحیح بخاری)

marfat.com

اُحد میں سو رہی ہے آج بیشک مُشتِ خاکِ اِن کی — مگر گردِ عمل ہے جاگتی ہے جانِ پاک ان کی
صداقت ڈھونڈنے والے فداکاری کی راہوں میں — اسی منزل کو رکھتے ہیں تصوّر کی نگاہوں میں
اِنہی کے جذبۂ ایثار سے لے کر توانائی — غُلامانِ محمدؐ کر گئے دنیا میں آقائی
اُحد کی تُربتیں ہیں حُرّیت کے سنگِ بنیادی — ہے جن پر استوار اسلام کا ایوانِ آزادی
وہ شعلہ جس سے اب تک عشق کی گرمی ہویدا ہے — اسی معنی میں پنہاں ہے اسی صُورت سے پیدا ہے

تکفین و تجہیز

اذانِ صبحگاہی پر کُھلا تھا بابِ مے خانہ[۲] — چلا تھا شام تک اہلِ وفا میں دَورِ پیمانہ

---

[۱] رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہیدانِ اُحُد کی قبروں کی زیارت فرمایا کرتے تھے جب وہاں داخل ہوتے تو شعب کی طرف رُخ کر کے فرماتے:۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ۔ پ۱۳۔ الرعد۔ ع۔ ۲۴۔

یعنی تم لوگوں پر سلام۔ تمہارے صبر و استقامت کے صلے میں کیا خوب ہے دارِ آخرت۔

آپ کی وفات کے بعد خلفائے راشدینؓ بھی اسی طرح ہر سال شہدائے اُحُد کی زیارت کیا کرتے تھے۔

[۲] آپؐ جمعہ کی نماز پڑھ کر مدینہ سے نکلے اور اُحُد کی وادی میں داخل ہوتے تھے۔ لیکن اُس روز جنگ نہیں ہوئی تھی دوسرے روز علی الصبح نماز کے بعد صف آرائی ہوئی تھی۔ اور سارا دن ہنگامۂ جنگ برپا رہا تھا۔ شام کو مغرب سے پہلے کفار پلٹ چکے تھے۔

(تاریخ الخمیس)

نشہ تھا دیدنی اُن خوش نصیبوں کی سعادت کا — نگاہِ لُطفِ ساقی جام تھا جن کی شہادت کا
گرے تھے بادۂ عرفاں سے جو سرشار ہو ہو کر — مقدر جاگ اٹھا تھا اُن کا فرشِ خاک پر سو کر
ہوا البریز جامِ زندگی جن کامیابوں کا — تھا اُن پر فاتحہ خواں ایک جمِ مہ آفتابوں کا
یہ گنجینے محبت کے، یہ اُلفت کے خزانے تھے — محمدؐ اور اصحابِ محمدؐ کے یگانے تھے

لہ اُحد کے معرکے میں ستر مسلمانوں نے جامِ شہادت پیا۔ آنحضرت کے ارشاد پر لاشے فراہم کئے گئے۔ سید الشہداء حضرت حمزہؓ کے جسد مبارک کو ایک چادر میں لپیٹ کر رکھا گیا۔ اور آنحضرت نے اس پر سات تکبیروں سے نماز جنازہ ادا کی۔ پھر دوسرے شہداءؓ حضرت حمزہؓ کے برابر لاکر رکھے جاتے رہے۔ اور نماز جنازہ پڑھی جاتی رہی۔ اب آپ نے ان سب کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ میں ان لوگوں کی شہادت کا شاہد ہوں۔ اور جانتا ہوں۔ جو کوئی خدا کی راہ میں زخم کھائے گا۔ خداوند جل اعلےٰ قیامت کے دن اُسے اس شان سے کھڑا کرے گا۔ کہ اس کے زخم سے خون جاری ہوگا جسکی رنگت تو خون کی ہوگی مگر خوشبو مشک کی آتی ہوگی۔ اسکے بعد دو دو تین تین لاشیں ایک ایک قبر میں دفن کی گئیں۔

(ابن ہشام)

آپ نے شہدائے اُحد پر سلام بھیجا۔ اور اُن کے فضائل بیان فرمائے نیز فرمایا۔ کہ ان کو مُردہ نہ سمجھو یہ زندہ ہیں۔ اور خدا کی طرف سے اُن کے لئے رزق و دلیعت ہوتا ہے قیامت تک جو بھی ان پر سلام بھیجے گا یہ سنیں گے اور اس کا جواب دینگے۔ حضورؐ کے قول کی صداقت کا اندازہ کیجئے۔ چھیالیس برس کے بعد زمانۂ امیر معاویہ میں سیلاب آیا۔ اور شہدائے اُحد کی قبور کھل گئیں۔ اور نعشوں کو دوسری جگہ منتقل کیا گیا۔ تو یہ محیر العقول نظارہ دیکھا گیا۔ کہ سب کے اجسام تر و تازہ اور شگفتہ تھے۔ اور زخموں سے خون جاری تھا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا۔ کہ ہاتھ سینے پر رکھے ہوئے ہٹایا گیا۔ تو سینے کے زخم سے خون فوارہ کی طرح اُبلا۔ ہاتھ چھوڑ دیا۔ تو وہ اسی زخم پر جا رہا۔ خون بند ہو گیا۔

(اخبار الایمان)

اُحُد سے سرورِ عالمؐ کی مراجعتِ مدینہ

دفینے خاک میں دفنا دیے جب اس جماعت نے
دعائے مغفرت کی صاحبِ اوزارِ شفاعت نے

قریشی کافروں سے ہو چکی تھی پاک یہ وادی
مسلمانوں کو یثرب کی طرف اب لے گیا ہادیؐ

لٹایا صحنِ مسجد میں اُحُد کے زخم داروں کو
خدا کے فضل کا مژدہ سنایا دل فگاروں[1] کو

فروکش ہو گئے مردانِ درد آگاہ مسجد میں
کہ خود موجود تھے سرکار عالی جاہ مسجد میں

دُرِ دنداں جبین و شانہ و رخسار زخمی تھے
صحابہؓ سے زیادہ احمدِ مختارؐ زخمی[2] تھے

مگر سرکار کو پروا نہ تھی اپنی جراحت کی
تمنا تھی فقط اصحاب کے آرام[3] و راحت کی

تنِ ہر مردِ غازی اک چمن تھا زخم داری کا
مگر ہر قلب میں تھا ولولہ تیمارداری[4] کا،

کہاں سامانِ جرّاحی نمک تک اس جگہ کم تھا
تسلّی دینے والا ہاتھ ہی زخموں کا مرہم تھا

---

[1] آنحضرتؐ اُحُد سے پلٹ کر مسجد میں داخل ہوئے اور بہت سے زخمی حضرات بھی ساتھ ہی مسجد میں داخل ہوئے۔ وہاں آگ جلائی گئی۔ اور زخمیوں کی مرہم پٹی ہونے لگی۔ (تاریخ العمران)

[2] آنحضرتؐ بہت مجروح تھے۔ رُخسار پُرانوار پر نشان دو حلقہ زرہ کا تھا۔ قریب بُنِ موئے سر۔ اور رُباعیہ یعنی دانت بعد دندان پیش شکستہ تھے! ور لب مُبارک شق تھے اور شانۂ راست اور رانیں چھلی ہوئی تھیں جن کا پوست شگافتہ تھا۔ (سیرت مجددی)

[3] آپ بقدرِ راست چل کر مدینے پہنچے! ور اصحابؓ کی راحت پر بار بار توجہ فرماتے رہے۔ (اخبار الایمان)

[4] مسجد میں نمازِ عشاء پڑھی گئی۔ پھر اصحابؓ نے آگ جلائی اور ایک دوسرے کی تیمارداری میں مصروف ہوئے۔ (رشاد الحکمۃ)

marfat.com

شریکِ حالِ اُمّت، دردمندِ دردمنداں تھا
نگاہِ لطف و احساں دیکھ کر ہر زخم خنداں تھا

بہت سے غازیانِ زخم خوردہ، خون آلودہ
رسول اللہ کے دامانِ رحمت میں تھے آسودہ

بہت جن کو اعزہ لے گئے اذنِ نبیؐ پا کر[1]
نبیؐ کی زخم داری پر مشوش تھے وہ گھر جا کر

اُحد کی افتاد پر مجاہدین کی ندامت

ملالِ حال تھا اُن کو نہ کچھ پروائے آئندہ
نبیؐ کو زخم خوردہ دیکھ کر آنکھیں تھیں شرمندہ

جو رنجورانِ عالم کو پناہیں دینے والا ہو
جو مجبوروں کو آزادی کی راہیں دینے والا ہو

مداوائے غمِ خلقِ خدا مقصود ہو جس کا
برائے دوست دشمن خلق لامحدود ہو جس کا

جو ہر نرغے سے اُمّت کو سلامت لے کے آجائے
وہ اُمّت کی خطاکاری سے خود ہی زخم کھا جائے

وہ جانِ کائنات و شانِ آدم آج زخمی ہو
وہ محبوبِ خدا، وہ صاحبِ معراج زخمی ہو

الٰہی کاش دل مالِ غنیمت پر نہ للچاتے
الٰہی کاش ہم ارشاد والا کو سمجھ جاتے

---

[1] زخم خوردہ اصحاب میں متعدد مسجد ہی میں فروکش رہے کیونکہ آنحضرت بھی مسجد میں تھے۔ مسجد سے باہر دروازے پر جالیاں بشیر کھپرہ رہتے۔ (تاریخ الخمیس)

[2] بنی اشہل اور دوسرے مجاہدین جو اُحد میں زخمی ہوئے تھے۔ آنحضرت نے اُن کے ورثا اور لواحقین کی درخواست پر اجازت گھر جانے اور علاج کرانے کی دے دی تھی۔ (در منثور السیوطی)

اگر مردانِ تیر انداز اُتر آتے نہ ٹیلے سے
تو خالد حملہ کر سکتا نہ قوت سے نہ حیلے سے

اگر عقل و حواس و ہوش پر پردے نہ پڑ جاتے
صدا شیطاں کی سُن کر پاؤں مٹی میں نہ گڑ جاتے

نہ ہوتا یہ تو ایسا جنگ کا اسلوب کیوں ہوتا
بزیرِ آستیں یہ دیدۂ محبوب کیوں ہوتا

وہ شمعِ نور تنہا، اور آندھی فوجِ باطل کی
وہ نخلِ طور تنہا اور یورش موجِ بادل کی

وہ مظلوموں کا یارا آسرا دُنیائے ہستی کا
اُسی پر زور سارے ظالموں کی چیرہ دستی کا

اگر ہوتا نہ وہ حامی، الٰہی آج کیا ہوتا
یہاں پر جبر خلامی، جبر تباہی آج کیا ہوتا

غرض یہ غازیانِ زخم خوردہ دل میں نادم تھے
خُدا نے عفو فرمایا کہ یہ ملت کے خادم تھے

اُحُد کے دن کی سختی سے زیادہ یہ ندامت تھی
کہ یہ افتادان کی رائے میں اپنی ہی شامت تھی

لہ تیر اندازوں کو حضورؐ نے ٹیلا چھوڑنے سے حتمی طور پر منع کیا تھا۔ مگر مالِ غنیمت کے لالچ میں انہوں نے اس حکم کی تاویل کی تھی۔ (ارشاد الحکمۃ)

لہ دیکھو شاہنامہ اسلام جلد سوم۔

لہ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ۔ پ۴۔ آل عمران۔ ع ۱۳ ۵
فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ
شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ۔ پ۴۔ آل عمران۔ ع ۱۳ ۵

اور تحقیق معاف کر دیا گیا تم کو (قرآن)
یعنی پس معاف کر ان کو اور ان کے لئے استغفار کر۔
(اور امر میں) ان سے مشورہ کر۔ (قرآن)

marfat.com

مدینے کی یہ رات اور منافقین

مدینے کی یہ شب کیا تھی، دورنگی کا نظارا تھا
گلی کوچے میں حالِ دوست و دشمن آشکارا تھا

اُحد سے آنے والے سب مجاہد زخم خوردہ تھے
قلوبِ اہلِ ایماں اس نظارے سے فسردہ تھے

کوئی بھی غازیوں میں آج زخموں سے نہ تھا خالی
مگر ان سب کے چہروں سے تھا اظہارِ خوش اقبالی

جو اہلِ صدق تھے محوِ علاجِ دردمنداں تھے
مسلماں غمزدہ لیکن منافق شاد و خنداں تھے

بظاہر یہ منافق تعزیت کرنے کو آتے تھے
مگر طعن و تمسخر سے ہنسی ٹھٹھا اڑاتے تھے

بوقتِ جنگ یہ بزدل شکارِ بدحواسی تھے
گھروں کو لوٹ آئے تھے مدینے ہی کے باسی تھے

اُدھر مجروح تھے مضروب تھے اہلِ وفا بندے
اِدھر مسرور تھے مغرور تھے یہ پُر دغا بندے

مجاہد گھر سے نکلے تھے کہ اپنی جان پر کھیلیں
زمانے پر جو آفت تھی وہ اپنی ذات پر لے لیں

اِدھر یہ ٹھٹھ دلے گھر میں ہنسی ان کی اڑاتے تھے
زبانوں سے دلوں کے باغ پر بجلی گراتے تھے

لہ اُحد کی صف بندی سے پہلے ہی مدینے کے منافق عبداللہ بن اُبی اور اس کے تین سو ساتھی گھروں کو یہ کہتے ہوئے پلٹ گئے تھے کہ یہ جنگ نہیں ہے صریح ہلاکت ہے۔

(دیکھو شاہنامۂ اسلام جلد سوم)

marfat.com

وہ دُنیا بھر کے امنِ عام پر قربان ہوتے تھے
یہ کشتِ زندگانی میں بدی کے بیج بوتے تھے

مُسلماں تھے علمبردارِ آزادی و رافت کے
منافق تھے شریکِ کارِ رقتنے اور آفت کے

سُنا کر من گھڑت خبریں، اُڑا کر جھوٹ افواہیں
سُجھاتے پھر رہے تھے یہ فساد و غدر کی راہیں

یتیموں اور بیواؤں کی یوں کرتے تھے ہمدردی
کہ جس سے سننے والوں میں ہو پیدا مَمتن و نامردی[1]

یہ مقتولوں پہ روتے اور مجروحوں پہ ہنستے تھے
اِدھر پند و نصیحت تھی، اُدھر آوازے کستے تھے

منافقین کی طرزِ گفتگو

ابھی پہلے سے ہم نے کہہ دیا تھا گھر سے مت نکلو
کھُلے میداں میں بہرِ جنگ کرّ و فر سے مت نکلو

ہماری رائے صائب تھی کسی نے بھی نہیں مانی
گھروں سے موت نے نکلی تمہیں یا جوشِ نادانی[2]

---

[1] يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُزًّى لَّوْ كَانُوا عِندَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا

اے اہلِ ایمان تم ان کفر کرنے والوں کی مثال نہ بننا جنہوں نے اپنے بھائیوں سے کہا۔ کہ اگر تم ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے نہ قتل ہوتے۔ پ۴۔ آل عمران۔ ع۱۵

[2] ابن ابی کہتا تھا کہ اُحد کی طرف تمہارا خروج میری رائے کے موافق نہ تھا۔ محمدؐ نے میری رائے کے خلاف کیا اور چھوکروں کا کہنا مانا۔ واللہ میں اس فساد کو دیکھ رہا تھا۔ (طبقات)

marfat.com

ہماری[1] بات کو سُنتے ہماری راہ پر چلتے — تو ننھے ننھے بچے یوں کفِ افسوس کیوں ملتے
ہماری ہی طرح تم بھی پلٹ آتے تو کیوں مرتے — کماتے، مال و زر سے جھولیاں بھرتے مزے کرتے
ہماری ہی طرح اپنے گھروں میں تم بھی آ جاتے — تو ماتم کے یہ بادل کیوں ہمارے شہر پر چھاتے
قریش آئے تھے دیواروں سے ٹکراتے چلے جاتے — قریشی بھائیوں کو ساتھ لے جاتے چلے جاتے
وہ آئے تھے کہ اپنے بھائی بندوں سے بھی کٹ کر — نہیں تھی اہلِ یثرب سے کوئی وجہِ حسد اُن کو
تمہیں نے خود بخود اُن سے عداوت کی بنا ڈالی — ہماری اُن سے راہ و رسم بھی تم نے مٹا ڈالی

مُنافقین کا مہاجرین پر طعن

یہ سب مہمان جو مکّے سے ہجرت کر کے آئے ہیں — مصیبت ہیں کہ اک بھاری مصیبت پال لائے ہیں

---

[1] منافقوں نے اصحاب نبیؐ کو آئندہ باز رکھنے کے لئے ورغلانا شروع کیا۔ وہ ان کو ترکِ رفاقت کا مشورہ دیتے تھے اور کہتے تھے جو لوگ تم میں سے مارے گئے۔ اگر وہ ہمارے ساتھ پلٹ آتے تو کیوں مارے جاتے (شاید اسی کے قرآن میں ان ہی کیلئے آیا اَلَّذِیْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِھِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا یعنی جن لوگوں نے اپنے بھائیوں سے کہا۔ حالانکہ خود بیٹھ رہے تھے۔ کہ اگر وہ ہماری اطاعت کرتے۔ تو قتل نہ ہوتے۔ قرآن نے اس کا جواب دیا کہ اگر تم قول کے سچے ہو۔ تو اپنی جانوں سے موت کو ٹالو۔

[2] ابن اُبَی اور اس کے ساتھ والے یہ کہتے تھے۔ کہ قریش کو ہم سے کوئی مدد نہیں۔ اِلّا یہ کہ ہم نے اُن کے بھائی بندوں کو پناہ دی۔ (ابن اثیر)

marfat.com

یہ اپنی قوم کے مجرم تھے ہم نے دی پناہ ان کو — مسلط کر لیا اپنے سروں پر خواہ مخواہ ان کو
یہ سچ ہے فرض تھا حق میزبانی کا ادا کرنا — مناسب تھا تواضع ہی پہ لیکن اکتفا کرنا
یہاں پر چند دن آرام فرماتے چلے جاتے — ہمیں اسلام کے ارکان سکھلاتے چلے جاتے
مگر تم نے تو پیدا کر لیا رشتہ اخوت کا — کیا یکسر غلط اندازہ اپنے زور و قوت کا
مزے میں ہیں وہ سب گھر بار پایا مال و زر پایا — مگر ہم پر تباہی آگئی ہے، ہم نے بھر پایا

لہ منافقین اور یہود کا قول تھا۔ کہ مکہ سے پہلے محض دین سکھانے کے لئے لوگ آئے۔ پھر پیغمبر یہاں آگیا۔ اور ان کے پیچھے یہ جنگ کا وبال ہم پر آپڑا۔ (تاریخ العمران)

لہ مکہ سے جو مہاجرین مدینہ میں آئے تھے ان میں بہت سے دولتمند اور خوشحال لوگ تھے۔ لیکن ہجرت کرتے وقت کافروں سے چھپ کر نکلے تھے۔ اس لئے قطعاً بے سروسامان تھے۔ مکہ سے کچھ بھی ساتھ نہ لا سکے تھے۔ مدینے کے انصار کے گھرانے ان کی مہمانداری تو کرتے تھے۔ لیکن مہاجرین غیرت مند تھے۔ کب تک مہمان رہتے۔ وہ نذر و خیرات پر بسر کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ دست و بازو سے کام کرنے کے عادی تھے۔ اب ان کے پاس پیسہ نہیں تھا۔ کہ جس سے کوئی کام کاج کر سکیں اس لئے رسول اللہ نے انصار اور مہاجرین میں اخوت کا رشتہ قائم کر دیا۔ اور یہ قرآن کی اس آیت کی تعمیل تھی۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۔ پ۔ الانفال۔ غ۔

جو لوگ ایمان لائے۔ اور ہجرت کی اور راہِ خدا میں جان و مال سے جہاد کیا۔ اور وہ لوگ جنہوں نے ان لوگوں کو پناہ دی اور انکی امداد کی۔ یہ لوگ باہم بھائی بھائی ہیں۔

رسول اللہ مہاجرین اور انصار کے دو آدمیوں کو طلب فرماتے اور ارشاد کرتے۔ کہ تم دونوں بھائی بھائی ہو۔ اس طرح بہت سے لوگوں میں ایسی اخوت قائم ہو گئی جیسے حقیقی بھائی ہوں۔ انصار نے اس رشتہ کا ایسا پاس و لحاظ کیا کہ اپنی آدھی املاک مہاجرین بھائیوں میں تقسیم کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ کوئی انصاری فوت ہوتا تو اس کا ورثہ اس کے مہاجر بھائی کو ملتا تھا۔ (ابن ہشام)

marfat.com

منافقین یہود کے رفیق تھے

یہ اچھا فائدہ ہم کو ہوا اس ربطِ باہم سے
یہودی قوم نے قطع تعلق کر لیا ہم سے

یہودی قوم سے رشتہ مراسم کا تھا دیرینہ
اگرچہ کینہ ور ہیں وہ۔ مگر پوشیدہ تھا کینہ

علی الاعلان اب وہ برسرِ پرخاش پھرتے ہیں
ہماری ابتلائیں دیکھ کر شاداں پھرتے ہیں

یہود ارباب زر بھی ہیں لڑاکے بھی نڈر بھی ہیں
مہاجن ہیں عرب بھر کے لہٰذا با اثر بھی ہیں

یہاں سے کر کے ہجرت جا بسے ہیں ارضِ خیبر میں
نہ سمجھو یہ کہ وہ بیٹھے ہوئے ہیں کمین سے گھر میں

کوئی دن میں وہ اک طوفان بن کر چھانے والے ہیں
ہمارے شہر پر بھاری مصیبت لانے والے ہیں

منافقین کا طرزِ استدلال

اُدھر اک سلسلہ قومِ قریشی سے عداوت کا
نتیجہ ہے ہماری بے محل شانِ مخاصمت کا

سلہ ابن اُبی اور یہود سے بھائی چارہ تھا۔ اور معاہدہ تھا جب یہود نے بار بار مسلمانوں سے عہد شکنی کی۔ تو آنحضرتؐ نے یہود کے بعض قبائل کو مدینے سے نکال دیا تھا۔ منافق ہر وقت ان سے سازش میں مصروف رہتے تھے۔ (طبقات)

سلہ بنی قینقاع اور بنی نضیر جب مدینے سے نکلے تو خیبر میں جا کر آباد ہو گئے اور وہاں سے انہوں نے وسیع پیمانے پر اسلام کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ (تاریخ الامم والملوک) (مصنف)

سلہ جنگ احزاب کی طرف اشارہ ہے جو یہود کی سازش سے برپا ہوئی۔

کچھ اُن کے اقربا کی تم نے یوں مہمانداری کی
اُنہیں گھر بار بخشے، ان سے دولت بھی نچھاور کی

کھلی دعوت ہے یعنی اچھا خاصہ اک بلاوا ہے
نتیجہ دیکھ لو اب تم پہ مہمانوں کا دھاوا ہے

پیمبر ہادیٔ برحق ہے صادق بھی امیں بھی ہے
ہمیں ہے اعتراف اس کا ہمیں اس کا یقیں بھی ہے

مگر سارے عرب کی دشمنی بھی تو بڑی شے ہے
نتیجہ دیکھ لو سارا عرب یثرب کے در پے ہے[1]

پیمبر پر اثر ہے اور نہ قرشی میہمانوں پر
یہ سارا بوجھ ہے اب اوس و خزرج ہی کے شانوں پر

نتیجہ جز تباہی، جز غم و آلام کیا ہوگا
یہ آغازِ اخوت ہے، تو پھر انجام کیا ہوگا

خدا جانے اُحد میں کون جیتا کون ہارا ہے
بظاہر تو ہماری ہی مصیبت آشکارا ہے

ہماری بیوقوفی پر ہر اہلِ ہوش خنداں ہے
کہ ہم پر مدعی سست و گواہ چست آج چسپاں ہے

یہ اچھی جنگ ہے صاحب کہ ہم جانیں گنوا بیٹھے
ہمارے میہماں زندہ سلامت گھر میں آ بیٹھے

ہمارے میہمانوں میں فقط دو تین کام آئے
بہادر اوس و خزرج ہی کے اکثر زیرِ دام آئے

---

[1] انصار و مہاجرین کی اخوت کی طرف اشارہ ہے۔ انصار نے مہاجرین کو اپنی جائدادوں تک میں شریک کر لیا تھا اور بعض یہاں تک آمادہ ہو گئے تھے۔ کہ اپنی دو بیویوں میں سے ایک کو طلاق دے دیں۔ تاکہ اس کا دینی بھائی شادی کر لے۔ (مصنف)

[2] اس بیت میں کہ مدینہ کے انصار نے مسلمانوں کو پناہ دی تھی۔ قریشِ مکہ نے مدینہ کی بربادی کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اور سب تمام متحدہ قبائل میں مخالفت کی آگ بھڑکا دی تھی۔ (سیرت النبیؐ)

marfat.com

جو بچ کر آ گئے ہیں، زخم خوردہ لنگڑے لولے ہیں
مگر خوش ہیں بڑا انعام پایا جس پہ پھولے ہیں

ہماری بات کو سمجھو ہماری راہ پر آؤ
ذرا سوچو، ذرا گنتی کرو، ہم کو بھی سمجھاؤ

اُحد میں لڑنے مرنے والے یار اغیار کتنے تھے
شہیدوں میں مہاجر کتنے تھے انصار کتنے تھے

تمہارا بچ نکلنا بھی بڑی بھاری غنیمت ہے
سبق حاصل کرو تو فتح سے بڑھ کر ہزیمت ہے

خدا اور مصطفےٰ کو ہم بھی ہیں سب ماننے والے
رموزِ دین و دنیا تم سے بہتر جاننے والے

ہمیں معلوم ہے جو حقِ توحید و رسالت ہے
مگر حق پر بھی ناحق جان دے دینا جہالت ہے

انصار کا ایمان

منافق ہر گلی کوچے میں یہ باتیں بناتے تھے
شہیدانِ اُحد کے بیوی بچوں کو ستاتے تھے

مگر ایمان محکم اور محکم ہوتا جاتا تھا
یہ زہر اخلاص کے زخموں کا مرہم ہوتا جاتا تھا

لہ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّا اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۲۲ پ ۲۱ الاحزاب ع ۵

بولے کہ یہ وہی ہے جس کا وعدہ خدا نے اور اس کے رسول نے کیا تھا۔ اور خدا اُس کے رسول دونوں سچے تھے۔ اور اس بات نے اُن کے یقین اور اطاعت کو اور بھی بڑھا دیا۔

marfat.com

نفاق و صِدق میں تفریق پیدا ہوتی جاتی تھی
دلوں کی بات آنکھوں پر ہویدا ہوتی جاتی تھی

نگاہوں سے حقیقت پوش پردے ہٹتے جاتے تھے
رُخِ خورشید سے تاریک بادل چھٹتے جاتے تھے

رسالت کی زباں لَا تَقْنَطُوا فرماتی جاتی تھی
قیامِ دَورِ اسلامی کی ساعت آتی جاتی تھی

اندھیرا مٹتا جاتا تھا، اُجالا ہوتا جاتا تھا
محمد مصطفٰےؐ کا بول بالا ہوتا جاتا تھا

دِلوں کو فکرِ تکمیلِ عزائم ہوتی جاتی تھی
بنائے شوکتِ اسلام قائم ہوتی جاتی تھی

دِلوں میں نورِ قرآنی سرایت کرتا جاتا تھا
مساوات و اخوّت کی ہدایت کرتا جاتا تھا

اِدھر اسلام اپنے معجزے دکھلاتا جاتا تھا
اُدھر شیطان اپنے ساتھیوں کو لاتا جاتا تھا

منافق زہر کی پچکاریاں لیکر نگاہوں میں
پڑے پھرتے تھے گھر گھر میں گلی کوچوں میں راہوں میں

مگر ایمان والے تھے سپاس و شکر کے عادی
نہ گریاں تھے نہ نالاں تھے نہ شاکی تھے نہ فریادی

یہ زخمی شیر زنجیرِ اخوت کے تھے زنجیری
بہم اک دوسرے کی کر رہے تھے سب خبر گیری

شکستہ ہڈیاں جڑتی تھیں گہرے گھاؤ سلتے تھے
فروغِ پنبۂ مرہم سے تن پر پھول کھلتے تھے

پڑے تھے بادۂ جرأت کے لنترانی[1] مسجد میں
کھلا تھا عرشیوں کے میکدے کا باب مسجد میں

---

[1] مسجد نبوی میں بہت سے مجروحین اُحد پڑے تھے جن کی تیمارداری پر آنحضرتؐ بار بار توجہ فرماتے تھے۔ اگرچہ خود مجروح تھے (رشاد الکتب)

marfat.com

باب دوم

شام اُحد کی صبح

مجاہدینِ اُحد پھر راہِ جہاد پر

غمِ شب کٹ چکا تھا جوشِ محفل تھا ابھی باقی
کہ عالی ظرف تھا میخانۂ توحید کا ساقی

ہدایت یاب حاضر تھے حضورِ حضرتِ ہادی
مؤذن کی اذاں نے اب کیا محفل کو گلشن سی

رسالت نے نقیبانِ اُحد کو یاد فرمایا
وہ حاضر ہو گئے تو اس طرح ارشاد فرمایا

لہ حضور علیہ السلام نے غزوۂ احد سے واپس آکر بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ شہدائے احد کے عزیزوں کو اس امر کی اطلاع دے دیں کہ صبح ہوتے ہی شہدائے احد کی تدفین کا حکم کر دیا گیا ہے۔ (واقعات الانصار)

مجاہد جو اُحد کے معرکے میں آج تھے شامل
انیس ہوتا ہے پھر عہدِ جہاد و جنگ پہ مائل

وہ مسجد میں ہوں یا اپنے گھروں میں ہوں کہیں بھی ہوں
شکستہ پا ہوں یا ضرب و جراحت سے زخمی بھی ہوں

پہن کر اسلحہ تیار ہو کر بہرِ جانبازی
صفیں قائم کریں بعدِ نماز اللہ کے غازی

اُحد کی جنگ میں جو لوگ شامل تھے وہی آئیں
جنہیں توفیق ہو زادِ سفر بھی ساتھ میں لائیں

نمازِ صبح پڑھتے ہی مدینے سے نکلنا ہے
تعاقب میں قریشی فوج کے ہم سب کو چلنا ہے

مجروح صحابہ کی جرأت و ہمت

منادی ہو گئی سب نے سنی سب نے خبر پائی
ہوئی گرمِ عمل پھر ناتوانوں کی توانائی

تھکے ماندوں نے راحت بھی نہ پائی تھی کوئی دم کی
ابھی زخموں نے لذت بھی نہیں چکھی تھی مرہم کی

ابھی طیبوں خون آلودہ بھی اُترے نہ تھے تن سے
ابھی اپنا لہو لپٹا ہوا تھا اپنے دامن سے

پیمبر کا یہ حکم آیا جونہی گوشِ سماعت میں
اُٹھا لبیک کہکر ہر کوئی جوشِ اطاعت میں

اُٹھے ہتھیار اُٹھائے اور کمریں باندھتے نکلے
بہ ذوق و شوق سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کہتے ہوئے نکلے[2]

---

[1] حکم ہوا تھا کہ صرف وہی لوگ نکلیں جو کل یعنی روزِ اُحد جہاد و قتال میں حاضر تھے۔ ان کے سوا کوئی نہ نکلے (طبقات ابن سعد)

[2] جب آنحضرتؐ نے دشمنوں کے تعاقب میں اٹھنے اور حاضر ہونے کا حکم دیا ہے وہ جس حالت میں بھی تھا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا بِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ کہتا ہوا اٹھا یعنی ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اللہ اور رسول کی جلد کہ سب زخم خوردہ اور بہت مضروب تھے۔ (طبقات)

marfat.com

جراحت بار تھے رنجور تھے زخمی تھے خستہ تھے
نمازِ صبح میں لیکن یہ بندے دست بستہ تھے

لہو سے سُرخرو تھے آب سے باوضو ہو کر
کھڑے تھے پیشِ حق مجروح بندے قبلہ رُو ہو کر

کھڑے ہو بھی نہ سکتے تھے یہ عالم تھا نقاہت کا
مگر پیشِ خدا ساجد تھا جذبہ اُن کی چاہت کا

عیاں تھا نورِ حُسنِ بندگی بھی صدقِ نیت بھی
وفاداری میں مدغم تھی صہیبؓ کی اذیت بھی

یہی ایمان تھا جس سے بشر کے بخت جاگے تھے
کہ جو معذور تھے وہ بندگی میں سب سے آگے تھے

پیغمبر علیہ السّلام دشمنوں کے تعاقب میں

تھے ان سب سے زیادہ رحمۃ اللعالمینؐ زخمی
دُرِ دندان شکستہ تھے جبینِ مہ جبیں زخمی

نشاں تھے خود کی کڑیوں کے رخسارِ مبارک پر
اثر تھا درد دنداں کا بھی گفتارِ مبارک پر

اسی حالت میں اُمّت کی امامت اُس نے فرمائی
ادائے فرض میں یہ استقامت اُس نے دکھلائی

وہی اک عبدہٗ بیشک وہی انسانِ کامل تھا
کہ فرضِ بندگی میں دوسروں سے بڑھ کے شامل تھا

عبودیت میں تھی مصروف اک مضروب پیشانی
وہ پیشانی دیا اُمّت کو جس نے تاجِ سلطانی

چمکتی تھی دمکتی تھی شعاعِ طُور مسجد میں
کہ بے پروائے ضرب و زخم تھا وہ نورِ مسجد میں

اُسے مقصود کردِ فر نہ رعبِ حاکمانہ تھا
کہ جو شرطِ بندگی ہی شیوۂ پیغمبرانہ تھا

marfat.com

اُسی کو تھا بشر کی چارہ فرمائی کا اندازہ
دماغوں اور دلوں کا باندھنا تھا اس کو شیرازہ

کیا بعدِ نماز اس نے لباسِ جنگ بھی دربر
زرہ آہن کی پہنی اور رکھا خود بھی سر پر[1]

وجودِ پاک گویا اک چمن تھا زخم کاری کا
مگر اللہ اکبر حوصلہ محبوبِ باری کا[2]

اِدھر محراب مسجد میں امامت اس کا حصّہ تھی
اُدھر میداں میں فوجوں کی قیادت اس کا حصّہ تھی

اُمڈ آئی تھی مخلوقِ مدینہ دید کی خاطر
فرشتے آسمانوں سے چلے تقلید کی خاطر

بڑھا جب وہ درِ مسجد سے اسوارِ فرس ہو کر
معیّت میں اٹھی تکبیر آوازِ جرس ہو کر

اُحُد کا زخم خوردہ ہر مجاہد ہمرکاب اس کا
سپہ سالارِ حق تھا وہ، عَلَم تھا آفتاب اس کا

لشکرِ کفّار کی حالت

ہَوس، کینہ، تذبذب

یہاں مظلوم انسانوں کا یہ عزم فداکاری
وہاں تھی ظالموں پر اک تذبذب کی ردا طاری[3]

---

[1] حضرت پیغمبر علیہ السلام اس حال سے برآمد ہوئے۔ کہ مجروح تھے آپ نے نماز تحیۃ المسجد پڑھی۔ لوگ گرد و پیش جمع تھے۔ اس وقت زرہ اور خود پہنے ہوئے سوائے آنکھوں کے سارا جسم اطہر ڈھکا ہوا تھا۔ آنکھوں میں شفقت اور جلال دونوں گویا ایک جگہ جمع ہو گئے تھے۔ (تاریخ العمران)

[2] آپ زخمی تھے مگر بقدر است چل رہے تھے۔ دونوں سعد (سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہؓ) دونوں جانب ساتھ ساتھ جا رہے تھے (تاریخ العمران)

[3] ابوسفیان اور لشکر قریش اُحد سے چل کر روحاء میں آٹھہرے تھے۔ اور اس وقت تک کوئی فیصلہ نہ کر سکے تھے۔ کہ واپس مکے پلٹ جائیں۔ یا پھر مدینہ پر حملہ آور ہوں۔ (تاریخ ارض مقدس)

marfat.com

پھرے میداں سے بے نیلِ مرام اٹھائے آزادی
رہا پھر طائرِ مقصد سے خالی دامِ صیادی

ہٹی یوں فوجِ باطل دینِ حق کے پاسبانوں سے
پلٹ جاتی ہے جیسے موج ٹکرا کر چٹانوں سے

یہ لشکر اپنے ہی ظلم و تعدی سے تھکا ہارا
اُٹھے چل کے رُوحا میں[1] تو شب کو خیام آرا

ندامت تھی درندوں کو بھی انسانی حماقت پر
کہ تازاں تھے یہ انساں وحشیانہ زور و طاقت پر

قبائل مختلف تھے یک زباں تھی انکی بربادی
خلاف اک دوسرے کے سب تھے شاکی اور فریادی

کیے تقسیم سرلشکر نے مشکیزے شرابوں کے
مگر دل تشنہ تھوں تھے ابھی خانہ خرابوں کے

غرور و ناز و شیخی بدزبانی اور نادانی
انہی اطوار کو سمجھے ہوئے تھے فخرِ انسانی

گذاری رات قرشی فوج نے پینے پلانے میں
بہم طعنہ زنی کرنے میں صلواتیں سنانے میں

لشکریوں کا ایک دوسرے کو الزام

سحر کو جب نشے اترے تو بیٹھے مشورہ کرنے
کہا اُلو بنایا ہم کو سرداران لشکر نے

ہم اتنی دُور سے آکر لڑے جنگ آزمائی کی
نتیجہ کچھ نہ نکلا مفت اپنی جگ ہنسائی کی

---

[1] روحاء میں قریشی فوجیوں کو شراب تقسیم کی گئی تھی۔ کیونکہ بہت ہی خستہ اور تھکے ماندے تھے۔ اور بے مقصد لڑائی سے بے دل تھے۔ (تاریخ العرب)

خضب میں تھے ٹپکتا تھا لہو ان کی زبانوں سے
درندے کر رہے تھے شکوہ اپنے گلہ بانوں سے

ہمیں کیا کیا امیدیں آپ لوگوں نے دلائی تھیں
یہ فوجیں کیسی کیسی آرزوئیں لے کے آئی تھیں

نہ شیرب پر ہوئے قابض نہ ہم نے مال و زر لوٹا
پہاڑ اپنی جگہ قائم رہے اپنا ہی سر لوٹا[1]

محمدؐ بھی سلامت ان کے ساتھی بھی رہے زندہ
ہمیں غرقِ ندامت ہیں ہمیں میں آج شرمندہ

ابوسفیان اور دوسرے قائدین کی مشورت

یہ باتیں قوم کی سن کر یہ سارا مدعا پا کر
ابوسفیاں پاس آئے قریشی فوج کے افسر

کہا یہ کیا کیا تم نے کہ یوں واپس پلٹ آئے
مدینہ سامنے تھا الٹے پیچھے ہی کو ہٹ آئے

ہماری فوج کا ہر فرد ہے دل ہی میں کھسیانا
کہ بے مقصد ہوا یہ چل کے آنا اور پلٹ جانا[2]

بہت محوِ ندامت ہیں بہت آتا ہے طیش ان کو
کھٹکتے ہیں دلوں میں سربراہانِ قریش ان کو[3]

---

[1] وہ سب اپنے قائدین سے کہتے تھے۔ کہ تم لوگوں نے محمدؐ کو قتل نہ کیا۔ اور مدینہ کی زنانِ نوخاستہ سے ہم آغوش نہ ہوئے۔ پس تم نے گویا کچھ بھی نہیں کیا۔ (واقدی)

[2] قریش پشیمان تھے۔ رُوحاء میں پہنچکر بعض ابوسفیان کے پاس آئے۔ کہا غلبہ تو حاصل ہو چکا تھا۔ لیکن تم نے اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ چلو واپس تاکہ مدینہ کو لوٹیں اور محمدؐ کو قتل کریں۔ (ابن سعد)

[3] اہل قبائل اپنے سربراہوں سے خفا تھے۔ اُن پر جھپٹتے اور الزام دیتے تھے۔ کہ تم نے ہمیں بہت سی اُمیدیں دلائی تھیں۔ اب واپس کیوں پلٹا دیا؟ (طبری)

marfat.com

ابوسفیاں ذرا سا حوصلہ بھی تم اگر دیتے
مسلماں سب کے سب زخمی تھکاں کر دیتے

ہمیں لازم تھا قتلِ عام کرتے شہر میں جاکر
گھروں میں ان کے جا گھستے فصیلِ شہر کو ڈھاکر

مویشی بھی ہنکاتے، ساز و ساماں بھی اٹھا لاتے
ہم ان کی عورتوں کو لونڈیاں اپنی بنا لاتے

ہماری فوج بھی ہم سب بھی ان باتوں کے طالب تھے
لڑائی کے اخیری مرحلے پر ہم ہی غالب تھے

نہ قیدی اپنے ہاتھ آئے نہ دولت اپنے ہاتھ آئی
کیے کیسے گوارہ فوج خالی ہاتھ پسپائی

یہ غلبہ بے نتیجہ ہے، ادھورا ہے یہ کام اپنا
لہو کے بہہ گئے دریا مگر خالی ہے جام اپنا

چلو چل کر براہِ راست حملہ شہر پر کر دیں
نسب گوہر سے اپنے اشتروں کی خوں میں تر کر دیں

ابوسفیان کا تامل و تذبذب

بنا ہو جس تمدن کی لباسوں کی ستائش پر
جہاں معذور قرباں ہو لفافوں کی نمائش پر

جلو میں جن کے چلتی ہو غلامانہ سرشت ان کی
ہوئی ہو ساتھ ہی جن کے تولد کے زشت آگہی

جہاں نقل و حقیقت میں رہے ضدین کی صورت
جہاں شخصی حکومت میں ہو نصب العین کی حالت

عبارت زیست ہو جن کی لباسوں اور غذاؤں سے
پھلا پھولا ہو جن کا نفس معدے کی ہواؤں سے

وہاں پر اعترافِ صدق کا اظہار بے معنی
وہاں گفتار بیہودہ وہاں رفتار بے معنی

ابُوسُفیاں یہ باتیں سُن کے ہاں ہاں کرتا جاتا تھا
شجاعت باپ دادا کی نمایاں کرتا جاتا تھا

مگر مرعُوب تھا ایمان والوں کے تہوّر سے
لرز جاتا تھا دِل میں اُن کی صورت کے تصوّر سے

نگاہوں میں تھی اصحابِ محمدؐ کی فدا کاری
نہ بھولی تھی ابھی تک حنظلہؓ کی ضربتِ کاری[1]

مگر جرأت نہ پائی اس گھڑی تردید کی اُس نے
کہا جو کچھ کسی نے سر بسر تائید کی اُس نے

ابُوسُفیان کی تقریر

ابُوسُفیان بولا، اے متاعِ ناز جانبازو
جوانو، پہلوانو، تیغ بازو، تیر اندازو

اگر سب کی یہ مرضی ہے تو مَیں بھی مُنہ نہ موڑُوں گا
ادھورا ہے اگر یہ کام پُورا کر کے چھوڑُوں گا

مگر ہم لے چکے ہیں پورا پورا انتقام اپنا[2]
کرے گا اب عرب کا ذرّہ ذرّہ احترام اپنا[3]

جہاں میں بندہ گئی اپنے خداوندوں کی دھاک آخر
ہُوئے تنہا خُدا کے ماننے والے ہلاک آخر

خداوندِ جلیل کی آج ہم نے آبرُو رکھ لی
کہ اس کے دشمنوں نے خوب لذّت مَوت کی چکھ لی

---

[1] دیکھو شاہنامۂ اسلام جلد سوم۔

[2] ابوسفیان سے کوئی بات بن نہ پڑتی تھی۔ مدینے پہ حملہ کرنے کے خیال سے لوگوں کی توجہ ہٹانا چاہتا تھا مگر ڈرتا تھا کہ لوگ کہیں اسی پہ نہ پلٹ پڑیں۔ (احوال الاعراب)

[3] ابوسفیان کہتا تھا ہم نے بدر کا پورا پورا انتقام لے لیا ہے اور عرب میں قریش کا وقار از سرِ نو قائم کر دیا ہے (احوال الاعراب)

marfat.com

یہ ستر آدمی جن کو ہماری فوج نے مارا تھا ان میں سے ہر اک اپنے نبیؐ کی آنکھ کا تارا[1]

ابوسفیان کی شیخیاں

یہ سب تھے ایک نادیدہ خدا کو ماننے والے ہمارے سب خداؤں کو برا گردانتے والے
وہ مصعب جو محمدؐ کا امینِ کار نبتا تھا بڑا جھنڈا اٹھاتا تھا علم بردار نبتا تھا

---

[1] جنگ اُحد میں خاص الخاص شہداء میں سے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے۔ جو مدینہ میں بعد میں اسلام لائے تھے اور جن کے ذریعہ سے اوس و خزرج کے قبیلے مسلمان ہوئے تھے۔ حضرت حمزہؓ حضور سرورِ کائنات کے چچا اور رضاعی بھائی تھے۔ آپ اسد اللہ و رسولہٗ کے خطاب سے مخاطب کیے جاتے تھے۔ انس بن نضر انصاریؓ تھے۔ یہ وہ بہادر ہیں جنہوں نے دیکھا کہ حضرت ہتھیار چھوڑ کر مبہوت کھڑے ہیں پوچھا کیا ماجرا ہے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت انس نے کہا۔ اے عمرؓ مُوتُوا علیٰ مَا مَاتَ عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ یعنی آؤ جہاں رسول نے جان دے دی ہے ہم بھی اسی کام میں اپنی زندگی لگا دیں۔ اب زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ یہ کہکر آگے بڑھے اور شہید ہوئے۔ ان کی لاش پر ۷۰ زخم کاری تھے۔ سعد بن ربیع بھی اُحد میں شہید ہوئے تھے۔ خاتمہ جنگ کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تلاش کے لئے آدمی بھیجے ایک نے دیکھا زخم کھائے ہوئے ہیں اور سانس توڑ رہے ہیں۔ حال دریافت کیا گیا۔ سعد نے کہا مجھ سے تو کچھ نہ ہو سکے لیکن براہ مہربانی رسول اللہ کی خدمت میں میرا اسلام پہنچا کر عرض کر دینا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو وہ بہترین جزا عطا کرے گا جو کسی نبی کو کسی اُمت کی ہدایت پر نہ دی گئی ہو اور قوم کو میری طرف سے کہہ دینا کہ جب تک جھپکنے والی ایک آنکھ بھی تمہارے اندر باقی ہے۔ اس وقت تک اگر دشمن نبیؐ تک پہنچ گیا تو خدا کے حضور میں کوئی عذر پیش نہ کر سکو گے۔ ان ہی شہداء میں عمارہؓ بن زیاد بھی تھے جنہوں نے جان دیتے ہوئے اپنے رخسارے نبی صلعم کے قدموں سے لگائے ہوئے تھے حنظلہؓ بن ابو عامر بھی تھے جن کی شادی اُحد کی صبح سے پہلی شب ہوئی تھی۔ اور وہ بستر عروسی پر سے سیدھے میدان جنگ میں پہنچے تھے۔ (طبری)

marfat.com

وہ باحکا حنظلہؓ وہ نوجواں دُولھا وہ دیوانہ
مجھی پر حملہ کرنے آیا تھا بڑھ کر دلیرانہ

نہ مانا دھمکیاں دیتا رہا میں بار بار اس کو
عروسِ مرگ سے ہونا تھا لیکن ہم کنار اس کو

وُہ یثرب کے رُوسا جو بہت تن تن کے نکلے تھے
محمدؐ کے مددگار و مصاحب بن کے نکلے تھے

اُحُد کی سرزمیں پر اب نرالا کھیت ہے اُن کا
جراحت اور ڈھنا ہے اور بچھونا ریت ہے، اُن کا

وہ حمزہؓ جس کو ایسا ناز تھا اپنی شجاعت پر
کہ تنہا حملہ کرنے دوڑتا تھا ہر جماعت پر

بُریدِ گوش و بینی سے عجب تھا آج حال اُس کا
محمدؐ کو نہ بھولے گا قیامت تک مآل اُس کا

جری سب سے زیادہ حمزہؓ تھا اولادِ ہاشم میں
زمین و آسماں رویا کرینگے اس کے ماتم میں

نہ مُنہ پر گوش و بینی ہے نہ تن میں ہیں جگر گُردے
وہ صورت ہے کہ صورت دیکھ کر مُنہ پھیر لیں مُردے

لہ (دیکھو شاہنامہ اسلام جلد سوم)

ٹہ اشارہ ہے، اس سلوک کی طرف جو ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے سید الشہداء حضرت امیر حمزہؓ کے جسد مبارک کے ساتھ کیا تھا۔

ٹہ حضرت حمزہؓ اپنے زمانے میں ایسے شجیع اور بہادر تھے۔ کہ بعض لوگوں نے آپ کی بہادری کے ایسے ایسے محیر العقول افسانے بنائے جن کے سبب آپ کی حیاتِ مبارکہ عوام الناس میں ایک افسانہ بن گئی ہے۔ داستانِ امیر حمزہؓ کے نام سے ہزارہا صفحات کے رنگارنگ مسلسل افسانے فارسی اور اُردو میں لکھے گئے۔ اور داستان گوؤں نے ان کو اپنے اپنے طول کی مناسبت سے مقامی رنگ دے کر بیان کیا ہے۔ میرا خیال ہے۔ کہ افسانوں کی دُنیا میں کسی اور شخصیت کے متعلق اتنا لٹریچر موجود نہیں ہے جتنا کہ حمزہؓ کے بارے میں صرف اُردو زبان میں موجود ہے۔ اس سے کم از کم یہ امر تو ظاہر ہے کہ حضرت حمزہؓ کی شجاعت اسلامی ممالک میں ضرب المثل رہی ہے اور رستم اسفندیار اور رامائن مہابھارت وغیرہ کی داستانوں کے مقابل مسلمان داستان گوؤں نے ایک واقعی محترم اور تاریخی وجود کو اپنے افسانوں میں مرکزی ہیرو بنا کر مسلمانوں میں اپنی کہانیوں کو بے انتہا وقیع بنا دیا ہے۔

(حفیظ)

marfat.com

شہیدانِ خدا کی یہ ادا سب سے نرالی ہے — میں خوش ہوں یہ ادا میری ہی زوجہ نے نکالی ہے

حضرت علیؓ اور آلِ ہاشم سے عداوت

مجھے آج اپنی زوجہ سے فقط اتنی ندامت ہے — علیؓ ابنِ ابی طالب ابھی زندہ سلامت ہے[۲]
علیؓ پر بھی اگر حمزہؓ کی صورت حرب چل جاتا — تو سورج آلِ ہاشم کا بھی گویا آج ڈھل جاتا
بظاہر اُس پہ صدہا وار ہوتے میں نے دیکھا ہے — ہزاروں سے اُسے دوچار ہوتے میں نے دیکھا ہے
وہ کیسے زندہ ہے میری سمجھ میں یہ نہیں آیا — وہ اٹھا بھی رہا اور زخم کاری بھی نہیں کھایا
مگر خیر آ ہی جائے گی کسی دن اس کی باری بھی — اُسے زندہ نہ چھوڑینگے یہ نیت ہے ہماری بھی
وہ قاتل ہے میرے بیٹے کا میرے رشتہ داروں کا — اسی پر قرض باقی ہے ہمارے سوگواروں کا

---

[۱] ابوسفیان نے اُحد کی شام پکار پکار کر مسلمانوں کو سنایا۔ "آج کا دن بدر کے دن کا جواب ہے۔ فوج کے لوگوں کے ناک کان کاٹ لئے ہیں۔ میں نے یہ حکم نہیں دیا تھا لیکن مجھ کو معلوم ہوا تو کچھ رنج نہیں ہوا۔" (صحیح بخاری ذکر غزوۂ اُحد)

[۲] ہندہ زوجہ ابوسفیان نے وحشی سے کہا تھا کہ محمدؐ حمزہؓ اور علیؓ ان تینوں کو کسی نہ کسی طرح قتل کرنا چاہیئے۔ اس کو علیؓ کی سلامتی کا مدتوں رنج رہا۔ (دیکھو طبری)

[۳] حضرت علیؓ میدان اُحد میں بار بار افواج دشمن پر تنہا جا پڑتے تھے۔ ان کو بھگاتے اور مارتے تھے مگر خدا نے ان کو زخم کاری سے محفوظ رکھا۔ ابوسفیان بلکہ تمام اُمویوں کو حضرت علیؓ سے قتال بدر کے بعد خاص طور پر بغض رہا۔ اور یہ بغض بعد میں بہت سے واقعات خونیں کا باعث بنا۔ (مصنف)

marfat.com

محمدؐ کے صحابہ کی لڑائی دیکھ لی تم نے
وہ زور بازو و تیغ آزمائی دیکھ لی تم نے

ہزیمت دے ہی دی تھی تم کو چھوٹی سی جماعت نے
تمہاری عزتیں رکھ لیں خالد کی شجاعت نے

جو غلبہ تم کو حاصل ہو گیا ہے اس لڑائی میں
نہ ڈالو اپنے ہاتھوں ہی اسے جا کر کھٹائی میں

نکالو فوج کے دل سے خیالِ طمع اندوزی
مناسب ہے اسی غلبہ کو سمجھو فتح و فیروزی

یہ سن کر سب کے سب اک دوسرے کا منہ لگے تکنے
لگے کچھ سر ہلانے اور باہم گالیاں بکنے

معبد خزاعی کا ورود

محبت ہو رہی تھی بات کوئی طے نہ پاتی تھی
ہوس کی موج اٹھ کر دل ہی دل میں بیٹھ جاتی تھی

یہ دن جھگڑے میں گذرا عصر کا ہنگام آپہنچا
اچانک اک خزاعی مرد معبد نام آپہنچا[1]

ابو سفیاں پہ ظاہر ہو گیا اس کے قرینے سے
کہ یہ ناقہ سوار اخبار لایا ہے مدینے سے

کہا صد مرحبا معبد مبارک ہو ترا آنا
ہمیں کچھ مژدۂ تازہ سنا اے مرد مردانہ

مدینے آج چپ سادھے ہے یا آہ و بکا میں ہے
محمدؐ اور محمدؐ کی جماعت کس ہوا میں ہے

---

[1] قبیلہ خزاعہ اس وقت تک ایمان نہ لایا تھا لیکن دل سے وہ اسلام کی طرف دار تھا! اس کارن معبد خزاعی شکست کی خبر سنکر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور واپس جا کر ابو سفیان سے ملا۔ ابو سفیان نے مدینے پر حملہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ معبد نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ تو اس سر و سامان سے آ رہے ہیں کہ ان کا مقابلہ ناممکن ہے۔ (بخاری)

marfat.com

رہینِ صبر دیکھا یا الم کے جال میں چھوڑا
انہیں کس حال میں پایا انہیں کس حال میں چھوڑا

ہم اپنے مرکبوں کو دے رہے ہیں آج پھر کاہ[1]
ارادہ ہے کہ چل کر شہرِ یثرب پر کریں دھاوا[2]

تمہاری رائے کیا ہے، تم بھی آخر اک دلاور ہو
خزاعی قوم میں سب سے بڑے ہو، نام آور ہو

معبد قریش کو ڈراتا ہے

کہا معبد نے اے سردارِ مکہ اے ابوسفیان
جو سچ پوچھو تو اب کوئی نہیں ہے فتح کا امکاں[3]

میں کوئی بات بھی دل سے بنا کر کہہ نہیں سکتا
کہ میرا جھوٹ کوئی دم میں سچ پارہ نہیں سکتا

مسلمانوں کے ستر آدمی مارے گئے ہیں کل
قبائل اوس خزرج کے ہیں اس اُفتاد سے بیکل

وہ مردانِ مدینہ جو نہیں تھے جنگ میں شامل
عزیزوں کی شہادت کا ہے ان کو صدمہ کامل

کوئی بھی شہر بھر میں رات گھر میں تھا نہ آسودہ
مثالِ شعلۂ جوالہ ہیں سب غیظ آلودہ

محمدؐ کے لب و رخسار پر جو زخم آیا ہے
یہ منظر اور بھی طیش و غضب میں ان کو لایا ہے

---

[1] ابوسفیان نے معبد کو دیکھ کر کہا۔ مرحبا معبد تمہارے پیچھے کیا حال ہے۔ ہمارا ارادہ ہے کہ یثرب پر حملہ کر دیں۔

[2] معبد نے کہا اے ابوسفیان تم نے موقع کو کھو دیا اب تو تمہارے لئے کوئی امکان نہیں۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں اگر تم نے تو پلٹو گے اپنی تباہی کی طرف۔ (ارشاد الساری)

[3] معبد نے ابوسفیان کو بتایا۔ کہ میں سیدھا وہاں سے چلا ہوا آرہا ہوں یثرب لشکر میں ہے۔ میں نے کسی کو نہ دیکھا سب پیچھے سب تیار ہو کر خروج کے لئے آمادہ تھے۔ (دیکھو طبری)

قسم ہم نے یہ کھائی ہے کہ اس کا زور توڑیں گے — کسی صورت سے ہو لیکن یہ بدلے کے چھوڑیں گے
ہمارا اور بنی ہاشم کا جھگڑا چک نہیں سکتا — کسی صورت ہمارا ہاتھ اُن سے رُک نہیں سکتا

رسول اللہ کے بارے میں ابوسفیان کے خیالات

محمدؐ کو تو خاصا زخم خوردہ میں نے دیکھا ہے — ابوبکرؓ و عمرؓ کو بھی فسردہ میں نے دیکھا ہے
محمدؐ کے فداکاروں کو تم نے جس طرح مارا — خوشی یہ ہے کہ اُس نے آنکھ سے دیکھا یہ نظارا
وہ تنہا رہ گیا تھا بارہا تم نے اُسے گھیرا — تعجب ہے کہ اُس نے خوفِ جاں سے منہ نہیں پھیرا
گڑھے میں گر گیا زخمی ہوا، رنج و تعب دیکھا — مگر اُس نے نہ جی چھوڑا نہ اُس کو پُرغضب دیکھا
خلط ہے یہ کہ حاصل غیب سے امداد ہے اس کو — سکونِ قلب کا اچھا سا نسخہ یاد ہے اس کو
اگر غیبی کوئی امداد ہوتی زخم کیوں کھاتا — پیمبر تھا تو کوئی معجزہ میداں میں دکھلاتا
مری دانست میں اس کی یہ جرأت انفرادی ہے — وہ صابر اس لئے ہے سختیاں سہنے کا عادی ہے

سلہ حضرت علیؓ کی خلافت اور مابعد کے واقعات کی طرف اشارہ ہے۔ بنی ہاشم سے آلِ اُمیہ کی رقابت تاریخ اسلام کا ایک ایسا باب ہے جس کا اثر آج بھی عام مسلمانوں کی مذہبی اور سیاسی زندگی پر ہے اور نہ جانے کب تک رہے۔ (مصنف)

سلہ اُحد کے بعد قریش اور یہود اور منافقین عام طور پر اس خیال کو پھیلاتے تھے کہ محمدؐ پیغمبر ہوتا تو زخم نہ کھاتا۔ (تاریخ العمران)

marfat.com

برستی میں نے دیکھی بارش تیر و تفنگ اُس پر
چلی تلوار اس پر اور پھینکے تم نے سنگ اُس پر

وہ زندہ ہے تو سمجھو ایک امرِ اتفاقی ہے
کوئی اس کے لئے تیاری مہمیز اور باقی ہے

اگر تم اب دوبارہ حملہ کرنے پر ہو آمادہ
تو یثرب دُور کیا ہے ایک سنگِ پیشِ اُفتادہ[1]

قلوبِ فوج پھر بھی دیکھ لو اِقدام سے پہلے
تفکر اور تدبر شرط ہے ہر کام سے پہلے

صفوان ابنِ اُمیہ کی فہمائش[2]

کہا صفوان نے غلبہ غنیمت جان لو بھائی
پلٹ چلنا ہی حزمت ہے نہ سمجھو اس کو پسپائی

مجھے ڈر ہے کہیں لینے کے دینے ہی نہ پڑ جائیں
کوئی اُفتاد پڑ جائے قدم اپنے اکھڑ جائیں

جو کہتے ہیں رہے محروم ہم مالِ غنیمت سے
بظاہر بے خبر ہیں غلبہ جنگی کی قیمت سے

مدینے پر براہِ راست حملے میں ہے دشواری
وہاں پر ہے مسلمانوں کی جمعیت بہت بھاری

---

[1] ابوسفیان نے کہا یثرب پر عود کرنا کچھ مشکل نہیں۔ وہ بیجور سا ہے۔ لیکن وہاں شاید لڑائی اُلجھ جائے اور ہمارے بہت سے آدمی زخمی ہیں۔ ملک بیگانہ ہے۔ (تاریخ الخمیس)

[2] صفوان ابن امیہ نے قریش کو دوبارہ حملہ کرنے سے منع کیا۔ اس نے کہا اس غلبے کو غنیمت جاننا چاہیے کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اوس و خزرج کے وہ لوگ جو پیچھے رہ گئے تھے۔ جمع ہوں۔ کہا۔ کیا تم بھول گئے کہ پہلے ہی حملہ میں ہمیں تلواروں پر رکھ لیا تھا اور ہم کچھ نہ کر سکے تھے۔ (تاریخ طبری)

نہ پائی دسترس اہلِ ہدایت پر نہ ہادی پر — ابوسفیان خجل تھا کفر کی اس نامرادی پر

بظاہر ساتھ والوں کی تسلی کرتا جاتا تھا
بڑھاوے دیتا جاتا تھا تعلی کرتا جاتا تھا[1]

حمراء الاسد

زخمیوں کی جماعت

ضعیفوں[2]، ناتوانوں، زخمیوں کی فوج کا دستہ — چلا تھا ڈھونڈنے اپنی شہادت گاہ کا رستہ
بڑے مظلوم بندے ظالموں کی جستجو کرنے — شکستہ پا چلے سر کوبیٔ فوجِ عدو کرنے
سپہ بھی زخم خوردہ تھی، سپہ سالار بھی زخمی — مہاجر بھی سبھی مجروح سب انصار بھی زخمی[3]

---

[1] ابوسفیان فوج کو بھگاتا اور بھاگتا چلا جاتا تھا! اور ساتھ ساتھ اعلان کرتا تھا۔ کہ ہم دوسری مرتبہ بڑی جمعیت سے آئیں گے۔ (رشاد الکتب)

[2] ہفتے کے دن یہ واقعہ قتالِ احد پیش آیا۔ اس کی صبح یعنی اتوار کے دن آنحضرت مشرکین کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ (خاتم المرسلین)

[3] بہت سے صحابہؓ کے پاس سواریاں نہ تھیں! اور زخم خوردہ بھی تھے۔ لیکن اسی حالت میں لنگڑاتے ہوئے جا رہے تھے۔ بعض سوار تھے مگر بمشکل اونٹ پر سوار رہ سکتے تھے بعض کو بعض سہارا دے کر لئے جا رہے تھے۔ حالت یہ تھی مگر خوش تھے۔ اور جہاد و شہادت کے آرزومند بعض کو بعض نے اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا تھا۔ کیونکہ وہ چل نہ سکتے تھے۔ (طبری و طبقات)

marfat.com

نہ بے دل تھے نہ شاکی تھے نہ رنجیدہ نہ آزردہ — تعالی اللہ! اُن کا حوصلہ یہ ان کا دل گردہ
ندامت لے چلی تھی اور نہ جوشِ انتقام اُن کو — فقط مدِ نظر تھی دشمنوں کی روک تھام اُن کو

اس تعاقب کا راز

عیاں تھی مخبرِ صادق[1] پہ ہر دو سمت کیفیت — اِدھر اشرار کا فتنہ، اُدھر کفار کی نیت
مبادا لشکرِ گمراہ کو شیطان بہکائے — مبادا راستے ہی سے یہ طوفاں پھر پلٹ آئے
مبادا آپڑے یہ فوج یثرب کے ضعیفوں پر — شرارت دفعتاً دھاوا کرے آکر شریفوں پر

اُحد کے وہ مجاہد بوجھ تھا جن پر ندامت کا — بڑھانا اُن کی ہمت بھی فریضہ تھا امانت کا
بتانا تھا کہ چلنے میں اگر لغزش بھی ہو جائے — تو یہ لازم نہیں انساں مذلت ہی پہ آجائے
دکھانا تھا کہ ہادی کو ہے پورا اعتماد ان پر — جتانا تھا کہ بابِ فرّخی کی ہے کشاد ان پر
اُحد میں لغزشیں تھیں یا خطائیں اضطراری تھیں — یہ چوٹیں پر بنائے خامی و ناپختہ کاری تھیں

---

[1] آپ کو اُحد کے بعد اس کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تاکہ اہلِ مکہ یہ نہ سمجھ لیں کہ مسلمانوں کا حوصلہ پست ہو گیا ہے ساتھ ہی مسلمانوں کو ڈھارس ہو جائے کہ اس تھوڑی سی شکست اور نقصان نے ہماری ہمت اور اولوالعزمی میں کوئی فرق نہیں ڈالا۔ (تاریخ اسلام، باب غزوۂ اُحد)

marfat.com

کسی کو بَین کرتے اور نہ روتے مَیں نے پایا ہے
جوان و پیر کو تیار ہوتے میں نے پایا ہے

مہیا کر چکے ہیں شہر بھر کے اونٹ گھوڑے بھی
کماں بھی، تیر بھی، نیزے بھی تلواریں بھی، کوڑے بھی

سویرے منہ اندھیرے چل چکا ہے شہر کا لشکر
غضب کی فوج، غصّے کا سمندر، قہر کا لشکر

مَیں اُن سے آگے آگے اپنے ناقے کو بھگا لایا
تمہیں کو ڈھونڈتا پھرتا تھا آخر اس جگہ پایا

اگر اونٹ ہے، اُٹھو جلد تر تیاریاں کر لو
نہیں تو آڑ پکڑو، اپنے لشکر کو نہاں کر لو[1]

قریش کے حوصلے پست ہو گئے

یہ سنتے ہی سیہ کاروں کے چہرے پڑ گئے پیلے
بہت اکڑے ہوئے تھے دفعتہً اب ہو گئے ڈھیلے

ابُوسفیاں پکارا، اے معبد یہ خبر کیا ہے
وہ ہم پر حملہ کرنے آ رہے ہیں، تُو یہ کہتا ہے؟[2]

کہا معبد نے اُٹھ کر خود مدینے کی طرف دیکھو
نظر آتا ہے کیا ٹیلوں کے پیچھے صف بصف دیکھو؟[3]

یہ گھوڑوں کے پرے ہیں یا ابابیلوں کے جھرمٹ ہیں
یہ ٹاپیں فرش پر پڑتی ہیں یا لوہے کے ڈھرمٹ ہیں

---

[1] معبد نے کہا اے ابوسفیان وہ لوگ چل چکے تھے جب میں چل نکلا۔ بہتر ہے کہ اپنی جمعیت کو صف آرا کر لو۔ یا کسی آڑ میں ہو جاؤ۔ کیونکہ مقابلہ بہت ہی سخت ہوگا۔ (طبری)

[2] معبد کی بات سنکر ابوسفیان اور دوسرے لوگ ہکے بکے رہ گئے اور بولے۔ وائے تجھ پر اے معبد۔ تو یہ کیسی خبر لایا ہے۔ (طبقات ابن سعد)

[3] معبد نے کہا۔ کیا تم اندھے ہو گئے ہو کیا تمہیں سامنے ان کے گھوڑوں کے سائے نظر نہیں آتے۔ (ارشاد الحکمۃ)

marfat.com

مرے کانوں میں آتی ہے صدا ہر ایک کب کی — کنوتی اور چوٹی تک کی آنکھوں میں ہے سب کی
مسلتی ہیں انہیں اس طرح رانیں شہسواروں کی — کہ نکلی پڑتی ہیں منہ سے زبانیں لہلہاتوں کی

لشکرِ قریش کی بدحواسی اور فرار

سراسیمہ ہوئے یہ سُن کے خیموں سے نکل آئے — نظر آئے انہیں ٹیلوں کے نیچے منظر سائے
دکھائے واہمے نے فوجِ اسلامی کے جیش اُن کو — ہراول لشکرِ جرار کا، سمجھے قریش اُن کو
دیا حکمِ گریز اب جلد ابوسفیاں نے لشکر کو — کہا خیمے گراؤ، یہ جگہ خالی کرو شر کو
چڑھے اونٹوں پہ گھوڑے لے کے کوتل مشرکیں بھاگے — پسِ پیچھے گریزاں تھی سپہ سالار تھا آگے
گھڑی بھر میں یہ لشکر جانبِ مکہ ہوا راہی — اُڑی لیکر گھموں کی سمت مبد کی ہوا خواہی

سلہ معبد نے کہا۔ مجھے تو اُن کے گھوڑوں کی ٹاپیں تک سُنائی دے رہی ہیں۔ کیا تم بہرے ہو۔ (طبقات)

سلہ پس وہ لوگ پھر چلے۔ اس حالت میں کہ مسلمانوں سے دوچار ہونے اور اُن سے مُڈبھیڑ کرنے سے سخت خائف و ترساں تھے۔ (طبقات)

سلہ آنحضرت نے اپنے مخبروں سے کہا۔ خبر لاؤ کہ قریش گھوڑوں پر سوار ہو کر اونٹ ساتھ لئے جا رہے ہیں یا اونٹوں پر سوار ہیں اور خالی گھوڑے ساتھ ہیں۔ اطلاع ملی کہ وہ اونٹوں پر سوار ہو کر چلے ہیں۔ اور گھوڑے کوتل میں سے ہنکائے جائیں گے۔ (تاریخ العمران)

کہا احساس ہو جائے تو بس اتنا ہی کافی ہے کہ وابِ فکرِ آئندہ، گذشتہ کی معافی ہے

مجاہدینِ اسلام کی چھاؤنی

اقلیت چلی جب اکثریت کے تعاقب میں زمانہ غرق ہو کر رہ گیا بحرِ تعجب میں
نشاں ملتا تھا جس جانب اُسے قرشی رسالوں کا تعاقب کر رہا تھا قافلہ ایمان والوں کا
چلے دن بھر صحابہؓ پھر بحکمِ حضرتِ عالیؐ قریبِ شام حمراء الاسد میں چھاؤنی ڈالی
ہوا ارشاد کچھ افراد بہرِ جستجو جائیں قریشی فوج کس عالم میں ہے اس کی خبر لائیں
ابوبکرؓ و علیؓ و سعدؓ خاص اس کام پر نکلے رضا کارانہ اہلِ ہمت و اہلِ نظر نکلے
نمازِ شام ادا فرما کے ہادیؐ نے یہ فرمایا کہ ہے دونوں جہاں میں اہلِ ہمت کا بڑا پایا
جلائے آگ لیشب ہر کوئی کہسار و میداں میں خدا ڈالے گا اس سے رعب قلبِ فوجِ شیطاں میں

۱؎ جنگی مسلمان جب بئر سے قریش کے تعاقب میں چلے تو سارا مدینہ انکی جرأت پر حیران رہ گیا۔ کیونکہ ایسی صورتِ حال تھی جسکی کوئی بھی توقع نہ کرتا تھا۔ (تاریخ العمران)

۲؎ آپ نے مجاہدین احدؓ کے ساتھ دشمنوں کے تعاقب میں حمراء الاسد میں قیام فرمایا۔ ارشاد فرمایا چند آدمی خبر لائیں کہ دشمنوں کی جمعیت کہاں ہے اور انکے کیا ارادے ہیں حضرت علیؓ اور سعدؓ اور بقول بعض انکے ساتھ ابوبکر صدیقؓ متجسسانہ اخبار میں نکلے۔ (طبقات)

۳؎ فرمایا۔ وَخَيْرُ الْأُمُورِ عَوَازِمُهَا۔ بہترین کام اولوالعزمی کے ہیں۔ (حدیث)

۴؎ آپ نے حکم دیا لکڑیاں جمع کرو اور شام کی نماز کے بعد آگیں روشن کرو۔ چنانچہ اس رات پانسو جگہ آگ جلائی گئی اور آگ کی روشنی دور دور تک پھیلی اور یہ بھی دشمنوں کی ہمت پست کرنے کا موجب ہوئی (تاریخ العمران)

marfat.com

جو زخمی ہیں وہ شب بھر آگ تاپیں زخم بندھوائیں
خدا کا نام لیں جو کچھ میسر ہے پئیں کھائیں

یہ سنتے ہی فراہم کر لیا اصحاب نے ایندھن
جلائی آگ ہر اک فرد نے میدان ہوا روشن

نور سے نار کا فرار

قریشی لشکری اس وقت صحرا میں گریزاں تھے
یہ منظر فاصلے سے دیکھتے تھے اور پریشاں تھے

نظر آتے تھے لاتعداد شعلے دور سے ان کو
یہ اندھے تھے اندھیرے میں خدا تھا نور سامان کا

نگاہیں پیچھے پیچھے پاؤں آگے آگے جاتے تھے
مسلط خوف تھا ایسا کہ نالے بھاگے جاتے تھے

مخبرانِ صادقؓ کا بیان

نبوت کی نگاہیں منتظر تھیں ان یگانوں کی
جنہیں تفویض تھی تحقیق قریشی کاروانوں کی

تہجد کا تھا عالم، مخبرانِ حق پلٹ آئے
بڑی تفصیل سے فوجِ قریشی کی خبر لائے

۱؎ قریش جو بھاگے جا رہے تھے۔ پیچھے پلٹ پلٹ کر دور سے اس روشنی کو دیکھتے تھے۔ اور ہر انسانی میں اور آگے بھاگتے تھے
کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ روشنی ان کے پیچھے پیچھے چل رہی ہے۔ (از شاہد الکتہ)

۲؎ سعد ابن معاذؓ حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکرؓ تمام رات تحقیق حالات کرتے رہے اور تہجد کے وقت سرکار
میں پہنچے۔ آپ نماز میں مشغول تھے جب فارغ ہوئے تو بیان کیا۔ کہ قریش بھاگے جا رہے ہیں۔ (از شاہد الکتہ)

خبر لائے کہ تھے وہ یثرب تک ارضِ رُوحا میں
مگر اس وقت بھاگے جا رہے ہیں دشت و صحرا میں

ہمارے اس تعاقب کی ہے بیشک اُن کو آگاہی
بسوئے مکّہ اب وہ تیز رفتاری سے ہیں راہی

گریزاں ہیں قریش اپنے گھروں کی سمت منہ موڑے
سوار اونٹوں پہ ہیں وہ اور کوتل ساتھ ہیں گھوڑے

رسُول اللہ کے ارشادات

رسُول اللہ سُن کر سجدۂ خالق بجا لائے
مخاطب ہو کے پھر اُمت سی یہ الفاظ فرمائے[1]

انہیں کھینچے لئے جاتی ہیں زنجیریں تندّب کی
لہٰذا اب کوئی حاجت نہیں ان کے تعاقب کی

بخطِ راست یہ گمراہ اپنے گھر کو جائیں گے
دوبارہ آئیں گے لیکن کبھی غلبہ نہ پائیں گے

مقدّر ہو چکا ہے جو بھی ہے انجام ظالم کا
کہ ہے مرقوم لوحِ نیستی پر نام ظالم کا

یہ سب ہے عفو و احسانِ خدائے قادر و ناصر
کیا ہے جس نے حملہ آوروں کو خائب و خاسر

تمہیں لازم ہے ہر دم شکرِ خالق کا بجا لانا[2]
اسی کے آسرے چلنا، اسی کی راہ پر جانا

یہاں پر تین دن ٹھہرو علاجِ خستگی کر لو
چلو پھر چل کے دارُالامن سے دل بستگی کر لو

---

[1] رسُول اللہ نے خدا کا شکر ادا کیا اور اُمت سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ قسم ہے اس خدا کی جسکے قبضے میں میری جان ہے کہ تم اُن لوگوں کے لئے مکہ کی شمال نہ تش پذیریں اگر وہ پھر کر چلے جائینگے۔ تو ماند روزہ و دیروزہ کے رفتہ و گذشتہ ہو جائینگے (ارشاد الملک

[2] جب قریش کے بھاگ نکلنے کی خبر پہنچی تو سرکار دو جہاں نے فرمایا۔ کہ یہ اللہ کا کرم ہے۔ اس کا شکریہ ادا کرو (تاریخ العمران)

marfat.com

باب سوم

نبیؐ اپنے مدینے میں

رونے پیٹنے اور ماتم داری کی مناہی

اُحد کے بعد حمراء الاسد پر کر کے ضو بار[1] مدینے میں ہُوا جلوہ فگن خورشید بیداری
رسُول اللہ جب تشریف لے آئے مدینے میں پلٹ آئی امید رفتہ پھر ہستی کے سینے میں
مدینے پر تھا ہر سُو ابر اندوہ و الم طاری بہت سے خاندانوں پر تھا مقتولوں کا غم طاری

[1] حمراء الاسد میں آپؐ تین دن تمام فروکش رہے اس کے بعد مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی (تاریخ ارض القرآن)

جدھر سے بھی گذرتے تھے جنابِ ہادیٔ اکرمؐ
نظر آتی تھی برپا چار جانب اک صفِ ماتم[1]

گلی کوچوں میں، گھر گھر پر تھا عالم سوگواری کا
بکا و نالہ و سینہ فگاری آہ و زاری کا

تسلی رحمتِ عالم نے بخشی رونے والوں کو
شہیدانِ اُحد کی ماؤں بہنوں بچوں بالوں کو

شہیدوں کا احترام

ہوا ارشاد، بیشک قدرتی ہے غم جُدائی کا[2]
مسلماں کو نہیں واجب مگر شیوہ دہائی کا

تمہیں اسلام صبر و ضبط کی تلقین کرتا ہے
صبوری کی خدائے پاک خود تحسین کرتا ہے

شہید اک مقصدِ اعلیٰ کی خاطر دے کے قربانی
نویدِ زندگی لاتے ہیں بہرِ نوعِ انسانی

---

[1] مدینہ میں آہ وزاری اور ماتم برپا تھا۔ گھر گھر سے رونے پیٹنے اور بین کرنے کی آوازیں آتی تھیں۔ اُحد میں شہید ہونے والوں کے بال بچے عزیز و اقارب جگہ جگہ رو پیٹ رہے تھے۔ آپؐ کو عبرت ہوئی۔ آپ نے حمزہؓ کا خیال کیا اور زبانِ مبارک سے نکلا۔ اما حمزۃ فلا بواکی لہ۔ لیکن حمزہؓ کو کوئی رونے والا نہیں۔ انصار نے آپ کے ارشاد کے غلط معنی لئے۔ انصار نے اپنے گھروں میں جاکر اپنی بیویوں اور ماؤں سے کہا۔ کہ جاکر رسول اللہ کے گھر پر حمزہؓ کا ماتم کریں۔ مدینے بھر کے مسلمانوں کی عورتیں آپ کے دولت کدہ پر جمع ہوئیں اور ماتم اور سینہ کوبی کرنے لگیں آپ حیران ہو کر باہر نکل آئے۔ وجہ معلوم ہوئی تو آپ نے سب کا شکریہ ادا کیا۔ ان سب کے حق میں دعائے خیر کی اور فرمایا۔ میں تمہاری مروت اور ہمدردی کا شکر گذار ہوں۔ لیکن فوت ہو جانے والوں پر نوحہ کرنا اور سینہ کوبی وغیرہ جائز نہیں ہے۔ (طبری۔ رشاد الحکۃ تاریخ العمران)

[2] کسی عزیز کے مرنے پر آنسوؤں کے متعلق حضورؐ کا ارشاد تھا کہ یہ وہ رحمدلی ہے جو خدا بندوں کے دلوں میں بھر دیتا ہے۔ اور اللہ بھی اپنے انہی بندوں پر رحم کرے گا۔ جو رحمدل ہیں۔ (کتاب الایمان والنذور)

marfat.com

شہید احسان فرماتے ہیں فرزندانِ آدم پر
لہٰذا ان کا نویدِ امن برساتا ہے عالم پر

بظاہر خاک میں ملتی نظر آتی ہے خاک ان کی
مگر ہے زندہ و پائندہ ہر دم جانِ پاک ان کی

ہمیشہ احترام ان کا فروغِ آدمیت ہے
مگر یہ پیٹنا رونا تو رسمِ جاہلیت ہے

وہ خود بھی مطمئن ہیں مطمئن اُن سے مشیت بھی
عمل بھی قابلِ تقلید ان کا حسنِ تربیت بھی

عمل کا جوش زندہ کر دیا ان جوش والوں نے
جگایا خواب سے غفلت زدوں کو ہوش والوں نے

نہ جانو مُردہ آبِ تیغ کے لذت چشیدوں[1] کو
خدا ضائع نہیں کرتا کبھی اپنے شہیدوں کو

لہٰذا یہ بکا یہ پیٹنا یہ سوگ یہ ماتم
یہ کپڑے پھاڑنا یہ بین کرنا بیٹھ کر باہم

کرو پرہیز ان سے، جاہلیت کی ہیں یہ باتیں[2]
بجائے ان کے لازم شکرِ حق ہے اور مناجاتیں

مسلماں کا شرف یہ ہے کہ صابر اور شاکر ہو
خیال و فعل میں حق ہی کا شاغل اور ذاکر ہو

یقیناً شاق ہوتی ہے جدائی اپنے پیاروں کی
دعائے خیر صحت کرو ان جاں نثاروں کی

---

[1] وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۔ پ۔ البقرہ۔ ع ۱۹

اور جو لوگ اللہ کے راستے میں مارے جائے انہیں مُردہ مت کہو بلکہ وہ اللہ کے پاس زندہ ہیں مگر تم کو خبر نہیں۔

[2] آپ نے یہ کہہ کر پیٹنے کی ممانعت فرمائی۔ فرمایا جاہلیت کی باتیں ہیں ان کو چھوڑ دو۔ جاہلیت میں ماتم سینہ کوبی اور نوحہ کرنا رائج تھا اسلام آنے تک چلتا رہا آپ نے اس کو حرام کر دیا اور صبر و شکر کرنے کی تلقین کی (ادارہ شاہنامہ)

یہ ارشاداتِ والاسن کے لوگوں کو سکون آیا — سمجھ میں معنیٰ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ آیا
ہوا اُمت کا شیوہ آج سے ضبط و شکیبائی — مٹی افسردگی گلزارِ ہستی میں بہار آئی

مدینہ اَمن کی بستی

بہار آئی تو گُل کھلنے لگے صحنِ گلستاں میں — مسرت مسکرائی پھر جبینِ صبحِ خنداں میں
قبولیت کے دامن میں بنائے گھر دعاؤں نے — نویدِ زندگی کے ساز چھیڑے پھر ہواؤں نے
مدینہ اِک چمن تھا پر تو سرکارِ عالیؐ سے — عیاں تھا رنگِ وحدت پتے پتے ڈالی ڈالی سے
بلا گرداں تھے انجم، آسماں محوِ نظارا تھا — کہ اس گلزار میں خورشیدِ وحدتؐ جلوہ آرا تھا
اُحد کے زخمیوں کے زخم بھی کچھ دن میں بھر آئے — تو ہر سُو اَمن و راحت کی عجب جلوے نظر آئے

دارالامان کی کشش

جہاں حسن و صفا ہو عشق بے تابانہ آتا ہے — جہاں بھی شمع روشن ہو وہیں پروانہ آتا ہے

لہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ پ۔ ۲ البقرہ ع ۔ ۱۵

یعنی ہم اللہ ہی کے بندے ہیں ۔ اور اللہ ہی کی طرف جانے والے ہیں۔

بہت سے طالبانِ نورِ حق پروانہ وار آئے
یقین کے ذوق میں وارفتہ آئے بے قرار آئے

حصولِ فقر کے جذبے سے افرادِ جلیل آئے
صداقت پیشہ تھے لینے کو برہان و دلیل آئے[1]

حقیقت میں بہت بیمار تھی انسان کی دنیا
نقیہ و بے کس و لاچار تھی انسان کی دنیا

مدینے میں اہلِ حق کے اشغال

مدینہ کیا تھا؟ اُن بیمار روحوں کا شفاخانہ
جمی تھی صحنِ مسجد میں یہاں بزمِ حکیمانہ

ازالہ ہو رہا تھا اس جگہ ہر اک قباحت کا
یہاں موجود تھا ساماں سکون و امن و راحت کا

یہیں ملتا تھا وہ منظر مساوات و اخوت کا
کہ جس میں رازِ پنہاں تھا مسلمانوں کی قوت کا

فضا میں گونجتی تھی جب صدا اللہ اکبر کی
تو قسمت جاگ اٹھتی تھی یہاں محراب و منبر کی

خدائے پاک کے بندے نہا کر با وضو ہو کر
صفیں شانہ بشانہ باندھتے تھے قبلہ رو ہو کر

---

[1] دور دور سے تلاشیانِ حق مدینہ میں آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچتے تھے اور یہیں کے ہو رہتے تھے۔ سیرت النبیؐ

[2] آنحضرت کے وجودِ مبارک نے یثرب کی آبادی کو مدینۃ النبیؐ مشہور کر دیا آپ سے فیضانِ روحانی حاصل کرنے کیلئے دور دور کے لوگ اپنے مال و متاع کو بیچ کر آتے تھے تاکہ اپنی روحوں کو پاکیزہ کریں۔ (اخبار الایمان)

[3] اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّیُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۔ پ ۲۰ ۔ العنکبوت ع ۷ یعنی دیکھتے نہیں۔ کہ ہم نے ایک بڑا امن مقام ان کے لئے بنا دیا ہے اور اس کے باہر لوگ کا مال یہ ہے کہ ان کے چاروں طرف سے آچک لئے

حلقۂ ذکر[1]

یہ مسجد تھی یہاں سب حاکم و محکوم یکساں تھے
حضوری میں خدا کی خادم و مخدوم یکساں[2] تھے

قیام اِن کا، رکوع اِن کے، سجود انکے قعود[3] اُن کا
دکھاتا تھا کہ ہے کثرت میں بھی واحد وجود اُن کا

عیاں تھا اس جگہ حسنِ عمل بھی حسنِ نیت بھی
ادب بھی، حلم بھی، اخلاص بھی اور آدمیت بھی

خدا کا نام لینا، اتّباعِ مصطفٰے کرنا
ہمیشہ بہرِ مخلوقاتِ خالق سے دعا کرنا

خلوص ان کے دلوں میں، حمد تھی انکی زبانوں پہ
زمیں پر تھے یہ بندے یا فرشتے آسمانوں پر

---

[1] مسجد نبوی میں صحابہ کے دو حلقے قائم تھے۔ ایک حلقہ میں قرآن خوانی ذکر و دعا کا شغل رہتا تھا اور دوسرے حلقہ میں علمی امور پر باتیں ہوا کرتی تھیں آپ نے فرمایا۔ دونو عمل خیر ہیں۔ پھر فرمایا مجھے اللہ نے معلّم بنا کر مبعوث کیا ہے۔ یہ فرما کر آپ حلقۂ علم میں تشریف فرما ہوئے۔

(سیرت النبی)

آنحضرت کی بعثت کا مقصود تزکیۂ نفوس انسانی تھا اور آپ خلوت جلوت نشست برخاست ہر حالت میں انسان کو بہتر انسان بننے کی تلقین بھی فرماتے اور خود اپنے وجود پاک سے اسکی مثال پیش فرماتے تھے۔ اور یہ کام اس طرح ہوتا تھا کہ دل رغبت کے ساتھ اس تلقین کو قبول کرتے تھے۔ آپ صبح کی نماز کے بعد اور اکثر اوقات دوسری نمازوں کے بعد بھی مسجد میں قیام فرماتے۔ اور آپ کے ارد گرد لوگ جمع رہتے۔ اور آپ دینی و دنیوی فلاح کی تلقین فرماتے۔

(اخبار الایمان)

[2] آپ کی مجلس مسجد نبوی میں ہوتی تھی جہاں آنے جانیوالوں کو روک ٹوک نہ تھی۔ صحابہ عقیدت کیش مؤدب بیٹھتے۔ لیکن باہر سے آنے والوں کو حضرت کی نشست میں کوئی امتیاز نظر نہ آتا تھا۔ کیونکہ آنحضرت اور آپ کے حاشیہ نشینوں میں کوئی بھی ظاہری امتیاز نہ تھا۔

[3] اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ۔ پ۔ ال عمران۔ ع۔ ۲۰

(اخبار الایمان)

جو لوگ خدا کا ذکر کرتے ہیں۔ قیام میں اور بیٹھ کر اور اپنی کروٹوں پر۔

marfat.com

دارالامان کے آہن کی صورت و سیرت

مبارک تھی جنہیں ہر صبح، صبح عید حاصل تھی
خدا کا قرب حاصل تھا، نبیؐ کی دید حاصل تھی

بشر بے مثل تھا جس سے بشر کے بخت جاگے تھے
کہ ذوقِ بندگی میں ہادیٔ دیں سب سے آگے تھے

زہے اُمت ملا جس کو محمد مصطفےٰ ہادی
کہ جس کی شرع بھی سادی ہے جس کی وضع بھی سادی

طبیعت سادہ تھی، اطوار سادہ، عادتیں سادہ
کہ ہر چھوٹے سے چھوٹے کام پر تیار و آمادہ

یہ چہرہ صاف آئینہ تھا سینے کی صفائی کا
یہی چہرہ مدینے میں تھا مرکز دلربائی کا

محبت آفریں آنکھیں، محبت آفریں چہرہ
محمدؐ کی حسیں آنکھیں، محمدؐ کا حسیں چہرہ

اسی چہرے سے ماہ و مہر نے تابانیاں پائیں
بہ فیضِ جبہ سائی، نور کی پیشانیاں پائیں

۱؎ حضورؐ کا حلیۂ مبارک شمائل ترمذی اور مسند ابن حنبل وغیرہ کے حوالے سے سیرت النبیؐ میں تفصیل سے مذکور ہے۔

۲؎ حضرت عائشہؓ، ابو سعید خدریؓ اور امام حسنؓ سے روایت ہے کہ کان یخدم نفسہ، یعنی آپؐ اپنے کام خود اپنے دست مبارک سے انجام دیا کرتے تھے۔ کپڑوں میں خود پیوند لگا لیتے۔ گھر میں خود جھاڑو دے دیتے۔ دودھ دوہ لیتے۔ بازار سے سودا خود لاتے۔ اپنا جوتا گانٹھ لیتے۔ اونٹ کو باندھتے۔ اس کو چارہ دیتے۔ خادم کے ساتھ مل کر آٹا گوندھتے۔ مہمان کی خدمت سے مامور ہو کر دینے سے باہر جاتے۔ ان کے گھروں کی ضروریات خود مہیا فرماتے۔ ایک چھوٹے بچے کے کام کر دیتے۔ بچے کی ماں کہتیں یا رسول اللہؐ! میرا یہ کام ہے آپ خود اٹھ کھڑے ہوتے اور انجام کر دیتے ایک صحابی کی روایت ہے کہ

ولا یانف ان یمشی مع الارملة والمسکین فیقضی له الحاجة (بخاری، ابن ماجہ، دارمی)

marfat.com

وہ خورشیدِ رسالت صبح خنداں جس کی پیشانی
وہ پیشانی مقدر کے ستارے جس سے نورانی

وہ نورانی ملاحت، نورِ حق کی جس میں تابانی
وہ تابانی ہویدا جس سے صد تائیدِ ربانی

وہی محبوبِ سبحانی یہاں جانِ نظارہ تھا
نگاہوں میں بسا تھا اور دلوں میں جلوہ آرا تھا

برستی تھی نویدِ آسمانی اُس کے ہاتھوں سے
مروّت اس کے ہاتھوں مہربانی اُسکے ہاتھوں سے

حلقۂ دَرس، اصحابِ صُفّہ

تمنائیں برآتی تھیں یہاں ذوقِ عبادت کی
یہاں پیشانیوں پر مُہر لگتی تھی سعادت کی

بہت سے طالبانِ حق گھروں کو چھوڑ کر نکلے[1]
جہانِ ماسوا سے رشتے ناطے توڑ کر نکلے[2]

فقط اللہ واحد کی رضا مطلوب تھی اِن کو
فقط دنیا میں حُبِّ مُصطفےٰ محبوب تھی اِن کو

انہیں پروائے زینت تھی نہ دولت سے علاقہ تھا
لباس ان کا تھا غیرت ان کا دامن فقر و فاقہ تھا[3]

---

[1] بہت سے لوگ ہجرت کر کے مدینے ہی میں آبستے۔ آنحضرت اُن سے مدینے ہی میں بسنے کی بیعت لیتے تھے۔ (بخاری اور ابنِ ہشام وغیرہ)

[2] چند لوگوں نے اپنی زندگی صرف عبادت اور پیغمبر علیہ السلام سے تربیت حاصل کرنے کیلئے وقف کر دی تھی ان لوگوں کے بال بچے نہ تھے جب شادی کر لیتے تھے اس حلقے سے نکل آتے تھے۔ ان میں سے کچھ لوگ جنگل میں جاتے لکڑیاں چن لاتے بیچتے اور اپنے حلقے والوں کیلئے اس سے کھانا مہیا کرتے۔

[3] ان کی غربت انتہا تک پہنچی ہوئی تھی ان میں سے کسی کے پاس ایک چادر کے سوا کوئی لباس نہ تھا جس کو گلے سے اس طرح باندھ لیتے تھے کہ ستر ٹخنے تک چھپ جاتا تھا اکثر انصار کھجور کی پھل دار شاخیں توڑ کر لاتے یہ لوگ ان شاخوں کو صُفّہ کی چھت میں لگا لیتے۔ جو کھجوریں پک کر نیچے گرتیں کھا لیتے کبھی دو دو دن ان کو کھانے کیلئے نہیں ملتا تھا (اخبار الایمان)

یہ آئے تھے یہاں پر اکتسابِ نُور کرنے کو
اشاعت نُورِ قرآں کی قریب و دُور کرنے کو

حضورِ مصطفےٰ لائے تھے یہ کاسے گدائی کے
بلاوہ کچھ کہ قاسم بن گئے ساری خدائی کے[1]

طلوعِ صبحِ مشرق کو ملی پائندگی اِن سے
ہُوا مغرب غریقِ موجۂ شرمندگی ان سے[2]

اصحابِ صُفّہ کی شان

ملی خاکسترِ یونان کو تابندگی ان سے
معلُوم مُردۂ ماضی میں آئی زندگی ان سے

یہی اصحابِ صُفّہ عکس تھے انوارِ رحمت کے
وہ دیدہ پاک تھے اُن کے مکاتب درسِ حکمت کے

فروغِ علم سے لبریز تھے ایماں کے پیمانے
لُنڈھاتے پھر رہے تھے خُم کے خُم اللہ کے دیوانے

بظاہر بے سر و ساماں تھے اور آفت کے مارے تھے
مگر اصحابِ صُفّہ سرورِ عالم کے پیارے تھے

توجہ کھینچتے کس طرح دنیاوی اُمور اِن کی
قلوب ان کے غنی تھے اور فطرت تھی غیور ان کی

ظواہر اور زواید سے تھی یکسر اِن کو بیزاری
خدا و مصطفےٰ ہی اِن کی دولت تھی بڑی جاری

جو حاصل تھا اِنہیں حاصل نہیں تھا بادشاہوں کو
میسّر تھی کہاں یہ سرفرازی کجکلاہوں کو

---

[1] اسلام کی اشاعت کیلئے یہی لوگ بھیجے جاتے تھے بغزوہ معونہ میں انہی میں سے ستر آدمی اسلام سکھانے کے لئے بھیجے گئے تھے (زرقانی)

[2] اصحاب صُفّہ میں سے اکثروں نے اسلام کی دُور دُور اشاعت کی اور مشرق و مغرب میں علم کی روشنی پھیلائی۔ حضرت ابوہریرہؓ بھی انہی لوگوں میں سے تھے۔ (اخبار الاخیار)

لرز جاتے تھے ان کے رعب سے دل تاجداروں کے
پیادے تھے مگر قامت تھے اسلامی سواروں کے

عبودیت کے سجدے اس لئے تھے نقشِ پیشانی
کہ یہ اک روز ٹھکرائیں گے اٹھ کر تاجِ سلطانی

یہ بندے تھے پناہِ دردمنداں کی پناہوں میں
پناہیں دیتے پھرتے تھے یہ دنیا بھر کو راہوں میں

لکھا کرتے تھے ان کے ہاتھ پر دانے معافی کے
کیا کرتے تھے یہ تقسیم جوہر طبعِ صافی کے

پیامِ زندگانی زندگانی کو سناتے تھے
اجل پر حملہ کرنے کو مسیحا بن کے جاتے تھے

انہی کی ذات سے ملتی تھی دنیا کو نوید اکثر
زبانیں ان کی بنتی تھیں عدالت کی کلید اکثر

جلاتے تھے بشر کے قلب میں شمعِ امید اکثر
یہی اصحاب تھے، حفاظِ قرآنِ مجید اکثر[1]

یہ بندے زندگانی ہی میں تھے اللہ سے واصل
کہ ان کو دولتِ حبِ رسول اللہ تھی حاصل

طوافِ شمع کرتے تھے نبوت کے یہ پروانے
نگاہیں ان کی فرشِ راہ تھیں دل ان کے نذرانے

---

[1] اصحاب صفہ میں سے اکثر مسکینوں اور اپاہجوں کی رضاکارانہ امداد کرتے تھے۔ ہر بیمار کی خبر گیری کرتے تھے اور جہاں بھی کسی کو امداد کا مستحق سنتے حاضر ہو جاتے تھے عرب میں لکھنے پڑھنے کا رواج بہت کم تھا لیکن اسلام تو تحریر و کتابت کا فن بھی گویا ساتھ لیکر آیا تھا سب سے بڑی ضرورت قرآن مجید کے ضبط و تدوین کی تھی اس بنا پر آنحضرت نے شروع ہی سے کتابت کی ترویج کی طرف توجہ فرمائی۔ اصحاب صفہ کو جو تعلیم دی جاتی تھی۔ اس میں لکھنا بھی شامل تھا۔ مدینے میں یا اردگرد جہاں بھی سن پاتے کہ کوئی بیمار ہے اصحاب صفہ میں سے لوگ جاتے اور اس کی تیمارداری کرتے۔ موت ہو جاتی تو تجہیز و تکفین کا انصرام فرماتے۔ اکثر اصحاب صفہ ہی میں سے قرآن کے حفاظ اور قاری ہوتے۔
(دیکھو اخبار الایمان)

marfat.com

نبیؐ کو ان کی پاسداری تھی

یہ مسجد میں ہمیشہ حاضرِ دربار رہتے تھے
بہ نکتہ اکتسابِ دولتِ دیدار رہتے تھے

وفورِ اشتہائے علم اور جذبہ قناعت کا
نبیؐ کو پاسِ خاطر کیوں نہ ہوتا اس جماعت کا

یہ ان کا زہد، ان کا فقر فاقہ۔ ان کی مسکینی
یہ ان کا رنگِ استغنا، یہ ان کی خدمتِ دینی[1]

نہ انداز خوشامد تھا، نہ کچھ طرزِ رعونت تھی
نہ آنکھوں میں لجاجت تھی، نہ چہروں پر شونت تھی

بلند ان کی نگاہیں فقر تھا ان کے شمائل میں
رسولؐ اللہ اکثر بیٹھتے تھے ان کی محفل میں

روا رکھا نہ جاتا تھا کوئی بھی امتیاز ان سے
یہ بندے خاص تھے، مسرور تھا بندہ نواز ان سے

جب ان کی صف میں شامل آپ خود بھی کملیؐ والا ہو
جہاں میں رتبہ اصحابِ صفہؓ کیوں نہ بالا ہو

---

[1] یہ لوگ پاؤں توڑ کر نہیں بیٹھتے تھے بلکہ جنگل میں جا کر لکڑیاں چن لاتے تھے۔ اور ان کو بیچ کر آدھا خیرات کر دیتے تھے۔ آدھا اخوان طریقت میں تقسیم ہوتا تھا۔ رسول کریمؐ اکثر اصحاب صفہؓ کے درس میں جا کر بیٹھتے تھے اور ان کو مرکب رکھتے تھے مشکوٰۃ کتاب العلم میں روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرتؐ مسجد تشریف لے گئے۔ اس وقت اس مسجد میں دو حلقے تھے حلقۂ ذکر اور حلقۂ درس۔ آنحضرتؐ حلقہ درس میں جا کر بیٹھ گئے۔ (سیرت النبیؐ)

باب چہارم

سلسلۂ سرایا[1]

دشمنانِ اسلام کی دغابازیاں اور تباہ کاریاں

دارالامان پر چاروں طرف سے حملے

اُدھر دارالاماں تھا اور نویدِ دورِ خوش حالی
اُدھر چاروں طرف فتنہ فساد و جور و پامالی

جہاں بھر میں محمدؐ کا مدینہ ایک بستی تھی
جہاں راحت کا دورہ تھا جہاں رحمت برستی تھی

---

[1] سرایا جمع ہے سریہ کی۔ سریہ کہتے ہیں اُس جماعت کو جو دشمنوں کی روک تھام یا ارشاد و ہدایت کے سلسلے میں آنحضرتؐ نے مدینے سے باہر بھیجی ہو جس میں پیغمبر خود بنفسِ نفیس شامل نہ تھے اور غزوہ اس کو کہتے جس میں حضورؐ شامل تھے۔

marfat.com

منافق اور یہود اب تک اگرچہ خارِ دامن تھے
مگر مالی کی ہمت سے گل و گلزار دامن تھے

منافق اور یہود اپنی دغابازی پہ قائم تھے
دلوں میں سنگ و آہن تھے مگر زبانوں سے ملائم تھے

مگر فرما رہے تھے چشم پوشی حضرتِ ہادیؐ
کہ صلح و عفو تھا اسلام کا آئینِ آزادی

ڈکیتی قتل و غارت چیرہ دستی اور تبہ کاری
مسلط تھی عرب پر انتہائی ذلت و خواری

اُحد میں دیکھ کر غلبہ قریشی قتل و غارت کا
عرب کے ہر قبیلے کو خیال آیا شرارت کا

مسلمانوں کو سارے ملک نے کمزور گردانا
خدا ان کا توانا ہے کسی نے یہ نہیں جانا

یہ سب رہزن قبیلے اور بھی خونخوار ہو ہو کر
کمیں گاہوں میں بیٹھے جا بجا تیار ہو ہو کر

۱؎ یہود کے تین قبیلے قینقاع۔ نضیر۔ قریظہ۔ مدینے کی حوالی میں چھوٹے چھوٹے قلعوں میں رہتے اور مدینے میں کاروبار کرتے تھے۔ منافقین مدینہ کے وہ لوگ تھے۔ جو بظاہر مسلمان ہو گئے تھے۔ مگر مارِ آستین تھے۔ شاہنامۂ اسلام جلد دوم و سوم میں ان پر روشنی ڈالی جا چکی ہے۔

۲؎ یہود حاسد تھے اور مسلمانوں کو نیچا دکھانا چاہتے تھے۔ منافقین ادھر یہود سے ساز باز رکھتے ادھر قریش اور دوسرے قبائل سے مسلمانوں کی جاسوسی کرتے تھے۔ رسول اکرم نے اگرچہ یہود سے امن کا معاہدہ کیا تھا اور ان سے ہر طرح مدارات پیش آتے تھے لیکن وہ طرح طرح سے ہادیٔ اسلام کو اذیت دیتے اور اسلام کو مٹا دینے کی سازشیں کرتے تھے۔ آنحضرت صبر و ضبط کی تلقین فرماتے اور برداشت سے کام لیتے تھے۔ قرآن شریف میں ہے۔

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ

اور اہل کتاب اور مشرکوں سے تم بہت سی ایذا پاؤ گے لہٰذا اگر صبر کرو اور پرہیزگاری پر قائم رہو تو یہ ہمت کے کام ہیں

پ۔ ال عمران۔ ع۔ ۱۹

بگولے، آندھیاں، طوفان چاروں سمت سے اُمڈے
خُدا کے ملک پر شیطان چاروں سمت سے اُمڈے

اُمڈ آیا زمانہ شیطنت اپنی دکھانے کو
صداقت کا چراغِ نور پھونکوں سے بجھانے کو

فتنہ انگیز قبائل کی سرکوبی

نئے فتنے پُرانے دشمنوں ہی کی نوازش تھی
یہودی قوم کی اور مکّہ والوں ہی کی سازش تھی

یہی فتنے تھے جو ہر فتنے کی تاریں ہلاتے تھے
نبیؐ کا حِلم اور اللہ کی غیرت آزماتے تھے

قبائل جن کی ہستی منحصر تھی قتل و غارت پر
وہ یُوں بھی ہر طرح تیار رہتے تھے شرارت پر

خدا ترسی نہ کوئی احترام ان کو شریفوں کا
روا تھا قتل ان کے ہاں نہتّوں کا ضعیفوں کا

نظر میں خُونِ انسانی کی قیمت ہی نہ تھی کوئی
قیامِ اَمن کی جانب عزیمت ہی نہ تھی کوئی

مدینہ چل رہا تھا راہِ تہذیب و تمدّن پر
وہاں تھا مدّتوں سے سازِ ہستی ایک ہی دُھن پر

نہ تھا اُن کے عقائد میں گنہ اور کارِ بد کوئی
نہ اُن کی شرع تھی کوئی نہ عائد اُن پہ حد کوئی

نظر آئی انہیں بستی ہُوئی اِک اَمن کی بستی
ملی مکّے سے شہ بھی، سُوجھتی پھر کیوں نہ خرمستی

مدینے کو مٹا دینے کی ٹھانی ہر قبیلے نے
پیا پے دمبدم کی چھیڑ خانی ہر قبیلے نے

سنا پائی خدا سے خود ہی ان کی خود ستائی نے
مٹا دی ظُلمتِ بوجہل نورِ مصطفائی نے

اٹھا جو بھی قبیلہ ارضِ یثرب پر چڑھائی کو مسلمانوں نے بڑھ کر دی سزا اُس تلسزائی کو
کیے سجدہ میں بیٹھے بیٹھے خطرے دُور حضرت نے
رکھا دارالاماں کو اس سے معمور حضرت نے

شیطنت کی انتہا

واقعہ بیرِ معونہ

فلک پہ ہے فروزاں جس طرح محفل ستاروں کی مدینے میں تھیں روشن ہستیاں ایمانداروں کی
مگر باطل بھی باطل تھا، اُسے بھی دُور کی سُوجھی اِدھر اِن کا تھا شہکار، اک ایسی بد سی سُوجھی
نئی تلبیس رنگِ شیطنت کی اک نمائش تھی پرستارانِ حق کی انتہائی آزمائش تھی
یہ سازش تھی حرم کے طائروں کو دام میں لانا نبیؐ کے مطمئن دل کو خسارے سے ہے بچانا
عجب اخلاق پر نازاں تھے یہ گفتارِ بے مایہ
عجب ظلمت کدہ تھا ارضِ اسلامی کا ہمسایہ

لہ جب یہی اطلاع ملی کہ فلاں قبیلہ کا لشکر مدینہ پر حملہ کی تیاریاں کر رہا ہے۔ آنحضرت صلعم کی عادت تھی کہ
اوقات تمام تر اپنے اصحاب کے ساتھ گذارتے بعض وقت اکیلا بھی ہوتی۔ (ابو جشام رضی

نجد سے اظہارِ فتنہ

بنو عامر[1] بہت مشہور تھے نجدی قبائل میں
وغابازی و خدّاعی تھی خاص انکے خصائل میں

بنو عامر میں عامر ابن مالک نام آور تھا
جوانی کے دنوں میں سر برآوردہ دلاور[2] تھا

یہ بوڑھا ہو چکا تھا آج کل بیمار رہتا تھا
شکم میں اس کے پھوڑا تھا بہت لاچار رہتا تھا

تھا اس کی نیزہ بازی کا بہت شہرہ اجانب میں
گنا جاتا تھا اک برجیت[3] اطراف و جوانب میں

مگر اپنے قبیلے میں یہ شہرہ بے نتیجہ تھا
کہ اب سردارِ قوم ابنِ طفیل اس کا بھتیجا تھا

ہوا اس فرد سے بالواسطہ[4] اظہار فتنے کا
یہ خونیں ماجرا ہے اس ہلاکت بار فتنے کا

---

[1] حوالی نجد میں بنو عامر ایک زبردست قبیلہ تھا جس کا سردار ان دنوں عامر ابن الطفیل تھا۔ اس شخص کے دل میں آنحضرت اور اسلام سے کینہ تھا۔ اس نے آنحضرتؐ کو پیغام بھیجا تھا۔ کہ میرے تمہارے درمیان تین باتیں ہیں آؤ عرب کو تقسیم کریں تم بادیہ کے مالک بن جاؤ۔ میں شہروں کا حاکم بنوں۔ یا اپنے بعد مجھے جانشین بنا دو۔ ورنہ میں غطفان (قبیلہ) کو لے کر مدینہ پر چڑھ آؤں گا۔ آنحضرت نے انکار فرما دیا تھا۔ (دیکھو تاریخ ارضِ مقدس)

[2] عامر بن مالک بن جعفر ابو براء کلابی عامر ابن الطفیل کا چچا تھا۔ اور قبیلۂ کلاب کا مشہور رئیس تھا۔ اس کے پیٹ میں آزارِ قرحہ تھا۔ (طبقات ابن سعد)

[3] عامر ملاعب الاسنۃ یعنی برجیت مشہور تھا اور اس کی نیزہ بازی کا عرب بھر میں شہرہ ہو چکا تھا۔ (تاریخ العمران)

[4] بالواسطہ کیونکہ آخر تک معلوم نہ ہو سکا۔ کہ مسلمانوں کو قتل کرانا اس کی اپنی نیت میں تھا۔ یا اس کے ذریعے مسلمانوں کو پھسلا کر لانے کے کام میں کسی دوسرے کا ہاتھ تھا۔ (مصنف)

marfat.com

ابُوبرار کا مدینے میں آنا

حضور اک روز بزم آراستھے صُفہ کی جماعت میں
زبانِ پاک تھی مشغول قرآں کی اشاعت میں

کہ عامر ابنِ مالک ابنِ جعفر بُوبراء آیا[1]
لیے نذرانے اور گھوڑے نجد کے لایا[2]

نشانِ عجز دکھلاتا ہوا سرکار میں پہنچا
یہ ذرّہ خاک کا دربارِ گوہر بار میں پہنچا

تحائف پیش کر کے عرض کی بیمار آیا ہوں
گرفتارِ علالت، شاکیِ آزار آیا ہوں

سُنا ہے آپ کا دستِ شفا صحت کا ضامن ہے
حضورِ پاک پیغمبر میں ہے اور آمن ہے

مرے ہدیے بھی ہو جائیں قبولِ خاطرِ عالی
مَیں چل کر دُور سے آیا ہوں باوصفِ کمن سالی

دُعا فرمایئے، اس پیٹ کو آرام ہو جائے
ہمارا کام ہو اور آپ کا بھی نام ہو جائے

---

[1] عامر مسجد میں آنحضرتؐ کے پاس حاضر ہوا اور دو گھوڑے اور نجدی تحائف آپؐ کے حضور میں بطور پیش کش پیش کیے۔ (طبقات)

[2] ابوبراء نے کہا بڑھاپے میں یہ لمبا سفر صرف اس لیے اختیار کیا ہے۔ کہ میں نے سُنا ہے آپ احسان کرتے ہیں ہر ضعیف العمر اور مریض پر۔ (تاریخ اسلام)

حکیمِ مدینہ مُفت دوا اور شفا دیتا ہے

متانت سے سُنی سرکار نے بوڑھے کی لسّانی[1] — کہ یہ طرزِ تکلّم تھی عرب کی عادتِ ثانی
اُٹھے بہرِ دُعا دستِ حبیبِ حضرتِ باری — دُعا کی یا الٰہی دُور کر دے اس کی بیماری
اثر بھی اور توفیقِ دُعا بھی تُو ہی دیتا ہے — دَوا بھی تیری جانب سے شفا بھی تو ہی دیتا ہے
دُعا کے بعد فرمائی توجّہ جانبِ عالم — خوش اَخلاقی سے اور نرمی سے یوں گویا ہوا آمر
ہوا اِرشاد ہر بیمار کا اللہ شافی ہے — شفا جو سب کو دیتا ہے، وہی تجھ کو بھی کافی ہے
تجھے لائے ہیں اِس دہلیز تک امراضِ جسمانی — نہیں تجھ کو تمنّائے علاجِ دردِ رُوحانی
طلب کرتا اگر اسلام تیرا بھی بھلا ہوتا — قبیلہ بھی ترا کونین میں پھُولا پھلا ہوتا
پیمبر کو ضرورت ہے فقط اک قلبِ مومن کی — یہ ہدیے پھیر لے جا کوئی بھی حاجت نہیں اِنکی
قبول اس گھر میں ہوتا ہے خدا کے نام سے ہدیہ — نہیں لیتا محمدؐ منکرِ اسلام سے ہدیہ

---

[1] ابو براء نے لسانی کے ساتھ آنحضرتؐ سے گفتگو کی اور یہ طرزِ گفتگو اگرچہ آنحضرتؐ کو پسند نہ تھی مگر آپ نے اس کی دلدہی کی (رشاد الحکمۃ)
[2] آنحضرتؐ نے ابو براء کے لئے دُعا فرمائی یا اللہ یہ شفا کی اُمید میں تیرے نبی کے پاس آیا ہے۔ یا اللہ تو ہی احسان فرمانے والا ہے (رشاد الحکمۃ)
[3] آنحضرتؐ نے ابو براء سے کہا جسمانی امراض سے زیادہ تمہیں روحانی مرض کا ازالہ کرنا چاہیئے۔ آپ نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا اس نے کہا۔ یہ معاملا ایسا ہے کہ میں اپنی قوم کے سامنے پیش کروں گا۔ (اخبار الایمان)

marfat.com

نہیں شایانِ پیغمبر صلہ لے کر مدد کرنا — خدا کا حکم ہے، بندے سوالی کو نہ رد کرنا
نظر آتا اگر تو دولتِ ایماں سے بہرہ ور — نہ ہوتی عار، لے لیتا تھا ہدیہ بھی پیغمبر
یہ کہہ کر ایک کوزہ شہد کا عامر کو دلوایا — کہیں سے آج ہی یہ شہد تھا حضرت نے منگوایا
کہا جب بھی وطن کی سمت پلٹے، تو سر راہے — یہ تازہ شہد استعمال کرنا جب بھی جی چاہے
خدا کے نام سے ہر چیز میں تاثیر ہوتی ہے — بسا اوقات چٹکی خاک کی اکسیر ہوتی ہے

ابو براء کی شفایابی اور مکر

یہ اخلاقی بلندی دیکھ کر محجوب تھا سائل — زباں پر رد و کد تھی دل میں لیکن ہو گیا قائل
ہوا سرکار سے رخصت پلٹ کر اپنے گھر آیا — شفا حاصل ہوئی، اعجاز حضرت کا نظر آیا
جزا احسان کی احسان ہے انسان کا شیوہ — بدی محسن سے کرنا، ہے فقط شیطان کا شیوہ
درندوں سے بھی پیش آئے جو کوئی مہربانی سے — تو اکثر باز آجاتے ہیں وہ ایذا رسانی سے

لے آپؐ نے ابو براء کی بیماری کے لئے دعا کی کہ خدا تجھے شفا دے لیکن اس کے ہدیے پھیر دیے اور فرمایا۔ میں مشرک سے ہدیہ نہیں لیتا۔ (تاریخ اسمٰعیل) آپؐ نے یہ بھی فرمایا اگر تو خدا کی وحدت کا اقراری ہوتا تو مجھے تیرا ہدیہ لینے میں کوئی عار نہ ہوتا۔ آپؐ نے ایک کھجی شہد کی اس کو دی ابو براء اس کو چاٹتا تھا حتیٰ کہ وہ اچھا ہو گیا۔ (واقدی)

لے ابو البراء نے آنحضرتؐ کی طرف سے ہدیہ پھیر دینے پر کہا۔ کیا عرب میں ابو البراء کا ہدیہ لینے سے کوئی انکار کر سکتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں صرف اس کا ہدیہ قبول کرتا ہوں۔ جو خدا کو ایک مانتا ہو۔ (ارشاد الحکمۃ)

marfat.com

دعائے مصطفیٰ سے پا گیا جس دم شفا عاجز — نہ جانے اس کو کیا سوجھی کہ پھر حاضر ہوا عاجز[1]

ابُو برار کی درخواست

نہایت عجز سے آیا نبیؐ کی بزم نوری میں — کہا میں شکریہ لایا ہوں حضرت کی حضوری میں.
طفیلِ حضرتِ عالی ہوئی حاصل شفا مجھ کو — پسند آئے محمدؐ اور محمدؐ کی دعا مجھ کو
مرا دل مانتا ہے آپ جو کہتے ہیں برحق ہے — کرے انکار جو بھی اس حقیقت سے وہ احمق ہے
نظر آتی ہے مجھ کو روشنی انکار مشکل ہے — علانیہ مگر اسلام کا اقرار مشکل ہے
مرا اپنا قبیلہ ہے ابھی ناآشنا حق سے — ابھی باطل سے رشتہ ہے، ابھی ہر ربط ناحق سے
وہاں تک آپ نے اسلام پہنچایا نہیں اب تک — کوئی توحید کا پیغامبر آیا نہیں اب تک
زمینِ نجد میں اسلام کے قاصد اگر جائیں — بڑی امید ہے مجھ کو کہ سب ایمان لے آئیں

---

[1] بہت سے رواۃ کا بیان ہے۔ کہ ابو البرار نے پہلے اپنے بیٹے کو حضورؐ کی خدمت میں تحائف دے کر بھیجا تھا۔ وہ جب شفا ہو گئی تو وہ خود آیا تھا لیکن کثرت روایت یہ ہے۔ کہ پہلے یہ شخص بیماری کی صورت میں آیا۔ حضرت نے اس کے لئے دعا کی اور شہد بھی دیا جس کو لیکر یہ رخصت ہوا۔ راہ میں یہ شہد چاٹتا تھا حتیٰ کہ اس کو بالکل آرام آ گیا۔ پھر یہ دوبارہ حاضر ہوا۔

(تاریخ العمران باب بیر معونہ)

marfat.com

مجھے پورا یقین ہے، اس جگہ تائیدِ حق ہوگی
یہ صورت دوسرے نجدی قبائل کو سبق ہوگی

وہاں پر آپ اپنے خاص خاص اصحاب بھجوائیں
بنو عامر کے لوگوں کو خدا کی بات سمجھائیں

بنو عامر زمینِ نجد کا جیّد قبیلہ ہے
وہاں اسلام پھیلانے کا یہ اچھا وسیلہ ہے

یہ ہو جائے تو مجھ کو بھی بہانہ ہاتھ آئے گا
پہ بوڑھا خود وہاں پیغام حضرتؐ کا سنائے گا

آنحضرتؐ کا تامل

ابوبراء کی ضمانت

کہا سرکارؐ نے نجدی قبائل ہیں جفا پیشہ
مجھے ہے نجد سے اصحاب کے بارے میں اندیشہ[1]

پیامِ حق سنانے جب عقیدت کیش جائیں گے
زمینِ نجد کے پتھر سبھی پیش آئیں گے

---

[1] ابوالبراء آیا اور کہا۔ اے محمدؐ۔ میں آپ کے امر کو بہتر اور بزرگ سمجھتا ہوں۔ مگر میرے پیچھے میری قوم ہے۔ اگر آپ اپنے اصحاب میرے ساتھ روانہ کر دیں تو مجھے امید ہے کہ وہ دعوت اسلام قبول کر لینگے اور آپ کے امر کی پیروی کریں گے اور آپ کے امر کا غلبہ ہو جائے گا۔ (تاریخ العمران باب غزوۂ بیر معونہ)

[2] آنحضرتؐ نے ابوبراء کی درخواست پر فرمایا۔ کہ مجھے نجد کی طرف سے اپنے اصحاب کے لئے اندیشہ ہے (طبقات ابن سعد)

marfat.com

کہا عامر نے مَیں لیتا ہُوں ذمّہ اپنی جانب سے
نہ ہوگی کوئی ایسی بات اَطراف و جوانب سے
حفاظت میرے کندھوں پہ اصحابِ رسالت کی
عرب سارا کرے گا آبرُو میری کفالت کی

ہدایت کی درخواست منظور

عرب میں کوئی بھی جب اس طرح کا عہد کرتا تھا
تو جیتے جی قدم ہرگز خلاف اس کے نہ دھرتا تھا[2]
یہ مردِ معتبر تھا ہر جگہ تھا اعتبار اس کا
صنادیدِ عرب میں آج ہوتا تھا شمار اس کا
یہ دعوت نجد میں تبلیغ کے کارِ جلیلہ کی
مزید اس پر کفالت ایک سردارِ قبیلہ کی[3]
فروغِ دینِ حق تھا مدّعائے حضرتِ عالی
تامّل سے یہ دعوت آپ نے منظور فرمالی
زمینِ نجد میں اعلانِ حق فرضِ رسالت تھا
کہ یہ خطّہ ابھی تک غرقِ سیلابِ جہالت تھا

---

[1] عامر ابوبراء نے کہا۔ آپ اصحاب پر اہلِ نجد سے اندیشہ نہ کیجئے۔ میں اس امر کی ضمانت کرتا ہوں کہ اگر کوئی ان سے جنگ پیش آئے گا۔ تو میں آپ کے اصحاب کا شریکِ حال اور مددگار ہُوں گا۔ (رشاد الحکمۃ)

[2] ابوبراء واقعی اس حیثیت کا سردار تھا کہ کسی کو کفالت میں لے سکتا تھا۔ اور اس کی کفالت کا پاس سب کو ہو سکتا تھا اِلّا یہ کہ وہ خود اپنی ذات کو بری قرار دے۔ (تاریخ العمران)

[3] عرب میں کسی کا کسی کو کفالت میں لے لینا ایک حلف تھا جس کی خلاف ورزی کوئی نہ کرتا تھا۔ یہ ذاتی و قومی آن کے خلاف تھا۔ آپ نے منظور فرمالیا۔ اور ستر انصار ساتھ کر دئے۔

(تاریخ العمران)

marfat.com

مبلغینِ اسلام راہِ تبلیغ پر

ہوئے ستر مبلغ مستعد اس کام کی خاطر — رضاکارانہ نکلے خدمتِ اسلام کی خاطر
یہ ستر وہ تھے جن میں ایک اِک مردِ یگانہ تھا — وجود ان سب کا شانِ زندگی جانِ زمانہ تھا
یہ عابد تھے، یہ زاہد تھے یہ حافظ تھے یہ قاری تھے — یہ صدق آئین تھے، آئینہ پرہیزگاری تھے
یہ علم و فضل کے دریا یہ ذکر و فکر کے گوہر — صفائے قلب کے غنی خزانے، بے بہا جوہر
یہ ستر منتخب منادِ توحید و رسالت کے — یہ ستر گلشن آباد، اسلامی بسالت کے
یہ اسلامی مبلغ ہو گئے تیار جانے کو — زمینِ نجد پر آوازِ ربانی سنانے کو

رسولِ پاک کا مبلغین سے خطاب

دمِ رخصت رسولِ پاک نے ان پر نظر ڈالی — ہوئی رقت پذیر اُن کی وفا پر خاطرِ عالی
عفاف و عصمت، احسان و کرم، عزم و ثبات ان کا — فداکاری کا جذبہ بہرِ فخر کائنات ان کا

لہ یہ وہ شرحبان تھے جو قراء قرآن کہلاتے تھے۔ ان کا معمول یہ تھا کہ سرِ شام حوالیِ مدینہ میں نکل جاتے۔ رات بھر تعلیم قرآن کرتے نمازیں پڑھتے صبح ہوتے ہی آپ شیریں پہ گزر کر کے لکڑیاں چنتے اور بیچ کر اصحاب صفہ اور دوسرے ضرورتمند مسلمانوں کی مدد کرتے (اخبار الیوم)

marfat.com

نبیؐ نے ان کے ذوقِ علم کی تحسین فرمائی — حیاد مشربی خود حسن کی تلقین فرمائی[1]
کہا تبلیغِ حق ہی اصل مقصد ہے نبوت کا — نہ آنے پائے اس میں شائبہ اظہارِ قوت کا[2]
تمہیں جو کچھ بھی پیش آئے اُسے انگیز کرنا ہے — بہر حالت جوابِ تلخ سے پرہیز کرنا ہے
تمہیں معلوم ہے ذاتِ خدا دانا و بینا ہے — وہ شاہد ہے، شہادت ہی مسلمانوں کا جینا ہے
تمہاری یہ جدائی عارضی ہے اور جسمانی — ابد تک کے لئے ہے پھر وصال و قربِ رُوحانی
وہ ساعت سب سے بڑھ کر سعد ہوتی ہے رسولوں پر[3] — کیا جاتا ہے اُن کو ذبح جب اُن کے اصولوں پر
محمدؐ کے رفیقو! فی امان اللہ ہاں جاؤ — خدا کے نام لیواؤ خدا کا نام پہنچاؤ

مبلّغین اسلام نجد کی طرف

یہ ارشادات سُن کر وجد میں ارض و فلک جھومے[4] — غلامانِ وفا نے اپنے آقا کے قدم چُومے

---

[1] آپ نے ان شرا صحاب کو جاتے وقت علم و حیا کی تاکید کی! ورنہ می و آشتی اور مصیبت پر صبر و ثبات کی ہدایت فرمائی۔ (رشاد الحکمۃ)

[2] لَآ إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ۔ پ۳۔ البقرہ ع ۳۔ ۳۵۵ دین میں کوئی جبر نہیں۔

[3] رسول پاکؐ نے فرمایا۔ رسولوں پر وہ وقت سب سے زیادہ سعد اور مبارک ہوتا ہے جب وہ اعلائے کلمۃ الحق کے بدلے زیر شمشیر کئے جاتے ہیں۔ (اخبار الایمان)

[4] بیر معونہ کی طرف چلتے وقت اصحاب آنحضرتؐ سے رخصت ہوئے تو آپ نے اُن کے لئے دعا فرمائی۔ اور ایسے الفاظ فرمائے جس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ اب ملاقات لوائے الحمد ہی کے نیچے ہوگی۔ (اخبار الایمان)

marfat.com

خدا کا نام لے کر اور محمدؐ کی دعا لے کر
مدینے سے چلے عشاق جن بے بھالے کر

سفر کی سختیاں سہتے ضعیفوں کی مدد کرتے
فضا کو آشنائے ذکرِ اللہ الصمد کرتے

اذانوں سے جبال و دشت کو معمور فرماتے
نمازوں سے بلند و پست کو پُرنور فرماتے[1]

ابُو براء کا کھسک جانا

بالآخر اک جگہ بیرِ معونہ[2] نام تھا جس کا
یہاں پہنچا کے شیخ نجدان کے ساتھی سے کہا

کہا، میں جا کے پہلے قوم کو ہموار کرتا ہوں
زمیں کو بیج بونے کے لئے تیار کرتا ہوں

یہاں پر آپ ٹھہریں دو گھڑی آرام فرمالیں
اذانیں اپنی دے لیں اور نمازیں اپنی پڑھ ڈالیں

بھتیجا ہے مرا ابن الطفیل اس قوم کا افسر
اسی کے پاس بھیجیں آپ قاصد کوئی دانشور

براہِ راست جب پیغام اس کے پاس جائے گا
اسے اعزاز سمجھے گا، خوشی سے پھر بلائے گا

---

[1] شہدائے بیرِ معونہ دشت و جبال کو طے کرتے وقت تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتے تھے اور وہ جہاں سے بھی گذرتے تھے غلغلے نام سے راہوں کو آشنا کرتے ہوئے۔ (قصیدہ واقعہ بیرِ معونہ)

[2] بیرِ معونہ ایک چشمہ ہے۔ چشمہائے بنی سُلیم سے ارض بنی عامر اور بنی سُلیم کے درمیان۔ یہاں ابو البراء اصحاب نبیؐ سے رخصت ہو گیا یہ کہکر کہ اب میرا پیچھا اپنی قوم میں پہنچنا ضروری ہے تاکہ تمہیں کسی قسم کا گزند نہ پہنچے۔ (تاریخ العمران)

marfat.com

کرے گا قوم بھر میں انتظاماتِ پذیرائی اگر اسلام پہنچاؤ گے تم اُس تک بہ دانائی

صحابہؓ کا پیغام رئیسِ نجد کے نام

صداقت کیش بندوں نے کیا یہ قول بھی باور کوئی حجت نہ کی ٹھہرے یہاں مردانِ سحتاور
سوئے ابن الطفیل اک خط لکھا میرِ جماعت[1] نے کہ بھیجے ہیں مبلّغ صاحبِ روزِ شفاعت نے
ہمیں ارضِ بنو عامر میں جانے کی اجازت دو اخوّت کا پیامِ حق سنانے کی اجازت دو
رضاکارانہ اِک مردِ صحابی لے چلا نامہ ہوا تھا قطع جس کے واسطے تقدیم کا جامہ

رئیسِ نجد کا مبلّغین سے سلوک

نہتا، صُلح کا پیکر، لباسِ آشتی در بر یہ قاصد ہو گیا وارد بنو عامر کے خیموں پر
نظر آئے بنو عامر یہاں پر خیل خیل اس کو انہی کے درمیاں آیا نظر ابن الطفیل اس کو

---

[1] ابو براء پیر یا اصحاب رسول اللہ سے یہ کہکر رخصت ہوا۔ کہ تم یہاں ٹھہرو۔ سفر کی کسل دُور کرو۔ میں جاکر قوم کو تمہارا پیغام سننے کے لئے تیار کرتا ہوں۔ تم ایک آدمی کے ہاتھ رسول اللہ کا پیغام میرے بھتیجے عامر ابن الطفیل کے پاس بھجوانا۔ تاکہ وہ براہِ راست تمہارے تعجب سے معزز ہو۔ (تاریخ العمران)

[2] جماعت کے امیر منذر بن عمروؓ تھے۔ اس جماعت نے بیر معونہ میں قیام کیا۔ ابو حرام بن ملحانؓ کو آنحضرتؐ کا پیغام دے کر عامر بن طفیل کے پاس بھیجا۔ جو قبیلہ کا رئیس تھا (سیرت النبی)

marfat.com

دیا قاصد نے خط اُس کو تمانت سے خموشی سے
بڑھایا ہاتھ کافر نے بظاہر گرمجوشی سے

مگر لیتے ہی نامہ اُس لعیں نے چاک کر ڈالا[1]
اِدھر اک شخص نے پیچھے سے مارا تاک کر بھالا

یہ بھالا پُشت کی جانب سے نکلا توڑ کر سینہ
ہُوا آقا صد کے لب پر جو ہر اسلام آئینہ

نہ چیخ اس کے دہن پر تھی نہ اسکے لب پہ لالی تھی
زبانِ مردِ مومن ذکرِ حق ہی کرنے والی تھی

نہ سسکی ہائے کی گونجی نہ شعلہ آہ کا نکلا
زباں سے ایک نعرہ فزتُ اے واللہ کا نکلا

قسم اللہ کی میں پاگیا اپنی مُرادوں کو
یہ سُن کر اور حیرت ہوگئی ان بدنہادوں کو

ہُوا ابنُ الطفیلِ نابکار اس قول پر حیراں
تصور میں نہ آئی تھی کبھی یہ صورتِ ایماں

نجدی قبائل کا مبلّغین پر حملہ

شقی القلب نے پہلے سے کر رکھی تھی جمعیت
چلا اب فوج کو لے کر یہ ناہنجار بدنیت[2]

---

[1] عامر بن الطفیل نے حرام بن ملحانؓ سے نامہ لیتے ہی بے پڑھے چاک کر ڈالا اور ایک آدمی کو اشارہ کیا جس نے پشت سے بھالا مارا جو سینہ توڑ کر نکل گیا۔ نیزہ کھا کر حرام بن ملحانؓ کی زبان سے اللہ اکبر فزت ورب الکعبہ یعنی رب کعبہ کی قسم میں تو اپنی مراد کو پہنچ گیا۔ یہ سُن کر اُن لوگوں کو سخت حیرت ہوئی۔ (بخاری کتاب الجہاد)

[2] عامر بن الطفیل نے صرف ایلچی کے قتل پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ قبیلہ سلیم و رعل و ذکوان اور عصیہ وغیرہ کو اکٹھا کیا اور جا کر بیر معونہ پر مبلغوں کی جماعت کو گھیر لیا اور ان سب کو قتل کر ڈالا اس حالت میں کہ وہ بے گناہ اور غیر معانی تھے۔ (طبری)

marfat.com

وہاں اللہ والے منتظر تھے اپنے قاصد کے
خبر کیا تھی اُٹھنے والے ہیں طوفاں مفاسد کے

نہتے زاہدوں کو آن گھیرا اب قبائل نے
لیا حلقے میں ان کو اس ہجومِ بدخصائل نے

ہوئی تیروں کی بارش دُور سے گلزارِ ملّت پر
بلند و پست سے غلبہ کیا کثرت نے قلّت پر

قبائل چاند ماری کر رہے تھے صف بصف ہو کر
گرے اکثر مبلّغ تیر و پیکاں کے ہدف ہو کر

کیا اب ان پہ وحشی و فتّاک نجدی رسالوں نے
قلوبِ اہلِ دل کو چھید ڈالا تُند بھالوں نے

یہ تسلیم و رضا تھی اک نظارہ فوقِ عادت کا
فضا میں گونجتا تھا پے بہ پے کلمہ شہادت کا

شہدائے بیر معُونہ

پڑے تھے نیم جاں بندے ہزاروں زخم کھا کھا کر
قریب آئے قضائی زخمیوں کو نیم جاں پا کر

---

[1] مبلغین صحابہ کی جماعت اس وقت بالکل بیخبر تھی اور جب اُنہوں نے اس جمعیت کو بر سرِ پرخاش دیکھا تو کہا ہم تم سے لڑنے نہیں آئے۔ مگر ظالموں نے ایک نہ سنی۔ اور سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ (بخاری)

[2] صحابہ حرام بن ملحانؓ کی واپسی کے منتظر تھے۔ جب دیر لگی تو خود روانہ ہوئے۔ اتنے میں عامر کی جماعت نے ان کو چاروں طرف سے گھیر کر تیر باری شروع کی پھر نیزے تان کر چاروں طرف بڑھے۔ اور سب کو قتل کر دیا۔ (تاریخ العمران)

[3] ان قاتل قبائل میں جب کچھ لوگ مسلمان ہو گئے تو انہوں نے بیان کیا کہ مقتولین بیر معونہ کی زبانوں پر شہادت کا کلمہ جاری تھا۔ (رشاد الحکمۃ)

marfat.com

کوئی شاہد نہیں تھا اِک خدا تھا دیکھنے والا
چڑھے سینوں کے اُوپر اور سب کو ذبح کر ڈالا

یہ ستر منتخب زُہاد آئے تھے مدینے سے
خُدا و مصطفٰےؐ کا نام لائے تھے مدینے سے

یہ اس دُنیائے فانی میں نوید زندگانی تھے
زمانے میں وفائے عہد کی سچی کہانی تھے

پڑے تھے خاک پر لختِ جگر خونچکاں لاشے شہیدوں کے
فلک تک جا چکے تھے ولولے انکی اُمیدوں کے

انہیں اب ٹکڑے ٹکڑے کر کے قصابوں نے منہ موڑا
یہ ستر فرد تھے زندہ فقط اِک آدمی چھوڑا

گھڑی بھر میں ہَوا کے طائروں نے چھالیا ان کو
شکم میں بھر لیا، کفنا لیا، دفنا لیا ان کو

نبیؐ کو اس قدر صدمہ ہوا یہ ماجرا سُن کر
کہ لعنت ظالموں پہ کی یہ ظلمِ ناروا سُن کر

یہ دُنیا ہے اگر باقی، زمانہ ہے اگر باقی
رہے گا تا قیامت ان پہ لعنت کا اثر باقی

فریب و غدر و دغا کی ابھی تک جن میں جاری ہے
یہ لعنت اُن پہ قائم ہے یہ لعنت اُن پہ طاری ہے

لہ جس وقت شہداء بیر معونہ کی لاشیں بے کفن اور بے گور و دفن پڑی تھیں عمرو بن امیہ ضمیری اور ایک انصاری شخص قریب کی چراگاہ میں تھے۔ طیور کو اڑتے دیکھ کر انہیں اندیشہ ہوا۔ گھبرائے ہوئے آئے۔ دیکھا۔ کل مسلمان جام شہادت پی چکے ہیں۔ انصاری بزرگ نے جوش میں آکر دشمنوں پر حملہ کیا۔ مگر عمرو بن امیہ ضمیری کو اذن آیا کہ رسول اللہ تک اس واقعہ کی خبر پہنچائیں۔ (تاریخ ارض مقدس)

سہ عمرو بن اُمیہ ضمیری یہ خبر لے کر دربار رسالت میں پہنچے۔ آپ کو یہ سُنکر ایسا صدمہ ہوا کہ کبھی ایسا نہ ہوا تھا۔ آپ نے ظلم کرنے والوں پر لعنت فرمائی۔ اور فرمایا۔

هٰذا عَمَلُ اَبِی بَرَاء وَقَدْ کُنْتُ لِهٰذَا کَارِهًا مُتَخَوِّفًا۔

یعنی یہ ابو براء کا کام ہے۔ ورنہ میں تو اُن کا بھتیجا ہونے کے (ابن ہشام) کرتا تھا۔

یہ لعنت ہر زماں ایسے دغابازوں پہ قائم ہے — کہ ذہنیت ابھی تک جن کی بدتر از بہائم ہے

واقعۂ رجیع

قبائلِ عضل و قارۃ کا مکر

مدینے تک خبر پہنچی نہ تھی بیرِ معونہ کی
کہ صورت اور اک پیدا ہوئی رنج دو گونہ کی

اسی صورت بنو عضل و بنو قارۃ کا وفد آیا[1]
نبیؐ نے حسبِ معمول ان پر بھی اکرام فرمایا

کیا اسلام کا اظہار خدّاروں لعینوں نے
بڑا ذوقِ یقیں ظاہر کیا ان بے یقینوں نے

گذارش کی ہماری قوم بھی ایمان لائی ہے
خداوِ مصطفےٰ کے دامنِ رحمت میں آئی ہے

مناسب ہے ہمارے ساتھ اصحابِ نبیؐ جائیں
اُسے اسلام کے ارکان کی تلقین فرمائیں

نبوت کا فریضہ تھا یہی تبلیغِ دیں کرنا
زباں اقرار حق کر دے، تو انساں کا یقیں کرنا

پیامِ رحمۃ للعلمین کو عام ہونا تھا
اگرچہ کام مہلک تھا، مگر یہ کام ہونا تھا[2]

---

[1] ابھی بیرِ معونہ کی اطلاع نہ آئی تھی کہ ماہ صفر ۴ھ میں قبیلہ قارۃ کے چند آدمی آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا۔ کہ ہمارے قبیلے اسلام پر مائل ہیں ہمارے ساتھ چند آدمی روانہ کیجئے جو ہمیں اسلام کے ارکان سکھائیں۔ اور ہمیں دین کی تعلیم دیں۔ [2] عائشہ فی صفہ پ

(ابن ہشام و ابن سعد)

marfat.com

تبلیغ کے لئے صحابہ کی تیاری

جماعت دس صحابہ کی ہوئی تیار جانے کو
خدا کا علم و عرفاں اہلِ عالم کے سکھانے کو

رسول اللہؐ نے ان کو دیا فخرِ رضامندیؔ
کہا لازم تمہیں ہر حال میں ہے حق کی پابندی

خدا کو تم سے اُمیدِ وفا ہے، اے وفادارو
خدا کا نام لے کر جا رہے ہو اے خدا والو

یہ جسمانی جدائی پیش خیمہ قربِ حق کا ہے
شہادت کی طلب کا راستہ صاف اور سیدھا ہے

وہاں جیسی بھی صورت پیش آئے صبر کر لینا
زباں قابو میں رکھنا اور دلوں پر جبر کر لینا

یہی توحید ہے اللہ واحد کے پرستارو
خدا حافظ تمہارا اے محمدؐ کے مددگارو

مبلّغانِ اسلام، اور قبائلِ خوں آشام

غرض رخصت ہوئے یہ دس جوانانِ مجاہد بھی
کہ سب کے سب تھے اہلِ علم بھی، غازی بھی تھے بھی

حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ رسول اللہؐ تو دنیوی سائل کو بھی رد نہ کرتے تھے۔ چہ جائیکہ دین کے سائل کو رد فرماتے۔ اسلام پہنچانا آپ کا اہل فریضہ تھا۔ اس لئے جب کوئی اسلام سیکھنے کی تمنا کرتا آپ اس کی تمنا کو پورا کرنا فرضِ منصبی کے طور پر انجام دینے کے لئے تیار ہو جاتے۔ خواہ اس میں کتنی ہی دقت کیوں نہ پیش آئے۔ (صفحہ)

(زرقانی)

۱؎ نبی برحق نے دس مبلغین کو حضرت عاصمؓ کی سرداری میں ان کے ساتھ بھیجا۔

۲؎ آپ نے ان کو رخصت فرماتے ہوئے صلح و صفا اور صبر و ثبات اور استقامت بر وقتِ مصیبت کی تلقین فرمائی (زرقانی)

marfat.com

رجیع[1] اک چشمہ تھا مابین مکے اور عسقاں کے
یہاں وارد ہوئے آخر مبلغ علم قرآں کے

بنو لحیاں[2] تھے پہلے ہی سے نخلستاں میں پوشیدہ
کہ سب غارت گر و سفاک و تیر انداز تھے چیدہ

بنی عضل و بنی قارہ نے اہل اللہ کو ٹھہرایا
پھر اک شیطاں بنو لحیان کو جا کر بلا لایا

یہ لشکر تیر اندازوں کا نخلستان سے نکلا
ہلاکت خیز نعرہ ہر لبِ شیطان سے نکلا

صحابہؓ گھر گئے چاروں طرف سے بدسگالوں میں
نہ تھا لیکن ہراس و خوف ان اللہ والوں میں

یہ حالت دیکھ کر اک ٹیکرے کا رُخ کیا[3] سب نے
سہارا نامِ تسلیم و رضا کا لے لیا سب نے

بنی لحیاں کے دو سو آدمی نے ٹیکرا گھیرا
نظر قاتل ہی آئے مُنہ صحابہؓ نے جدھر پھیرا

---

[1] رجیع چشمہ سار ہذیل میں سے ایک مقام تھا۔ جو ہذہ کے قریب واقع تھا۔ (اخبار الایمان)

[2] بنو لحیان نے پہلے مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور آنحضرتؐ نے سریہ بھیج کر قلع قمع کرایا تھا۔ اور ان کا سردار سفیان بن خالد قتل ہو گیا تھا۔ بنو لحیان اس کا انتقام لینا چاہتے تھے۔ اور انہوں نے بنی عضل و بنی قارۃ کو اس کام پر مامور کیا تھا۔ اور خود دو سو جوان رجیع کے نخلستان میں چھپا رکھے تھے۔ (ابن سعد و زرقانی)

[3] چونکہ مسلمانوں کو ہتھیار ڈالنے کی تعلیم نہ دی گئی تھی۔ اس لئے اگرچہ صحابہؓ صرف دس آدمی تھے۔ لیکن انہوں نے تلواریں کھینچ لیں اور ایک پہاڑی پر چڑھ گئے۔ بنو لحیان نے ٹیکرے کو گھیر لیا۔ لیکن اوپر چڑھنے سے پس و پیش کرتے تھے کفار میں سے سفیان ہزلی نے آواز دی۔ تم پہاڑی سے اتر آؤ۔ تو ہم پختہ عہد کرتے ہیں کہ تمہیں امان دے دینگے ساتھ ہی کہا۔ ہم صرف تمہاری وجہ سے کچھ روپیہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ (زرقانی)

marfat.com

شہادت مبلغین رجیع

ادھر کفار تھے اس سوچ میں کیسے انہیں مارا جائے
کہ ہاتھوں میں صحابہؓ کے بھی تھیں اس وقت تلواریں

لیا جانے لگا اب کام مکاری سی حیلے سے
کہا، تم کو اماں دے دیں اُتر آؤ جو ٹیلے سے

کہا عاصمؓ نے مارو تیر اے نامرد خونخوارو
پناہِ کافراں مجھ کو نہیں درکار غدارو

یہ کہہ کر سونت لی تلوار، بڑھ کر جنگ کی اُن سے
مقدر تھی یہ ہولی آج خون و رنگ کی اُن سے

لڑے ان کافروں سے آٹھ اصحابِ رسولؐ اللہ
شہادت پا گئے آخر یہ احبابِ رسولؐ اللہ

ہزاراں درہزاراں رحمتیں ان پاکبازوں پر
کہ نازاں نامِ آزادی ہے ایسے سرفرازوں پر

مرادِ زندگی مقتل میں آنے ہی سے ملتی ہے
حیاتِ دائمی گردن کٹانے ہی سے ملتی ہے

۱؎ حضرت عاصمؓ نے جواب دیا۔ کفار کے قول و قرار کا مجھے کوئی اعتبار نہیں۔ مجھے تمہاری ذمہ داری منظور نہیں پھر آسمان کی طرف چہرا اٹھایا۔ اور کہا۔ اے خدا تو ہماری حالت کو دیکھ رہا ہے۔ تو اپنے رسول کو ہماری خبر دے دینا (فداہ ابی و امی)

۲؎ قریش نے چند آدمیوں کو بھیجا کہ عاصم کے بدن سے گوشت کا ایک لوتھڑا لائیں۔ کہ ان کی شناخت ہو۔ قدرت خداوندی نے شہید مسلم کی یہ تحقیر گوارا نہ کی۔ شہد کی مکھیوں نے لاش کو چھا لیا اور قریش ناکام پھر گئے۔ بات یہ تھی۔ سلافہ بنت سعد کے دو بیٹے میدان اُحد میں عاصم کی تلوار سے مارے گئے تھے۔ اس عورت نے حضرت عاصم کے کاسۂ سر میں شراب پینے کی قسم کھائی تھی۔ اور یہ قاتل حضرت عاصم کا سر کاٹ کر سلافہ کے ہاتھ بیچنا چاہتے تھے۔ مگر خدا نے اپنے بندۂ خاص کو اس بے احترامی سے محفوظ فرمایا۔ (احیاء العلوم)

marfat.com

اِدھر دُنیا تھی ان آزاد بندوں کی تمنائی
اُدھر قیدی بھی تھے اس طرفہ منڈی کے تماشائی

بہت بڑھ بڑھ کے بولی دی یہاں ہر ایک شیطاں نے
خریدا زیدؓ کو سو اُونٹ کی بدلے میں صفواںؓ نے

خریدا خبیبؓ اک فردِ حارث کے تھے دو بیٹے
کہ بدلا چاہتے تھے باپ کا تقدیر کے بیٹے

پسر اس کے بہت خوش تھے کہ پایا انتقام اپنا
لگانے آتے تھے منڈی میں اس سودے پہ دام اپنا

خبیبؓ و زیدؓ آخر بک گئے بازارِ مکہ میں
کیا لے جا کے ان کو قید اُن اشرارِ مکہ نے

قید میں آزاد دلوں کا حال

کیا کرتے ہیں جو تبلیغِ آزادی زمانے میں
وہ اکثر کاٹتے ہیں زندگانی قید خانے میں

یہ بندے صابر و شاکر تھے پابندِ رضا دونوں
رہینِ قیدِ تنہائی الگ دونوں جدا دونوں[۲]

وہ ایسے مطمئن تھے جس طرح طائر گلستاں میں
وہ ایسے بے خطر تھے شیر ہوں جیسے بیاباں میں

بنو لحیان کی بدعہدی شرارت حضل و قارہ کی
مگر تھیں مطمئن خاموشیاں اہلِ بشارت کی

---

[۱] صفوان بن اُمیہ نے حضرت زیدؓ کو خریدا۔ (بخاری)

[۲] حضرت خبیبؓ کو حارث بن عامر نوفل کے لڑکوں نے خرید لیا۔ خبیبؓ کے ہاتھ سے میدانِ بدر میں حارث قتل ہوا تھا۔ (تاریخ الخمیس)

[۳] فرزندانِ حارث ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے تھے کہ باپ کا انتقام زندگی ہی میں لے لیا۔ اور لوگ بھی ان کو مبارکباد دیتے تھے (المواہب اللدنیہ)

[۴] دونوں الگ الگ گھروں میں ایک دوسرے سے جدا قید کئے گئے۔ (زرقانی)

marfat.com

نمازور وزہ تھا ان کا شعارِ قیدِ تنہائی[1]، کسی نے کھانے پینے کی طلب ان میں نہیں پائی
اگر اکلِ حلال ان کو ملے تو کھا بھی لیتے تھے حرام اشیا نہ وہم کو انہیں سمجھا بھی دیتے تھے
نہ حجت کوئی کرتے تھے نہ طالب تھے رعایت کے نہ دل میں شکوہ تھا نے حرفِ لب پر شکایت کے
نہ طوفاں آہ وزاری کے نہ شعلے آہِ سوزاں کے فضاؤں کو بسا دیتے تھے نغمے وِردِ قرآں کے
قریشی کافروں نے لاکھ چاہا اُن کو بہکانا مگر ممکن نہ دیکھا اُن کا دینِ حق سے پھر جانا
سکوتِ شب میں وقفِ وِردِ قرآں جب یہ ہوتے تھے کلامِ پاک سن کر سنگدل کافر بھی روتے تھے[2]
ثبات وصبرِ اسلامی نرالی شان رکھتے تھے یہ دل ایمان رکھتے تھے دہن قرآن رکھتے تھے

بے گناہوں کے قتل کی منادی

مسلمانوں کی اخلاقی بلندی کا یہ آئینہ جلائے ڈالتا تھا سینۂ کفار میں کینہ
یہ صورت دیکھ کر کفار کے اشرار گھبراتے خیال آیا کہیں مکہ مسلماں ہی نہ ہو جائے

---

[1] یہ قیدی ایسے صابر وحلیم وملتزم تھے۔ جیسے کوئی اپنے گھر میں ہو کسی سختی پر شکایت نہ کرتے تھے۔ کچھ بھی طلب نہ فرماتے تھے نماز روزہ اور قرآن سے واسطہ رکھتے تھے۔ (انوار)

[2] قریش ان کو ستاتے تھے پھر آزماتے تھے کہتے تھے کہ اسلام سے انکار کردو۔ تو تم کو نہ صرف چھوڑ دینگے بلکہ مال ومنال بھی دینگے

[3] حضرت خبیبؓ اور زیدؓ تینکی راتوں میں قرأت سے قرآن پڑھتے تھے کہ مکے والے پہروں سنتے اور روتے تھے۔ (ابن ہشام)

marfat.com

چڑھا ان خون کے پیاسوں کو ایسا جوشِ خونخواری
ہوئی اب قیدیوں کو قتل کر دینے کی تیاری

تعین ہو گیا تاریخ کا بھی قتل گہ کا بھی
ہوئے تیار اب جلاد بھی، دستہ سپہ کا بھی

منادی ہو گئی جو بھی تماشا دیکھنے آئے
جوان و پیر کوئی بھی ہو نیزہ ساتھ میں لائے

کرے ان قیدیوں پر آ کے اِک اِک وار ہر کوئی
بنے اس حصہ داری میں بھی حصہ دار ہر کوئی

قیدی اپنے قتل کی خبر سنتے ہیں

خبر یہ کوبہ کو خانہ بخانہ در بدر پہنچی
یہ سب طے ہو گیا تو قیدیوں کو بھی خبر پہنچی

جناب زیدؓ کے پاس ایک عورت یہ خبر لائی[2]
کہ تم کل قتل ہو جاؤ گے، کیوں کیسی سزا پائی؟

یہ سُن کر نور چھایا چہرۂ زیدؓ ابنِ ثابتؓ پر
نہ پایا تھا کبھی یہ رنگ سیّار و ثوابت پر

کہا تو قتل جس کو کہہ رہی ہے یہ شہادت ہے
بہت مشکل سے ملتی ہے یہ اِک ایسی سعادت ہے

یہ سُن کر محو حیرت ہو گئی وہ نیک دل عورت
قریشی قوم کی جلادیوں پر تھی خجل عورت

---

[1] اب ان کو قتل کر دینے کا فیصلہ ہو گیا اور تاریخ مقرر کر کے منادی کرا دی گئی کہ نہ صرف تماشائی بلکہ وہ لوگ جن کا کوئی عزیز مسلمانوں نے مارا ہے بدلہ لینے کے لئے قتل گاہ میں آ جائے تاکہ ان مسلمانوں سے بدلہ لیا جائے۔ تاکید کی گئی کہ جس کا کوئی بدلہ مسلمانوں پر ہو ہتھیار ساتھ لائے تاکہ اس کو بدلہ لینے میں سہولت ہو۔ (تاریخ العمران)

[2] جناب زیدؓ کے پاس جو عورت کھانا لاتی تھی اور نگرانی کرتی تھی۔ اس نے آ کر کہا کہ تم کل قتل ہو جاؤ گے اگر کوئی آرزو ہو تو کہو۔ آپ کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔ کہا قتل نہیں یہ شہادت ہے۔ (اخبار الایمان)

marfat.com

مسلمانوں کا دِل جب پاک دیکھا دردِ اُلفت سے — تو قوم اپنی نظر آنے لگی بدتر بہا تم سے

مُسلمان قیدی کی خواہش

کہا کوئی اگر خواہش ہو اے مردِ خُدا تیری — کوئی پینے کی شے ہو یا پسندیدہ غذا تیری

بیاں کر مجھ سے، مَیں فوراً مہیا کر کے لاؤں گی — جو کھانا ہو کھلاؤں گی، جو پینا ہو پلاؤں گی[1]

کہا مجھ کو کسی شے کی نہ رغبت ہے نہ عادت ہے — فقط حُبِّ نبیؐ کا ذوق ہے شوقِ عبادت ہے

مگر تسلیمِ جاں کے واسطے لازم ہے تیاری — مدد تھوڑی سی تو بھی کر جو ہو شوقِ مددگاری

مجھے حاجت ہے بغلیں صاف کرنے اور نہانے کی — اگر اک استرا مل جائے میسّر کاٹ لے جی کی

مُسلمان کِسی حالت میں غدّار نہیں

کہا بس یہ ذرا سی چیز ہی درکار ہے تجھ کو — ابھی بھجوائے دیتی ہوں مَیں گھر جا کر یہ تحفہ تو

---

[1] عورت کو قیدی سے بڑا اُنس تھا۔ اُس نے کہا دیکھ تو کسی چیز کی طلب رکھتا ہو تو میں مہیا کر دوں گی حضرت زینبؓ کی کھانے پینے کی چیز پر رغبت ظاہر نہ کی۔ البتہ ایک اُسترا مانگا۔ تاکہ خط بنا لیں اور تسلیمِ جان کے لئے تیار ہو جائیں۔ عورت نے اپنے ننھے بچے کے ہاتھ استرا بھیج دیا۔

(زرقانی)

marfat.com

یہ عورت مگر گئی، اِک جذبۂ صدق و صفا لے کر
وہاں سے ننھا بیٹا اپنا بھیجا اُسترا دے کر[1]

جونہی کچھ دیر گذری اور گھر سے جا چکا لڑکا
تو ایسا وسوسہ پیدا ہوا، عورت کا دِل دھڑکا

یہ قیدی جانتا ہے قتل ہونا ہے اُسے آخر
بجُرمِ بے گناہی جان کھونا ہے اُسے آخر

اگر اِدلے کا بدلہ اس کے دِل میں کچھ اثر ڈالے
تو شاید میرے ننھے طفل ہی کو قتل کر ڈالے

یہ خطرہ مامتا پر اس طرح کچھ ہو گیا طاری
کہ گھر کے کام دھندے چھوڑ کر دوڑی یہ بیچاری

نظر آیا اُسے لیکن یہاں اک اور ہی منظر
کہ قیدی نے بٹھا رکھا تھا اس بچے کو زانو پر[2]

وہ بچہ توتلی باتیں کئے جاتا تھا اُلفت سے
اُسے چمکارتا جاتا تھا قیدی دستِ شفقت سے

یہ صورت دیکھ کر عورت یہ بولی نیک دل بھائی
تجھے معلوم ہے، مَیں کیوں ہوں اب دوڑی ہوئی آئی

مجھے بچے کی جانب سے ہوا تھا سخت اندیشہ
مگر ہتھیار پا کر بھی تو نکلا ہے وفا پیشہ

---

[1] اُسترا بھیج چکی، اندیشہ ہوا کہ اگر قیدی میرے ننھے بچے ہی کو مار ڈالے پیٹ پھاڑے ہوئے دوڑی (زرقانی)

[2] آکر دیکھا تو حضرت بندیہؓ نے بچے کو زانو پر بٹھا رکھا تھا اور اس سے میٹھی میٹھی باتیں کر رہے تھے سر تھپک رہے تھے اور بچہ بھی بڑے شوق سے سنتا اور توتلے پن سے جواب دیتا تھا عورت حیران ہو کر بولی تم تو عجیب آدمی ہو کیا تمہیں معلوم ہے مجھے کس بھوت نے ہلکان کر دیا تھا۔ مجھے اندیشہ تھا کہ تم نے اپنی جان کے بدلے میں اس بچے کی جان لے لی ہوگی۔ کیونکہ ایک کا بدلہ ایک ہوتا ہے حضرت بندیہؓ نے کہا سائی پناہ بخدا کیا میں مسلمان نہیں ہوں۔ کیا مسلمان کسی معصوم کی جان بھی لے سکتا ہے؟

(اخبار الایمان)

marfat.com

کہا زید ابن ثابتؓ نے معاذ اللہ اے مائی
میں اک انسان ہوں کوئی درندہ ہوں نہ حیواں ہوں

تجھے دل میں مری جانب سے ایسی بات کیوں آئی
خدا کے فضل سے میں بندۂ حق ہوں مسلماں ہوں

مسلماں کسی بے گنہ سے بدلہ نہیں لیتا

یہ طفلِ بے گنہ، معصوم مخلوقِ خدا بچہ
میں اس کی جان لوں، کیا شیر چیتا بھیڑیا ہوں میں
مسلماں اور خونخواری کرے یہ ہو نہیں سکتا
مسلمانوں سے ایسا ظلم سرزد ہو نہیں سکتا

یہ پیارا، بھولا بھالا، سیدھا سادہ بے بچہ
میں انساں ہوں مسلماں ہوں محبت سے بھرا ہوں میں
خدا کا بندہ غداری کرے یہ ہو نہیں سکتا[1]
خدا کو ماننے والا کبھی بد ہو نہیں سکتا

یہ سب خُلقِ محمدؐ کے کرشمے ہیں

ہوئی جاتی تھی عورت سُن کے باتیں غرقِ حیرانی
وہ دل ہی دل میں کہتی تھی کوئی دیں ایسا بھی ہوتا ہے

سرایت کر رہا تھا اس کے دل میں نورِ ایمانی
بشر سے شر نکل جاتے کہیں ایسا بھی ہوتا ہے

---

[1] حضرت زیدؓ نے کہا۔ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان کبھی غداری نہیں کرتا۔ (رحمۃ للعالمین)

marfat.com

مسلماں ہو کے ہو جاتا ہے کیوں انسان بے حِلم ایسا
کہاں سے اس میں آجاتا ہے اندازِ حلیم ایسا؟
وہ اب سمجھی کہ پرتو ہے یہ سب خُلقِ محمدؐ کا
چراغ ان کے دلوں میں ہے اسی نورِ مجرّدؐ کا

قتل کا میلہ[1]

کھلیں جب کھڑکیاں مکے میں قصرِ صبحگاہی کی
گنہ دینے چلا پاداشِ جرمِ بے گناہی کی
گڑی تھیں سُولیاں مقتل میں ہر سُو ایک ریلا تھا
تماشائی پلے پڑتے تھے گویا ایک میلا تھا
قریشی مرد و زن پیر و جواں اطفال یکجا تھے
رئیس و مفلس و بدخُو و بد اعمال یکجا تھے
بہت سے لوگ ہتھیاروں میں یوں سج سج کے آئے تھے
کہ جیسے جنگ تھی درپیش گھر کو تج کے آئے تھے
مُعمّر اور کمسن برچھیاں بھالے سنبھالے تھے
کمندیں بھی کئی اک نوجواں کندھوں پہ ڈالے تھے
قریشی سرخنے مُرغانِ زرّیں بن کے نکلے تھے
بہت ملبوس مہنگے تھے بہت بن ٹھن کے نکلے تھے

---

[1] عَنْ عبداللہ بن عمرو قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الراحمون یرحمھم الرحمٰن ارحموا اھل الارض یرحمکم من فی السماء (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا۔ کہ رحم کرنے والوں پر رحیم رحم کرتا ہے زمین کے رہنے والوں پر رحم کرو تاکہ آسمان پر رہنے والا تم پر رحم کرے۔

[1] حرم کے حدود سے باہر تنعیم کے میدان میں یہ قتلگہ قرار دی گئی تھی۔ تاریخ مقرر ہو گئی تھی۔ مکہ میں منادی کرا دی گئی تھی۔ اس لئے یہاں صبح ہی میلا سا لگا ہوا تھا۔ اکثر لوگ ہتھیار سجا کر آئے تھے۔ (العادۃ العرب)

marfat.com

سرِ مقتل پہن کر آئے تھے کچھ لوگ زیور بھی[1]
سواری میں یہاں گھوڑے بھی تھے اونٹ اور خچر بھی

نظر آتے تھے ہر جانب مظاہر رنگا رنگی کے
پرے موجود تھے باقاعدہ اک فوجِ جنگی کے

پھریرے جشن کے غارت کے رایت جنگ کے جھنڈے
فضا میں اڑ رہے تھے آج رنگا رنگ کے جھنڈے

دمادم ڈھول ڈھم ڈھم کر رہے تھے جا بجا بجتے
دفیں سر پیٹتی تھیں اور دمامے گرجتے تھے

غضب کا شور و شر تھا آج اس ریلے جھمیلے میں
یہ قتلِ عاشقاں کی دھوم تھی آتے تھے میلے میں

شوق جب مقتل کی جانب پا بجولاں لے چلا

اچانک اک نیا طوفان اس طوفان میں آیا
نرالا شور اس ہنگامہ زا میدان پر چھایا

یہ نعرے خاک سے اس طرح ابھرتے تا سما پہنچے
خوشی گونجی کہ لو مقتول بھی مقتل میں آ پہنچے[2]

یہ شانیں اللہ اللہ مجرمانِ عشق و ایماں کی
کہ تھیں دست و گریباں دھجیاں مست گریباں کی

بندھے تھے پشت پر ہاتھ اکے پیروں میں تھیں زنجیریں
نظر آتی تھیں دو آزادیٔ فطرت کی تصویریں

---

[1] بعض بڑے آدمی زیور پہن کر آئے کہ قومی شان اس انتقام کے دن قائم رہے۔ جنگی لباس، زرہیں اور خود پہن کر آنے والے نمایاں تھے۔ (السعادۃ العربیہ)

[2] جس وقت قیدی لائے گئے تنعیم میں ہلچل پڑ گئی۔ لوگ چاروں طرف سے شور مچاتے ہوئے دوڑے (اخبار الدول)

marfat.com

یہ اک اللہ کے بندے یہ دو احرار و قیدی
یہ اک توحید کے پابند دو مختار و قیدی

قدم مقتل کے راہی عرش پیما تھے دماغ ان کے
نجانے کیا نظر میں تھا کہ دل تھے باغ باغ ان کے

مسلمان قیدیوں سے کافروں کا سلوک

یہ دو شیدائے حریت تھے زیرِ چرخِ مینائی
جنہیں گھیرے ہوئے تھے خاکِ مقتل پر تماشائی

انہیں دیکھا تو یک دم پل پڑی تضحیک بازاری
ہنسی، ٹھٹھا، تمسخر، طعن، آوازے دلآزاری[1]

جھپٹ کر ان کی جانب قریشوں کی ٹولیاں لپکیں
کچوکے، ڈھول دھپّا گالیاں اور چٹکیاں لپکیں

مگر خاموش تھے قیدی نگاہوں میں تبسّم تھا
یہ خودداری ہی ان کی اک شریفانہ تکلّم تھا

اسی حالت سے مقتل میں یہ آخر کار آ پہنچے
یہ منصوروں کے ہادی تھے قریبِ دار آ پہنچے

یک جان دو قالب

ہوئے یکجا حبیبؓ و زید بچھڑے تھے کئی دن کے
نگاہیں ہو گئیں روشن ستارے مل گئے[2] ان کے

---

[1] قریش کے لونڈوں نے قیدیوں کو دیکھا۔ تو مضحکہ کرنے لگے بعض نے بعض کو ان پر دھکا دیا۔ اور بعض نے خاک اڑائی۔ (اخبار الایمان)

[2] حبیبؓ اور زید ایسے بشاش تھے۔ جب وہ باہم مل رہے تھے کہ کفار حیرت زدہ ہو گئے۔ (تاریخ العمران باب رجیع)

marfat.com

اخوت تھی بغل گیر اس محبت اس بشاشت سے
کہ منہ تکنے لگے کفار ان کا فرطِ حیرت سے

نگاہوں میں ثبات و صبر کی پُر زور تاکیدیں
جبینیں اس طرح پُر نور تھیں قرباں تھیں عیدیں

نظر آئے جو یوں مسرور یہ آزاد زنجیری[2]
قریشی کافروں کو شاق گذری یہ بغلگیری

بڑھے حارث کے بیٹے تا دمیں صفوان بھی نکلا
قریشی سرغنے دوڑے ابوسفیان بھی نکلا

اِسلام سے پھر جانے کی ترغیب

ابوسفیان بولا، اے گنہگار و مسلمانو
تمہاری قتل گہ ہے یہ اسے میلا نہ کر دانو

اگر تم آج بھی توبہ کرو اسلام کو چھوڑو
محمدؐ اور اس کے ماننے والوں سے منہ موڑو

تو ہم تُم کو رہائی دیں گے اور خوشحال کر دیں گے
تمہیں بخشیں گے وہ دولت کہ مالا مال کر دیں گے

نہ مانو گے تو تم دونوں کو سُولی پر چڑھائیں گے
محمدؐ کی رفاقت کا مزہ تُم کو چکھائیں گے

---

[1] خبیبؓ اور زیدؓ ایسے بشاش تھے جب وہ باہم مل رہے تھے۔ کہ کفار حیرت زدہ ہو گئے۔ (تاریخ العمران باسل ص)

[2] دونوں قیدیوں نے مدت کے بعد آج اپنے مقتل ہی میں ایک دوسرے کو دیکھا۔ دونوں محبت سے بغلگیر ہو گئے اور دونوں نے ایک دوسرے کو صبر و استقلال کی تاکید کی۔ اس بغلگیری کو دیکھ کر اور ان کو مسرور پا کر کفار نے دونوں کو جُدا کر دیا۔ (تاریخ العمران)

[3] خبیبؓ کو حارث بن عامر کے بھتیجے جبیر بن ابی اہاب نے جھپٹ کر جُدا کر کے اپنے قبضے میں کیا۔ (رشاد الحکمۃ)

[4] ان قیدیوں سے کہا گیا کہ اگر تم اسلام سے توبہ کر لو۔ تو ہم تمہیں آزاد کر دیں گے اور مال و دولت بھی دیں گے اگر نہ مانو گے تو تمہاری موت یقینی ہے

نری سُولی نہیں تم کو اذیت دے کے ماریں گے تُم ہی دونوں پہ ساری قوم کا غُصہ اتاریں گے

دار کے نیچے مُسلمانوں کا نعرۂ حق

خبیبؓ و زیدؓ دونوں مسکرائے یہ خبر سُن کر خبیب اس طرح بولے اے اذیّت کوش اے کافر
اگر قارُون کی دَولت زمانے بھر کا مال و زر ہمیں اسلام کے بدلے ملے ہم تھُوک دیں اُس پر
دو روزہ اور فانی عزّت و اقبال کیا شَے ہے یہ زریہ زندگانی اور جاہ و مال کیا شَے ہے[1]
محمدؐ سے نہ پلٹیں گر ملے ہم کو خدائی بھی بغیر اسلام کے ہم کو جہنّم ہے رہائی بھی

سایۂ دَار میں نمازیں

ابُوسفیان بولا تیری جرأت دیکھ لیتے ہیں محمدؐ سے ترا صدق و محبّت دیکھ لیتے ہیں
گھڑی بھر میں تُو اپنے ادّعا کو بھُول جائے گا محمدؐ کو محمدؐ کے خدا کو بھُول جائے گا
بیاں کر جو بھی ہو مرنے سے پہلے آرزو تیری پھر اس کے بعد دیکھیں گے نرالی ہاؤ ہُو تیری
ابُوسفیان ناز و کِبر سے اب مُسکرایا بھی غرور و مسخرہ پن اور لوگوں کو دکھایا بھی

---

[1] خبیبؓ بن عدی نے جواب دیا جب اسلام ہی باقی نہ رہا۔ تو جان کو رکھ کر کیا کریں گے۔ (رحمۃ للعٰلمین)

marfat.com

تعلّی کفر کی سُن کر، باطمینان دیں بولا — تبسّم زیرِ لب فرما کے قیدی نے دہن کھولا
کہا، دانہ نہ پانی اور نہ دولت چاہتا ہوں میں — فقط دو نفل ادا کرنے کی مہلت[1] چاہتا ہوں میں
یہ مہلت مل گئی، قیدی نے دو رکعت ادا کر لی — نمازی نے نمازِ آخری پڑھ لی، دعا کر لی
شعاعِ طُور کی آئی جھلک پُرنور چہرے پر — شہادت کی تجلّی چھا گئی مسرور چہرے پر
ذرا سی دیر میں یہ فرض ادا فرما دیا اُس نے[2] — عبودیت کا سارا قرض ادا فرما دیا اُس نے

نماز ادا کرنے میں عجلت کا سبب

کہا مَیں چاہتا تھا سجدے ہوتے اور طُولانی — جبینِ بندگی ہے، عاشقِ درگاہِ ربّانی
اگر سجدے مرے حاصل ذرا سا طُول کر لیتے — تو شاید تم اسی کو خوف پر محمُول کر لیتے
چلو خیر اب مَیں فارغ ہُوں چڑھاؤ مجھ کو سُولی پر — بڑھوں میں خود ہی، یا تم لے کے جاؤ مجھ کو سُولی پر
یہ کہہ کر یادِ حق میں گُم ہوا اللہ کا دیوانہ — سرِ شمعِ شہادت آ گیا خود آپ پروانہ
گلوئے عشق میں ڈالا گیا جلّاد کا پھندا — پکڑ کر دار پر باندھا گیا اللہ کا بندا

---

[1] پوچھا گیا۔ کوئی آرزو ہو تو بیان کرو۔ حضرت حبیبؓ نے کہا صرف دو نفل نماز پڑھنے کی مہلت درکار ہے (ارشاد الساری)

[2] حضرت حبیبؓ نے بہت جلد نماز ادا کر لی۔ اور کہا۔ جی چاہتا تھا۔ کہ میرے سجدے ذرا طُولانی ہوتے۔ لیکن شاید تم سمجھتے کہ موت سے ڈرتا ہے۔ اس لئے مَیں نے نماز مختصر کر دی۔ (اخبار الاخیار)

خطاب جانے محبت کے یہ کیا اسرار ہوتے ہیں — جو سر سجدوں میں جھکتے ہیں وہ زیبِ دار ہوتے ہیں
بڑھایا مرتبہ کردار کا گفتار کے اُوپر — کہ دارِ خط بر سریر مسند ہیں، عاشق دار کے اُوپر

اذیت دہی کے لئے صلائے عام

چڑھایا جا چکا جب دار پر منصورِ آزادی — صدائے ہاد ہُو سے گونج اٹھی تنعیم کی وادی
ہوا اعلان ان لوگوں سے جو بدلے کا طالب ہو — اُحد یا بدر کا غصہ ابھی تک جس پہ غالب ہو
وہ بُوڑھا ہو کہ بچّہ لے کے نیزہ اس جگہ آئے — کرے ہلکا سا وار ایسا کہ یہ قیدی مزہ پائے[1]
مگر تاکید ہے مرنے نہ پائے وار سے قیدی — فقط چلّا اُٹھے اس لذّتِ آزار سے قیدی[2]
یہ سنتے ہی عجب جوشِ جنوں پیدا ہوا سب میں — یہ انساں تھے مگر شیطاں سرایت کر گیا سب میں

اِنتہائی آزار۔ اِنتہائی عقوبت

جوانمردی کی یہ صورت نہ تھی اب تک نظر آئی — بندھے قیدی پہ نیزے تان کر دوڑے تماشائی

---

[1] اعلان کیا گیا کہ بدر یا اُحد میں جن کے عزیز مارے گئے ہوں۔ اور اُن کا بدلہ باقی ہو۔ ان قیدیوں پر نیزہ کا وار کر کے اپنے دل کی پیاس بجھائے۔ (تاریخ العمران)

[2] بے رحموں نے ان کو صلیب پر لٹکا دیا اور نیزہ والوں سے کہا کہ نیزوں کی اَنی سے ان کے جسموں کے ایک ایک حصے پر چرکے لگائیں۔ (تاریخ العمران)

marfat.com

ہزاروں تیزانیاں تھیں قیامت کے کچھ کے تھے
مگر ایذا رسانی چاہتے تھے ہاتھ روکے تھے[1]

عجب تھے کارنامے گرگ زادوں اور گرگوں کے
سہارا دے رہے تھے ہاتھ خوردوں کو بزرگوں کے

ہنسی تھی دل لگی تھی کھیل تھا جوشِ تماشا تھا
ہزاروں کا تنِ واحد پہ حملہ بے تحاشا تھا

نظر آتی تھیں یوں مل کر سنانیں جسمِ انور سے
شعاعیں چھوٹتی ہوں جس طرح خورشیدِ خاور سے

تنِ مردِ مسلماں تھا مشبک زخمِ پیہم سے
مگر اک آہ بھی گونجی نہ اس فردِ مکرم سے

بسا ہو جلوۂ محبوبِ حق جن کی نگاہوں میں
وہ دل کا راز کہتے ہیں نہ شکووں میں نہ آہوں میں

شہید کا آخری امتحان

ابوسفیاں[2] نے اب سب کو ہٹایا ہنس کے یوں بولا
اذیت نے ترا قفلِ دہن اب تک نہیں کھولا

اگر اس وقت بھی تو منکرِ اسلام ہو جائے
تو تیری جان بچ جائے تجھے آرام ہو جائے

وگرنہ یہ سمجھ لے آج تیری جان جاتی ہے
یہی ضد ہے جو انسانوں کو سولی پر چڑھاتی ہے

---

[1] چھوٹے چھوٹے بچوں کے ہاتھ میں نیزے دیے گئے! اور بڑوں نے ان کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں سے سہارا دے کر وار کرائے (سیرت ابن ہشام)

[2] ابوسفیان نے زمین اس وقت جب خبیبؓ ابن عدی زخموں سے چور تھے۔ پوچھا اب بھی تیری زندگی بچ سکتی ہے۔ اگر تو محمد کی رسالت سے انکار کر دے۔ بلکہ میں وعدہ کرتا ہوں۔ کہ تیرا علاج ہی نہیں۔ بلکہ تجھے دولت دنیا سے مالا مال کر دوں گا۔ مگر یہ اذیت موجود ہے۔ (اخبار الایمان)

خبیبؓ اس وقت لاکھوں زخم تجھ کھائے ہوئے تن پر — تبسم پھر بھی آیا ان کو استغفارِ دشمن پر

خبیبؓ کا آخری جواب

کہا درد و اذیت جھیلنا تو کارِ آساں ہے — یہ بازی جان دے کر کھیلنا فرضِ مسلماں ہے
یہ سب آساں مگر اسلام سے انکار ناممکن — ہمیشہ کے لئے ہو جاؤں میں فی النار ناممکن[1]
نہ چھوڑوں گا کبھی میں احمدِ مختار کا دامن — کہ دو جگ کا سہارا ہے خیالِ یار کا دامن
یہ کہہ کر عرش کی جانب نظر کی اور دعا مانگی — خدا سے جذبۂ حُبِّ نبیؐ کی انتہا مانگی[2]

خبیبؓ کی دُعا

دعا مانگی کہ اے اللہ تو دانا و بینا ہے — یہاں جتنے بھی ہیں موجود سب کے دل میں کینہ ہے

---

[1] خبیبؓ نے جواب دیا۔ ابو سفیان! اگر تجھے اندازہ ہوتا۔ کہ دوزخ کی آگ کیا چیز ہے۔ جو کافروں کے لئے مقدر ہے تو تُو یہ نہ کہتا۔ مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو جانا ممکن نہیں ہے۔ (اخبار الایمان)

[2] خبیبؓ نے دعا مانگی۔ اللھم بلغنا رسلہ رضوانک فبلغہ ما یصنع بنا (ترجمہ) اے اللہ ہم نے تیرے رسولؐ کے کے احکام ان لوگوں کو پہنچا دیے۔ اب تو اپنے رسولؐ کو ہمارے حال کی اور ان کے کارناموں کی خبر پہنچا دے۔ (رحمۃ للعالمین)
حضرت خبیبؓ نے مصلوب ہونے کے وقت جو فی البدیہہ اشعار پڑھے ان کو مولوی محمد سلیمان منصور پوری نے جمع فرما کر رحمۃ للعلمین میں درج کیا ہے ملاحظہ ہوں۔

لقد جمع الاحزاب حولی والبوا — گروہ در گروہ میرے چاروں طرف جمع ہو گئے ہیں۔ اور
قبائلھم واستجمعوا کل مجمع — انہوں نے اور بہت سی جماعتوں کو بلا لیا ہے۔

marfat.com

یہ مجمع کفر کا ہے بے حد و تعداد و اندازہ
اسے گن لے پریشاں کر دے یا رب ان کا شیرازہ

نہیں کوئی بھی ان میں جو مرا پیغام لے جائے
سلامِ شوقِ محبوبِ خدا کے نام لے جائے

وکلهم مبدی العداوة جاهد
علی لائی فی وثاق بمضیع
وقد جمعوا ابناءهم ونساءهم
وقربت من جزع ظویل ممنع
وقد خیروني الکفر والموت دونه
وقد هملت عینا من غیر مجزع
فلست بمید للعدو تخشعا
ولا جزعا انی الی الله مرجعی
ومالی حذار الموت انی لمیت
ولکن حذاری حجم نار ملفع
فذو العرش صبرنی علی ما یرادنی
فقد یصغو الحمی وقد یاس مطمعی
الی الله اشکو غربتی ثم کربتی
وما ارصد الاحزاب لی عند مصرعی
فوالله ما ارجوا دامت مسلما
علی ای جنب کان فی الله مصرعی
وذلک فی ذات الاله وان یشاء
یبارک علی اوصال شلو ممزع

یہ سب میرے دشمن اور عداوت ظاہر کرنے والے ہیں سالار
میں اس مہلک جگہ بندھا ہوا ہوں۔
انہوں نے اپنی عورتوں کو بھی جمع کیا ہے اور مجھے ایک
اونچی اور مضبوط لکڑی کے پاس لے آئے ہیں۔
کہتے ہیں کفر اختیار کر تاکہ آزادی مل جائے مگر اس سے تو موت بہتر
ہے بہتان ہے میری آنکھوں میں آنسو ہیں مگر میں رونا پیٹنا نہیں۔
میں دشمن کے سامنے عاجزی کروں گا۔ نہ روؤں گا۔ نہ چلاؤں گا
میں جانتا ہوں۔ اللہ کی طرف جا رہا ہوں۔
میں تو لپٹ جانے والی آگ کے خوف چھوٹنے سے خائف
ہوں۔
عرش عظیم کے مالک نے مجھے ہمت دی ہے میں شکیبائی کے لئے غالب
انہوں نے میرا پیٹ سے میرا گوشت کوٹ کر رکھ دیا ہے بھاگنے میں
اپنی بیچارگی۔ بے وطنی کی فریاد اور ان کے ارادوں کی
فریاد خدا سے کرتا ہوں۔
بخدا جب میں اسلام پر جان دے رہا ہوں تو مجھے پروا نہیں
کہ راہِ خدا میں کس پہلو پر موت آتی ہے۔
خدا کی ذات اگر چاہے۔ تو وہ میرے گوشت کے ایک
ایک ٹکڑے کو برکت عطا فرمائے گا۔

marfat.com

الٰہی تو ہی بندے کا سلام شوق پہنچا دے
مرے محبوب تک میرا پیام شوق پہنچا دے

پڑھے اشعار اب بسمل نے شوقِ والہانہ سے
فضائیں گونج اٹھیں اس نیازِ عاشقانہ سے

قاتلوں پر مقتول کی ہیبت

ادھر یہ ہو رہا تھا اس طرف اک خوف تھا سب پر
بہت سے بھاگ اٹھے پیدل بہت سے چڑھ کے مرکب پر

بدن پر ان کے رعشہ تھا زبانوں پر دہائی تھی
کہ ظالم قاتلوں پر ہیبتِ مقتول چھائی تھی

انہیں ڈر تھا مبادا یہ مسلماں بددعا کر دے
خدا ان کا ہمارے سارے کنبے کو فنا کر دے

مگر اشرارِ کامل برچھیاں تانے ہوئے دوڑے
ادھر جلاد بھی دامن کو گردانے ہوئے دوڑے

چڑھا تھا بھوت بدلے کا خبیثوں بدخصالوں پر
تنِ مومن ترازو کر لیا خوں ریز بھالوں پر

لبِ مقتول سے گونجا ادھر کلمہ شہادت کا
ادھر وہ جسم تھا رنگین آویزہ سعادت کا

زہے وہ نور کا بقعہ فلک کو چھا لیا جس نے
سعادت یاب تھا بندہ خدا کو پا لیا جس نے

لہ اس وقت حضرت خبیبؓ کی زبان سے اس طرح کے اقوال نکلے۔ کہ کفار کے قلوب پر ہیبت چھا گئی۔ بہت سے بھاگ گئے۔ بہت لوگوں نے اپنے بیٹوں کو چھپا لیا۔ حتیٰ کہ ابوسفیان معاویہ کو لٹاتا اور اس کو کپڑے سے ڈھانپتا تھا۔ ایک شخص سعید بن عامر جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ ان کا یہ حال تھا۔ کہ حضرتِ عمرؓ کے زمانہ میں جب کبھی انہیں خبیبؓ کا واقعہ یاد آتا۔ تو ان پر غشی طاری ہو جاتی۔ (ابنِ ہشام)

marfat.com

ایمانِ زید کا امتحان

جنابِ زید نے آنکھوں سے یہ سب ماجرا دیکھا
فلک کی سمت جاتا ایک بقعہ نور کا دیکھا

انہیں بھی دشمنانِ دیں قریب دار لے آئے
کہا انکار کر اسلام سے تو جان بچ جائے

جنابِ زیدؓ نے یہ بات نامنظور فرمائی
تو ٹولی قاتلوں کی نیزے لے کر اُن کے گرد آئی

کہا تم بھی اگر چاہو نماز اپنی ادا کر لو
خدا سے مانگ لو کوئی مدد، کوئی دعا کر لو

تمہیں مرنے سے پہلے اس قدر فرصت تو ہے بابا
یہ کہہ کر از رہِ طنز و تمسخر ہنس پڑے سارے

ابوسفیان بولا سب دکھاوے کی یہ باتیں ہیں
یہاں سولی کھڑی ہے شاخِ آہو پر براتیں ہیں

تری نیّت بدل جائے جو یہ منظر نظر میں ہو
محمدؐ ہوں یہاں تیری جگہ، تو اپنے گھر میں ہو

پائے محمدؐ کی خلش بھی ناقابلِ برداشت

کہا او بے وقوف اولذّتِ ایماں سے بیگانے
محمدؐ اور محمدؐ کی محبت کو تو کیا جانے

لہ ابوسفیان نے کہا سچ کہ کیا تیرا دل نہیں چاہتا کہ تو اپنے گھر میں ہوتا۔ اور آج تیری جگہ محمدؐ ہوتے۔ حضرت زیدؓ نے کہا معاذ اللہ میں تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ پائے محمدؐ میں کانٹا بھی چبھ جائے۔ (ابن ہشام)

کہاں برداشت دیکھی تُو نے شیدائے محمدؐ کی!
خلش برداشت کر سکتا نہیں پائے محمدؐ کی

تری باتوں پر اب میں کان ہرگز دھر نہیں سکتا
تری بکواس کو سننا گوارا کر نہیں سکتا!

بس اب خاموش ہو جا بند کر یہ قیل و قال اپنی
اذیت دے مجھے یا قتل کر حسرت نکال اپنی

یہ سُن کر کافروں نے گالی گفتہ کی جھڑی باندھی
غبارِ خاک کی ہر سمت سے چلنے لگی آندھی

نہ تھا تضحیک کا کوئی اثر مردِ مسلماں پر
نظر تک بھی نہ ڈالی اُس نے رُوئے بدسگالاں[1] پر

شہادت کے نشے میں جب کوئی سرشار ہوتا ہے
بھلا درد و اذیت سے کہیں بیدار ہوتا ہے

ادا فرمائے فرطِ شوق سے دو نفل شکرانہ
دکھایا ان کمینوں کو یہ اندازِ شریفانہ

چلا اب خود ہی سُوئے دار یہ پروانہ ملت کا[2]
قریشی فوج کے چہروں پہ چھایا رنگ ذلت کا

شہیدوں کی لاشوں سے بدلہ

بڑھے کفار ہر جانب سے بھالے برچھیاں تانے
لگے بڑھ کر بندھے قیدی پہ مشقِ ناز فرمانے

---

[1] ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم نے محمدؐ کے ساتھیوں کو دیکھا۔ وہ محمدؐ سے جتنی محبت رکھتے ہیں اس کی نظیر نہیں ملتی (اخبار الاعیان)

[2] حضرت زید خود ہی بڑھ کر دار پر چڑھ گئے۔ حالانکہ وہ بہت نحیف تھے۔ (اخبار الاعیان)

marfat.com

ہزاروں برچھیاں گاڑی گئیں اس جسمِ لاغر میں
ہوئی تسلیم جاں اک نعرۂ اللہ اکبر میں[1]

لبِ مقتول پر اس شان سے اللہ اکبر تھا
زمیں بیتاب و مضطر تھی فلک حیران و ششدر تھا

صدائے تکبیر کی کچھ اس طرح چھائی فضاؤں پر
پڑی اک تھرتھری ابنوہِ باطل کی صداؤں پر

دلوں میں ہول پھر پیدا ہوا کچھ تھرتھرے دل بھاگے
چھری لے کر بڑھا نسطاس صفوان کا غلام[2] آگے

جنابِ زیدؓ کے لاشے کا سر ملعون نے کاٹا
تنِ مقتول سے کُڑے نکالے اور لہو چاٹا

کیا لاشوں کا مُثلہ اب گروہِ اہلِ مکّہ نے[3]
نہیں روکا کسی بھی حق پژوہ اہلِ مکّہ نے

گناہِ بے گناہی

خطا یہ تھی کہ یہ اللہ کو واحد سمجھتے تھے
زمین و آسماں کے شاہ کو واحد سمجھتے تھے

خطا یہ تھی کہ یہ قرآن پر ایمان لائے تھے
قوانینِ صداقت اِن کی جاں و دل پہ چھائے تھے

خطا یہ تھی خدا کو قادرِ مطلق سمجھتے تھے
محمدؐ کو نبیؐ، قرآن کو برحق سمجھتے تھے

خطا یہ تھی کہ پروانے تھے یہ شمعِ رسالت کے
اصول ان کو پسند آئے تھے انصاف و عدالت کے

---

[1] ایک شقی نے عین قلب پر نیزہ مارا۔ قلب چھد گیا۔ حضرت زید کے منہ سے ایک بلند آواز اللہ اکبر کی نکلی۔ (اخبار الایمان)

[2] صفوان کے غلام نسطاس نے حضرت زید کا سر کاٹ دیا۔ (ابن ہشام)

[3] شہیدوں کی لاشوں کا مُثلہ کیا گیا۔ یعنی ناک کان کاٹے گئے۔ اور کُڑے نکالے گئے۔ (تاریخ العمران)

خطا یہ تھی کہ یہ انصاف کا احساس کرتے تھے
یتیموں اور بیواؤں کے حق کا پاس کرتے تھے

خطا یہ تھی کہ رکھتے تھے یہ مزدوروں سے ہمدردی
انہیں بھاتی نہ تھی نامرد اہلِ زر کی نامردی

خطا یہ تھی، غلاموں کی رہائی ان کا مقصد تھا
یہ فرمانِ الٰہی تھا، یہ ارشادِ محمدؐ تھا

خطا یہ تھی، انہیں مطلوب تھی انساں کی آزادی
بسانا چاہتے تھے اِک نئی آزاد آبادی

خطا یہ تھی کہ مظلوموں کا دل میں درد رکھتے تھے
نہاں سینوں میں قلبِ گرم و آہِ سرد رکھتے تھے

خطا یہ تھی، نہیں تھا ناز ان کو زور و طاقت پر
کہ وحشی پن کو یہ معمول کرتے تھے حماقت پر

خطا یہ تھی، نہیں تھا اہلِ عالم سے حسد ان کو
بُری معلوم ہوتی تھی حسد کی خوئے بد ان کو

خطا یہ تھی کہ قتل و رہزنی تھی ناپسند ان کو
کیا تھا دینِ حق نے آشتی سے بہرہ مند ان کو

خطا یہ تھی یہ اہلِ درد تھے ہمدردِ انساں تھے
اخوّت اور مساوات بنی آدم کے خواہاں تھے

خطا یہ تھی کہ امن و صلح نصب العین[1] تھا ان کا
زمانے بھر کی بے چینی سے دل بے چین تھا ان کا

خطا یہ تھی یہ مظلوموں کے مجبوروں کے حامی تھے
عدوئے جبرِ سرمایہ تھے مزدوروں کے حامی تھے

خطا یہ تھی یہ امرِ حق کو پھیلانے کے درپے تھے[2]
دلِ غفلت زدہ کو ہوش میں لانے کے درپے تھے

---

[1] وَتُصْلِحُوا بَيْنَ النَّاسِ ۔ پ۲ ۔ البقرہ ۔ ع ۳۳ ○
لوگوں کے درمیان صلح قائم کرو۔

[2] هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۔ پ۷ ۔ الانعام ع ۔ ۱۴۸ ○
کیا تمہارے پاس کچھ علم ہے پس اُسے ہماری خاطر ظاہر کرو۔

marfat.com

خطا یہ تھی کہ یہ خوابیدہ غیرت کو جگاتے تھے
یہ بندوں کو سبق آزاد ہونے کا پڑھاتے تھے

خطا یہ تھی کہ یہ ڈھارس بندھاتے تھے ضعیفوں کی
بسائے ارض کو بستی بناتے تھے شریفوں کی[1]

یہ اُن کی نیکیاں ان کے شرف ان کی خطائیں تھیں
اسی باعث یہ سارا جورِ ناحق تھا جفائیں تھیں

بڑی بھاری خطائیں تھیں یہ بابل کی نگاہوں میں
کہ ان سے زلزلہ آتا تھا شاہی بارگاہوں میں

یہ بندے تھے نظامِ شہریاری کے لئے خطرہ
اجارہ داری و جاگیرداری کے لئے خطرہ

نظام ان کا نظامِ سود خواری کے لئے مہلک
وجود ان کا رگِ مردم شکاری کے لئے مہلک

باطل حق پر غضب ناک تھا

خفا تھا طیش میں آیا ہوا تھا نفسِ شیطانی
کہ پھر انسان بنتی جا رہی تھی نوعِ انسانی

---

[1] وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ۔ کسی زمین میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرو۔

[2] كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۔ پ۔ اٰل عمران ۔ ع ۔ تم لوگ (اے مسلمانو) باقی لوگوں کے لئے ایک بہترین اُمت (صف زندگی پر) لائے گئے ہو۔ مطابق شرع کے حکم دیتے ہو برائیوں سے منع کرتے ہو۔ اور خدا پر پکا یقین رکھتے ہو۔

قریش تمام عرب پر مذہبی حکومت کرتے۔ اور کعبہ کی وجہ سے ہمسائیگانِ خدا بلکہ آل اللہ یعنی خاندانِ الٰہی کہلاتے تھے۔ دوسرے قبائل کی مخالفت کا سبب یہ تھا۔ کہ تمام قبائل کی وجہ معاش لوٹ مار اور غارت گری تھی۔ اور اسلام نہ صرف اس بلکہ ہر لوٹ کو روکتا تھا۔ اس لئے وہ جانتے تھے کہ اگر اسلام قائم ہو گیا تو ہمارے ذرائع معاش بند ہو جائیں گے۔ (سیرت النبی)

بشر کو ڈھور ڈنگر جاننے والے غضب میں تھے
مثالِ مار پیچ و تاب میں رنج و تعب میں تھے

پڑے تھے رہزنوں غارت گروں کو پیٹ کے لالے
مبادا رزق ان کا بند کر دیں یہ خُدا والے

جہانِ جبر و استبداد اُمڈا متحد ہو کر
جہاں سے نقشِ حریت مٹانے پر بضد ہو کر

شکستِ بدر کی خفت، اُحُد کی نامرادی کیا!
فساد و غدر سے باز آتے ہیں قاتل فسادی کیا؟

فساد و غدر پر جن کا مدارِ زندگانی ہو،
تو پھر کیسے قبول ان کو نویدِ آسمانی ہو

نویدِ آسمانی کے مقابل خبثِ سفلی

نویدِ آسمانی ہی بقا ہے رحم و رافت کی
نویدِ آسمانی ہی فنا ہے ہر کثافت کی

نویدِ آسمانی نُور برساتی ہے دُنیا میں
خوشی ہر سُو قریب و دُور پھیلاتی ہے دنیا میں

مگر خُبث و کثافت حیلہ و تدبیر کرتے ہیں
دغا کرتے ہیں، بے ایمانی و تزویر کرتے ہیں

یہ پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں شمعِ ربانی
یہ رحمت کو دکھانا چاہتے ہیں بغضِ شیطانی

یہ پیغامِ خُدا کے ہر مبلّغ پر جھپٹتے ہیں
بنی آدم کو زہری سانپ بن بن کر لپٹتے ہیں

دغا بازی جبلت ہے جفاکاری شعار ان کا
حرام ان کی کمائی گندگی ہے کاروبار ان کا

طبیب مایوس نہیں ہوتے

یہی باطل ہے۔ حق جس کے فنا کرنے کو آتا ہے
مرض ابھرے تو حاذق بھی دوا کرنے کو آتا ہے

دوا کو فکر ہوتی ہے فقط آرام دینے کی
مرض کرتا ہے کوشش دمبدم آلام دینے کی

طبیب امراض کی شدت سے گھبراتے نہ ڈرتے ہیں
دوا دیتے ہی جاتے ہیں جفا پر صبر کرتے ہیں

بالآخر سعیٔ پیہم سے مرض کافور ہوتا ہے
طلوعِ صبحِ صادق سے اندھیرا دور ہوتا ہے

مامورؐ کا ضبط و صبر

ملائک لے کے یہ اخبار دل افگار آتے تھے
بگوشِ پاکِ ہادیؐ دمبدم اخبار آتے تھے

رسالت کے لئے لازم مگر ضبط و صبوری تھی
انہی کفار میں تبلیغِ اسلامی ضروری تھی

گراں یہ پستیٔ اعدائے بد اخلاق ہوتی تھی
رفیقانِ رہِ حق کی جدائی شاق ہوتی تھی

مگر مامورؐ تھا وہ سعی کے مشکور کرنے پر
بہت تاریک سینوں کو بہت پُرنور کرنے پر

marfat.com

باب پنجم

فتنۂ قومِ یہود

مزدور[1] اور سود خوار

بچارا محنتی مزدور دن بھر کام کرتا ہے
دماغ و جسم کو وقفِ غم و آلام کرتا ہے

سکت باقی نہیں ہے پیٹ بھر روٹی نہ کھانے سے
کمر دوہری ہوئی جاتی ہے بھاری بوجھ اٹھانے سے

اسے مدِ نظر ہے کچھ بڑھاپے کا سہارا بھی
یہ کرنا چاہتا ہے بال بچوں کا گزارا بھی

---

[1] اسلام کو بہت سی لڑائیاں ایسی لڑنا پڑیں جن کا سبب سرمایہ داروں کی لوٹ کھسوٹ کو روکنا اور مقروضوں اور مزدوروں کام کاج کر کے زندگی بسر کرنے والوں کے لئے آسانیاں پیدا کرنا تھا۔ سود خواروں نے ایک ایسا نظام بنا رکھا تھا جس سے صرف چند آدمی قوی ہو گئے تھے۔ باقی برباد زندگی بسر کرنے اور غلامی کرنے پر مجبور تھے۔ اور اس سود خواری کے نظام میں بنی اسرائیل سب سے آگے آگے تھے۔ (مصنف)

marfat.com

نہ تن ڈھکتا ہے پورا اور نہ پورا پیٹ بھرتا ہے
اسی مزدوری سے بیچارہ مسلسل کام کرتا ہے

کبھی موسم مخالف ہے مشقت ہو نہیں سکتی
کبھی بیمار ہو جاتا ہے محنت ہو نہیں سکتی

غریبی مفلسی پر اک عذابِ زندگی طاری
کبھی بیوی کی بیماری کبھی بچوں کی بیماری

بہت ہی بے کس و مجبور ہے مزدور کی دنیا
طمانیت سے کتنی دور ہے مزدور کی دنیا!

بسا اوقات بیچارے کو مزدوری نہیں ملتی
اگر ملتی بھی ہے کم ملتی ہے پوری نہیں ملتی

بشر کے ساتھ رہتے ہیں غمی شادی کے دھندے بھی
رواج و رسمِ قومی کے لگے لپٹے ہیں پھندے بھی

وجودِ مفلسی پر جب کبھی یہ بار پڑتا ہے
تو انساں اپنے پیروں قرض کی دلدل میں گڑتا ہے

رواج اچھے نہیں اچھی نہیں اسراف کی رسمیں!
مگر کیا مرگ و بیماری بھی ہے انسان کے بس میں؟

کہاں ہے جانِ شیریں کو مفر درد و علالت سے؟
پناہیں ڈھونڈتی ہے زندگی مخدوش حالت سے

بڑھاپا ذمہ داری کے تحائف ساتھ لاتا ہے
اگر زندہ رہے انساں بڑھاپا آ ہی جاتا ہے

قویٰ مفلوج ہو جاتے ہیں یاری چھوڑ دیتے ہیں
یہ سچے دوست رسمِ دوستداری توڑ دیتے ہیں

ساہوکار کا دخل و عمل

بسا اوقات بیماری، مجبوری یہ معذوری
ضعیف انسان کر سکتا نہیں کوئی بھی مزدوری

انہی اوقات میں شیطان ساہوکار آتا ہے
غریب انساں کو بے بس دیکھ کر قبضے میں لاتا ہے

نظر آتے ہی بھوک اور احتیاج اللہ کے بندوں میں
جکڑ لیتا ہے پیلا سانپ زہریلی کمندوں میں

سرایت کر گیا اک بار جب ہستی میں زہر اس کا
تو پھر قبضہ ہے گویا بستی بستی شہر شہر اس کا

ہوا دخل و عمل جب اس عدوئے دین و ایماں کا
تباہی کے سوا چارہ نہیں پھر کوئی انساں کا

سُود در سُود کا پھیر

درونِ زندگی یہ بدمعاش اس طرح آتا ہے
دلِ غفلت زدہ میں جس طرح شیطاں سماتا ہے

یہ ہلکا سُود ہے صحت کا صدقہ کچھ نہیں کیا ہے!"
یہی ظالم کا پھندا ہے، یہی کافر کا دھوکا ہے

یہ ہلکا سُود ہے وہ زہر ہر نوعِ انسانی
عبارت جس سے ہے قومی ہلاکت اور ویرانی

یہ ہلکا سُود ہے "ریوڑی کا پھیر" اسباب و علت میں
گراتا ہے یہی نوعِ بشر کو قعرِ ذلت میں

ہمدردی کا قاتل ہے، یہ دشمن ہے اُخوّت کا
یہی باعث ہے شخصی اقتدار و زور و قوت کا

یہی آلہ ہے انسانی لہو سے پیٹ بھرنے کا
ذریعہ ہے یہی تو بدمعاشوں کے ابھرنے کا

یہ ہلکا سُود ظالم ہی نظام ایسا بناتا ہے
کہ جس سے آدمی شیطان کے پنجے میں آتا ہے

شرف جس قوم نے پایا مہاجن کی اسامی کا
ہے پٹہ اس کی گردن میں غلامی در غلامی کا

marfat.com

جہاں اک مرتبہ انسان اس کے بیچ میں آیا
پھر اس کی سات پشتوں میں نہ عزت ہے نہ سرمایا
ذرا بھی دخل ہے جس سرزمیں پہ سود خواری کا
مرقع ہے وہیں انسان ذلت اور خواری کا

مدینے کے یہود

یہود اور سود خواری لازم و ملزوم ہوتے ہیں
جہاں یہ ہوں وہاں امن و اماں معدوم ہوتے ہیں
مدینے کے یہودی بدتریں تھے اس زمانے میں[1]
دغابازی میں حرب و خدع میں حیلے بہانے میں
یہ مزدوروں سے محنت کی کمائی موس لیتے تھے
لہو کا قطرہ قطرہ جونک بن کر چوس لیتے تھے
یہ مقروضوں کے بچوں بیویوں کو رہن رکھتے تھے
یہ محتاجوں کا خونِ آبرو ہر لحظہ چکھتے تھے
ہے بدکاری بھی شاید لازمہ سرمایہ داری کا
نمونہ تھے یہودانِ عرب اس بدشعاری کا
اگرچہ سنگساری تھی سزائے جرم بدکاری
مگر سرمایہ داروں پر نہ ہوتی تھی یہ جاری

---

[1] یہود میں امتدادِ زمانہ سے انتہائی اخلاق ذمیمہ پیدا ہو گئے تھے۔ اُن کے امتیازی خصائص زندگی یہ تھے۔ کہ ہر طرف لین دین کا کاروبار پھیلا رکھا تھا۔ تمام آبادی ان کے قرضوں میں زیر بار تھی۔ چونکہ تنہا وہی صاحب دولت تھے۔ اس لئے نہایت بے رحمی سے سود کی بڑی بڑی شرحیں مقرر کرتے تھے۔ یہود قرضہ کی کفالت میں لوگوں کے بال بچے بلکہ مستورات کو رہن رکھواتے تھے۔ دولت کی بہتات سے زنا اور بدکاری کا عام رواج تھا۔ زناکاری کے مرتکب اکثر صاحب دولت ہوتے تھے۔ لہٰذا وہ روپیہ صرف کر کے سزا سے بچ جاتے تھے۔ (دیکھو سیرت النبی)

marfat.com

غریبوں کو تو ملتی تھی سزائے بے گناہی بھی
مگر زردار کا ہر جرم گویا کارنامہ تھا
عصائے موسوی تاویل اور تحریف کا مارا
درِ دولت پہ سجدہ ریز تھا قانون بے چارا

انہی کا حصہ تھی بے عزتی بھی اور تباہی بھی
کہ ان کے ہاتھ میں پیسہ نہیں مختار نامہ[1] تھا
[2]

قبائلِ عرب کی سیاسیات اور یہود

بچھا رکھا تھا جال ایسا نظامِ سود خواری نے
تمنائے حصولِ قوتِ شخصی کے دیوانے
کہ دنیا سے کنارا کر لیا تھا غمگساری نے
مفادِ عام و مشترکہ سے ہو جاتے ہیں بیگانے

---

[1] وَتَرٰی کَثِیْرًا مِّنْهُمْ یُسَارِعُوْنَ فِی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ پ۶۔ المائدہ۔ ع۱۲

اور تو ان میں سے اکثر کو دیکھے گا۔ کہ تعدی کی طرف بڑی تیزی سے بڑھتے ہیں۔

[2] یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ۔ پ۶۔ المائدہ۔ ع۱۳

یہ لوگ کلمات کو اپنے مقامات سے بدل دیتے ہیں۔

یہود نے شرعِ موسوی میں جا بجا تحریف کی تاکہ ان کے دولتمند امیر لوگوں کے لئے آسانیاں پیدا ہو جائیں۔ ان کے بعض پیشوایانِ مذہبی دولت مند لوگوں کے اثر سے احکامِ تورات کی تاویل کرتے۔ اور ان احکام کو پیسے والوں کی سہولت کے مطابق اِدھر سے اُدھر کر دیتے۔ (تاریخ العمران)

ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے ایک یہودی سے دریافت فرمایا۔ کیا تمہاری شریعت میں زنا کی سزا دُرّہ زنی ہے۔ اُس نے عرض کیا۔ نہیں۔ بلکہ سنگساری۔ لیکن چونکہ شرفا میں زنا بکثرت ہے۔ اور جب بات کھُل جاتی ہے تو اس کو چھوڑ دیا جاتا ہے تاہم عام غریبوں کو سزائے سنگساری ہی قائم رہتی ہے۔ اِس لئے ہم نے شریعت کا یہ حکم بدل دیا۔ تاکہ سب کو سزا دی جا سکے۔

marfat.com

یہودی قوم سرمایہ کی طاقت سے قبائل میں
قبائل کے بڑے سرداران سے ساز رکھتے تھے
نمود ذات میں، سامانِ جنگی کی ضرورت میں
قبائل کی رقابت کو بڑھانا جانتے تھے یہ
وقارِ علم و مذہب سے بھی اکثر کام لیتے تھے

مہیا کر چکی تھی سنگی زر کے وسائل میں
کہ یہ سب قوتِ شخصی کی حرص و آز رکھتے تھے
یہودی ان کے ساہوکار تھے ہر ایک صورت میں
مدد دے کر نئے فتنے جگانا جانتے تھے یہ
خدا کا اور کلیم اللہ کا بھی نام لیتے تھے

یہود اسلام کے دشمن تھے

یہود اسلام کے دشمن تھے لیکن دشمنی کیوں تھی؟
اسی گلزار پر ان کی یہ شعلہ افگنی کیوں تھی؟
مدینے[1] میں بھی رہتے تھے یہود اور کچھ تھے خیبر میں
مگر پھیلا ہوا اک جال تھا ان کا عرب بھر میں

---

[1] عرب میں ہر قبیلہ کا سردار نام و نمود کی خاطر لونڈی غلام رکھتا۔ میلوں میں جاتا۔ بڑی بڑی دعوتیں کرتا۔ اس طرح وہ اپنے قبیلہ والوں اور دوسروں پر رعب رکھنا چاہتا تھا۔ جنگ بھی نام و نمود کے لیے لڑی جاتی تھی۔ ان سب باتوں کے لیے وہ یہود کے مقروض تھے۔ اور اُن سے بنائے رکھتے۔ (العادۃ العرب)

[2] جس وقت آنحضرت مدینہ میں تشریف لائے تھے اس وقت یہود کے تین قبیلے بنو قینقاع۔ بنو نضیر۔ اور بنو قریظہ آباد تھے۔ اور انھوں نے گڑھیاں بنا رکھی تھیں۔ تمام سوداگری اور سود کا کاروبار کرتے تھے۔ آپ نے اُن سے صلح و آشتی کا معاہدہ کیا۔ اور وہ بھی امن و امان سے رہنے کا قول لیا۔ مگر یہود در پردہ اسلام اور بانیٔ اسلام کے دشمن تھے۔ چنانچہ بنو قینقاع کے اشرار کا ذکر دوسری جلد شاہنامہ میں آچکا ہے۔ کعب بن اشرف کا واقعہ بھی بیان ہو چکا ہے۔ جو مسلمانوں اور بانیٔ اسلام کے خلاف اشتعال انگیز تحریریں لکھا کرتا تھا۔ اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرا دینے کی سازش کی تھی۔ (مصنف)

بچھا رکھا تھا دامِ قرض گیا دی کے حیلوں سے
یہ ساہوکار تھے گھر گھر میں قائم تھا رسوخ اِن کا
اُدھر قانونِ اسلامی تھا دشمن سُود خواری کا
یہود اس کو کسی صُورت گوارا کر نہ سکتے تھے
یہ دھنا سیٹھ ساہوکار، صرّاف اور بیوپاری
بظاہر گانٹھتے تھے یہ مسلمانوں سے یارانہ

یہ دولت لُوٹتے تھے اُوس و خزرج کے قبیلوں سے
کہ منہ تکتے تھے اپنی ہر ضرورت پر شیوخ ان کا
مٹانا چاہتا تھا نام ہی سرمایہ داری کا
مسلمانوں سے کوئی بھائی چارا کر نہ سکتے تھے
نہ کرتے کس طرح سرمایہ داری کی طرفداری

لہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:-

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ
پ۶- المائدہ- ع ۵

وہ جھوٹی باتوں کے سننے والے اور مالِ حرام کے بڑے کھانے والے ہیں۔

لہ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ پ۳- البقرہ- ع ۳۵

جو لوگ سُود کھاتے ہیں۔ وہ (اپنی قبروں سے) اس طرح اُٹھیں گے۔ جیسے کسی کو جن نے لپٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو۔

اسلام سُود خواری کو حرام قرار دیتا تھا۔ اِس لئے یہود کو اپنے کاروبار کی طرف سے اندیشہ تھا۔ (ارشاد الحکمۃ)

لہ وَاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۔ نسا- ع ۱۳

اور چونکہ یہ سُود خواری کرتے ہیں حالانکہ ان کو سُود سے منع کر دیا تھا۔ اور چونکہ یہ لوگوں کا مال خورد برد کر جاتے ہیں۔

marfat.com

اِسلام کے خلاف ریشہ دَوانیاں

تملّق، آشنائی، سُود خواری ہی کے پھندے تھے — کہاں کی دوستی یہ طمع ذاتی ہی کے بندے تھے
رسُولِ پاکؐ ان لوگوں کو سمجھاتے تھے نرمی سے — مگر یہ قوم پیش آتی تھی گستاخی سے گرمی سے[1]
فساد و فتنہ سے معمُور تھا ان کا رگ و ریشہ — دغا دیتے تھے ہر اک مرحلے پر یہ دغا پیشہ[2]
نظر آتا تھا ان کو بار آور نخلِ اسلامی — تو بجھتا تھا انہیں اپنے لئے احساسِ ناکامی
ہُوا تھا بعدِ فتح بدر آتش زا حسد[3] اِن کا — اُحُد کے بعد اُبھرا اور بھی اب حالِ بد ان کا
اُحُد کی ضرب کھا کر بھی مسلماں سخت جاں نکلے — یہ صدمہ سہہ گئے ثابت رہے اور کامراں نکلے

پڑی ضربِ معوّنہ اور اُفتادِ رجیع ان پر
نظر آئی بظاہر تنگ دنیائے وسیع ان پر

---

[1] رسُول اللہ صلعم ان کو بہت نرمی اور آشتی سے سمجھاتے تھے۔ مگر یہ لوگ گستاخیاں کرتے تھے۔ (تاریخ العرب)
کوئی ایسا نازک موقع نہ تھا جب یہودیوں نے مسلمانوں سے باوجود باہمی معاہدہ کے دغا نہ کی ہو۔ (رشاد الحکمۃ)

[2] فتح بدر کے بعد ان کا حسد ظاہر ہو گیا تھا۔ دیکھو واقعہ بنو قینقاع شاہنامۂ اسلام جلد دوم اُحُد کے بعد یہ شامت کرتے تھے۔ اور بنو نضیر نے سازش کر کے رسُول اللہ صلعم کو قتل کرنا چاہا تھا۔ (ابنِ ہشام)

[3] اشارہ ہے ان مبلغین کے قتل کی طرف جن کا ذکر گذشتہ باب میں آچکا ہے۔ (مصنف)

marfat.com

یہود کی ہر کوشش ناکام

مسلماں پھولتے پھلتے چلے جاتے تھے دنیا میں
کہ راہِ راست پر چلتے چلے جاتے تھے دنیا میں

یہودوں نے بسا اوقات طرحِ جنگ بھی ڈالی[1]
ہمیشہ منہ کی کھائی یعنی وار اُن کا گیا خالی

غریبوں اور مزدوروں کی قوت بڑھتی جاتی تھی
نظر آیا کہ شیرب میں اخوت بڑھتی جاتی تھی!

اصولِ دینِ بیضا تھا مخالف سُود خواری کا[2]
مدار اس سُود خواری ہی پہ تھا سرمایہ داری کا

انہیں اِس قوتِ اسلام سے خطرہ نظر آیا
کہ تھی مزدور کی محنت ہی ان لوگوں کا سرمایہ

یہود کی غضبناکی

یہ سمجھے ٹوٹ جائیں گے ہمارے مکر کے پھندے
اگر آزاد ہو جائیں گے یہ اللہ کے بندے

---

[1] بنو قینقاع نے رسول اللہ صلعم سے جنگ کی۔ بنو نضیر نے آنحضرتؐ سے معاہدہ کیا تھا۔ توڑ دیا۔ قلعہ بند ہو گئے۔ آخر مغلوب ہوئے۔ آنحضرتؐ نے ان کا مدینہ سے اخراج کر دیا۔ اور یہ اپنا مال و اسباب لاد کر چلے گئے اور ان میں سے اکثر خیبر میں دوسرے یہودی قبائل میں جا ملے۔ (مصنف)

[2] سُود خواری کو حرام فرما کر اسلام نے قرضِ حسنہ کی تلقین کی۔ اور اس طرح ان مہاجنوں کے کاروبار کی شرارت کی رگ کٹ گئی۔ جو روپے کے زور سے مقتدر تھے۔ اور لوگوں کو مغلوب رکھتے تھے (رشاد الحکمۃ)

marfat.com

اگر اسلام نے مزدور کی یوں پاسداری کی
اکھڑ جائے گی دنیا سے ہوا سرمایہ داری کی

ہے اس سرمایہ داری ہی سے اپنا بھی وجود آخر
یہی جاتی رہی تو کیا رہی قوم یہود آخر

یہ چرچا سود لینے اور دینے کی مناہی کا
یہودی قوم کو پیغام دیتا ہے تباہی کا

یہودی قوم کیا ہے ہم بھی دنیا کو بتا دیں گے
عرب سے مذہبِ اسلام کا جھگڑا چکا دیں گے

ناقابلِ اصلاح قوم

جنابِ رحمۃ للعالمینؐ نے فرطِ رحمت سے
روا رکھا کرم ہی حضرتِ موسیٰؑ کی امت سے

مگر تھی ان دنوں قومِ یہود اخلاق سے عاری
نشہ تھا دولت و ملاقت کا ہر اک فرد پر طاری

فریضہ تھا رسول اللہ کا تبلیغِ دیں کرنا
خیال و فعل کی پاکیزگی کو دل نشیں کرنا

مگر یہ اہلِ زر نازاں تھے سفلی زور و طاقت پر
دنائت پیشہ تھے قائم ہے اپنی حماقت پر

نوازا پے بہ پے حضرتؐ نے احسانات سے ان کو
بحسنِ خلق روکا ان بری عادات سے ان کو

لہ یہود سے آنحضرتؐ کا معاہدہ تھا۔ اور ان کے مال و جان سے کوئی تعرض نہ کیا جاتا تھا۔ ان کو ہر قسم کی مذہبی آزادی حاصل تھی۔ لیکن منصبِ نبوت کی رُو سے اخلاقی برائیوں کے خلاف وعظ و نصیحت رسول اللہ کا فرض تھا۔ یہودی برائیاں عام تھیں۔ اور اس وعظ و نصیحت سے خفا ہوتے تھے۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

لہ آنحضرتؐ صرف وعظ و پند ہی کافی نہیں سمجھتے تھے بلکہ شرارت کی راہ روکنے کے لئے سختی فرماتے اور ان کی ترقی کا انتظام کرتے تھے

مگر یہ قوم پختہ ہو چکی تھی خامکاری میں
رہی جاتی تھی اپنی بدسگالی بدشعاری میں

مدینے میں یہودی قوم کے جتنے قبائل تھے[1]
بڑی سختی سے امن و صلح کے رستے میں حائل تھے

بظاہر ملتے جلتے تھے بظاہر عہد و پیماں تھا
بباطن ہر قدم پر ہاتھ ان کا فتنہ ساماں تھا

یہود کی طرف سے انتہائی اشتعال پر رسول اللہ کا تحمل

شبانہ روز دارالامن میں فتنہ فساد ان کا
منافق سے مودت اور مومن سے عناد ان کا[2]

---

[1] احکام الٰہی جو قرآن مجید میں نازل ہو رہے تھے۔ سرتاپا اہل کتاب کے ساتھ مدارات اور معاشرت کی ترغیب میں تھے۔
وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۖ اہل کتاب کا طعام تمہارے لئے حلال ہے۔
ان کو سمجھانے اور راہ راست پر لانے کے لئے فرمایا جاتا:۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ پ۳ آل عمران ع۸

کہدیجئے۔ اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف۔ جس کو ہم تم دونوں یکساں مانتے ہیں۔ وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کو نہ پوجیں۔ اور اس کا کسی کو شریک نہ بنائیں۔ اور ہم میں سے کوئی خدا کے سوا اپنا رب نہ بنائے۔ تو اگر وہ منہ پھیریں۔ تم کہدو۔ اچھا تم گواہ ہو۔ ہم تو مسلمان ہیں۔

[2] مدینے کے یہود میں بنی قینقاع کے اخراج کا ذکر دوسری جلد شاہنامۂ اسلام میں ہو چکا ہے۔ البتہ ابھی تک بنی نضیر اور بنی قریظہ یہیں بود و باش رکھتے تھے۔ انہوں نے اچھی مضبوط گڑھیاں بنا رکھی تھیں۔ (مصنف)
منافقین کے گروہ کو جس کا سردار ابن اُبی سلول تھا۔ یہودیوں نے در پردہ ابھار رکھا تھا۔ اور مسلمانوں کا ذکر کیا۔ آنحضرتؐ راتوں کو گھر سے نکلتے تو یہودیوں کی وجہ سے جان کا خطرہ رہتا تھا۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

marfat.com

نبیؐ کے حق میں ان کی بدکلامی اور بدخواہی[1]
عوام الناس میں ان کی بدآموزی و بددلی

مسلسل دشمنانِ دینِ حق سے سازشیں[2] ان کی
مسلماں قتل ہوتے ہوں تو اس پر نازشیں ان کی

رسُول اللہ ان پر رحم فرماتے رہے برسوں
یہود اطوارِ بد سے رنج پہنچاتے رہے برسوں[3]

یہُودی گامزن تھے شاہراہِ کینہ کاری پر
بناءِ اسلام کی قائم تھی لیکن بُردباری پر

یہ بدفطرت بھی تھے گستاخ بھی اور دشمنِ جاں بھی
یہ محسن کُش بھی تھے احساں فراموشی پہ نازاں بھی

نہیں تھا قابلِ اصلاح قال ان کا نہ حال ان کا
حدِ برداشت سے باہر تھا طعن و اشتعال ان کا

رسُول اللہ کو قتل کرنے کی ناکام سازشیں

رمق بھر آدمیت بھی یہُودوں میں اگر ہوتی
تو یہ قوم از سرِ نو زندگی سے بہرہ ور ہوتی

---

[1] یہودیوں نے معمول کر لیا تھا۔ کہ آنحضرتؐ کو السّامُ عَلَیْکَ کہتے تھے۔ جس کے یہ معنی ہیں۔ (قتل کفر کفرہ باشد) کہ تجھ کو موت آئے۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے یہ فقرہ سنا۔ غصّہ آیا۔ بے اختیار بولیں۔ کمبختو! تم کو موت آئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ عائشہ نرمی سے کام لو۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

[2] یہود نے اسلام کی بربادی کی خفیہ تدبیریں اختیار کیں۔ (سیرت النبیؐ)

[3] انہوں نے طرح طرح سے آنحضرتؐ کو اذیتیں دیں۔ اور اسلام کے خلاف کوششیں شروع کیں۔ لیکن آنحضرتؐ ان کی ایذا رسانیوں کو برداشت کرتے تھے۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

marfat.com

مگر جو قوم حرصِ زر سے قاتل ہو رسولوں کی
وہ قائل کس طرح ہو دردمندانہ اصولوں کی

یہود اسلام کی تبلیغ میں سمجھے شکست اپنی
کمائی بند ہوتی دیکھتے تھے زر پرست اپنی[1]

دیا تو یہ دیا آخر صلہ خلقِ محمد کا
نمایاں کر دیا آئینہ اپنی فطرتِ بد کا[2]

طلوعِ صبحِ صادق میں نظر آئی جو رات اپنی
نبی کو قتل کر دینے میں یہ سمجھے حیات اپنی

یہ سازش یہ ارادے یہ دغابازی یہ تدبیریں
یہودی قوم گویا لکھ رہی تھی اپنی تقدیریں

محبت کِذب سے تھی حق سے تھیں بیزاریاں ان کو
لہٰذا ہو گئیں حاصل دوامی خواریاں ان کو

نبی کو قتل کر دینے کی خفیہ خفیہ تدبیریں
ہوئیں ناکام، جیسے گر پڑیں بالو کی تعمیریں[3]

وجود ان کا مدینے میں تھا مرکز قتل و غارت کا
خدا نے کر دیا اب سدِّ باب ان کی شرارت کا

علانیہ[4] جو پیش آئے جدل سے اور کینے سے
بدر ہونا پڑا اِس قوم کو آخر مدینے سے

---

[1] مدینے کے انصار یہودیوں کے شکنجوں سے آزاد ہوتے جاتے تھے۔ یہودیوں میں جو اخلاقِ بد عموماً پھیلے ہوئے تھے۔ اور جن پر دولتمندی اور مذہبی پیشوائی نے پردہ ڈال رکھا تھا۔ اب ان کا راز فاش ہونے لگا۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

[2] تمام مہربانیوں اور لطف و مدارات کا صلہ یہود نے دیا یہ تھا۔ کہ ہر طرح اسلام کی خانہ براندازی کا عزم کیا۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

[3] یہودِ بنو نضیر نے مشورہ سے یہ فیصلہ کیا کہ حکمت عملی سے محمدؐ کو قتل کر دیا جائے۔ تجویز یہ ٹھہرائی کہ مذہبی علما کا مباحثہ کرنے کے لئے آپؐ کو بلایا۔ اور خنجر چھپا کر تیار ہو کر بیٹھ گئے۔ مگر قبیلہ بنو نضیر کی ایک عورت نے ایک انصاری پر جو اس کا منہ بولا بھائی تھا۔ یہ راز کھول دیا اور آنحضرتؐ کو جو یہود کی دعوت پر گھر سے نکل چکے تھے۔ اطلاع ہو گئی۔ اور آپ واپس آ گئے (دیکھو زرقانی)

[4] جب سازش کھل گئی۔ تو آنحضرتؐ نے ان سے معاہدۂ امن کی تحریر چاہی۔ انہوں نے نہایت متمردانہ جواب بھیجا۔ اور جنگ کے لئے قلعہ بند ہو گئے۔ آخر اُن کا محاصرہ کیا گیا۔ ایک عرصہ کے محاصرہ کے بعد یہ مغلوب ہو گئے۔ اور ان کو مدینے سے نکال دیا گیا۔ (دیکھو ابوداؤد کتاب الخراج)

marfat.com

سلامت نکل جانے کی اجازت

محمدؐ جود کا منبع، محمدؐ لطف کا معدن — محمدؐ عفو کا دریا۔ محمدؐ رحم کا مخزن
محمدؐ کو نہ تھا مطلوب ذاتی انتقام ان سے — فقط مقصود تھی آزادیٔ دارالسلام ان سے
نہ ان کے مال و دولت سے تعرض کوئی فرمایا — نہ ان کی حرکتوں کو قابلِ پاداش ٹھہرایا
نبوت نے انہیں ہر شے اٹھانے کی اجازت دی — جدھر بھی چاہتے تھے ان کو جانے کی اجازت دی
مسلمانوں سے فرمایا کرو احساں جواں مردو — انہیں کچھ زادِ راہ بھی دو، سواری بھی عطا کر دو
یہود اس طرح مال اونٹوں کے اوپر لاد کر نکلے — غنیمت لوٹ کر جیسے کوئی بیداد گر نکلے
یہ سارا مال و زر تھا خون مزدوروں کسانوں کا — اسے سمجھا گیا صدقہ مسلمانوں کی جانوں کا
مہاجن بھیڑیے نکلے جو انسانوں کی بستی سے — تو ابھری ہستی مزدور مجبوری کی پستی سے

۱؎ پندرہ دن کے محاصرے کے بعد انہوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ اور درخواست کی کہ ہمیں یہاں سے اپنا سازوسامان لے کر یہاں سے چلے جانے دیا جائے۔ خود رسول اللہ نے محاصرہ کے وقت یہی کہا تھا۔ اور یہ زمانے تھے اب خود یہود کی شرع کے مطابق سزا بہت ہی سخت تھی مگر رسول اللہ نے ان کو اجازت دے دی۔ کہ ان کو اپنا سازوسامان ہر چیز اٹھا کر چلے جانے کی اجازت ہے یہ حکومت کی نیت محض قیام امن تھی (تاریخ العرب)

۲؎ یہود بنو نضیر بڑی شان و شوکت سے اپنا مال و زر اہل و عیال حتیٰ کہ مکانوں کے دروازے تک اور کواڑ تک اونٹوں پر لاد کر گاتے بجاتے نکلے۔ حالانکہ اونٹ اور کجاوے کا سامان ان کو رسول اللہ کی طرف سے مرحمت ہوا تھا۔ (تاریخ العرب)

۳؎ یہود بنو نضیر کے نکل جانے سے قرض حسنہ کا رواج مدینہ کے مومن مسلمانوں میں جاری ہو گیا۔ اور لوگ خوشحال ہو گئے۔ (دیکھو تاریخ العرب)

باب ششم

مُسلمانوں کا سارے عرب پر دھاوا

جنگِ احزاب کے وجُوہ

نوازش، پیروانِ ہادیٔ اِسلام کا شیوہ
دغا، احساں فراموشی ذلیل اقوام کا شیوہ

جنابِ ہادیٔ اسلام کے حُسنِ مروّت سے
یہُودی قوم بچ نکلی تھی پاداشِ بغاوت سے

مناسب تھا یہُود اب حال کی اصلاح کر لیتے
پھر اک مہلت ملی تھی دامنِ اُمّید بھر لیتے

مروّت اور نوازش کو گروہ سادگی سمجھے
اسے اسلام کی کمزوری و افتادگی سمجھے

علی الرغم اس مروّت کے علی الرغم اس نوازش کے
یہود اب مرتکب تھے اک عظیم الشان سازش کے[1]

رسول اللہ سے پوشیدہ نہ تھا یہ حال فتنے کا
اسی صُورت سے تھا منظور استیصال فتنے کا

---

[1] قریش اور یہُود کی شقہ سازش نے اب مکّہ سے لے کر مدینہ تک آگ لگا دی۔ (سیرت النبیؐ)

marfat.com

وبالِ خبثِ باطن آشکارا ہوتا جاتا تھا جلالِ نورِ حق بھی جلوہ آرا ہوتا جاتا تھا

سارا عرب مشتعل

نضیر و قینقاع، اہلِ کتاب اللہ کے دشمن مدینے سے نکل کر بن گئے تھے اور بھی مرفن
رئیسانِ یہود آکر ملے قریشی امیروں سے ملی اک اور بھی جرأت شریروں کو شریروں سے
ہوئیں تیاریاں اتنا بڑا طوفان اٹھانے کی کہ جس سے پل کے رہ جائیں بنائیں اس زمانے کی
عرب کے جنگجو رہزن قبائل سے مدد مانگی مسلح اور لڑاکے آدمی مانگے رسد مانگی

بڑے بڑے قبائل کی فوجیں

دکھائے سبز باغ، اہلِ ہوس پر دامِ زر ڈالا یہودی اور قریشی مال و شوکت کا اثر ڈالا

لہ بنو قینقاع اور بنو نضیر جنہوں نے بدعہدی سے کام لیا۔ اور آپؐ نے اُن کے جرائم سے درگزر فرما کر محض مدینے سے اخراج پر اکتفا کی تھی۔ آپؐ کے احسان اور مروت کو بھول کر عرب کی تمام منتشر طاقتوں کو اسلام کے خلاف اکٹھا کرنے میں لگ گئے۔ (دیکھئے)

لہ حیی بن اخطب اور کنانہ بن ربیع وغیرہ رئیسانِ یہود مکے گئے۔ اور انہوں نے قریش سے سازش کی۔ کہ عرب بھر کو جمع کر کے مسلمانوں کی قوت کو توڑ دینا چاہیئے۔ (تاریخ العرب)

لہ یہود نے ایسا انتظام کیا۔ کہ عرب کے تقریباً تمام بڑے بڑے قبائل کو مدینے پر حملہ کرنے کے لئے جمع کر لیا۔ (طبری)

لہ بنو نضیر مدینے سے نکل کر خیبر میں۔ تو انہوں نے یہ خیال کر کے سازش شروع کی۔ قریش کو آمادہ کیا پھر غطفان کے پاس گئے اور ان کو خیبر کے نصف غلہ کا لالچ دیا۔ بنو غطفان کے ساتھ بنو سلیم بھی قریش کی حمایت کے لئے ساتھ دیا۔ بنو سعد ان کے حلیف تھے سب اوباش جنگلی

فراہم کرلئے اس طرح سے چوبیس الف[1] انساں — جری سفاک خوں آشام سب چھوٹے بڑے شیطاں
مرتب ہو کے مستانِ مئے پندار چل نکلے — سوئے دارالاماں سب مائلِ پیکار چل نکلے

درندوں کا یہ انبوہِ عظیم اس رنگ سے نکلا
کہ نعرہ حرب کا ہر ضربِ طبلِ جنگ سے نکلا

ملکِ خدا خرگرفت

یہ دنیا، یہ زمیں، چاروں عناصر کا یہ معمورہ — حیاتِ نو نبو ہے جس سے پیدا اور مستورہ
یہ بر و بحر کا مجموعہ جس کا نام عالم ہے — ازل سے جس کی وارث مشترک اولادِ آدم ہے
یہ وسعت جس میں رنگا رنگ کی مخلوق بستی ہے — یہ کہنہ خاکداں جو مخزنِ الوانِ ہستی ہے
یہ نجمِ ارض یعنی اک عجوبہ گنجِ پنہاں کا — یہ اک مشترکہ ورثہ اجتماعی نوعِ انساں کا
زمیں پہنائیاں کافی ہیں جس کی اپنی وسعت میں — زمیں۔ ہر ایک حصہ دار ہے جس کی وراثت میں
اسے گنتی کے چند افراد باہم بانٹ لیتے ہیں — یہ شیطاں ورثۂ اولادِ آدم بانٹ لیتے ہیں
یہ بے حس، بے حیا یہ خود پسند و خود غرض انساں — یہ انسانوں کی دنیا کے لئے مہلک مرض انساں

---

[1] چوبیس ہزار آدمیوں کا لشکر تھا۔ آج تک عرب کی کسی لڑائی میں اتنی فوج اکٹھی نہ ہوئی تھی۔ (دیکھو فتح الباری)

marfat.com

یہ پتھر اور سانپوں کے مماثل سنگدل کیڑے
یہ زہر آلود مضغے، بے مروت تگدل کیڑے

یہ کیڑے جن کے سر میں مغویانہ جوشِ سرسامی
خدا جن کا ہے خود رائی۔ خودی جن کی ہے خودکامی

یہ موذی جانور اک دو نہیں دو ہاڑے کا دھارا ہے
چمن انسانیت کا ان کی یورش نے اجاڑا ہے

دُوسروں کی کمائی پر جینے والے

یہ اک طبقہ ہے انسانوں میں سانپوں اور درندوں کا
کہ سب مردار جیتے ہیں لہو پی کے زندوں کا

جتھے بنتے ہیں یہ ایذا دہندے جمع ہو ہو کر
جماتے ہیں تسلط ابنِ آدم کی خلافت پر

بسا مکار۔ باہم سازشوں سے کام لیتے ہیں
مشقت دُوسرے کرتے ہیں یہ آرام لیتے ہیں

بہت سے ان میں زیرِ خرقۂ سالوس رہتے ہیں
لباسِ آدمی میں بھیڑیئے ملبوس رہتے ہیں

بہت سے پالتو کُتّے کھلنڈرے سیدھے سادے ہیں
مگر جب اصل دیکھو گرگ ہیں اور گرگ زادے ہیں

بہت سے جونک بن کر چوستے ہیں خونِ انسانی
بظاہر بے ضرر لیکن یہ باطن دشمنِ جانی

یہ ان کی مُسمسی شکلیں ہیں گویا اصل دام ان کے
چُھرے ان کی بغل میں ہیں لبوں پر دام ان کے

شکار آتے ہی زیرِ پردہ لپکا ان کی جھپٹا ان کی
نگاہوں سے حقارت اور مُونہوں سے ڈپٹ ان کی

یہ ہر بستی میں ہر منزل میں ہیں ہر رہگذر میں ہیں
جہاں بھی ہیں یہ ذکرِ سُود ہیں یا فکرِ زر میں ہیں

marfat.com

یہ ہر منڈی میں ہر بازار میں آسن جماتے ہیں
یہ محنت توڑتے ہیں اور سرمایہ بناتے ہیں

کہیں گندم نمائی جو فروشی کاروبار ان کا
کہیں ابلہ فریبی پر جوئے پر ہے مدار ان کا

یہ انڈے سونگھتے پھرتے ہیں زر کی بو اندھیرے میں
پھریں جوں گیدڑ کتے جس طرح ہر سو اندھیرے میں

نگاہیں ان کی حرصِ مال و زر سے خیرگی میں ہیں
یہ کالے ہوں کہ گورے انتہائی تیرگی میں ہیں

پسند ان کو بشر کی ٹھوکریں ہیں اور افتادیں[1]
کہ یہ ظلمت کے بچے ہیں اندھیرے کی ہیں اولادیں

اقتدارِ شخصی کی ہوس

اسی دنیائے آدم زاد میں کچھ لوگ چیتے ہیں
یہ جیتے آدمی کا گوشت کھاتے خون پیتے ہیں

نچڑتا ہے لہو کھنچتی ہیں کھالیں اک زمانے کی
مگر رہتی ہے بھٹی گرم ان کے کارخانے کی

سوا اپنے یہ ہر انسان کو حیواں سمجھتے ہیں
مویشی جانتے ہیں عیش کا ساماں سمجھتے ہیں

بہت سے راہزن تسخیر کرتے ہیں زمانے کو
یہ دھاوے مارتے ہیں لوٹنے کو اور کھانے کو

یہ عالی جاہ بن کر ڈھونگ رچتے ہیں حکومت کا
جگا دیتے ہیں فتنہ تفرقے کا اور خصومت کا

---

[1] آجکل دنیا میں جس قدر جنگیں برپا ہوئی ہیں۔ ان سب میں سرمایہ دار کاروباریوں کو اطمینان ہوتا ہے۔ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ اب دولت سے ہاتھ دھونے کا نادر موقع آگیا ہے۔ امن کی نسبت یہ جنگ کے تاریک دنوں کو اپنے لئے نیک فال جانتے ہیں۔ ان کو لاکھوں جانوں کے ضائع ہونے کا کوئی افسوس نہیں ہوتا۔ (اکانومسٹ)

marfat.com

فریب و مکر و جبر و جَور کا ہے نام دانائی
جہاں بھر کی غلامی سہ رہے ان لوگوں کی آقائی

نمائش ہے نمود ان کی وجُود ان کا انانیت
جتانا چاہتے ہیں دوسروں پر اپنی فوقیت

یہ فوقیت جتانے کا ہے لاحق اک مرض ان کو
بنا رکھا ہے جس نے اِنتہائی خود غرض ان کو

یہ فوقیت زمانے بھر کے مال و زر کی طالب ہے
علاج اِس کا نہیں ممکن، مرض کمبخت غالب ہے

زمینیں چاہئیں زر چاہیئے زن چاہیئے اِن کو
شرابیں چاہئیں دامانِ گلشن چاہیئے ان کو

بلا سے آدمی کی بستیاں برباد ہو جائیں
مگر گنتی کے یہ شیطان زادے شاد ہو جائیں

حصُولِ لذّتِ شخصی کا گُر سیکھے ہیں شیطاں سے
روایت لائے ہیں نمرود سے فرعون مولا ں سے

جفا سے جَور سے عیاری و سازش سے حیلے سے
یہ آقائی کریں گے اپنی قائم ہر وسیلے سے

مُفت خور

عوام الناس اکثر سیدھے سادے بھولے بھالے ہیں
بہ جُرمِ امن خواہی اژدہاؤں کے نوالے ہیں

کروڑوں محنتی کرتے رہیں دن رات مزدوری
مگر ان کے نصیبوں میں تو روٹی بھی نہ ہو پوری

اِدھر اک طبقۂ بے کار کھائے بھی اُڑائے بھی
جمائے دھونس بھی مفتے کے بھی اور کاٹ کھائے بھی

تن آسانوں کا یہ طبقہ ہے قائل مفت خوری کا
بناتا ہے یہی قانون چوری سینہ زوری کا

دُہائی آگے آگے ہے جہاں بھی ان کے پھیرے ہیں
غریبو، آؤ لُٹ جاؤ، یہ قانونی لٹیرے ہیں

یہی طبقہ ہے آزادی پسند انسان کا دشمن
یہی ایمان کا لاگو، یہی ہے جان کا دشمن

یہ طبقہ باوجودِ قلّتِ تعداد و کمزوری
مسلسل رات دن کرتا ہے اِک باضابطہ چوری

لُٹیروں کا باہمی ربط و ضبط

یہ طبقہ مشتمل ہوتا ہے اُن دزدانِ نامی پر
یقینِ نخچہ رکھتے ہوں جو مزدُوروں کی خامی پر

جو پُورے باخبر ہوں دُزدِ پیشہ بھائی بندوں سے
جو واقف ہوں حریفوں اور رقیبوں کے گزندوں سے

یہ سب اک دوسرے سے خائف و ترساں بھی رہتے ہیں
برابر نفعِ ذاتی کے لئے کوشاں بھی رہتے ہیں

مگر ملحوظ رہتی ہے جماعت بالخصوص ان کو
مفادِ طبقۂ دُزداں سے ہے پُورا خلوص ان کو

تپاکِ باہمی اِن کا برائے خواجہ تاشی ہے
کہ یہ سب ایک ہیں مقصود سب کا بدمعاشی ہے

یہ جس قریے میں جس خطّے میں ہیں جس مملکت میں ہیں
تمنّائے حصُولِ اقتدار و سلطنت میں ہیں

شخصی ریاست جبری سیاست

بناتے ہیں یہ مل جُل کر ادارہ خانہ دُزدی کا
بہت بھاری عظیم الشّان بیباکانہ دُزدی کا

یہ قانونی ادارہ ہے، ریاست نام رکھا ہے
یہ تخویف و تعدی ہے سیاست نام رکھا ہے

غلامی اہلِ محنت کی لوازم اس سیاست کے
ہیں استحصالِ سرمایہ مقاصد اس ریاست کے

ریاست سایۂ اقبال جس کا شعلہ زن آہیں
سیاست خونِ مظلوماں سے قائم جس کی تنخواہیں

یہ تزویری امارت راجگی، نوابی و شاہی
تعیش، خود پرستی، بے لگامی اور بدراہی

ذرا دیکھو تو اس ذریتِ شیطاں کی تقسیمیں
حدیقے اور جاگیریں ممالک اور اقلیمیں

یہ اران کے تسلط میں یہیں بھی ان کے قبضے میں
زمیں بھی اور مکانِ زمیں بھی ان کے قبضے میں

شخصی اقتدار کے گرگے

وزارت، اہلکاری، لشکریت اور جاسوسی
حیاتِ چند کس میں اجتماعی مرگ مایوسی

یہ چند انفار کارندے رئیسانہ سیاست کے
بڑی سرکار میں افسر ہیں پتلے میں نحاست کے

عبارت زیست ہے ان کی لباسوں اور غذاؤں سے
پھلا پھولا ہے ان کا نفس معدے کی ہواؤں سے

انہیں محکوم لوگوں کے ہے سائے سے بھی گھن آتی
وہ کرتے ہیں عرق ریزی یہ ان کی میں نہیں جاتی

فقط کھیتوں کی پیداوار ہی مرغوب ہے ان کو
فقط مزدور کی محنت کا پھل مطلوب ہے ان کو

یہ شفقت ان کو بچوں سے نہ ہمدردی ضعیفوں سے
لرا اول سے انہیں دل بستگی، نفرت شریفوں سے

ہے ان کی پیٹ پوجا کے سوا ہر بات بیہودہ
بشر کا ہر شرف بے معنی ہر اوقات بیہودہ

وہ عامی اور بازاری، یہ سرکاری یہ درباری
وہ سب ہیں بہرِ خدمت اور یہ ہیں بہرِ سرداری

اِنتظام کے پردے میں لُوٹ

یہ سب مرغانِ زرّیں سر خمیدہ اور کمر بستہ
نہیں ذہنی غلامی کے سوا جن کا کوئی رشتہ

قصاص ان کی غلامی کا غلامی اہلِ محنت کی
کہ مُہریں جن کے ہاتھوں پر ہیں بدقسمت رعیّت کی

کسانوں کا شکاروں کا بھلا کیسے ہو پاس ان کو
میسّر بھوکے ننگوں ہی سے ہے رزق و لباس ان کو

یہ باہیں برقِ خرمن سوز غلّہ بونے والوں پر
نگاہیں ناوکِ دلدوز بھوکے سونے والوں پر

یہ دہقانوں کو ہیں جھنجھوڑنے جھنجھوڑنے والے
تہی دستی برائے جیب و دامن چھوڑنے والے

یہ حصّہ دار ہر مزدور کی گاڑھی کمائی کے
محصّل دانے دانے کے محاسب پائی پائی کے

غریبوں سے نوالے چھیننا خدمات ہیں ان کی
زبردستوں کے جوتے چاٹنا عادات ہیں ان کی

شکستِ شیشہ ہائے دل سے ہے پائندگی ان کی
کہ خونِ آرزو سے ہے بقائے زندگی ان کی

یہی تو خدمتِ حکّام بالادست کرتے ہیں
کہ ہر سینے میں قانونی چھری پیوست کرتے ہیں

marfat.com

ناحق پرستوں کا وجود

بشر کے مرتبے سے جب بشر ملعون گرتا ہے
تو اس کے ہاتھ سے نوعِ بشر کا خون گرتا ہے

معانی بھولتا ہے آدمی جب آدمیت کے
تو ہر دم سوجھتے ہیں اس کو منصوبے اذیت کے

دغا مکر و فریب، آدم شکاری، مردم آزاری
تباہی غدر، بربادی، فساد و ظلم و خونخواری[1]

علی الزعمِ خدایہ خدمتِ شیطان کرتے ہیں
درندے جو نہیں کرتے وہ یہ انسان کرتے ہیں

جہاں بھی جمع ہو جاتے ہیں یہ عنصر ضلالت کے
بگولے اٹھتے رہتے ہیں وہیں ظلم و جہالت کے

بدی ہوتی ہے رہبر کفر ہوتا ہے مشیر ان کا
انہی دونوں کے ہاتھوں گھٹ کے مرتا ہے ضمیر ان کا

بنائے زندگی رکھتے ہیں یہ مُردہ ضمیری پر
نمودِ اقتدارِ ذات سے مرتے ہیں میری پر

تمنائے حصولِ اختیارِ شخصی و ذاتی
سگِ دیوانہ کے مانند ہے ان سب کو دوڑاتی

بہ زورِ پستیِ فطرت یہ خواہانِ بلندی ہیں
یہ سب ناحق پرست انسان حدودِ حق سے پستی ہیں

سگِ باطل سے وابستہ ہے ان سب کا رگ و ریشہ
انہیں دنیا میں ہے بس اک وجودِ حق سے اندیشہ

---

[1] نقدم، ایثار اور خون بہا کی پیاس سینکڑوں اور ہزاروں کے قتل کے بعد بھی نہیں بجھتی تھی۔
(سیرت النبی جلد دوم)

تصور میں بھی آجائے جو صورت حق پرستوں کی — دھڑک جاتی ہے چھاتی اہلِ باطل کے گروہوں کی
وجودِ اہلِ حق سے خوف یہ ہے اُن کی قوت کو — مبادا زندگی مل جائے انسانی اخوت کو

وجودِ اہلِ حق

وجودِ اہلِ حق یعنی مساواتِ بنی آدم — وجودِ اہلِ حق یعنی بشر شیر و شکر باہم[1]
وجودِ اہلِ حق یعنی صلائے عامِ آزادی — جہاں بھر کے غلاموں کے لئے پیغامِ آزادی
وجودِ اہلِ حق مینارِ روشن بحرِ ظلمت میں — پناہِ زندگانی دورِ طوفانِ ہلاکت میں
وجودِ اہلِ حق موجودگی اُن دردمندوں کی — جو کرتے ہیں مدد ہر حال میں مجبور بندوں[2] کی
وجودِ اہلِ حق یعنی سہارا بدنصیبوں کا — جفا و ظلم کے مارے ہوئے عاجز غریبوں کا

---

[1] اسلام کا اصل فرض اس طلسم کو دفعۃً برباد کر دینا تھا۔ اس کے ساتھ ہی قریش کی عظمت اور اقتدار اور عالمگیر اثر کا خاتمہ تھا۔ اس لئے شدت سے مخالفت کی۔ ان میں جن لوگوں کو جس قدر زیادہ نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ اسی قدر زیادہ سرگرم تھا۔

[2] المومن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضاً وشبک بین اصابعہ
(حدیث بخاری۔ عن ابن موسیٰ)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ ایک مومن دوسرے مومن کے لئے اس طرح ہے جیسے بنیاد کی اینٹیں پھر اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دکھایا۔

[3] فکوا العانی واطعموا الجائع وعودوا المریض
(بخاری عن انس کتاب الادب)

فرمایا۔ اسیروں کو رہائی دلاؤ۔ بھوکوں کو کھانا کھلاؤ بیماروں کی خبر گیری کرو۔

marfat.com

وجودِ اہلِ حق یعنی خدا کے باوفا بندے
امین و صلح جو پابندِ تسلیم و رضا بندے

وہ بندے جو زمیں پر امن کی بستی بساتے ہیں
زمانے بھر کو صلح و آشتی کا گر سکھاتے ہیں

وہ بندے جو گلستانِ جہاں آباد کرتے ہیں
جو اپنا خون صرفِ گلشنِ ایجاد کرتے ہیں

وہ بندے جو مساوات و اخوت میں یگانے ہیں[1]
نظر میں جن کی سب انساں اک خرمن کے دانے ہیں

وہ بندے جن کے نورِ درد سے معمور ہیں سینے
زبانیں اور دل ہیں جن کے یکرنگی کے آئینے

یقیں ہے جن کا شرعِ صدق و انصاف و عدالت پر
ہمیشہ جن کو رحم آتا ہے مظلوموں کی حالت پر

جنہیں مطلوب ہر دم حق رسی ہے زیردستوں کی
پسند آتی نہیں جن کو جفا قاہر پرستوں کی

جو مال و جاں سے امدادِ یتامیٰ کرنے والے ہیں
جو مسکینوں کے محتاجوں کے دامن بھرنے والے ہیں

جو خود فاقے سہ کر دوسروں کا پیٹ بھرتے ہیں
زمیں خوشحال ہوتی ہے جہاں سے بھی گذرتے ہیں

جو معذوروں ضعیفوں بیکسوں کے کام آتے ہیں
غلاموں کی مشقت اپنی جانوں پر اٹھاتے ہیں

جو محکوموں کو مظلوموں کو جانیں جرأتیں دے کر
بنا دیتے ہیں جوشِ حریت کے خوشنما تیور

---

[1] ایاکم والظن فان الظن الکذب ولا تحسسوا۔ ولا تجسسوا ولا تباغضوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا۔ (حدیث بخاری عن ابی ہریرہؓ کتاب الفرائض)

فرمایا:۔ بدگمانی کو عادت نہ بناؤ۔ بدگمانی میں جھوٹ ہی جھوٹ ہوتا ہے۔ دوسروں کی باتوں پر کان نہ لگاؤ اور نہ کسی کے عیب تلاش کرو۔ آپس میں بغض نہ رکھو۔ کسی سے روگردانی نہ کرو۔ اے اللہ کے بندو آپس میں بھائی بن کر رہو۔

یہ آزادی کے پتلے سرفرازی جب دکھاتے ہیں
زمانے بھر کے محکوموں کو آزادی دلاتے ہیں

یہی ہیں دیوِ استبداد کا منہ توڑنے والے
یہی سرمایہ داری کی ہیں آنکھیں پھوڑنے والے

یہی ہیں جن سے اُمیدیں زمانے کی ہیں وابستہ
انہی کا منتظر ہے ہر غلام دست و پا بستہ

محمدؐ کا مدینہ

مچا تھا جن دنوں اندھیر دنیا کے سفینے میں
وجودِ اہلِ حق موجود تھا بس اک مدینے میں

محمدؐ کا مدینہ ہی جہاں میں ایک بستی تھی
جہاں راحت کا سایہ تھا جہاں رحمت برستی تھی

محمدؐ کا مدینہ ہی تھا فردوسِ بہار آرا
وگرنہ باغِ آدم زاد تھا وقفِ خزاں سارا

کہاں تھے یہ نصیب اللہ اکبر سنگِ اسود کے
یہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے تھے محمدؐ کے

محمدؐ بھی یہاں موجود اصحابِ محمدؐ بھی
پناہِ رحمۃ للعالمینؐ بھی فضلِ ایزد بھی

یہاں انسان صلح و امن کی بستی میں بستے تھے
نکل آئے تھے خارستان سے گلشن میں بستے تھے

غلاموں کی رہائی کا یہاں سامان ہوتا تھا
کوئی زنگی ہو یا رُومی یہاں آدم کا پوتا تھا

لہ فرمایا لافضل لعربی علیٰ عجمی ولا لعجمی علیٰ عربی ولا لابیض علیٰ اسود ولا لاسود علیٰ ابیض الا بالتقویٰ۔

کسی عرب کے رہنے والے کو عجم کے رہنے والے پر۔ اور عجم کے کسی باشندے کو عرب کے کسی باشندے پر اور گورے کو کالے پر یا کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں فضیلت صرف خدا ترسی ہے

marfat.com

مساوات و اخوت کی یہاں تعلیم ہوتی تھی
بشر کو دولتِ انسانیت تقسیم ہوتی تھی

طمانیت کے جلوے تھے نگاہِ دردمنداں میں
مسرت مسکراتی تھی جبینِ صبحِ خنداں میں

قبولیت کے دامن تھام رکھے تھے دعاؤں نے
مرادِ زندگی کے ساز چھیڑے تھے ہواؤں نے

حیاتِ نو میسر تھی چمن کو اپنے مالی سے
اُمیدیں پھوٹتی تھیں پتے پتے ڈالی ڈالی سے

نگاہِ عرشیاں میں فرشِ فردوسِ نظارا تھا
خدا کے فضل سے "انسانِ کامل" جلوہ آرا تھا

انسانِ کامل کی برکات

یہاں رُوح الامینؑ خیر الامینؐ کے در پہ حاضر تھا
یہاں رحمت تھی سرگرمِ عمل اللہ ناظر تھا

نمایاں ہو رہے تھے روز و شب انسان کے جوہر
کمالِ بندگی کے علم کے عرفان کے جوہر

جبینیں تھیں یہاں انوارِ ایمانی سے تابندہ
نگاہیں تھیں یہاں الطافِ ربانی کی جو تندہ

نہ رُعبِ بادشاہی تھا نہ فرِّ تاجداری تھی
محمدؐ کی قیادت میں خدا کی شرع جاری تھی[۱]

---

[۱] فرمایا:- من لا یرحم لا یرحم۔ (صحیح بخاری) یعنی جو شخص دوسرے پر رحم نہیں کھاتا۔ اس پر بھی رحم نہیں کیا جائیگا

[۲] ایک شخص آیا اور نبوت کی ہیبت سے لرز گیا۔ نبیؐ نے فرمایا:- علیک۔ فانی لست بملک انما انا ابن امراۃ من قریش تاکل القدید۔ (یعنی ڈر نہیں۔ میں بادشاہ نہیں ہوں۔ میں تو ایک غریب قریشی عورت کا بیٹا ہوں۔ جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی (غربا گوشت سکھا کر رکھ لیا کرتے تھے اور کھاتے تھے) (رحمۃ للعلمین بحوالہ صحیح بخاری)

marfat.com

نہ شانیں تھیں دکھاوے کی نہ پوشاکیں نمائش کی
نہ تمہیدیں تفاخر کی، نہ ترکیبیں ستائش کی

کمر باندھے ہوئے سرکارِ حرّیت کے درباری
مسلسل کر رہے تھے آج چشمے فیض کے جاری

یہاں بے زر نئی دنیا کی تعمیریں اٹھاتے تھے
مساواتِ بنی آدم کے نظارے دکھاتے تھے

تمنائیں برآتی تھیں یہاں ذوقِ ارادت کی
صداقت کے لئے دولت مہیا تھی شہادت کی

یہاں ہر رنگ کے پھولوں کا اِک گلزار کھلتا تھا
غریبوں بے زبانوں کو لبِ گفتار ملتا تھا

یہاں مٹی نے سیکھا مطلع الانوار ہو جانا
نصیبے کو جگانا، دولتِ بیدار ہو جانا

یہاں تسکین و راحت پائی تھی آفت کے ماروں نے
یہاں سیکھا خوشی کا مسکرانا سوگواروں[1] نے

یہاں پس ماندگی نے درس پایا شہسواری کا
یہاں حاصل تھا محکوموں کو رتبہ شہریاری کا

یہاں دولت سے رغبت تھی نہ غربت سے تھی بیزاری
کہ دولت مند کو تھا رشکِ استغنائے ناداری

یہاں بندے تھے قائم حق پرستی حق پسندی پر
لئے جاتا تھا ذوقِ انکسار اِن کو بلندی پر

---

[1] کاشانۂ نبوت میں نہ کوئی نرم بستر تھا۔ نہ غذائے لطیف۔ نہ جسم مبارک پر خلعتِ شاہانہ تھی۔ نہ جیب و آستین میں درہم و دینار میں اس وقت جب اُس پر کسریٰ و قیصر کا دھوکا ہو سکتا تھا۔ وہ گلیم پوش۔ مکہ کا یتیم تھا۔ (سیرۃ النبیؐ)

[2] لیس الغنی عن کثرۃ العرض ولکن الغنی غنی النفس (حدیث عن ابی ہریرہؓ صحیح بخاری کتاب الرقاق)

دولتمندی زر کی بہتات سے حاصل نہیں ہوتی ہے۔ غنی وہ ہے جس کا دل غنی ہے۔

marfat.com

مجاہد تھے مگر نامِ خدا پر کانپ جاتے تھے
یہ زاہد تھے فقط صدق و یقیں پر سر جھکاتے تھے

یہ سرافراز سجدہ ریز تھے درگاہِ باری میں
یہ دست و پائے مخلق اللہ کی خدمت گذاری میں

یہاں محنت کو اپنے حق سے ہوتی تھی نہ محرومی
نہ دیتے تھے یہاں دہقاں خراجِ جبرِ محکومی

زکوٰۃ و صدقہ و خیرات پاکیزہ کمائی کے
یہاں سامان بنتے تھے غلاموں کی رہائی کے

دلوں میں جاگ اُٹھا تھا یہاں احساس خدمت کا
مریضِ انسانیت کو مل رہا تھا غسل صحت کا

رضاکاری کے رشتہ سے تھا اِس گلشن کا شیرازہ
یہاں مسرور ہر چہرہ تھا، جیسے پھول ہو تازہ

یہاں سرمایہ و محنت سے خالی تھی حدِ فاصل
کہ جس کا نام سرمایہ ہے محنت ہی کو تھا حاصل[1]

متاعِ محنت و سرمایہ تھے شیر و شکر دونوں
دفاعِ جبرِ شخصی کے لئے سینہ سپر دونوں[2]

---

[1] مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ (۱) لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى۔ پ۲۷۔ النجم۔ ع ۲ ۝ (۲) وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُورًا۔ پ۲۹۔ الدھر۔ ع ۵ ۝ (۳) تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ۔ پ۱۔ البقرہ۔ ع ۱۴ ۝

[2] کسی کو بھی اپنی محنت سے متمتع ہونے کی ممانعت نہیں تھی البتہ اپنی ضروریات سے زائد کو صدقہ و خیرات و زکوٰۃ کی صورت میں خرچ کرنے کی تعلیم نے لوگوں کو رضاکارانہ دفاعِ دشمنانِ اسلام میں اپنی محنت اور سرمایہ خرچ کرنے کا جوش پیدا کر دیا تھا (تاریخ العرب)

marfat.com

اللہ تم پر تنگی ڈالنا نہیں چاہتا۔ اس کا ارادہ تو یہ ہے کہ تمہیں پاک کرے۔ اپنی نعمت پوری کیجئے تاکہ تم شکر کرو۔ پ۶ المائدہ ع ۵
یعنی انسان کو نہیں ملتا۔ مگر جو کوشش اس نے کی۔
تمہاری محنت کامیاب ہوئی۔
یعنی جو لوگ گزر گئے۔ ان کی محنت اُن کے لئے اور جو تم کماؤ گے۔ وہ تمہارے لئے۔

یہاں اللہ واحد حی و قیوم ان کا حاکم تھا — وہ خالق تھا وہ رازق تھا وہی رحمٰن و راحم تھا
یہاں مسجد تھی جس میں نور کے فوارے چلتے تھے — یہاں قرآں تھا جس سے فیض کے دریا اُبلتے تھے
یہاں وہ کملی والا تھا محمدؐ نام تھا جس کا — جہاں میں صلح و امن و آشتی پیغام تھا جس کا

نہ شخصی دولت و حشمت نہ تخت و تاج والا تھا
مگر وہ سرورِ کونین تھا معراج والا تھا

محمدؐ مرکزِ خیرِ دو عالم، مخزنِ خوبی — ہمہ اخلاق اور احساں، ہمہ حسن اور محبوبی
وہ اللہ کی طرف سے مذہبِ اسلام کا ہادی — دلانے آیا تھا بندوں کو غیر اللہ سے آزادی
محمدؐ نے دیا انساں کو جوہر حق نیوشی کا — کہ شب ٹھہری ہوئی تھی، مہر چمکا گر مجوشی کا
دماغ و فکر کو، علم و عمل کو زندگی دے دی — خیال و رُوح جان و جسم کو تابندگی دے دی
نہ حاصل تھی جو قوت بادشاہوں کجکلاہوں کو — محمدؐ نے وہ بخشی عام مومن کی نگاہوں کو
یہ خوش بختی صلائے جام تھی سارے زمانے کو — نویدِ عزت و اکرام تھی سارے زمانے کو
قدم زن ہو گیا انسان آزادی کی راہوں پہ — فلاحِ دین و دنیا چھا گئی سب کی نگاہوں پہ

لہ وَتُصْلِحُوا بَيْنَ النَّاسِ ۔ پ۲ ۔ البقرہ ع ۔ ۲۲۴
وَاَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۔ پ۹ ۔ الانفال ۔ ع ۔ ۱

لوگوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو۔
آپس میں منازعات اور جھگڑوں کی اصلاح کر لیا کرو۔

marfat.com

یہاں دہقان خود تھا اپنی کشتِ زیست کا مالی — یہاں مزدور کو حاصل تھا دورِ عیش و خوشحالی
گری برقِ اخوت خرمنِ بغض و کدورت پر — بھالی آگئی روندی ہوئی مٹی کی صورت پر
ملی پامال سبزے کو اجازت لہلہانے کی
ہوئی آنسو بھری آنکھوں کو جرأت مسکرانے کی

مدینہ کے چاروں طرف

مدینے کے سوا ہر سُو اندھیرا ہی اندھیرا تھا[1] — بشر کو جاہلیت اور مَغیبَت نے گھیرا تھا
تلاطم تھا جہاں میں بدعت و غصب و خیانت کا — چلن جھوٹے ہوئے تھے آدمی صدق و دیانت کا
شریروں کے جتھے، غارتگروں کی ٹولیاں ٹولے — کھڑے تھے بھیڑیے جیبیں نکالے اور منہ کھولے
فساد و فتنہ کی چاروں طرف تھی گرم بازاری — غریبی ذلت و خواری، امیری ظلم و بدکاری
جہاں میں جو کوئی بھی دوسروں سے زور والا تھا — اُسی ظالم نے کمزوروں کو اُٹھ کر پیس ڈالا تھا
پناہِ زیر دستی تھی زبردستی کے پیروں میں — جگہ غیرت کو حاصل تھی نہ اپنوں میں نہ غیروں میں

---

[1] عرب کی اندرونی حالت اور دنیا بھر کی بدامنی قتل و غارت شخصی اور جماعتی اقتدار کے بارے میں ہر تاریخ نگار نے کم و بیش لکھا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ جب اسلام کی روشنی دنیا میں پھیل رہی تھی ساری دنیا سخت ترین مصائب میں مبتلا تھی۔ (مصنف)

marfat.com

تعدّی چھینا جھپٹی مار لینا اور کھا جانا
بشر نے زندگی کا بس یہی تھا مدعا جانا

بیاباں تھا کہ دریا تھا بلندی تھی کہ پستی تھی
یہ دنیا کیا تھی، لُٹنے لُوٹنے والوں کی بستی تھی

مدینے ہی میں بندوں کو میسّر فضلِ داور تھا
کہ بیرونِ مدینہ کوئی حامی تھا نہ یاور تھا

مدینہ فرش پر تھا آسمانِ عرش کا تارا
وگرنہ ارض مٹی کا تھا اِک تاریک سیّارا

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

ستیزہ کار رہی اس نورِ حق سے ظلمتِ باطل
کہ باطل جانتا تھا مٹ رہی ہے شوکتِ باطل

اندھیرے کی ہزیمت لازمی تھی اُس اُجالے سے
ظہُورِ والضحیٰ تھا آج کالی کملی والےؐ سے

مدینے میں نظر آتی تھی ہستی اک نئی دُھن میں
پڑی تھی کھلبلی سی آج شیطانی تمدّن میں

مدینہ تھا بھری دنیا میں چند افراد کی بستی
یہ چند افراد کیا تھے انتخابِ گلشنِ ہستی!

یہ چند افراد لذّت یاب تھے ایمانِ کامل سے
کہ اِن کو مل رہی تھی تربیت انسانِ کاملؐ سے

یہ قطرے یم بہ یم تھے زیست کا دریا بہانے کو
صدائے قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہ سے مُردے جلانے کو

ہزاروں رحمتیں نازل تھیں اس آباد بستی پر
اِسی بستی کا پر تو پڑ رہا تھا رُوئے ہستی پر

یہ دیہاتوں کی سرسبزی یہ مزدوروں کی خوشحالی
ضعیفوں کی جواں بختی جوانوں کی خوش اعمالی

marfat.com

ابھی سے نور افشاں تھیں ضیائیں جن کے پرچم کی
یہ چند افراد تھے کفارِ عالم کے لئے دھمکی!

بھلا ناحق پرستوں کو یہ صورت کس طرح بھاتی
وہاں تو پٹ گئے ویسے وہاں تو پھٹ گئی چھاتی

حق سے اہلِ باطل کے اندیشے

یہ مٹھی بھر وجودِ اہلِ حق کیا جانے کیا شے تھا
کہ ذرہ ذرۂ دنیائے باطل اس کے درپے تھا

نظر آیا یہ پودا بار آور ہوتا جاتا ہے
ستارہ بڑھتے بڑھتے شاہِ خاور ہوتا جاتا ہے

خیال آیا اگر اسلام یوں نشو و نمو لے گا
تو باطل کا شجر کیسے پھلے گا اور پھولے گا

عوام الناس اگر جھولوں میں آزادی کے جھولیں گے
تو اپنے باپ دادا کی پرانی راہ بھولیں گے

(پرانی راہ بد راہی پرانی راہ نادانی
جو رکھتی تھی انہیں ہر کارۂ ہر کارِ شیطانی

(بتوں کی بھینٹ چڑھنا بت گروں کی چاکری کرنا
ہمیشہ ظلم سہنا اور ظالم پروری کرنا)

مساوات و اخوت ہو گئی جاری تو کیا ہوگا
ملی مٹی میں سرداروں کی سرداری تو کیا ہوگا

محمدؐ اور محمدؐ کے خدا کو لوگ مانیں گے
ہمیں کچھ بھی نہ سمجھیں گے ہمیں کچھ بھی نہ جانیں گے

اگر یوں نوح کا طوفان بن جائے یہی خطرہ
تو باطل کے لئے ہے غرق ہونے کا بڑا خطرہ

marfat.com

مدینے پر چڑھائی کرنے والے

جہالت کو بڑا غرّہ تھا اپنے زور و طاقت پر
سفیہانہ وسائل پر قبائل کی حماقت پر

یہودی زرگروں نے بھی عرب میں آگ بھڑکائی
مسلمانوں کے خطرے سے رگِ کمزور پھڑکائی

تماشا دیکھ کر بدر و اُحد میں اس اخوت کا
ارادہ کر چکی تھی شیطنت اب جمع قوت کا

قبائل کے بڑے سردار مفسد خود غرض جاہل
بدی کی راہ پر تیار، نیکی میں سبھی کاہل

عرب کے سب قبائل یوں بھی عادی قتل و غارت کے
فساد و غدر کے شیدا، نمائندے شرارت کے

برائی کیا بھلائی کیا ہے ظالم غور کیا کرتے
انہیں شیطان نے انگلی دکھائی اور کیا کرتے

مسلمانوں کا قصہ پاک کر دینے کو چڑھ دوڑے
مدینے کو جلا کر خاک کر دینے کو چڑھ دوڑے

بدی کی راہ بدراہی کا یہ سیلاب چل نکلا
مسلمانوں سے لڑنے لشکرِ احزاب چل نکلا

ہلاکت خیز طوفاں تھا کہ فوجیں گرگ زادوں کی
بیاباں پر رواں تھیں تند موجیں بدنہادوں کی

زمیں سہمی ہوئی تھی آسماں چکر میں آیا تھا
کبھی اس دشت پر اتنا بڑا لشکر نہ پایا تھا

marfat.com

آنحضرتؐ کی مجلس مشورت

پناہیں دوسروں کو دینے والے خود نہیں سوتے
جو تقدیریں جگاتے ہیں کبھی غافل نہیں ہوتے

رسول اللہؐ نے اس فتنۂ نو کی خبر پائی
صحابہؓ کی جماعت مشورہ کرنے کو بلوائی[1]

کہا اس مرتبہ سب سے بڑا سیلاب آتا ہے
عرب کا منتخب مجموعۂ احزاب آتا ہے[2]

تمہاری رائے کیا ہے کس طرح ہو سدِّ باب اس کا
بتاؤ کس طریقے سے دیا جائے جواب اس کا

حضرت سلمانؓ[3] فارسی کی رائے

تھے سلماں فارسیؓ موجود سرکارِ رسالت میں
ہوئے یوں عرض پرداز اٹھ کے دربارِ رسالت میں

---

[1] آنحضرتؐ نے مسجد میں صحابہؓ کو بلایا۔ اور اس تازہ حملہ کی خبر سنائی اور مشورہ طلب کیا۔ (طبری)

[2] قبیلۂ غطفان۔ خزارہ مرّہ اشجع۔ بنو سلیم بنو اسد۔ بنو سعد اور قریش کے تمام توابع قبائل اس حملہ میں شریک تھے۔
(دیکھو ابن ہشام اور خمیس ابن سعد و زرقانی و فتح الباریؒ)

[3] سلمانؓ فارسی ۲ھ میں مسلمان ہوئے یہ اصفہان کے باشندے تھے۔ ان کے مذہب قدیم میں ابلق گھوڑے کی پرستش کی جاتی تھی دینِ حق کی تلاش میں گھر سے نکلے۔ عرب تک آئے۔ کسی نے ان کو پکڑ کر غلام بنا کر بیچ دیا۔ تحقیقاتِ مذہبی کے بعد یہ یہودی مذہب میں داخل ہو گئے۔ ایک یہودی نے ان کو خریدا اور مدینے میں لایا۔ وہ اکثر ایک پیدا ہونے والے نبیؐ کے اوصاف بیان کیا کرتا تھا جب حضرت سلمانؓ نے مدینہ میں نبی صلعم کو دیکھا۔ تو ان علامات و آثار و اخبار سے جو اپنے آقا سے سنے تھے۔ آنحضرتؐ کو پہچان لیا۔ آپ بہت سے مذاہب سے واقف تھے۔ ان کی بڑی عمر تھی ۲۲۷ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ اور ملک فارس کا پہلا پھل کہلائے (دیکھو تاریخ الخمیس)

marfat.com

حضور افواج کی تعداد ہے اس مرتبہ بھاری
مسلمانوں کو لازم مصلحت کی ہے نگہداری

کھلے میداں میں ایسے لشکروں سے دوبدو ہونا
مری رائے میں ہے جانِ عزیز غازیاں کھونا

مری رائے میں خندق کھود لیں ہم گردِ لشکر کے[1]
مہیا ہوں ہمارے سامنے انبار پتھر کے

اگر اک خطۂ محفوظ میں ہو فوجِ اسلامی
تو دیکھیں گے عدو اس مرتبہ بھی روئے ناکامی

خندق[2]

رسولِ پاکؐ نے اس رائے کی تحسین فرمائی
پسندِ خاطرِ عالی ہوئی سلمانؓ کی دانائی

مہیا کر لئے سرکارؐ نے آلات عجلت سے
صحابہ میں ہوئی تقسیمِ کار ایمائے حضرتؐ سے

مجاہد ہو گئے تقسیم دس دس کے گروہوں میں
رسولؐ اللہ خود موجود تھے ان حق پژوہوں میں

---

[1] حضرت سلمانؓ نے عرض کیا۔ ایسے موقعوں پر ایران میں خندق کھود لیتے ہیں۔ (طبری)

[2] مدینہ تین جانب مسلسل دیواروں گھنے درختوں اور چٹانوں کے سلسلوں کے سبب تقریباً محفوظ تھا۔ یعنی اچانک حملہ نہ ہو سکتا تھا سمتِ شامی غیر محفوظ تھی۔ یہیں کفار ہجوم کر سکتے تھے۔ آپؐ نے اس سمت پر خندق کھودے جانے کا حکم دیا اور خندق کھودنے کے آلات فراہم کئے گئے اور کام کا آغاز کر دیا۔ تقسیم کار فرما دی۔ اور دس دس کے گروہ کر دئے اور ان کو دس دس گز زمین کھودنے کا حکم دیا (تاریخ الخمیس ابن سعد) حضرت سلمانؓ کو ہر جماعت اپنے ساتھ شامل کرنا چاہتی تھی کیونکہ وہی اس طریقِ دفاع کے محرک تھے۔ یہ اختلاف آنحضرتؐ کے پیش کیا گیا۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ سلمانؓ من اھل البیت یعنی سلمان کا میرے اہلِ بیت میں شمار ہے۔ اس وقت سے حضرت سلمانؓ فارسی کو منجملہ اہلِ بیت رسول اللہ ہونے کا ہمیشہ کے لئے شرف حاصل ہو گیا۔ (طبری)

حدیں قائم ہوئیں خندق کی دستِ پاک ہادیؐ سے ۔۔۔ ہوئے صوفِ کارِ اہلِ وفا ذوقِ ارادی سے
ہوئی تقسیم دس دس گز زمیں ہر اک جماعت کو ۔۔۔ بذوق و شوق ہر اک فرد تھا حاضر اطاعت کو

محبوبِ خدا مزدور کے لباس میں

یہیں پر دیدنی تھی آسمانی نور کی صورت ۔۔۔ نبیؐ شامل تھا مزدوروں میں اک مزدور کی صورت[1]
یہ محنت فی سبیل اللہ تھی حق سرمایہ تھا ان کا ۔۔۔ یہ تھے اللہ کے مزدورِ عالی پایہ تھا ان کا
نگاہِ عرش سوئے فرش تھی حیرت سے آئینہ ۔۔۔ جمی تھی بازوؤں پر گرد اٹا تھا خاک سے سینہ
وجود ان کے تھے محوِ کار آنکھیں محوِ یاران کی ۔۔۔ وہ رشکِ مہر و مہ تھا راحتِ لیل و نہار ان کی
ہم آہنگی سے آتے تھے رجز ان کی زبانوں پر[2] ۔۔۔ زمیں پر کام کرتے تھے صدا تھی آسمانوں پر

---

[1] آپ نے بہ نفسِ نفیس اپنے ہاتھ سے نشان لگایا۔

[2] آنحضرتؐ خود ایک مزدور کی صورت ایک خندق کھودنے والی جماعت میں کام کر رہے تھے۔ خود مشقت فرما رہے تھے بازوؤں اور سینے پر گرد پڑی ہوئی تھی۔ (ابنِ سعد۔ فتح الباری)

[3] آنحضرتؐ اور صحابہؓ اس کھدائی کی مشقت میں رجز پڑھتے تھے۔ آنحضرتؐ کی زبان پر اکثر یہ شعر آتا تھا:۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْعَیْشَ عَیْشُ الْاٰخِرَۃ ۔۔۔ فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَہ

یعنی اے خدا حقیقی زندگی تو آخرت ہی کی زندگی ہے۔ پس انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔ صحابہؓ ذوق و شوق سے یہ شعر پڑھتے تھے۔

(باقی بر صفحہ ۱۶۰)

پیٹ پر پتھر

گذارے بیس دن اور بیس راتیں اس مشقت میں
رُخِ شامی پہ خندق کھودلی ارباب ہمت نے

مگر اک مرحلے پر ہوگئی حائل چٹان ایسی
اسے کوئی بشر توڑے کسی میں تھی نہ جان ایسی

لگائی ضرب ہر اک نے ہر اک نے پھاوڑا مارا
مگر یہ سنگ دل پتھر نہ ہارا، ہر کوئی ہارا

لگا کر ضربِ پتھر پر جوان و پیر سب ہارے
پیمبرؐ کی طرف تکنے لگے اللہ کے پیارے[1]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) نحن الذی بایعوا محمداً — علی الجہاد ما بقینا ابداً

یعنی ہم نے خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے اپنے آپ کو محمدؐ کے ہاتھ بیچ دیا ہے
اور کبھی آپ اور صحابہؓ مل کر عبداللہ بن رواحہؓ انصاری کے یہ اشعار پڑھتے تھے:-

اَللّٰھُمَّ لولا انت ما اھتدینا — ولا تصدقنا ولا صلینا
فانزلن سکینۃ علینا — وثبت الاقدام ان لاقینا
ان الالی قد بغوا علینا — اذا ارادوا فتنۃ ابینا

یعنی یا اللہ اگر تیرا فضل نہ ہوتا تو ہمیں ہدایت نہ ملتی۔ اور ہم صدقہ وخیرات کرنے اور تیری عبادت کرنے کے قابل نہ بنتے۔ یا اللہ جب تو نے اس حد تک پہنچا دیا ہے۔ تو اب مصیبت کے وقت ہمارے دلوں کو سکینت عطا فرما۔ اگر دشمن سے مقابلہ ہو تو ہمارے قدموں کو مضبوط رکھ۔ یا اللہ تو جانتا ہے۔ کہ یہ لوگ ناحق طور پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ اور ان کا ارادہ ہمیں دین سے پھیر دینے کا ہے۔ مگر تیرے فضل سے ہمارا یہ حال ہے کہ ہم ان کی تدبیروں کو ٹھکراتے ہیں۔ اور ان کے فتنہ میں شامل ہونے سے انکاری ہیں۔ روایت ہے کہ آخری مصرعہ پر آنحضرتؐ کی آواز بلند ہو جاتی تھی اور مصرعہ کو دہراتے بھی تھے (سیرت)

[1] ایک پتھر خندق کی کھدائی میں ایسا حائل ہو گیا۔ جو کسی کے کاٹے نہ کٹ سکا۔ اور صحابہؓ کا یہ حال تھا۔ کہ وہ اس وقت مسلسل تین دن کے فاقے سے نڈھال تھے۔ جب پتھر کسی طرح نہ ٹوٹ سکا۔ تو آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی معذوری اور ضعف بیان کیا۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

marfat.com

گذارش کی یہ پتھر ہو گیا ہے کام میں حائل
غلامانِ نبیؐ کی قوتیں ہیں بھوک سے زائل

کیا نظارہ حسنِ صابری کا چشمِ شاہد نے
کہ پتھر باندھ رکھا تھا شکم پر پیرِ مجاہدؓ نے

تبسم لب پہ آیا اور شکم سے پیرہن سرکا
ہوا آئینہ سب پر حوصلہ صبرِ پیمبرؐ کا

عجب عالم نظر آئے یہاں فاقہ گذاری کے
کہ دو پتھر بندھے تھے پیٹ پر محبوبِ باریؐ کے

کئی دن سے میسر تھا نہ کچھ جز آبِ حضرتؐ کو
کسی نے بھی نہ پایا تھا مگر بے تاب حضرتؐ کو

ضربِ محمدؐ

اُلھادی چادرِ حیرت فلک پر اس نظارے نے
لیا دستِ مبارک میں کدال اللہ کے پیارےؐ نے

زبانِ پاک سے اللہ اکبر کی صدا نکلی
لگائی ایک ضرب ایسی کہ پتھر سے ضیا نکلی

ضیا ایسی کہ چمکے جس سے دامن کوہساروں کے
کھلے اہلِ نظر پر باب کچھ رنگیں نظاروں کے

لہ ہر ایک نے پیٹ پر ایک ایک پتھر باندھ رکھا تھا۔ اس وقت محبوبِ خدا نے شکم مبارک پر دو پتھر باندھ رکھے تھے۔ اور آپ کئی روز سے بھوکے تھے۔ (بخاری)

لہ آپؐ نے کدال ہاتھ میں لیا۔ اور اس مقام پر تشریف لائے۔ آپؐ نے باوجود تین دن کے فاقے کے اللہ اکبر کہہ کہہ کر پتھر پر تین ضربیں لگائیں۔ اور پتھر پارہ پارہ ہو گیا۔ (بخاری کتاب المغازی حالات غزوہ خندق)

مرقع قصرہائے اکبرینِ شام کا پایا
اشارہ اہلِ دیں نے قلبۂ اسلام کا پایا[1]

لگائی دوسری اک ضرب جب اللہ والے نے
دکھایا اِک نیا منظر مقدر کے اُجالے نے

اُجالے میں جھلک تھی فارس کے قصرِ مدائن کی
یہ ضربِ دست حق کنجی تھی کسرائی خزائن کی[2]

پڑی ضربِ سُوم سنگیں چٹان اب پارہ پارہ تھی
نبیؐ کے ہاتھ کی قوت جہاں میں آشکارہ تھی

نظر خیرہ ہوئی اس مرتبہ بھی وہ چمک دیکھی
یمن کا ملک دیکھا شہر صنعا کی جھلک دیکھی[3]

یہ نظارے فتوحاتِ ممالک کے اشارے تھے
نبیؐ کے ہاتھ نے سب کام اُمت کے سنوارے تھے

---

[1] ضرب اوّل پر پتھر سے ایک شعلہ نکلا اور آپؐ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ اور فرمایا۔ مجھے مملکتِ شام کی کنجیاں دی گئی ہیں اور خدا کی قسم اس وقت شام کے سُرخ محلات میری نظر کے سامنے ہیں۔ (فتح الباری)

[2] دوسری ضرب پر پتھر سے شعلہ نکلا۔ اور آپؐ نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا۔ اور یہ فرمایا کہ مملکتِ فارس مجھے دیا گیا ہے اور مدائن کے سفید محل نظر آرہے ہیں۔ (فتح الباری)

[3] تیسری ضرب پر پھر شعلہ نکلا۔ آپ نے پھر اللہ اکبر کہا۔ اور فرمایا۔ مجھے یمن کی کنجیاں بھی دی گئیں۔ اور خدا کی قسم۔ صنعاء کے دروازے مجھے اسوقت دکھائے جارہے ہیں۔ اس ضرب پر پتھر بالکل شکستہ ہوگیا۔

(فتح الباری)

marfat.com

مسلمانوں کی جمعیت ہزار افراد کی گنتی اور اس تعداد میں بھی بیشتر زیادہ کی گنتی
ہزار افراد میں ایزاد یثرب کے منافق بھی کہ ہر دم ساتھ رہتا تھا یہ حزبِ ناموافق بھی
نظر آئیں جو فوجیں دشمنوں کی دُور سے ان کو تو سُوجھی بھاگنے کی خطۂ محصور سے ان کو

خندق کے آر پار

مگر خندق پہ آکر رُک گیا سیلاب دشمن کا مسلماں دیکھتے تھے جوش و پیچ و تاب دشمن کا
لگے شور و شغب کرنے سبھی شوریدہ غوغائی یہ پہلی منہ کی کھائی کافروں نے دیکھ کر کھائی
چلے گھوڑے کُدانے شہسوار اُس پار جانے کو بڑھے اللہ کے بندے انہیں پیچھے ہٹانے کو
جدھر بڑھتے تھے ان پر پتھروں کا مینہ برستا تھا کہ حملے کا فقط کھائی پھاندنے ہی سے رستہ تھا

۱؎ مسلمان صرف ایک ہزار تھے۔ اور ان میں بھی زیادہ تر عابد۔ زاہد اور کمزور لوگ تھے۔ جو بھوک اور فاقے سے نڈھال تھے۔ (طبقات)

۲؎ منافقین بھی پہلے پہلے شاملِ مجاہدین تھے لیکن جب اُنہوں نے کفار کو دیکھا۔ تو اپنے گھروں کی حفاظت کا بہانہ بنا کر چلتے بنے۔ (تاریخ العمران)

۳؎ سب سے پہلے ابوسفیان فوجوں کو اُحد کی طرف لے گیا۔ وہاں کھائی دیکھی۔ تو شامی رُخ سے حملے کے لیے بڑھا لیکن خندق کو راہ میں حائل دیکھ کر کفار کی فوجیں حیران و ششدر کھڑی رہ گئیں۔ (دیکھو ابن سعد و زرقانی)

۴؎ خندق کو حائل دیکھ کر بعض شہسواروں نے گھوڑے کُدا کر خندق پھاندنے کی ٹھان لی۔ مگر اُدھر سے صحابہؓ نے پتھروں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ اور ان کو دور ہٹا دیا۔ (ابن سعد)

احزابِ عرب کی چھاؤنی

بالآخر ہٹ گئیں پیچھے یہ احزاب کی فوجیں
گزرنے پائیں خندق سے نہ اس سیلاب کی موجیں

لگائے حملہ آور لشکروں نے ہر طرف خیمے
مسلماں ایک جانب تین جانب صف بصف خیمے

فقط دارالاماں کا باب وا تھا اہلِ ایماں پر
یہ احسانِ محمدؐ مصطفےٰ تھا اہلِ ایماں پر

مدینہ اس طرح محصور تھا افواج کے اندر
جزیرہ جس طرح ہو قلزمِ مواج کے اندر

کفّار کے جیوش اور یہود

ٹیلی میں اُحد کی تھا بنی غطفان کا ڈیرا[3]
وہاں تینوں طرف سے تھا قبائل کا بڑا گھیرا

---

[1] خندق کے حائل ہونے پر پہلے تو بہت شور و غل ہوا۔ آخر کفار نے سامنے کھلے میدان میں ڈیرے ڈال دیے۔ اس طرح کہ خندق کے اِس طرف مسلمانوں کی جمعیت تھی۔ اور تین طرف خندق۔ یعنی مسلمان محصور تھے۔
(تاریخ العمران)

[2] آنحضرتؐ اور صحابہ کی جمعیت شہر اور خندق کے درمیان متمکن تھے۔ سلع کی پہاڑی عقب میں تھی۔

[3] اُحد کی جانب بنی غطفان کی فوجوں نے چھاؤنی قائم کی۔ اور خندق کے اُس پار قبائل کے دوسروں لشکروں نے بھی مدینے کو تقریباً گھیرے میں لے لیا۔ (ابن سعد و زرقانی)

marfat.com

قریشی فوج کا ڈیرا میان جرف[1] و غابہ تھا — یہودی فوج کا لشکر قبائل کے علاوہ تھا
سلام[2] اور حیی اخطب سرغنے تھے ان لعینوں کے — یہ ساہوکار تھے سب کے یہ مالک تھے خزینوں کے

قبیلہ قریظہ کی بغاوت

مدینے[3] میں فقط اب اک قریظہ کا قبیلہ تھا — ابھی پوشیدہ اہلِ حق سے جس کا مکر و حیلہ تھا
رسول اللہ نے ان پر کئے تھے بیشمار احساں — طرح دیتے تھے ہر لغزش پر ان کو ہادیٔ دوراں
مگر اب حیی[4] اخطب نے انہیں بھی آکے بہکایا — مسلمانوں کا مل کر خاتمہ کر دو یہ سمجھایا
قریظہ بھی اگر ان لشکروں میں آکے مل جائے — تو شیطاں کا یہ گلزارِ جہنم اور کھل جائے
شریکِ جنگ ہونے ہی میں ہے مضمر مفاد اپنا — عرب کے ہر قبیلے پر جمے گا اعتماد اپنا

---

[1] قریش مقام جرف و غابہ کے درمیان اترے تھے۔ لشکر احزاب کے علاوہ یہود خیبر بھی ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ (تاریخ الخمیس)

[2] سلام بن مشکم اور حیی بن اخطب یہودیوں کے رئیس تھے۔ ان کے قبائل کو آنحضرتؐ نے مدینے سے بدر فرما دیا تھا۔ (زرقانی)

[3] قبیلہ قریظہ یہود کے یثربی قبائل میں سے تھا۔ اور آنحضرتؐ نے اس پر بہت سے احسان فرمائے تھے۔ حتیٰ کہ دوسرے قبائل یہود کے نکالتے وقت بھی ان کو مدینے میں رہنے کی عام اجازت تھی۔ (ارشاد الحکمۃ)

[4] بنو نضیر کا رئیس حیی اخطب رات کی تاریکی میں بنو قریظہ کے پاس پہنچا۔ اور ان کے رؤسا سے ملا۔ اور کہا۔ کہ دیکھو میں کتنا بڑا طوفان اکٹھا کر کے مسلمانوں کے لئے لایا ہوں۔ اب محمدؐ اور امتِ محمدؐ کا پتہ بھی نہ چلے گا۔ کہ کبھی روئے زمین پر یہ لوگ بھی بستے تھے۔ (تاریخ الخمیس)

marfat.com

یہ کعب ابنِ اسد کے پاس پہنچا صورتِ شیطاں
کہا، دیکھو میں لے آیا ہوں کتنا تند خو طوفاں

ہم آئے ہیں نئے مذہب کا استیصال کرنے کو
بحال اپنا یہودی دولت و اقبال کرنے کو

ہمیں اسلام نے یثرب کی منڈی سے نکالا ہے
ہماری کاروباری زندگی پہ ہاتھ ڈالا ہے

کھلی ہیں عامیوں کے واسطے بہبود کی راہیں
پڑی ہیں سخت خطرے میں ہمارے سود کی راہیں

مساوات و اخوت، قرضِ احسن اور ہمدردی
مسلمانوں نے انسانی دماغوں میں اگر بھر دی

تو دنیا بھر میں گویا خاتمہ ہے ساہوکاری کا
یہودی قوم کیسے مان لے جینا بھکاری کا

ہماری کاروباری کوٹھیاں سنسان ہو جائیں
زر و املاک پر قابض یہ عام انسان ہو جائیں

یہودی قوم یہ صورت نہیں برداشت کر سکتی
بغیر جنگ اب حالت نہیں ہرگز سدھر سکتی

ہمارا کاروبارِ سود ہی جاتا رہا ہم سے
تو ہم کو فائدہ؟ اصلاحِ فرزندانِ آدم سے؟

جوا مت کھیلو، محنت جھیلو، پورا تولو سچ بولو
کرو احسان، ہاتھ اپنے رواج اور سود سے دھو لو

یہ ساری اصطلاحیں عامیوں کو شاد کرتی ہیں
ہماری ساکھ اٹھتی ہے ہمیں برباد کرتی ہیں

ہمارے کارخانے کوٹھیاں آخر چلیں کیسے
اگر پیسہ نہ ہاتھ آئے تو ہم پھولیں پھلیں کیسے

بھلا سچ بولنے سے بھی کہیں بیوپار چلتے ہیں
برابر تولنے سے بھی یہ کاروبار چلتے ہیں

اگر ہم کاروباری پورا تولیں اور سچ بولیں
تو سب فاقے کریں، پیغمبری کی راہ پر ہو لیں

marfat.com

اسی صورت اگر تبلیغ اسلامی رہی جاری
تو اس کے صاف معنی ہیں ہماری ذلت و خواری

ابھی اہلِ عرب ہیں بے خبر ایسے اصولوں سے
ابھی ہم کام لے سکتے ہیں جاہل بوالفضولوں سے

ابھی ہے ان کے سرداروں کو فخرِ شخصی و ذاتی
مساوات و اخوت میں انہیں لذت نہیں آتی

ابھی ان بت پرستوں کو خدا کے نام سے ضد ہے
سمجھ سکتے نہیں معبود لاکھوں ہیں کہ واحد ہے

شعور ان کا ابھی سنگیں تبوں کی طرح جامد ہے
ابھی ہر ایک اپنے باپ دادا کا مقلد ہے

کئے ہیں جمع یہ جنات ہم نے کونے کونے سے
عرب بھر میں لیا ہے کام ہم نے چاندی سونے سے

یہ اک سیلابِ آتش ہے جسے خود جا کے لائے ہیں
غضب کا تاؤ دے کر لائے ہیں بھڑکا کے لائے ہیں

محمدؐ اور محمدؐ کے صحابہ اور یہ بستی
بغیرِ معجزہ تو اب نہ ہوں گے برسرِ پستی

تم اے اہلِ قریظہ اس پرانے ڈھونگ کو چھوڑو
کہاں کا عہد و پیماں اس عہد کو اس وعدہ کو توڑ دو

مسلمانوں کے مٹنے ہی سے اپنا وار انیارا ہے
ہمارا ساتھ دو چپ مت رہو۔ آئیں غضب کا ہے

عہد شکن

جو کعب ابن اسد سردار تھا اہلِ قریظہ کا
اسے احساس تھا پہلے تو اشکالِ قریظہ کا[1]

---

[1] کعب ابن اسد قبیلہ بنو قریظہ کے سردار نے پہلے تو غور کیا کہ محمدؐ اور امتِ محمدؐ کے ہم بڑے احسان مند ہیں۔ لیکن پھر مان گیا۔ اور بغاوت پر آمادہ ہو گیا۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

marfat.com

مگر تھا سامری سے بڑھ کے جادو حُیی اخطب[1] کا
اُدھر قصاب اِدھر گوسالہ تھا رُوحِ مذبذب کا

بغاوت پر ہُوا آمادہ کعب ابنِ اسد آخر
نقاب اترا تو ننگا ہو گیا یہ روئے بد آخر

لگا دی آگ جب بارود کو ناری فتیلے[2] نے
تو سارے عہد و پیماں توڑ ڈالے اس قبیلے نے

یہُودی قوم کی عہد شکنی نئی نہ تھی

یہودی لوگ خود کو دیندار انسان کہتے تھے
خُدا کے دُوسرے بندوں کو بے ایمان کہتے تھے

انہیں دعویٰ تھا ہم ہیں پیروانِ موسیٰ عمرانؑ
ہمارے مذہبی معمُول ہیں تورات کے فرماں

انہیں غرّہ تھا فرزندانِ اسمٰعیلؑ ہونے کا
مگر یہ زر کے پُتلے پُوجتے تھے بَیل سونے کا

عمل ان کے مگر تورات کے یکسر مخالف تھے
یہ اپنے لعنتی اوصاف سے کچھ خود بھی خوب واقف تھے

---

[1] حُیی نے کہا۔ یہ فوجیں مسلمانوں کو بیا میٹ کئے بغیر بھاگ نہیں جائیں گی۔ اور اگر تم نے اپنے آپ کو باقی اہل عرب کے خلاف ثابت کیا۔ تو گویا تم پھر ہمیشہ کے لئے ڈوب گئے۔ (ارشاد الحکمۃ)

[2] حُیی بن اخطب رئیس یہود نے بنو قریظہ کو کفار کے ساتھ ملنے پر پوری طرح آمادہ کر لیا۔ حالانکہ بنو قریظہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور انصارِ مدینہ کے ہزاروں احسان تھے۔ اور حالانکہ اس قبیلہ نے مسلمانوں سے معاہدہ کر رکھا تھا۔ کہ وہ کبھی ان کے خلاف کچھ نہ کریں گے۔ (ارشاد الحکمۃ)

marfat.com

انہیں ختم الرسل نے طرح دی تھی، رحم کھایا تھا[1]
انہیں سمجھائی تھی تورات قرآں بھی سنایا تھا

مدارات اُن کی فرمائی تھی عزت ان کو بخشی تھی
مروت اُن سے کی تھی اور مہلت اُن کو بخشی تھی

اِدھر تھی ان کے بارے میں عطا پاشی خطا پوشی
اُدھر تھی اس مہاجن قوم کی احساں فراموشی

کیا تھا عہد ان لوگوں نے سرکارِ نبوت سے
رہیں گے مجتنب ہم مشرکوں کے ساتھ شرکت سے

مگر یہ قوم چلتی ہی گئی راہِ تباہی پر
یہ چل کر آپ آئی منزلِ قہرِ الٰہی پر

نگاہیں پھیر لیں کچھ اس طرح اپنے حلیفوں سے
چلے جس طرح قرم ساق کترا کر شریفوں سے

یہ تازہ عہد شکنی کیا تھی اک کہنہ سرشت انکی
نہیں تھی قابلِ اصلاح گویا خوئے زشت انکی

---

[1] فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

پ ۶ المائدہ ع ۵

عن ابن عمران یهود بنی النضیر و قریظة حاربوا رسول الله صلی الله علیه وسلم فاجل رسول الله صلی الله علیه وسلم بنی النضیر و اقر قریظة و من علیهم۔

تو ان لوگوں کے عہد توڑ دینے کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی۔ اور دل سخت کر دیئے گئے۔ یہ لوگ کلمات تورات کو ان کے مقامات سے بدل دیتے ہیں۔ اور جن باتوں کی تلقین ان کو کی گئی تھی۔ اُن کا بھی ایک حصہ فراموش کر بیٹھے ہیں۔ اور تو ان کے آدمیوں کے سوا تم ہمیشہ انکی خیانت کی خبر پاتے رہتے ہو۔ تو ان کو معاف کر دو اور درگذر کرو۔ کہ خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

ابن عمر سے روایت ہے۔ کہ بنو نضیر اور قریظہ کے یہود نے آنحضرت سے لڑائی کی تو آپ نے بنو نضیر کو نکال دیا۔ اور قریظہ کو رہنے دیا تھا۔ اور ان پر احسان کیا۔
(صحیح مسلم)

marfat.com

ہوا ثابت کہ اب آغاز کا انجام آپہنچا ہمیشہ کے لئے پاداش کا ہنگام آپہنچا

نبیؐ کریم یہود کو آخری فہمائش کرتے ہیں

نبوت نے نہ چاہا اس خبر کا مشتہر ہونا مدینے میں نہ تھا مطلوب تخمِ بے دلی بونا[1]

نہایت ساعتِ نازک تھی یہ ایمانداروں پر مدینے بھر کی آبادی تھی تلواروں کی دھاروں پر

بلایا آپ نے ابنِ معاذؓ ابنِ عبادہؓ کو زبیرؓ[2] اور چند انصارِ فہیم و خوش ارادہ کو

کہا اِس قومِ بداندیش کو تم جا کے سمجھاؤ اگر ممکن ہو ان بھٹکے ہوؤں کو راہ پر لاؤ

کہ شاید دُوران سے کُفر کا جلباب ہو جائے کلیم اللہ کی اُمّت ہدایت یاب ہو جائے

نہ سمجھیں تو سمجھ جاؤ کہ ان کے دل ہیں کینہ ہے خُدا پر چھوڑ دو ان کو خدا دانا و بینا ہے

اگر باغی ہوئے تو اپنی ہستی خود مٹا لیں گے خدا سے کیفرِ کردار اپنا جلد پا لیں گے

وبالِ انسان پر سے خود بخود کب دُور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے جو اللہ کو منظور ہوتا ہے

---

[1] آنحضرتؐ کو یہ حال معلوم ہوا۔ تو تحقیق اور اتمامِ حجت کے لئے سعد ابن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ کو بھیجا۔ اور فرمایا۔ کہ اگر درحقیقت بنو قریظہ نے معاہدہ توڑ دیا ہے۔ تو وہاں سے آکر اس خبر کو مبہم لفظوں میں بیان کرنا۔ تاکہ لوگوں میں بے دلی نہ پھیلنے پائے۔ (دیکھو سیرت)

[2] حضرت زبیر ابن العوام کو آپ نے دو تین مرتبہ تحقیق کے لئے بھیجا۔ جب تحقیق ہو گئی تو سعدین کو بطور وفد روانہ فرمایا (تاریخ ہون)

marfat.com

عہد شکن یہود کا تمرّد

جونہی سعدین پہنچے قلعۂ آلِ قریظہ پر
ہُوا ان کو تنبّہ ہر طرح حالِ قریظہ پر

دلائے یاد سب قول و قرار و عہد و پیماں بھی
مسلمانوں کی شفقت بھی رسُول اللہ کے احساں بھی

مگر یہ لوگ ان دونوں سے گستاخانہ پیش آئے
نہایت بے رُخی دکھلائی اور بیگانہ پیش آئے

کہا ہم کو نہیں معلوم، ہوتی ہیں وفائیں کیا!
محمدؐ کون ہیں اور عہد و پیماں ہیں بلائیں کیا!

ہمیں ہے کام اپنے نفع سے اپنی ضرورت سے
ہم اپنے فعل کے مختار ہیں ہر ایک صُورت سے

اِس نئے خطرے کی تصدیق، اور نبوت کے انتظامات

یہُودی قوم کے اندازیوں بدلے ہُوئے پائے
تو اصحابِ نبیؐ خاموش خندق پر پلٹ آئے

رسُول اللہ کی خدمت میں آکر عرض گذرانی
کہ غدّاری پہ مائل ہو چکے ہیں جور کے بانی

لہ سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ ان لوگوں کے پاس پہنچے۔ اور ان کے رئیس کعب بن اسد سے ملے۔ تو وہ نہایت تمرّد اور گستاخی سے پیش آیا۔ صاحبؓ نے معاہدہ یاد دلایا۔ تو یہُود بگڑ کر بولے۔ کہ ہم نہ معاہدے کو جانتے ہیں۔ نہ محمدؐ کو۔ ہم جانتے ہیں۔ ہم اپنے فعل کے مختار ہیں جس طرح چاہیں گے کریں گے۔ (ابن ہشام)

marfat.com

مدینے میں ضعیف افراد، بچے عورتیں سب ہیں
مدینے میں منافق بھی ہیں دل جن کے مذبذب ہیں[1]

قریظہ واقعی غدار ہیں ان سے ہے اندیشہ
مبادا عورتوں پر حملہ آور ہوں خفا پیشہ

مسلمانوں کا اندیشہ نبیؐ نے دور فرمایا
طلایہ تین سو جانباز کا مامور فرمایا[2]

کہا گرداوری کرتے رہو ہر سُو مدینے میں
کہیں رخنہ نہ آنے دو حفاظت کے قرینے میں

خندق پر اسلوبِ جنگ

یہ سارے انتظام آساں نہ تھے دورانِ محصوری
کہ اہلِ نار کے نرغے میں تھی یہ اُمتِ نوری

بہر سُو دل کے دل کفار ناہنجار چھائے تھے
بہت تھے معرکہ آرا بہت ڈیرے جمائے تھے

---

[1] جب یہود نے عہد شکنی کی۔ تو حیی اخطب نے قریش اور غطفان کو اُبھارا۔ کہ یہودوں کی سمت سے خاص مدینہ پر جہاں مسلمانوں کے گھر اور بال بچے تھے۔ حملہ کر دیں۔ مسلمانوں کو یہ حال معلوم ہوا۔ تو عورتوں اور بچوں کی وجہ سے سخت تشویش میں پڑ گئے۔ بعض انصار خندق سے ہٹ گئے۔ اور اپنے گھروں کو بچانے کی فکر میں چلے گئے۔ ان میں زیادہ تر منافقین تھے۔ (سیرۃ النبیؐ)

[2] آنحضرتؐ سے آکر جب صحابہؓ نے یہ تمام روئداد بیان کی۔ اور مدینے کے ضعفاء کی طرف سے خدشات بیان کئے گئے۔ تو آپ نے نذیرؓ بن حارث کو تین سو جوانمردوں سے روانہ کیا۔ تاکہ پچاس پچاس کا دستہ ہر وقت مدینے میں گشت آوری کرتے رہیں۔ اور اہل عیال پر کسی کو حملہ آور نہ ہونے دیں۔ (تاریخ ارض مقدس)

marfat.com

لبِ خندق تک آتے شور کرتے تیر برساتے
مگر تھی حملہ آور اس قدر تعداد دشمن کی
قبائل کے جنودِ قاہرہ غصّے میں دیوانے
اِدھر سے غازیانِ فی سبیل اللہ جرأت سے
سحر سے شام تک دو تین دن تھی جنگ معمولی
ابوسفیاں سپہ سالار اعظم تھا قبائل کا
قبائل کے سبھی سردار تھے اس کی معیّت میں
مدینہ سامنے تھا اور یہ کچھ کر نہ سکتے تھے
یہ قاتل مشورت کرتے رہے دو تین دن باہم
مؤذّن نے کیا اعلان اِدھر اللہ اکبر کا

جواب اسلام سے ملتا تو پھر واپس پلٹ جاتے
کہ رہتی تھی سحر سے شام تک بیداد دشمن کی
جھپٹتے تھے مسلمانوں کی جانب برچھیاں تانے
ہنکا دیتے تھے اس کثرت کو اپنے زورِ دعدے سے
ہراول کے جوانوں کا بظاہر شغل مشوّلی
اسے حل سوچنا تھا راہ کے اس سنگِ حائل کا
مسلمانوں کا قتلِ عام تھا ان سب کی نیت میں
غنیمت دیکھتے تھے اور جھولی بھر نہ سکتے تھے
یہ طے پایا کہ لشکر جمع ہو کر پل پڑے یکدم
اُدھر شیطان نے پٹیاں ٹھول دیوانوں کے لشکر کا

لہ قبائل کے متحدہ لشکروں نے خندق کو مزاحم پاکر خیمے لگائے تھے۔ ان کے دستے ہر روز خندق پر حملہ آور ہوتے تھے مگر مسلمانوں کو مستعد پاکر واپس ہو جاتے تھے۔ (دیکھو طبری)

لہ ایک دن سردارانِ قریش نے فیصلہ کیا۔ کہ خندق کہیں جگہ سے تنگ ہے۔ مسلمانوں پر ایک متحدہ حملہ کرکے سوار گھوڑے کُدا کر خندق کے پار اُتریں۔ اور ان کے پیچھے سارا لشکر جا پڑے۔ (تاریخ العمران)

marfat.com

کفار کے اتحادی لشکروں کا بے پناہ دھاوا

نمازیں بھی ادا کرنے نہ پائے تھے ابھی غازی
کہ سر پر آگیا وقتِ جہاد و سعی و جانبازی

کیا حملہ قیامت کا جیوشِ حملہ آور نے
فضا میں ڈال دی ہلچل سواروں کے نگاور نے

پرے گھوڑوں کے دل دھرتی کا دھڑکاتے ہوئے آئے
پیادے دُور ہی سے تیر برساتے ہوئے آئے

رَجز کا شور نقاروں کی کڑکڑ ڈھول کی دھم دھم
قبائل کے بتوں کی بیڑیں شیطان کے پرچم

ڈپٹ تھی شور و شر تھا نعرے تھے ہنگامہ خیزی تھی
سڑاسڑ دمبدم کوڑوں کی تھی گھوڑوں کی تیزی تھی

سرِ خندق مگر ہر ایک دستہ رُک گیا ان کا
مسلمانوں نے مارے تیر رستہ رُک گیا ان کا

منظم تھے مجاہد بھی محمدؐ کی قیادت میں
سرِ خندق جواں تھے مستعد ذوقِ شہادت[1] میں

قبائل کو توقع تھی مسلماں بھاگ جائیں گے
ہماری کثرتِ تعداد کے منہ پر نہ آئیں گے

اگر ٹھہرے تو اس سیلاب میں بہ جائینگے سارے
خس و خاشاک کی صورت ہیں چند افراد بیچارے

ہزاروں کے مقابل چند سو جانوں کی ہستی کیا
عرب کے سامنے ٹھہرے گی یثرب کی یہ بستی کیا

---

[1] آنحضرتؐ نے اپنی مختصر سی جماعت کو خود ترتیب دیا تھا۔ اور چھوٹے چھوٹے دستے مقرر فرما دیئے تھے۔ جو ہر مقام پر حملہ آوروں کو تیروں اور پتھروں سے روکتے تھے۔ (تاریخ العمران)

مگر خندق نے کھنڈت ڈال دی انکی امنگوں میں
نہ پیش آئی تھی یہ صورت عرب کو اپنے جنگوں میں[1]

مسلماں یوں ڈٹے تھے لشکرِ احزاب کے آگے
چٹانیں جس طرح قائم رہیں سیلاب کے آگے

کمانداران اسلامی نے تاکا جب نشانوں کو
تو چھوڑا ناوکوں نے کہہ کے بسم اللہ کمانوں کو

یہ ناوک تھے کہ تارے آسمانوں سے اتر آئے
گلوں میں آنکھ میں پہلو میں دل میں تیر در آئے

گرے اسوار گھوڑوں سے گھسے گھوڑے پیادوں میں
قیامت خیز ہلچل پڑ گئی ان بدنہادوں میں

بہت تیار ہو کر آئے تھے یہ خونِ ناحق پر
درندے پیستے تھے دانت دربانانِ خندق پر

خروشِ اولیں دھیما تھا اب اس سورمائی کا
یہ ایسی منہ کی کھائی تھی کہ منہ تکتے تھے کھائی کا

ارادوں میں مخل ہر مرتبہ کھائی کو جب پایا
تو سرداروں نے فوجوں کو ذرا کچھ دور ٹھہرایا

سنایا حکم ابوسفیاں نے تیر اندازدستوں کو
کرو تندی سے ناوک کا نشانہ حق پرستوں کو[2]

بڑے ضدی سہی لیکن کہاں تک پار کھائیں گے
کہاں سے روز آتے جائیں گے اور مرتے جائیں گے

مسلسل پتھروں کا مینہ بھی ان لوگوں پہ برساؤ
غبار و گرد اڑاؤ سانس تک لینے نہ پاؤ

کرو ترکیب سے خندق کے ہر پہلو پہ دھاوا بھی
اِدھر کرتا ہوں میں ترکیب اور اس کے علاوہ بھی

---

[1] قبائل عرب نے کبھی اس سے پہلے اس قسم کی خندق کے مقابل لڑائی نہ لڑی تھی۔ یہ اُن کے لیے بالکل نئی بات تھی (رشاد احمد)

[2] ابوسفیان نے حکم دیا کہ ہر جگہ سے تیر برساؤ اور پتھر پھینکو۔ مسلمان بہت تھوڑے ہیں۔ یا تو مضروب و مجروح ہو جائیں گے یا تنگ کر دفاع سے ہاتھ اٹھا لیں گے۔ (تاریخ العرب)

کوئی تدبیر ہم اتنے میں کھائی کی بھی کرتے ہیں — کہیں اک پُل بنا لیتے ہیں یا خندق کو بھرتے ہیں[1]
یہ کو دو گھڑی تکلیف دیتے ہیں تو دینے دو — تمہارا کام بھی یہ ہے کہ چین ان کو نہ لینے دو

تھکا دو ان کو جب تھک جائینگے ہتھیار ڈالیں گے
اسی خندق میں پھر ان کو دبا کر مار ڈالیں گے

مسلسل حملے، مسلسل مدافعت

بہ عجلت لشکرِ کفار نے ترتیب کو بدلا — نئے انداز کے دھاوے کئے ترکیب کو بدلا
سپہ سالار کے احکام کی تعمیل ہوتی تھی — ہوا کے دوش پر اب موت کی ترسیل ہوتی تھی
اِدھر حق تھا سرِ خندق اُدھر باطل کی فوجیں تھیں — دو جانب سے ہوا میں پتھروں تیروں کی موجیں تھیں
قبائل ہر طرف سے کر رہے تھے تیر اندازی — کمانداران اسلامی بھی تھے مصروفِ جانبازی
شریف انسان دب کر بیٹھ جاتے کیوں شریروں سے — جواب تیر ادھر سے بھی دیا جاتا تھا تیروں سے
چٹانوں اور تودوں نے مہیا کیں کمیں گاہیں — سکھائیں جنگ نے خود ہی دفاعِ جنگ کی راہیں[2]

---

[1] ابوسفیان کا ارادہ تھا۔ کہ مسلمان ذرا بھی غافل ہوں تو خندق کو بھر دیا جائے۔ یا کسی جگہ پل بنا دیا جائے۔ لیکن ممکن نہ ہو سکا۔ (ارشاد الحکمۃ)

[2] مسلمان تیر انداز خندق سے نکلی ہوئی مٹی کے تودوں کی اور بڑے بڑے پتھروں کی آڑ سے مسلسل تیر چلاتے تھے (تاریخ العمران)

marfat.com

اُدھر سے بے تحاشا بے نشانہ تیر گرتے تھے
بدستِ حق یہی باطل کے دامنگیر ہوتے تھے

اُدھر سے تھی فلاخن کے پروں سے سنگ اندازی
جواب سنگ بھی سنگین دیتے تھے انہیں غازی

ہولناک ہنگامہ

فضاؤں میں تھی فرّاٹے کی غرّاٹے کی طغیانی
عجب دریا تھا بالائے ہوا تند اور طوفانی

عجب دریا تھا سنگ و تیر اس دریا کی موجیں تھیں
تلاطم تھا ہوا میں خاک پر انساں کی فوجیں تھیں

عجب تھی اَن گنت پیکانِ پراں کی درفشانی
نظارا جس کا مہلک تھا برائے چشمِ انسانی

لپکتے تھے یہ لاتعداد ناوک التہاب آسا
خلا میں تیر کر پھر ڈوب جاتے تھے شہاب آسا

ہوا میں سنگ اُڑتے گونجتے آتے تھے درّاتے
بہم ٹکراتے، گر جاتے، لڑھکتے، ٹھوکریں کھاتے

دقادق پتھروں کی اور چقاچق پہلوانوں کی
بلا کا شور تھا آنکھوں میں جان آئی تھی کانوں کی

کمانداروں کی زہ زہ اور زہ گیروں کے زناٹے
سروں میں سنسناتی موت کے سنسان سناٹے

لہ کفار کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اور بے تحاشا تیروں کی بارش کرتے جا رہے تھے۔ یہ تیر خالی جاتے تھے۔ مسلمان کسی نہ کسی طرح ان کو اٹھا لیتے۔ اور انہی تیروں کو دشمن پر چلاتے۔ (تاریخ العمران)

marfat.com

چوبیس ہزار کے مقابلے میں ایک ہزار

مجاہد ضابطے سے اور استقلال کامل سے
تھے محوِ جنگ زورِ بازو و زورِ انامل سے

مسلمانوں کا کوئی تیر بھی خالی نہ جاتا تھا
نگاہوں کے اشاروں پر دلوں میں بیٹھ جاتا تھا

بظاہر چند تنکے تھے یہ اس سیلاب کے اندر
نظر آتے تھے چکراتے ہوئے گرداب کے اندر

سرِ خندق مجاہد تھے ہزار افراد[1] کی گنتی
یہی غازی مجاہد تھے یہی زہاد کی گنتی

مگر ان پر ہزاراں در ہزاراں حملہ آور تھے
ہزار انسان کیا تھے، خواہ کیسے بھی دلاور تھے

اُدھر چوبیس دستے اور ہر دستہ ہزار انساں
ذخیرے اسلحہ کے اور ناؤ نوش کے ساماں[2]

وہاں باقاعدہ آب و خورش تقسیم ہوتا تھا
یہاں پتھر شکم پر باندھنا تعلیم ہوتا تھا

---

[1] یہ بالتصریح بیان ہوا ہے۔ کہ تین ہزار جوان و پیر کی جمعیت نے آنحضرتؐ کے ساتھ خندق کھودنے میں حصہ لیا تھا لیکن جب اعراب و قریش کی فوجیں نمودار ہوئیں۔ تو آپ نے باب شامی پر ایک جمعیت رکھ کر باقی لوگوں کو مدینے کے دوسرے اطراف میں (جہاں خندق نہ تھی فقط مکانات کی دیواریں اور باہر نخلستان کی اور پہاڑیاں تھیں) حفاظت اور دفاع کے لئے مامور فرما دیا تھا۔ اس تین ہزار میں منافقین بھی تھے۔ جو بحیلہ و بہانہ گھروں میں بیٹھ رہے تھے۔ خندق پر آنحضرتؐ کے ساتھ ایک ہزار سے زیادہ آدمی نہ تھے۔ (دیکھو ابن ہشام فتح الباری وغیرہ)

[2] فتح الباری میں تصریح ہے کہ کفار کی تعداد غزوۂ احزاب میں چوبیس ہزار سے ... تھی۔ (سیرت النبیؐ)

marfat.com

شکم سیری اُدھر اس سمت فاقوں پر توکّل تھا تقابُل خود بھی حیراں تھا کہ یہ کیسا تقابُل تھا

نہیں تھا یہ تقابُل باہمی انسان و انساں کا
زمیں پر آخری اِک معرکہ تھا کفر و ایماں کا

قائدِ اسلامؐ اور مجاہدین کا اِستقلال

اُدھر افواجِ تازہ دم کے تار و پود قائم تھے یہاں اک رشتۂ نازک کے رہ پیمود قائم تھے

یہاں ہر فردِ مسلم خطۂ محصور[1] کے اندر جہاد و سعی میں تھا حالتِ مخطور[1] کے اندر

برستی تھی مسلسل بارشِ سو فار و سنگ ان پر ہوئی تھی سر اُٹھا کر دیکھنے کی راہ تنگ ان پر

ہوا کے اوج پر طوفانِ سنگ و تیر کی لہریں سرِ تقدیر لہراتی ہوئی تدبیر کی لہریں

یہاں حملہ، وہاں ہلّہ، اِدھر جھپٹے اُدھر لپکے کہاں فرصت قدم ٹھہرے کہیں یا آنکھ ہی جھپکے

کبھی اِس رُخ پہ یورش تھی کبھی اُس رُخ پہ دھاوا[2] تھا محمدؐ کی قیادت ہی یہاں ملجا و ماویٰ تھا

[1] مخطور۔ خطرے میں گھری ہوئی۔
[2] کفار نے جنگ کا یہ طریق اختیار کیا۔ کہ بعض دستے مسلمانوں پر تیر چلاتے۔ اور دوسرے یورش کر کے خندق کے کسی کمزور حصے پر حملہ کرتے اور کود کر عبور کرنا چاہتے۔ اور یہ طریق مسلسل جاری رہتا۔ (ابن سعد و حمیس و زرقانی)

marfat.com

فضا باراں سنگ و تیر سے تھی گرچہ طوفانی
پیمبر آپ فرماتا تھا اُمت کی نگہبانی

مجاہد جا بجا گرتے تھے سنگ و تیر کھا کھا کر
محمدؐ باندھتا تھا زخم بانفسِ نفیس آ کر

جہاں جس مرحلے پر جو بھی صورت پیش آتی تھی
رسول اللہ کو اُمت وہیں موجود پاتی تھی[1]

امیدِ نصرتِ حق پر محمدؐ کے سہارے پر
مجاہد تیرتے تھے فرض کے اس تیز دھارے پر

کثرتِ کفر کا شور

زمین و آسماں میں حشرِ سنگ و تیر برپا تھا
سرِ خندق بہر سُو شورِ دار و گیر برپا تھا

قبائل نے مچا رکھا تھا غوغا اور ہنگامہ
فضا میں گونجتا تھا ڈھول تاشہ اور دنامہ

پیاپے ایک لڈی پڑ رہی تھی جھانجھ بجتے تھے
ہر اک دستے میں نوبت اور نقارے گرجتے تھے

دکھاتے تھے یہ انساں بول کر بولی درندوں کی
کہ ہم انساں نہیں سمجھو ہمیں ٹولی درندوں کی

نکالی جاتی تھیں مونہوں سے ہیبتناک آوازیں
کرخت و سخت و سینہ چاک اور رشناک آوازیں[2]

---

[1] آنحضرتؐ ہر جگہ نگرانی فرماتے تھے۔ بارہا زخمی صحابہؓ کے زخم باندھنے میں مدد فرماتے۔ اور آپ کو تیروں اور پتھروں کی بوچھاڑ میں ہر دستے کے پاس پہنچتے دیکھ کر صحابہ کی ہمتیں قائم رہتیں۔ (رشاد الحکمۃ)

[2] رشناک:۔ سوراخ کرنے والی۔

marfat.com

دہاڑیں اور چنگھاڑیں تھیں چیتوں اور شیروں کی بتاتی تھیں کہ ہم مخلوق ہیں گہرے اندھیروں کی
گھنونا شور و شر، ناپاک نعرے گالیاں، قسمیں غلاظت جمع ہو کر آئی تھی ارضِ مقدس میں
صدائے رنگ رنگ اُٹھتی تھی اس مائل کے لشکر سے
جواب اسلام دیتا تھا فقط اللہ اکبر سے

قریشی شہسوار، خندق پار

اسی عالم میں تاکا اک مقامِ تنگ دشمن نے تو خندق پار ہونے کا نکالا ڈھنگ دشمن نے
بڑھے کچھ شہسوارانِ عرب سرکردہ و مہتم کہ ساری فوج میں سمجھے گئے تھے چیدہ و بہتر
بزیرِ عکرمہ[1] ابن ابی جہل اک رسالہ تھا یہ طوفانی رسالہ کافروں میں نام والا تھا
اسی میں تھے قریشی شہسوارانِ دلاور بھی بڑے سردار بھی کار آزمودہ نام آور بھی
یہ نامی نامور گھوڑوں کو ڈپٹاتے ہوئے جھپٹے ہبل اور لات و عزّیٰ کی قسم کھاتے ہوئے جھپٹے
مگر خندق کنارے ٹاپتے ہی رہ گئے گھوڑے ہوئی بوچھار تیروں کی تو سواروں نے منہ موڑے
فقط چار ان میں خندق پھاند نکلے کامیاب آئے مثالِ ابر گرجے اور مثلِ برق تاب آئے

[1] ابوجہل کے بیٹے عکرمہ کی کمان میں ایک مضبوط رسالہ تھا جس میں عرب کے نامی گرامی مشہور شہسوار تھے۔ اس رسالے کے سواروں نے خندق کے کنارے ایک تنگ مقام سے گھوڑے ڈپٹانے کا حوصلہ کیا لیکن رہ گئے۔ فقط چار سوار خندق کود کر اس طرف آ سکے۔ (طبری)

marfat.com

چار ہرزہ کار

اگر سارا رسالہ کود کر اس پار ہو سکتا
تو شائد دو گھڑی کو خلبۂ اشرار ہو سکتا

مگر ہر فرد پر ایسا مسلط خوفِ خندق تھا
کہ آنکھیں ڈگمگائی جا رہی تھیں اور منہ فق تھا

جلو میں شہسواروں کے کوئی کافر نہیں آیا
بس اب مرگ و اسیری ہے یہ چاروں کو یقیں آیا

یہ چاروں شہسوار احزاب کے مردانِ افضل تھے
ضرار ابنِ عبدِ ود جبیرہ اور نوفل[1] تھے

مسلمانوں نے گھیرا دوڑ کر ان شہسواروں کو
نظر آئی نہ اب راہِ گریزاں ہرزہ کاروں کو

ابنِ عبدِ ود

بہت بیباک ان کا سربراہِ بدلگامی تھا
یہ کافر عمرو ابنِ عبدِ ود نامی گرامی تھا

گنا جاتا تھا یہ ظالم ہزار اسوار پر بھاری
عرب میں کون تھا جس پر نہ اس کا رعب ہو طاری[2]

قتالِ بدر میں اوچھا سا زخم اس نے بھی کھایا تھا
اسی شرمندگی کا آج بدلہ لینے آیا تھا

---

[1] (دیکھو سیرت النبیؐ)

[2] عمرو بن عبدِ ود۔ ایک ہزار اسوار کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ جنگِ بدر میں زخمی ہو کر واپس گیا تھا۔ قسم کھائی تھی۔ جبتک مسلمانوں سے بدلہ نہ لوں گا۔ سر میں تیل نہ ڈالوں گا۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

marfat.com

ارادہ اس کا یہ تھا جب رسالہ ساتھ میں ہوگا
مسلمانوں کا قتلِ عام میرے ہاتھ میں ہوگا

مگر اب وہ رسالہ ٹاپتا تھا دُور خندق سے
یہ خود نرغے کے اندر آپھنسا تھا قدرتِ حق سے

نظر آئی نہ جب کوئی بھی راہِ جنگِ مغلوبہ
تو سوجھا نعرۂ ھل مِن مبارز ہی کا مقہوبہ

ہزار اسوار کے برابر ایک شہسوار

پکارا جان جاؤ عمرو ابنِ عبدِ وُد[1] میں ہوں
ذرا پہچان جاؤ اور کوئی ہے کہ خود میں ہوں

کسی نے یوں نہ دیکھا ہوگا مگر شہرت سُنی ہوگی
کہانی کارناموں کی بصد حیرت سُنی ہوگی

ہزار اسوار کا اک شہسوارِ بے بدل ہوں میں
مسلمانو سمجھ جاؤ کہ پیغامِ اجل ہوں میں

میں آیا ہوں کہ شاید تم میں کوئی مردِ قابل ہو
بجائے سنگباری مجھ سے مردانہ مقابل ہو

لڑے تنہا سے تنہا جو بھی یکہ تاز ہے تم میں
نکل آئے اگر ایسا کوئی جانباز ہے تم میں

واحد صدائے شیرِ خدا

یہ سُنتے ہی علی المرتضیٰ نے دی صدا میں ہوں[2]
فدا کارِ محمدؐ مصطفےٰ نامِ خدا میں ہوں

---

[1] ابن عبدِ وُد سب سے آگے بڑھا۔ اور پکارا کون آتا ہے۔ میرے مقابلے میں۔ (تاریخ القرآن)

[2] حضرت علیؓ نے آواز دی میں ہوں۔ مگر رسول اللہ نے روکا یہ عمرو ابن عبدِ وُد ہے۔ حضرت علیؓ بیٹھ گئے۔ لیکن عمرو کی آواز کا اور کسی طرف سے جواب نہ آتا تھا۔ عمرو دوبارہ پکارا۔ اور پھر وہی ایک صدا جواب میں اٹھی۔ (دیکھو سیرت ابنِ ہشام)

marfat.com

یہ فرما کر جھپٹنا چاہتے تھے جانبِ دشمن
کہ ایسے وقت چُپ رہنا نہیں تھا شیوۂ احسن

رسُول اللہ نے روکا علیؓ کو اور سمجھایا
یہ ابنِ عَبدِ وُد ہے اے پسر حضرتؐ نے فرمایا

وہ کافر پھر پکارا، ہے کوئی جو سامنے آئے
نبرد آرا ہو مجھ سے آ کے جرأت اپنی دکھلائے

نہ بولا اور کوئی شاہِ مرداںؓ نے کہا مَیں ہُوں
یکے از سرفروشانِ محمد مُصطفےٰ مَیں ہُوں

نبیؐ نے پھر کہا یہ ابنِ عَبدِ وُد ہے اے حیدرؓ
علیؓ پھر ہو گئے ساکت بہ پاسِ امرِ پیغمبرؐ

بلند آواز سے کافر نے پھر قفلِ دہن کھولا
مسلمانوں کوئی آئے گا، پھر کوئی نہیں بولا

اُسی شیرِ خداؓ نے اُٹھ کے پھر آواز دی مَیں ہُوں
بفضلِ حق تجھ ایسوں کو اکیلا مکتفی مَیں ہُوں

رسُول اللہ نے شفقت سے رکھا ہاتھ شانے پر
کہا یہ ابنِ عَبدِ وُد ہے، اے فرزند اے حیدرؓ

کہا بیشک یہ ابنِ عبدِ وُد ہے جانتا ہُوں میں[1]
مرے سرکار اس ابلیس کو پہچانتا ہُوں میں

صاحبِ ذُوالفقار کا جلال

جلالِ ہاشمی اس وقت چہرے سے ہویدا تھا
نگاہوں میں وہ گرمی تھی کہ صد خورشید پیدا تھا

یہ صُورت دیکھ کر مسرور بہتر نورِ ربانیؐ
جزاک اللہ کہا، اور چُوم لی حیدرؓ کی پیشانی

---

[1] تیسری مرتبہ جب آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ عَمرو ہے تو حضرت علیؓ نے عرض کی۔ ہاں میں جانتا ہُوں۔ کہ عَمرو ہے۔ (سیرت النبیؐ)

marfat.com

طمانیت کا عہدِ دائمی لولاک نے باندھا
کہ عمامہ علیؓ کے سر پہ دستِ پاک نے باندھا[1]

اجازت لے کے شیر اللہ کا میدان میں آیا
بہر سُو زلزلہ سا کفر کے ایوان میں آیا

عجب خاموش گرمی تھی جلالِ شاہِ مرداں میں
لرز کر رہ گئے شیروں کے دل گرد و نیستاں میں

تُوا کفار کی فوجوں کو سکتہ اس نظارے سے
اسی نقطے پہ آنکھیں جم گئیں اب ہر کنارے سے

دو جانب بر سرِ خندق جہاں بھی رزمگاہیں تھیں
وہاں آنکھیں تھیں یا حیرت تھی یا یادِ نگاہیں تھیں

فضا پر چھا گئی تھی دفعتہً پر ہَول خاموشی
کہاں کا شور و شر دم سادھ کر بیٹھی تھی سرگوشی

بڑھے مولا علیؓ، اک پُر وقار اندازِ عالی سے
جمال آرا تھا اطمینان اس شانِ جلالی سے

بہ شانِ سادگی نکلے، بصد حسنِ مہیب آئے
پیادہ پا چلے ان شہسواروں کے قریب آئے

تین سوال

اُدھر تھا عَمرو ابن عَبدِ وُد اسوار گھوڑے پر
مسلح، غرقِ آہن، مستعد تیار گھوڑے پر

علیؓ نے ابنِ عَبد وُد کو دیکھا اور فرمایا
کہ تیرا اک بڑا دعویٰ مرے سننے میں ہے آیا:

سُنا ہے تجھ سے طالب ہو جو کوئی تین کاموں کا
ترا کہنا یہ ہے تینوں سے تو اک کام کر دے گا

---

[1] آپ نے اجازت دی۔ خود دستِ مبارک سے تلوار عنایت کی۔ سر پر عمامہ باندھا۔ (سیرت النبیؐ)

لے کے صفحے پر

marfat.com

کہا حیرت سے اُس نے ہاں یہ دعویٰ ہے مرا سچ ہے
جو میں نے کہہ دیا سچ ہے جو تُو نے سُن لیا سچ ہے

کہا سچ ہے تو مَیں طالب ہوں تجھ سے تین باتوں کا[1]
بہت ہی بیش قیمت نیک، خوش آئین باتوں کا

مری پہلی طلب یہ ہے کہ تو ایمان والا بن
جبیں اپنی درِ حق پر جھکا دے شان والا بن

کہا یہ بات ناممکن ہے ایسا ہو نہیں سکتا
مَیں اپنے قلبِ سنگیں میں یہ دانہ بو نہیں سکتا

کہا، گر یہ نہیں تو خیر اس میدان سے ہٹ جا
چلا جا اپنے گھر کو ظالموں کی فوج سے کٹ جا

کہا، یہ کام بھی ہے اندریں حالات ناممکن
قریشی عورتیں چھیڑیں مجھے، یہ بات ناممکن!

کہا حیدرؓ نے دو باتیں تو میری تو نے رَد کر دیں
ازل سے تا ابد رسوائیاں اپنی سند کر دیں

اگر ان ہر دو کارِ نیک کا تجھ کو نہیں یارا
تو آ میرے مقابل مجھ سے ہو اب معرکہ آرا[2]

ابنِ عبدِ وُد کی حیرت اور غضبناکی

علیؓ کی تیسری خواہش پہ سناٹا ہُوا طاری — تکبّر کی رگِ مغرور پر یہ ضرب تھی کاری

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) عمرو کا قول تھا کہ دنیا میں اگر مجھ سے کوئی شخص تین باتوں کی درخواست کرے گا۔ تو ایک ضرور قبول کروں گا۔ حضرت علیؓ نے پوچھا کہ کیا واقعی یہ تیرا قول ہے۔ (سیرت النبیؐ)

[1] پھر حسبِ ذیل گفتگو ہوئی۔ حضرت علیؓ نے کہا۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ تو ایمان لا۔ عمرو بولا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت علیؓ نے کہا۔ لڑائی سے واپس چلا جا۔ عمرو بولا۔ میں خاتونانِ قریش کا طعنہ نہیں سُن سکتا۔ (سیرت النبیؐ)

[2] تیسری بات علیؓ نے یہ کہی کہ اچھا آ مجھ سے معرکہ آرا ہو۔ (سیرت النبیؐ)

marfat.com

رُخِ ناپاک پر شعلہ بھڑک اُٹھا جہنم کا
غرورِ پہلوانی چشم و ابرو پر اُبھر آیا

غضب کے جوش میں بجز اتوازن طبعِ برہم کا
نکالی میان سے تلوار توسن سے اُتر آیا

کافر کا غرور

کہا زیرِ فلک ایسا بھی کوئی مرد ہے غالب
کہ میرے سامنے آکر ہو مجھ سے جنگ کا طالب[1]

میں ابنِ عبدِ وُدّ، استاد نامی پہلوانوں کا
مری ہیبت سے ہے رُوپوش رستم داستانوں کا

مَیں وہ ہوں جس سے زہرہ آب ہے جنگل کے شیروں کا
شجاعوں کا کشندہ اور قاتل ہوں دلیروں کا

ترا کیا نام ہے تو کون ہے اے پیکرِ خاکی
کہ حد و انتہا سے بڑھ گئی ہے تیری بیباکی[2]

کہا مجھ کو علی کہتے ہیں اک بندہ خدا کا ہوں
مرا اتنا ہی دعویٰ ہے کہ خادم مصطفےٰ کا ہوں

تحیر عبدِ وُدّ کو ہو گیا نامِ علیؓ سُن کر
فضائے دل میں اِک خفت سی تھی ذکرِ جلی سُن کر

کہا تُو ہے ابُوطالب کا بیٹا جانتا ہوں مَیں
بزرگوں کا بھی تیرے مرتبہ پہچانتا ہوں میں

تری ناتجربہ کاری ہے میرے سامنے اڑنا
پلٹ جا اے علیؓ تجھ سے نہیں مَیں چاہتا لڑنا

---

[1] عمرو بن عبدِ وُدّ حضرت علیؓ کے تیسرے سوال پر بنسا۔ کہا مجھ کو اُمید نہ تھی کہ آسمان کے نیچے یہ درخواست بھی میرے سامنے پیش کی جائے گی۔

[2] پوچھا تم کون ہو آپ نے نام بتایا۔ اُس نے کہا میں تم سے لڑنا نہیں چاہتا۔ آپ نے فرمایا لیکن مَیں چاہتا ہوں۔ (سیرت النبیؐ)

marfat.com

ابھی کم عمر ہے تُو بھولا بھالا سیدھا سادا ہے
تفاوت دیکھ مَیں اسوار ہُوں اور تو پیادہ ہے

تو میرے سامنے آیا ہے، قرباں تیری جرأت کے
مَیں وہ ہُوں ملک میں جھنڈے گڑے ہیں میری شہرت کے

زرہ تن پر نہیں تیرے نہ سر پر خود پہنا ہے
یہ کیا سُوجھی تجھے، زندہ نہیں کیا تجھ کو رہنا ہے؟

اُدھر تُو ہے کہ بس اک ڈھال اور تلوار لایا ہے
مجھ ایسے گرگِ باراں دیدہ سے لڑنے کو آیا ہے

اِدھر مَیں ہوں کہ سر پر خَود بھی تن پر زرہ بھی ہے
مبادا زخم کھا جاؤں، مری اس پر نگہ بھی ہے

مومنِ غیور

علیؓ کچھ مسکرائے اور متانت سے یہ فرمایا
کہ تُو نے کہہ دیا جو کچھ بھی تیرے ذہن میں آیا

تری باتیں ہیں ساری بر بنائے قوتِ ارضی
مگر ہے صاحبِ ارض و سما کی اور ہی مرضی

نہ کچھ تقریر کرنا نے جھگڑنا چاہتا ہُوں مَیں
تُو چاہے یا نہ چاہے تجھ سے لڑنا چاہتا ہُوں مَیں

مجھے فرصت نہیں، کوشش نہ کر باتیں بنانے کی
یہ میداں ہے ضرورت ہے یہاں جوہر دکھانے کی

بہت شیخی بگھاری اب ذرا کچھ کام ہو جائے
ہنر ایسا دکھا جس سے جہاں میں نام ہو جائے

marfat.com

ابنِ عَبدِ وُد کا وار

یہ سُن کر ابنِ عَبدِ وُد ہُوا بیتاب غصے میں
مثالِ مار کھائے اُس نے پیچ و تاب غصے میں

غرور و ناز پر چادر چڑھی جہلِ مرکب کی
کیا اِک وار کو نچیں کاٹ دیں اپنے ہی مرکب[1] کی

یہی شمشیرِ خُون آلود حیدرؓ پر بھی چمکائی
حق و باطل کی فوجیں ہر طرف سی تھیں تماشائی

یہ کافر بھی قد آور، تیغ دامن دار بھی بھاری
یہ بازو بھی تھا قوت دار اس کا وار بھی کاری

کیا کافر نے بڑھ کر جب ارادہ پیش دستی کا
ہوائیں دم بخود تھیں رُک گیا تھا سانس ہستی کا

علیؓ نے ڈھال پر روکی یہ مہلک ضربِ دشمن کی
مگر آہن میں نکلی ڈوب کر شمشیر آہن کی

سپر کے سینۂ بے کینہ میں غم سے شگاف آیا
جبینِ حضرتِ شیرِ خدا[2] نے زخم بھی کھایا[3]

---

[1] حضرت علیؓ پیادہ تھے۔ عَمرو کی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا۔ گھوڑے سے اُتر آیا۔ اور پہلی تلوار گھوڑے کے پاؤں پر ماری کہ کونچیں کٹ گئیں۔ (سیرت النبیؐ)

[2] عَمرو غصے سے بیتاب تھا۔ اس نے تلوار نکالی اور آگے بڑھ کر وار کیا۔ حضرت علیؓ نے سپر پر روکا۔ تلوار سپر میں گھس کر نکل گئی۔ اور پیشانی پر تھی۔ (سیرت)

[3] زخم کاری نہ تھا۔ تاہم یہ طغرا آپ کی پیشانی پر یادگار رہ گیا۔ قاموس میں لکھا ہے۔ حضرت علیؓ کو ذوالقرنین بھی کہتے تھے جس کی وجہ یہ تھی۔ کہ آپ کی پیشانی پر دو زخموں کے نشان تھے۔ ایک عَمرو کے ہاتھ کا۔ اور ایک وہ زخم جو ابنِ ملجم کی تلوار سے بوقتِ شہادت لگا تھا۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

marfat.com

شیرِ زخمدار

فلک پر دیدۂ خورشید میں سُرخی اُبھر آئی
لہو کی دھار پیشانی سے دامن تک نظر آئی

عَلَم کی تیغ بڑھ کر اب جو شیرِ زخم خوردہ نے
تو آنکھیں کھول دیں حیرت سے گلہائے فسردہ نے

کیا یوں ابنِ عبدِ وُد نے سر زیرِ سپر اپنا
عیاں ہو جائے جس سے پہلوانوں پر ہنر اپنا

جمی تھی ایک مرکز پر نظر ہر فردِ لشکر کی
کہ دیکھیں کیا دکھاتی ہے صفائی دستِ حیدرؓ کی

برشِ ذوالفقار

تڑپ سے ہو گئیں خیرہ نگاہیں دیدبانوں کی
ہوئیں بیتاب بنیادیں زمینوں آسمانوں کی

اُٹھی، لہرائی، جھومی، گر پڑی جرأت کی متوالی
پھر اُٹھی تو عیاں رخسار پر تھی شرم کی لالی

ہوئے حائل سپر جوشن زرہ اور چار آئینہ
مگر شانہ نشانہ ہو گیا اور پھٹ گیا سینہ

سپر راضی نہ تھی قہرِ خدا کا بار اُٹھانے پر
سرک کر ڈھال دی، آئی بلا شانے کی شانے پر

بڑھا جب بار شانے کا تو گھٹ کر رہ گیا شانہ
بڑی سُبکی ہوئی خفت سے کٹ کر رہ گیا شانہ

زرہ بکتر کی کڑیاں کاٹ دیں چار آئنے پھوڑے
مُنہ آئے دل جگر دونوں تو ان دونوں کے مُنہ توڑے

marfat.com

براہِ صدر و سینہ ہڈی پسلی کاٹ کر نکلی لہو اور مغزِ جسم و استخواں کا چاٹ کر نکلی

ابنِ عَبدِ وُدّ کا انجام

اِدھر ہلکی سی آوازِ برشِ شمشیر کی آئی اُدھر دونوں جہاں سے اک صدا تکبیر کی آئی[1]
صدا اللہ اکبر کی اُٹھی کوہ و بیاباں سے نظر ڈالی زمیں پر آسماں نے چشمِ حیراں سے
یہ اک اعلان تھا فتح و ظفر کا بہرِ آگاہی کہ منصور و مظفر ہے بفضلِ حق یدُ اللّٰہی
گرے مٹی میں ابنِ عَبدِ وُدّ کی لاش کے ٹکڑے دورنگی کے مظاہر پیکرِ پرخاش کے ٹکڑے
اُٹھیں خندق کے دونوں بازوؤں سے شور کی موجیں اِدھر تحسین، اُدھر سے گالیاں بکنے لگیں فوجیں
رسُول اللہ کی آنکھیں تھیں بامِ عرش کی نگراں نگاہِ عرش تھی عالی مقامِ فرش کی نگراں

شیرِ خدا انسانی بھیڑیوں کے تعاقب میں

علیؓ خونِ حبیبں کو بھی نہیں تھے پونچھنے پائے کہ ابنِ عَبدِ وُدّ کے ساتھیوں نے اسپ ڈپٹائے

---

[1] دشمن کا وار ہو چکا تو حضرت علیؓ نے وار کیا۔ تلوار شانہ کاٹ کر نیچے اُتر آئی۔ ساتھ ہی حضرت علیؓ نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا۔ اور فتح کا اعلان ہو گیا۔ (دیکھو طبری)

جبیرہ اور نوفل اور ضرار اعدائے دیں تینوں
علیؓ پر تھے غضبناک و غصّیل و خشمگیں تینوں[1]

بڑھے مولا علیؓ پر سونت کر تیغیں یہ دیوانے
کیا ٹڑغہ اکیلے شیرِ حق پر تین اعدا نے

مگر جب ذوالفقارِ حیدری چمکی تو گھبرائے
پھرا کر مرکبوں کو بھاگتے ہی سب نظر آئے

جبیرۃ اور نوفل اور ضرار اس رنگ سے بھاگے
پیادہ ایک پیچھے تھا یہ تینوں گھڑ چڑھے آگے

شریفانہ موت کا طالب

نکل بھاگے جبیرۃ اور ضرار اُس پار خندق کے
مگر نوفل اِدھر میں گر پڑا ناچار خندق کے[2]

تعاقب کر رہے تھے اُن کا سب تیر و کماں والے
نشانہ صید کا کرنے لگے نام و نشاں والے

یہ صورت دیکھ کر نوفل پکارا اے مسلمانو
مَیں خاطی ہی سہی، لیکن مری اک التجا مانو

یہ سچ ہے بھر چکا ہے زندگی کا میری پیمانہ
مگر میں چاہتا ہوں جنگ میں مرگِ شریفانہ

صحابہ کی جماعت سے زبیرؓ باصفا نکلے
سوالی کی صدا سُن لی بپاسِ التجا نکلے

ہوئے خندق میں داخل ہو کے ظالم سے نبرد آرا
بہت سے وار کھا کر ہاتھ اک شمشیر کا مارا[3]

---

[1] عمرو کے بعد ضرار اور جبیرۃ اور نوفل نے حملہ کیا۔ لیکن ذوالفقار کا ہاتھ بڑھا۔ تو پیچھے ہٹنا پڑا۔ (سیرت النبیؐ)

[2] نوفل بھاگتے ہوئے خندق میں گرا۔ صحابہ نے تیر مارنے شروع کیے۔ (سیرت)

[3] حضرت زبیرؓ بالعوام نے نوفل سے خندق میں اتر کر نبرد آزمائی کی۔ اور اس کو قتل کیا۔ کیونکہ اس نے شریفانہ موت کی خواہش کی تھی۔ (زرقانی، سیرت ابن ہشام)

marfat.com

کیا چور رنگ نوفل کو بھی مارا اس کا گھوڑا بھی ہوا مقتول یہ گستاخ حیوانوں کا جوڑا بھی

براہِ راست بے کھٹکے جہنم سے ہوا واصل
ذلیل انسان کو مرگِ شریفانہ ہوئی حاصل

فوجِ کفّار پر ہیبتِ ذوالفقار

یدُاللّٰہی کی یہ ضربت گراں تھی جانِ باطل پر
اُداسی کی گھٹائیں چھا گئیں طوفانِ باطل پر

عجب تھی ذوالفقارِ حیدرِ کرّار کی بجلی
نگاہوں سے دلوں پر جا گری تلوار کی بجلی

زباں کو مل گیا تھا درس شور و شر بھلایا تھا
قبائل دم بخود تھے ایک سناٹا سا چھایا تھا

بڑا انعام پایا تھا نمودِ شہسواری کا
ہوا احساس افواجِ عدو کو خانہ ساری کا

علیؓ نے عبدِ وُد[1] ایسا بہادر مار ڈالا تھا
کہ جس کا ایک مدت سے عرب میں بول بالا تھا

بصد پیچارگی مارا گیا تھا آج نوفل بھی
جو قرشی قوم میں سالار بھی تھا مردِ افضل بھی

نتیجہ دیکھ کر بے فائدہ گھوڑے کُدانے کا
کیا سب نے ارادہ ترکِ خندق پار جانے کا

---

[1] عمرو ابن عبدِ وُد کا حضرت علیؓ کے ہاتھوں قتل ہونا لشکرِ کفار میں خوف سے دیکھا گیا۔ نوفل بھی قریش کا بہت بڑا آدمی تھا۔ قریش نے ان کی لاشیں حاصل کرنے کے لئے بہت سا روپیہ مسلمانوں کو دینا چاہا۔ مگر آنحضرتؐ نے حکم دیا۔ کہ لاشیں ان کو دے دی جائیں مشرکوں کے نجس روپے کی ہم کو ضرورت نہیں۔ (دیکھو زرقانی)

marfat.com

سمجھ میں آج دست و بازوئے شاہِ نجف آئے
قبائل سخت بے دل ہو کے خیموں کی طرف آئے

دلوں میں ہَول چہروں پر نمایاں بدحواسی تھی
جہاں بھی اُن کے ڈیرے تھے اُداسی ہی اُداسی تھی

قریش کے سرداروں کی خفیہ مجلس[1]

بیک ضربِ علیؓ تھا کارخانہ منقلب سارا
سپہ سالار نے تشویش سے دیکھا یہ نظارا

ابُوسفیاں نے سالارانِ خاص الخاص بلوائے
ضرارؓ آئے، جبیرہؓ آیا، ابن العاصؓ[2] بھی آئے

برائے مشورہ خالدؓ بھی پہنچے، عکرمہ آیا
بغور و خوض لڑنے کا نیا اسلوب طے پایا

کہا خالدؓ نے ٹکراؤ نہ حق کے جوشِ غیرت سے
مبادا بجلیاں گرنے لگیں دامانِ رحمت سے

محمدؐ کے صحابہ زور و جرأت کے یگانے ہیں
ہمارے ڈھنگ حرب و ضرب کے یکسر پُرانے ہیں

جبیرہؓ نے کہا، لازم ہے اب ترکیب سے لڑنا
ہے بے معنی دہانِ شیر میں اس طرح جا پڑنا

بہت مشکل ہے ان کو زیر کرنا محض طاقت سے
کوئی نقصان اٹھا بیٹھیں گے ہم اپنی حماقت سے

---

[1] اس دن اس کے سوا اور کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ لیکن یہ رات بڑی تجویزوں اور تیاریوں میں گذری۔ (خاتم النبیین)

[2] اب مشرکوں کی طرف سے حملہ کا یہ انتظام کیا گیا۔ کہ قریش کے مشہور جنرل ابوسفیان۔ خالدؓ بن ولید۔ عمر بن العاص۔ ضرار ابن الخطاب اور جبیرہؓ کا ایک ایک دن مقرر ہوا۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

marfat.com

ابُوسفیان کی تقریر

ابُوسفیان بولا، آپ جو کچھ بھی کہیں کم ہے
ابُوطالب کے بیٹے سے ہمارا ناک میں دم ہے

اگر دو تین ایسے واقعات اب اور پیش آئے
ہمارے جنگجو بے کیف آئے سینہ ریش آئے

تو ساری کثرتِ تعداد کا جی چھوٹ جائے گا
ہمارا اتحادِ باہمی بھی ٹوٹ جائے گا

یہ جمعیت[1] دوبارا ہم فراہم کر نہیں سکتے
قبائل کو ہمیشہ زیرِ پرچم کر نہیں سکتے

کفّار کے مقاصدِ جنگ

قبائل آئے ہیں مالِ غنیمت کی اُمیدوں سے
ہمارے اور یہودی قوم کے وعدے وعیدوں سے

یہودی قوم لائی ہے دکھا کر سبز باغ ان کو
لڑائی اصل میں کیا ہے نہیں ہے یہ دماغ ان کو

یہ کیا جانیں مدینہ خوش ہے اپنی تنگدستی میں
فقط اللہ ہی اللہ ہے مسلمانوں کی بستی میں

کہیں ایسا نہ ہو یہ لوگ اصلی بات پا جائیں
مسلمانوں کی باتیں سُن کے انکے ڈھب پر آ جائیں

یہودوں کی محمدؐ سے بغاوت اور ہی کچھ ہے
قریشی قوم کی وجہِ عداوت اور ہی کچھ ہے

---

[1] جماعتیں کبھی اتنا بڑا لشکر قریش کے زیرِ پرچم نہ آیا تھا۔ جتنا احزاب کی لڑائی میں۔ (تاریخ القرآن)

قریش دیوتاؤں کے نائب

ہمیں اسلام سے اندیشہ ہے نسلی سیادت کا
عرب میں جس سے حاصل ہے ہمیں رتبہ قیادت[1] کا

ہمارا اس عرب پر اقتدارِ قومی و ذاتی
بتانِ کعبہ کے دم سے ہے عصبی اور جذباتی

رئیسانِ قریشی کی یہ سب شانِ رئیسانہ
قبائل پر تحکم حاکمانہ بلکہ شاہانہ

یہ سب نذریں نیازیں ناز برداری یہ تعظیمیں
ہمارے حکم پر لونڈی غلاموں کی یہ تقسیمیں

یہ سب ہے ان عوام الناس کے ضعفِ عقیدت سے
ہم ان کے پیشوا ہیں دیوتاؤں کی نیابت سے[2]

قریش کے اندیشے

قبائل کو نہیں معلوم ہم کیوں ان کو لائے ہیں
خدا والوں کی بستی لوٹ لے جانے کو آئے ہیں

قبائل کو نہیں معلوم بت کیا ہیں خدا کیا ہے
شعور ان کا ابھی ایسے مسائل سے معرّا ہے

اگر تبلیغِ اسلامی نے ان کو کر لیا قائل
مساوات و اخوّت پر اگر یہ ہو گئے مائل

---

[1] دیکھو سیرت النبیؐ جلد اوّل۔

[2] مکہ کی عزت کعبے کی وجہ سے تھی۔ قریش کا خاندان تمام عرب پر مذہبی حکومت رکھتا تھا۔ وہ عمائیگان ضابلکہ آل اللہ کہلاتے تھے (سیرت)

marfat.com

تو یہ ساری شیخت خاک میں مل جائے گی اپنی عوام الناس کے ہاتھوں سے شامت آئیگی اپنی

شاہی کا منصوبہ

جبیرۃ بولا ابن العاص کوئی راہ بتلاؤ مدبّر ہو یہ گتھی سامنے ہے اس کو سلجھاؤ
وہ بولے ہاں قریشی قوم ہے اس جنگ کی بانی یہ سارا لشکرِ جرار ہے تمہیدِ سلطانی
ہمارے زیرِ پرچم متحد جتنے قبائل ہیں قیامِ سلطنت کے واسطے عمدہ وسائل ہیں
اگر سر کر لیا تدبیر سے ہم نے مدینے کو تو گویا پا لیا تختِ شہنشاہی کے زینے کو
مسلماں واقعی مضبوط بھی ہیں اور منظم بھی تہور بھی ہے ان کے پاس اور تدبیرِ محکم بھی
ہماری کثرتِ تعداد ہے تدبیر سے خالی ہماری فوج میں بھی شیر ہیں، لیکن سبھی قالی
ہمیں تنظیم کرنا چاہیئے اپنے عناصر کی کہ ہوتی ہے یہی خوبی سپہ سالارِ ناصر کی

کملی والے کی روشن تعلیم

ابوسفیان بولا، خیر جتنے بھی قبائل ہیں غنیمت ہے ابھی تک لات و عزّیٰ ہی کے قائل ہیں
کہا خالد نے کب تک باز رکھ سکتے ہو تم ان کو سنائی دے رہی ہے دمبدم آوازِ قم ان کو

marfat.com

کشش تم کو نہیں معلوم شاید کملی والے کی
جلا دیتا ہے شمعیں وہ اندھیرے میں اُجالے کی

قبائل سُن رہے ہیں منزلوں میں اور راہوں میں
کہ مخلوقِ خدا یکساں ہے خالق کی نگاہوں میں

کہ عزّیٰ اور ہبل کچھ بھی نہیں بے جان پتھر ہیں
کہ ان بودے خداوندوں سے خود انسان بہتر ہیں

کہ جتنے بھی خدا کعبے میں ہیں بے کار ہیں سارے[1]
مدد امداد کیا اہلِ جُبل نہیں سکتے وہ بے چارے

بشر ڈرتا ہے کیوں خود ساختہ پتھر کی مورت سے؟
مرادیں مانگتا ہے کس لئے ہر بد مہورت سے؟

فرزندِ ابوجہل کا نقطۂ نظر

یہ سُن کر عکرمہ بولا بڑی تعریف کرتے ہو
یہ کیا تعلیم ہے، جس کی کشش سے تم بھی ڈرتے ہو

وہ کہتا ہے کہ اَن دیکھا خدا رحمٰن و قادر ہے
زمینوں آسمانوں پر اسی کا حکم صادر ہے

وہ کہتا ہے زمین و آسماں انسان کے خادم ہیں
نہ خود بالذّات خالق ہیں نہ خود بالذات ہادم ہیں

وہ کہتا ہے کہ بادل اور بجلی تابعِ حق ہیں
جو ان کو پُوجتے ہیں سب کے سب نادان احمق ہیں

اکیلا اک خدا دونوں جہاں والوں پہ حاوی ہے
بشر ہو یا ملک ہو بندہ ہونے میں مساوی ہے

---

[1] اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ۔ پ۱۷۔ الانبیاء ع۔ ۶

تم اور جن چیزوں کو تم پُوجتے ہو۔ سب دوزخ کے ایندھن ہوں گے۔

marfat.com

قریش اِسلام سے کیوں پریشان تھے؟

ابُوسفیانؔ بولا عکرمہؔ تم بات کو سمجھو — یہی نکتہ ہے خالدؔ کا کہ امکانات کو سمجھو
اگر وہ عام لوگوں کو سبق ایسے پڑھائے گا — تو یہ انبوہِ آدم زاد پھر کس کام آئے گا
عرب والوں کو یہ نکتے اگر معلوم ہو جائیں — ہماری پیشوائی کے نشاں معدوم ہو جائیں
عرب میں اک خُدا کا دین ہو جائے اگر جاری
ہماری یہ بزرگی خاک میں مل جائے گی ساری

قریش کو نسلی برتری کی تشویش

مساواتِ بنی آدم کا چرچا ہے پسندیدہ — عوام الناس ہو جائیں گے فوراً اس کے گرویدہ
غریبوں کو غلاموں کو بہانہ ہاتھ آئے گا — خوشی سے پھُول جائیں گے خزانہ ہاتھ آئے گا
پرانے خاندانوں کی ریاست ٹوٹ جائے گی — نظامِ کہنہ ٹوٹے گا سیاست ٹوٹ جائے گی
مدیں ہم حجِ کعبہ پر جو عائد کرتے رہتے ہیں — ہماری عظمتِ نسلی سے ان کو لوگ سہتے ہیں[1]

---

[1] قریش نے اس بنا پر کہ ان کو عام لوگوں سے بات میں ممتاز بنا چاہیے یہ قاعدہ قرار دیا تھا کہ ایام حج قریش کے لئے (باقی صفحہ آئندہ)

بے نسلی برتری ہی سے ہمارا احترام اب تک
قریب دور کے سارے قبائل ہیں غلام اب تک

اگر وہ یہ سمجھ لیں آدمی وہ بھی ہیں اور ہم بھی
ہماری ہی طرح سب میں مکرم بھی معظم بھی

اگر ہم میں نہ کوئی امتیازِ خاص جانیں گے
تو پھر کا ہے کو یہ حامی ہمارا حکم مانیں گے

جبیرہ نے کہا، خیر اب یہ لمبی بحث جانے دو
خلاصہ لیا ہے باتوں کا نتیجے پر بھی آنے دو

مدینے کے اندر ریشہ دوانی کی تجویز

ابوسفیان بولا راستہ صاف اور سیدھا ہے
ہمارا فیصلہ یہ ہے مدینہ فتح کرنا ہے

غنیمت ہے یہ جمعیت ہمارے ساتھ آئی ہے
اگر ہم آج چوکے پھر ہماری بھی صفائی ہے

تدبر شرط ہے، موقع نہیں ہے جلد بازی کا
بچھاؤ جال قوت کے سہارے حیلہ سازی کا

قریضہ کے یہودیوں سے کہو کچھ کام بھی آئیں
ہمیں اس شہر میں گھسنے کی خفیہ راہ بتلائیں

منافقین کو بغاوت پر ابھارنے کی چال

وہ کہتے تھے کہ اُن کے ساتھ ہیں کچھ شہر والے بھی
جو میٹھے بھی ہیں ظاہر میں، مگر ہیں زہر والے بھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) عرفات کا جانا ضروری نہیں! اور یہ کہ جو لوگ باہر سے آئیں۔ قریش کا لباس اختیار کریں۔ ورنہ اُن کو عُریاں ہو کر کعبہ کا طواف کرنا ہوگا۔ اسی بنا پر "طوافِ عُریاں" کا رواج ہو گیا تھا۔ (سیرت النبی بحوالہ ابن ہشام)

مسلماں ہیں، مسلمانوں سے جی بیزار ہے اُن کا
ہمارا خواجہ تاشں ابن اُبی سردار ہے اُن کا

یہ سردار اپنی ذاتی شان کا اب تک ہے دلدادہ
اگر موقع ملے تو ساتھ دینے پر ہے آمادہ

محمدؐ کی مخالف یہ جماعت ہے دل وجاں سے
پلٹ کر چل دیئے تھے سب اُحد کے روز میداں سے

ہمیں نے بے وقوفی سے اُحد کے روز جی ہارا
وگرنہ اس جگہ آنا نہ پڑتا ہم کو دوبارا

مسلمانوں کو محصور کر کے مارنے کا قصد

جبیرہ نے کہا بے شک یہود اور یہ مسلماں بھی
ہمارا ساتھ دیں، تو فتح ہے نافع بھی آساں بھی

بغاوت شہر میں کر دیں جو باشندے مدینے کے
مسلمانوں کو لالے خود ہی پڑ جائیں گے جینے کے

پکارا عکرمہ ہم شہر کو محصور رکھیں گے
انہیں خواب و خورش سے ہر طرح مجبور رکھیں گے

بغاوت شہر میں، باہر سے ہو اک زور کا دھاوا
بنا دیں اینٹ پتھر کو بھڑکتی آگ کا آوا

مسلمانوں کو چاروں سمت سے اس آگ میں ہانکیں
جلیں جب عورتیں بچے، تو ہم ہنستے ہوئے جھانکیں

ہمیشہ کے لئے یہ شہر جل کر خاک ہو جائے
عرب کے پاکبازوں کا بھی قصہ پاک ہو جائے

لہ دیکھو شاہنامۂ اسلام جلد سوم

marfat.com

شہر کا محاصرہ

نئی تجویز طے پائی ہوئے احکام بھی جاری
ملی اب چند پختہ کار سرداروں کو سرداری

مدینے کو نئی ترکیب سے افواج نے گھیرا
بٹھائی ہر جگہ چوکی، جمایا ہر طرف ڈیرا[1]

ہوئیں مخدوش ہر سُو منزلیں بھی اور راہیں بھی
مکاں بھی شہر بھی اور مسجدیں بھی خانقاہیں بھی

تہیّہ تھا بہے اب خونِ ناحق ندیاں ہو کر
مسلمانوں کی لاشیں ان میں تیریں مچھلیاں ہو کر

کیا یہ انتظام پختہ ظالم خامکاروں نے
رسد آنے کی راہیں بند کر دیں پہرے داروں نے

ہزاروں آفتیں اس شہر پر یہ فوج ڈھاتی تھی
ہوا چاروں طرف سے خوف کا پیغام لاتی تھی

خدا والوں کو فاقوں مارنا باطل کی نیت تھی
رسد تو خیر، بے خوابی بہت بھاری اذیت تھی

یہاں چھاپا، وہاں دھاوا، اِدھر یورش، اُدھر حملہ
بہر جانب بہر سُو روز و شب شام و سحر حملہ[2]

---

[1] جب کفار نے یہ دیکھا کہ خندق کی وجہ سے کھلے میدان کی باقاعدہ لڑائی محال ہے۔ تو انہوں نے مدینے کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا اور خندق کے کمزور حصّوں سے فائدہ اٹھانے کی فکر میں لگ گئے۔ (دیکھو ابن سعد و زرقانی)

[2] کفار کے سپاہی مسلمانانِ مدینہ کو ہر رنگ میں پریشان کرنے کی کوشش کرتے۔ کبھی ادھر ہجوم کرتے۔ جب مسلمان ان کو دفع کرنے کے لئے ادھر آتے تو وہ رُخ پلٹ کر دوسری جانب حملہ کر دیتے۔ مسلمان بھاگ کر وہاں پہنچتے۔ یہ طریق دن اور رات برابر رہتا۔ (تاریخ الحمران باب غزوۂ احزاب)

marfat.com

شہر کی حفاظت کے انتظامات

رسولؐ اللہ کو معلوم تھیں باطل کی تدبیریں
نہیں تھے وحی سے مخفی یہ حیلے اور تزویریں

وہ سب کچھ جانتے ہیں جو اماں دیتے ہیں جانوں کو
خبر ہوتی ہے خونی بھیڑیوں کی گلہ بانوں کو

فریبِ کفر سے تھا باخبر اسلام کا ہادیؐ
کئے تھے اندرونِ شہر استحکامِ بنیادی

جنابِ زیدؓ کے ہمراہی اور سلمہؓ کی جمعیت
مدینے کے ہر اک ناکے پہ تھے سامانِ تقویت[1]

اگرچہ فقر فاقہ تھا، رسد کی عام تھی تنگی
مسلمانوں کا استقلال تھا تصویرِ یک رنگی

قبائل بار بار آتے تھے اور ناکام پھرتے تھے
مدینے کے شجر سے چند پتے بھی نہ گرتے تھے

محصورینِ خندق پر شدّت

مدینے پر یہ چھاپے تھے کبھی ہلکے کبھی بھاری
مسلسل اُس طرف خندق پہ حربہ و ضرب تھی جاری

---

[1] آپ نے حضرت سلمہ ابن اسلم کو دو سو مسلمانوں اور حضرت زیدؓ ابن حارث کو تین سو جانبازوں کی جمعیت سے بعد اجداد روانہ کیا کہ مدینے کی ناکہ بندی کریں اور اپنی ہمراہی میں مسلمانوں کے اہل و عیال کو حملہ آوروں سے محفوظ رکھیں۔ (تاریخ ارضِ مقدس)

[2] کفار نے مدینہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور ساتھ ہی خندق پر زور ڈالا۔ اور صبح سے شام تک بلکہ اکثر راتوں کو بھی کرتے اور تیر اندازی ہوتی رہتی۔ (تاریخ العرب)

سحر سے شام تک اک تہلکہ اک حشر سامانی
بسا اوقات راتوں کو بھی شبخونوں کی جولانی

نظر رکھتا تھا ہادیؐ ہر بلائے ناگہانی پر
مجاہد مستعد تھے جاں نثاری پاسبانی پر[1]

مسلسل حملہ آور تھا ہجومِ عام کثرت کا
مگر باطل ہی رہتا تھا خیالِ خام کثرت کا

کمانیں، تیر، پتھر اور گوفن لے کے دیوانے
طلوعِ صبح ہی سے بارشیں لگتے تھے برسانے

سحر سے شام تک طوفانِ سنگ و تیر کی موجیں
لبِ خندق سے ٹکراتی ہوئی کفار کی فوجیں

مسلماں بھوکے پیاسے اور مشقت سے تھکے ہارے
یہ سختی رات دن سہنے پہ تھے مجبور بیچارے[2]

رسولؐ اللہ کا چہرا فقط ڈھارس بندھاتا تھا
اُسی کا صبر و استقلال اُن کے دل بڑھاتا تھا

اُسی تنہا کے دل میں درد تھا ساری جماعت کا
اُسی تنہا کی آنکھوں میں تبسم تھا قناعت کا

منافقینِ مدینہ کی روگردانی

اِدھر رحمٰن کے بندوں کا عزم و حوصلہ مندی
اُدھر شیطاں کے پندوں کی بھی دیکھو فطرتیں گندی

---

[1] اِن دھاوؤں کا جواب مسلمان دستے جن کو آنحضرتؐ نے جا بجا خندق پر متعین کیا تھا۔ تیروں سے دیتے! اور ہر جگہ مستعدی سے دفاع کرتے تاآنکہ کسی کو خندق کے اُس پار نہ آنے دیتے! اور یہ سلسلہ جاری رہتا۔ (دیکھو ابنِ سعد، حمیس و زرقانی)

[2] صحابہؓ بھوک اور پیاس اور بے خوابی سے ایسی ہلاکت میں مبتلا تھے کہ آنحضرتؐ کو اُن پر ترس آتا تھا! اور آپؐ ہر شخص کو ڈھارس دیتے۔ (اخبار الایمان)

marfat.com

منافق، جو بہر صورت شر انگیزی پہ مائل تھے
منافق جو بہر آئینہ ہر فتنے میں شامل تھے

بھلا یہ لوگ ایسے مرحلے پر باز کیوں رہتے
دراندازی سے غافل آج دراندازکیوں رہتے

مسلمانوں پہ زد آتے، منافق کیوں نہ راضی ہوں
جب ایسا روز دید آئے منافق کیوں نہ راضی ہوں

منافق کیوں نہ راضی ہوں، منائیں جب عید خوشیاں
نظر آئیں جو بیرونِ مدینہ چار سُو خوشیاں

مگر خیلِ منافق کی یہ خوشیاں بھی منافق تھیں
یہ زہرِ تلخ تھیں ناخوشگوار و ناموافق تھیں

بظاہر ہنس نہ سکتے تھے مسلمانوں سے ڈرتے تھے
بشکل دردمندی تفرقے کا رنگ بھرتے تھے

منافقین کے بہانے

یہ خندق ٹھیک، باقی سارے بندوبست کچے ہیں
گھروں کی فکر لازم ہے گھروں میں بال بچے ہیں

سرِ خندق رہیں ہم اور گھر برباد ہو جائیں
عیال اطفال پونجی، مال زر برباد ہو جائیں

بھلا یہ بھی کوئی اچھا طریقہ ہے لڑائی کا
کہ ہم بیٹھے ہوئے منہ دیکھتے رہتے ہیں کمائی کا

ہزاروں دستہ ہائے فوج گرد شہر پھرتے ہیں
گھروں کو گھورتے ہر سو بچشمِ قہر پھرتے ہیں

یہودی قوم کی بستی ذرا سے فاصلے پر ہے
وہ مل جائینگے دشمن سے ہمیں اس بات کا ڈر ہے

نبیؐ نے گرچہ کچھ پہرے بٹھائے ہیں مگر کیا ہے
بھلا اس تر دماغی پہ بھی گھر محفوظ ہوتا ہے

marfat.com

مہاجرین سے کینہ

نہ خود موجود ہوں گھر پر اگر اپنے ہی گھر والے
تو کیا کر لیں گے یہ دو تین سو تیر و تبر والے

اُدھر ہیں پہریداروں میں مہاجر مکے والے بھی
وہ بیشک نیک نیت ہیں بہادر بھی جیالے بھی

میاں لیکن لہو گاڑھا ہوا کرتا ہے پانی سے
بھلا کیا ہو اگر وہ ہاتھ اٹھا لیں پاسبانی سے

بشر کو دوسرے کا درد مشکل ہی سے ہوتا ہے
تقاطر آنکھ میں فوارۂ دل ہی سے ہوتا ہے

ہمیں اپنے گھروں کی فکر ہے ہم جائینگے صاحب
ضرورت ہو تو پھر آنکھوں سے چل کر آئینگے صاحب

منافق نصرتِ اسلام نہیں کر سکتے

منافق جو مجبوری شریکِ اہلِ ایماں تھے
انہی حیلوں بہانوں سے دمادم اب گریزاں تھے

منافق کو نہیں توفیق ملتی نصرتِ دیں کی
کہ اس رستے میں خطرے دیکھتی ہے آنکھ بدیں کی

مسلماں ہے وہی جو دین پر قربان ہوتا ہے
مسلماں ہوں یہ کہہ لینا بہت آسان ہوتا ہے

لہ منافقوں نے آنحضرتؐ سے اجازت مانگنا شروع کی۔ کہ ہمارے گھر محفوظ نہیں ہیں۔ ہم کو شہروں چلے جانے کی اجازت دی جائے۔ (سیرت النبیؐ)

marfat.com

منافق کے لئے یہ سختیاں سہنا بہت مشکل بوقتِ امتحاں ثابت قدم رہنا بہت مشکل

رسُول کا تحمل

نبیؐ سے جب یہ جانے کی اجازت لینے آتے تھے تو چہرے سونت لیتے شکل مجبوری بناتے تھے
رسُول اللہ پر ظاہر تو ہر حیلہ بہانہ تھا کہ نیتؐ ان کی میدان چھوڑنا تھا گھر کو جانا تھا
نبیؐ سنتا تھا روز و شب بہانے اِن کمینوں کے اُسے معلوم تھا جو کچھ بھی دل میں تھا یقینوں کے
نہ تھی بے غیرتوں کو حاجت اب غیرت دلانے کی تحمل سے لبادت ان کو مل جاتی تھی جانے کی
براہِ مکر و حیلہ یہ منافق تھرتھرے دل سے سرکے رہِ صدق و صفا پر رہ گئے پیرو سمیٹ کے

لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

خُدا ہی منزلِ مقصود ہو جن کی نگاہوں میں غضب کے امتحاں رکھے گئے ہیں اُن کی راہوں میں

لہ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَۃٌ وَمَا ھِیَ بِعَوْرَۃٍ اِنْ یُّرِیْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ۔ پ ۲۱ احزاب ع ۵

لہ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۔ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ۔ پ ۲۰ العنکبوت ع ۵

کہتے ہیں ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں حالانکہ وہ کھلے نہیں ہیں بلکہ بھاگنا چاہتے ہیں
کیا گمان کرتے ہیں لوگ (صرف) اس پر کہ وہ کہیں کہ ہم ایمان لائے اور وہ آزمائے نہ جائیں گے۔ اور ہم نے ان لوگوں کو آزمایا جو ان سے پہلے گزرے ہیں پس ضرور اللہ ظاہر کر دے گا ان لوگوں کو جو سچے ہیں اور ضرور ظاہر کر دے گا جھوٹوں کو۔

مؤذن نعرۂ اللہ اکبر لے کے اُٹھتا ہے
جہانِ کفر تیغ و تیر و خنجر لے کے اُٹھتا ہے

جہاں صدق و یقیں ہیں پیش خیمے خوش نصیبی کے
منازل پیش آتے ہیں وہیں شامِ غریبی کے

ودیعت جن کو ہو جاتا ہے ذوقِ نیک انجامی
انہی کو توڑنی پڑتی ہے ہر زنجیرِ ناکامی

جو دنیا کے لئے آتے ہیں لیکر دورِ خوشحالی
انہیں دنیا کے ہاتھوں دیکھنی پڑتی ہے بدحالی

جنہیں قسمت سے رحم و عدل کے اعمال ملتے ہیں
وہ اکثر زخم کی دولت سے مالامال ملتے ہیں

جو انساں کو دیا کرتے ہیں ہدیے شادمانی کے
گذرتے ہیں وہی انبوہ سے اعدائے جانی کے

جو دولت بانٹتے پھرتے ہیں پاکیزہ خیالوں کی
انہیں کے سامنے آتی ہیں سوغاتیں ملالوں کی

مدینہ محاصرے کی حالت میں

مسلمانوں کو ان سارے مراحل سے گزرنا تھا
اسی صورت بنی آدم کی بگڑی کو سنورنا تھا

تصور میں خدا لائے تو وہ ایامِ مسعودی[1]
کہ اہلِ نار کے نرغے میں تھا جب خطۂ نوری

---

[1] شہر میں مستورات اور بچوں کا یہ حال تھا۔ کہ آنحضرت ﷺ ان کو ہر شہر کے ایک خاص حصے میں جو ایک گونہ قلعہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ اکٹھا کر دیا تھا۔ مگر ان کی حفاظت کے لئے بہت سے آدمی فارغ نہیں کئے جا سکتے تھے۔ جب چاروں طرف حملوں کا زور ہوتا اور شہر کے متعین دستے دشمنوں کو دفع کرنے کے لئے جاتے۔ تو ضعفاء اور عورتیں بچے غیر محفوظ رہتے

تاریخ العمران باب غزوۂ احزاب بحوالہ ترمذی

marfat.com

مدینہ سر بسر کفار کے گھیرے کے اندر تھا — بگردِ طور آتشناک ظلمت کا سمندر تھا
یہ بستی سانس لیتی تھی مسلسل ہول کے اندر — ہلاکت آفرین و پُرخطر ماحول کے اندر

بلند و پست بیرونِ مدینہ تا زد تیرہ تھا
یہ فوجیں بحرِ ظلمات اور مدینہ اک جزیرہ تھا

دشمنانِ اسلام کی ذہنیت

مسلماں جانتے تھے کیا ہیں یہ اصلِ بیرونی — لٹیرے بے مروت بے اصول و پیشہ ور[1] خونی
اُمڈتے چیختے چنگھاڑتے لشکر درندوں کے — لہو پی جانے والے قاتلوں ایذا دہندوں کے
عرب کے یہ قبائل شہرہ آفاقِ زمانہ تھے — کہ قتلِ عام میں ایذا دہی میں سب یگانہ[2] تھے
فنِ غارتگری پیشہ تھا ان لوگوں کا آبائی — تبہ کاری میں حاصل تھا انہیں دعوائے یکتائی
زباں زد کارنامے تھے بہت ان سورماؤں کے — پہنتے تھے گلے میں کاٹ کر پستان[3] ماؤں کے

---

[1] تمام قبائل ایک دوسرے پر ڈاکہ ڈالتے اور لوٹ مار کرتے رہتے تھے۔ (سیرت النبیؐ)

[2] اسیرانِ جنگ کو قتل کرتے چھوٹے چھوٹے بچوں اور عورتوں کو بھی تہ تیغ کر ڈالتے۔ بلکہ آگ میں جلا دیتے۔ بازوؤں میں کانٹے چبھوتے ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضا کاٹ کر چھوڑ دیتے تاکہ انتہائی کرب سے مریں۔ دشمنوں کی کھوپڑیوں میں شراب پیتے۔

[3] حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر ڈالتے اور ان کے ہاتھ پاؤں کان، ناک وغیرہ کاٹ کر ہار بنا کر پہنتے۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

marfat.com

پسندیدہ تھے ایسے کھیل بھی ان شہسواروں کو
یہ کر دیتے تھے چورنگِ ہوائی شیر خواروں[1] کو
بہت خوش اس لئے تھی بے حیائی کی ترنگ ان سے
کہ خطرے میں تھی اکثر دولتِ ناموس و ننگ ان سے
اصول اخلاق کے مسموع تھے ان کو نہ باور تھے
یہ ذہنیت تھی ان کی شہر پر جو حملہ آور تھے

مارہائے آستین

برونِ شہر ایسے لشکرِ غدار کے ریلے
اِدھر موجود قلبِ شہر میں شیطان کے چیلے
منافق اندرونِ شہر تھی اشرار کی ٹولی
یہودی جس کے ہمدم، ہم سخن، ہمراز، ہمجولی[2]
یہ مارِ آستیں خفیہ ہی خفیہ جانے کیا کر دیں
بلا لیں دشمنوں کو شہر میں آفت بپا کر دیں
مسلح بھیڑیوں کا غول اگر رستہ کوئی پائے
تو معصوموں نہتوں پر نہ جانے کیا ستم ڈھائے

---

[1] بچوں کو تیروں سے مارتے۔ تفریحی طور پر چاند ماری کرتے۔ اور تماشا دیکھتے۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)
[2] یہودیوں نے شہر کے اس حصے پر حملہ کرنے کی تجویز کی جس میں مستورات اور بچے جمع تھے۔
(ابنِ ہشام)

marfat.com

آزمائش کے دن[1]

بہر جانب مسلط تھیں ہوائیں خون کی پیاسی
عجب عالم میں بستے تھے مسلماں شہر کے باسی

دلوں میں ذکرِ حق آنکھوں میں تھی تصویرِ اندیشہ
دعائیں کر رہا تھا ان غریبوں کا رگ و ریشہ

سہارے اک خدا کے آسرے پر اپنے ہادیؐ کے
مراحل ہو رہے تھے طے یہاں خود اعتمادی کے

وہ کیسے تیر سکتا ہے جو غوطہ زن نہیں ہوتا
تپے جب تک نہ سونا آگ میں کندن نہیں ہوتا[2]

---

[1] اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝ (الاحزاب۔ ع ۳)

یاد کرو جب دشمن بلندی سے اور پستی سے ہجوم کر کے تم پر آ پڑے اور جب آنکھیں ڈگمگا گئیں۔ اور دل حلق میں آ گئے۔ اور تم لوگ خدا کے متعلق طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ یہ وقت مومنوں کے لئے آزمائش کا تھا۔ اور وہ زور زور سے لرزنے لگے۔

[2] وَلِيُمَحِّصَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (آل عمران)

اور یہ بھی مقصود تھا کہ خدا مسلمانوں کو خالص کر دے۔

marfat.com

خندق پر جماعتِ مجاہدین

عجب عالم میں تھے مردانِ حق آگاہ خندق پر
بظاہر زندگی کی تھی نہ کوئی راہ خندق پر

منافق چل دیئے تھے رفتہ رفتہ چھوڑ کر میداں
قریظہ کے یہودی کر چکے تھے جنگ کا اعلاں

خلاصہ اہلِ ایماں کا محمدؐ کی قیادت میں
جہاد و سعی کو موجود تھا فکرِ شہادت میں

فلک پر بادلوں میں ٹکڑیاں جیسے ستاروں کی
سرِ خندق عیاں تھیں صورتیں ایمانداروں کی

گھٹائیں ابرِ ظلمت کی انہیں گھیرے ہوئے بھی تھیں
مگر ان کے رخِ روشن سے منہ پھیرے ہوئے بھی تھیں[1]

انہی کے درمیاں خورشید پیغامِ الٰہی کا
سبق دیتا تھا استقلال سے عالم پناہی کا

انتہائی مصیبت، انتہائی استقلال

منافق جا چکے آمادہ ہو کر جب شقاوت پر
مسلمانوں پہ عبرت چھا گئی ان کی عداوت پر

یہ وہ عالم تھا جب مضبوط رشتے ٹوٹ جاتے ہیں
کلیجے منہ کو آجاتے ہیں، اور جی چھوٹ جاتے ہیں

مگر یہ بندگانِ حق فدائی دین و ملت کے
بہم کثرت کو دکھلاتے رہے انوارِ قلت کے

---

[1] مسلمانوں کے پہرے کی ہشیاری حملہ آوروں کی فوجوں کو روکے ہوئے تھی۔ (مارگیولس)

marfat.com

اگرچہ مائیں نہیں بیویاں اطفال رکھتے تھے[1] سبھی کچھ حسبِ حال و استطاعت مال رکھتے تھے

ساری دنیا کی بھلائی کے لئے

مگر یہ ساری دنیا کی حفاظت کرنے والے تھے زمانہ بھر کے معصوموں کی خاطر مرنے والے تھے
نظامِ آسماں بہرِ زمیں تھا ان کے مقصد میں قیامِ امن اور پیغامِ دیں تھا ان کے مقصد میں
یہ دشمن تھے شریروں کے یہ محسن تھے شریفوں کے قیامت تک محافظ تھے یتیموں اور ضعیفوں کے
پناہِ زندگی تھا زورِ دستِ حق پرست ان کا بہر سو منتظر تھا ہر نحیف و زیردست ان کا
ازل سے جو شرف انسان کے حصے میں آئے تھے محمدؐ کے صحابہ ہی انہیں دنیا میں لائے تھے
یہی دامن تھے جن کے سائے میں عالم کو بسنا تھا یہی وہ ابر تھے جن کو زمانے پر برسنا تھا
شرافت لے کے آئے تھے یہ آغوشِ اصالت سے لیا تھا نور ان لوگوں نے خورشیدِ رسالت سے

جذبۂ ادائے فرض و احساسِ ذمہ داری

یہی لَا تُفْسِدُوْا[2] فِی الْاَرْضِ کی تفسیر تھے گویا یہی بندے ادائے فرض کی تصویر تھے گویا

---

[1] منافقین جب مختلف بہانے بنا کر رخصت ہو گئے۔ تو تیس مجاہدین کو بڑی حیرت ہوئی مگر وہ ثابت قدم رہے۔ (تاریخ الخمیس)
[2] زمین پر فساد نہ پھیلاؤ۔ (قرآن)

marfat.com

یہ محکموں کو آزادی کی راہیں دینے والے تھے
یہ مظلوموں کو دامن میں پناہیں دینے والے تھے

انہیں معلوم تھا جو کچھ بھی ان کی ذمہ داری تھی
نہ خطرہ ان کو لاحق تھا نہ غفلت ان پہ طاری تھی

ذرا غفلت میں اندیشہ تھا خندق پار سے ان کو
کہ اُمّید بھی ہرگز نہ تھی کفّار سے ان کو

بہت تھوڑے تھے یہ بیشک جماعت تھی قلیل انکی
مگر تھی قوتِ ایماں دلیل انکی کفیل ان کی

صحابہ ایک دل تھے جس طرح تسبیح کے دانے
کیا تھا منسلک ان کو نبیؐ کی ذاتِ والا نے

نہیں تھا مرتکب ان میں کوئی غفلت شعاری کا
کہ تھا ہر فرد کو احساس اپنی ذمہ داری کا

جماعت کا تحفّظ

جماعت کے تحفّظ کے لئے ہر فرد کوشاں تھا
یہی ہر حال بنیادی اصولِ حق نیوشاں تھا

جماعت سے الگ سعیِ بغاوت کرتا نہ تھا کوئی
اکیلی جان جینے کے لئے مرتا نہ تھا کوئی

دلِ ہر فرد میں قائم تھا یہ احساسِ بنیادی
نہ ہو میری ہی غفلت کا نتیجہ سب کی بربادی

کہیں غافل نظر آئیں جو پہرہ دار خندق کے
تو فوجیں قاتلوں کی آ گھسیں اس پار خندق کے

نظر چوکے تو خندق پاٹ دیں یا پُل بنا ڈالیں
دغابازی کریں شبخون کی طرح دھاوا لیں

کسی اک فردِ واحد کی ذرا سی ایک غفلت سے
جہاں مردم ہو سکتا ہے اسلامی جماعت سے

marfat.com

مسلمانوں کا ہر ہر فرد یہ احساس رکھتا تھا — جماعت کا خود اپنے سے زیادہ پاس رکھتا تھا

اتحادِ جماعت

شجر کی زندگی ہے بقائے برگ وابستہ — جماعت سے ہے انساں کی حیات مرگ وابستہ[1]
جماعت کی بقا ہے اتحادِ جان و ایماں سے — مسلماں فرد ہے مربوط اجماعِ مسلماں سے
مبارک ہیں جو دل میں دوسروں کا درد رکھتے ہیں — نہاں سینوں میں اشکِ غم و آہِ سرد رکھتے ہیں
بہر حالت بہر صورت شعارِ راست کرداری — وفاداری جماعت سے ہے پایانِ وفاداری

مسلمانوں کا ایثار

مجاہد باخبر تھے اجتماعی قدر و قیمت سے — جماعت بنتی ہے افراد کی سعی و عزیمت سے
مگر احساسِ ذاتی پر نہ تھا کوئی غور ان کو — بہ شانِ انکسار معجزہ ملتا تھا سر دھن کو
یقیں تھا سعی ہو جائے گی آخر کامیاب ان کی — کہ ہے بیداریٔ فردِ بشر تعبیرِ خواب ان کی

---

[1] حدیث شریف ہے کہ فرمایا۔ المومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضا وشبک بین اصابعہ (بخاری عن ابی موسیٰ۔ کتاب الطعام)

ایک مومن دوسرے مومن کیلئے ایسا ہے جیسے عمارت کی اینٹیں ایک دوسرے کو قوت بخشتی ہے۔ پھر اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو ایک دوسرے کی انگلیوں میں ڈال کر دکھایا کہ مومن اس طرح مل کر رہتے ہیں۔

marfat.com

جگر خاکیوں کو گنبدِ افلاک کے نیچے
ہوا کیا مشتِ خاک اپنی جو سوئے خاک کے نیچے

یہ دُنیا چند روزہ ہے سرائے دہرِ فانی ہے
فقط اسلام کو حاصل حیاتِ جاودانی ہے

مُرادوں کی فقط یہ تھی خدا کا نام روشن ہو
زمانے بھر میں شمعِ ملتِ اسلام روشن ہو

ادائے فرض ہی میں مژدۂ گلزارِ جنت ہے
یہی فضلِ خدا ہے اور یہی آغوشِ رحمت ہے

ایسے امتحان کے وقت

بظاہر آج دنیا میں مخالف جن کی ہر شے ہو
ہزاروں قاتلوں کا لشکرِ جرار در پے ہو

جنہیں تعداد کی توفیق حاصل ہو نہ ساماں کی
وہ کیسے تاب لا سکتے ہیں ایسے تُند طوفاں کی

سحر سے شام تک جن کے سروں پر سنگباری ہو
نظر آتا ہو جیسے پتھروں کی نہر جاری ہو

سحر سے شام تک تیروں کا سو فاروں کا مینہ برسے
رسد آنے نہ پائے جانِ شیریں آب کو ترسے

مسلسل دن گزرتے ہوں مشقت میں مصیبت میں
کمی آتی نہ ہو راتوں کو بھی جن کی عقوبت[1] میں

---

[1] خندق پر کوئی دن حملے سے خالی نہ جاتا تھا۔ راتوں کو بھی بارہا خندق کے کناروں پر قبائل کے سوار اور پیادے دوڑ لگاتے تھے صحابہؓ کرام دن بھر ان کے حملوں کا جواب دیتے اور راتوں کو پہرے پر رہتے اس حال سے کہ بھوک پیاس سے نڈھال تھے۔ اور سو بھی نہ سکتے تھے۔ شبخون کا ہر وقت خطرہ تھا۔ (اخبار الایمان)

marfat.com

مسلسل جن کے روزے ہوں مسلسل جن کا فاقہ ہو
نہ گھر میں ہو ذخیرہ اور نہ باہر سے علاقہ ہو

اُدھر دشمن کے ہاں آگیں جلیں پکوان پکتے ہوں
یہاں گھر کا تصور ہو تو بچے تک بلکتے ہوں[1]

نظر آئیں اُدھر پُرخوریاں بھی مے گساری بھی
اِدھر پتھر شکم پر باندھ لیں محبوبِ باری بھی[2]

یہ عالم ہو یہ نقشہ ہو یہ صورت یہ قرینہ ہو
یہ حالِ زار اک دو دن نہیں پورا مہینہ ہو[3]

جب نفس فریب دیتا ہے

بشر کو جب بھی ایسی صورتِ حالات پیش آئے
تو دل سے پوچھتا ہے نفس! بولیے کیا کیا جائے

دلِ کمزور حفظِ جاں کی ترکیبیں سکھاتا ہے
مصیبت سے رہائی کی بہت راہیں دکھاتا ہے

یہ راہیں جان کو ایمان پر ترجیح دیتی ہیں
نگاہیں مجرے کو میدان پر ترجیح دیتی ہیں

---

[1] صحابہ کرام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوۂ احزاب کے دنوں میں سخت ترین ایام سے گزرنا پڑا مسلسل فاقے آتے تھے۔ جب کچھ ملتا تھا تو حصہ رسدی مقرر کر دیا تھا۔ لیکن وہ اتنا کم ہوتا تھا جس سے بھوک اور بھڑک اٹھتی تھی۔ باہر کی راہیں بالکل بند تھیں۔ کہیں سے کچھ آ نہ سکتا تھا۔ (تاریخ الہمران باب غزوۂ خندق)

[2] قبائل کے پاس رسد مہیا تھا اور جگہ جگہ آگ جلتی نظر آتی تھی اور کھانا تقسیم ہوتا تھا۔ لیکن مسلمانوں کی طرف سے فاقہ تھا۔ (ترمذی)

[3] غزوۂ احزاب میں مسلمانوں کا یہ عالم تھا کہ صحابہؓ نے بھوک کی وجہ سے سیدھے کھڑے نہ ہو سکنے کی وجہ سے پیٹوں پر پتھر باندھ لیے تھے۔ آنحضرتؐ کے شکم مبارک پر دو پتھر بندھے تھے۔ (دیکھو ترمذی)

marfat.com

یہ نازک مرحلہ ہے جان و ایماں کی خدائی کا
دکھاتا ہے تصور روئے دلکش بے وفائی کا

جب آنکھیں تہلکہ دیکھیں، کلیجے منہ کو آتے ہیں
دل و جاں باہمی سازش سے ایماں کو دباتے ہیں

یہی دنیا میں دیں کے امتحاں کا وقت ہوتا ہے
یقیں پر نرغۂ وہم و گماں کا وقت ہوتا ہے

یہ ایسا وقت ہوتا ہے کہ شیطاں مسکراتا ہے
وہ کب کمزور سی انساں فرشتوں کو دکھاتا ہے

فریبِ نفس کا یہ مرحلہ، توبہ معاذاللہ
رہِ حق میں خلیجِ حائلہ، توبہ معاذاللہ

کون ثابت قدم رہتا ہے؟

مصیبت جب حدِ برداشت سے باہر نکل جائے
تو کچھ مشکل نہیں انساں رستے سے پھسل جائے

فقط ایمانِ کامل ہی یہاں پر کام دیتا ہے
فقط دستِ یقیں گرتے ہوؤں کو تھام لیتا ہے

محمدؐ کے صحابہؓ کا یقینِ کامل و محکم
دلِ مضبوط کا یاور تھا جانِ زار کا ہمدم

صحابہ کا یہ ایماں معجزہ تھا ان رسولوں کا
جو انگاروں کے بستر پر مزے لیتے ہیں پھولوں کا

یہی ایماں تھا ابراہیم و اسمٰعیل کا ایماں[1]
رضا کارانہ جوشِ طاعت و تسلیم کا ایماں

---

[1] اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ ۔۔۔ ساری مخلوق میں ابراہیمؑ سے قریب تر وہ لوگ ہیں جو ابراہیمؑ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

marfat.com

یہ پیغمبر نہ تھے لیکن مصدِ حسن و خوش اسلوبی — نمایاں کر رہے تھے از سرِ نو صبرِ ایوبی
ہویدا تھا کلیم اللہ کا جاہ و جلال ان سے — جمال آرا تھی روح اللہ کی شانِ جمال ان سے

اصحابِ محمدؐ کا ایمان

یہ اصحابؓ اور یہ ایمان اصحابِ محمدؐ کا — کرشمہ تھا فقط مہرِ جہانتابِ محمدؐ کا
خدائے واحد و قیوم پر محکم یقیں ان کا — یہی دنیا تھی ان کی اور یہی حاصل دیں ان کا
یہی محکم یقیں تھا ان کے استقلال کا باعث — ہوا آخر یہی باطل کے استیصال کا باعث[1]
یقینِ نصرتِ حق پر یقینِ کامیابی تھا — پیمبرؐ کی حضوری تھی، سرورؐ کامیابی تھا
نظارے دیکھتے تھے ہر طرف طغیانِ باطل کے — اٹھتے دوڑتے اٹھتے ہوئے طوفانِ باطل کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ پ۴۔ آل عمران۔ ع۱۰ — کی پیروی کریں۔ (اور وہ ہیں) نبی (محمدؐ) اور ان پر ایمان لانے والے لوگ۔ خدا ایمان لانے والوں کا دوست دار ہے۔

[1] محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے پیروؤں اور اصحاب میں ایسی فداکاری، بے نفسی اور للّٰہیت پیدا کر دی تھی۔ جس کی نظیر تاریخ مذاہب میں نہیں ملتی۔ اور یہی وجہ تھی کہ یہ لوگ عرب اور پیروانِ عرب اُن تمام لوگوں پر غالب رہے۔ جو ان کو مٹانے پر تلے ہوئے تھے۔ اور یہی بے نفسی تھی جسنے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مشن کامیاب کیا۔ اور اُن کے مخالف باوجود قوت اور دنیوی سامانوں کے مغلوب ہو گئے۔ (سکاٹ)

marfat.com

یقیں آیاتِ حق پر اور محکم اور محکم تھا — اطاعت کے لئے ہر بندہ تسلیم سر خم تھا

مسلسل آزمائش

ثبات و صبر سے ضربِ حوادث ان کو سہنا تھا — جہاں جس کا تعین تھا وہیں موجود رہنا تھا

رواں پیہم دواں سیلابِ تیر و سنگ کی آندھی — مسلسل اور متواتر فساد و جنگ کی آندھی

برابر تیس دن اس رنگ ایسے حال سے گزرے — کہ جیسے زلزلہ خود وادیٔ زلزال سے گزرے

برابر تیس روز و شب یہی طوفاں رہا جاری — مسلمانوں پہ اک بادل ہلاکت کا رہا طاری[1]

اُدھر سے سنگ آتے تھے اُدھر سے تیر گرتے تھے — کسی کے ضرب آتی تھی کہیں نخچیر گرتے تھے

سرکردہ انصار سعد ابن معاذ[2]

بزرگِ اوس سعد ابن معاذ اسلام کے غازی — ہوئے مجروح تیرِ جاں ستاں سی وقتِ جانبازی

---

[1] وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا۔ پ۔ الاحزاب۔ ع۔ ۵

جب ایمان والوں نے ان لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ تو وہی ہے جس کا خدا اور رسولؐ نے وعدہ کیا تھا! اور خدا اور رسولؐ سچے ہیں پس یہ اُن کے ایمان اور تسلیم میں زیادتی کا باعث ہوا۔

[1] قریباً ایک مہینہ تک یہ محاصرہ ایسی سختی سے قائم رہا کہ آنحضرتؐ اور صحابہ پر تین تین دن کے فاقے گزر گئے۔ (سیرت النبیؐ)

[2] حضرت سعد ابن معاذ قبیلہ اوس کی شاخ بنو عبدالاشہل کے سردار تھے۔ آنحضرتؐ کی ہجرت مدینے سے پیشتر (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

marfat.com

اگرچہ زخم کاری تھا مگر قائم تھے میداں میں
کہ وقفِ کار تھی ایمان کی قوت رگِ جاں میں

کہاں اس زلزلے میں وقفۂ بیماردار تھا
یہ شیرِ زخم خوردہ محوِ ذوقِ جاں سپاری تھا

بسیرا ہو چکا تھا قصرِ گلزارِ شہادت میں
مگر مشغول تھا یہ جسم تحصیلِ سعادت میں

شہیدِ زندہ سے اللہ کو اور اک کام لینا تھا
یہودی مرحلہ طے کر کے پھر آرام لینا تھا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جب حضرت مصعبؓ مدینہ میں اسلام کی تبلیغ کرتے تھے۔ یہ ایک دن بہت جوش کے ساتھ آئے اور حضرت مصعبؓ اور ان کی باتیں سننے والوں کو برا بھلا کہنے لگے۔ حضرت مصعبؓ نے کہا آپ ذرا بیٹھئے۔ ہماری بات سنئے پسند نہ آئے تو انکار کیجئے۔ یہ بیٹھ گئے۔ قرآن مجید سنا اور اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ اپنے قبیلے کی طرف گئے۔ پوچھا تمہاری میرے متعلق کیا رائے ہے۔ وہ بولے آپ ہمارے سردار ہیں۔ آپ کی رائے اور تفتیش بہتر اور اعلیٰ ہوتی ہے۔ سعدؓ نے کہا تو سن لو۔ تم میں سے مرد ہو یا عورت جب تک وہ خدا اور رسولؐ پر ایمان نہ لائے میں اس سے بات کرنا بھی حرام سمجھتا ہوں نتیجہ یہ ہوا کہ تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہو گیا۔ (تفصیل کے لئے دیکھو طبری)

لڑائی شروع ہوئی تو سعدؓ ہتھیار لئے ہوئے گھر سے نکلے جس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ ذرا ٹھہر جانا۔ تاکہ جنگ میں ایک اور آدمی بھی پہنچ جائے۔ کیونکہ وقت آگیا تو موت سے کیا خوف۔ سعدؓ کی ماں نے سنا تو پکاریں۔ بیٹا دوڑ کر جا۔ تو نے دیر لگا دی۔ (اخبار الایمان)

سعدؓ کی رگِ اکحل پر ابن العرقہ کا تیر لگا تھا۔ جو کاری تھا۔ مگر وہ برابر مشغولِ جہاد رہے۔ خندق کی لڑائی ختم ہونے پر تیار داری کی کوشش کی گئی۔ لیکن جانبر نہ ہو سکے۔ حضرت سعدؓ یہود ان قریظہ کے حلیف تھے اور نبیؐ کے حکم سے ان کو بچانے بھی گئے تھے۔ لیکن انہوں نے ان کی بات نہ مانی تھی۔ سعدؓ نے دعا کی تھی۔ یا اللہ مجھے ان یہود کے انجام تک زندہ رکھ۔ یہ دعا قبول ہوئی احزاب کی جنگ کے بعد بنو قریظہ کا معرکہ پیش آیا حضرت سعدؓ دونوں جانب سے حکم بنائے گئے۔ انہوں نے یہود کی اپنی شرع کے مطابق فیصلہ کیا۔ اور اس کے بعد جان جان آفرین کو سپرد کی۔ (دیکھو طبری و عیون)

marfat.com

مسلمان مستورات

حفاظت عورتوں بچوں کی فرما دی تھی ہادیؐ نے
جگہ اُن کے لئے محفوظ ٹھہرا دی تھی ہادیؐ نے

یہ چھوٹا قلعہ سا تھا، ایک کہنہ چار دیواری
یہاں تھیں جمع مستورات، مائیں بچیاں ساری[1]

نہیں تھا مرد کوئی پہرہ دارِ چار دیواری
مسلماں عورتوں ہی کی یہاں پر تھی عملداری

فقط حسانؓ بن ثابت عرب کے شاعرِ اعظم[2]
بوجہِ ضعف و بیماری یہاں موجود تھے اس دم

مگر ان میں نہیں تھا آج حربِ ضرب کا یارا
وگرنہ قلعہ کے اندر نہ ہوتے یوں قیام آرا

یہود کا منصوبہ

تھی اس سے کچھ پرے قومِ یہودی کی وہی بستی
بغاوت کر چکی تھی حق سے جس کی فطرتی پستی

فراہم کر چکے جب جنگ کا سامانِ مطلوبہ
تو سوجھا ان کو مستورات پر حملے کا منصوبہ[3]

---

[1] مستوراتِ مدینہ اور بال بچوں کو ایک گڑھی میں (جو حضرت حسان بن ثابت کی تھی) جمع فرما دیا گیا تھا۔ (طبری)

[2] حضرت حسان بن ثابت عرب کے بہترین شاعر تھے۔ آپ شاعرِ اسلام تھے۔ اور آپ نے اپنے کلام سے اسلام کی بہت بڑی خدمت فرمائی۔ آپ کو ایک عارضہ ہو گیا تھا۔ کہ لڑائی کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھ سکتے تھے۔ (دیکھو تاریخ خمیس)

[3] یہ جگہ بنو قریظہ یہود کی آبادی کے قریب تھی۔ یہودیوں نے یہ گمان کر کے کہ تمام مجاہدین رسول اللہ کے ساتھ ہیں۔ اس گڑھی پر حملہ کا منصوبہ کیا۔ (دیکھو طبری و خمیس)

حضرت صفیہؓ کی دلاوری

صفیہؓ بنت عبدالمطلب ہمشیر حمزہؓ کی
کہ تھا جن کا تہور ہو بہو تصویر عزّیٰ کی

نظر رکھتی تھیں وہ میدان پر ہر دم جھروکے سے
مبادا دشمنانِ دیں ادھر آجائیں دھوکے سے

یہودی قوم کی بستی میں تھیں تیاریاں ہر دم
بغاوت کے نظر آتے تھے آثار و نشاں ہر دم

بسا اوقات کچھ دستے مسلح ہو کے آتے تھے
کھڑے رہتے تھے آدمی راہ پر پھر لوٹ جاتے تھے

اچانک اک نرالا فتنہ سا اُس بھی دیکھا
بزیرِ سایۂ دیوار اک جاسوس[1] بھی دیکھا

یہ صورت تھی بلاشک قصرِ امن آثار میں رخنہ
یہودی ڈھونڈتا تھا قلعہ کی دیوار میں رخنہ

صفیہؓ خود مسلح ہو کے نکلیں قلعہ سے باہر
لگائی چوب سے اک ضرب اُس مردِ مسلح پر[2]

---

[1] حضرت صفیہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی۔ حمزہ سید الشہداء کی بہن نے دیکھا کہ یہودی فوج بار بار حملہ آور ہوتی ہے پھر ایک دن دیکھا کہ ایک جاسوس چار دیواری کی دیواروں کی حفاظت کر رہا ہے۔ آپ نے حضرت حسان بن ثابت سے کہا جاؤ اور جا کر اسے قتل کر دو۔ حضرت حسان نے کہا کہ بی بی میں اس کام کا ہوتا تو اس چار دیواری کی بجائے میدانِ جنگ میں ہوتا۔ (طبری)

[2] حضرت صفیہؓ نے خیمہ کی ایک چوب لی اور قلعہ سے نکل کر اس یہودی کے سر پر ماری کہ سر پھٹ گیا۔ آپ واپس آگئیں اور حضرت حسان سے کہا۔ یہ کام تو میں نے کر دیا۔ اب تم جاؤ اور اس کے کپڑے اُتار لو اور اس کا سر کاٹ کر دور پھینک دو تاکہ یہودیوں پر رعب چھا جائے۔ حضرت حسان نے کہا بی بی جانے دیجئے مجھے اس کے کپڑوں کی ضرورت نہیں۔ حضرت صفیہؓ نے پھر اس کا سر کاٹ کر دور پھینک دیا۔ (دیکھو ابن ہشام و تاریخ خمیس وغیرہ)

مُسلمان عورتیں اپنی حفاظت آپ کرتی ہیں

یہ ضربِ دستِ حق تھی کھل گیا خاطی کا بھنڈا
دماغ و استخواں کلیہ گیا اک بدنما گارا

یہ نقشہ دیکھ کر دشمن کے دستے پھر نہیں ٹھہرے
وہ سمجھے قلعہ میں ہیں اچھے خاصے فوج کے پہرے[1]

دوبارہ رُخ نہ اس جانب کیا پھر ان لعینوں نے
سبق ایسا سکھایا مسلمہ پردہ نشینوں نے

کیا ہمشیرۂ حمزہؓ نے وہ کارِ دلیرانہ
قیامت تک زبانوں پر رہے گا جس کا افسانہ

وہ بُزدل ہیں بوقتِ خطرہ جو ورلاپ[2] کرتی ہیں
مُسلماں عورتیں اپنی حفاظت آپ کرتی ہیں

مُسلمانوں کا انتہائی اِستقلال

سرِ خندق مسلسل تھا ہجومِ عام کثرت کا
مگر ہر مرتبہ منصوبہ تھا ناکام کثرت کا

کمانیں گوفنیں تیر اور پتھر لے کے خیرہ سر
برابر جمع تھے ہر اک بلندی اور پستی پر

---

[1] یہودیوں کو یقین ہو گیا کہ قلعہ میں عورتیں بلکہ فوج بھی ہے۔ اس لئے انہوں نے پھر اس طرف کا رُخ نہیں کیا (دیکھو زرقانی)

[2] ورلاپ ہندی میں رونے پیٹنے کو کہتے ہیں۔

اِدھر بھی مستعد مومن مسلمانوں کے دستے تھے — کہ جن کی جان پہ تیرہ تیر برستے تھے
نظر رکھتا تھا ہادیؐ ہر بلائے ناگہانی پر — مہیا جان و دل سے ہر جگہ تھے پاسبانی پر
اسی صورت سے گزرا اک مہینہ بھوکے پیاسوں کو — فقط ایمان تھا رکھے ہوئے ان کے حواسوں کو

انہیں تسکین کامل تھی کہ ہم منہاج حق پر ہیں
نئی تاریخِ انسانی کے نقدیں سرورق پر ہیں

دلِ ہر مردِ مومن کو خبر تھی اس سعادت کی — کہ غازی بن چکے باقی ہے لب دولت شہادت کی
شہادت یاب ہونیکی تمناؤں سے غازی تھے — بحکمِ کارسازِ کار۔ محوِ کارسازی تھے
شہادت ہی کے جذبے پر بقائے زندگانی تھی — شہادت ان کی نظروں میں صداقت کی نشانی تھی

یہی اک جذبۂ صدق و صفا انجام بینوں کا
کھویا بن گیا سیلابِ ظلمت میں سفینوں کا

امتحان کی آخری سخت گھڑیاں

خزاں کا دور تھا ناقابلِ برداشت سردی تھی[1] — ہزاروں زخم تن پر یہ خلا والوں کی وحشی تھی

---

[1] سردی انتہا کی تھی۔ شدید ٹھنڈی ہوا سے ہاتھ پاؤں ٹھٹھر جاتے تھے ہلنے تک کی سکت نہ ہوتی تھی۔ (تاریخ الخمیس)

صحابہ آگ روشن کر نہ سکتے تھے مجبوری
کہ ہر دم خلوۂ شبخوں میں تھیں شہباز مصروفی

وہاں کفار شب بھر خوب کھاتے تھے پکاتے تھے
اُنڈیلے جاتے تھے شرابیں، ناچتے تھے اور گاتے تھے[1]

بہ کوہ و دشت تا حدِ نظر بھوتوں کے ڈیرے تھے
بہر سُو ناریوں کی آگ سے روشن اندھیرے تھے

دلوں کے نور ہی سے کام لیتی تھیں یہاں آنکھیں
سکوتِ شب میں نفسِ مطمئنہ کی زباں آنکھیں

نیا اسلوب تھا اس جنگ میں ضبط و خموشی کا
نفس پر ہر نفس تھا تازیانہ سخت کوشی کا

بڑی بھاری مصیبت میں تھی جمعیت قلیل ان کی
مگر تھے صابر و شاکر کہ فطرت تھی اصیل ان کی

نمایاں تھی مگر سامان اور تعداد کی قلت
ہلاکت بار طوفاں میں گھری تھی کشتیٔ ملت

صحابہ امتحان میں پورے اُترے

مقاصد جن کے اُونچے اور اونچا بخت ہوتا ہے
زمانے میں انہی کا امتحاں بھی سخت ہوتا ہے

مگر دعوائے تسلیم و رضا کا امتحاں تو یہ
محبت کا، صداقت کا، وفا کا امتحاں تو یہ

کڑا تھا امتحاں یہ ادعائے حق پرستی کا
جہاں بھر میں مسلمانوں کی واحد ایک سستی کا

---

[1] قبائل راتوں کو الاؤ روشن کرتے تھے۔ اُونٹ کا گوشت بھونتے اور ناچتے گاتے تھے۔ ہر جگہ آگ ہی آگ روشن نظر آیا کرتی تھی۔
(العاۃ العرب)

marfat.com

خدا نے امتحاں فرمالیا تھا اپنے بندوں کا
ہُوا ثابت کہ دل مضبوط ہے ان حق پسندوں کا

نبیؐ شامل تھا خود بھی اپنی اُمّت کے مصائب میں
ستارے ہی نہیں خورشید بھی تھا ان سحائب میں

وہ خود شاہد تھا اس اخلاص مندانہ اطاعت کا
اسی کی ذات پر تھا آسرا جن کی شفاعت کا

دکھا کر معجزے اُمّت کو اپنی استقامت کے
عطا فرما رہا تھا حوصلے فوق الکرامت کے

اگرچہ سب سے بڑھ کر سختیاں خود بھی اُٹھاتا تھا
مگر اصحابؓ کی حالت پہ اس کو رحم آتا تھا

اُسے مقصود تھی انسان میں تطہیرِ جوہر کی
کہ تھی یہ امتحاں گہ ایک بھٹی کیمیاگر کی

آنحضرتؐ کی دُعا

بسوئے عرش دیکھا رحمتِ موّاج نے آخر
دُعا کو ہاتھ اُٹھائے صاحبِ معراج نے آخر[1]

دُعا کی اے خُدا، امداد کر اخلاص مندوں کی
نہ کر اس سے زیادہ آزمائش اپنے بندوں کی

---

[1] مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۔ پ ۲۱۔ الاحزاب۔ ع ۲۳

[2] دیکھو بخاری کتاب المغازی غزوۂ خندق اور زرقانی۔

مومنوں میں ایسے شخص ہیں جو وعدہ انہوں نے خدا سے کیا تھا اُسے سچا کر دکھایا۔ ان میں بعض اپنے فرض سے فارغ ہو گئے اور بعض ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں اور وہ اپنے قول سے بدلے نہیں

تری خاطر یہ بندے آج محوِ جاں نثاری ہیں
کہ ان کے جان و دل پر تیرے ہی احکام جاری ہیں

تجھی سے صبر و استقلال کی دولت بھی پائی ہے
عطا آنکھیں بھی کی ہیں راہ بھی تو نے دکھائی ہے

رہِ دشوار کی دشواریاں بھی تو ہی آساں کر
تیرے احسان کے محتاج ہیں اللہ احساں کر

دعا سنتا ہے یارب تو زبانِ بے زبانی کی
طلب کرتی ہیں تجھ سے داد جانیں خستہ جانی کی

الٰہی ان کے سر سے ابتلائیں دور فرما دے
ہجومِ کفر کی ساری بلائیں دور فرما دے

ترا گلشن ہے جس پر ابرِ رحمت بار چھایا ہے
مصائب کا یہ بادل ہر طرف سے گھر کے آیا ہے

تو بیشک جانتا ہے نیتِ کفار کو یارب
پراگندہ کر اس جمعیتِ کفار کو یارب

الٰہی اپنے بندوں کو رہائی دے صعوبت سے
انہیں آزاد کر باطل کے اس دامِ عقوبت سے

الٰہی کفر کی طاقت میں ایسا زلزلہ آئے
دوبارہ جمع ہونے کا نہ ہرگز حوصلہ پائے

الٰہی دعویِٰ باطل کو باطل اور رد فرما
محمدؐ اور اصحابِ محمدؐ کی مدد فرما

marfat.com

احزاب کی آخری رات

ظالموں کی پریشانی

مصیبت حد سے جب گذری تو آخر یہ مقام آیا — دعاؤں کی قبولیت کا طائر زیرِ دام آیا
عشا کے بعد حضرت نے دعا کو ہاتھ اٹھائے تھے — وہاں کفار کے سالار اک محفل جمائے تھے
ابوسفیاں کا خیمہ مشورت گاہِ قبائل تھا — مسلمانوں کا استقلال مرکوزِ مسائل تھا
بڑے افسر بڑے سردار آپس میں جھگڑتے تھے — بہت غصے میں تھے خفگی دکھاتے تھے بگڑتے تھے
ابوسفیاں ہدف تھا طعن و تشنیع و ملامت کا — نظارا کر رہا تھا آج خود ہی اپنی شامت کا

قبائل کے سبھی سردار اُسے الزام دیتے تھے
سپہ سالار بودا ہے اسی کا نام لیتے تھے

کافروں کا ایک دوسرے کو الزام

اندھیرے میں ہمیں رکھا گیا یثرب کی طاقت سے — تمہارے ساتھ ہم سب چل پڑے اپنی حماقت سے

پڑے ہیں اس جگہ ڈالے ہوئے ڈیرا مہینے سے
ہمیں کچھ بھی نہیں حاصل ہوا اب تک مدینے سے

شبانہ روز لڑنے حملہ کرنے میں گزرتے ہیں
سپاہی بے نتیجہ زخم کھاتے اور مرتے ہیں

ہزاروں بار ہم نے شہر کے اوپر کئے دھاوے
مگر ہر بار ہواروں کو دینے پڑ گئے کاوے

نہ داخل ہو سکا بستی میں اپنا ایک بھی دستہ
مسلماں ہر جگہ رو کے کھڑے ہیں شہر کا رستہ

برونِ شہر سے حاصل نہیں کوئی مدد ان کو
پہنچنے دی نہ ہم نے ایک دانہ مکک رسد ان کو

نہ جانے کون سی امداد ہے ان شہر والوں کو
کہ زک ملتی ہے ان سے بار بار اپنے رسالوں کو

کوئی شے وادیٔ محصور میں آنے نہ دی ہم نے
کوئی چڑیا بھی اڑ کر شہر میں جانے نہ دی ہم نے

مہینے بھر کا فاقہ ہو جنہیں، وہ لڑ نہ سکتے تھے
ہزاروں کے مقابل چند سو یوں اڑ نہ سکتے تھے

میسر ہے انہیں شاید سہارا کھانے پینے کا
تیا پانچا وگرنہ ہو چکا ہوتا مدینے کا

وہ آخر کون ہے جو اس طرح امداد کرتا ہے
انہیں ہتھیار دے دیتا ہے، ان کا پیٹ بھرتا ہے

قریشی سپہ سالار سے بددلی

ابوسفیاں کو ہم سب نے سپہ سالار مانا تھا
کہ اپنے سے زیادہ آزمودہ کار جانا تھا

marfat.com

مگر ثابت ہوا قومِ قریش اب بُرج خالی ہے
وہ جنگی شان و شوکت بس خیالی ہی خیالی ہے

خداوندانِ کعبہ بھی بظاہر آج بے گُن ہیں
مسلماں سچ تو کہتے ہیں کہ صنم اور بُت بُتے ہیں

کسی ایسے کا تابع کوئی لشکر ہو نہیں سکتا
کہ جس سے یہ ذرا سا مورچہ سر ہو نہیں سکتا

یہ خندق راہ میں حائل سہی، آخر تو خندق ہے
سپہ سالار بھی حیراں ہے لشکر کا بھی مُنہ فق ہے

مناسب تھا کہ یہ گُتھی سپہ سالار ہی کھولے
کسی کو حق نہ تھا اپنے بڑوں کی بات میں بولے

ہمیں جو حکم بھی تم نے دیا تعمیل کی ہم نے
کہیں دم ہی چُرایا اور نہ کوئی ڈھیل کی ہم نے

نتیجہ یہ کہ سارے لشکری حیران و ششدر ہیں
ہمیں جس تھان پر باندھا تھا تم نے ہم وہیں پر ہیں

ہم اکثر بڑبڑاتے دیکھتے ہیں خَیل خَیل ان کو
سمجھتے ہیں کہ گردانا گیا کولہو کے بَیل ان کو

یہودیوں کی نفع خوری

کہاں ہیں وہ یہودی جو ہمارے پاس آئے تھے
بقولِ خود بڑے تدبیر والے اہلِ رائے تھے

وہ کہتے تھے ہمیں وہ خود کریں گے شہر میں داخل
نہ پیش آئے گی اس بارے میں ہرگز کوئی بھی مشکل

وہ کہتے تھے کہ مستورات پر قبضہ دلا دیں گے
جہاں بھی مال و زر پوشیدہ ہے سب کچھ بتا دیں گے

یہودوں نے کوئی وعدہ نہیں اب تک کیا پورا
ہماری جنگ کا مقصد ہے لنڈورے کا لنڈورا

marfat.com

کوئی بد سنتہ بتاتے ہیں نہ خود امداد کرتے ہیں
یونہی لڑتے چلے جاؤ یہی ارشاد کرتے ہیں

نکل کر قلعہ سے باہر وہ ایسے بیٹھ جاتے ہیں
تماشا دیکھنے کو جس طرح شوقین آتے ہیں

گدھوں کی دوڑ سمجھے ہیں ہماری جنگ بازی کو
یہاں تشریف لاتے ہیں فقط طعنہ طرازی کو

ہمارے فوجیوں سی مُفت پیتے اور کھاتے ہیں
اُنہی کے ہاتھ پر جھوٹے نگینے بیچ جاتے ہیں

بہت کچھ لوٹ لے جاتے ہیں تہمہ نانک کی چالوں سے
جوا بھی کھیلتے ہیں وہ ہمارے فوج والوں سے

پیادے ہار جائیں تو انہیں ہتھیار دیتے ہیں
سوار اکثر جوئے میں اپنے گھوڑے ہار دیتے ہیں

ہماری فوج آئی ہے یہاں پیکار کی خاطر
کہ ان بازاریوں کی گرمئی بازار کی خاطر

شبانہ روز ہم میداں میں لڑتے اور مرتے ہیں
یہودی چین سے بیٹھے ہوئے بیوپار کرتے ہیں

یہودیوں کی وعدہ خلافی

یہودی قلعہ میں یثرب کے غلّوں کا ذخیرہ ہے
ہمیں کچھ بھی نہیں دیتے یہ کیا ان کا وتیرہ ہے

سمجھتے ہیں قبائل سے تو کچھ پڑتا نہیں پلّے
چھپا کر کیوں نہ تہ خانوں میں پھر رکھے رہیں غلّے

یہ وعدہ تھا، مدینے کے حوالی ان کی حد ہوگی
رئیسان یہودی ہی کے ذمّے سب رسد ہوگی[1]

---

[1] رئیسان یہود نے وعدہ کیا تھا کہ جب لشکرِ قبائل مدینے کے حدود میں آئے گا۔ رسد ہمارے ذمہ ہوگی۔ (زادِ بیخ العمران)

marfat.com

رئیسانِ یہودی اب نظر آتے ہیں کم سم کو
نظر آتے بھی ہیں ظالم تو دے جاتے ہیں دم ہم کو

نئے ہر روز دم دھاگے نئے فقرے نئے بہانے
یہودی قوم نے گویا نئے چندوں میں پھانسے

طلب غلّہ کرو تو صاف ملتا ہے جواب ان سے
فقط ملتی ہے منہ مانگے ہوئے داموں شراب اُن سے

رُسدان سے کسی قیمت پہ حاصل ہو نہیں سکتی
وہ کہتے ہیں یہودی قوم غلّے بو نہیں سکتی

قبائل کو رسد کی فکر

ہمیں شک ہے رسد یثرب کے اندر بیچتے ہونگے
مسلمانوں سے قیمت نقد لے کر بیچتے ہونگے

یہودی قوم کی یہ نفع بازی جانتے تھے ہم
یہ سب ہیں یار پیسے کے انہیں پہچانتے تھے ہم

گھروں سے ہم بہت کچھ ساز و ساماں ساتھ لائے تھے
کوئی ان کے بھروسے تو نہیں لڑنے کو آئے تھے

مگر یہ کیا خبر تھی جنگ ہوگی اس قرینے کی
غنیمت کے بغیر ایسی لڑائی اک مہینے کی

وہ سب کچھ کھا چکے ہم راستہ میں جو بھی چھینا تھا
کہ آخر اس بڑے لشکر کو کھانا اور پینا تھا

رسد کے بھیڑ بکری، اونٹ کھائے جا چکے سارے
لڑائی کے جو زخمی اسپ تھے کام آ چکے سارے

شراب اک دو ہی دن کی اور باقی ہو تو باقی ہو
پھر اس کے بعد لازم ہے کہ ارزاں خون ساقی ہو

لہ لشکرِ قبائل میں جو تقریباً ایک مہینے سے محاصرہ کئے پڑا تھا۔ رسد کی قلت پیش آگئی۔ (سیرت)

marfat.com

کفار کا شکر اور شراب

بہادر شکری پیتے رہیں تو چست رہتے ہیں
نہیں ملتی تو بغلیں جھانکتے ہیں سست رہتے ہیں

یہ بزمِ رزم قائم ہے جو سچ پوچھے کوئی ہم سے
شرابِ کہنہ و لطفِ کبابِ تازہ کے دم سے

نشے ہی سے بہادر فوجیوں میں جوش آتا ہے
بہت افسردہ ہوتے ہیں جب ان کو ہوش آتا ہے

نشہ جب تک نہ ہو میداں میں ان کو لا نہیں سکتے
پھر ان کو شاعروں کے شعر بھی گرما نہیں سکتے

شرابی شاعر

ہمارے شاعروں کا جوش بھی ہے وصلِ ساغر سے
لگے رہتے ہیں ورنہ لاش کی مانند بستر سے

یہ خود بھی ترش رو ہیں شعر بھی کڑوا کسیلا ہے
نکلتا ان کے مونہوں سے برابر مے لا میلا ہے

اگر پی لیں تو اٹھ کر فوجیوں کا دل بڑھاتے ہیں
اچھلتے کودتے ہیں اینڈتے ہیں گیت گاتے ہیں

نقیبانِ "بہالت" یہ ہمارے مدح خواں شاعر
ہمارے کارناموں کے خصوصی ترجماں شاعر

نہ سمجھو ان کو بکواسی، کہ یہ سب کارآمد ہیں
ہمارے ساتھ ہیں اور محوِ تعریف و ستائش ہیں

یہ مانا فحش گو ہیں، فحش کار و لاف زن بھی ہیں
یہ مانا بدسرشت و بدنگاہ و بدچلن بھی ہیں

marfat.com

مگر یہ لوگ شاعر ہیں مزا ہے ان کی باتوں میں
ہمارے لشکری لیتے ہیں لذت ان سی راتوں میں

یہ ایسا جانڈپن کرتے ہیں ایسے گیت گاتے ہیں
کہ سننے دیکھنے والے نہایت لطف اٹھاتے ہیں

سنو جس دم تبرا یہ مسلمانوں پہ کرتے ہیں
انہیں دیکھو جہاں یہ گالیوں میں ننگ بھرتے ہیں

وہ ساعت جب کہ طاری سخت خارش ان پہ ہوتی ہے
اہا ہا ہا، اوہو ہو ہو کی بارش ان پہ ہوتی ہے

کوئی جوشِ خطابت سے مسلسل سر ہلاتا ہے
کوئی تانیں اڑاتا ہے تو کوئی ہنہناتا ہے

سرِ محفل ہے واصل کوئی محبوبِ خیالی سے
ہے دیوِ ہجر کا معمول کوئی خورد سالی سے

یہ شاعر لوگ ہیں اخو کہ دنیائے سرمستی
مزا یہ ہے بہت مہنگی نہیں ہے ان کی خرمستی

شراب ان کو دیئے جاؤ سنے جاؤ کلام ان کا
یہ میڈک پی کے لڑتے طرفہ ہے زکام ان کا

فقط ایسے تماشے کے لئے اک شے ضروری ہے
کہیں سے بھی ملے کوئی پلائے، مے ضروری ہے

یہ متانے جو اکثر عامیوں کی نقلِ محفل ہیں
بھلا یہ پن پتے دو حرف بکنے بھی قابل ہیں

اگر اک مرتبہ جیلے حوالے سے انہیں ٹالیں
تو اپنے محسنوں کی بھی یہ فوراً ہجو کہہ ڈالیں

دیئے جاؤ انہیں چینٹے شرابِ ارغوانی کے
وگرنہ ہم ہدف بن جائیں گے گندہ دہانی کے

ملی جس دن نہ مے ان شاعرانِ کینہ پرور کو
ہمارے ہی خلاف اس دن یہ بھڑکائینگے لشکر کو

اب اظہارِ حقیقت اس کو سمجھو یا کہ سردردی
جو حالت ہے، سپہ سالار سے ہم نے بیاں کر دی

marfat.com

صدی بھر چکی ہے اور میخانہ بھی خالی ہے — ہمارا حال کیا ہوگا! یہ ہر صورت سوالی ہے

ابُوسفیان کی تقریر

قبائل کے سبھی سردار بولے باری باری سے — بڑی تیزی سے لیکن انتہائی ذمہ داری سے
یہ تقریریں سُنیں جب سربراہانِ قبائل کی — ابوسفیان نے کی محسوس تلخی ان دلائل کی
جواب ان کا ضروری تھا، کہ اب تاخیر مشکل تھی — یہاں اب لمبی چوڑی منطقی تقریر مشکل تھی
اُٹھا، داڑھی کھجائی، مسکرایا، دانت دکھلائے — مخاطب کر کے سرداروں کو یہ الفاظ فرمائے

یہود اور قبائل میں اختلاف

عرب کے سربلند و سرفراز و اور سردارو — یہودی قوم نے کھیلی ہے یہ نرد و غایارو[2]
یہودی قوم سچ مچ جذبۂ غیرت سے عاری ہے — مرا ان سے برابر نامہ و پیغام جاری ہے
جوابِ آخری ان کی طرف سے آج پایا ہے — اسی باعث تو میں نے آپ لوگوں کو بلایا ہے

---

[1] معاصر کو جس قدر طول ہوتا جاتا تھا۔ محاصرہ کرنے والے ہمت ہارتے چلتے تھے۔ چوبیس ہزار آدمیوں کو رسد پہنچانا آسان نہ تھا۔ (سیرت)
[2] یہود جنہوں نے تمام عرب کو اسلام کے خلاف یکجا کیا تھا۔ اب کھلی لڑائی سے پرہیز کرتے تھے (تاریخ القرآن)

marfat.com

وہ کہتے ہیں کہ چند افراد جو ہوں نام آور بھی
ہماری فوج کے سردار بھی ہوں اور اعزہ بھی

یہودی قلعہ میں رکھیں گے ہم زیرِ نظر بندی
تو پھر ہم جنگ کے میداں میں کودیں گے بخوشی

ہماری نیتوں پر اب ہے شک اختلال ان کو
ہماری فوج سے مطلوب ہیں کچھ یرغمال ان کو

ہمارے آدمی قبضے میں رکھنے پر بضد ہیں وہ
اسی اک شرط پر کہتے ہیں ہم سے متحد ہیں وہ

علاوہ اس کے، روزِ سبت بھی یاد رہے آئیگے
ولائیں گے ہیں لیکن وہ خود نہ پہنچ آئیں گے

جو اُن کی چال ہے اچھی طرح سے جانتا ہوں میں
پرانے ملنے والے ہیں انہیں پہچانتا ہوں میں

وہ دھرنا مارے بیٹھے ہیں خزانوں اور گولوں پر
رسد دینے کو ہیں تیار لیکن نقد داموں پر

خیال ان کا یہ ہے جس دم کمیں گے ہم مدینے میں
تو شاید لوٹ پڑ جائے خسیسوں کو دفینے میں

سلہ نعیم بن مسعود نجدی قبیلہ غطفان کے رئیس تھے ——— انہوں نے قریش اور یہود سے الگ الگ ایسی باتیں کیں جس سے دونوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ نعیم نے یہود سے کہا۔ تمہارا مال مدینہ کے غلاموں میں مسلمانوں کے پاس مال کہاں؟ اور اگر وہ محاصرہ چھوڑ کر چلے گئے تو تم کیلئے مسلمانوں کے مجموعہ ہاتھ کا کام کیا ہے کہ تم جنگ میں شامل ہونے سے پہلے قریش اور قبائل کے چند سرکردہ آدمی ہمارے پاس رہن رکھ دو۔ قریش سے کہا کہ شاید مسلمانوں سے مل جائیں ان کا مطلب ہے کہ مسلمانوں کے مال کے لئے تم سے جنگ کریں۔ پھر ابوسفیان نے یہود سے کہا کہ آؤ ہم بھی ہر طرح سے تمہارے ساتھ شریک ہیں قریظہ نے کہا بہت اچھا ہم جنگ کریں گے مگر تم اپنے چند سردار ہمارے پاس رہن رکھ دو۔ یہ سنتا تھا کہ نعیم نے آکر یہود سے کہا کہ ہوشیار ہو جاؤ

(دیکھو پارہ نہتالی دیوں)

اگر کر دیں ہم اپنے افسروں کو یرغمال ان کا
خیال ان کا یہ ہے محفوظ ہو جائیگا مال ان کا

اگر اس چال پر بھی رال ٹپکی فوج والوں کی
تو زیرِ تیغ آجائیں گی جانیں یرغمالوں کی

عرب کو لوٹنا لیکن عرب والوں سے غیریت!
کمینے بے وفا، غدار، قزّم ساق بدنیت

دُوسری صُبح متّفقہ دھاوے کی تجویز

چلو اچھا ہوا یہ خود ہی ہم سے دُور ہو بیٹھے
مدینے کے سیاسی فائدے سے ہاتھ دھو بیٹھے

میری تجویز یہ ہے کل سویرے نور کے تڑکے
مدینے کی زمیں پر فوج بجلی کی طرح کڑکے

کریں ہم متّفقہ فوج سے اک زور کا دھاوا[1]
کہ ہو شامل نہ ہونے سے یہودوں کو بھی پچھتاوا

نہیں ہے اب مسلمانوں میں کوئی بھی سکت باقی
نہ جمعیّت ہی قائم ہے نہ قوّت اور سَت باقی

ہزاروں کا یہ لشکر جا پڑے یوں بے خطر ان پر
گرے آندھی کی صُورت بارشِ تیر و تبر ان پر

اِدھر خندق کے اُوپر جنگ سرانجام ہو جائے
اُدھر سے اندرونِ شہر قتلِ عام ہو جائے

قبائل کے بہادر سربراہو گردن افرازو
ابھارو لشکروں میں جوشِ جانبازی کا جانبازو!

مدینے میں اگر اک مرتبہ تم ہو گئے داخل
تو یہ سمجھو رسد بھی میکدے بھی ہو گئے حاصل

---

[1] ابوسفیان وغیرہ نے فیصلہ کیا کہ دُوسرے دن قبائل کی تمام فوجوں کا حملہ کر کے مدینے ہی جا کر دم لیں (تاریخ اسلام)

یہاں سے جا کے یہ احکام دے دو اپنے دستوں کو
فنا کر دیں سویہ منہ اندھیرے حق پرستوں کو

مسلماں ختم ہو جائیں تو پھر سب کچھ تمہارا ہے
کہ بعد اس کے یہودی قوم کا پھر کیا سہارا ہے

یہ سیم و زر یہ سب غلے خزانے اور میخانے
پڑے ہیں سامنے، تم کو دیئے ہیں لات و عزّیٰ نے

وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

سپہ سالار کے اس فیصلے سے خوش ہوئے افسر
ہر اک نے راہ لی گھوڑوں پہ چڑھ کر جانبِ لشکر

سراپردہ ادھر دربان نے دیوان کا کھینچا
ابوسفیان نے اک سانس اطمینان کا کھینچا

سحر کو متّفقہ متحدہ فوج کا حملہ
بقا کی ایک کشتی پہ فنا کی موج کا حملہ

خبر کیا تھی ابھی خونیں سحر میں رات حائل ہے
کہ شیطانی ارادوں میں خدا کی ذات حائل ہے

بشر اپنے ارادوں سے عبث مسرور ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو اللہ کو منظور ہوتا ہے

ابوسفیاں بہت خوش تھا یہ ساعت عید تھی اسکو
یہ حملہ فیصلہ کن ہے بڑی اُمید تھی اس کو

خبر کیا تھی محمدؐ نے دعا کو ہاتھ اٹھائے ہیں
خبر کیا تھی زمیں پر حاملانِ عرش آئے ہیں

آندھی کا حملہ

ابوسفیان نے دی آواز دسترخوان بچھواؤ
بلاؤ عکرمہ کو اور ابن العاص کو لاؤ

مہیا ہو گیا سامان بے اندازہ و وافر
شرابِ کہنہ کے شیشے طعامِ تازہ و وافر

مسلمانوں کا خوں لیکر ارادے اور نیت میں
ابوسفیان بیٹھا اور مصاحب بھی معیت میں

ابھی کھانے نہ پائے تھے، ابھی پینے نہ پائے تھے
اٹھائے تھے جو لقمے وہ دہن تک بھی نہ آئے تھے

اچانک اک بڑا جھونکا ہوائے تند کا آیا
بھری مونہوں میں جس نے خاک، دسترخوان اُلٹایا

کبابوں کی اڑیں قابیں، لڑے شیشے شرابوں کے
شرابیں لنڈھ گئیں ٹکرا کے سر ٹوٹے قرابوں کے

ابھی نکلی نہ تھیں چیخیں بھی ان مونہوں سے حیرت کی
کہ آیا دوسرا جھونکا صدائیں لے کے ہیبت کی

طنابیں ہر چراگہ میں چوب لہرائی اڑا خیمہ
غبار ابھرا غبارہ بن کے اٹھا اور گرا خیمہ

ابوسفیاں نے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے کیا دیکھا
مقدر لشکرِ احزاب کا پلٹا ہوا دیکھا[1]

رواں تھا ایک سیلابِ عظیم الشان آندھی کا
اچانک آپڑا تھا فوج پر طوفان آندھی کا

اُمڈتی دوڑتی اٹھتی ہوئی بڑھتی ہوئی آندھی
زمیں کو روندتی افلاک پر چڑھتی ہوئی آندھی

تو اُلٹے آندھی چولھوں میں ہنڈیاں بجھ گئیں آگیں
جُھلس کر رہ گئے مُنہ اور کپڑوں میں لگیں آگیں

اٹاتھا ہر بشر کا فرق و چشم و گوش مٹی سے
ہوا کے دوش پر اڑتی ہوئی پُرجوش مٹی سے

دلِ ہر فرد تھا اس ناگہانی مار سے چھلنی
بدن تھا ریزہ ہائے سنگ کے سوفار سے چھلنی

---

[1] اس زور کی ہوا چلی کہ طوفان آگیا خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں کھانے کے دیگچے چولھوں پر اُلٹ الٹ جاتے تھے (سیرت النبی)

marfat.com

ہمارے کنکروں کے اور مٹی کے تھپیڑے تھے — مسلسل بے بسی پتھر اور دہشت کے ڈیرے تھے

کفار پر خوف و ہراس چھا گیا

یہ آدمی کپکپاتی برف کی سردی بھی لائی تھی — ہزاروں وسوسے لائی تھی نامردی بھی لائی تھی
ابوسفیان کا دل تھا حلق میں اب بول کہ سارے — گنے جتنے کئے تھے آ رہے تھے سامنے سارے
رستم ڈھائے تھے جتنے بھی مسلمانوں کی جانوں پہ — وہ آدمی بن کے چھائے تھے زمینوں آسمانوں پہ
نظر آتی تھی اک جھونکے میں اس پاداش کی صورت — اندھیرے میں ابوسفیان کھڑا تھا لاش کی صورت
زمیں ہونچال سی چلتی ہوئی معلوم ہوتی تھی — گناہوں کی سزا ملتی ہوئی معلوم ہوتی تھی
خبیبؓ و زیدؓ و دو اللہ کے بندے تصور میں[1] — ابوسفیان تھا اور پھانسی کے پھندے تھے تصور میں

تصور میں ہوا محسوس اپنا سانس بند اس کو
تو اپنی ہی رگِ گردن نظر آتی کمند اس کو

ابوسفیان سمجھا قیامت آ گئی

میں پر دو تصویر تھے نظر آتے ہو انکارے — ابوسفیان آن کر بیٹھ گیا خوف کے مارے

[1] دیکھو اسی باب کا حاشیہ نمبر ۱۔

ہوا میں اونٹ گھوڑوں کی صدائیں بار بار آئیں
صدائیں کان میں بن بن کے تاکیدِ فرار آئیں

ہوائے تند کے جھونکے تھے یا پھنکار کوڑوں کی
سنائی دے رہی تھی بے محابا ٹاپ گھوڑوں کی

سروں سے اڑ چکے تھے چھاؤنی کے خیمے خرگاہیں
پڑے تھے لشکری چہروں پہ لپٹائے ہوئے باہیں

نہ کوئی بول سکتا تھا، نہ کوئی سر اٹھاتا تھا
ابوسفیاں کو اپنی ذات سے بھی ہول آتا تھا

نہ چولھا تھا نہ ہنڈیا تھی نہ خیمہ تھا نہ ڈیرا تھا
فقط دہشت ہی دہشت تھی اندھیرا ہی اندھیرا تھا

خیال آیا ابوسفیاں کو اپنی حالتِ بد کا
وہ سمجھا قول پورا ہونے والا ہے محمدؐ کا

یقیں آیا زمین و آسماں کو طیش آیا ہے
ہراول بن کے خاک و باد کا یہ جیش آیا ہے

یہاں اب ایک ساعت بھی کھڑے رہنے میں خطرہ ہے
میری ہی جستجو میں ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ ہے

محمدؐ کی مدد کا ہو گیا ہے غیب سے ساماں
یہاں سے بھاگ ابوسفیاں، یہاں سے بھاگ ابوسفیاں

وگرنہ کوئی دم میں تیری شامت آنے والی ہے
محمدؐ نے بتایا تھا، قیامت آنے والی ہے

ابوسفیان نے بھاگنے کی ٹھہرائی

پیاپے بڑھتی جاتی تھی ہوائے تند کی تیزی
فضا میں تھی بلا کی ہولناکی دہشت انگیزی

marfat.com

وہ سردی تھی کہ جم کر رہ گئی تھی سانس سینوں میں
اُمیدِ زیست تھی چھپتی ہوئی سی پھانس سینوں میں

ضمیرِ جرم آلودہ کو تھا احساس تنہائی
ابوسفیان نے آخر بھاگ چلنے ہی کی ٹھہرائی

بندھا رہتا تھا اپنا اُونٹ ہر دم ساتھ ڈیرے میں
ابوسفیان گھسٹ کر اُس پہ چڑھ بیٹھا اندھیرے میں

پکارا، جو کوئی بھی سن رہا ہو غور سے سُن لے
سپہ سالار کا اعلان پہلے طور سے سُن لے

یہاں اب ایک ساعت بیٹھنا بھی جان کھونا ہے
نتیجہ کچھ نہیں بے فائدہ برباد ہونا ہے

قریشی قوم کے ہر فرد کو جا کر خبر کر دو
اندھیرے میں گھروں کی راہ لو فوراً جہاں مرد و

قریشی فوج ہو یا فوج کا ہو کوئی سرکردہ
سمجھ لے بس غنیمت ہے اندھیری رات کا پردہ

تم اپنی قوم کو لیکر خموشی سے نکل آؤ
کہاں جاتے ہو صحرائی قبائل کو نہ بتلاؤ

قریشی قوم کی ہستی کو میں خطرے میں پاتا ہوں
گھروں کی راہ لو بھائی، یہ دیکھو میں تو جاتا ہوں

ابوسفیان کی بدحواسی[1]

اندھیرے میں بلند آواز سے مارا یہ للکارا
اور اس کے ساتھ ہی رسّی سے اپنے اونٹ کو مارا

---

[1] آدمی کے ندر سے پریشان اور بدحواس ہو کر ابوسفیان نے قریش کے سواروں کو آواز دی کہ اب یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں۔ بہتر ہے ہم واپس چلیں۔ پھر اپنے اونٹ پر سوار ہو گیا۔ مگر گھبراہٹ کا یہ عالم کہ اونٹ کا گھٹنا کھولنا بھول گیا (ابن سعد، ابن ہشام و طبری)

marfat.com

اُچک کر بلبلایا اُونٹ لیکن چل نہ سکتا تھا
بندھا تھا اس کا گھٹنا وہ جگہ سے ٹل نہ سکتا تھا

ابُوسفیاں اِدھر سے گالیاں اس کو سناتا تھا
اُدھر سے اونٹ بھی تُرکی بہ تُرکی بلبلاتا تھا

یہ سب کچھ سُن رہا تھا عکرمہ بوجہل کا بیٹا
کہیں نزدیک اوندھے منہ زمیں پر وہ بھی تھا لیٹا

وہ اُٹھا طیش میں آکر پکارا اے ابوسفیان
سپہ سالار ہو کر چھوڑتے ہو اس طرح میداں

چچا یہ بوکھلاہٹ اور گھبراہٹ ہے نامردی
اندھیری رات میں کرنے چلے ہو بادیہ گردی

بندھا ہے اونٹ کا گھٹنا جسے تم ہانکے جاتے ہو
دہن سے گالیاں بکتے ہو مٹی پھانکے جاتے ہو

اگر واپس ہی چلنا ہے تو لشکر ساتھ میں رکھو
سپہ سالار ہو دو چار افسر ساتھ میں رکھو

قریشی آن بھی آخر بچانی چاہیئے تم کو
چچا اس بزدلی پر شرم[1] آنی چاہیئے تم کو

ابُوسفیان کی شرم

صدائے عکرمہ سن کر ابُوسفیاں کو شرم آئی
مگر اس شرم کی اس وقت مشکل تھی پذیرائی

اندھیرا اور آندھی اور پُر اسرار آوازیں
فضا میں سرد شعلوں کی سی دل افگار پروازیں

---

[1] عکرمہ بن ابی جہل پاس ہی تھا۔ اس نے ابُوسفیان کو تلخ الفاظ کہے۔ اور شرم دلائی۔ ابوسفیان پہلے تو رُک گیا۔ کہا اچھا تم لشکر کو ترتیب دے کر واپسی کا انتظام کرو۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اس نے اونٹ کا گھٹنا کھولا اور تن تنہا سب سے آگے آگے روانہ ہو گیا۔ (دمیوا ابن ہشام)

marfat.com

ڈرانی اور ہیبت ناک و ہمکاتی ہوئی شکلیں
تحکم سے گریز ارشاد فرماتی ہوئی شکلیں

وہ سب تاریک شکلیں واہمہ خلاق تھا جن کا
ضمیر بد نہاداں پر تصور شاق تھا جن کا

یہاں اب کوئی بھی صورت نہیں تھی جائے ماندن کی
نفس کی آمد و شد تھی مہورت پائے رفتن کی

صلائے عکرمہ سے بوجھ اترا ذمہ داری کا
بہانہ ہاتھ آیا حیلۂ بے اختیاری کا

اتر کر اب بمشکل اس نے گھٹنا اونٹ کا کھولا
مگر پھر اس پہ چڑھ بیٹھا بلند آواز سے بولا

بھتیجے عکرمہ لو، میں تمہیں نائب بناتا ہوں
قریشی فوج کو تم لے کے آؤ میں تو جاتا ہوں

ہوا آئی ہے لے کر اک جہان لق و دق ہم پر
الٹ کر آ پڑیں گے صبح تک چودہ طبق ہم پر

مرے پیچھے ہی پیچھے قوم کو لے کر نکل آؤ
غبار مرگ کی اس قبر سے باہر نکل آؤ

وگرنہ جو نتیجہ ہونے والا ہے وہ ظاہر ہے
عرب کی ان ہواؤں کا ابوسفیان ماہر ہے

ابوسفیاں نے پورے زور سے اب اونٹ دوڑایا
اندھیرے اور آندھی کی ردا میں گم ہوا سایا

فقط راہِ فرار آسان تھی پائے تصور پر
ہوائے تند کوڑا کر رہی تھی پشتِ اشتر پر

marfat.com

لشکرِ احزاب اندھیرے میں غائب

یہ ایسا واقعہ تھا جو چھپائے چھپ نہ سکتا تھا
سپاہی سُن رہے تھے حکم بھی بکتا جھکتا تھا

سپہ سالار کا میداں سے چل دینا قیامت تھا
خبر لشکر میں پھیلی شوم کا مذکور شامت تھا

بھلا اب کون رُکتا کس میں باقی تھا یہ دل گُردہ
قریشی فوج پہلے ہی سے تھی افسردہ و مُردہ

اندھیری رات میں آندھی کو آگے سب کے سب بھاگے
وہ اِس سے دس قدم آگے یہ اُس سے دس قدم آگے

قبائل کے جیوشِ قاہر نے بھی خبر پائی
قریشی فوجیوں کی چھاؤنی خالی نظر آئی

یہودی چوکیاں بھی جا چکی تھیں قلعہ کے اندر
نظر آتے نہ تھے میدان میں اب ناچتے بندر

ہراسِ عام ان پھیلی ہوئی افواج میں پھیلا
فضا میں گالیاں گونجیں اُٹھا اک شور واویلا

اُنہیں بھی اب نہیں تھا بھاگ چلنے کے سوا چارا
اسی عالم میں لد کر چل دیا آخر یہ بنجارا[1]

اڑا کر لے گئی اندھوں کو آندھی اس اندھیرے میں
سحر تک خاک اُڑتی رہ گئی باطل کے ڈیرے میں

---

[1] قریش کو جلد معلوم ہو گیا کہ ابو سفیان چلا گیا ہے۔ وہ بھی اس اندھیرے میں بھاگے۔ قبائل میں بھی جلد ہی یہ خبر پھیلی۔ انھوں نے معلوم کیا تو قریش جا چکے تھے۔ اور یہود اپنے قلعہ میں جا چھپے تھے۔ قبائل بھی غصّے میں بھرے ہوئے چل دیئے۔
(دیکھو ابنِ ہشام)

marfat.com

مدینے کی صُبح

بلا کا عبرت افزا انقلابِ چرخِ گرداں تھا
ابھی اک شور برپا تھا، ابھی اک ہُو کا میداں تھا

سحر کے وقت جب گونجی صدا اللہ اکبر کی
تو باطل ہو چکی تھیں ظلمتیں باطل کے لشکر کی

نہ آندھی ہی رواں تھی اب نہ قائم وہ اندھیرا تھا
ہوائیں معتدل تھیں اور نورانی سویرا تھا

نسیمِ صُبح کے آزاد جھونکے سرسراتے تھے
طلوعِ مہر کا عالم تھا ذرّے مسکراتے تھے

نظارے کا سہارا پا لیا تھا مہرِ خاور نے
محمدؐ کا مدینہ چھا لیا تھا فضلِ داور نے

○ اردو زبان کے مایہ ناز شاعر

○ پاکیزہ، شگفتہ اور شائستہ ادب کے ترجمان

○ مولانا ماہر القادری کی نادر تصانیف

○ ایسی کتابیں ---------

○ جنہیں لوگ تلاش کرتے ہیں

○ جنہیں بار بار پڑھا جاتا ہے

○ جسے بطور تحفہ پیش کیا جاتا ہے

○ اب پہلی بار --- یہ ساری کتابیں --- ایک ہی جگہ پر دستیاب

کلیاتِ ماہر

○ ماہر القادری کا خوبصورت مجموعہ کلام جسے ڈاکٹر عبدالغنی فاروق نے مرتب کیا ہے۔

○ آفسٹ پیپر ○ عمدہ طباعت ○ مضبوط جلد ○ خوبصورت سرورق
○ ایک ہزار سے زائد صفحات ○ قیمت 450 روپے

marfat.com

دنیا میں جاہ اور آخرت میں پناہ کے لئے

ہماری خوبصورت کتب

- نبی اکرمؐ کا شاہانہ نبوی میں ——— علی اصغر چودھری
- سیرت طیبہؐ (صدارتی ایوارڈ یافتہ) ——— پروفیسر غلام ربانی عزیز
- نبی کریمؐ کے سفر مبارک ———
- رسول اکرمؐ کی انقلابی سیرت ——— مولانا اخلاق حسین قاسمی
- سیرت حضرت ابوذر غفاریؓ ——— ابن عبدالشکور
- حضرت ابوبکر صدیقؓ (غیر مسلموں کی نظر میں) ——— عبدالصبور طارق
- عثمانی ترکوں کی تاریخ ——— عبدالصبور طارق
- پلٹ آؤ اپنے رب کی طرف ——— علی اصغر چودھری
- دنیا کے بڑے بڑے مذہب ——— عمادالحسن فاروقی
- زنداں کے شب و روز ——— بیگم زینب الغزالی
- تاریخ سعودی عرب ——— شیخ محمد حیات
- اسلام اور جدید سائنس ——— مولانا شہاب الدین ندوی
- ہماری دعوت ——— حسن البناء شہید
- دم واپسیں سے رحمٰن کے فیصلے تک ——— علی اصغر چودھری
- کیا ہم مسلمان ہیں ——— استاد محمد قطب
- مذہب اور تجدید مذہب ——— پروفیسر عبدالحمید صدیقی
- اسلامی عقیدہ ——— مترجم مولانا عنایت اللہ سبحانی

مکتبہ تعمیر انسانیت، اُردو بازار، لاہور